وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

مقدمة شرح البيضاوي

المسمّاة

اثمار التكميل

لما في

انوار التنزيل

للعبد الضعيف محمد موسى الروحاني البازي

مكتبة مدنية

۱۸، اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۸۹۷۷ / ۷۲۲۳۲۶۹

مقدمة شرح البيضاوي محمد موسى الروحاني البازي

المسمّاة

لـا في

للعبد الضعيف محمد موسى الروحاني البازي عفا الله عنه وعافاه
أستاذ الحديث والتفسير بالجامعة الأشرفية لاهور

مکتبہ مدنیہ
فون ۷۲۴۲۲۶۹ اُردو بازار ○ لاہور فون ۷۲۲۸۹۶۶

مقدمۃ شرح البیضاوی

المسمّاۃ

اثمار التکمیل

لما فی

انوار التنزیل

للعبد الضعیف محمد موسیٰ الروحانی البازی عفا اللہ عنہ وعافاہ
اُستاذ الحدیث و التفسیر بالجامعۃ الاشرفیۃ، لاہور

الجزء الأول

مکتبہ مدنیہ
فون ۷۲۴۲۲۶۹ اُردو بازار لاہور فون ۷۲۲۸۹۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

کتاب ہذا موسوم بہ اثمار التکمیل میری شرح انوار التنزیل کا مبسوط مقدمہ ہے۔ انوار التنزیل للقاضی البیضاوی کی شرح جو اس بندۂ عاجز ضعیف کی تصنیف ہے نہایت مفصل شرح ہے اندازہ ہے کہ پچاس جلدوں میں مکمل ہوگی۔ میری شرح ہذا کا نام ہے۔ آزھار التسہیل فی شرح انوار التنزیل۔

مقدمہ یعنی اثمار التکمیل مباحثِ متفرقہ مفیدہ و تحقیقاتِ بدیعہ تاریخیہ نحویہ ادبیہ کلامیہ حدیثیہ تفسیریہ علمیہ پر مشتمل ہے۔

میری طبیعت جدت پسند ہے۔ اس واسطے مباحث علمیہ کے بیان میں میری عقل ناقص استخراج طرق جدیدہ و سلوک مسالکِ غیر مسلوکہ میں کوشاں رہتی ہے۔ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اثمار التکمیل کی تصنیف میں جو اسلوب اس عاجز نے منتخب کیا ہے سلسلۂ مقدمات کتب میں یہ لطیف طریقہ ہے جو جدید ہونے کے علاوہ بہت زیادہ نافع بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ جدید طریقہ نہایت دشوار گذار ہے۔ کیونکہ اس کے لیے صرف ایک فن کے مسائل پر اطلاع کی بجائے متعدد علوم کے مسائل پر کما حقہا مطلع ہونا ضروری ہے۔ ایک ہی وقت میں فنونِ متعددہ کے اصولوں و مبادی کو ذہن میں محفوظ رکھنا اور ان کے مطابق معلومات جمع کرکے کلام کرنا کٹھن مرحلہ ہے۔ فن واحد کی کتابوں کا مطالعہ کرکے ان سے انتخابِ مسائل کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا مشکل متعدد علوم کی کتابوں سے اخذ و استفادہ ہے۔

اثمار التکمیل میں کئی فنون کے اہم مباحث و مسائل جمع ہیں۔ جو بڑی محنت سے بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کے بعد حاصل ہوسکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے ہماری اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ کسی کتاب میں مندرج شواہد شعریہ کی تفصیل میں مستقل تالیف کرنا سلف میں معروف و مقبول طریقہ ہے۔ اس قسم کی تالیف کتاب سے متعلق شعراء و اشعار کے بارے میں تاریخی و ادبی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں اور یہ ایک بڑا نفع ہے۔ تاہم یہ کتاب سے متعلق ایک قسم کا جزئی فائدہ اور خاص نفع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تعمیم فائدہ اولیٰ ہے۔ فوائد کا دائرہ جتنا وسیع ہو یہ بہتر و احسن ہے۔

میری کتاب ہذا کے موضوعاتِ فوائد و مباحث کا میدان طویل و عریض ہے۔ کتاب ہذا تفسیر بیضاوی میں مذکور شعراء کی تاریخ کے علاوہ تراجم محدثین تراجم قراء و رواۃ قراء تاریخ بلاد، احوال حیوانات، احوال ملوک مسائل ادبیہ، فرق اسلامیہ اور ان کے عقائد کی توضیح، تاریخ انبیاء علیہم السلام۔ احوال و حقیقت ملائکہ کرام علیہم السلام بسط احوال قبائل اصول تفسیر یہ تفصیل شروح و حواشی تفسیر بیضاوی و دیگر فوائد عظیمہ شریفہ و امور مہمہ متعلق تفسیر ہذا پر حاوی ہے گویا کہ یہ کتاب مختصر انسائکلوپیڈیا ہے جس میں متعدد علوم و فنون کے مباحث و مسائل جمع ہیں۔ اثمار التکمیل میں احقر کے تقریبا دس اہم رسائل بتمامہا یا بتلخیصہا بھی شامل ہیں۔ یہ مفید رسائل بھی کتاب کی اہمیت و افادیت میں اضافے کے موجب ہونگے۔ یہ کتاب چونکہ علماء و طلبہ مدارس عربیہ کے لیے لکھی گئی ہے اس واسطے اس میں [illegible] عربی عبارت کا ترجمہ درج نہیں کیا [illegible]

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہل علم و طلبہ و دانشوروں کے نزدیک یہ کتاب شرف قبول و پذیرائی [illegible] محبوب و مقبول ہو اور ان کے لیے تکمیل علم و تسہیل مشکلات کا ذریعہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

فصل

اس فصل میں اُن اعیان و شعراء کے تراجم و احوال درج کیے جاتے ہیں، جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اول (تا آخر سورہ بقرہ) میں مذکور ہیں — !

انس رضی اللہ عنہ۔ سورۃ فاتحہ کے آخر میں بحث آمین میں آپ مذکور ہیں۔

ھو انس بن مالک بن النضر بن ضمضم الانصاری الخزرجی النجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ خادم نبی علیہ السلام ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ترکاری و سبزی کا نام ہے جو انس کو پسند تھی۔ اُمّ سُلیم آپ کی والدہ ہیں جو انصار میں دانا و افضل صحابیہ ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے کہ والدہ نے ان کو نبی علیہ السلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ (تہذیب) دس سال آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

آپ مکثرین الروایات صحابہ میں سے ہیں۔ آپ سے کل ۲۲۸۶، احادیث مروی ہیں۔ ۱۶۸ متفق علیہ ہیں۔ ۸۳ پر بخاری اور ۷۱ پر مسلم منفرد ہیں۔

آپ کی اولاد کی تعداد زیادہ تھی۔ مال دار بھی زیادہ تھے۔ یہ سب نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری والدہ کی درخواست پر ایک دن نبی علیہ السلام نے میرے لیے تین دعائیں کیں۔ فرمایا اللھم ارزقہ مالاً وولداً وبارک لہ فیہ قال انس فلقد دفنت من صلبی سوی ولد ولدی مائۃ وخمسۃ وعشرین وان ارضی لتثمر فی السنۃ مرتین۔ رواہ الطبرانی وغیرہ۔

ایک اور روایت میں ہے:۔ فقالت (ای امی) یا رسول اللہ انس ادع اللہ لہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ قال قد رأیت اثنتین وانا ارجو الثالثۃ وروی الترمذی کان لہ بستان یحمل الفاکھۃ فی السنۃ مرتین وکان فیہ ریحان ویجیٔ منہ ریح المسک۔

نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں رہے بعدہٗ بصرہ میں مستقل رہائش اختیار کی اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ علی بن مدینی فرماتے ہیں کان اٰخر الصحابۃ موتاً بالبصرۃ۔ جنگ بدر میں خادم کے طور پر شریک تھے۔ روی ابن السکن بسندہٖ عن ثابت البنانی قال قال لی انس ابن مالک ھذہ شعرۃ من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضعھا تحت لسانی قال الراوی فوضعھا

(ای عند الموت) تحت لسانہ فدُفِن وھی تحت لسانہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تیراندازی میں بڑے ماہر تھے۔

قال ابن قتیبۃ فی المعارف ثلاثۃ من اھل البصرۃ لم یموتوا حتی رأی کل واحد منھم مائۃ ذکر من صُلبہ انس بن مالک وابوبکرۃ وخلیفۃ بن بدل۔

آپ کی عمر وفات کے وقت سو سال سے متجاوز تھی۔ بوقتِ ہجرت آپ دس سال کے تھے آپ کی تاریخ وفات حسب اختلاف علماء ومؤرخین ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۳ھ ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ عزوجل۔ آیت اوکصیب من السماء اور آیت فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن سیرین الانصاری مولاھم ابو بکر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ

ابن سیرین رحمہ اللہ تابعی، جلیل القدر فقہ وحدیث وتفسیر وتعبیر رؤیا، زہد وتقویٰ وعبادت میں امام ومقدم ہیں۔ کان ابوہ سیرین من سبی عین التمر وھو مولیٰ انس بن مالک رض کاتبہ علیٰ عشرین الف درھم فأداھا وعتق کذا قال النووی فی التھذیب۔ ابن قتیبہ کتاب معارف میں لکھتے ہیں، ابن سیرین کی والدہ کا نام صفیہ تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں۔ سیرین کے ساتھ صفیہ کی شادی میں اور نکاح میں بہت سے صحابہ کے علاوہ ۱۸ بدری بھی شریک تھے۔ ان میں سے ایک حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی مجلس میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ دعا کررہے تھے اور باقی صحابہ وحاضرین آمین کہتے جاتے تھے۔ صفیہ کو تین ازواجِ نبی علیہ السلام اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے خوشبو لگائی اور دعائیں دیں۔ متعدد امہات الاولاد سے سیرین کے ۲۳ بچے پیدا ہوئے۔ متعدد صحابہ مثل ابی ہریرہؓ وابن الزبیرؓ وابن عمرؓ و عدی بن حاتمؓ وغیرہ سے سماع کیا۔

ہشام بن حسان کہتے ہیں ادرک الحسن البصری من اصحاب النبی علیہ السلام مائۃ و عشرین وادرک ابن سیرین ثلاثین منھم۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے دو سال قبل ابنِ سیرین پیدا ہوئے۔ آپ سے شعبی و ایوب وقتادہ وغیرہ روایت کرتے ہیں قال ابن عون کان ابن سیرین یحدث بالحدیث علیٰ حروفہ۔ تمام محدثین کے نزدیک آپ ثقہ ہیں۔ تاریخ بغداد میں خطیب فرماتے ہیں کان ابن سیرین احد الفقہاء المذکورین بالورع فی وقتہ علم تعبیر رؤیا میں امام تھے۔ کل امت کے نزدیک آپ اس فن کے امام ہیں۔ آپ تیل وغیرہ کے بڑے تاجر اور بڑے دولتمند تھے، لیکن پھر تنگ دست ہوئے بڑے مقروض ہوئے اور قرض خواہوں کے

مطالبہ پر مدت تک جیل خانہ میں رہے۔ جیل خانہ کے داروغہ نے آپ کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے خفیہ طور پر آپ سے کہا اذا کان اللیل فاذھب الی اھلک واذا اصبحت فتعال فقال لا واللہ لا اعینک علی خیانۃ السلطان۔

منقروض ہونے کا سبب بھی عجیب ہے جو آپ کے ورع وتقوی کی دلیل ہے۔ خطیب وغیرہ لکھتے ہیں:۔ سبب حبسہ انہ اشتری زیتاً باربعین الف درھم فوجد فی زق منہ فارۃ فقال الفارۃ کانت فی المعصرۃ فصب الزیت کلہ وکان یقول عیرت رجلاً بشئ من الفقر من ثلاثین سنۃً احسبنی عوقبت بہ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۶۷ میں ہے عن ھشام قال اوصی انس ابن مالک رضی اللہ عنہ ان یغسلہ محمد بن سیرین فقیل لہ فی ذلک وکان محبوساً فقال انا محبوس قالوا قد استأذنا الامیر فاذن لک قال ان الامیر لم یحبسنی انما حبسنی الذی لہ الحق فاذن لہ صاحب الحق فخرج فغسلہ۔

آپ ورع وتقوی میں بے نظیر تھے۔ مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ما رأیت رجلاً افقہ فی ورعہ ولا اورع فی فقھہ من ابن سیرین۔ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں لم یکن کوفیؒ ولا بصریؒ ورع مثل ورع ابن سیرین۔ بڑے ہنس مکھ تھے۔ رات کو روتے تھے اور دن کو لوگوں کے سامنے ہنستے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے ہر ملنے والے کو ضرور کچھ کھلاتے تھے۔ وعن ام عباد امرأۃ ھشام قالت کنا نزولاً مع محمد بن سیرین فی دارہ فکنا نسمع بکاءہ باللیل وضحکہ بالنھار وعن بعض آل سیرین قال ما رأیت محمد بن سیرین یکلم امہ قط الا وھو یتضرع۔ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالی فرمایا کرتے تھے اذا اتقی العبد فی الیقظۃ لا یضرہ ما رأی لہ فی النوم وکان الرجل اذا سألہ عن الرؤیا قال لہ اتق اللہ فی الیقظۃ لا یضرک ما رأیت فی المنام۔ ابوعوانہ فرماتے ہیں رأیت محمد بن سیرین فی السوق فما راٰہ احد الا ذکر اللہ تعالی و کان یصوم یوماً ویفطر یوماً۔ سری بن یحییؒ فرماتے ہیں کان ابن سیرین ربما ضحک حتی یستلقی ویمد رجلیہ وکان کثیر المزاح وکان یقول الرمان بین الفاکھۃ کجبریل بین الملائکۃ۔ وروی ھشام عنہ قال لم تر ھذہ الحمرۃ التی فی آفاق السماء حتی قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنھما ولم تفقد الخیل البلق فی المغازی حتی قتل عثمان رضی اللہ عنہ۔ شاید اس میں فرشتوں کے نزول ونصرت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مغازی میں مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے خیل بلق پر سوار نظر آتے تھے۔ ابلق مختلف الالوان گھوڑے کو کہا جاتا ہے۔ ابلق کی جمع بُلق ہے۔

ابن سیرینؒ سے کسی نے اس خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں خواب میں اُڑ رہا ہوں فقال انت رجل

تکثرالمنیٰ حاصل مطلب یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ تم سوچتے بہت ہو اور بے فائدہ خیالات وافکار میں عقل دوڑاتے ہو۔

حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات سے سو دن بعد بصرہ میں ۱۱۰ھ میں ابن سیرین رحمہ اللہ نے وفات پائی اور شوال کا مہینہ تھا۔

فائدہ ۔ نحاۃ وعلماءِ عربیت ومفسرین یہ مقولہ کثرت سے ذکر کرتے رہتے ہیں جالِس الحسن او ابن سیرین اور یہ مقولہ جالس الحسن وابن سیرین۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے میں او تساوی بغیر شک کے لیے ہے اور دوسرے میں واو بمعنی او ہے۔ قاضی بیضاوی ؒ نے اس تفسیر میں یہ دونوں مقولے ذکر کیے ہیں اس قول کی ابتداء کی وجوہ دو ہیں۔

وجہ اول یہ کہ حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرینؒ دونوں بصرہ کے باشندے تھے دونوں بڑے بزرگ وعالم ومرجع خلائق ہونے کے ساتھ معاصر بھی تھے۔

ہرایک کا حلقہ جدا تھا جس میں بہت سے معتقدین حاضر ہوتے تھے اور علوم دینیہ اور نصائح ومکارم اخلاق حاصل کرتے تھے۔

لیکن بظاہر دونوں حلقوں میں قدرے فرق تھا، وہ یہ کہ ابن سیرینؒ کثیر الضحک والمزاح تھے بخلاف حسن بصریؒ کہ ان کی مجلس میں ضحک ومزاح برائے نام بھی نہ تھے۔ ان کی مجلس میں بکاء وحزنِ آخرت کا غلبہ تھا۔ سری مطر الوراق قال کان الحسن کأنما کان فی الاٰخرۃ فھو یخبر عما رأی وعاین۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص ۱۶۲۔ حافظ ابونعیمؒ ابراہیم بن عیسٰیؒ سے روایت کرتے ہیں قال ما رأیت احدًا اطول حزنا من الحسن وما رأیتہ قط الاحسبتہ حدیث عھدٍ بمصیبۃٍ۔ نیز وہ حزم بن ابی حزم سے روایت کرتے ہیں قال سمعت الحسن یحلف باللہ الذی لا الٰہ الا ھو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۱۳۳

اس فرق کی وجہ سے لوگ آپس میں اپنی مجالس میں دونوں کا یہ فرق بیان کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین۔

یعنی اس ظاہری فرق کے باوجود علوم وامور آخرت کے اعتبار سے دونوں حلقے برابر ہیں کیونکہ دونوں آخرت کی ترغیب دیتے ہیں۔

وجہ دوم ۔ اس ظاہری فرق کے باوجود دونوں بزرگوں میں قدرے رنجش وناراضگی بھی تھی۔ کما صرح بہ بعض المؤرخین۔ تاہم وہ ایسی رنجش نہ تھی جو آج کل عوام میں معروف ہے بلکہ اس کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم واکرام کرتے تھے۔

تو عام لوگ کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین یعنی ہم ان کی رنجش میں دخل نہیں دے سکتے، دونوں بزرگ وعالم ہیں اور ہمارے لیے دونوں کی مجلس موجب برکت ہے خواہ حسن کی مجلس ہو خواہ ابن سیرینؒ کی۔ رحمہما اللہ عزوجل۔

- **ابو الشعثاءؒ** شرح ھدًی للمتقین میں مذکور ہیں۔

ھو سلیم بن اسود بن حنظلۃ ابو الشعثاء المحاربی الکوفیؒ آپ مشہور تابعی ہیں۔

ابو الشعثاء روایت کرتے ہیں عمر و ابوذر و حذیفہ و ابن مسعود و سلمان فارسی و ابن عباسؓ ابوہریرہ وعائشہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کا بیٹا اشعث بن سلیم و ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر و حبیب بن ابی ثابت وعبدالرحمٰن بن اسود وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امام احمدؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں بخ ثقۃ۔ وقال ابو حاتم لا یُسأل عن مثلہٗ قال النسائی ثقۃ۔ قال ابن عبد اللہ اجمعوا علی انہ ثقۃ۔ وقال ابن حزم فی المحلی سلیم بن اسود مجھول فکأن ابن حزم ما عرف ان ابا الشعثاء ھذا اسمہ۔ کذا فی التھذیب۔

تاریخ وفات ۸۵ھ ہے۔

امرؤ القیس الصحابی رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر آیت ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھا الی الحکام الآیۃ میں مذکور ہیں۔

ھو امرؤ القیس بن عابس بن المنذر الکندیؓ۔ آپ صحابی ہیں اور شاعر بھی ہیں۔

یہ وہ امرؤ القیس نہیں جو صاحب معلقہ و ملک ضلیل کے لقب سے مشہور ہے کیونکہ صاحب معلقہ کفر پر مرا ہے اور ظہور اسلام سے پہلے تھا۔ اور صاحب ترجمہ امرؤ القیس کندی جلیل القدر صحابی ہیں۔ جنگ یرموک میں شریک تھے۔

ابن عبد البر استیعاب ج ۱، ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں لہ صحبۃٌ وشھد فتح البحیر وھو حصنٌ بالیمن ثم حضر الکندیین الذین ارتدوا فلما خرجوا لیقتلوا وثب علی عمہ فقال لہ ویحک یا امرؤ القیس اتقتل عمک فقال لہ انت عمی واللہ عزوجل ربی فقتلہ وھو الذی خاصم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیعۃ بن عیدان فی ارض فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیّنتک قال لیس لی بیّنۃ قال یمینہ انتھی بزیادۃ من الاصابۃ۔

وروی الطیالسی باسنادہ عن علقمۃ بن وائل بن حُجر عن ابیہ قال کنت عند رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فاتاہ خصمان فقال احدھما یا رسول اللہ ھذا اتی علی ارضی فی الجاھلیۃ وھو امرؤ القیس بن عابس الکندی وخصمہ ربیعۃ بن عیدان فقال الآخر ھی ارضی ازرعھا الحدیث۔

ابن سکن فرماتے ہیں وکان ممن ثبت علی الاسلام وانکر علی الاشعث ارتدادہ۔

فائدہ۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں امرؤ القیس رضی اللہ عنہ کے خصم کا نام عبدان الحضرمی لکھا ہے۔ صحیح ربیعۃ بن عبدان ہے۔ کما علم من البیان المتقدم۔

قاضی بیضاوی کے اس قول کا ماخذ بعض مفسرین کی یہ روایت ہے ذکر مقاتل فی تفسیرہ انہ الذی خاصم امرأ القیس بن عابس الکندی فی ارضہ وفیہ نزلت ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا الایۃ ووقع فی تفسیر الماوردی اسمہ عیدان بن ربیعۃ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص ۵۱ فی ترجمۃ عیدان ابن اسوع الحضرمی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس خصم کا نام ربیعۃ بن عیدان ہے نہ عیدان بن اسوع اور نہ عیدان ابن ربیعہ۔ تفسیر بیضاوی کے بعض نسخوں میں عبدان بالباء الموحدۃ بعد العین ہے۔ یہ دوسری غلطی ہے کیونکہ عیدان بالیاء المثناۃ بعد العین ہے۔

امرؤ القیس الشاعر۔ تفسیر ایاک نعبد وایاک نستعین اور تفسیر ولو شاء اللہ لذھب بسمعھم وابصارھم الایۃ میں مذکور ہے۔

ھو امرؤ القیس بن حُجر بن الحارث بن عمرو الشاعر المشھور صاحب المعلقۃ

امرؤ القیس کا نام حُندُج تھا۔ امرؤ القیس اس کا لقب ہے۔ وفی الخزانۃ ج ۱ ص ۲۹۹ وامرؤ القیس لقب لہ لقب بہ لجمالہ وذلک لان الناس قیسوا الیہ فی زمانہ فکان افضلھم اھ وقیل ان معناہ رجل الشدۃ۔ ملک ضِلّیل بھی اس کا لقب ہے۔ کنیت ابو وہب وابو زید وابو الحارث ہے۔ اس کا زمانہ اول قرن سادس میلادی ہے۔ ظہور اسلام سے کچھ پہلے گزرا ہے۔ اس کا باپ حجر بنو اسد وغطفان وغیرہ کا ۶۰ سال تک بادشاہ رہا۔ امرؤ القیس بڑا شریر تھا۔ بنو اسد کی عورتوں کو تنگ کرتا تھا۔ ان سے متعلق اشعار کہتا تھا۔ لوگوں نے اس کے باپ سے شکایت کی۔ حُجر نے ربیعہ کو اس کے قتل پر مامور کیا۔ ربیعہ نے جوذر کی آنکھیں حجر کو پیش کر کے یہ دکھایا کہ امرؤ القیس قتل کر دیا گیا۔ حجر بعد میں پشیمان ہوا تو ربیعہ نے کہا میں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ چھپا دیا۔ باپ کی نصیحت پر بدکرداری سے باز نہیں آیا تو اسے جلا وطن کر دیا۔ حندج مختلف علاقوں میں گھومتا رہا۔ آوارہ رفقا کی ٹولی بنا کر لوٹ مار کرتے اور جنگل بیابانوں میں عیش کرتے رہے۔ اس حالت میں اسے اپنے باپ حجر کے قتل کی اطلاع ملی کہ بنو اسد نے اسے قتل کر دیا۔ سبب قتل یہ تھا کہ بنو اسد نے ٹیکس ادا کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ حجر کی فوج نے ان پر حملہ کیا بہت سے قتل کر دیے گئے لاٹھیوں سے حجر قتل کرتا رہا

فسمّوا عبید العصا۔ بہت سے اشراف قید ہوئے۔ بعدہٗ انہیں معاف کر دیا۔
بنو اسد نے چھپ کر حجر پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ حجر نے وصیت میں سارا قصہ لکھوایا اور ایک معتمد کو وہ رقعہ مع اسلحہ و خیل وغیرہ دے کر کہا کہ میرے بیٹوں میں سے جو میری موت پر غم کا اظہار نہ کرے اسے یہ دیدینا۔ حندج کے سوا سب نے اظہار جزع و فزع کیا۔ اطلاع موت کے وقت وہ ندماء کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا، اس وقت تو شراب نہ چھوڑی بعد میں کہا لقد ضیّعنی حجرٌ صغیرًا وحملنی دمہ کبیرًا وآلی ان لا یأکل لحمًا ولا یشرب خمرًا ولا یدّھن بدھنٍ ولا یصیب امرأۃ ولا یغسل رأسہ حتی یقتل من بنی اسد مائۃ ویجزّ نواصی مائۃٍ۔ حندج نے قبائل متفرقہ بنو بکر و بنو تغلب وغیرہ کی فوج لے کر بہت سے بنو اسد کو قتل کیا لیکن اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اس کی فوج اس کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو حندج قبائل میں گھومتا رہا اور فوج و مدد مانگتا رہا۔ منذر بادشاہ حیرہ اس کے خلاف تھا منذر کے ڈر سے ہر ایک قبیلہ نے حندج کو پناہ دینے سے انکار کر دیا اور وہ اپنی بیٹی ہند کو لیے دربدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا رہا۔ پھر وہ قیصر کے پاس گیا اور اس سے مدد مانگی تاکہ اپنے باپ کا بدلہ لے۔ قیصر نے اس کی بڑی تکریم کی اور مدد کرنے کا وعدہ کیا مگر جب حندج واپس ہوا تو کسی نے قیصر کو بتایا ان حندجًا کان یراسل ابنتک و یواصلھا وھو قائل فی ذلک اشعارًا یشتھر بھا فی العرب فیفضحھا ویفضحک۔ قیصر نے اس کے پیچھے ایک شخص کو مسموم ریشمی جوڑا دے کر بھیجا اور کہا کہ حندج کو کہو کہ یہ اس کے لیے خاص تحفہ ہے۔ حندج نے وہ پہن لیا اور اس کے زہریلے اثرات سے راستہ میں مر گیا۔ بقول بعض مؤرخین وہ انقرہ میں مرا۔ تاریخ وفات اسلام سے قبل ۵۳۰ء یا ۵۴۰ء ہے۔

قال الاصمعی ان کثیرًا من شعر امرئ القیس کان للصعالیک الذین انضووا الی کنفہ وقال الریاشی ان کثیرًا من ھذا الشعر کان لاولئک الفتیان الذین صحبوا امرأ القیس۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے بارے میں فرمایا ھذا رجلٌ رفیعٌ فی الدنیا خاملٌ فی الاٰخرۃ شریف فی الدنیا وضیع فی الاٰخرۃ یجئ یوم القیامۃ حاملًا لواء الشعراء الی النار۔ کذا فی بعض الکتب والتفصیل فی مقدمۃ دیوانہ لحسن السندوبی۔

فائدہ۔ آمدی نے کتاب مؤتلف و مختلف میں لکھا ہے کہ عرب میں دس شعراء کا نام امرؤ القیس تھا۔ ان میں سے ایک یعنی امرؤ القیس بن عابس کندی صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔ صاحب قاموس نے دو صحابی اور ذکر کیے ہیں۔ ایک امرؤ القیس بن الاصبغ الکلبیؓ دوم امرؤ القیس بن الفاخر بن الطماحؓ۔ کذا فی خزانۃ البغدادی ج ۱ ص ۳۰۴۔

صاحب خزانہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاموس میں بارہ امرؤالقیس کا ذکر ہے حالانکہ اس میں مادہ قیس میں گیارہ مذکور ہیں۔ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے سولہ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ حسن سندوبی نے ۲۵ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ مراقسہ امرؤالقیس کی جمع ہے ان کی تفصیل اخبار مراقسہ ص۲ پر ملاحظہ ہو۔

ابوجہل بیان ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم میں مذکور ہے۔

ھو عمرو بن ھشام بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمرو القرشی المخزومی۔

ابوجہل قریش کا سردار تھا۔ اس کے فیصلے کو سب تسلیم کرتے تھے اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ یعنی اچھے فیصلے کرنے والا۔ نبی علیہ السلام نے اسے ابوجہل کہا۔ اسلام کا عظیم دشمن اور مسلمانوں کو بہت اذیت دینے والا تھا۔ جنگ بدر میں ۲ھ میں قتل کیا گیا۔ ابوجہل کے قاتل عمرو بن الجموح و ابن عفراء انصاری ہیں۔ و فی کتب السنن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین راٰہ مقتولاً قال قُتِل فرعون ھذہ الامۃ۔ ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہؓ جلیل الشان صحابی ہیں فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوات میں ان کی بہادری کے کارنامے مشہور ہیں۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیتُ لابی جھل عِذقاً فی الجنۃ فلما اسلم عکرمۃُ قال یا امّ سلمۃ ھذا ھو۔

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ تفسیر یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص الاٰیۃ اور واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن ابی قُحافۃ عثمان بن ابی عامر القرشی التیمی رضی اللہ عنہ۔

آپ کے والد ابوقحافہؓ اور والدہ ام الخیر بنت صخر بھی صحابی ہیں اور آپ کے بیٹے بھی صحابی ہیں۔ قال العلماء لا یُعرف اربعۃٌ متناسلۃٌ بعضھم من بعضٍ صحبوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اٰل ابی بکر الصدیق رض وھم عبد اللہ بن اسماء بنت ابی بکر بن ابی قحافۃ۔ فھٰؤلاء الاربعۃ صحابۃ متناسلۃ و ایضًا ابوعتیق بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن ابی قحافۃ رضی اللہ عنھم۔

آپ کا نام بقول صحیح عبد اللہ ہی ہے اور بعض کے نزدیک نام عتیق ہے۔

لیکن جمہور محققین کے نزدیک عتیق آپ کا لقب ہے نہ کہ اسم اور اس لقب کی وجوہ مختلف ہیں۔

اوّل[1] یہ ہے کہ آپ عتیق من النار ہیں۔ وقیل[2] لحسن وجھہ وجمالہ قالہ لیث بن سعد۔ وعن عائشۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر عتیق اللہ من النار من یومئذ سُمّی عتیقًا۔ رواہ الترمذی۔ اور بعض علماء کا قول ہے:۔ سُمّی[3] بہ لانہ لم یکن فی نسبہ شئ یعاب بہ۔ قالہ مصعب بن الزبیرؓ۔

۔ حضرت صدیق رضؓ واقعۂ فیل کے اڑھائی سال بعد پیدا ہوئے۔ نبی علیہ السلام آپ سے اڑھائی یا تین سال بڑے تھے۔

آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں بلکہ اسبق الی الاسلام ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے رفیق تھے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد بھی ہجرت میں اور غار ثور میں اور تمام مغازی میں شریک رہے اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد آپ خلیفۃ رسول اللہ ہوئے۔ مسلمانوں نے آپ کو خلیفۃ رسول اللہ کا لقب دیا۔

کتاب اصابہ میں ہے سُمّی عتیقاً لانہ قدیم فی الخیر وقیل سمی عتیقاً لعتاقۃ وجھہ۔

علامہ دولابی کتاب کُنیٰ میں لکھتے ہیں کانت اُمّ ابی بکر لا یعیشُ لھا ولدٌ فلما ولدتہ استقبلت بہ البیتَ فقالت اللّٰھم ان ھذا عتیقک من الموت فھبہ لی۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور اسلام سے قبل بھی قوم میں محبوب تھے۔ اور تمام قریش میں علم انساب کے زیادہ ماہر تھے۔ تجارت کرتے تھے اور صاحب مکارم اخلاق تھے۔

اسلام پر آپ کے بڑے احسانات ہیں۔ آپ کی کوشش وترغیب سے عثمان وطلحہ وزبیر و سعد و عبدالرحمٰن بن عوف مسلمان ہوئے رضی اللہ عنہم۔

اسلام لاتے وقت آپ کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے جو اُس وقت بہت بڑی دولت تھی اور یہ ساری دولت اسلام پر خرچ کر دی، کبھی مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے اور کبھی دیگر مسلمانوں کی نصرت و مدد کرتے تھے۔ مدینہ منورہ آتے وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے پھر وہ بھی اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ کر دیے۔ مسجد نبوی کی زمین آپ کے مال سے خریدی گئی لہٰذا تاقیامت اس میں نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی ملتا رہے گا۔

آپ کو قرآن نے صاحب النبی کہا ہے اور آپ کے بارے میں لاتحزن وارد ہے اور آپ کو معیتِ اللہ حاصل ہونے کی خوش خبری قرآن میں دی گئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔

وفی الصحیحین من حدیث انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکرؓ وھما فی الغار ماظنک باثنین اللہ ثالثھما۔ آپ نبی علیہ السلام کے محب ہونے کے ساتھ محبوب بھی تھے۔ وفی الصحیح عن عمرو ابن العاص قلتُ یارسول اللہ ایّ الناس اَحبُّ الیک قال عائشۃ رضؓ قلتُ من الرجال قال ابوھا۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کان لیسمی الاوّاہ لرأفتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے عند بعض العلما حضرت خدیجہؓ وعند البعض حضرت علیؓ اول مسلم ہیں۔

میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں لقد آمن ابوبکرؓ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من زمن بحیراء الراهب واختلف بینہ وبین خدیجۃ حتی تزوجھا وذلک قبل ان یولد علی رضی اللہ عنہ۔

آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ آپ کا لقب صدیق ہے۔ صدیق مبالغہ ہے تصدیق میں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی نے ابوبکرؓ کو یہ لقب دیا ہے وسبب تسمیتہ انہ بادر الی تصدیق رسول اللہ علیہ وسلم ولازم الصدق ولم یقع منہ وقفۃ فی حال من الاحوال۔

آپ اعلم صحابہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجمع میں جب یہ فرمایا ان عبدًا خیرّہ اللہ بین الدنیا وبین ما عنداللہ تو آپ رونے لگے اور سمجھ گئے کہ اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت بھی آپ کے احسانات میں سے ایک احسان ہے۔ حضرت صدیقؓ کی احادیثِ مرویہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۲ ہیں جن میں چھے متفق علیہ ہیں اور گیارہ پر بخاری اور ایک پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ نے سات اُن غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا مثل بلالؓ وعمارؓ وغیرہ جنھیں خدا کی راہ میں عذاب دیا جارہا تھا۔

نبی علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا انّ من آمنَ الناسِ علیّ فی صحبتہ ومالہ ابابکرؓ لو کنتُ متخذا خلیلاً غیر ربّی لاتخذتُ ابابکر خلیلاً ولکن اخوّۃ الاسلام وموّدتہ لایبقین بابٌ الّا سُدّ الا باب ابی بکر۔ رواہ البخاری ومسلم۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کنا نخیّر بین الناس فی زمن النبی علیہ السلام فنخیّر ابابکر ثم عمر ثم عثمان رواہ البخاری۔ ابن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ اتت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرھا ان ترجع الیہ قالت ارأیت ان جئتُ ولم اجدکَ کأنھا تقول الموت فقال ان لم تجدینی فائتی ابابکر۔ رواہ البخاری۔

اس حدیث میں خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح الیوم منکم صائماً قال ابوبکر انا قال فمن تبع منکم الیومَ جنازۃً قال ابوبکر انا قال فمن اَطعم الیوم منکم مسکیناً قال ابوبکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضاً قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امرئٍ الا دخل الجنۃ۔ رواہ البخاری۔

وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابابکر

اباكِ واخاكِ حتى اكتبُ كتاباً فانى اخافُ ان يتمنّى مُتمنٍّ ويقول قائلٌ انا اولى ويأبى الله والمؤمنون الا ابابكر۔ رواہ مسلم۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ اور ۲۲ دن ہے وفات جمادی الاولیٰ اور بقول آخر جمادی الاخریٰ کی ۲۱ تاریخ بروز پیر ۱۳ سنہ میں ہوئی۔

ابنِ جُبیر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ وللمطلقٰت متاع بالمعروف حقاً علی المتقین کے تحت مذکور ہیں۔

ھوسعید بن جبیر بن ھشام الکوفی الاسدی الوالبی منسوب الی ولاء بنی والبۃ بن الحارث۔

ابن جبیرؒ کی کنیت ابو محمد یا ابو عبداللہ ہے۔ امام جلیل، مفسر، محدث، ولی اللہ، فقیہ کبیر و تابعی عظیم القدر ہیں۔ ابن عمر و ابن عباس وانس رضی اللہ عنہم سے سماعِ حدیث کیا۔ نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۱۶ میں لکھتے ہیں وکان سعید من کبار ائمۃ التابعین ومتقدمیھم فی التفسیر والحدیث والفقہ والعبادۃ والورع وغیرھا من صفات الخیر اھ۔ خوف وخشوع سے بہت روتے تھے اور دوسروں کو رلاتے تھے۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۷۲ میں ہے:۔

عن القاسم قال کان سعید یبکی باللیل حتی عمش وکان لسعید بن جبیر دیك یقوم من اللیل بصیاحہ فلم یصح لیلۃ حتی اصبح فلم یصل سعید تلك اللیلۃ فشق علیہ فقال مالہ قطع اللہ صوتہ فما سمع لہ صوت بعدہ۔ اہل کوفہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لیے آتے تو فرماتے تھے تمہارے شہر میں سعید کے ہوتے ہوئے میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ قاسم بن ابی ایوبؒ کہتے ہیں کہ ایک بار نوافل میں سعید نے یہ آیت وَاتَّقُوا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡہِ اِلَی اللّٰہِ الآیۃ خوف وخشیت سے بیس مرتبہ سے بھی زیادہ دُہرائی۔ قرآن کی تلاوت بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر ایک ہی رکعت میں سارا قرآن ختم کیا۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے عن الحسن بن صالح عن ورقاء قال کان سعید بن جبیر یختم القراٰن فیما بین المغرب والعشاء فی شھر رمضان۔ عبدالملک بن ابی سلیمانؒ کہتے ہیں۔ سعیدؒ دو دن میں ہمیشہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

ہلال بن خبابؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن جبیرؒ سے پوچھا ماعلامۃ ھلاك الناس؟ قال اذا ھلك العلماء۔ وکان یقول ان الخشیۃ ان تخشی اللہ تعالیٰ حتی تحول خشیتك بینك وبین معصیتك فتلك الخشیۃ والذکر طاعۃ فمن اطاع اللہ فقد ذکرہ ومن لم یطعہ فلیس بذاکر وان اکثر التسبیح وقراءۃ القراٰن وعن خصیفؒ قال رأیت سعید بن جبیر صلی رکعتین خلف المقام قبل صلاۃ الصبح فاتیتہ فصلیت الی جنبہ

وسألته عن آية من كتاب الله فلم يجبني فلما صلى الصبح قال اذا طلع الفجر فلا تتكلم الا بذكر الله تعالىٰ حتى تصلي الصبح۔

وعن مسلم البطينؒ قال قلت لسعيد بن جبير الشكر افضل ام الصبر؟ قال الصبرُ العافية احب الي۔ وكان يقول كنت اسمع الحديث من ابن عباس فلو اذن لي لقبلتُ رأسه وقال سعيد الكبشُ الذي فدي به اسحاق عليه السلام القربان الذي قربه ابن آدم فتقبل منه۔ كذا في الحلية۔

ويقول لولا اصوات الروم لسمعتم وجبة الشمس حين تقع وكان يقول من عطس عنده اخو له المسلم فلم يشمته كان دينًا ياخذه به يوم القيامة۔

سعید بن جبیر کو حجاج نے قتل کیا۔ گرفتار کرنے کے بعد حجاج نے ان سے پوچھا انت شقي بن كسير؟ قال انا سعيد بن جبير۔ قال لاقتلنك قال انا اذا كما سمتني امي۔ ثم قال دعوني اصلي ركعتين قال وجهوه الى قبلة النصارى قال فاينما تولوا فثم وجه الله۔ قال سفيان لم يقتل الحجاج بعد سعيد الا رجلًا واحدًا۔ وعن عمرو بن سعيد قال دعا سعيد بن جبير ابنه حين دعي ليقتل فجعل ابنه يبكي فقال ما يبكيك؟ ما بقاء ابيك بعد سبع وخمسين سنةً۔ وعن خلف بن خليفة عن ابيه قال شهدت مقتل سعيد بن جبير فلما بان رأسه قال لا اله الا الله۔ لا اله الا الله ثم قالها الثالثة فلم يتمها۔ كذا ذكر الحافظ ابو نعيم في الحلية و مثله ذكر النووي في التهذيب۔ حجاج نے انہیں کہا اختر يا سعيد اي قتلة تريد ان اقتلك؟ قال اختر لنفسك يا حجاج۔ فوالله ما تقتلني قتلة الا قتلك الله مثلها في الآخرة۔ حجاج نے سعید کے قتل و ذبح کا حکم دیا تو سعید نے کہا اما اني اشهد واحاج ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله خذها مني حتى تلقاني يوم القيامة ثم دعا سعيد فقال اللهم لا تسلطه على احد يقتله بعدي۔ کتب تاریخ میں ہے کہ قتلِ سعید کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا۔ اس کے پیٹ میں پھوڑا نکلا جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ جتنے دن زندہ رہا چیختے ہوئے یہ کہتا رہا مالي ولسعيد بن جبير كلما اردت النوم اخذ برجلي۔

حجاج کے منشی یَعلیٰ کا بیان ہے کہ قتل سعید بن جبیر کے بعد ایک دن میں حجاج کے کمرے میں داخل ہوا میری طرف اس کی پشت تھی۔ میں نے سُنا کہ حجاج کہہ رہا تھا مالي ولسعيد بن جبير فخرجت رويدًا وعلمت انه ان علم بي قتلني فلم ينشب الحجاج بعد ذلك الا يسيرًا۔

سعید کے قتل کی تاریخ شعبان ۹۵ھ ہے۔ اور قتل کے وقت سعید کی کل عمر ۴۹ سال تھی وہو الاصح سمعانی کے نزدیک ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

اُمیّۃ وہ آیت وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی شرح میں مذکور ہے۔
ھو اُمیّۃ بن ابی الصلت بن ابی ربیعۃ بن عبد عوف۔ امیّہ شاعر و واعظ جاہلیت ہے۔ کفر پر مرا ہے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ امیہ نے آسمانی کتب قدیمہ و صحف انبیاء علیہم السلام پڑھے تھے۔ بت پرستی سے اجتناب کرتا اور کراتا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ امیہ کو توقع تھی کہ وہ نبی وہ خود ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے یعنی امیہ کو نبوت دیں گے۔ چنانچہ جب اسے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کا علم ہوا تو بڑا غمگین ہوا اور حسد کی وجہ سے کفر اختیار کر لیا۔ امیہ کا ترجمہ اغانی ج ۳ ص ۱۷۹ سمط ص ۳۶۲، خزانہ ج ۱ ص ۱۱۸، کتاب الشعراء النصرانیۃ ص ۲۱۹، طبقات ابن سلام۔ ص ۲۲۰ میں تفصیلاً موجود ہے۔

امیہ کا دیوان بیروت میں ۱۹۳۴ء میں طبع ہوا۔

حافظ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں کہ امیہ ثقفی و شاعر جاہلی ہے۔ ظہور اسلام سے قبل دمشق میں آیا تھا۔ وہ ابتداء میں مؤمن تھا پھر گمراہ ہوا۔ امیہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ الَّذِیْ اٰتَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْھَا فَاَتْبَعَہُ الشَّیْطٰنُ فَکَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ۔ (اعراف) زبیر بن بکار کا قول ہے کہ ابو الصلت کا نام ربیعۃ بن وہب ہے قبیل ثقیف سے ہے۔ ابو الصلت بھی شاعر تھا لیکن امیہ اس سے اشعر تھا۔ مذکورۃ صدر آیت کا مصداق عند البعض صیفی بن الراہب اور عند البعض بلعم اسرائیلی ہے حکاہ الکلبی و قتادۃ۔

ابن کثیرؒ نے بدایہ ج ۲ ص ۲۲۱ پر بروایت ابوسفیان بن حربؓ ایک طویل حکایت ذکر کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظہور نبوت سے پہلے میں اور امیہ ثقفی تجارت کی غرض سے شام گئے۔ امیہ کے پاس کتاب تھی جسے وہ راستے میں پڑھا کرتا اور مطالعہ کرتا رہتا۔ راستے میں نصاریٰ کے ایک قریہ میں ہم مقیم ہوئے۔ ان لوگوں نے امیہ کی تکریم کی تحفے پیش کیے۔ امیہ ان کے ساتھ گیا اور آدھی رات کو واپس آیا۔ صبح تک وہ متفکر و غمگین رہا۔ ہمارے ساتھ بات بھی نہ کی۔ صبح کو ہم آگے سفر پر روانہ ہوئے۔ میں نے اس سے فکر و غم کی وجہ پوچھی تو امیہ نے کہا کہ موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں متفکر ہوں اور اسی کا غم ہے معلوم نہیں کہ میں جنتی ہوں گا یا دوزخی۔ کیونکہ حساب کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فریق جنت میں اور ایک فریق دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حیات بعد الموت سے انکار کیا۔ امیہ نے کہا موت کے بعد حیات اور جنت و دوزخ میں شک نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح کئی بستیوں میں نصاریٰ نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے امیہ کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ ایک نبی اسی زمانے میں

مکہ میں مبعوث ہونے والے ہیں۔

چنانچہ امیہ نے ابوسفیانؓ سے ان کے والد صخر و عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو ابوسفیانؓ نے بتایا کہ یہ دونوں شریف و معمر اور دولتمند ہیں۔ امیہ نے کہا کہ معمر ہونے اور مال دار ہونے کے باعث وہ بڑے شرف سے محروم ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ دونوں تو نبی نہیں بنائے جا سکتے۔ پھر امیہ نے اپنے غم کی ایک اور وجہ یہ بتائی کہ ایک بڑے نصرانی عالم نے مجھے بتایا ہے کہ وہ نبی منتظر عربی ہوگا اور قریش میں سے ہوگا۔ قریشی کہنے کی وجہ سے میں بہت غمگین ہوا۔ قال امیۃ فاصابنی من قولہ واللہ شئ ما اصابنی مثلہ قط وخرج من یدی فوز الدنیا والاخرۃ وکنت ارجو ان اکون ایاہ۔

ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے امیہ سے اس نبی کے اوصاف وحلیہ دریافت کیا تو اس نے کہا رجل شابٌ حین دخل فی الکھولۃ بدو امرہ یجتنب المظالم والمحارم ویصل الرحم ویأمر بصلتھا وھو محوج کریم الطرفین متوسط فی العشیرۃ اکثر جندہ من الملائکۃ۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں میں نے اس نبی کی بعثت کی مزید علامت پوچھی تو امیہ نے عیسائی عالم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ملک شام میں عیسیٰ علیہ السلام سے آج تک ۸۰ سخت زلزلے آچکے ہیں۔ ایک رجفہ (زلزلہ) اور آئے گا جس میں بڑے مصائب ہوں گے میں نے کہا یہ غلط ہے بلکہ بطور تسلیم اللہ کسی معمر و شریف اور امیر شخص کو ہی نبی بنائیں گے۔ امیہ نے کہا نصرانی عالم کی بات جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ چند روز بعد ہمیں شام میں ایک بڑے رجفہ زلزلے کی اطلاع ملی۔ میں نے کہا واقعی نصرانی عالم کی بات صحیح نکلی۔ پھر کچھ مہینوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و رسالت کا اعلان کیا ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد یمن جاتے ہوئے امیہ سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کا ذکر کیا تو امیہ غم وغصہ کے مارے پسینہ پسینہ ہوگیا اور کہا اگر یہ نبی ظاہر ہوا تو میں اس کی نصرت کروں گا۔ لیکن پھر یوں کہنے لگا واللہ ماکنت لاؤمن برسول من غیر ثقیف ابدًا جب میں سفر سے واپس مکہ آیا تو دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء مارے جاتے تھے اور ان کی تحقیر کی جاتی تھی، میں نے کہا کہ اس کی فوج ملائکہ کدھر گئی؟ چنانچہ پھر میں بھی عام قریش کی طرح تکبر میں پڑ گیا اور اسلام نہ لایا۔ کذا ذکر البیہقی فی دلائلہ والطبرانی۔

نیز طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد امیہ سے بطور استہزاء کہا یا امیۃ قد خرج النبی الذی کنت تنعتہ قال اما انہ حق فاتبعہ۔ قلت ما یمنعک من اتباعہ؟ قال ما یمنعنی الا الا ستحیاء من نساء ثقیف انی کنت احدثھن انی ھو

ثم یرینی تابعًا الغلام من بنی عبد مناف ثم قال امیۃ کأنی بك یا ابا سفیان قد خالفتہ ثم قد ربطت کما یربط الجدی حتی یؤتی بك الیہ فیحکم فیك بما یرید۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ امیہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھتا تھا اور لوگوں کو بتاتا تھا مگر لوگ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ فمرّ واعلیٰ قطیع غنم قد انقطعت منہ شاۃ معہا ولدھا فثغت کانّھا تستحث الولد فقال امیۃ انہا تقول اسرع بنا لایجیٔ الذئب فیأکلك کما اکل الذئب اخاك عام اوّل فسالوا الراعی ھل اکل لہ الذئب عام اول حملا بتلك البقعۃ فقال نعم۔

امیہ کے اشعار علم وحکمت ونصائح واحوالِ آخرت سے پُر ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے شعر سننے کے بعد فرمایا ان کاد یسلم۔ رواہ احمد۔ وفی حدیث قال علیہ السلام وکاد امیۃ بن ابی الصلت ان یسلم۔ رواہ ابوھریرۃ فی الصحیح۔

امیہ نبی علیہ السلام سے ملا۔ آپؐ نے ایک مجمع میں اس کو دعوتِ اسلام دی اور سورۂ یٰسں کی ابتدائی آیات سنائیں۔ امیہ بہت متاثر ہوا اور کہا کہ میں سوچوں گا۔

ہجرت کے بعد امیہ اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں کفارِ مکہ جو بدر میں شکست کھا کر واپس آرہے تھے ملے۔ تو اسلام کا ارادہ ترک کر کے مقتول رؤسا مکہ کا مرثیہ کہنے لگا اور کہا اگر وہ نبی ہوتا تو اپنی قوم کو قتل نہ کرتا۔

صاحب مرآۃ لکھتے ہیں کان امیۃ اٰمن بالنبی علیہ السلام نقدم الحجاز لیأخذ مالہ من الطائف ویہاجر فلما نزل بدرًا قیل لہ الیٰ این؟ فقال ارید ان اتبع محمدًا فقیل لہ ھل تدری ما فی ھذا القلیب؟ قال لا۔ قال فیہ شیبۃ وربیعۃ وفلان وفلان بجدع انف ناقتہ وشق ثوبہ وبکیٰ وذھب الی الطائف ومات بہا سنۃ ۹ھ والمعروف موتہ سنۃ ۹ھ۔ امیہ کے دیوان میں ایک قصیدہ مدحِ نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں موجود ہے جس کا اول شعر یہ ہے ؎

لك الحمد والمنّ ربّ العبا ⁂ دِ انت الملیك وانت الحکم

وایضًا قال فیہا ؎

محمّد ارسلہ بالھدیٰ ⁂ فعاش غنیًّا ولم یھتضم

وقد علموا انہ خیرھم ⁂ وفی بیتھم ذی الندیٰ والکرم

والتفصیل فی خزانۃ الادب ج ۱ ص ۲۳۰۔

احمد الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت فمن اضطر غیر باغ ولا عاد الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں
الامام احمد ھو ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الامام الکبیر البارع المجمع
علیٰ جلالتہ و امامتہ و ورعہ و زھادتہ وحفظہ الذی یستنزل الرحمۃ بذکرہ۔
امام احمدؒ کی نسبت ان کے دادا یعنی حنبل کی طرف مشہور ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حنبل
آپ کے والد کا نام ہے حالانکہ یہ دراصل دادا کا نام ہے۔
آپ بغدادی ہیں۔ اصل میں مروزی ہیں۔ آپ کے والد مرو سے بغداد تشریف لائے اور آپ بغداد
ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے ساری زندگی بغداد میں رہے اور یہیں وفات پائی۔
تحصیل علم کے لیے بہت سے ملکوں کا سفر کیا مثلاً مکہ، مدینہ، شام، یمن، کوفہ، بصرہ، جزیرہ وغیرہ
وغیرہ ملکوں میں علماء سے پڑھنے کے لیے سفر کیے۔
آپ نے سماع حدیث سفیان بن عیینہؒ و ابراہیم بن سعدؒ و یحیی القطانؒ و ہشیمؒ و وکیعؒ و ابن مہدیؒ
و عبدالرزاقؒ وغیرہ سے کیا۔ آپ کے بہت سے مشائخ بھی آپ سے روایت کرتے ہیں مثلاً عبدالرزاقؒ و
ابن مہدیؒ وغیرہ۔
آپ امام حدیث ہیں علی بن مدینیؒ و بخاریؒ مسلمؒ و ابوداؤدؒ و ابو زرعہؒ و بغویؒ و ابن ابی الدنیاؒ و ابو
حاتم رازیؒ و موسیٰ بن ہارونؒ و دارمیؒ و ابراہیم حربیؒ وغیرہ نے آپ سے سماع علوم کیا۔
ابراہیم حربیؒ فرماتے ہیں رأیت ثلاثۃ لم نر مثلھم ابداً۔ الاول ابو عبید القاسم ما مثلتہ
الا بجبل نفخ فیہ الروح۔ والثانی بشر بن الحارثؒ ما شبھتہ الا برجل عجن من قرنہ الیٰ قدمہ
عقلاً۔ والثالث احمد بن حنبلؒ، کان اللہ عز وجل جمع لہ علم الاولین من کل صنف۔
ابو مسہرؒ فرماتے ہیں ما اعلم احداً یحفظ علیٰ ھذہ الامۃ امر دینھا الا شاباً بالمشرق یعنی
احمد بن حنبلؒ۔
آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ احادیث قلم بند بھی فرمایا کرتے تھے۔
ابو زرعہؒ فرماتے ہیں ما رأیت من المشائخ احفظ من احمد بن حنبل حزرت کتبہ اثنی عشر
حملاً و عدلاً کل ذلک کان یحفظہ عن ظھر قلبہ۔
ابو عبیدؒ فرماتے ہیں انتھی العلم علیٰ اربعۃ، احمد بن حنبلؒ وھو افقھھم فیہ۔ و علیؒ بن
المدینیؒ وھو اعلمھم بہ۔ و یحیی بن معینؒ وھو اکتبھم لہ۔ و ابی بکر بن ابی شیبۃ وھو
احفظھم لہ۔

ابو زرعہ فرماتے ہیں ماراًیت احدًا اجمع من احمد بن حنبلؒ اجتمع فیہ زُھدٌ وفقہٌ وفضلٌ واشیاء کثیرۃ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ماراًیت اعقل من احمد بن حنبلؒ وسلیمان بن داؤد الھاشمیؒ کذا ذکرالنوویؒ فی کتابہ تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۱۳

امام احمدؒ عربی النسب ہیں۔ امام شافعیؒ آپ کے استاذ ہیں ان کا امام احمدؒ پر بڑا اعتماد تھا۔

ربیع بن سلیمان امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال الشافعیؒ احمد امام فی ثمان خصالٍ۔ امامٌ فی الحدیث۔ امامٌ فی الفقہ۔ امامٌ فی اللغۃ۔ امامٌ فی القراٰن۔ امامٌ فی الفقر۔ امامٌ فی الزھد۔ امامٌ فی الورع۔ امامٌ فی السنّۃ۔

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کو علمِ حدیث میں اپنے سے اعلیٰ سمجھتے تھے۔ ایک دن امام شافعیؒ امام احمدؒ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یااباعبدِ اللہ کنتُ الیوم مع اھل العراق فی مسئلۃ کذا فلوکان معی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدفع الیہ احمد ثلاث احادیث فقال لہٗ جزاك اللہ خیرًا۔

ایک دن امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے فرمایا انتم اعلم بالحدیث والرجال فاذا کان الحدیث الصحیح فاعلمنی ان شاء یکون کوفیًّا او شاء شامیًّا حتی اذھب الیہ اذا کان صحیحًا۔

عبدالوہاب وراقؒ نے ایک مرتبہ علماء سے کہا کہ امام احمد جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا تو لوگوں نے کہا کہ ائمہ دین و محدثین کبار کے مقابلے میں امام احمد کے علم و فضل میں تم کو کون سی خصوصیت نظر آئی؟ فقال عبدالوھاب رجلٌ سُئل عن ستین الف مسئلۃ فاجاب فیھا بان قال اخبرنا وحدثنا۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ للقاضی ابی الحسین محمد بن ابی یعلیٰ۔ ج ۱ ص ۶۔

ابوالحسین بن منادیؒ کی روایت ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک تفسیر لکھی ہے جو ۱۲۰۰۰۰ یعنی ایک لاکھ بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

امام احمدؒ کے دو بیٹے عبداللہ اور صالح آپ سے روایتیں کرتے ہیں۔

عبداللہ کا قول ہے کہ میرے والد ایک ہفتہ میں دو ختم قرآن کرتے تھے۔ ایک رات کو اور ایک دن کو۔ ایک بار مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو نماز میں ایک ہی رات میں سارا قرآن مجید ختم کیا۔

امام احمدؒ زاہد کبیر تھے۔ دنیا کی دولت آپ کے پاس آتی اور بڑے ہدایا آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے مگر آپ ٹھکرا دیتے تھے۔ نیز بڑے بڑے عہدے آپ کو پیش کیے گئے مگر آپ نے ان کے

قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔

آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو خلیفۂ وقت کے عطایا قبول کرنے سے منع فرمایا تھا، انہوں نے اپنی حاجت کا عذر پیش کیا تو آپ نے ایک مہینے تک ان سے قطع تعلق کر لیا تاآنکہ انہوں نے معافی مانگی۔

امام احمدؒ کو ایک مکان وراثت میں ملا تھا۔ اس کے کرائے سے ہر روز آپ ایک درہم اپنے خرچ کے لیے لیتے تھے۔ آپ کی بیوی نے دیکھا کہ اس گھر میں کچھ مرمت کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہؒ کے مال سے مرمت کرادی۔ اس واقعہ کے بعد وہ درہم بھی آپ نے لینا چھوڑ دیا اور فرمایا قد افسدہ علیّ۔ اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے وہ اس لیے اجتناب فرماتے تھے کہ عبداللہ کو گاہے بگاہے خلیفۂ وقت کی طرف سے مال ملتا تھا جس میں حرام ہونے کا شبہ تھا۔

امام احمدؒ کو اللہ کی راہ میں بڑی اذیتیں پہنچائی گئیں، آپ نے صبر کیا اور اللہ کی راہ میں وہ برداشت کرتے رہے۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں ایّد اللہ ھذا الدین برجلین لا ثالث لھما ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ یوم الردّۃ واحمد بن حنبلؒ فی یوم المحنۃ۔

صدقۃ المقابریؒ بہت بڑے عالم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں میرے دل میں امام احمدؒ کے بارے میں کچھ اچھے خیالات نہ تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امام احمدؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک راستے پر تشریف لے جا رہے ہیں دونوں بظاہر آرام سے اور آہستہ جا رہے تھے اور میں پیچھے زور لگا رہا تھا کہ پہنچوں لیکن نہ پہنچ سکا۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ سارا کینہ نکل گیا۔ پھر میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں موسمِ حج میں مکہ مکرمہ میں ہوں بے شمار لوگ جمع ہیں۔ ایک منادی نے نماز کے لیے لوگوں کو بلایا جب سارے لوگ جمع ہوئے تو اس منادی نے آواز دی کہ امامت امام احمد ابن حنبل کرائیں گے اور امام احمد ہی نماز پڑھائیں گے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسحٰق بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں احمد بن حنبل حجۃ بین اللہ وبین عبیدہ فی ارضہ امام زکریا بن یحییٰ ساجی فرماتے ہیں احمد بن حنبل افضل عندی من مالکؒ والاوزاعیؒ والثوریؒ والشافعیؒ وذلک ان لھؤلاء نظراء واحمد بن حنبل لا نظیر لہ۔

سلمۃ بن شبیبؒ فرماتے ہیں کہ ہم امام احمد بن حنبلؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص داخل ہوا۔ اس شخص نے سلام کے بعد کہا ایکم احمد فاشار بعضنا الیہ فقال جئت من البحر من مسیرۃ اربع مائۃ فرسخ اتانی اٰتٍ فی منامی فقال ائت احمد بن حنبل وسل عنہ فانک تدلّ علیہ قل لہ

ان اللہ عنک راض وملائکتہ سمواتہ وملائکۃ ارضہ عنک راضون قال ثم خرج۔

عبداللہ بن الحسینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بڑے محدث کو موت کے بعد خواب میں دیکھا فقلتُ له باللہ علیك مافعل اللہ بك فقال غفرلی فقلتُ باللہ فقال باللہ انہ غفرلی فقلت بماذا غفراللہ لك فقال بحبّتی لاحمد بن حنبل فقلت فانت فی راحۃ فتبسم وقال انا فی راحۃ وفرحۃ۔

احمد بن محمد کنّیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں دیکھا فقلتُ یا اباعبداللہ ماصنع اللہ بك فقال غفرلی ثم قال یا احمد ضُرِبتَ فِیَّ قال قلتُ نعم یاربّ قال یا احمد هذا وجهی فانظر الیہ فقد ابحتُك النظر الیہ۔

امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ربیع الآخر ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

عبدالوہاب الورّاقؒ کہتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں اتنی کثرت سے لوگ شریک نہیں ہوئے جتنی کثرت سے امام احمد بن حنبلؒ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں بلغنی ان المتوکل امر ان یُمسح الموضعُ الذی قام الناسُ فیہ للصلوۃ علی احمد ابن حنبل فبلغ مقام الفی الفٍ وخمسمائۃ الف اس کا حاصل یہ ہے کہ امام احمدؒ کی نماز جنازہ میں ۲۵ لاکھ انسان شریک ہوئے تھے۔

وقال الورکانیؒ اسلم یوم مات احمد بن حنبلؒ عشرون الفا من الیهود والنصاریٰ والمجوس۔ کذا ذکر النووی فی التهذیب ج ۱ ص ۱۱۳۔

مجھے ورکانی کی اس حکایت اسلام یہود ونصاریٰ ومجوس کی صحت میں مدت سے شبہ تھا۔ میری رائے میں یہ حکایت کذب پر مبنی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ اتنے جم غفیر کا مسلمان ہونا اور وہ بھی ایک ہی دن میں بعید ومشکل ہے۔ بعد میں اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ بہت سے محدثین نے بھی اس حکایت کو مردود کہا ہے چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں وھی حکایۃ منکرۃ تفرد بھا الورکانی والراوی عنہ والعقل یحیل ان یقع مثل هذا الحادث فی بغداد ولا یرویہ جماعۃ تتوفر دواعیهم علی نقل ما هو دونہ بکثیر وکیف یقع مثل هذا الامر ولا یذکرہ المروزی ولا صالح بن احمد ولا عبداللہ ولا حنبل الذین حکوا من اخبار ابی عبداللہ احمد بن حنبلؒ جزئیات کثیرۃ قال نواللہ لو اسلم یوم موتہ عشرۃ انفس لکان عظیماً ینبغی ان یرویہ نحو من عشرۃ انفس انتہیٰ۔ هامش طبقات حنابلہ ج ۱ ص ۱۶۱۔

امام احمدؒ کی تاریخ ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ ہے۔ اور وفات جمعہ کے دن چاشت کے وقت ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ بغداد میں آپ کی قبر معروف ومشہور ہے۔

امام احمد کے صاحبزادے صالح فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد امام احمد کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا وبیدی الخرقۃ لاشد بہا لحیتہ فجعل احمد یعرق ثم یضیق ویفتح عینیہ ویقول بیدہ ھکذا، لا بعد لا بعد۔ ثلاث مرات۔ فقلت یا ابت ایش ھذا الذی قد لھجت بہ فی ھذا الوقت قال یا بنی ما تدری؟ قلت لا۔ قال ابلیس لعنہ اللہ قائم بحذائی عاضاً علی انامله یقول یا احمد فُتَّنی فاقول لا، حتی اموت۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۱۷۵۔

اخفش ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ کی شرح کے آخر میں اور وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

اخفش کا نام سعید بن مسعدہ ہے۔ کنیت ابو الحسن ہے۔ یہ اخفش اوسط ہیں۔ مشہور تین اخفش ہیں اوّل۔ اخفش اکبر عبد الحمید بن عبد المجید ابو الخطاب۔ یہ اخفش اکبر نحو وعربیت میں امام ہیں۔ سیبویہ اور اور کسائی و یونس کے استاذ ہیں۔ قال السیوطی وکان دیناً ورعاً ثقۃً۔

دوم۔ اخفش اوسط سعید بن مسعدہ ابو الحسن۔ یہ اخفش اوسط زیادہ مشہور ہیں۔ اور جب مطلق اخفش کا ذکر ہو تو یہی مراد ہوتے ہیں۔ کافیہ میں بحث غیر منصرف کے آخر میں ہے وخالف سیبویہ الاخفش اھ قال الجامی رحمہ اللہ فی شرحہ ص ۸۲ المشھور ھو ابو الحسن تلمیذ سیبویہ اھ۔

سوم۔ اخفش صغیر۔ علی بن سلیمان بن الفضل النحوی۔ قرأ علی ثعلب والمبرد قال المرزبانی ولم یکن بالمتسع فی الروایۃ للاخبار والعلم بالنحو ماعلمتہ صنف شیئاً ولا قال شعراً قدم مصر سنۃ ۲۸۷ھ وخرج الی حلب سنۃ ۳۰۰ھ وکانت ضیق الحال الی ان اکل الشلجم النیئ فقبض علی قلبہ فمات فجأۃ ببغداد فی شعبان ۳۱۵ھ وقد قارب الثمانین۔ کذا فی البغیۃ للسیوطی۔ ومعجم الادباء لیاقوت ج ۱۳ ص ۲۵۷۔

یہ تین اخفش مشہور ہیں۔ ان میں مشہور تر اخفش اوسط ہے۔ یہ اجلع تھا اس کے ہونٹ بند نہیں ہوتے تھے۔ کذا فی البغیۃ۔ وذکر یاقوت فی ارشاد الاریب ج ۱۳ ص ۲۴۷ ان الاخفش الصغیر کان اجلع۔

وفی البغیۃ وکان اجلع لا تنطبق شفتاہ علی لسانہ۔ یہ سیبویہ کا شاگرد تھا تاہم عمر میں سیبویہ سے بڑا تھا اس نے خلیل سے کچھ نہیں پڑھا۔ یہ اخفش اوسط اعتقاداً معتزلی تھا۔ یہ کلبی ونخعی وہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے اور ابو حاتم سجستانی اس سے روایت کرتے ہیں۔ بغداد میں مدت تک مقیم رہا۔ اخفش اوسط کا بیان ہے کہ جب سیبویہ کا کسائی کے ساتھ بغداد میں مناظرہ ہوا اور سیبویہ شکست کھانے کے بعد واپس آئے تو مجھے سارا قصہ سیبویہ نے سنایا پھر وہ نواہواز چلے گئے۔ مجھے غصہ آیا اور مناظرے کی غرض سے بغداد گیا۔ مسجد کسائی میں پہنچا۔ صبح کی نماز میں نے کسائی کے پیچھے پڑھی۔ نماز کے بعد استفادہ کے لیے کسائی کے پاس فراء و احمر و ابن سعدان وغیرہ بیٹھ گئے

میں نے کسائی سے سو مسئلے پوچھے۔ کسائی نے جوابات دیے میں نے ان کے سارے جواب ردّ کر دیے تو ان کے تلامذہ نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ کسائی نے ان کو باز رکھا اور مجھ سے فرمایا باللہ انتَ ابو الحسن سعید بن مسعدۃ۔ فقلتُ نعم فقام الیّ وعانقنی واجلسنی الیٰ جنبہ۔ پھر کسائی نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے بچوں کے استاذ بن جائیں اور میرے پاس ہی مقیم رہیں۔ میں نے ان کی یہ بات تسلیم کر لی۔ بعدہٗ میں نے ان کی فرمائش پر کتاب معانی القرآن تالیف کی جس کو کسائی ہمیشہ سامنے رکھتے تھے۔ نیز کسائی نے پوشیدہ طور پر مجھ سے کتاب سیبویہ پڑھی اور اجرت میں ۷۰ دینار دیے۔ کتاب سیبویہ کے راوی صرف اخفش ہی ہیں، کیونکہ سیبویہ نے یہ کتاب کسی اور کو نہیں پڑھائی۔ بلکہ ابتداء میں اخفش نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن امام مازنی و امام جرمیؒ کی کوشش سے وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

اخفش کا کہنا ہے ماوضع سیبویہ فی کتابہ شیئا الا وعرضہ علیّ۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج۱۱ صـ۲۲۶۔ انباء الرواۃ میں ان کا ترجمہ تفصیلاً مذکور ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں وکان الاخفش رجل سوءٍ قدریّا شمریّا وھم صِنفٌ من القدریۃ نُسبوا الی بنی شمر وقال المبرد کان الاخفش اعلم الناس بالکلام احذقہم بالجدل وکان غلام ابی شمر وکان علی مذھبہ۔ وذکر الجاحظ ان الاخفش ھذا کان یعلم ابناء المعدل بن غیلان۔ کذا فی انباء الرواۃ۔ اخفش اصل میں خوارزمی ہے۔ تاریخ وفات ۲۱۱ھ ہے۔ کذا فی الفہرست وقیل توفی ۲۱۵ھ۔

ابن جنی۔ وہ الم وحروف مقطعات کی شرح میں حروفِ بدل کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عثمان بن جنی ابو الفتح النحوی۔

ابن جنی مشہور نحوی، صرفی، ادیب، امام، بارع، صاحبِ نکات لغویہ و دقائق ادبیہ و اسرار عربیہ ہیں۔ تمام علوم کی بنسبت علم صرف میں اقویٰ و اکمل و بے نظیر ہیں۔ متنبی صاحبِ دیوان کے معاصر اور اس کے دیوان کے اول شارح ہیں۔ متنبی کی موت پر عربی اشعار کا مرثیہ لکھا جس سے معلوم ہوا کہ آپ شاعر بھی بڑے ہیں۔ علمِ صرف میں ان کی مہارت کا ایک قصہ معروف ہے۔ وہ یہ کہ ابن جنی جامع موصل میں علم نحو و صرف پڑھا رہے تھے اور اس وقت ابن جنی نوجوان تھے کہ مشہور نحوی ابو علی فارسی اتفاقاً وہاں پر آئے اور ابن جنی سے صرف کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ ابن جنی صحیح جواب نہ دے سکے تو ابو علی نے کہا زبَبت وانت حصرم وفی روایۃ قبل ان تحصرم۔ ای صرت زبیبًا قبل ان تکون حصرمًا والحصرم العنب قبل نضجہ۔ مقصد یہ تھا کہ مہارت کے بغیر اور تکمیلِ علم کے بغیر پڑھانا شروع کر دیا۔ کذا فی معجم الادباء ج ۱۲ صـ۹۱۔ ابن جنی کو جب معلوم ہوا کہ یہ ابو علی فارسی ہیں تو ان کی صحبت اختیار کر کے

ان سے پڑھنا شروع کر دیا اور چالیس سال ان کی صحبت میں رہے۔ ابو علی کی وفات کے بعد ابن جنی اپنے شیخ کی جگہ پر درس دینے کے لیے بغداد میں مقرر ہوئے۔ آپ سے ثمانینی وعبد السلام بصری اور ابو الحسن سمسمی وغیرہ نے تحصیل علوم کی۔ ابن جنی کے تین بیٹے تھے۔ علی۔ عال۔ علاء تینوں فاضل و ادیب و کامل تھے۔ والد نے صحیح طور پر انہیں تعلیم دلائی تھی۔

ابن جنی ایک آنکھ کی بینائی سے محروم تھے۔ چنانچہ ایک دوست کے بارے میں ابن جنی کہتے ہیں ؎

صُدُودُكَ عني ولا ذنبَ لي ؛ دليلٌ على نيّةٍ فاسدهْ

فقد وحياتك مما بكيت خشيتُ على عينيَ الواحدهْ

ولولا مخافة ان لا اراك لما كان في تركها فائدهْ

ابن جنی موسم ربیع وشباب کے بارے میں کہتے ہیں ؎

رأيتُ محاسنَ ضحكِ الرّبيع ؛ اطال عليها بُكاءُ السحاب

وقد ضحك الشيب في لمّتي ؛ فلم لا ابكي ربيع الشباب

ابن جنی کی تصانیف یہ ہیں الخصائص۔ التمام فی اشعار ہذیل۔ سر الصناعۃ۔ شرح کتاب تصریف ابی عثمان۔ شرح مستغلق ابیات الحماسہ واسماء شعرائہا۔ شرح مقصور و ممدود لابن السکیت۔ تعاقب العربیہ۔ شرح دیوان متنبی۔ شرح آخر لدیوان متنبی مختصر۔ کتاب اللمع۔ مختصر التصریف۔ مختصر العروض و القوافی۔ کتاب الالفاظ المھموزہ۔ محاسن العربیہ۔ کتاب النوادر۔ کتاب المحتسب شرح الشواذ وغیرہ وغیرہ۔ کتابوں کے یہ نام معجم الادباء سے ماخوذ ہیں۔

آپ کا ترجمہ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۱۱ میں اور انباہ الرواۃ ص ۶۲۷ میں تفصیلاً موجود ہے۔ یاقوت نے بڑی تفصیل ذکر کی ہے۔ شہر موصل میں ۳۳۰ھ سے قبل پیدا ہوئے اور بروز جمعہ ۲۸ صفر ۳۹۲ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔ جنّی بکسر جیم وتشدید نون قبل یاء مشددہ ہے۔ یہ معرب گنی ہے۔

ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہیں۔

هو عبد الله بن المبارك بن واضح الحنظلي رحمه الله

آپ بہت بڑے امام، محدّث، مفسر، مجاہد، زاہد، عابد اور مجمع البرکات تھے۔ امام نوویؒ آپ کے بارے میں تہذیب میں لکھتے ہیں الامام المجمع على امامته وجلالته في كل شئ الذي تستنزل الرحمة بذكره وترتجى المغفرة بحبّه۔ انتهى۔

آپ تبع تابعین ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ وشعبہؒ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد طیالسیؒ، محمد بن الحسن حنفیؒ، یحیی القطانؒ، ابن مہدیؒ اور فضیل بن عیاضؒ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ مجمع الکمالات والبرکات تھے۔

عن الحسن بن عیسی قال اجتمع جماعات من اصحاب ابن المبارک فقالوا تعالوا نعد خصال ابن المبارک من ابواب الخیر فقالوا جمع العلم والفقہ والادب والنحو واللغۃ والزھد والشعر والفصاحۃ والورع والانصاف وقیام اللیل والعبادۃ والشدۃ فی رأیہ وقلۃ الکلام فی مالا یعنیہ وقلۃ الخلاف علی اصحابہ۔

آپ کی وفات پر سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا لقد کان فقیھًا عابدًا عالمًا زاھدًا سخیًا شجاعًا۔

عمار بن حسن آپ کی مدح میں کہتے ہیں ؎

اذا سار عبد اللہ من مرو لیلۃً ❊ فقد سار منھا نورھا وجمالھا

اذا ذکر الاحباب من کل بلدۃ ❊ فھم انجم فیھا وانت ھلالھا

عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں الائمۃ اربعۃ الثوری ومالک وحماد بن زید وابن المبارک۔

ابو اسحاق فزاری کا قول ہے ابن المبارک امام المسلمین۔ ابو اسامہ کہتے ہیں ابن المبارک فی اصحاب الحدیث کامیر المؤمنین فی الناس۔

جب ابن المبارک شہر رقہ میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کا بہت بڑا استقبال کیا۔ اتفاق سے خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں مقیم تھا تو خلیفہ کی امّ ولد نے کوٹھے سے لوگوں کا یہ ازدحام دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون آرہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراسان کے ایک عالم ابن المبارک آرہے ہیں۔ اس عورت نے کہا ھذا واللہ الملک لا ملک ھارون الذی لا یجمع الناس الا بالسوط والخشب۔ کذا فی تھذیب الاسماء۔ ج ۱ ص ۲۸۶ حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۶۲ میں آپ کے تفصیلی احوال ذکر کیے ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لوجھدت جھدی ان اکون فی السنۃ ثلثۃ ایام علی ما علیہ ابن المبارک لم اقدر۔ ابن المبارکؒ فرماتے تھے من بخل بالعلم ابتلی بثلاث اما یموت فیذھب علمہ واما ینسیٰ واما یصحب فیذھب علمہ۔

ایک شخص نے ابن المبارکؒ سے سوال کیا من الناس؟ قال العلماء۔ پھر سوال کیا فمن الملوک؟ قال الزھاد۔ پھر سوال کیا من السفلۃ؟ قال الذین یعیشون بدینھم۔

ابن المبارکؒ اہل بدعت سے دور رہتے اور اپنے اصحاب کو بھی دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حارثؒ کہتے ہیں جو ابن المبارکؒ کے اصحاب میں سے ہیں اکلت عند صاحب البدعۃ اکلۃ فبلغ ذلک ابن المبارک فقال لا کلمنک ثلاثین یومًا ابن المبارکؒ کا قول ہے اذا عرف الرجل قدر نفسہ یصیر عند نفسہ اذل من الکلب

ابن المبارکؒ نے ایک موقعہ پر یہ اشعار پڑھے ؎

الصمتُ زینٌ بالفتیٰ ؛ من منطق فی غیر حینہ
والصدقُ اجملُ بالفتیٰ ؛ فی القول عندی من یمینہ
وعلی الفتیٰ بوقارہٖ ؛ سمۃ تلوح علیٰ جبینہ

(کذا فی الحلیۃ)

امام ابوحنیفہؒ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ درّمختار میں ابوحنیفہؒ کی مدح میں ابن المبارکؒ کا ایک قصیدہ مذکور ہے۔ جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

لقد زان البلاد ومن علیھا ؛ امامُ المسلمین ابوحنیفہْ
فما فی المشرقینِ لہ نظیر ؛ ولا بالمغربَین ولا بکوفہْ
فلعنۃُ ربّنا اعداد رمل ؛ علیٰ من ردّ قول ابی حنیفہْ

آپ کی ولادت ۱۱۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور وفات ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ کذا فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔

ابن ابی لیلیٰ۔ لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہٖ الآیۃ کے ذیل میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن عبد الرحمٰن بن یسار الانصاری الفقیہ رحمہ اللہ۔

ابن ابی لیلیٰ کی ولادت ۷۴ھ میں ہوئی۔ آپ کوفہ کے قاضی اور مفتی تھے۔ وفات ۱۴۸ھ میں شہر کوفہ میں ہوئی۔ وفات تک آپ قاضی تھے۔ آپ نے علوم امام شعبی وغیرہ سے حاصل کیے اور آپ سے وکیع وابونعیم وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔ حافظ ذہبی کاشف اور کتاب عبر میں فرماتے ہیں وکان صدوقاً حسن الحدیث افقہ الناس۔

ابوحنیفہ رحمہ اللہ۔ تفسیر ہذا میں متعدد مقامات پر مذکور ہیں۔

ھو ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت بن زوطیٰ بضم الزاء وفتح الطاء۔ شیخ ابواسحاق طبقات میں لکھتے ہیں: ھو النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ مولیٰ تیم اللّٰہ ثعلبۃ۔

ابوحنیفہؒ کا جد زوطا اہل کابل یا اہل بابل سے تھا اور مملوک تھا بنی تیم اللہ کا۔ پھر وہ آزاد ہوا اور اس کا بیٹا ثابت اسلام میں پیدا ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علیؓ نے ان کے لیے دعائے برکت فرمائی اس وقت ثابت کی عمر چھوٹی تھی۔ تہذیب الکمال میں ہے عن اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ نحن من ابناء فارس الاحرار واللّٰہ ما وقع علینا رقٌّ قط۔

بعض نے آپ کا نسب یوں بیان کیا ہے النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان۔

ابن خلکان اپنی تاریخ میں اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ کی تاریخ ولادت ۸۰ھ ہے اور تاریخ وفات ۱۵۰ھ ہے۔ آپ کی نماز جنازہ پانچ مرتبہ پڑھی گئی۔ اس کا سبب کثرت ازدحام تھا۔ آپ کو غسل قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ وغیرہ نے دیا وقال له رحمك الله وغفر لك لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك بالليل منذ اربعين سنة۔ آپ کے مشائخ بہت زیادہ ہیں۔ تہذیب الکمال میں ۶۵ سے زیادہ آپ کے مشائخ مذکور ہیں۔ چند مشائخ کے نام یہ ہیں:۔

نافع مولیٰ ابن عمر۔ ابن شہاب الزہری۔ عکرمۃ مولیٰ ابن عباس۔ عبداللہ بن دینار۔ علقمہ بن مرثد۔ عطاء بن ابی رباح۔ سماک بن حرب۔ ہشام بن عروہ۔ منصور بن المعتمر وغیرہ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چند تلامذہ یہ ہیں زفر۔ حسن بن زیاد۔ ابو مطیع بلخی۔ محمد بن الحسن۔ ابو یوسف۔ وکیع بن الجراح۔ عبداللہ بن المبارک۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں تعصب مذہبی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ تبع تابعین ہیں۔ لیکن یہ قول جمہور علماء کے نزدیک باطل و غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں۔ کئی صحابہ مثل انسؓ و سہل بن سعدؓ وغیرہ کا زمانہ آپ نے پایا ہے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں وكان في زمنه اربعة من الصحابة انس بن مالك وعبد الله بن ابي اوفى وسهل بن سعد وابو الطفيل۔ ولم ياخذ عن احد منهم انتهى۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں رأى انس بن مالك وسمع عطاء بن ابي رباح۔ بہرحال آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے خطیب بغدادیؒ و دارقطنیؒ و ابن جوزیؒ و نوویؒ و ذہبیؒ و ابن حجر مکیؒ و سیوطیؒ وغیرہ نے۔

خود ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک اور جگہ پر آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے لہذا نواب صدیق حسن خان کا اس سے انکار بے دلیل اور تعصب کا اظہار ہے۔ نواب صاحب اپنی کتاب ابجد العلوم میں لکھتے ہیں ان اباحنيفة لم يرا احدا من الصحابة باتفاق اهل الحديث وان عاصر بعضهم على رأى الحنفية. اھ۔

ابو حنیفہؒ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں لا بأس به لم يكن متهما۔ جلیل القدر محدثین نے آپ سے روایتیں کی ہیں۔ مثل سفیان ثوریؒ و عبداللہ بن المبارکؒ و حماد بن زیدؒ و ہشامؒ و وکیعؒ و عباد بن عوامؒ وغیرہ۔ اور یہ توثیق کی علامت ہے قال ابن عبد البر هو ثقة لا بأس به۔ آپ کے مجتہد ہونے اور فقیہ عظیم ہونے پر کل امت کا اجماع ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ان الناس في الفقه عيال ابي حنيفة۔ وعن الشافعي ايضا من اراد ان يتبحر في الفقه فهو عيال ابي حنيفة۔ وعن وكيع قال كان

ابوحنیفۃ عظیم الامانۃ وکان یوثر رضاء اللہ علی کل شئ ولو اخذ السیوف لاحتملھا۔
آپ کا تقویٰ و زہد و کثرتِ عبادت مشہور ہیں۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو کوفہ کا قاضی بننے پر مجبور کیا آپ کے انکار پر اُس نے آپ کو ایک سو دس کوڑے مارے۔ اور ہر روز آپ کے دس کوڑے مارے جاتے تھے، لیکن امام ابوحنیفہؒ اپنے انکار پر قائم رہے۔ آخر کار آپ کو رہا کر دیا گیا۔ ابن ہبیرہ بنو امیہ کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔

وعن الربیع بن عاصم قال ارسلنی یزید بن عمر بن ھبیرۃ فقدمت بابی حنیفۃ فارادہ علی بیت المال فابی فضربہ اسواطاً وبکی فی بعض الایام لوالدتہ وقال کان غم والدتی اشد علی من الضرب۔ وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلک بکی وترحم علی ابی حنیفۃ۔
اس کے بعد خود منصور امیر المؤمنین نے ابوحنیفہؒ کو بغداد بلایا تاکہ آپ کو قاضی بنا دیا جائے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ منصور نے قسم کھائی کہ قاضی ضرور بنو گے۔ آپ نے بھی قسم کھالی کہ ہرگز نہیں بنوں گا۔ منصور نے پھر قسم کھائی تو ابوحنیفہؒ نے بھی پھر قسم کھالی اس کے بعد آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔
ایک روایت ہے کہ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ میں قضا کے قابل نہیں ہوں۔ منصور نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ پھر تو جھوٹے کو قاضی نہیں بنانا چاہیے۔
امام ابوحنیفہؒ حسین چہرے والے طویل قد اور گندم گوں رنگ کے تھے۔ لباس ہمیشہ اچھا پہنتے تھے۔ عطر زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ ربعۃ من الرجال لیس بالقصیر ولا بالطویل۔ وقال محمد بن جعفر کان ابوحنیفۃ طوالاً تعلوہ سمرۃ۔
آپ بڑے دولتمند تھے، اور کپڑے کے بڑے تاجر تھے۔ کوفہ میں آپ کی دکان لوگوں میں معروف و مشہور تھی۔ بہت زیادہ سخی تھے۔ آپ کی سخاوت و تقویٰ کے قصے مشہور ہیں۔ آپ نے علمی استفادہ زیادہ تر حضرت حمادؒ سے کیا چنانچہ اٹھارہ سال حمادؒ کی صحبت میں رہے۔ ابوحنیفہؒ فرماتے تھے ماصلیت صلاۃً منذ مات حماد الا استغفرت لہ مع والدی۔ وانی لاستغفر لمن تعلمت منہ علماً او علمتہ علماً۔ ایک بار ابوحنیفہؒ خلیفہ وقت منصور کے پاس گئے۔ منصور نے کہا ھذا عالم اھل الدنیا الیوم۔
مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں ما احسد احداً بالکوفۃ الا رجلین ابا حنیفۃ فی فقھہ والحسن بن صالح فی زھدہ۔
فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ فقیھاً معروفاً بالفقہ مشھوراً بالورع وسیع المال

معروفاً بالافضال علی من یطیق صبوراً علی تعلیم العلم باللیل والنہار کثیر الصمت۔

ابن المبارکؒ فرماتے ہیں ما رأیت فی الفقہ مثل ابی حنیفۃ۔

وکیعؒ فرماتے ہیں مالقیت افقہ من ابی حنیفۃ ولا احسن صلاۃً منہ۔

ابوحنیفہؒ کبھی ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے پورا قرآن پڑھتے تھے۔ اسد بن عمرو فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔ اور گاہے ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ ہمسایوں کو آپ پر ترس و رحم آتا تھا۔

وختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ الاف مرۃ۔ حسن بن عمارہؒ نے ابوحنیفہؒ کو بعد الوفاۃ غسل دیا اور غسل کے وقت فرمایا غفر اللہ لک اباحنیفۃ لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد یمینک فی اللیل منذ اربعین سنۃً۔ وعن ابن المبارک ان اباحنیفۃ صلی خمساً واربعین سنۃ الصلوات الخمس بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعتین۔

مشہور محدث زمانہ مسعر بن کدامؒ کہتے ہیں کہ ایک رات میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص تنہائی میں نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کی قرات مجھے بڑی پسند آئی۔ میں چپکے سے بیٹھ کر سننے لگا۔ اس شخص نے قرآن کے اوائل کی سات طویل سورتیں ایک رکعت میں ختم کیں۔ میں نے خیال کیا کہ اب یہ رکوع کرے گا مگر اس نے آگے پڑھتے پڑھتے ثلث قرآن ختم کیا پھر نصف ختم کیا اور بغیر رکوع یعنی کھڑے کھڑے ہی پڑھتے پڑھتے سارا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کون ہے دیکھا تو وہ ابوحنیفہؒ تھے۔

آپ نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا تھا کہ جتنا خرچ گھر پر کرتے تھے اتنا ہی خرچ خدا کی راہ میں کرتے تھے۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے مطابق شیوخ و علماء کو بھی پہناتے تھے۔

قیس بن ربیع فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ ورعاً فقیھاً کثیر البر والصلۃ کثیر الافضال علی اخوانہ وکان یبعث البضائع الی بغداد فیشتری بھا الامتعۃ ویجلب الی الکوفۃ ویجمع الارباح من سنۃ الی سنۃ۔ فیشتری بھا حوائج الاشیاخ المحدثین واقواتھم وکسوتھم وما یحتاجون الیہ۔

وعن ابی یوسف کان ابوحنیفۃ لایکاد یسئل حاجۃً الا قضاھا۔ بہرحال آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ اور بہت سے علماء مذاہب اربعہ مثل حافظ سیوطیؒ و محمد بن یوسف دمشقی شافعی وغیرہ نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

شیخ محمد بن یوسف شافعیؒ عقود الجمان فی مناقب النعمان ص۴۹ پر لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور پھر ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کی زیارت ابوحنیفہؒ نے کی ہے۔ ان صحابہ کے نام یہ ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

قال ابوحنیفۃ قدم انس بن مالک الکوفۃ ونزل النخع وکان یخضب بالحمرۃ قد رأیتہ مرارًا۔ ص۱۵۱ پر لکھتے ہیں:۔ ان الامام اباحنیفۃ سمع ثمانیۃ رجال من الصحابۃ وامرأۃً ۔ وھم انس بن مالک وعمرو بن الحریث و عبداللہ بن اُنیس وعبداللہ بن الحارث بن الجزء الزبیدی وجابر بن عبداللہ وعبداللہ بن ابی اوفیٰ و واثلۃ بن الاسقع ومعقل بن یسار وعائشۃ بنت عجرد رضی اللہ عنھم ۔ اھ

درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۷۴ میں ہے وصح ان اباحنیفۃ سمع الحدیث من سبعۃ من الصحابۃ کما بسط فی اواخر منیۃ المفتی وادرک بالسن نحو عشرین صحابیًا کما بسط فی اوائل الضیاء وقد ذکرا بوالنصر فی منظومتہ ثمانیۃ من الصحابۃ ممن روی عنھم ابوحنیفۃ اھ ۔

امام اعمش رحمہ اللہ کا مقام محدثین کے نزدیک بہت بلند ہے ۔ جب اُن سے کسی مسئلہ کا سوال ہوتا تو فرماتے علیکم بتلک الحلقۃ یعنی حلقۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔

مغیرہ بن مقسمؒ نے ایک بار جریر سے کہا جالس اباحنیفۃ فلوکان ابراھیم حیًا لکان محتاجا الی مجالستہ ایاہ ھو واللہ یحسن ان یتکلم فی الحلال والحرام۔

حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو ایوبؒ سے رخصت ہونے گیا، انہوں نے فرمایا بَلَغَنِیْ ان الرجل الصالح فقیہ اھل الکوفۃ ابوحنیفۃ یحج فان لقیتہ فأقرأہ مِنِّی السلام۔

عبداللہ بن عونؒ کی مجلس میں ابوحنیفہؒ کا ذکر ہوا تو فرمایا ذاک صاحب لیل وعبادۃٍ فقال بعض جلسائہ انہ یقول الیوم قولًا ثم یرجع غدًا فقال ابن عون فھذا دلیل علی الورع لا یرجع من قول الی قول الاصاحب دین ولولا ذلک لنصر خطاہ ودافع عنہ ۔

ابوالولیدؒ فرماتے ہیں کان شعبۃ حسن الذکر لابی حنیفۃ کثیر الدعاء لہ ما سمعتہ قطُّ یذکر بین یدیہ الا دعالہ ۔

نصر بن علیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت شعبہؒ کے پاس تھے ۔ کسی نے ابوحنیفہؒ کی موت کی اطلاع دی توانہوں نے استرجاع کے بعد فرمایا لقد طفئ عن اھل الکوفۃ ضوء نور العلم اما انھم لا یرون مثلہ ابدًا ۔ کذا فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصیمری ص۲۲ ۔

متعدد احادیث مرفوعہ میں ابوحنیفہؒ کی عظمت کا ذکر ہے قال علیہ الصلاۃ والسلام ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین ومائۃ ۔ قال شمس الائمۃ الکردری ان ھذا الحدیث محمول علی ابی حنیفۃ لانہ مات تلک السنۃ کذا قال المحدث الکبیر ابن حجر المکی فی کتابہ الخیرات الحسان فی ترجمۃ ابی حنیفۃ النعمان ۔ اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پیش گوئی ہے ۔ حدیث یہ ہے:

رویٰ الشیخان عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن ابن مسعود مرفوعًا لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس۔ وفی روایۃ مسلم عن ابی ھریرۃ مرفوعًا لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ۔ اس کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ علماء احناف کے علاوہ علماء شوافع وغیرہ مثل حافظ سیوطیؒ وابن حجر مکی وغیرہ کے نزدیک بھی اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف اشارہ ہے۔ ملاحظہ ہو ردّ محتار ج ۱ ص ۳۹۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات زہر کھلانے سے ہوئی قال یحیی بن النضر لم یشکوا ان اباحنیفۃؒ سُقِیَ السمّ فمات۔ وعن محمد بن المھاجر قال سمعتُ ابی یقول رُفع الی ابی حنیفۃ قدحٌ فیہ سم لیشرب فقال لا اشربُ فاکرہ علی شربہ مراتٍ فأبی وقال انی لأعلم مافیہ لا أعین علی نفسی فطُرح ثم صُبّ فی فیہ ثم خلّی عنہ۔ کذا فی کتاب عقود الجمان ص ۳۵۸۔

آپ کی وفات سجدہ میں ہوئی۔ فعن ابی حسّان الزیادی قال لما احسّ ابوحنیفۃ بالموت سجد فخرجت نفسہ وھو ساجد۔ حدیث صحیح ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد۔ رواہ احمد ومسلم۔

حافظ نجم غیطیؒ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ۹۹ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے۔ پھر یہ خیال دل میں آیا کہ اگر پھر اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو یہ پوچھوں گا کہ قیامت کے دن بندے آپ کے عذاب سے کس عمل کے ذریعہ نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب اس کے بعد مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت حاصل ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام مندرجہ ذیل دعا پڑھے وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا۔ عربی عبارت یہ ہے:۔ فقال سبحانہ وتعالیٰ من قال بعد الغداۃ والعشی:۔

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ۔ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ۔ سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ۔ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَاءٍ جَمَدٍ۔ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاھُمْ عَدَدً۔ سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ یَنْسَ اَحَدً۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدً۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ نجا من عذابی۔ ردّ محتار ص ۳۸ ج ۱۔

قاری **احمد** بن محمد بن عبداللہ بن القاسم بن نافع بن ابی بزّۃ بشار الفارسی رحمہ اللہ تفسیر ہذا میں کئی جگہ آپ مذکور ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ معروف بہ بزّی ہیں۔ آپ قراء سبعہ میں سے

قاری ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی قنبل ہیں۔ قاری بزی نے بعمر ۸۰ سال ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ کذا فی وفیات ابن خلکان، ج ۳ ص ۴۲۔

بزی منسوب ہے جداعلیٰ ابی بزہ کی طرف۔ بزی مکی ہیں۔ چالیس سال تک مسجد حرم کے مؤذن وامام رہے۔ آپ براہ راست ابن کثیر سے روایت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ نے قراءت عکرمۃ بن سلیمان سے اور عکرمہ نے دو آدمیوں سے یعنی اول اسمٰعیل بن عبداللہ القسط سے دوم شبل بن عباد سے قراءت پڑھی ہے اور ان دونوں نے ابن کثیر سے پڑھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ ہی میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

ابو یوسف رحمہ اللہ۔ آیت کلما رزقوا منها من ثمرة رزقا قالوا هذا الذی رزقنا من قبل الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

هو یعقوب بن ابراهیم بن حبیب بن سعد بن حسنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابو یوسف آپ کی کنیت ہے ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ اکبر ہیں۔ ابو یوسفؒ کے جد حضرت سعد بن حسنہؓ صحابی ہیں۔ جنگ احد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر صغر سنی کی وجہ سے اُنہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ سعدؓ کی ماں کا نام حسنہ ہے بالحاء والسین۔ کما فی البدایہ لابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۸۰۔ اور بعض مورخین نے ان کا نام حبتہ لکھا ہے کما هو مذکور فی کتاب اخبار ابی حنیفة واصحابه للامام الصیمری متوفی ۴۳۶ھ۔

قال ابو یوسف اتی بجدی سعد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الخندق فاستغفر له ومسح رأسه فتلك المسحة فینا الی الساعة۔ قالوا وكان ابو یوسف اذا نظرت الیه فكأنه ادّهن من تلك المسحة۔ كذا ذكر الامام الصیمری۔

ابو یوسفؒ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ ابو یوسفؒ حدیث کی روایت اعمش، ہمام بن عروہ، محمد بن اسحاق، یحییٰ بن سعید وغیرہ سے کرتے ہیں۔ اور آپ سے محمد بن حسن واحمد بن حنبلؒ ویحییٰ بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں حدیث وفقہ کا طالب تھا۔ لیکن ہماری مالی حالت اچھی نہ تھی: باپ بڑے مسکین تھے۔ ایک دن میرے باپ مجھے ابو حنیفہ کی مجلس سے اٹھا کر لے گئے اور پھر مجھ سے فرمایا۔

یا بُنیّ لا تمدّن رجلك مع ابی حنیفة فان ابا حنیفة خُبزه مشویّ وانت تحتاج الی المعاش۔

چنانچہ باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے طلب علم اور پڑھائی میں بڑا خلل واقع ہوا۔ ادھر ابو حنیفہؒ میرے بارے میں پوچھتے رہے۔ جب میں کئی دن کے بعد حاضر ہوا تو ابو حنیفہ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ میں نے بتایا کہ

شغلِ معاش اور والد کی اطاعت کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا۔ جب مجلسِ علم برخاست ہوئی تو ابوحنیفہؒ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ایک تھیلی دی جس میں سو درہم تھے۔ یہ مقدار اُس زمانے میں مالِ کثیر شمار ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ درس میں ہمیشہ آیا کرو۔ اور جب یہ مال ختم ہوجائے تو مجھے بتا دینا۔ چنانچہ میں مسلسل درس میں حاضر ہوتا رہا اور آپ کچھ مدت کے بعد سو درہم دے دیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ہمیشہ دیتے رہے اور میں نے کبھی سابقہ رقم ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ کذا قال الصمیری فی کتابہ۔

بدایہ میں ابن کثیرؒ نے اس سے ملتا جلتا ایک اور قصہ ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابویوسفؒ فرماتے تھے کہ میں چھوٹا تھا کہ والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ نے مزدوری کے لیے مجھے ایک دھوبی کے سپرد کردیا۔ دھوبی کے پاس آتے جاتے راستے میں ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بھی کچھ دیر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اکثر مجھ کو دیر ہوجاتی تو میری والدہ مجھے تلاش کرتی ہوئی آتیں اور حلقہ درس میں سے اٹھا کر مجھے دھوبی کے پاس پہنچا دیتیں۔ میں وہاں سے چھپ کر پھر حلقہ درس میں آبیٹھتا۔ جب میری والدہ اور میرے درمیان یہ کشمکش طویل ہوئی تو والدہ نے خود ابوحنیفہ کے پاس جاکر میری شکایت کی اور کہا ان ھذا صبیّ یتیم لیس لہ شئ الّا ما اطعمہ من مغزل و انک قد افسدتہ علیّ۔

ابوحنیفہؒ نے فرمایا اسکتی یارعناء ھاھوذا یتعلّم العلم وسیأکل الفالوذج بدھن الفستق فی صحون الفیروزج۔ فقالت لہ انک شیخ قد خرفت۔

ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تو گزر گیا اور میں نے علم حاصل کرلیا پھر قاضی بنا اس کے بعد قاضی القضاۃ بن گیا۔ ایک روز میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا اذ اتی بفالوذج بصحن الفیروزج فقال لی کل من ھذا۔ فانہ لا یُصنع لنا فی کل وقت۔

میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ یہ فالودہ ہے یہ سُن کر میں مسکرانے لگا فرمایا کیوں مسکرا رہے ہو تو میں نے ابوحنیفہؒ اور اپنی والدہ کا قصہ سنایا فقال ھارون ان العلم ینفع و یرفع فی الدنیا والاخرۃ۔ ثم قال رحم اللہ ابا حنیفۃ لقد کان ینظر بعین عقلہ مالا ینظر بعین رأسہ۔ ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابویوسف میرے تمام تلامذہ میں اَعلم یعنی بڑے عالم ہیں۔ امام مزنیؒ فرماتے ہیں کان ابویوسف اتبعھم للحدیث۔ محدثین کے نزدیک ابویوسف بڑے ثقہ ہیں۔

قال علیّ بن المدینی کان ابویوسف صدوقًا وقال ابن معین انہ کان ثقۃ وقال ابوزرعۃ کان سلیمًا من التجھّم۔ وقال بشار سمعتُ ابا یوسف یقول من قال القراٰن مخلوق فحرام کلامہ وفرض مباینتہ ولا یجوز السلام ولا ردّہ علیہ۔

ابو یوسفؒ کا ایک قول ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے من طلب المال بالکیمیاء افلس و من تتبع غرائب الحدیث کذب و من طلب العلم بالکلام تزندق۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ابو یوسفؒ کی مجلسِ علم میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے تھے حتیٰ کہ امام احمد بن حنبلؒ بھی شریک ہوتے تھے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں آپ کی ذہانت و فقاہت کا یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ ایک مجلس میں ابو یوسفؒ کے پاس بہت سے علماء بیٹھے تھے کہ ایک چور کو لایا گیا۔ اس چور نے اخذِ مال کا اعتراف کیا، تو سارے علماء نے کہا کہ اب قطعِ ید لازم ہو گیا۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ قطعِ ید لازم نہیں ہوا۔ تمام علماء حیران ہو گئے کہ چور کے اعتراف کے باوجود قطعِ ید کیوں کر لازم نہیں ہے۔ ابو یوسف نے فرمایا کہ اس شخص نے اخذِ مال کا اعتراف کیا نہ کہ سرقہ کا۔ علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے ابھی دوبارہ پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ علماء نے اس شخص سے پوچھا ھل سرقت؟ قال نعم! علماء نے کہا کہ اب تو قطعِ ید واجب ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اب بھی قطعِ ید واجب نہیں ہے۔ علماء نے نہایت حیرانی کے ساتھ پوچھا، کیوں؟

قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اقرارِ اول اخذِ مالِ غیر کا تھا اور وہ موجب ضمانِ مالی ہے تو اس شخص کے ذمہ مال واجب ہو گیا۔ اس کے بعد اعتراف بالسرقہ انکار ہے اس ضمان مالی سے اور رجوع ہے سابقہ اعتراف سے کیونکہ قطعِ ید اور ضمانِ مالی دونوں جمع نہیں ہوتے اور ایسے موقعہ پر رجوع عن الاقرار السابق جائز نہیں۔ لہٰذا اس شخص پر صرف ضمانِ مالی واجب ہے نہ کہ قطعِ ید۔ علماء کا مجمع آپ کی فقاہت و ذہانت پر دنگ رہ گیا اور سب نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا۔

ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا گیا قالوا ھو اول من لقب قاضی القضاۃ۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں ابو یوسفؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپ کے پاس کسی نے بہت بڑا ہدیہ پیش کیا جس میں ریشمی کپڑے خوشبو وغیرہ وغیرہ چیزیں تھیں۔ مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے اس حدیث کی سند پر مذاکرہ شروع کر دیا من اُھدیت لہ ھدیۃ وعندہٗ قومٌ جلوس فھم شرکاؤہ۔ مقصد یہ تھا کہ یہ ہدیہ سب حاضرین میں تقسیم ہونا چاہیے تو ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اَقِط یعنی پنیر، تمر و زبیب وغیرہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہدایا عموماً اسی قسم کے ہوتے تھے ثم قال ابو یوسف یا غلام ارفع ھذا الی الخزائن ولم یعطھم منھا شیئا۔

ابو یوسفؒ کے ذریعہ مذہبِ ابو حنیفہؒ خوب پھیلا اور مشرق و مغرب میں پہنچ گیا۔

محمد بن السماعۃ کہتے ہیں کان ابو یوسف یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مائتی رکعۃ۔

ابو یوسفؒ فرماتے تھے صحبت اباحنیفۃ سبع عشرۃ سنۃ لا أفارقہ فی فطر ولا اضحیٰ الا من مرض۔ ابو یوسفؒ کی وفات ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کا بیٹا یوسف قاضی ہوا۔ کما صرح بہ ابن کثیر۔ امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جس شخص نے دونوں کی ملاقات کا ذکر کیا ہے وہ غلط ہے۔ صرح بہ ابن کثیر فی البدایۃ۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ۔ آیت ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے بیان میں مذکور ہیں

ھو ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب الانصاری الخزرجی النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔

ابو ایوبؓ جلیل القدر مشہور صحابی ہیں۔ بیعت لیلۃ العقبہ و بیعت رضوان و بدر واحد وغیرہ جمیع مغازی میں شریک رہے۔ آپ کے چند خصوصی مناقب وفضائل یہ ہیں :۔

اوّل ۔ آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ تمام مشاہد میں حاضر تھے۔

دوم ۔ نبی علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بڑے بڑے امراء ورؤساء نے اپنے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیرانے کی کوشش کی۔ ایک ایک قوم والے مسلح ہو کر حاضر خدمت ہوتے اور درخواست کرتے کہ یا رسول اللہ ہمارے پاس اقامت کیجیے۔ آپؐ سب کو یہ جواب دیتے تھے خلوا عن ناقتی فانھا مأمورۃ میری اونٹنی بحکم خدا جہاں پر بیٹھ گئی میں اُس کا مہمان ہوں گا۔ آخر کار اونٹنی ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی اور آپ کو یہ عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ نبی علیہ السلام آپ کے ہاں مقیم رہے تا آنکہ آپؐ کا اپنا مکان بن گیا اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ مسجد نبوی آپ کے گھر کے ساتھ ہے۔

سوم ۔ آپ سے احادیثِ مرویہ ۱۵۰ ہیں۔ جن میں سے سات متفق علیہ ہیں اور ایک پر بخاری اور پانچ پر مسلم منفرد ہیں۔

چہارم ۔ خدا کی راہ میں جہاد و غزوات میں شرکت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ بڑھاپے تک جہاد میں شرکت کرتے رہے حتیٰ کہ اسی میں وفات پائی۔ چنانچہ ارضِ روم میں عسکرِ مجاہدین کے ہمراہ تھے کہ آپ بیمار ہوئے۔ یہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ فوج کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا۔ اس فوج میں کبار تابعین کے علاوہ بہت سے صحابہؓ شریک تھے۔ یزید بن معاویہؓ آپ کی عیادت کے لیے آئے تو آپ نے انہیں یہ وصیت کی کہ مفتوحہ زمین کے آخری سرے پر مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے دروازے تک مسلمان فوج لڑتے لڑتے پہنچ گئی اور وہیں آپ دفنائے گئے۔ آپ کا مزار آج تک مرجع خواص وعوام ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں فمرض ابو ایوب رضی اللہ عنہ وعلی الجیش یزید بن معاویۃ فاتاہ یعودہ فقال ماحاجتک قال حاجتی اذا انا مت فارکب بی ماوجدت مساغاً فی ارض العدو فاذا لم تجد فادفنی ثم ارجع۔

پنجم۔ آپ کی وفات غزوہ قسطنطنیہ میں ہوئی اور یہ غزوہ ۵۰ھ میں اور عند البعض ۵۵ھ میں ہوا تھا۔
ششم۔ نبی علیہ السلام نے آپ کے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔
ہفتم۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی مبارک کے چند بال آپ نے بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھے تھے۔ روی سعید بن المسیب ان ابا ایوب اخذ من لحیۃ رسول اللہ شیئاً فقال علیہ السلامُ، لا یصیبك السوء یا ابا ایوب!

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بیان تفسیر فاتحہ کے اواخر اور بیان بسملہ کے اوائل میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور محدث صحابی ہیں۔ آپ کے احوالِ حیات و خصالِ حمیدہ و مناقبِ عظیمہ بہت ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:۔

اول۔ آپ کے نام میں اقوال کثیرہ ہیں۔ اتنا اختلاف کسی کے نام میں تاریخ میں ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابوعمر بن عبدالبر لکھتے ہیں لم یختلف فی اسم احد فی الجاھلیۃ ولا فی الاسلام بالاختلاف فیہ اھ۔ ابن عبدالبر نے ابوہریرہؓ کے نام میں بیس اقوال اور دیگر علماء نے تیس اقوال ذکر کیے ہیں۔ امام بخاری وغیرہ ائمہ کے نزدیک قولِ اصح عبدالرحمٰن بن صخر ہے۔ کذا فی التہذیب للنووی۔ ج ۱ صفحہ ۲۷۔

امام بغوی نے لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ کا نام جاہلیت میں عبد شمس تھا اور کنیت ابوالاسود تھی۔ نبی علیہ السلام نے ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابوہریرہ رکھی۔ وعن شعبۃ کان اسم ابی ھریرۃ عبد شمس وکذا قال یحیی بن معین و ابوزرعۃ۔ بقیہ چند نام یہ ہیں:۔

۱۔ بریر بن عشرقۃ ۲۔ سکین بن دومۃ ۳۔ عبداللہ بن عبد شمس قالہ احمد بن حنبل ۴۔ عبد نھم بن عامر ۵۔ عبد غنم ۶۔ عبد عمرو ۷۔ عامر بن عبد غنم ۸۔ عامر بن عبد شمس ۹۔ عمیر بن عامر ۱۰۔ یزید بن عشرقۃ ۱۱۔ سعد بن الحارث ۱۲۔ عبد یالیل ۱۳۔ عبد تیم ۱۴۔ عبد۔ حکاہ ابن مندہ ۱۵۔ عبد العزیٰ ۱۶۔ سکن۔ بفتح السین والکاف ۱۷۔ عبید ۱۸۔ عبید اللہ ۱۹۔ عمرو ۲۰۔ بَرّ ۲۱۔ سعید۔ یہ اختلاف ابوہریرہؓ اور ان کے باپ دونوں کے اسماء میں ہے۔ کذا فی الاصابہ ج ۴ ص ۲۰۴۔ وکذا فی الاستیعاب۔

دوم۔ ابوہریرہؓ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ اور کثیر الروایۃ صحابہ بقول بعض چھے ہیں اور بقول بعض سات ہیں۔ یعنی عائشہؓ و ابن عباس و انس و عبداللہ بن عمرو ابوہریرہ و جابر رضی اللہ عنہم قال احمد بن حنبل ستۃ من اصحاب رسول اللہ اکثروا الروایۃ عنہ وعُمّروا۔ فذکر ھؤلاء الستۃ۔ کذا فی التھذیب للنووی۔ ج ۱ صفحہ ۲۷۳

۳
سوم۔ آپ محدثِ صحابہؓ ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ روایات ابوہریرہؓ کی ہیں۔ مسند بقی بن مخلد میں ابوہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو سے زیادہ حدیثیں مذکور ہیں۔ محدثین کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کی مروی احادیث جو ہم تک پہنچی ہیں وہ ۵۳۷۵ یا ۵۳۷۴ ہیں۔ قال الشافعی ابوھریرۃ احفظ من روی الحدیث فی دھرہ۔ وعن ابی صالح قال کان ابوھریرۃ احفظ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۴
چہارم۔ آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ کتب تاریخ میں منقول ہے کہ مروان نے ایک دفعہ ابوہریرہؓ کو اپنی مجلس میں بلایا تاکہ وہ حدیثیں سنائیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے حدیثیں سنانا شروع کیں۔ مروان نے ان کا امتحان لینے کی غرض سے اپنے کاتب و منشی ابوزعیزعہ کو پردہ کے پیچھے چھپا کر بٹھا دیا۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے بہت ساری حدیثیں سنائیں اور وہ سب ابوزعیزعہ نے لکھ لیں۔ پورا ایک سال گزرنے کے بعد مروان نے پھر ابوہریرہؓ کو بلاکر گزشتہ سال کی احادیث سنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے اسی ترتیب بر ماضی کے مطابق وہ ساری حدیثیں پھر سنا دیں اور پردے کے پیچھے ابوزعیزعہ اپنے رجسٹر میں ان احادیث کو دیکھتا رہا۔ خود ابوزعیزعہ کا قول ہے فما غیّر حرفاً عن حرفٍ۔ یعنی آپ نے کسی حدیث میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں کی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوہریرہؓ کے حافظہ اور وسعت علمی کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی۔ بخاری وغیرہ میں ابوہریرہؓ کی یہ حدیث موجود ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نسیانِ احادیث کی شکایت کی فقال اُبسط ردائك فبسطته ثم قال ضُمّه الی صدرك فضممته فما نسیتُ حدیثاً بعد۔

۵
پنجم۔ آپ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت میں تقریباً تین سال رہے۔ کیونکہ آپ جنگِ خیبر میں آئے تھے۔ اور جنگ خیبر محرم سنہ ۷ھ میں ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ آپ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس لیے آپ کو زیادہ احادیث معلوم ہیں۔ اور دیگر مہاجرین وانصار چونکہ کچھ وقت کاروبار میں بھی لگاتے تھے اس لیے ان کو ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت حاصل نہ تھی بلکہ وہ صرف فرصت کے اوقات میں حضورؐ کی مجلس بابرکت میں حاضر ہوتے تھے۔

۶
ششم۔ کنیتِ ابوہریرہ کی وجہ خود یہ بیان فرماتے ہیں انی وجدتُ ھرّۃً فحملتھا فی کمّی فقیل لی ماھذہ قلتُ ھرّۃ قیل فانتَ ابوھریرۃ۔ ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے قال ابوھریرۃ کنتُ ارعیٰ غنم اھلی وکانت لی ھرّۃ صغیرۃ فکنت اضعھا باللیل فی شجرۃ فاذا کان النھار ذھبتُ بھا معی فلعبتُ بھا فکنّونی اباھریرۃ۔ رواہ الترمذی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپ کے پاس بلی دیکھی تو حضورؐ نے آپ کو ابوہریرہ کہا۔

ہفتم۔ ابوہریرہؓ اور ان کی والدہ کی محبت ایمان کی علامت ہے قال ابو هريرة والله ماخلق الله مؤمنا يسمع بي ولا يراني الا احبني ثم ذكر دعاء النبي صلى الله عليه وسلم۔ رواہ احمد۔

زمانۂ حال کے بعض لوگ حضرت ابوہریرہؓ پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں۔ یہ معترضین ملحدین و اہل تشیع ہیں۔ ان ملحدین میں سے ایک کا نام محمود ابوریہ مصری ہے۔ اس ملحد نے ابوہریرہؓ کی اہانت و تذلیل کی غرض سے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے اضواء على السنة المحمدية۔

ابوریہ اس کتاب کے ص ۱۹۷ پر لکھتا ہے کہ ابوہریرہ نبی علیہ السلام کی محبت یا اصلاحِ نفس وہدایت کی غرض سے نبی کی صحبت میں نہیں رہتے تھے بلکہ وہ روٹی کھانے اور پیٹ بھرنے کے لیے نبیؐ کی صحبت میں رہتے تھے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں پر جاکر کھانا مانگتے تھے۔ لیکن یہ باتیں ابوریہ کی حماقت وجہالت کی دلیل ہیں۔ اس لیے کہ اگر ابوہریرہؓ کا مقصد روٹی حاصل کرنا ہوتا تو کسی نواب یا دولتمند صحابی کی صحبت میں رہتے یا تجارت کرتے۔ نبی علیہ السلام تو خود ہی فاقوں میں رہتے تھے اور تین تین دن تک آپؐ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تنقید کرنے سے بچائے۔ ابوہریرہؓ کی وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی ہے۔

اعشى الشاعر۔ ثلثة قروءٍ کی اور وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صٰدقين کی شرح میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہے۔

هو ميمون بن قيس من بني سعد بن ضبيعة بن قيس۔ اعشی جاہلی مشہور شاعر ہے۔ کفر پر مرا ہے کنیت ابوبصیر تھی، نابینا تھا۔ كذا في كتاب الشعر والشعراء لابن قتيبة ج ۱ ص ۱۷۸۔

خزانۃ الادب ج ۱ ص ۱۶۵ میں ہے كان الاعشى من فحول شعراء الجاهلية وممن قدم على سائرهم سلك في شعره كل مسلك وقال في اكثر اعاريض العرب وليس ممن تقدم من الفحول اكثر شعرا منه اھ۔

خزانۃ الادب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعشی آخری عمر میں نابینا ہوگیا تھا یعنی ابتداء میں وہ نابینا نہ تھا۔ اعشی کے معنی ہیں لغت میں وہ شخص جسے رات کو کچھ نظر نہ آئے اور دن کو نظر آئے۔ عورت کو عشواء کہتے ہیں۔ اعشی کا دیوان مطبوع ہے۔ دیوانِ اعشی کا شارح محمد بن حبیب لکھتا ہے کہ اعشی نے کتب قدیمہ میں عرب میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کے بارے میں سنا تھا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد وہ مکہ مکرمہ میں اسلام لانے کی غرض سے آیا اور عتبہ بن ربیعہ کے پاس ٹھیرا۔ ابوجہل کو جب پتہ چلا تو اعشی کے پاس آیا ہدایا پیش کیے اور آنے کا مقصد پوچھا۔ اعشی نے کہا محمدؐ سے ملنے کے لیے آیا ہوں، میں نے کتابوں میں آپ کی بعثت کے بارے میں سنا تھا۔ ابوجہل نے کہا وہ تو زنا کو حرام بتاتا ہے۔ اعشی نے کہا کوئی حرج نہیں میں بوڑھا ہوں مجھے زنا کی

خواہش نہیں۔ ابوجہل نے کہا وہ شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے۔ اعشیٰ نے کہا پھر وہ کن اشیاء کو حلال بتاتے ہیں۔ ابوجہل وغیرہ نے اسے اسلام سے بدظن کرنے کے لیے بہت کچھ کہا۔ پھر اعشیٰ نے وہ قصیدۂ دالیہ سنایا جو اس نے نبی علیہ السلام کی مدح میں کہا تھا۔ قریش بڑے پریشان ہوئے وقالوا ھذا رجل لا یمدح احدًا الا رفعہ و لا یھجو احدًا الا وضعہ فمن لنا یصرفہ عن ھذا الوجہ۔

ابوجہل وغیرہ مشرکین نے مختلف حیلوں اور افترا پردازیوں سے اسے اسلام سے باز رکھا۔ اور اعشیٰ اپنی شقاوت سے فورًا مکہ مکرمہ سے نکل کر شہر یمامہ چلا گیا اور کچھ مدت کے بعد مر گیا۔ اس قصہ میں یہ اشکال ہے کہ ابوجہل کی زندگی میں شراب اسلام میں حرام نہ تھی۔

ابن دأب وغیرہ کی روایت ہے کہ اعشیٰ نے نبی علیہ السلام کی مدح میں قصیدۂ منظوم کیا اور آپ کی زیارت کرنے اور اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا اور راستے میں اونٹنی سے گر کر مر گیا۔ نبی علیہ السلام نے جب اعشیٰ کے قصیدے میں سے یہ دو شعر سُنے ؎

وآلیتُ لا اَرثِی لھا من کلالۃٍ ولا من حَفیً حتی تلاقی محمّدًا

متی ما تُناخِی عند باب ابن ہاشمٍ تُراحیْ وتلقی من فواضلہ ندًی

تو فرمایا کاد ینجو ولمّا۔ میں نے اپنی کتاب نفحۃ الریحانہ میں یہ قصہ تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

ابن ابی حفصہ سے کسی نے پوچھا کہ عرب کا سب سے بڑا شاعر کون ہے تو کہا شیخا وائل۔ الاعشیٰ فی الجاھلیۃ والاخطل فی الاسلام۔ وسئل یونس النحوی من اشعر الناس۔ قال لا اومیٔ الی رجل بعینہٖ لکنی اقول امرؤ القیس اذا رکب والنابغۃ اذا رھب وزھیر اذا رغب والاعشیٰ اذا طرب۔ اھ۔

اعشیٰ عرب کا پہلا شاعر ہے جس نے شعر کو ذریعہ مال وسوال بنایا وکانوا یسمونہ صنّاجۃ العرب لجودۃ شعرہ۔ ابوعمرو بن العلاء اعشیٰ کی بڑی تکریم کرتے تھے اور کہتے تھے الاعشیٰ شاعر مجید کثیر الاعاریض و الافتنان۔ جب ابوعمرو بن العلاء سے لبید و اعشیٰ کے بارے میں سوال ہوتا تو کہتے لبید رجل صالح والاعشیٰ رجل شاعر۔ امام شعبیؒ کی روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے (اپنی) اولاد کے استاذ کو طریقۂ تعلیم بتاتے ہوئے کہا ادّبھم بروایۃ شعر الاعشیٰ فانہ قاتلہ اللہ۔ ماکان اعذب بحرہ و اصلب صخرہ۔ مفضّل کہا کرتے تھے من زعم انّ احدًا اشعر من الاعشیٰ فلیس یعرف الشعر۔ اعشیٰ شعر کے ذریعہ کسب مال کرتا تھا۔ لہٰذا متعدد بادشاہوں خصوصًا بادشاہِ فارس کے پاس آنا جانا تھا۔ اسی وجہ سے اس کے شعروں میں کثرت سے فارسی الفاظ موجود ہیں۔

الاضبط بن قُریع السعدی ۔ آیت وَاَقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ۔ اتامرون الناس بالبر الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے ۔

اضبط جاہلی قدیم شاعر ہے ۔ یہ بنی عوف بن کعب رَہط زبرقان بن بدر میں سے ہے ۔ اس کے حالات اغانی ج ۱۶ ص ۱۵۴ پر اور سمط ص ۳۲۶ پر و شرح شواہد مغنی ص ۱۵۵ و خزانۃ الادب ج ۴ ص ۵۸۹ پر درج ہیں ۔ اضبط اپنی قوم کا سردار رہا ہے ۔ کتب تاریخ میں ہے وھو احد من اجتمع لہ الموسم والقضاء بعکاظ من تمیم ۔

کتاب محبّر میں محمد بن حبیب تاریخی متوفی ۲۴۵ھ لکھتے ہیں ائمہ عرب کے عنوان کے تحت وکان من اجتمع لہ الموسم وقضاء عکاظ من بنی تمیم وکان ذلک یکون فی افخاذھم کلھا ویکون الرجلان یلیان ھذا من الامرین جمیعًا عکاظ علی حدۃ والموسم علی حدۃ فکان من اجتمع لہ الموسم والقضاء سعد بن زید مناۃ ابن تمیم ثم تولی ذلک حنظلۃ بن زید مناۃ ثم تولاہ ذؤیب بن کعب بن عمرو بن تمیم ثم مازن بن مالک بن عمرو ابن تمیم ثم ثعلبۃ یربوع بن حنظلۃ ثم معاویۃ بن شریف ثم الاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ ۔ محبّر ص ۱۸۲ ۔

محبر کے اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اضبط بنو تمیم کے شرفاء وکرماء میں سے تھا ۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اضبط جنگ میں اپنی قوم کا قائد ہوتا تھا اور اس کا شمار عرب کے جرارین میں ہوتا ہے اور یہ مرتبہ عرب میں بہت کم رؤساء کو حاصل ہوا ہے ۔

کتاب محبّر ص ۲۴۶ پر ہے ولم یکن الرجل یسمّٰی جرارا حتی یرأس الفًا اضبط جرارینِ قبیلۂ مُضر سے تھا ۔ ان جرارین کا ذکر کرتے ہوئے ابن حبیب لکھتے ہیں والاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد قاد سعدًا کلھا الحمیرَ والفا فیھا یوم صنعاء ۔ اھ ۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۹۸ پر لکھتے ہیں اضبط بن قریع کے ترجمہ میں :۔ وکان قومہ اساءوا مجاورتہ فانتقل عنھم الی آخرین فاساءوا مجاورتہ فانتقل منھم الی آخرین ۔ فاساءوا مجاورتہ فرجع الی قومہ ۔ فقال بکل وادٍ بنو سعد ویقال انہ قال اینما اُوَجِّہُ الق سعدًا وھو قدیم وکان اغار علی بنی الحارث بن کعب فقتل منھم واسر جدع وخصی ثم بنی اطمًا وبنت الملوک حول ذلک الاطم مدینۃ صنعاء ۔ اضبط کے چند شعر یہ ہیں جن میں بڑے نصائح ہیں ؎

نَصِلُ حِبالَ البعیدِ اِن وَصَل الحبلَ واَقصِ القریبَ اِن قَطَعہ
واقنَعْ مِن العیشِ ما اَتاکَ بہٖ ؛ مَن قرَّ عینًا بعیشِہٖ نفعہ

قد یجمع المال غیرُ آکلِہٖ ویاکُل المالَ غیرُ من جمعہ

لا تحقرنّ الفقیرَ علّک اَن تخشع یومًا والدّہرُ قد رفعہ

اَوسُ بن حُجر الشاعر۔ آیت الذین یظنّون انہم ملقوا ربہم وانہم الیہ راجعون کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو اوس بن حُجر بن عتاب۔ کتاب الشعر والشعراء میں ابن قتیبہؒ لکھتے ہیں قال ابوعمرو بن العلاء کان اوس فحل مضر حتی نشأ النابغۃ وزھیر فاخملاہ۔ اھ۔

اوس شاعر جاہلی ہے اور ظہور اسلام سے پہلے گزرا ہے۔ خزانۃ الادب ج ۲ ص ۲۳۵ و مُوشّح ص ۶۳ و اغانی ساسی ج ۱۰ ص۵ پر اس کے احوال دیکھے جائیں۔

عمرو بن معاذؓ جو نقادِ شعر تھے سے کسی نے پوچھا مَن اشعر الناس فقال اوسُ قیل ثم من قال ابوذویب۔ اھ

اوس کے اشعار میں نصائح اور عقل مندی کی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں وکان کثیر الوصف لمکارم الاخلاق وھو من اوصفہم للحمر والسلاح ولاسیما للقوس۔

اوس کے اشعار کے ضمن میں بہت سی امثالِ مشہورہ داخل ہیں۔ عرب میں مثل ہے یقال اسمحت قرونتہ ای سمحت نفسہ یہ مثل اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

فلاقی امرًا من میدعان واَسمحتْ قرونتہٗ بالیأس منہا فعجّلا

عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں رجل مخلط مزیل جب کہ زیادہ امور میں گھسنے والا ہو۔ ای ذاکان ولّاجًا خرّاجًا۔ یہ مثل بھی اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

وان قال لی ماذا ترٰی یستشیرُنی یجدْنی ابنُ عمی مخلط الامر مزیلًا

اوس کا دیوان مطبوع ہے۔ یہ بنو تمیم و بنو اسد میں سے ہے۔ یہ بنو تمیم و مضر کا سب سے بڑا شاعر تھا لیکن اس کے بعد نابغہ و زُہیر کی شاعری اوس کی شاعری پر غالب آگئی۔

اصمعی کا قول ہے اوس بن حجر اشعر من زھیر ولکن النابغۃ طأطأمنہ۔

الاوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ شرح بسملہ کے اوائل میں مذکور ہیں۔

ھو الامام عبد الرحمٰن بن عمرو بن محمد ابوعمرو الاوزاعی فقیہ اھل الشام وامامھم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اوزاعی مجتہدین و فقہاء کبار میں سے ہیں۔ آپ ملکِ شام کے باشندے ہیں۔ امام شافعیؒ و امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کی طرح آپ مجتہد و صاحبِ مذہب ہیں۔

آپ منسوب ہیں اوزاع کی طرف جو حمیر میں ایک قبیلہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ قبیلہ اوزاع میں

سے نہیں ہیں۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ اوزاعی دراصل سبی سندھ میں سے ہیں پھر اوزاع میں سکونت اختیار کی تو اس کی طرف منسوب ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ دمشق کے قریٰ میں سے ایک قریہ مسمیٰ بہ اوزاع میں مدہم تھے اسی کی طرف منسوب ہیں۔ عند البعض آپ بعلبک میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے والدہ نے پرورش کی۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ کوئی آپ سے زیادہ عقل واَورع واعلم وافصح واوقر واحلم واکثر صمتاً نہ تھا۔ آپ کی ہر بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ کی عدالت وامامت و توثیق متفق علیہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کان الاوزاعی اماماً یقتدی بہ وقال سفیان بن عیینہ کان امام اھل زمانہ۔ سفرحج میں مکہ میں داخل ہوتے وقت سفیان ثوریؒ آپ کے اونٹ کی مُہار تھامے ہوئے تھے اور امام مالکؒ پیچھے سے حفاظت کرتے ہوئے اونٹ کو چلا رہے تھے اور ثوریؒ یہ آواز دیتے جاتے تھے اِفسحوا للشیخ حتی اجلساہ عند الکعبۃ وجلسا بین یدیہ یأخذان عنہ۔

کتاب بدایہ میں ہے افتی الاوزاعی فی سبعین الف مسئلۃ بحدثنا واخبرنا وما رُئی الاوزاعی ضاحکاً مقھقھاً قط ولقد کان یعظ الناس فلا یبقیٰ احدٌ فی مجلسہ اِلّا بکیٰ وما کان الاوزاعی یبکی فی مجلسہ قط و کان اذا خلیٰ بکیٰ حتی یرحم۔ یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں العلماء اربعۃ الثوری و ابو حنیفۃ ومالك والاوزاعی۔

آپ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر اللہ کرتے رہتے تھے۔ اوزاعیؒ فرماتے ہیں رأیتُ ربّ العزۃ فی المنام فقال انت الذی تأمر بالمعروف وتنھیٰ عن المنکر؟ فقلت بفضلك ای ربّ ثم قلتُ یا رب اَمِتنی علی الاسلام فقال وعلی السنۃ۔

اوزاعیؒ کثیر العبادۃ، متقی، ورع، زاہد، محدّث، فقیہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے من اطال القیام فی صلاۃ اللیل ھوّن اللہ علیہ طولَ القیام یوم القیامۃ۔ اخذ ذلك من قولہ تعالیٰ ومن اللیل فاسجد لہ وسبّحہ لیلاً طویلاً۔ الآیۃ۔

زیادہ خشوع وخضوع کی وجہ سے بظاہر نابینا معلوم ہوتے تھے۔ ایک عورت اوزاعیؒ کی بیوی کے پاس آئی تو دیکھا کہ امام اوزاعیؒ کا مصلّٰی گیلا تھا۔ اس عورت نے کہا شاید کسی بچے نے مصلّے پر پیشاب کر دیا ہے۔ اوزاعیؒ کی اہلیہ نے کہا۔ نہیں یہ تو شیخ کے آنسو ہیں جو سجدہ میں وہ بہاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ فرماتے تھے العلم ما جاء عن اصحاب محمد وما لم یجیٔ عنھم فلیس بعلم وکان یقول لا یجتمع حبّ علیّ وعثمان اِلّا فی قلب مؤمن۔ آپ بڑے سخی تھے۔ خلفاء وامراء بنی امیہ وبنی عباس اور ان کے اقارب کی طرف سے آپ کو ستر ہزار دینار ملے۔ آپ نے سب خیرات کر دیے۔ خلیفہ منصور سے ملک شام میں ملاقات ہوئی

بوقت ملاقات سیاہ لباس نہ پہننے کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ اوزاعیؒ سیاہ لباس کو ناپسند کرتے تھے فلما خرج الاوزاعی قال المنصور للربیع الحاجب الحقہ فاسأله لم کرہ لبس السواد ؟ ولا تعلمہ انی قلت لك فسأله الربیع فقال لأنی لم ار محرماً احرم فیه ولا میتاً کفن فیه ولا عروساً جلیت فیه فلهذا اکرهه۔ (کذا فی البدایۃ ج ۱۰ ص ۱۲۰)

اوزاعیؒ ملک شام میں بڑے محترم و مکرم و مقبول و محبوب تھے۔ آپ کی عزت سلطانِ وقت سے بھی زیادہ تھی وقدهم به بعض الولاة مرة فقال للوالی اصحابه دعه عنك والله لو امر اهل الشام ان یقتلوك لقتلوك۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کے پاس بعض وُلاۃ بادشاہ و گورنر بیٹھ کر کہنے لگے رحمك الله فوالله لقد کنتُ اخاف منك اکثر مما اخاف من الذی ولّانی یعنی الخلیفۃ المنصور

سفیان ثوریؒ سے کسی نے یہ خواب ذکر کیا رأیت کان ریحانۃ من المغرب قلعت قال ان صدقت رؤیاك نعدمت الاوزاعی فکتبوا ذلك فجاء موت الاوزاعی فی ذلك الیوم۔ آپ کا سببِ موت بھی عجیب ہوا۔ آپ گرم حمام میں غسل کرنے کے لیے داخل ہوئے تو آپ کی بیوی نے غلطی سے حمام کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ اسی میں آپ کا انتقال ہوا۔ بیوی نے قصداً ایسا نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اسے سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے بطور کفارہ غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ وقال کثیر من المؤرخین کان الذی اغلق علیه باب الحمام صاحبُ الحمام اغلقه وذهب لحاجۃ ثم جاء ففتح الحمام فوجده میتاً قد وضع یده الیمنی تحت خده وهو مستقبل القبلۃ۔ آپ کی وفات شہر بیروت میں ہوئی جہاں آپ مرابط تھے یعنی غزا کے لیے اور اس کی تیاری کے لیے نکلے ہوئے تھے۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض ۱۵۰ھ اور عند الجمہور بروز اتوار اول نہار ۲۸ صفر ۱۵۷ھ ہے۔ ساری عمر ۷۰ سال تھی اور عند البعض ۷۰ سے متجاوز تھی۔ صحیح قول ۶۷ سال کا ہے۔

تاریخ ولادت ۸۳ھ یا ۸۸ھ ہے۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو اس نے اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا دلّنی علی عمل یقربنی الی الله تعالیٰ فقال ما رأیت فی الجنۃ درجۃً اعلیٰ من درجۃ العلماء العاملین ثم المحزونین۔

ابن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وقوموا لله قٰنتین کے بیان میں مذکور ہیں۔

هو سعید بن المسیب بن حزن بن ابی وهب القرشی المخزومی رحمه الله۔

سعید بن المسیب عظیم المقام والمرتبہ تابعی ہیں۔ ابن عباس و عمر و عثمان و علی و ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے زہری و سالم بن عبد اللہ و قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔

قال نافع عن ابن عمر ھو واللہ احد المتقنین۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ثعلبہ نے کہا اگر فقہ پڑھنے کا ارادہ ہے تو ابن المسیب کے پاس جاؤ۔ قتادہؒ فرماتے ہیں ما رأیت احداً قط اعلم بالحلال والحرام منہ وعن مکحول طفت الارض کلھا فی طلب العلم فما لقیت اعلم منہ وقال سلیمان بن موسی کان افقہ التابعین۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دو سال گزر چکے تھے۔ امام احمدؒ فرماتے تھے افضل التابعین سعید بن المسیب۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں لا اعلم فی التابعین اوسع علماً من سعید بن المسیب۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کے احکام اور فیصلوں کے بڑے حافظ تھے۔ حتیٰ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی گاہے گاہے آپ سے احکام وقضایاءِ عمرؓ دریافت کرتے تھے۔ آپ مدنی وقریشی ثقہ ہیں۔ آپ کا قول ہے بلغتُ ثمانین سنۃ وان اخوف ما اخاف علی النساء۔ آپ تیل کے تاجر تھے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ۔ ج ۴ ص ۸۴۔

سعیدؒ بڑے عابد و پابندِ جماعت تھے۔ صائم الدہر تھے۔ چالیس حج کیے۔ آخر میں بینائی کمزور ہو گئی تھی۔ آپ نے اپنی بیٹی کا مہر نکاح صرف دو درہم مقرر فرمایا۔ اور یہ وہ بیٹی تھی جس کا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کے لیے رشتہ مانگا تھا مگر سعیدؒ نے انکار کیا اور ایک غریب نیک عالم سے اس کی شادی کر دی۔ آپ کے احوال واقوال تفصیلاً حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۶۹، ۱۷۵ پر ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں ہے دخل المطلب بن حنطب علی سعید فی مرضہ وھو مضطجعٌ فسألہ عن حدیث فقال اقعدونی فاقعدوہ قال انی اکرہ ان اُحدّث حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا مضطجع وعن ابن حرملۃ قال قال سعید بن المسیب لا تقولوا مصیحف ولا مسیجد ما کان للہ فھو عظیم حسن جمیل۔ فرماتے تھے کسب مال حلال بہتر چیز ہے۔ اسی طرح حلال مال جمع کرنا بھی اچھا کام ہے۔ آپ کا قول ہے لاخیر فیمن لا یحب ھذا المال یصل بہ رحمہ ویؤدی بہ امانتہ ویستغنی بہ عن خلق ربہ۔ وکان سعید یقول دخلتُ المسجد لیلۃ اضحیان قال واظن انی قد اصبحت فاذا اللیل علی حالہ فقمت اصلی فجلستُ ادعو فاذا ھاتف یھتف من خلفی یا عبداللہ قل قلت ما اقول؟ قال قل اللھم انی اسئلک بانک مالک الملک وانک علی کل شئ قدیر وما تشاء من امرٍ یکن۔ قال سعید فما دعوت بھا قط بشئ الا رأیت نجحہ۔ کذا فی الحلیۃ۔ وفیھا عن ابن حرملۃ قال قال سعید ما فاتتنی الصلاۃ فی الجماعۃ منذ اربعین سنۃ۔ وایضاً قال سعید ما اذّن المؤذن منذ ثلاثین سنۃ الا وانا فی المسجد۔ وعن عبدالمنعم ابن ادریس عن ابیہ قال صلّی سعید بن المسیب الغداۃ بوضوء العتمۃ خمسین سنۃً۔

آپ کی تاریخ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ عندالواقدی تاریخ وفات ۹۴ھ اور بقول ابونعیم ۹۳ھ

وعن ابن معین انہ مات سنہ ۱۰۰ھ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

ابولہب ۔ آیت ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو ابولہب عبد العزّٰی بن عبد المطلب بن ھاشم۔ ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا۔ زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے اس کا لقب ابولہب رکھا گیا۔ یہ نبی علیہ السلام کا چچا ہے۔ مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا اور اس کی بیوی بھی اسلام و مؤمنین کی بہت مخالف تھی۔ ان دونوں کی مذمت میں سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔ حالتِ کفر ہی پر دونوں کی موت ہوئی۔ ابولہب غزوۂ بدر کے سات دن بعد بُری حالت میں مرا۔ اسے ایک متعدی مرض لاحق ہوا جسے عدسہ کہتے ہیں۔ ابولہب کو اُس کی باندی ثوبیہ نے نبی علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی اور کہا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے بطور اظہارِ خوشی اسے آزاد کر دیا۔ اس خوشی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابولہب سے ہر سوموار کے دن عذاب کی تخفیف فرماتے ہیں اور کچھ پانی پلانے کا امر فرماتے ہیں۔ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۴ میں ہے فحوزی بتخفیف العذاب عنہ یوم الاثنین بان یسقی ماء فی جھنم فی تلک اللیلۃ ای لیلۃ الاثنین فی مثل النقرۃ التی بین السبابۃ والابھام۔ مواہب میں ہے رُوی ابولہب بعد موتہ فی النوم فقیل لہ ما حالک فقال فی النار الا انہ یخفف عنی کل لیلۃ اثنین وامص من بین اصبعی ھاتین ماءً واشار برأس اصبعیہ وان ذلک باعتاقی لثوبیۃ عند ما بشرتنی بولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبارضاعھا لہ۔

ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ الٓمّٓ وحروفِ مقطعات کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو البراء البصری مولیٰ قریش۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض نام زیاد بن فیروز ہے۔ وقیل زیاد بن اذینہ۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنی کنیت ابوالعالیہ سے معروف ہیں۔ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و انس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ قال ابوزرعۃ ثقۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن سعد کان قلیل الحدیث۔ تاریخ وفات ماہ شوال ۹۰ھ ہے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱۲ ص ۱۴۳۔

فائدہ ۔ محدثین کے نزدیک ابوالعالیہ دو بزرگوں کی کنیت ہے اور دونوں تابعی ہیں۔ اوّل، ابوالعالیہ بصری زیاد بن فیروزؒ جن کا ذکر ہوگیا۔ دوم، رفیع بن مہران ابوالعالیہ الریاحی مولاہم البصری۔ زیادہ معروف و مشہور ثانی ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں مذکور ابوالعالیہ سے ممکن ہے اول مراد ہوں اور ممکن ہے کہ ثانی مراد ہوں۔ وھو

الارسخ لشهرتہ۔

ابوالعالیہ ریاحی کے مختصر احوال یہ ہیں۔ آپ نے زمانۂ جاہلیت پایا ہے۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے۔ صدیق اکبرؓ وغیرہ صحابہ سے ملے۔ علی و ابن مسعود و ابی موسیٰ و ابی بن کعب و ابوہریرہ و عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ قال ابن معین و ابوحاتم و ابوزرعۃ ثقۃ۔ آپ کی توثیق متفق علیہ ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ تلامذہ میسر نہ آنے کی وجہ سے آپ کا علم ضائع ہوا۔ قرارت میں امام ہیں۔ ابن ابی داؤد فرماتے ہیں لیس احد بعد الصحابۃ اعلم بالقراءۃ من ابی العالیۃ وبعدہ سعید بن جبیر وبعدہ السدی وبعدہ الثوری۔ وکان ابوالعالیۃ یقول قرأتُ القرآن علی عہد عمر ثلاث مرات۔ حسن بصریؒ تابعین میں مشہور ہیں مگر ابوالعالیہ ان سے مقدم ہیں۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں رحم اللہ الحسن قد سمعتُ العلم قبل ان یولد۔

تاریخ وفات ۹۰ھ ہے یا ۹۳ھ وقال المدائنی ۱۰۶ھ۔ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۸۵۔ ابوالعالیہ ریاحیؒ نے گھر والوں سے پوشیدہ طور پر علم حاصل کیا۔ خود فرماتے ہیں تعلمتُ الکتٰب والقرآن فما شعر بی اھلی ولا رُئی فی ثوبی مدادٌ۔ نیز فرماتے ہیں ما مسستُ ذکری بیمینی منذ ستین سنۃ او سبعین سنۃ۔ نیز فرماتے ہیں انی لارجو ان لا یھلك عبد بین نعمتین نعمۃ یحمد اللہ علیہ و ذنب یستغفر اللہ منہ۔ نیز فرماتے ہیں اس آیت کے معنی میں فللّٰہ الحمد ربّ السمٰوٰت و ربّ الارض ربّ العٰلمین قال الجنّ عالم والانس عالم وسوی ذلك ثمانیۃ عشر الف عالم من الملائکۃ علی الارض و الارض لھا اربع زوایا کل زاویۃ اربعۃ آلاف عالم وخمسمائۃ عالم خلقھم لعبادتہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۲۱۹۔ نیز فرماتے ہیں لا یتعلم مستحی ولا متکبر۔ وکان یقول ابتدوا بین الکلام بلا الٰہ الا اللہ۔ وکان یقول قال موسیٰ علیہ السلام لقومہ قدسوا اللہ عزوجل باصوات حسنۃ فاسمع لھا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ وہ ابتدا بحث بسملہ میں مذکور ہیں۔

ھی ھند بنت حذیفۃ و یقال بنت سھیل المخزومیۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنھا۔

ام سلمہؓ کا نام بقول اصح ہند ہے وعند البعض رَملہ ہے۔ آپ کے بیٹے کا نام سلمہ تھا اسی نام سے آپ کی کنیت ام سلمہ ہوئی۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجیت میں آنے سے قبل آپ ابوسلمہ عبداللہ بن عبد الاسدؓ کے نکاح میں تھیں۔ آپ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں ابوسلمہؓ کے ساتھ گئیں۔ ابوسلمہؓ سے آپ کی اولاد زینب و سلمہ و عمر و دُرّہ ہیں۔ عمر بن ابی سلمہ کی روایت ہے کہ جنگ احد میں میرے والد ابوسلمہؓ کو دشمن یعنی ابواسامہ جشمی کا تیر لگا۔ تیر بازو میں لگا تھا۔ ایک ماہ تک علاج کے بعد زخم کو

آرام ہوا۔ بعدہٗ نبی علیہ السلام نے ایک جہاد پر روانہ کیا۔ ۴ صفر ۴ھ کو واپس آئے تو وہی سابقہ زخم پھر کھل گیا اور اسی سے ۹ جمادی الآخرہ ۴ھ میں وفات پا گئے۔ عدت کے بعد میری والدہ کا نکاح شوال ۴ھ کو نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوگیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھیں۔ ماہ ذوقعدہ ۵۹ھ میں آپؓ وفات پا گئیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں مدفون ہیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔ تمام ازواج نبی علیہ السلام میں آپ کی وفات آخر میں ہوئی۔ ابن عساکر فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے چند روز بعد ۶۱ھ میں ہوئی۔

اُبیّ رضی اللہ عنہ۔ سورۂ فاتحہ کے آخر میں مذکور ہیں۔

ھو اُبیّ بن کعب بن قیس بن عبید الانصاری النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابوالمنذر و ابوالطفیل ہے۔ سید القراء ہیں۔ حدیث شریف ہے أقرأُ هُمْ اُبی۔ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سید المسلمین کہتے ہوئے فرماتے تھے اقرأ یا أبیّ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کئی مشکلات میں آپ ہی کی رائے پر اعتماد کرتے تھے۔ واقدی لکھتے ہیں، ھو اوّل من کتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واوّل من کتب فی آخر الکتاب وکتب فلان بن فلان اھ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل رکھی۔ آپ سے ۱۶۴ احادیث مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور سات پر مسلم منفرد ہیں۔ ابی بن کعب کے عظیم مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو یہ خصوصی حکم دیا کہ اُبی کو قرآن وقرارت پڑھائیں اور سکھائیں۔

فعن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سورۃ لم یکن الذین کفروا من اهل الکتب وقال امرنی اللہ عز وجل ان اقرأ علیك قال النووی وھی منقبۃ عظیمۃ لأبی لم یشارکہ فیھا احدٌ من الناس۔ رواہ الشیخان۔

وفی الصحیح عن عبداللہ بن عمرو مرفوعاً خذوا القرآن من اربعۃ عبداللہ بن مسعودؓ وسالم مولیٰ ابی حذیفۃ ومعاذ بن جبل واُبی بن کعب رضی اللہ عنھم۔ مسروقؒ فرماتے ہیں۔ کان اصحاب القضاء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃً عمرؓ وعلیؓ وعبداللہ واُبیّ وزید وابوموسیٰ۔ رضی اللہ عنھم۔

اُبی رضی اللہ عنہ نے جب بیماری وامراض کے فضائل نبی علیہ السلام سے سُنے تو اپنے لیے دائمی بخار کی دعا مانگی۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور دائمی بخار میں تا وفات مبتلا رہے۔ مگر نماز جماعت میں کبھی غیر حاضر نہ ہوئے نہ دیگر عبادات میں کمی آئی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید الخدری ان رجلاً من المسلمین

قال یارسول اللہ ارأیت ھذہ الامراض التی تصیبنا مالنا فیھا؟ قال کفارات فقال اُبی بن کعب یارسول اللہ وان قلّت قال وان شوکۃ فما فوقھا فدعا اُبی رضی اللہ عنہ ان لا یفارقہ الوعک حتی یموت وان لا یشغلہ عن حج ولا عمرۃ ولا جھاد ولا صلاۃ مکتوبۃ فی جماعۃ قال فما مس انسان جسدہ الا وجد حرّہ حتی مات۔ رواہ احمد۔

آپ کی تاریخ وفات ۳۰ھ ہے۔ خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ بقیع میں مدفون ہیں۔ آپ بدری ہیں تمام غزوات میں شریک رہے۔

ابن الرقاع الشاعر۔ وہ بیان لا تاخذہ سنۃ ولا نوم میں مذکور ہے۔

ابن رقاع شاعر ہے۔ وھو عدیّ بن زید بن مالک بن عدی بن الرقاع۔ من عاملۃ حیّ من قضاعۃ۔ رقاع بروزن کتاب عدی کے جدّ کا جدّ ہے۔ جدِّ جدّ کی شہرت کی وجہ سے وہ اس کی طرف منسوب ہوتے عدی اسلامی شاعر ہے۔ بنوامیہ کے خصوصاً ولید بن عبدالملک کے مدّاح تھے۔ جریر کا معاصر تھا۔ وہ شام میں رہتا تھا۔ اس کی بیٹی بھی شاعرہ تھی۔ ایک مرتبہ چند شعراء ابن الرقاع سے شعری مقابلہ کے لیے اس کے گھر پر گئے وہ موجود نہ تھا، اس کی بیٹی نے جو نابالغ تھی ان کی فخریہ باتیں سنیں تو باہر آکر ان سے کہنے لگی ؎

تجمّعتم من کل اوبٍ بلدۃٍ علی واحد لا زلتم قرن واحد

وہ لوگ یہ سن کر واپس ہوگئے اور سمجھ گئے کہ جب اس کی یہ چھوٹی سی لڑکی اتنی شاعرہ ہے پھر باپ تو بہت بڑا شاعر ہوگا اس کا مقابلہ مشکل ہے۔ ابن رقاع بڑا اچھا شاعر تھا۔

کذا فی الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۲ ص ۵۱۵۔ وکذا فی الاغانی وغیر ذلک۔ اغانی ج ۹ ص ۳۰۰۔ و طبقات ابن سلام ۵۵۸۔ مؤتلف ص ۱۱۶ سمط ص ۳۰۹ معجم مرزبانی، ص ۲۵۳۔ نہایۃ الارب ج ۴ ص ۲۴۶۔ طرائف ادبیہ ص ۸۱ میں اس کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

ابو علی رحمہ اللہ۔ الم کی بحث کی ابتداء میں وہ مذکور ہیں۔

مباحثِ نحویہ میں جب مطلق ابوعلی کا ذکر آئے تو ابوعلی فارسی مراد ہوتے ہیں۔ ابوعلی فارسی مشہور امامِ نحو ہے وھو الحسن بن احمد بن عبدالغفار بن محمد الفارسی النحوی۔ ابوعلی علمِ عربیت کے امام تھے۔ آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔ آپ نے علم امام زجاج و ابن السراج و مبرمان و ابوبکر خیاط وغیرہ سے حاصل کیا۔ تحصیلِ علم کے لیے بلادِ شام میں گھومے۔ بغیۃ الوعاۃ میں ہے ص ۲۱۶ وقال کثیر من تلامذتہ انہ اعلم من المبرد و برع من طلبتہ جماعۃ کابن جنی وعلی بن عیسی الربعی وکان متھمًا بالاعتزال اھ۔ حلب میں سیف الدولہ کے پاس مدت تک مقیم رہے پھر بغداد آئے اور تاحیات یہاں پر مقیم رہے۔ کتاب انباہ الرواۃ میں ان کا ترجمہ

موجود ہے۔ وفیہ، قدم بغداد واخذ من علماء النحو بہا وعلت منزلتہ فی النحو اھ۔ انباہ الرواۃ۔ ص ۲۵۳۔
خطیب لکھتے ہیں، ابوعلی فارسی فارس کے شہر فسا میں پیدا ہوئے۔ فسا شیراز سے سات فرسخ پر ہے۔ ابوعلی سلطان عضدالدولہ کے خواص میں سے تھے۔ عضدالدولہ کہا کرتا تھا انا غلام ابی علی النحوی فی النحو وغلام ابی الحسین الرازی الصوفی فی النجوم۔ عضدالدولہ کے لیے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جب ابوعلی نے کتاب الایضاح لکھ کر پیش کی تو عضدالدولہ نے کہا ما زدت علی ما اعرف شیئا وانما یصلح ھذا للصبیان فمضی وصنف التکملۃ وحملھا الیہ فلما وقف علیھا قال غضب الشیخ وجاء بما لا نفھمہ نحن ولا ھو وکان معہ یوما فی المیدان فقال لہ بم ینتصب المستثنیٰ فقال بتقدیر استثنی فقال لہ لم قدرت استثنی فنصبت ھلا قدرت امتنع فرفعت فقال ھذا جواب میدانی فاذا رجعت قلت الجواب الصحیح قال السیوطی فی البغیۃ ص۲۱۶ والذی اختارہ ابوعلی فی الایضاح انہ بالفعل المقدم بتقویۃ الا وفی المسئلۃ سبعۃ اقوال حکیتھا فی جمع الجوامع انتھی بتصرف۔

علامہ یاقوت معجم الادبا ج ۴ ص ۲۵۴ پر ابوعلی فارسی کا یہ قول نقل کرتے ہیں لان اخطیٔ فی خمسین مسألۃ مما بابہ الروایۃ احب الی من ان اخطیٔ فی مسألۃ واحدۃ قیاسیّۃ اھ۔ وفیہ ان ابن جنی حکی عن ابی علی انہ کان یقول اخطیٔ فی مائۃ مسألۃ لغویۃ ولا اخطیٔ فی واحدۃ قیاسیّۃ اھ۔

ابوعلی شاعر نہیں تھے اور نہ شعر پر قادر تھے۔ ابن جنی کہتے ہیں کہ ابوعلی سے میں نے ان کا اپنا شعر کبھی نہیں سنا۔ ودخل الیہ فی بعض الایام رجل من الشعراء فجری ذکر الشعر فقال ابوعلی انی لاغبطکم علی قول ھذا الشعر فان خاطری لا یواتینی علی قولہ مع تحققی للعلوم التی ھی من موادہ فقال لہ ذلک الرجل فما قلت قط شیئا منہ البتۃ؟ فقال ابوعلی ما اعلم لی شعرًا الا ثلاثۃ ابیاتٍ قلتُھا فی الشیب وھی قولی ؎

خضبت الشیب لما کان عیبًا ۔۔۔ وخضب الشیب اولی ان یُعابا
ولم اخضب مخافۃ ھجر خلی ۔۔۔ ولا عیبًا خشیت ولا عتابا
ولکن المشیب بدا ذمیمًا ۔۔۔ فصیرت الخضاب لہ عقابا

فاستحسناھا وکتبناھا عنہ اھ۔

ابوعلی کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔ کتاب الحجۃ۔ کتاب التذکرۃ۔ ابیات الاعراب۔ الایضاح الشعری۔ الایضاح النحوی۔ مختصر عوامل النحو۔ المسائل الحلبیۃ۔ المسائل البغدادیۃ۔ المسائل الشیرازیۃ۔ کتاب الاغفال۔ المقصور والممدود۔ ابیات المعانی۔ کتاب تفسیر قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی

الصلوٰۃ فاغسلوا الآیۃ وغیرہ۔ ابوعلی کی وفات بغداد میں ہوئی بتاریخ ۳۷۷ھ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر نوے ۹۰ سال سے زیادہ تھی۔

ابوتمام الشاعر۔ صم بکم عمی فهم لا یرجعون اور کلما اضاء لهم مشوا فیه واذا اظلم علیهم قاموا کی شرح میں مذکور ہے۔

ھو ابوتمام حبیب بن اوس بن الحارث بن قیس۔ ابوتمام اس کی کنیت ہے۔ سلسلۂ نسب یعرب ابن قحطان تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا آپ عربی النسب ہیں۔ بعض مستشرقین اس کی نسبت تادوس رومی کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ رومی النسل ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے شعراء سے ابوتمام کے مقابلے جاری تھے اور وہ شعراء اس کی مذمت میں اشعار کہتے تھے، مگر کسی نے بھی اس کی عربیت میں شک نہیں کیا اور نہ کسی نے غیر عربی ہونے کا طعنہ دیا۔

ابوتمام قریۂ جاسم من اعمال دمشق میں پیدا ہوا۔ بقول بعض شہر منبج کے قریب پیدا ہوا۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بقول راجح اس کی ولادت ۱۹۰ھ ۸۰۶ء ہے۔ اور بقول بعض ۱۸۰ھ ۷۹۶ء ہے یا ۱۸۸ھ ۸۰۴ء ہے۔

ابوتمام کے والدین بڑے غریب و مسکین تھے۔ والد خمّار یعنی شراب فروش تھا۔ باپ نے اسے دمشق میں ایک حائک یعنی جُلاہے کے پاس کام سیکھنے کے لیے بٹھا دیا۔ اسی طرح مدت تک ابوتمام طلبِ معاش میں ادھر اُدھر سرگرداں رہا۔ پھر حمص گیا اور حمص سے مصر پہنچا اور جامع مسجد فسطاط میں سقایہ یعنی پانی بھرنے کا شغل اختیار کیا۔ پھر تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوا۔ علماء و اُدباء کی مجالس میں جاتا رہا۔ ادب خصوصاً شعر گوئی میں مہارت حاصل کی۔ بڑا ذہین اور قوی حافظہ والا تھا۔ شعراء مصر مثل یوسف سراج وغیرہ سے مہاجاۃ جاری رہی۔ مصر میں پانچ سال سے زیادہ رہا۔ بعدہٗ اپنے علاقہ میں واپس آیا۔ خلیفہ مامون الرشید کی مدح کہہ کر اس تک پہنچنا چاہا لیکن یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ بعدہٗ معتصم نے اس کی بڑی تکریم کی اور مقربین میں شامل کرلیا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں حج کے لیے گئے پھر خراسان جاکر عبداللہ بن طاہر کی مدح کی اور آرمینیہ جاکر خالد بن یزید کی مدح لکھی۔ بلاد جبل جاکر محمد بن الہیثم کی مدح میں اشعار کہے۔ اسی طرح نیسابور و ابرشہر و موصل وغیرہ شہروں میں گئے۔ آخر کار موصل میں مقیم ہوگئے۔ موصل میں حسن بن وہب نے ایک اچھا عہدہ دے دیا یعنی محکمۂ ڈاک کا سربراہ مقرر کردیا۔ بڑے فصیح و حلو الکلام تھے اور بہت فطین و حاضر جواب تھے۔ اپنے آپ کو اشعر الشعراء سمجھتے تھے۔

حکایت ہے کہ معتصم کی مدح میں جب آپ مشہور قصیدہ سینیہ سناتے ہوئے اس شعر پر پہنچے ؎

اِقدامُ عمروٍ فی سماحۃ حاتم　　فی حلم احمد فی ذُکاء ایاس

کندی نے جو اس مجلس میں موجود تھے کہا الامیر فوق من وصفتَ۔ فاطرق ابوتمام رأسہ ثم قال ؂

لا تنکروا ضربی لہ مَن دونہٗ　　مثلاً شروداً فی الندیٰ والبأس

فاللہ قد ضرب الاقل لنورہٖ　　مثلاً من المشکاۃ والنبراس

جب قصیدہ آپ کے ہاتھ سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر موجود نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے فی البدیہہ یہ دو شعر لکھے تھے۔ یہ حکایت آپ کی شعری مہارت وسرعتِ خاطر اور حاضر جوابی پر دال ہے۔ ابوتمام کو جمع اشعار قدماء کی حرص تھی۔ آپ کی تالیفات یہ ہیں کتاب الاختیار من اشعار القبائل۔ کتاب الاختیارات من شعر الشعراء کتاب الفحول۔ یہ اجود قصائد پر مشتمل ہے۔ دیوان حماسہ۔ اختیار المقطعات۔ یہ مثل حماسہ ہے لیکن اس میں غزل سے ابتدا کی ہے۔ کتاب الاختیارات من شعر المحدثین۔ ابوتمام کے اشعار بڑے فصیح وبلیغ ہیں۔ قال صاحب الاغانی ابوتمام لطیف الفطنۃ دقیق المعانی غوّاص علیٰ مایستصعب منہا ویعسر متناولہ علی غیرہٖ اھ۔ صاحب مثل سائر کہتے ہیں ان اباتمام اکثر الشعراء المتاخرین ابتداعًا للمعانی وقد عددتُ معانیہ المبتدعۃ فوجدتُ مایزید علیٰ عشرین معنیً اھ۔ ابوتمام اشعار میں صنائع علم بدیع بہت کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ حتی قال لہ اسحاق الموصلی یاھذا لقد شققت علی نفسک ان الشعر لاقرب مماتظن۔ وقیل اراد المتنبی ان یسلک سبیلہ فوجدہٗ وعرًا اصعب المسالک فتحول عنہ۔

کئی علماء نے دیوان ابوتمام کی شرح وتعلیقات لکھی ہیں۔ ان شرّاح میں ابوریحان بیرونی وابوالعلاء معری وخطیب تبریزی (آپ نے دو شرح مطول ومختصر لکھی ہیں) وشیخ بدیعی وغیرہ داخل ہیں۔

تاریخ وفات محرم ۲۳۱ھ مطابق ۸۴۵ء ۸۴۶ء ہے۔ قبر شہر موصل میں ہے۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ ۔ آیت ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیٰوۃ الدنیا ویشہد اللہ علیٰ مافی قلبہ وھو الدّ الخصام کے شانِ نزول میں مذکور ہیں۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ابن عطیہؒ آپ کی صحابیت کے منکر ہیں قال ابن عطیۃ ماثبت قط ان الاخنس اسلم۔ لیکن ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے صحابی ہونے کو راجح کہا ہے وھو الاخنس بن شریق ابن عمرو بن وھب الثقفی ابوثعلبۃ حلیف بنی زھرۃ۔

آپ کا نام اُبَی تھا وانما لقب بالاخنس لانہ رجع ببنی زھرۃ من بدرٍ لما جاءھم ان اباسفیان نجا بالعیر فقیل خنس الاخنس ببنی زھرۃ۔

جنگِ بدر میں کفار کے ساتھ آئے تھے۔ اُس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ بعد میں اسلام لائے مؤلف

میں سے تھے۔ غزوۂ حنین میں شریک رہے۔ اوّل زمانہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں ان کا انتقال ہوا۔

اخنسؓ نے مدینہ منورہ میں آکر اظہارِ اسلام کیا۔ وقال اللہ یعلم انی صادق۔ ثم هرب بعد ذلك وارتد فمر بقوم من المسلمين فحرق لهم زرعا وقتل حمرا فنزل فيه ومن الناس من يعجبك قوله الى قوله بئس المهاد۔ كذا فی الاصابۃ۔ ارتداد کے بعد پھر دوبارہ مسلمان ہوئے۔

سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ بنوزہرہ سو یا تین سو تھے جو اخنس کے ساتھ جنگِ بدر سے کچھ قبل واپس ہوئے جب ابوسفیان نے قریش کو نجات کی اطلاع دی۔ اور ابوجہل نے بدر سے واپس جانے سے انکار کیا قال الاخنس لبنی زهرة یا بنی زهرة قد نجی الله اموالكم وانما نفرتم لذلك واجعلوا بی جبنها وارجعوا فانه لاحاجة لكم بان تخرجوا فی غیر منفعة وخلا بابی جهل فقال له اترى محمدا يكذب فقال ما كذب قط كنا نسميه الامين لكن اذا كانت فی بنی عبد المطلب السقاية والرفادة والمشورة فای شئ يكون لنا فانخنس الاخنس ورجع ببنی زهرة ثم اسلم يوم الفتح۔ وقال السهيلی انه قتل يوم بدر كافرا وتبعه على ذلك التلمسانی فی حاشية الشفاء۔ انتهى بحاصله۔ مافی السيرة الحلبيه ج ۲ ص ۱۵۳

ابن اُبیّ المنافق۔ واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کے بیان میں مذکور ہے۔

هو عبد الله بن ابی ابن سلول۔ یہ ابن اُبی رئیس المنافقین ہے۔ اس کی مذمت میں بہت آیات نازل ہوئی ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ اُبی اس کے باپ کا نام اور سلول اس منافق کی ماں کا نام ہے۔ بظاہر وہم ہوتا ہے کہ سلول ابی کی ماں یا اس کے باپ کا نام ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دونوں عبداللہ راس المنافقین کے والدین ہیں۔

لہٰذا اس عبارت عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے پڑھنے لکھنے میں تین امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

اوّل یہ کہ اُبیّ منوّن پڑھنا چاہیے۔

دوم یہ کہ ابن سلول مرفوع ہے صفت عبداللہ ہے نہ کہ مجرور صفت ابی۔ بہرحال یہ اعراب عبداللہ کا تابع ہے رفع و نصب و جر میں۔

سوم ابن سلول میں ابن کا الف لکھنا لازم ہے۔

اُبی کے باپ کا نام مالک بن الحارث بن عبید بن مالک بن سالم ہے۔

ابن اُبی راس المنافقین قبیلہ خزرج کا رئیس تھا۔ اس کی موت نبی علیہ السلام کی حیات میں ہوئی۔ آپؐ نے اپنی قمیصِ مبارک بطور کفن اس کے لیے عطا فرمائی نیز اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت تک

منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ یہ سب کچھ نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ کے اکرام اور انہیں خوش کرنے کے لیے کیا کیونکہ اس کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بڑے مخلص اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے ان کا نام حباب تھا پھر نبی علیہ السلام نے اسے بدل کر عبداللہ رکھا، باپ کا نام بھی عبداللہ تھا۔ عبداللہ بن عبداللہؓ نے نبی علیہ السلام سے اپنے منافق باپ کے قتل کی اجازت مانگی تاکہ اس منافق کی اذیت ختم ہو جائے لیکن نبی علیہ السلام نے قتل سے منع فرمایا۔ عبداللہ بن عبداللہؓ جنگِ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔

الاشعری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لاٰدم الآیۃ کے بیان کے آخر میں مذکور ہیں۔ اسی طرح بسملہ کی بحث کے آخر میں بھی مذکور ہیں۔

ھو ابوالحسن علی بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبداللہ بن موسیٰ بن بلال بن ابی بردۃ عامر بن ابی موسیٰ الاشعری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابوالحسن اشعری اہل السنۃ والجماعۃ کے امام ہیں۔ سید المتکلمین القائم بنصرۃ مذہب السنۃ ورأس ائمۃ علم الکلام ہیں۔ اہل حق کو اشعریہ آپ کی نسبت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ آفتاب کی طرح مشہور ہیں۔ علم کلام کے اصول آپ نے قرآن وسنت سے اخذ کرکے وضع کیے۔

اشعری کی تاریخ پیدائش ۲۶۰ھ ہے۔ وقیل ولد فی ۲۷۰ھ بالبصرۃ۔

بہت سے علماء نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ ابن عساکر نے آپ کا ترجمہ ایک کامل جلد میں ذکر کیا ہے۔ متعدد کتابوں میں آپ کا تفصیلی ترجمہ مذکور ہے۔ مثل کتاب الانساب ج ۱ ص ۲۶۶ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴۶، المنتظم ج ۶ ص ۳۳۲، الخطط المقریزیۃ ج ۲ ص ۳۵۹، دیباج مذہب ص ۱۹۳، البدایۃ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۸۷، تبیین کذب المفتری لابن عساکر۔ یہ ساری کتاب آپ کی طرف سے دفاع میں ہے۔ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۴۵، الجواہر المضیئۃ ج ۱ ص ۳۵۳۔

ابوالحسن اشعریؒ اوّلاً معتزلی تھے ابوعلی جبائی کے تلمیذ تھے۔ پھر اعتزال اور عقائدِ معتزلہ سے تائب ہوئے۔ بصرہ کی جامع مسجد میں بروز جمعہ منبر یا کرسی پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اُعرّفہ بنفسی انا فلان بن فلان کنتُ اقول بخلق القراٰن وان اللہ لا تراہ الابصار وان افعال الشر انا افعلہا وانا تائب مقلعٌ معتقد للرد علی المعتزلۃ مخرج لفضائحہم ومعایبہم انتھی مافی وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۸۵۔

بقول ابن حزم آپ کی تصانیف کی تعداد ۵۵ ہے۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں، کتاب اللمع۔

الموجز۔ ایضاح البرہان۔ کتاب التبیین عن اصول الدین۔ کتاب الشرح والتفصیل فی الرد علی اہل الافک و التضلیل وغیرہ۔

آپ عمر بھر معتزلہ وملاحدہ و رافضہ وجہمیہ وخوارج ودیگر اہل بدع کی تردید کرتے رہے۔ ابوبکر صیرفیؒ فرماتے ہیں۔ کانت المعتزلۃ قد رفعوا رؤسھم حتی اظہر اللہ الاشعری فجحرھم فی اقماع السمسم وکان یأکل من غلۃ ضیعۃ وقفھا جدہ بلال بن ابی بردۃ بن ابی موسی علی عقبہ وکانت نفقتہ فی کل یوم سبعۃ عشر درھماً، کذا قال الخطیب۔

تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ۳۲۴ھ وعند البعض فجاۃً ۳۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ وقیل ۳۳۳ھ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وکان فیہ دعابۃ ومزاح کثیر اھ۔

ابوعمرو بن عمار بن العریان بن عبداللہ التمیمی المازنی البصری النحوی القاری المقریؒ۔ آپ ابوعمرو بن العلاء کی نسبت کے ساتھ معروف ہیں۔

ابوعمرو قراء سبعہ میں سے ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ کا نام زبان ہے وعند البعض عریان ہے وعند البعض یحیٰی وعند البعض جزء، وعند البعض یہی کنیت آپ کا نام ہے۔ آپ بہت بڑے قاری ومقری وعالم عربیت ونحو واخبار عرب تھے۔

آپ نے قرآن مجید باقراءت پڑھا ہے حمید بن قیس اعرج ویحیی بن یعمر ومجاہد وسعید بن جبیر وعکرمہ وعبداللہ ابن کثیر وغیرہ سے۔ رحمہم اللہ۔

اور آپ سے قرآن باقراءت مندرجہ ذیل علماء نے پڑھا ہے۔ عبدالوارث بن سعید وحماد بن زید ومعاذ ابن معاذ وہارون اعور و یونس بن حبیب نحوی ویحیی بن المبارک یزیدی وابوبکر بکراوی وخارجہ بن مصعب و عبدالوہاب بن عطاء وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

آپ روایت حدیث کرتے ہیں اپنے والد سے اور انس رضی اللہ عنہ وحسن بصری وابن سیرین و نافع مولیٰ ابن عمر وبدیل بن میسرہ وعطاء بن ابی رباح ومجاہد وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی معاذ بن العلاء، وشعبہ وحماد بن زید ووکیع وہارون بن موسیٰ نحوی واصمعی وغیرہ۔

قال الدوری عن ابن معین ھو ثقۃ وقال ابوحیثمۃ کان ابوعمرو رجلاً لاباس بہ لکنہ لم یحفظ ابوعبیدہ معمر بن مثنی کہتے ہیں کان ابوعمرو اعلم الناس بالقرآن والعربیۃ والعرب ایامھا والشعر۔ وقال فیہ الفرزدق

مازلت افتح ابواباً واغلقھا حتی رأیت اباعمرو بن عمار

ابوبکر بن مجاہدؒ فرماتے ہیں کان ابو عمروؒ مقدماً فی عصرہ عالماً بالقراءۃ ووجوھھا قدوۃ فی العلم واللغۃ امام الناس فی العربیۃ وکان مع علمہ باللغۃ وفقھہ بالعربیۃ متمسکاً بالاٰثار لا یکاد یخالف فی اختیارہ ماجاء عن الائمۃ قبلہ وکان حسن الاختیار غیر متکلف وکان فی عصرہ بالبصرۃ جماعۃٌ من اھل العلم بالقراءۃ لم یبلغوا مبلغہ والیٰ قراءتہ صار اھل البصرۃ اواکثرھم۔ وقال ابوعبید القاسم بن سلام رأیتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فعرضتُ علیہ اشیاءً من قراءۃ ابی عمروؒ فما ردّ علیّ الا حرفین۔

نصر بن علی الجھضمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ قال لی شعبۃ انظر ما یقرأ بہ ابو عمروؒ فما یختار لنفسہ فاکتبہ فانہ سیصیر للناس استاذاً۔

ابوعمرو بن العلاء کے ترجمہ وتفصیل کے لیے دیکھیے کتاب نور القبس ص۲۵ ونزہۃ الالباء ص۱۵ وغایۃ النہایۃ ج۱ ص ۲۸۸ وعبر الذہبی ج۱ ص ۲۲۳ والشذرات ج۱ ص ۲۳۷ وطبقات الزبیدی، ص ۱۷۶ والمعارف ص ۵۳۱ واخبار النحویین البصریین ص ۲۲ ومراتب النحویین ص ۱۳ وغیرہ۔

ابوعمرو بن العلاء بڑے زاہد متقی وعابد تھے۔ مرجع عوام وخواص واخص الخواص تھے۔ اوّلاً بہت کچھ لکھا پھر طریقہ زہد وعبادت اختیار کرکے سب کتابیں اوروں کو دیدیں۔

ابن خلکان لکھتے ہیں وکانت کتبہ التی کتب عن العرب الفصحاء قد ملأت بیتاً لہ الی قریبٍ من السقف ثم انہ تنسّک فاخرجھا کلھا فلما رجع الی علمہ الاول لم یکن عندہ الا ما حفظہ بقلبہ۔

ابوعمروؒ ابتداء سے محبِّ علم وعاشقِ علومِ عربیت تھے اور یہی عشق آخر عمر تک باقی رہا اور بڑھتا ہی رہا۔

ابوعمروؒ فرماتے ہیں کہ حجاج ثقفی ظالم میرے والد کا دشمن تھا ہم اس کے خوف سے یمن کی طرف بھاگ گئے فانا لنسیر بصحراء بالیمن اذ لحقنا لاحق ینشد ؎

ربما تکرہ النفوسُ من الامـــر لہ فرجۃٌ کحلِّ العِقال

قال فقال لہ ابی ما الخبر؟ قال مات الحجاج قال ابو عمروؒ فانا بقولہ لہ فرجۃ اشدّ سروراً منی بموت الحجاج قال فقال ابی اصرف رکابنا الی البصرۃ وکنت ابن نحو بضع وعشرین سنۃً یقال فَرجۃ بالفتح بین الامرین وبالضم بین الجبلین۔ طبقات زبیدی ص۳۰ ووفیات ج ۳ ص۴۶۷ میں اصمعی کی یہ روایت مذکور ہے: قال حدّث الاصمعی عن ابی عمرو بن العلاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین غرّۃ عبدٍ اوامۃ۔ لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد بالغرّۃ معنیً لقال فی الجنین عبد اوامۃ ولکنّہ عنی البیاض ولا یقبل فی الدیۃ الا غلام ابیض اوجاریۃ بیضاء لا یقبل فیھا اسود ولا سوداء وھذا غریب۔

ابن مناذر کہتے ہیں میں نے ابوعمرو سے پوچھا حتیٰ متیٰ یحسن بالمرء ان یتعلم؟ قال مادامت الحیاۃ تحسن بہ۔

ابوعمروؒ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۶۸ھ یا ۶۹ھ یا ۷۰ھ میں ہوئی۔

اور آپ کا سنہ وفات ۱۵۴ھ اور بقول آخر ۱۵۹ھ ہے۔ کوفہ میں مدفون ہیں۔

ولما حضرتہ الوفاۃ کان یغشیٰ علیہ ویفیق فافاق من غشیۃ لہ فاذا ابنہ بشرؒ یبکی فقال مایبکیک وقد اتت علیّ اربع وثمانون سنۃ۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں قراءۃ ابی عمروؒ احبّ القراءات الیّ ولما قدم المدینۃ اسرع الناسُ الیہ للقراءۃ علیہ وکانوا لا یعدّون قارئًا من لم یحضر لدیہ۔

فائدہ۔ قرأ ابوعمروؒ علیٰ جماعۃ من التابعین بالحجاز والعراق منھم ابن کثیرؒ ومجاھد وسعید بن جبیر علی ابن عباس علی ابیؓ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایضًا قرأ ابوعمروؒ علیٰ ابی جعفر القاری علی ابن عباس وعلیٰ عاصم وعلی الحسن البصری وعطاء وعکرمۃ وابن محیص وغیرھم۔

فائدہ۔ ابوعمرو بن العلاء کے رواۃ قراءت بہت ہیں۔ لیکن مشہور عند القراء والعلماء دو ہیں۔

اوّل، دوری وھو ابوعمر حفص بن عمر الدوری۔

دوم، سوسی وھو ابوشعیب صالح بن زیاد السوسی۔

دوری اور سوسی دونوں بالواسطہ راوی ہیں۔ یعنی دونوں نے قراءت یحیی بن المبارک یزیدی سے پڑھی اور یحیی بن المبارک نے ابوعمرو بن العلاء سے اخذ قراءت کیا۔

ابوُدُوادایادی شاعر۔ وصدّ عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام کی شرح میں مذکور ہے شہاب خفاجیؒ فرماتے ہیں ابو دؤاد بھمزۃ اوبواو بولس سعاد واھمال الدالین شاعر من ایاد مشھور اسمہ جاریۃ اھ۔ عنایۃ القاضی۔ ج ۲ ص ۳۰۲۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء میں لکھتے ہیں۔ ابودؤاد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ہو جاریۃ ابن الحجاج۔ اور اصمعی کے نزدیک اس کا نام حنظلۃ بن الشرقی ہے۔ ابودؤاد کا دیوان مطبوع ہے۔ اس کا ترجمہ اغانی ج ۱۵ ص ۹۱ میں وکتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۱۶۱ وخزانۃ الادب ج ۴ ص ۱۹ وشواہد مغنی ص ۱۲۴ میں مفصلًا مذکور ہے۔ بعض بادشاہوں نے ابودواد کو قتل کی دھمکی دی تھی تو اس نے یمن کے بادشاہ کے پاس پناہ لی تو جار ابی دواد ضرب المثل بن گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے حارث بن ہمام بن مرۃ نے اور عند البعض کعب بن مامہ نے پناہ دی تھی۔ ابودواد گھوڑے کی تعریف ووصف میں مشہور ہے۔ اصمعی کہتے ہیں والعرب لا تروی شعر ابی

دؤاد وعدی بن زید وذلك لان الفاظهما لیست بنجدیة اھ۔ خطیئہ اسے اشعر الناس کہتے تھے۔

ابو دؤاد کے یہ دو شعر ضرب المثل اور بہت مشہور ہیں۔ اول یہ شعر ؎

اکلّ امرئٍ تحسبین امرءًا ونارًا تحرّق باللیل نارًا

اور یہی شعر قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ دوم یہ شعر ؎

الماء یجری ولا نظام له لو وجد الماء مخرقا خرقه

کذا فی کتاب الشعر والشعراء۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ تفسیر الذین یؤمنون بالغیب میں مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الصحابی رضی اللہ عنہ۔

آپ قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ بدری ہیں۔ ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات نبی علیہ السلام کے نعلین مبارک اٹھائے رہتے اور محفوظ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صاحب النعلین کے نام سے مشہور ہیں۔ بحکم نبی علیہ السلام ہجرت سے پہلے زبیرؓ سے اور بعد الہجرۃ سعد بن معاذؓ سے مواخاۃ تھی۔ آپ کی والدہ ام عبد بنت عبد ود بن سواء من ہذیل بھی اسلام لے آئی تھیں۔ اور ہجرت کی تھی۔ ابن مسعودؓ چھٹے مسلمان ہیں۔ آپ سے قبل صرف پانچ اشخاص مسلمان ہوئے تھے قال ابن مسعود لقد رایتنی سادس ستة ما علی الارض مسلم غیرنا۔ رواہ الطبرانی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تین ہجرتیں کیں۔ اولاً حبشہ کی طرف۔ پھر یہ افواہ سُنی کہ اہلِ مکہ مسلمان ہوگئے تو واپس مکہ مکرمہ آئے لیکن وہ غلط افواہ ثابت ہوئی۔ پھر دوبارہ حبشہ گئے۔ پھر وہاں سے جنگِ بدر سے کچھ قبل مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے گھر میں آپ کا کثرت سے آنا جانا تھا۔ وفی صحیح مسلم عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنك علیّ ان ترفع الحجاب وتسمع سوادی حتی انھاك۔

آپ کا علمی تبحر صحابہؓ میں مسلّم تھا قال علیہ السلام خذوا القرآن من اربعة من عبد اللہ وسالم مولی ابی حذیفة ومعاذ وابی بن کعب۔ ان چاروں میں عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام سب سے پہلے مذکور ہے۔ وقال فیہ عمر رضی اللہ عنہ کنیف ملئ علمًا۔ وقال علیہ السلام تمسکوا بعھد ابن ام عبد۔ رواہ الشیخان۔

آپ کے تین بیٹے تھے عبد الرحمٰن وعتبہ وابو عبیدہ۔ ایک بار بیمار ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عیادت کرتے ہوئے پوچھا ماتشتکی؟ قال ذنوبی۔ قال فما تشتھی؟ قال رحمة ربی۔ قال الا آمر لك بطبیب؟ قال الطبیب امرضنی۔ قال الا آمر لك بعطاء؟ قال لا حاجة لی فیہ۔ قال یکون لبناتك قال اتخشی علی

بناتی الفقر انی امرتهن ان یقرأن کل لیلۃ سورۃ الواقعۃ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قرأ سورۃ الواقعۃ کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابداً۔

آپ سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں ۶۴ متفق علیہ ہیں اور ۲۱ میں امام بخاری منفرد اور ۳۵ میں امام مسلم منفرد ہیں۔

فقہ حنفی میں آپ کی روایات پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے وقد قالوا زرعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وسقاہ علقمہ وحصدہ ابراھیم النخعی وداسہ حماد وطحنہ ابوحنیفۃ وعجنہ ابویوسف وخبزہ محمد فسائر الناس یأکلون من خبزہ۔

آخر وقت کوفہ میں رہائش اختیار کی اور کوفہ ہی میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں وفات پائی اور عند البعض وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں کئی جگہ ہوا ہے۔ آپ حبر الامۃ و بحر و رئیس المفسرین کے القاب سے مشہور ہیں کیونکہ آپ وسیع العلم تھے۔ قال ابن مسعود نعم ترجمان القرآن ابن عباس۔

آپ آخر میں مرکز علم و مرکز فتاوے بن گئے تھے۔ دور دراز علاقوں سے مسائل و علوم دریافت کرنے اور سیکھنے کے لیے علماء و عوام آپ کے پاس آتے تھے۔ عبادلہ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ بقیہ تین عبادلہ ابن عمرؓ و ابن زبیرؓ و ابن عمروؓ ہیں۔

آپ چھٹے کثیر الروایات صحابہ میں سے ہیں قال الامام احمد ستۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الروایۃ عنہ وعمروا وھم ابوھریرۃ ثم ابن عمر ثم جابر وابن عباس وانس وعائشۃ رضی اللہ عنہم

آپ بڑے جمیل و حسین تھے قال عطاء ما رأیت القمر لیلۃ اربع عشرۃ الا ذکرت وجہ ابن عباس وقال سفیان بن عیینۃ کان الناس ثلاثۃ ابن عباس فی زمانہ والشعبی فی زمانہ وسفیان الثوری فی زمانہ۔ حسب قول امام احمد آپ کی وفات شہر طائف میں ۶۸ھ میں ہوئی اور بقول بعض ۷۰ھ میں۔

وعن میمون بن مہران قال شھدت جنازۃ ابن عباس فلما وضع لیصلی علیہ جاء طائر ابیض فوقع علی اکفانہ فدخل فیھا فالتمس فلم یوجد فلما سوی علیہ التراب سمعنا من یسمع صوتہ ولا یری شخصہ یقرأ یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۷۵۔

آپ آخر میں نابینا ہوگئے تھے اسی طرح آپ کے والد عباس رضی اللہ عنہ اور دادا عبد المطلب بھی آخر میں نابینا ہوگئے تھے۔

وثبت فی صحیح البخاری ان النبی علیہ السلام ضم ابن عباس الی صدرہ وقال اللھم علمہ الکتاب۔ فی روایۃ علمہ الحکمۃ وفی روایۃ مسلم اللھم فقہہ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ آیت والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

آپ زاہد و کثیر العبادت صحابی ہیں۔ اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبل بلوغ اسلام لائے اور ہجرت کی۔ غزوۂ بدر میں صغر سنی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے اور غزوۂ اُحد میں شرکت مختلف فیہ ہے۔ وفی الصحیحین انہ قال عرضتُ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام احد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ فلم یجزنی و عرضتُ علیہ یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ فاجازنی۔

اتباعِ سنت کا جذبہ آپ پر غالب تھا اس لیے شدۃ ابن عمر فی الاتباع مشہور تھے حتی انہ ینزل منازلہ ویصلی فی کل مکان صلی فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویبرك ناقتہ فی مبرك ناقتہ و نقلوا ان النبی علیہ السلام نزل تحت شجرۃ فکان ابن عمر یتعاھدھا بالماء لئلا تیبس۔ کذا ذکرالنووی فی التھذیب ج ۱ ص ۲۷۹۔ قال النووی قل نظیرہ فی المتابعۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل شئ من الاقوال والافعال وفی الزھادۃ فی الدنیا۔ اھ۔

وکان اذا قرأ ھذہ الآیۃ الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ بکی حتی یغلبہ البکاء۔

آپ سے ۱۶۳۰، احادیث مروی ہیں۔ ۱۷۰ متفق علیہ ہیں اور ۸۱ پر بخاری اور ۳۱ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۷۳ھ میں ہوئی۔ مقام محصب میں مدفون ہیں۔

ابوزید رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ وعلی الوارث مثل ذلك کے بیان میں مذکور ہیں۔ فقہاء کبار وائمہ دین وعلم میں کنیتِ ابوزید سے مشہور تین علماء ہیں۔ اول علمِ فقہ میں۔ دوم علمِ حدیث میں۔ سوم تصوف و زہد میں معروف ہیں۔ یہاں پر ہم تینوں کے احوال جو فوائدِ کثیرہ پر مشتمل ہیں درج کرتے ہیں۔ البتہ تفسیر بیضاوی میں ابوزید ثالث مراد نہیں ہیں۔

اوّل ابوزید قاضی رحمہ اللہ۔ ھو ابوزید حماد بن دلیل قاضی المدائن رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ ابوزید تلمیذ ہیں سفیان ثوری وحسن بن عمارہ وعمر بن نافع وابوحنیفہ رحمہم اللہ کے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں سلیمان بن محمد مبارکی وابورجا مسلم بن صالح وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
ابوزید نے علم فقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ تاریخ بغداد میں آپ کا ترجمہ وحال درج ہے۔
حسن بن عثمان کی روایت ہے کان الفضیل بن عیاض یقول فی ابی حنیفۃ واصحابہ فاذا اسئل عن مسئلۃ یقول ائتوا ابازید فسلوہ وکان ابوزید رجلاً اعمیٰ من اصحاب ابی حنیفۃ فقیل لہ انک تقول فی ابی حنیفۃ و اصحابہ ماتقول فاذا اسئلت عن مسئلۃ دللت الیھم فقال ویلک ھم طلبوا ھذا الامر ھم احق بھذا الامر۔
کذا فی تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۱۵۲۔
فضیل بن عیاض کا یہ قول شاہد عدل ہے اس بات پر کہ کل علماء مذاہب کے نزدیک مسائل اسلام و فقہ کے سب سے زیادہ جاننے والے ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں۔ اور ان کی مہارت اس سلسلہ میں سب کے نزدیک مسلّم تھی۔ (وعن مھنی قال سالت احمد بن حنبل عن حماد بن دلیل قال کان قاضی المدائن لم یکن صاحب حدیث کان صاحب رأی قلت سمعت منہ شیئاً؟ قال حدیثین وسئل ابن معین عنہ فقال ثقۃ وقال ابن عمار حماد بن دلیل کان قاضیاً علی المدائن فھرب منھا وکان من ثقات الناس رأیتہ بمکۃ یبیع البز وقال ابوداؤد لیس بہ بأس۔
دوم۔ دوسرے ابوزید مشہور محدث وامام ہیں۔ یحیی بن سعید قطانؒ کے تلمیذ ہیں۔ یحیی بن سعید امام احمدؒ کے بھی استاذ ہیں۔ ان دوسرے ابوزید کا نام ونسب یہ ہے ھو عمر بن شبۃ بن عبیدۃ بن زید ابوزید النمیری البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔
ابوزید بصری روایت حدیث کرتے ہیں محمد بن جریر غندر وعبدالوہاب ثقفیؒ ویحیی بن سعید قطانؒ وعبدالرحمن ابن مہدی وابی زکریا وغیرہ رحمہم اللہ سے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا وابوشعیب حرانی وابوالقاسم بغوی ومحمد بن مخلد رحمہم اللہ
خطیبؒ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۰۸ پر لکھتے ہیں وکان ابوزید البصری ثقۃ عالما بالسیر وایام الناس ولہ تصانیف کثیرۃ قدم بغداد ونزل بسر من رأیٰ فی اٰخر عمرہ وبھا توفی اھ۔ ابوزید بصری فرماتے ہیں قدم وکیع ابن الجراح عبادان لمنعت من الخروج الیہ لحاجۃ فرأیتہ فی النوم یتوضأ علی شاطیٔ دجلۃ من کوخ فقلت یا اباسفیان حدثنی بحدیث فقال حدثنا اسماعیل بن قیس قال قال عبداللہ رضی اللہ عنہ کان خیر المشرکین اسلاماً للمسلمین عمر رضی اللہ عنہ قال ابوزید فحفظتہ فی النوم۔ احمد بن اسحٰق تنوخیؒ فرماتے ہیں کنا نمضی الی عمر بن شبۃ ویجیٔ الینا ثم صرنا نزورہ ولا یزورنا فعاتبتہ فانشأ یقول ؎

أَشُدُّ مِن نفسی و ما تَشتدّ　　　وقد مضت ثمانون لی تعدّ

ایام ترتزی و لیال بعد　　　کأنّ ایام الحیاۃ تعدو

ابو علی عنزیؒ کہتے ہیں کہ شہر سُرَّ من رأیٰ میں میری موجودگی میں ابو زید بصری کا امتحان لیا گیا فقال ابو زید القرآن کلام اللہ لیس بمخلوق فقالوا لہ فتقول من وقف فھو کافر فقال لا اکفّر احدًا فقالوا لہ انت کافر ومزّقوا کتبہ فلزم بیتہ وحلف ان لا یحدّث شہرًا۔ ابو زید بصریؒ بہت بڑے محدّث و امام علم حدیث ہیں۔ ان کی وفات سرّ من رأیٰ میں بروز پیر ۲۵ جمادی الآخرہ ۲۶۲؁ھ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ماہ رجب ۱۷۳؁ھ ہے۔

سوم، ابو زید عجلی صوفی رحمہ اللہ۔ وھو ابو زید العجلی۔ آپ کا نام معضد ہے۔ امام عارف باللہ، ورع وکثیر العبادۃ تھے۔

حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابو نعیمؒ نے ان کے کچھ احوال لکھے ہیں۔ بلال بن سعد حضرت معضد ابو زید کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال معضدؒ لولا ثلاث ظمأ الھواجر وطول لیل الشتاء ولذاذۃ التھجّد بکتاب اللہ عز و جلّ ما بالیتُ ان اکون یعسوبًا۔

ایک غزوہ میں کفار کے ایک چھوٹے پتھر کے لگنے سے زخمی ہوئے اور یہی موت کا سبب بنا۔ عن عبد الرحمٰن بن یزید قال خرجنا فی جیش فیھم علقمۃ ویزید بن معاویۃ النخعی وعمرو بن عتبۃ ومعضد قال فخرج عمر بن عتبۃ وعلیہ جبّۃ جدیدۃ بیضاء فقال ما احسن الدم یتحدّر علی ھذہ فخرج فتعرّض للقصر ای قصر الکفار فاصابہ حجرٌ فشجّہ قال فتحدّر علیھا الدم ثم مات منھا فدفنّاہ قال وخرج معضد العجلی یتعرّض للقصر فاصابہ حجر فشجّہ فجعل یلمسھا بیدہ ویقول انھا لصغیرۃ وان اللہ لیبارک فی الصغیرۃ قال فمات منھا فدفنّاہ۔

وعن علقمۃ قال حاصرنا مدینۃً ای فی غزوۃ فاعطیتُ معضدًا ثوبًا لی فاعتجر بہ فاصابہ حجر فی رأسہ فجعل یمسحھا وینظر الیّ ویقول انھا لصغیرۃ وان اللہ لیبارک فی الصغیر فاصابہ من دمہ قال فغسلتُہ فلم یذھب وکان علقمۃ یلبسہ ویصلّی فیہ ویقول انہ لیزیدہ الیّ حبًّا ان دم معضد فیہ۔ کذا فی الحلیۃ ج۴ ص۱۵۹

ابو زید معضد تابعی ہیں اور علقمہ تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ کے معاصر ہیں۔

آزر۔　تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلّھا میں مذکور ہے۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے یا چچا۔ آزر کا اصلی نام تارح ہے۔ امام سہیلی لکھتے ہیں وآزر قیل معناہ یا اعوج وقیل ھو اسم صنم وانتصب علی اضمار الفعل فی التلاوۃ وقیل ھو اسم لابیہ کان یسمّی تارح وآزر و ھذا ھو الصحیح لمجیئہ فی الحدیث منسوبًا الی آزر۔ انتھی ما فی الروض الانف ج۱ ص۹۔

قرآن شریف میں آزر مذکور ہے۔ یہ کافر تھا۔ ابراہیم علیہ السلام اور آزر کا مکالمہ قرآن میں مذکور ہے جس سے اس کا مشرک و کافر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ قال یا ابت انی قد جاءنی من العلم مالم یأتك فاتبعنی اهدك صراطاً سویًا۔ یاابت لاتعبد الشیطان ان الشیطان كان للرحمٰن عصیًا۔ الی قوله۔ قال اراغب انت عن الهتی یا ابراهیم لئن لم تنته لارجمنك واهجرنی ملیًا۔ قال سلام علیك ساستغفرلك ربی انه كان بی حفیًا۔ واعتزلكم وماتدعون من دون الله وادعوا ربی عسی ان لا اكون بدعاء ربی شقیًا۔

ابراہیم علیہ السلام آزر کے لیے استغفار کرتے تھے تاآنکہ آزر حالت کفر پر مرا اور اس کے عدو اللہ ہونے کا یقین ہوا تو پھر استغفار ترک کر دیا۔

قرآن میں ہے وماكان استغفار ابراهيم لابيه الا عن موعدة وعدها اياه فلما تبين له انه عدو لله تبرأ منه ان ابراهيم لاواه حليم۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ آزر بت تراش تھا۔ قرآن میں ہے واذ قال ابراهيم لابيه آزر اتتخذ اصنامًا آلهة انی اراك وقومك فی ضلال مبین۔

واخرج البخاری عن ابی هریرة مرفوعًا یلقی ابراهیم اباه آزر یوم القیامة وعلی وجه آزر قترة و غبرة فیقول له ابراهیم الم اقل لك لاتعصنی فیقول له ابوه فالیوم لا اعصیك فیقول ابراهیم یارب! انك وعدتنی ان لاتخزنی یوم یبعثون وای خزی اخزی من ابی الابعد فیقول الله تعالٰی انی حرمت الجنة علی الكافرین ثم یقال یا ابراهیم ماتحت رجلیك فینظر فاذا هو بذیخ متلطخ فیوخذ بقوائمه فیلقی فی النار۔

وفی البدایة ج ۱ ص ۱۴۲ لابن كثیر هذا یدل علی ان اسم ابی ابراهیم آزر وجمهور اهل النسب منهم ابن عباس علی ان اسم ابیه تارح واهل الكتاب یقولون تارخ بالخاء المعجمة فقیل انه لقب بصنم كان یعبده اسمه آزر قال ابن جریر والصواب ان اسمه آزر ولعل له اسمان علمان او احدهما لقب والآخر علم وهذا الذی قاله محتمل اه۔ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام امیلہ تھا اور مفسر و مورخ کلبی کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کی ماں کا نام ہے بونا بنت کربنا بن کرثی من بنی ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ فائدہ آزر کا کفر منصوص ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ آزر کفر پر مرا ہے۔ البتہ یہ بات مختلف فیہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے یا چچا۔ دونوں طرف علماء کرام نے ذہاب کیا ہے۔ جو علماء اسے عم ابراہیم سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اولاً اکثر محققین و اہل کتاب کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا بالحاء او بالخاء نہ کہ آزر۔ اخرج ابن ابی حاتم بسند فیه ضعف عن ابن عباس فی قوله تعالی واذ قال ابراهیم لابیه آزر۔ قال ان اب ابراهیم لم یكن اسمه آزر وانما كان اسمه تارخ واخرج ابن ابی شیبة وابن المنذر وابن ابی حاتم من طرق بعضها صحیح عن مجاهد قال لیس آزر اب ابراهیم۔

واخرج ابن المنذر بسند صحیح عن ابن جریج فی قوله تعالی واذ قال ابراهیم لابیه آزر قال لیس آزر بابیه انما هو ابراهیم بن تیرخ او تارخ بن شارخ بن ناحور بن فالخ۔

ثانیاً یہ کہ بعض روایات آثار میں سے صراحۃً عم کا اطلاق ہوا ہے۔ اخرج ابن المنذر فی تفسیره بسند صحیح عن سلیمان بن صرد الصحابی رضی الله عنه قال لما ارادوا ان یلقوا ابراهیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتی

ان کانت العجوز لتجمع الحطب فلما ارادوا ان یلقوہ فی النار قال حسبی اللہ ونعم الوکیل فلما القوہ قال اللہ یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم فقال عم ابراھیم من اجلی دُفع عنہ فارسل اللہ علیہ شرارۃ من النار فوقعت علی قدمہ فاحرقتہ۔

حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں فقد صرح فی ھذا الاثر بانہ عم ابراھیم وفیہ فائدۃ اخری وھو انہ مات فی ایام القاء ابراھیم فی النار وقد اخبر اللہ تعالی فی القرآن بان ابراھیم ترک الاستغفار لہ لما تبین لہ انہ عدو للہ ووردت الآثار بان ذلک تبین لہ لما مات مشرکاً وانہ لم یستغفر لہ بعد ذلک۔ کذا فی مسالک الحنفا فی والدی المصطفی ص۳۵ ۔

یہ ثالثاً، اثر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ آزر عمِّ ابراہیم علیہ السلام بابل میں القاء فی النار کے زمانے میں مر گیا تھا۔

اور اصحابِ تاریخ و علماء تفسیر کہتے ہیں کہ امتحان القاء فی النار کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے بابل ترک کر کے ارضِ کنعانیین کی طرف ہجرت کی۔ اور اس سفرِ ہجرت میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے والد تارخ بھی تھے اور آپ کی بیوی سارہؑ اور لوط علیہ السلام بھی شریکِ سفرِ ہجرت تھے۔ کما صرح بہ اہل التاریخ۔

اس سے دو امور معلوم ہوئے۔ اوّل یہ کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے، کیونکہ آزر کی موت کے بعد بھی ان کے والد تارخ کافی مدت زندہ رہے۔

دوم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد مؤمن تھے اور حفاظتِ ایمان کی خاطر مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت نے یہ ہجرت کی تھی۔

اس وقت کل مسلمان ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آپ کے والد کے علاوہ دو اور یعنی لوط علیہ السلام اور سارہؑ بھی تھے۔ اگر آپ کے والد مسلمان نہ ہوتے تو ہجرت کیوں کرتے؟

یہ ایک قوی دلیل ہے جو اس عاجز کے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء فرمائی۔ حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ میں یہ دلیل ذکر نہیں کی۔ اس دلیل کا ماخذ البدایہ لابن کثیر ہے۔ چنانچہ ابن کثیر بدایہ ج ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں: قالوا فتزوج ابراھیم سارۃ وکانت عاقراً لا تلد قالوا وانطلق تارخ بابنہ ابراھیم وامرأتہ سارۃ وابن اخیہ لوط بن ھاران فخرج بھم من ارض الکلدانیین الی ارض الکنعانیین فنزلوا حران فمات فیھا تارخ ولہ مائتان وخمسون سنۃً وھذا یدل علی ان ابراھیم علیہ السلام لم یولد بحران وانما مولدہ بارض الکلدانیین وھی ارض بابل وما والاھا اھ۔

رابعاً، حافظ سیوطیؒ نے مسالک الحنفا میں دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے کل اجداد آدم علیہ السلام تک مؤمن تھے قال فی مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ ص۲۷ بعد بحث فعرف

من مجموع هذه الآثار ان اجداد النبی علیہ السلام کانوا مؤمنین بیقین من آدم الی زمن نمرود و فی زمنہ کان ابراھیم علیہ السلام و آزر، اھ۔

وقال الفخر الرازی رحمہ اللہ قیل ان آزر لم یکن والد ابراھیم بل کان عمہ واحتجوا علیہ بوجوہ منھا ان آباء الانبیاء علیھم السلام ما کانوا کفارا ویدل علیہ وجوہ منھا قولہ تعالی الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین۔ قیل معناہ انہ کان ینقل نورہ من ساجد الی ساجد ثم قال ومما یدل علی ان آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما کانوا مشرکین قولہ علیہ السلام لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات وقال تعالی انما المشرکون نجس فوجب ان لا یکون احد من اجدادہ مشرکا۔ اھ۔

نیز کئی احادیثِ مرفوعہ سے مذکورہ صدر دعوے کی تائید مستنبط کی جا سکتی ہے۔ مثلاً:۔

اخرج البیھقی فی دلائل النبوۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاُخرجتُ من بین ابوی فلم یصبنی شئ من عھد الجاھلیۃ وخرجتُ من نکاح ولم اُخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیتُ الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا۔

واخرج ابونعیم فی دلائل النبوۃ من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفی مھذبا لا تنشعب شعبتان الا کنتُ فی خیرھما خامسا۔ آزر و تارح کی وفات کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے والدین کے لیے دعا مغفرت کرتے ہیں جب کہ کافر کے لیے بعد الموت ایسی دعا حرام ہے۔

معلوم ہوا کہ آزر عمِ ابراہیم علیہ السلام ہے اور آپ کے والد کا نام تارح تھا نہ کہ آزر۔ اور نیز ثابت ہوا کہ آپ کے والد مؤمن تھے اور ان کی موت ایمان پر ہوئی تھی۔

قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کو مکہ مکرمہ میں چھوڑنے کے بعد یہ دعا کی ربنا انی اسکنتُ من ذریتی بواد غیر ذی زرع ، الی قولہ ربنا اغفر لی ولوالدیّ وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ فاستغفر لوالدیہ وذلک بعد ھلاک عمہ بمدۃ فنستنبط من ھذا ان المذکور فی القرآن بالکفر والتبری من الاستغفار لہ ھو عمہ لا ابوہ الحقیقی فللہ الحمد علی ما وفق والھم۔

روی ابن سعد فی الطبقات عن الکلبی قال ھاجر ابراھیم من بابل الی الشام وھو یومئذ ابن سبع وثلاثین سنۃ فاتی حران فاقام بھا زمانا ثم اتی الی الاردن فاقام بھا زمانا ثم خرج الی مصر فاقام بھا زمانا ثم رجع الی الشام فنزل السبع بین ایلیاء وفلسطین ثم ان بعض اھل البلد اذوہ فتحول من عندھم فنزل منزلا بین الرملۃ وایلیاء وروی ابن سعد عن الواقدی قال وُلد لابراھیم اسماعیل وھو ابن تسعین سنۃ۔ فعُرف من ھذین الاثرین ان

بين هجرته من بابل عقيب واقعة النار وبين الدعوة التي دعاها بمكة بضعًا وخمسين سنةً ۔

سوال ۔ جب آزر والدِ ابراہیم علیہ السلام نہ تھا تو قرآن شریف میں اس پر اَب کا اطلاق کیوں ہوا ؟

جواب ۔ عمّ پر لغتِ عرب وعرفِ شرع میں اَب کا اطلاق رائج وشائع ہے ۔ قال الله تعالیٰ : ام کنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰهك واله اٰبائك ابراهيم واسمٰعيل واسحٰق ۔ فاطلق علی اسمٰعيل لفظ الاب وهو عم يعقوب كما اطلق علی ابراهيم وهو جدّه ۔ واخرج عن ابی العالية فی قوله تعالیٰ واله اٰبائك ابراهيم واسمٰعيل قال سمی العم ابًا ۔

بلال رضی اللہ عنہ ۔ زيّن للذين كفروا الحيٰوة الدنيا ويسخرون من الذين اٰمنوا ۔ کے بیان میں مذکور ہیں ۔

هو بلال بن رباح الحبشی المؤذن ، رضی اللہ عنہ ۔ آپ کی والدہ کا نام حمامہ ہے ۔

کنیت میں کئی اقوال ہیں ۔ عند البعض ابو عبداللہ وعند البعض ابو عبدالکریم وعند البعض ابو عبدالرحمٰن ہے ، بلالؓ قدیم الاسلام والہجرۃ ہیں ۔ بدر واحد وخندق وغیرہ تمام مغازی میں شریک رہے ۔ نبی علیہ السلام کے خادم وخازن تھے ۔ کما روی ابونعیم ۔ آپ امیۃ بن خلف کے غلام تھے ۔ اصابہ میں ہے فكان امية يخرجه اذا حميت الظهيرة فيطرحه على ظهره فی بطحاء مكة ثم يأمر بالصخرة العظيمة على صدره ثم يقول لا يزال على ذلك حتی يموت او يكفر بمحمد فيقول وهو فی ذلك اَحَدٌ اَحَدٌ فمرّ به ابوبكر الصديق فاشتراه منه بعبد له اسود جلدٍ اه قدرت کے کرشمے عجیب ہیں اسی امیہ بن خلف کو جنگِ بدر میں بلالؓ نے قتل کر دیا ۔

بلال رضی اللہ عنہ کی پیدائش مکہ میں ہوئی ۔ قال النووی فی تهذيب الاسماء وكان بلالٌ ممن اسلم اوّل النبوة ومن اوّل من اظهر اسلامه اشتراه ابوبكر بخمس اواق وقيل بسبع وقيل بتسع واعتقه الله عزوجل اه سفر وحضر میں موذن رہے ۔ اسلام میں اوّل اذان دینے والے حضرت بلالؓ ہیں ۔ بقول بعض مورخین نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد بلالؓ نے اذان دینے سے انکار کرتے ہوئے ملکِ شام جاکر غزوات میں شمولیت کو ترجیح دی ۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ ہی موذن تھے ۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جہاد پر چلے گئے اور شام میں رہائش اختیار کی ۔ فتح بیت المقدس کے وقت ایک بار حضرت عمرؓ کے حکم سے اذان دی تو کہرام مچ گیا تمام صحابہؓ اتنا روئے کہ اس سے قبل اتنی کثرت سے رونے والوں کو نہیں دیکھا گیا ۔

موضع وفات میں اختلاف ہے ۔ عند البعض ملک شام کے شہر حلب میں اور عند البعض دمشق میں مدفون ہیں ۔ سنہ وفات ۲۰ھ یا ۲۱ھ یا ۱۸ھ ہے ۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۶۴ یا ۶۳ سال اور بقولِ

بعض ۷۰ سال تھی۔ بلال رضی اللہ عنہ کی نسل آگے نہیں چلی۔ بقول امام نوویؒ وغیرہ آپ بے اولاد تھے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۹۷ میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو بہت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ان کی گردن میں رسی ڈال کر بچوں کے حوالے کر دیا جاتا پھر بچے مکہ مکرمہ کی گلیوں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں انہیں کھینچے لیے پھرتے تھے اور مارتے بھی رہتے بلال رضی اللہ عنہ اَحَد اَحَد کے نعرے لگاتے تھے۔ اَیِ اللّٰہُ اَحَدٌ اَوْ یَا اَحَدُ اشارۃً الیٰ نفی الاشراک وقال ابن اسحٰق ویُعطِشُہ یومًا ولیلۃً۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ عبداللہ ابن جدعان کے مملوک تھے۔ ممکن ہے پہلے ابن جدعان کے مملوک ہوں پھر اس نے امیہ کو دے دیا ہو۔ ایک دن حسب معمول بلالؓ عذاب میں مبتلا اَحد اَحد پکار رہے تھے کہ ورقہ بن نوفل وہاں پر گزرے تو ورقہ نے کہا نعم اَحَدٌ اَحَدٌ واللّٰہ یا بلال ثم اتی الیٰ امیۃ وقال واللّٰہ لان قتلتموہ علیٰ ھذا لاتخذنہ حنانًا ای لاتخذن قبرہ منسکًا ومسترحمًا ادعو عندہ۔ کذا فی الحلبیۃ۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے امیہ سے کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ کب تک اسے عذاب دے گا۔ امیہ نے کہا آپ ہی نے تو اسے خراب کیا ہے۔ یعنی اسلام کی ترغیب دے کر۔ اب آپ ہی اسے چھڑالیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس اس سے زیادہ قوی غلام ہے وہ کافر ہے اُسے اِس کے بدلے میں لیلے۔ امیہ نے منظور کر لیا اور اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کو آزاد کر دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ نے بلالؓ کے بدلے میں اپنا غلام قسطاس دیا تھا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی۔ اس کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی اور مظلوموں کو جنھیں عذاب دیا جا رہا تھا خرید کر آزاد کر دیا مثلاً حمامہ امّ بلالؓ۔ عامر بن فہیرہ۔ ابو فکیھہ و زِنّیرہ اور زنیرہ کی بیٹی اور امّ عُنَیس و نَہدیہ اور نہدیہ کی بیٹی ولطیفہ واخت عامر بن فہیرہ یا والدۂ عامر۔ رضی اللہ عنہم۔

وعن زید بن ارقم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نعم المرء بلال وھو سید المؤذنین۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا بلال مُتْ فقیرًا ولا تمت غنیًا قال بلال فقلتُ فکیف لی بذلك یا رسول اللّٰہ قال ما رُزِقتَ فلا تخبأ وما سُئِلتَ فلا تمنع فقلتُ یا رسول اللّٰہ کیف لی بذلك قال ھو ذلك او النار۔ کذا فی حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۰

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سمعتُ فی الجنۃ خشخشۃً امامی فقلتُ من ھذا قالوا بلال فاخبرہ وقال بم سبقتنی الی الجنۃ قال یا رسول اللّٰہ ما احدثتُ الا توضّأتُ ولا توضّأتُ الا رأیتُ ان للّٰہ تعالیٰ علیّ رکعتین فاُصلّیھما۔ رواہ ابو حیان عن ابی زرعۃ۔

وعن سعید بن المسیب قال لما کانت خلافۃ ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ تجھّز بلال لیخرج الی الشام فقال ابو بکر لہ

ماكنتُ اراك يا بلال تدعُنا على هذا الحال لو اتمت معنا فاُعتقنا قال ان كنتَ انما اعتقتني لله تعالىٰ فدعني اذهب اليه وان كنتَ انما اعتقتني لنفسك فاحبسني عندك فاذن له فخرج الى الشام فمات بها۔

بشیر بن النعمان رضی اللہ عنہ۔ تفسیر آیت ولا تجعلوا الله عُرضة لايمانكم ان تبرّوا وتتقوا الأية میں مذکور ہیں۔ بشیر بروزن کریم ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ اصابہ میں ہے بشیر بن النعمان بن عبید ویقال له مقرن بن اوس بن مالك الانصاري الاوسی۔ قال ابن القداح قُتِل یوم الحرة (رای فی خلافة یزید ابن معاوية رضی الله عنه) وقتل ابوه یوم الیمامة۔ انتهی۔ بشیر رضی اللہ عنہ بیضاوی کے کلام کے پیشِ نظر عبداللہ بن رواحہؓ کے بہنوئی ہیں۔ لیکن اصابہ میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اور تمام صحابہ میں صرف یہی ایک شخص بشیر بن نعمان نام کے ہیں رضی اللہ عنہ۔

بخت نصر۔ اوکالذی مرّ علیٰ قریةٍ وهی خاویةٌ علیٰ عروشها کے بیان میں مذکور ہے۔

بخت نصر بابل (عراق) کا بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کا نام نابو بولصر تھا۔ بخت نصر کی وفات ۵۶۲ھ ق م میں ہوئی۔ بخت نصر نے بابل سے نکل کر بلادِ موصل پر قبضہ کیا۔ بنو اسرائیل سے سُوریا (ملک شام) چھین لیا۔ اہلِ فلسطین کے حاکم نے اطاعت وجزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ پہلے فلسطین کا بادشاہ مصر کو خراج ادا کرتا تھا۔ بادشاہِ مصر کا نام نخوس تھا۔ بادشاہ فلسطین کا نام یہویاقیم تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے بغاوت کر دی تو بخت نصر نے اسے گرفتار کر لیا اور احبارِ یہود کی ایک جماعت کے ساتھ بابل لے گیا۔ کہتے ہیں ان میں دانیال نبی علیہ السلام بھی تھے۔ بعدہٗ فلسطین کے حاکم بخنیو بن یہویاقیم نے قوت حاصل کی اور یہود کا بادشاہ بن گیا۔ بخت نصر نے حملہ کر کے اسے بھی گرفتار کر لیا اور اس جگہ پر بخنیو کا چچا صدقیا مقرر کیا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ مصر کی مدد سے صدقیا نے استقلال حاصل کیا۔ بخت نصر اس مرتبہ آگ بگولہ بن کر حملہ آور ہوا۔ بے شمار لوگوں اور بنی اسرائیل کو صدقیا سمیت قتل کیا۔ شہر بیت المقدس کے لوٹنے کی عام اجازت دے دی اور اس میں موجود سب کچھ جلا ڈالا۔ اور قیامت خیز تباہی مچادی۔ یہ ۵۸۶ھ ق م کا واقعہ ہے۔

چنانچہ یہود خوف سے متفرق ہوئے۔ بعض مصر بھاگ گئے۔ بخت نصر نے بادشاہ نیخاوس فرعونِ مصر سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اس نے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں بڑی جنگ ہوئی اور فرعونِ مصر نے بخت نصر کو شکست دے دی۔ بخت نصر نے وہاں سے واپس آتے ہوئے صور کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے اس کے باشندوں کا قتلِ عام کیا۔ بہت سارے اموال وقیدی عورتوں کو ساتھ لے گیا۔ بابل پہنچ کر بڑا جابر و سرکش بنا۔ بداخلاقی شروع کی اور لوگوں کو اپنے سامنے بلکہ اپنی تصویر و تمثال کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

مگر کچھ مدت کے بعد مجنون اور پاگل ہو کر امورِ مملکت سے برطرف ہوا۔ اس کی بیوی نینوکریس نے امورِ

مملکت اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ پھر اسے شفا حاصل ہوگئی تو دوبارہ امور مملکت سنبھال لیے۔ اور ایک سال بعد ۵۵۱ ق م میں مرگیا۔

بعض کتب میں ہے کہ جب بعض لوگوں کی شرارت حد سے متجاوز ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاء و برخیا علیہما السلام کو یہ وحی بھیجی کہ عدنان کو بچانے ہوئے اپنے علاقہ میں لے جائے اور بخت نصر کو دونوں حکم دو کہ وہ عدنان کے سوا عرب کو قتل کر دے اور بخت نصر کو یہ بھی بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر مسلط کیا ہے۔ چنانچہ بخت نصر نے بہت سے قبائلِ عرب تباہ کر ڈالے اور بڑا مالِ غنیمت حاصل کیا۔ بہت سی قیدی عورتوں اور مالِ غنیمت کے ساتھ واپس بابل آیا۔ اس تباہی کے بعد بلادِ عرب بخت نصر کی موت تک غیر آباد اور ویران رہے۔ کذا فی دائرۃ المعارف۔

وفی تقویم التواریخ وتاریخ بیت المقدس للناصر مجیر الدین عبد الرحمٰن الحنبلی ان ابتداء ملک بخت نصر ۳۸۴۳ھ من ہبوط آدم علیہ السلام و ان بخت نصر کان امیراً للهراسپ الفارسی الذی فوض الیہ السلطنۃ کیخسرو وقیل ابتداء ملکہ ۳۸۴۷ھ من الهبوط وتخریب بیت المقدس علی یدہ سنۃ سبع وستین وثمان مائۃ واربعۃ الاف ۴۸۶۷ھ من الهبوط وقال ابو الفداء صاحب حماۃ ان انقضاء ملوک بنی اسرائیل وخراب بیت المقدس علی ید بخت نصر سنۃ عشرین من ولایتہ تقریباً وهی السنۃ التاسعۃ والتسعون وتسعمائۃ لوفاۃ موسٰی واستمر بیت المقدس خراباً سبعین سنۃ۔ کذا فی لقطۃ العجلان ص ۳۷۔

وقال المفتی السید احمد زینی دحلانؒ فی السیرۃ ج ۱ ص ۱ وجاء ان اللہ تعالیٰ لما سلط بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالیٰ ارمیاء علیہ الصلاۃ والسلام ان یحمل معہ معد بن عدنان علی البراق کی لا تصیبہ النقمۃ وقال فانی ساُخرج من صلبہ نبیاً کریماً اختم بہ الرسل ففعل ارمیاء ذلک۔

بخت نصر چونکہ بہت قدیم زمانے میں گزرا ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں بعض عجیب قصے کتبِ اسرائیلیہ میں موجود ہیں۔

چنانچہ بعض کتابوں میں ہے کہ بخت نصر کو اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے لیے مسخ کر کے پہلے شیر بنا دیا پھر بَیل بنایا پھر گدھ بنایا اور اس کے بعد پھر دوبارہ اس کو صورتِ انسانیہ عطا کی۔

قال فی الحلیۃ فی ترجمۃ وهب بن منبہ وغیرها عن وهب ابن منبہ قال ان بخت نصر مُسِخَ اَسَدًا فکان مَلِكَ السباع ثم مُسِخَ نَسرًا فکان مَلِكَ الطیر ثم مسخ ثورًا فکان مَلِكَ الدواب وکان مَسخہ سبع سنین و قلبہ فی ذلک کلہ قلب انسان

و هو فی ذلک کلّہ یعقل عقل الانسان و کان ملکہ قائمًا ثم ردّہ اللہ تعالٰی الٰی بشریتہ و ردّ علیہ روحہ فدعا الٰی توحید اللہ تعالٰی و قال کل الٰہ باطلٌ الّا اللہ اِلٰہ السماء فقیل لوھب امات مسلمًا فقال وَجدتُ اھلَ الکتاب قد اختلفوا فیہ فقال بعضھم اٰمَن قبل ان یموتَ و قال بعضھم قَتل الانبیاءَ و خَرّب بیتَ اللہ المقدس و اَحرق کتبَہ فغضب اللہ علیہ فلم یَقبل منہ التوبۃَ۔ انتھٰی۔

قال السدی ان بخت نصر لما رجع الٰی صورتہ و ردّ اللہ علیہ ملکہ کان دانیال و اصحابہ من اکرم الناس علیہ فحسدتھم المجوس و قالوا لبخت نصر ان دانیال اذا شرب لم یملک نفسہ ان یبول و کان ذلک فیھم عارًا فجعل لھم طعامًا فاکلوا و شربوا و قال للبوّاب انظر اوّل من یخرج للبول فاضربہ بالطبر فان قال انا بخت نصر فقل کذبتَ بخت نصر اَمرنی بقتلک فکان اوّل من قام للبول بخت نصر فلما راٰہ البوّابُ شدّ علیہ فقال انا بخت نصر فقال البوّاب کذبتَ، بخت نصر اَمرنی بقتلک ثم ضربہ فقتلہ۔

علّامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو الامام العلامۃ عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی الشیرازی البیضاویؒ۔ کنیت ابوالخیر تھی۔ اور لقب ناصر الدین تھا۔ ملک شیراز میں بیضاء کے رہنے والے تھے۔ بیضاء ایک قریہ ہے۔ یہ جامع الفنون، صاحبِ علومِ کثیرہ، محقق و مدقق و اصولی و متکلم و مفسر و ادیب و منطقی و فلسفی تھے۔ مذہبًا شافعی تھے۔ ملک شیراز کے اندر قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے۔

تاج الدین سبکیؒ طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں کان امامًا مبرزًا نظّارًا صالحًا متعبدًا زاھدًا ولی قضاءَ القضاۃ بشیراز و دخل تبریز و ناظر بھا۔ کسی بنا پر وہ عہدۂ قضاء سے معزول کر دیے گئے۔ معزول ہونے کے بعد شہر تبریز میں داخل ہوئے۔ جب وہ شہر تبریز میں پہنچے تو اتفاقًا وہاں پر ایک علمی مجلس میں شریک ہوئے جس میں وزیر بھی موجود تھا۔ وزیر نے وہ مجلس بعض علماء میں مناظرہ کرانے اور علمی گفتگو کرانے کے لیے منعقد کی تھی۔ بیضاویؒ وہاں جا کر لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ اثنائے درس میں مدرّس نے ایک

قوی اشکال ذکر کیا۔ اُن کا خیال تھا کہ حاضرین میں سے کوئی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ مدرّس نے حاضرین سے یہ مطالبہ کیا کہ اس اشکال کی توضیح کر کے جواب دیا جائے۔ اور اگر جواب نہ بن سکے تو کم از کم اس سوال کی توضیح پیش کی جائے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مذکورہ اشکال کا اعادہ ہی کر دیا جائے۔

چنانچہ بیضاویؒ نے مجلس کے آخر میں سے جواب دینا شروع کر دیا۔ مدرس نے کہا کہ میں آپ سے اس وقت تک کچھ نہیں سُن سکتا جب تک اس اشکال کا آپ اعادہ نہ کر دیں۔ تاکہ مجھے پتہ چلے کہ آپ یہ اعتراض سمجھ گئے ہیں یا نہیں۔ اس پر قاضی بیضاویؒ نے کہا کہ اشکال کا اعادہ بالفاظہ کروں یا اس کا صرف معنی وخلاصہ ذکر کر دوں۔ وہ مدرس حیران ہو گیا اور کہا کہ بالفاظہ اعادہ کر دو۔ قاضی بیضاوی نے بلفظہ اس سارے اشکال کا اعادہ کر دیا اور پھر اس کی توضیح اور جواب دیتے ہوئے بتلایا کہ تمھارے اشکال کی ترتیب میں بڑا خلل ہے۔ اور پھر وہ خلل بتایا۔

پھر اس کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک اعتراض ذکر کر کے مدرس سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ مگر مدرس اس کا جواب نہ دے سکا۔ وزیر نے یہ منظر دیکھ کر بیضاویؒ کو اپنے قریب بٹھایا اور ان کے کمال وجامعیت کا معترف ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ بیضاویؒ نے بتایا کہ میں بیضار کا رہنے والا ہوں اور میں شیراز میں عہدۂ قضا کا طالب ہوں۔ بعض کتابوں میں ہے کہ بیضاویؒ نے وزیر سے کہا کہ مجھے عہدۂ قضا سے معطل کر دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہو کہ مجھے اپنا سابقہ عہدہ مل جائے۔ وزیر نے فوراً ان کو عہدۂ قضا پر بحال کر دیا۔ اور بہت سے انعام واکرام کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔

بعض کتب تاریخ میں یوں درج ہے کہ قاضی بیضاوی اس وزیر ہی کے پاس رہ گئے اور قضا کا مطالبہ نہ کر سکے۔ مگر دلی تمنا تھی کہ میں قاضی القضاۃ بنوں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر اس زمانہ کے ایک مشہور بزرگ شیخ محمد بن محمد کتحانی سے سفارش کروائی۔ شیخ مذکور نے وزیر کے پاس آکر عجیب پیرایہ میں سفارش کی اور کہا کہ اے وزیر بیضاوی بڑا عالم، فاضل محقق ہے وہ تمہارے ساتھ شریک جہنم ہونا چاہتا ہے یعنی قاضی بننے کی خواہش ہے۔ بزرگ کی اس بات سے قاضی صاحب بہت متأثر ہوئے اور مناصب دنیوی کا خیال دل سے نکال کر ساری عمر شیخ مذکور کی خدمت میں مصروف رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے یہ تفسیر بھی ان کے اشارے پر لکھی۔ اور وفات کے بعد شیخ ہی کے پاس مدفون ہوئے۔ سنِ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ قول اول۔ ۶۸۵ھ میں تبریز میں وفات ہوئی۔

سُبکی لکھتے ہیں کہ ۶۹۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن شیخ خفاجی نے قول ثالث کو ترجیح دی ہے۔ وہ یہ کہ ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۷۱۹ھ میں ہوئی ہے۔ وھذہٖ عبارتہٗ والذی اعتمدہٗ وصححہ المؤرخون فی التواریخ الفارسیۃ انہ تُوُفّی فی شہر جمادی الاولیٰ سنۃ تسع عشرۃ وسبع مائۃ تقریبًا ویشھد لہ ما فی اٰخر تاریخہ نظام التواریخ وھو المعتمد انتھیٰ۔ یہ تین قول ہوئے تاریخ وفات میں۔ بعض شراح نے اس اختلاف کے پیش نظر کہا ہے کہ اس سلسلہ میں سکوت اولیٰ ہے تاکہ ہم کذب و خطا سے بچ جائیں۔

قاضی بیضاویؒ کی اس تفسیر کے علاوہ متعدد تصنیفات ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔ (۱) الطوالع (۲) المصباح (۳) الایضاح۔ یہ اصول دین میں ہیں۔ طوالع علم کلام کی معروف کتاب ہے۔ بہت سے علماء نے اس کی شرح لکھی ہیں۔ (۴) الغایۃ القصویٰ یہ فقہ میں ہے۔ (۵) شرح المصابیح۔ یہ علم حدیث میں ہے۔ (۶) المنہاج۔ یہ اصول فقہ میں ہے۔ (۷) مختصر الکافیۃ۔ (۸) بقول بعض انہوں نے کافیہ ابن حاجب کی شرح بھی لکھی ہے۔ (۹) منتخب امام رازیؒ کی شرح۔ منتخب اصول فقہ کی کتاب ہے۔ (۱۰) مختصر کشّاف۔ (۱۱) بعض علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی بیضاویؒ نے منطق میں مطالع کی شرح بھی لکھی ہے (۱۲) نظام التواریخ۔ یہ دُوَلِ فارسیہ کی تاریخ میں ہے (۱۳) یہ تفسیر جس کا اصل نام ہے انوار التنزیل واسرار التاویل۔ علامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں عموماً کشاف کی تقلید کرتے ہیں۔ صاحب کشاف کی طویل عبارت کو مختصر کرکے یا اس کے مطلب کو حسین الفاظ میں ذکر کرکے یا اس کی مختصر عبارت کو واضح عبارت میں ذکر کرکے یا اس کے بعض مطالب کی ترتیب میں قدرے ردّو بدل کرکے۔

بہرحال علّامہ بیضاویؒ اِس تفسیر میں مقلد ہیں زمخشری کے وانما الفضل للسابق اور ہمیں اس سے خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ زمخشری حنفی ہیں۔ زمخشری کی تفسیر کشاف اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ اور قیامت تک مفسرین عربیّت و بلاغت کے مباحث میں کشاف کے محتاج و عیال ہونگے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بیضاوی کی اِس تفسیر کے ماٰخذ تین ہیں۔ چنانچہ حکمت و علم کلام کے مباحث تفسیر کبیر سے لیے گئے ہیں۔ اور مباحث معانی و بیان و بلاغت کا ماٰخذ تفسیر کشاف ہے۔ اور لطائف و اشتقاق ولغت میں اس کا ماٰخذ امام راغب کی کتاب ہے۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وبالجملۃ ان ھذا الکتاب رزق من عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ حسن القبول عند جمھور الافاضل و الفحول فعکفوا علیہ بالدرس والتحشیۃ فمنھم من علق تعلیقۃ علی سورۃ منہ ومنھم من حشّٰی تحشیۃً

تامۃً ومنہم من کتب علی بعض مواضع منہ ولی تالیف مفرد فی ذکر شرحہ وحواشیہ ذکرت فیہ ما یزید عدد ها علی مائۃ ۔ قال الجلال السیوطی رحمہ اللہ فی حاشیتہ علی ھذا التفسیر المسماۃ بنواھد الابکار وشوارد الافکار مانصہ ۔ وان القاضی ناصر الدین البیضاوی لخص ھذا الکتاب فاجاد واتی بکل مستجاد وماز فیہ اماکن الاعتزال وطرح موضع الدسائس وازال وحرر مھمات واستدرک تتمات فظھر کانہ سبیکۃ نضار واشتھر اشتھار الشمس فی رابعۃ النھار وعکف العاکفون ولھج بذکر محاسنہ الواصفون وذاق طعم دقائقہ العارفون فاکب علیہ العلماء تدریسًا ومطالعۃً وبادروا الی تلقیہ بالقبول رغبۃ فیہ ومسارعۃ اھ ۔

وقال صاحب کشف الظنون فی تفسیر البیضاوی ۔ وتفسیرہ ھذا کتاب عظیم الشان غنی عن البیان لخص فیہ من الکشاف مایتعلق بالاعراب والمعانی والبیان ومن التفسیر الکبیر مایتعلق بالحکمۃ والکلام ومن تفسیر الراغب مایتعلق بالاشتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات وضم الیہ ماوری زناد فکرہ من الوجوہ المعقولۃ فجلا رین الشک عن السریرۃ وزاد فی العلم بسطۃً وبصیرۃً کما قال مولانا المنشی ؎

اولو الالباب لم یاتوا بکشف قناع مایتلی
ولکن کان للقاضی یدٌ بیضاء لا تبلی

ولکونہ متبحرًا جالَ فی میدان فرسان الکلام فاظھر مھارتہ فی العلوم حسبما یلیق بالمقام ۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اکمل ۔

ثابت رضی اللہ عنہ ۔ ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اٰتیتموھن شیئًا کی شرح میں مذکور ہیں ۔

ھو ثابت بن قیس بن شماس الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ ۔

آپ مشہور وعظیم القدر صحابی ہیں ۔ خطیب الانصار وخطیب النبی علیہ السلام ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت وبلاغت سے خوب نوازا تھا ۔ خطابت کے تمام لوازم وخوبیاں آپ میں جمع تھیں ۔ نبی علیہ السلام کے پاس مختلف قبائل کے وفود کے آنے پر بطور مقابلہ آپ ان کو برجستہ تقریر کا حکم دیتے تھے ۔ ہجرت کے اوائل میں انصار کی طرف سے آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا نمنعک مما نمنع منہ انفسنا واولادنا ۔ فما لنا ؟ قال الجنۃ قالوا رضینا ۔

آپ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی ۔ آہستہ بولنے وقت بھی باوجود کوشش کے آواز بلند رہتی تھی ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی تو آپ پریشان ہو گئے جس کا قصہ طویل احادیث میں

مذکور ہے۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے ثابتؓ کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ تم جنتی ہو۔

مسیلمہ کذّاب کے مقابلہ میں جنگِ یمامہ میں آپ بھی موجود تھے۔ یہ جنگ بڑی سخت تھی مسیلمہ کذاب کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی شکست کا خطرہ ہوا۔ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے لما انکشف الناس یوم الیمامۃ قلتُ لثابت بن قیس الا ترى یا عمّ ووجدتہ یتحنّط فقال ما ھکذا کنا نقاتل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئس ما عوّدتم اقرانکم اللّٰھم انی ابرأ الیك مما جاء بہ ھؤلاء ومما صنع ھؤلاء ثم قاتل حتی قُتِل وکان علیہ درعٌ نفیسۃ فمرّ بہ رجل مسلم فاخذھا فبینما رجل من المسلمین نائم اتاہ ثابتٌ فی منامہ فقال انی اوصیك بوصیّۃٍ فایاك ان تقول ھذا حُلمٌ فتضیعہ انی لما قُتلتُ اخذ درعی فلان ومنزلہ فی اقصی الناس وعند خبائہ فرسٌ تستنّ وقد کفأ علی الدرع بُرمۃ وفوقھا رحل فائت خالدًا لمرہ فلیأخذھا ولیقل لابی بکران علیّ من الدّین کذا وکذا وفلان عتیقٌ فاستیقظ الرجل فأتی خالدًا فاخبرہ فبعث الی الدرع فأتی بھا وحدّث ابا بکر برؤیاہ فاجاز وصیتہ۔ رواہ البغوی وغیرہ۔

جنگِ یمامہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔

استیعاب میں اس قصہ کے بعد لکھا ہے وانفِذت وصیّتہ من بعد موتہ ولا یُعلم احدٌ انفذت لہ وصیۃ سواہ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا یا ثابت ترضیٰ ان تعیش حمیدًا وتقتل شہیدًا وتدخل الجنۃ۔

ثعلب النحوی رحمہ اللہ۔ آیت ومن یرغب عن ملّۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو احمد بن یحیی بن یسار ابو العباس المعروف بثعلب النحوی اللغوی امام الکوفیین فی النحو واللغۃ رحمہ اللہ۔ تاریخ ولادت ۲۰۰ھ ہے۔ اور تاریخ وفات ۱۷ ر جمادی الاولیٰ ۲۹۱ھ ہے۔ خلافت مکتفی بن المعتضد میں ثعلب کا انتقال ہوا۔ امام ثعلب نے گیارہ خلفاء کو دیکھا تھا اور ان کی حکومت کا زمانہ پایا۔ اول مامون اور آخر مکتفی ہے۔ اخیر عمر میں بہرے ہوگئے تھے۔ علی بن سلیمان اخفش ومحمد بن العباس یزیدی وابن الانبار رحمہم اللہ وغیرہ نے ثعلب سے سماع علوم کیا ہے۔ کان ثعلب یقول سمعت من القواریری مائۃ الف حدیث۔ اولاً ثعلب نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ کتب فرا یاد کرنے کے بعد شعر ومعانی وغریب ولغت کی طرف توجہ کی۔

امام ثعلبؒ فرماتے ہیں قال لی محمد بن عیسی بحضرۃ الامیر محمد بن عبد اللہ بن طاھر نحن نُقدّمك لتقدمنا الامیر فقلت لہ یا شیخ انی لم اتعلّم العلم لتقدّمنی الامراء وانما تعلمتہ لتقدّمنی العلماء۔ مبرّد وثعلب معاصر تھے۔ دونوں نحوی لغوی تھے۔ دونوں میں سخت منافرت ومخالفت تھی۔ قال ابو العباس

ثعلب بعث الیّ عبداللہ ابن اخت ابی الوزیر رقعة فیھا خط المبرد۔ ضَربتُه بلاسیفٍ۔ قال ایجوز هذا؟ فوجّهتُ الیه لا واللہ ما سمعتُ بهذا قال ثعلب هذا خطأ البتة لانّ لا التبرئة لا یقع علیها خافض ولا غیرہ لانّها اداۃ وما تقع اداۃ علی اداۃٍ۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج ۵ ص۱۱۴۔

قال احمد بن فارس کان ثعلب لا یتکلّف الاعراب فی کلامه کان یدخل المجلس نتقوم له فیقول اَقعُدُوا اَقعُدُوا بفتح الالف۔ قال ابن کامل القاضی انشدنی ابن العلاف لما مات المبرد ؎

ذَهَب المبرِّد وانقضت ایّامُه ولَیَلحَقَنّ مع المبرِّد ثعلبُ
بَیتٌ من الاداب اَصبَح نصفُه خَرِبًا وباقی بیتِها فسیخربُ
فابکُوا لما سَلَب الزمانُ ووَطِّنوا للدّهرِ انفُسَکم علی ما یُسلَبُ
ذَهَب المبرِّد حیث لا تَرجُونه ابدًا ومن تَرجُونَه فمغیَّبُ
فتزوّدوا من ثعلب فبکأسِ ما شَرِب المبرِّدُ عن قلیل یشربُ
واستَحلِبوا اَلفاظَه فکاَنّکم بسریرہٖ وعلیه جمعٌ ینحبُ
واری لکم ان تکتبوا اَنفاسَه اِن کانت الانفاسُ مما یکتبُ
فلیَلحَقَنّ بمن مضی متخلِّفٌ من بعدِہٖ ولیَذهَبَنّ ونذهبُ

قال ابو الطیب کان ثعلب ثقة متقنًا یستغنی بشهرته عن نعته وکان حجة دیّنًا ورعًا مشهورًا بالحفظ والصدق واکثار الروایة وحسن الدرایة کان ابن الاعرابی اذا شکّ فی شئٍ یقول لما عندکَ یا ابا العباس فی هذا؟ ثقةً بغزارۃ حفظه وکان المبرّد اعلم بکتاب سیبویه من ثعلب لانّه قرأہ علی العلماء بخلاف ثعلب۔

وکان ابوعلی احمد بن جعفر النحوی المعروف بالدینوری ختن ثعلب ای زوج بنته فکان ابوعلی یخرج من منزله وثعلب جالس علی باب دارہ مع اصحابه فیتخطّی ابوعلی اصحابه ویمضی ومعه دفترہ ومحبرته فیقرأ علی المبرد کتاب سیبویه فیعاتبه ثعلب علی ذلک ویقول له اذا رآک الناس واصحابی الی هذا الرجل ای المبرد تقرأ علیه یقولون ماذا؟ ولم یکن ابوعلی یلتفت الی قوله فقیل لابی علی کیف صار المبرد اعلم بکتاب سیبویه من ثعلب؟ قال لان المبرد قرأہ علی العلماء وثعلب قرأہ علی نفسه ای لیس له فیه استاذ۔ قیل وکان ثعلب ضیّق النفقة مقترًا علی نفسه۔

قال ثعلب یومًا الهرم علّة قائمة بنفسها فاذا کان معه علّة فذاک امر عظیم وانشد ؎

اریٰ بصری فی کل یوم ولیلۃ — یکلّ وخطوی عن مداھنّ یقصر
ومن یصحب الایام تسعین حجۃً — یغیّرنہ والدھر لا یتغیّر
لعمری لئن اصبحتُ امشی مقیّدا — لماکنتُ اَمشی مطلقاً قبل اکثر

وحدّث الخطیب قال قال ثعلب کنت اُحبّ ان اریٰ الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فلما دخلت علیہ قال لی فیم تنظر ؟ قلت فی النحو والعربیۃ فانشد نی الامام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ وھو لبعض بنی اسدؔ

اذا ما خلوت الدھر یوماً فلاتقل — خلوتُ ولکن قل علیّ رقیب
ولا تحسبنّ اللہ یغفل ساعۃ — ولا اَنّ ما تخفی علیہ یغیب
لھونا عن الاثام حین تتابعت — ذنوبٌ علیٰ اٰثارھنّ ذنوب
فیالیت ان اللہ یغفر مامضی — فیأذن فی توباتنا فنتوب

قال ابو محمد الزھری کان لثعلب عزاء ببعض اھلہ فتأخّرتُ عنہ لانہ خفی علیّ ثم قصدتہ معتذراً فقال لی یا ابا محمد مابک حاجۃ الی تکلّف عذر فان الصدیق لا یحاسَب والعدوّ لا یُحتسبُ لہ ای لا یھتم لہ ولیس بحسبان ۔

امام ابوالعباس ثعلب نحاۃ کوفہ کے امام ہیں ۔ تاہم نحو اہل بصرہ کے بھی ماہر تھے ۔ قال الشیخ التارحجی حدّثنی ابوالحسین البجلی قال تقول اھل الکوفۃ لنا ثلاثۃ فقھاء فی نسق لم یر الناس مثلھم ابوحنیفۃ وابویوسف ومحمد بن الحسن ولنا ثلاثۃ نحویّین کذلک وھم ابوالحسن علی بن حمزۃ الکسائی وابوزکریا الفرّاء وابوالعباس ثعلب انتھی ۔ قال ابوعمر کنتُ فی مجلس ابی العباس ثعلب فضجر فقال لہ شیخ من الظاھریّۃ لوعلمتَ مالکَ من الاجر فی اِفادۃ الناس لصبرتَ علی اَذاھم فقال لولا ذلک ماتعذّبتُ ۔

وحدّث الخطیب قال کان بین المبرّد وثعلب منافرات کثیرۃ والناس مختلفون فی تفضیل کل واحد منھما علی صاحبہ قال وجاء رجل الی ثعلب فقال ان المبرد ھجاک بقولہ فانشدہٗ ؎

اُقسِم بالمبتسم العذب — ومُشتکی الصّبّ الی الصّبّ
لو اَخذ النحوَ عن الرّبِّ — ما زادہ اِلّا عَمَی القلب

فقال ثعلب ؎

یَشتُمنی عبدُ بنی مَسمَع — فصُنتُ عنہ النفسَ والعِرضا
ولم اُجِبہ لاحتقاری لہ — مَن ذا یَعَضّ الکلبَ اِن عَضّا

وعن بعض العلماء قال كنت يوماً فی مجلس ثعلبٍ فقال له رجل یا سیدی ما البَعجَدَةُ ؟ قال لا أعرفها فی کلام العرب فقال الرجل فانّی وجدتها فی شعر ابن المعذّل حیث یقول ؎

أعاذِلتی اقصری　　أبعجدتی بالمِنَن

الجدّة العظة فاغتاض ثعلب غیظا عظیما وقال یا قوم أجیدوا أذنیه عَرکاً او یحلف انه لا یرجع یحضر حلقتی ففعلنا۔ وقال ابو محمد الزهری جئته یوما اشاوره فی الانتقال من محلّة الی محلّة لتأذّی بالجیران فقال یا ابا محمد العرب تقول صبرُك علی اذی من تعرف خیر من استحداث ما لا تعرف۔ قال الصولی کنّا عند ثعلب فقال رجل المسجَد بفتح الجیم هذا المعرُوف فما المصدر؟ قال السجود قال فعرّفنی ما لا یجوز من ذا ؟ قال ثعلب لا یقال مسجَد بفتح الجیم وضحك وقال هذا یطول ان وصفنا ما لا یجوز وانما یوصف الجائز لیدل علی ان غیره لا یجوز۔

ونظیر هذه القصّة ان ماسَوَیه الطبیب الشهیر وَصَف لانسان دواءً ثم قال له کُلِ الفرّوج وشیئاً من الفواکه قال ذلك الانسان ارید ان تخبرنی بالذی لا أکل فقال ماسویه لا تأکلنی ولا حماری ولا غلامی واجمع کثیراً من القراطیس وبکّر الیّ فان هذا یکثر ان وصفتُه لك۔

قال ثعلب دخلتُ علی الامیر محمد بن عبد الله بن طاهر فاذا عنده المبرد واصحابه فلما قعدتُ قال محمد بن عبد الله ما تقول فی قول امرئ القیس ؎

لها مَتنتان خظاتا کما　　اکبَّ علی ساعِدَیه النَّمِر

فقلت خظاتا صیغة ماضٍ مثنی المؤنث یقال لحم خظا یخظا اذا کان صلباً مکتنزاً ووصف فرساً وقوله علی ساعدیه النمر ای فی صلابة ساعد النمر اذا اعتمد علی یده والمتن الطریقة الممتدّة من عین یمین الصُلب وشماله واصل خظاتا خظتا فلما تحرکت التاء اعاد الالف من اجل الحرکة والفتحة۔

قال فاقبل بوجهه علی المبرد فقال له المبرد انما اراد خظاتا بالاضافة الی ما قال فقلتُ ما قال هذا احد قال المبرد بلی سیبویه یقوله فقلت لمحمد بن عبد الله لا والله ما قال سیبویه وهذا کتابه فلیحضر ثم اقبلت علی محمد بن عبد الله وقلت ما حاجتنا الی کتاب سیبویه ؟ ایقال مررت بالزیدین طریفی عمرو فیضاف نعت الشئ الی غیره فقال محمد لصحة طبعه لا والله ما یقال هذا ونظر الی المبرد فامسك ولم یقل شیئا وقمت ونهض المجلس۔

قلت ثعلب على جلالة مقامه اخطأ ههنا فى موضعين والحق مع المبرّد فى هذا المجلس۔

الاول - ان الالف المحذوفة فى مثنى المؤنث الغائب لا تعود قطّ يقال فى مؤنث دعا ورمى دعت دعتا ورمت رمتا ولا يصح دعاتا ورماتا فكيف اعيدت الالف فى خطاتا والصواب خطتا مثل دعتا۔

والثانى لا ادرى لم لا يجوز اضافة نعت الشئ الى غيره وما اظنّ احدًا ينكر قول القائل رأيت الفرسين مركوبى زيد ولا الغلامين عبدى عمرو ولا الرجلين حبيبى عمرو ورفيقى زيد ومثله مررت بالزيدين طريفى عمرو۔

وقال ابن مجاهد كنت عند ثعلب فقال لى يا ابا بكر اشتغل اصحاب القرآن بالقرآن ففازوا واشتغل اهل الفقه بالفقه ففازوا واشتغل اصحاب الحديث بالحديث ففازوا واشتغلت انا بزيد وعمرو فليت شعرى ما يكون حالى فى الآخرة ؟ فانصرفت من عنده فرأيتُ تلك الليلة النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام فقال لى أقرئ ابا العباس (وهو ثعلب) عنّى السلام وقل له انك صاحب العلم المستطيل - قال الرّوذبارى اراد ان الكلام به يكمل والخطاب به يجمل وقال مرة اراد ان جميع العلوم مفتقرة اليه -

جریر الشاعرؒ ان کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے ۔

هو جرير بن عطية بن حذيفة بن بدر۔ جریر مشہور اسلامی شاعر ہیں۔ ان کا تعلق نسباً بنو کلیب بن یربوع سے ہے ۔ کنیت ابوحرزہ ہے ۔ بصری ہیں ۔ دمشق میں بکثرت ان کا آنا جانا تھا ۔ یزید بن معاویہؓ اور اس کے بعد کے خلفاء کی مدح میں شعر کہتے تھے ۔ فرزدق و اخطل جریر کے معاصر تھے ۔ ان دونوں سے اور اسی طرح کئی دوسرے شعراء سے ان کے مقابلے ہوتے تھے وكان جرير اشعرهم وخيرهم قال غير واحد هو اشعر الثلاثة اه۔ كذا فى البداية لابن كثير ج ۹ ص۲۶۰ ۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۳۷۴ میں لکھتے ہیں :۔ جریر کے دو بھائی تھے ایک کا نام عمرو بن عطیہ اور دوسرے کا نام ورد بن عطیہ تھا ۔ جریر سات یا چھ ماہ کے حمل میں پیدا ہوئے ۔ یعنی ماں کے بطن میں صرف چھ یا سات ماہ رہے ۔ جریر کی اولاد کی تعداد دس ہے ۔ آٹھ بیٹے تھے اور دو بیٹیاں ۔ جریر نے خواب دیکھا کہ اس کی چار انگلیاں کٹ گئی ہیں ۔ چنانچہ تھوڑی مدت کے بعد بنوضبہ کے ساتھ جنگ میں آپ کے چار بیٹے قتل ہوئے ۔

جریر کے احوال کی تفصیل مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں ۔ طبقات ابن سلام ، ص ۳۱۵ ۔ شرح

شواہد مغنی، ص ۱۶۔ خزانۃ الادب ج ا ص ۳۶۔ موشح، ص ۱۱۸۔ عینی ج ا ص ۹۱۔ اغانی ج ۷، ص ۳۵۔

جریر کا بیٹا بلال بن جریر بڑا فاضل و شاعر تھا۔ عکرمہ بن جریر و نوح بن جریر بھی بڑے شاعر تھے۔ جریر ہجا و ذم میں بڑے ماہر تھے۔ بہت سے شعراء کی مذمت و ہجو میں اشعار کہتے تھے۔ زیادہ معرکے فرزدق و اخطل کے ساتھ رہتے۔ پھر سب سے زیادہ مقابلہ فرزدق کے ساتھ رہا۔ آج کل کی سیاسی پارٹیوں کی طرح دونوں کے عقیدتمندوں وطرفداروں کی الگ الگ مجلسیں ہوتی تھیں یعنی جلسے ہوتے تھے جن میں اپنے اپنے شاعر فرزدق اور جریر کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور ایک کو دوسرے سے اعلیٰ و برتر ثابت کرتے تھے۔

ابوالفرج اصفہانی اغانی ج ۸ ص ۴۳ پر لکھتے ہیں کہ اخطل آخر میں یعنی مدت مدید کے بعد فرزدق اور جریر کے مقابلوں میں داخل ہوا۔ نیز اصفہانی لکھتے ہیں:۔ اتفقتِ العرب علی ان اشعر اَهلِ الاسلام ثلاثۃٌ جریرٌ والفرزدق والاخطل واختلفوا فی تقدیم بعضهم علی بعض وکان ابوعمرو یُشبِّہ جریرًا بالاعشی والفرزدق بزهیر والاخطل بالنابغۃ۔ اھ۔ جو لوگ جریر کو مقدم کرتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں ان جریرًا کان اکثرهم فنونَ شعرٍ و اسهلهم الفاظًا واقلهم تکلُّفًا وارقّهم نسیبًا وکان دینًا عفیفًا وقال محمد بن سلام رأیتُ اعرابیًّا من بنی اسد فقلتُ ایهما عندک اشعر؟ قال بیوت الشعراء اربعۃ فخرٌ وهجاءٌ ونسیب ومدیح وفی کلها کان جریرٌ غالبًا۔ ثم ذکر الکل وفصل کما فی الاغانی ج ۸ ص ۷ اصمعی فرماتے ہیں ۴۳ شعراء نے جریر سے مقابلہ کیا۔ جریر نے سب کو شکست دی صرف فرزدق و اخطل ان کے مقابلے میں جمے رہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ جریر اشعر الناس ہے۔ کیونکہ اس کا والد کمینہ اخلاق والابخیل و کنجوس تھا مگر اس کے باوجود اس نے باپ و قبیلہ کے بڑے بڑے اوصاف بیان کر کے شعراء پر غلبہ حاصل کیا۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے جریر سے سوال کیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ جریر نے کہا آؤ میرے ساتھ تاکہ جواب کا پتہ چلے فاخذ بیدہ و جاء بہ الی ابیہ عطیۃ وقد اَخذَ عنزًا لہ فاعتقلها وجعل یَمُصُّ ضرعها فصاح بہ اُخرُج یا ابتِ فخرج شیخٌ دمیمٌ رثُّ الهیئۃ وقد سالَ اللبنُ علی لحیتہ فقال جریر للرجل الا تری هذا؟ قال نعم قال هذا ابی کان یَشرب من ضرعِ العنزِ مخافۃَ اَن یُسمع صوتُ الحلبِ فیطلب منہ لبن ثم قال جریر اشعر الناس من فاخر بمثل هذا الابِ ثمانین شاعرًا وقارعهم بہ فغلبهم جمیعًا۔

بعض علماء کے نزدیک جریر کی افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عفیف اور پاکدامن تھے۔ خوفِ خدا سے روتے اور ذکر اللہ کثرت سے کرتے تھے۔ اور اخطل کافر تھا کیونکہ وہ عیسائی تھا اور فرزدق فاسق تھا، اجنبی عورتوں کے پیچھے اس کا بھاگنا مشہور ہے۔

اغانی ج ۸ ص ۵۰ پر ابوعمرو بن علاء کی روایت ہے کہ ایک مجلس میں جریر اشعار سنا رہے تھے اتنے میں ایک

جنازہ گزرا فقطع جریر الانشاد وجعل یبکی ثم قال شَیَّبَتْنِی هذہ الجنازۃُ فقلتُ لہ فعلامَ تقذِف المحصناتِ منذ کذا وکذا فقال انّهم یبدأوننی ثم لا أعفو۔ اھ۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ عن عثمان البتّی قال رأیتُ جریرًا وما تضمّ شفتاہ من التسبیح فقلتُ وما ینفعُك هذا؟ فقال سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر ولله الحمد ان الحسناتِ یُذهِبن السیئات وعد من الله حق اھ۔ اسی عفت کی وجہ سے عمر بن عبد العزیزؒ نے جریر کے سوا دروازے پر کھڑے تمام شعراء کو اپنی مجلس میں آنے سے منع فرما دیا۔

جریر کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے۔ فرزدق کی وفات ان سے ۴۰ دن پہلے ہوئی تھی۔ بعض کا قول ہے کہ فرزدق کے انتقال کے چند ماہ بعد جریر کی وفات ہوئی۔ بوقتِ وفات جریر کی عمر ۸۰ سال سے زائد تھی۔

جابر رضی اللہ عنہ۔ آپ آیت واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّی۔ وآیت واتموا الحج والعمرۃ لله میں مذکور ہیں۔

هو جابر بن عبد الله الصحابی بن الصحابی الانصاری الخزرجی السلمی رضی الله عنهما۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کی احادیث مرویہ ۱۵۴۰ ہیں۔ ۶۰ متفق علیہ ہیں اور ۲۶ پر بخاری اور ۱۲۶ پر مسلم منفرد ہیں۔

جابرؓ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر کے پوچھا کہ بتاؤ کیا چاہتے ہو فقال اُرید ان ارجع الی الدنیا فاستشهد مرۃً اُخری۔ صحیح بخاری میں جابرؓ کی روایت ہے قال دفنتُ ابی یوم اُحد مع رجل ثم استخرجتہ بعد ستۃ اشهر فاذا هو کیوم وضعتہ غیر اذنہ۔ صحیح مسلم میں جابرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ جنگِ بدر و احد میں والد صاحب کے منع کر دینے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔ جابر رضی اللہ عنہ بیعتِ لیلۃ عقبہ میں موجود تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غزوۂ بدر میں موجود تھے روی البخاری فی تاریخہ باسناد صحیح عن ابی سفیان عن جابر قال کنت امنح اصحابی الماء یوم بدر۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت اس کے خلاف ہے جس میں خود جابرؓ عدم شرکت بیان کرتے ہیں۔

امام نوویؒ تهذیب الاسماء میں لکھتے ہیں وحیث اُطلِق جابر فی هذہ الکتب فهو جابر بن عبد الله واذا اُرید ابن سمرۃ قیّدتہ اھ۔ تهذیب الاسماء ص ۱۴۳۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی بقیع میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات ۷۳ھ یا ۷۸ھ

یا ۶۸ھ ہے۔ بناءً علیٰ اختلاف الاقوال فیہ۔ آپ کی کل عمر ۹۴ سال تھی۔
کتاب اصابہ میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت جابرؓ کا الگ حلقہ علم تھا جس میں لوگ آکر آپ سے علوم حاصل کرتے تھے۔
وعن قتادة قال آخر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موتاً بالمدینة جابر قال البغوی هو هو و آخرهم موتاً سهل بن سعد۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔

هو ابو خالد جابر بن سمرة بن جنادة رضی اللہ عنهما۔
آپ کے والد بھی صحابی ہیں تو آپ صحابی ابن صحابی ہیں۔ ۱۴۶، احادیث آپ سے مروی ہیں، دو متفق علیہ ہیں اور ۲۳ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ سے شعبی وعامر بن سعد وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر ابن سمرة قال واللہ لقد صلیتُ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من الفی صلاة۔ وروی الطبرانی عن جابر بن سمرة قال جالستُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من مائة مرة۔
کوفہ میں اقامت اختیار کی وہاں پر ایک گھر بھی بنایا۔ آپ نے ۷۴ھ میں وفات پائی۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ۔

وہ آیت وان تعفوا اقرب للتقوی کے تحت مذکور ہیں۔
هو جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی النوفلی۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قریش کے اکابر و علماء نسب میں سے ہیں۔ جنگ بدر کے قیدیوں کا فدیہ لے کر نبی علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت نبی علیہ السلام سورۂ طور پڑھ رہے تھے۔ جبیرؓ کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے میں بہت متاثر ہوا اسلام میرے دل میں داخل ہوگیا نبی علیہ السلام نے جبیر سے فرمایا اگر تیرا والد زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے چھڑانے کی درخواست کرتا تو میں یہ سب قیدی اسے بخش دیتا۔
حضرت جبیرؓ صلح حدیبیہ و فتح مکہ کی درمیانی مدت میں اسلام لائے۔ قال البغوی اسلم قبل الفتح ومات فی خلافة معاویة۔
آپ کی مروی احادیث ۶۰ ہیں۔ ان میں ۶ متفق علیہ ہیں اور بخاری تین پر اور مسلم ایک پر منفرد ہیں۔
آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۴ھ اور بقول ابن قتیبہ ۵۹ھ میں ہوئی۔

جمیلہ رضی اللہ عنہا۔

وہ آیت ولا یحل لکم ان تأخذوا مما اتیتموهن شیئاً الخ میں مذکور ہیں۔
وهی جمیلة بنت عبد اللہ بن ابی ابن سلول۔ وقیل جمیلة بنت ابی۔ فنسبها الی جدها۔ آپ صحابیہ ہیں۔ آپ کے بارے میں آیت خلع نازل ہوئی ہے۔ استیعاب میں جمیلہ بنت ابی لکھا ہے۔ ثم ذکر باسناده عن جمیلة

بنت ابی ابن سلول انها کانت تحت ثابت بن قیس بن شماس فنشزت علیه فارسل الیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا جمیلۃ ماکرہت من ثابت فقالت واللہ ماکرہت منہ شیئا الا دمامتہ فقال لھا تردین علیہ الحدیقۃ ؟ قالت نعم ففرق بینہما وکانت قبل ثابت بن قیس تحت حنظلۃ بن ابی عامر الغسیل للملائکۃ المقتول یوم احد ثم تزوجہا بعد ثابت مالک بن الدخشم ثم تزوجہا بعدہ حبیب بن اساف الانصاری انتھی بتصرف ۔ ابن حجر نے اصابہ میں ان کے بارے میں تاریخی وعلمی تحقیق کی ہے ۔

جُمل ۔ رضی اللہ عنہا ۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کی تفسیر میں مذکور ہیں ۔

ھی جمل بنت یسار المزنیۃ اخت معقل بن یسار رضی اللہ عنھا ۔

ان ہی جمل کے بارے میں مذکورہ صدر آیت نازل ہوئی ۔ جمل کے نام میں اختلاف ہے ۔ اخرج الطبری من طریق ابن جریج ان اسمہا جمیلۃ وقال الکلبی اسمہا جُمَیل بالتصغیر و یقال اسمہا لیلی ۔ کذا فی الاصابۃ ۔

وقال فی الاستیعاب جُمیل بنت یسار اخت معقل سماھا الکلبی فی تفسیرہ فھی التی عضلھا اخوھا معقل وکان زوجھا ابو البداح بن عاصم ھکذا قال عبد الغنی بالتصغیر اھ وکانت طلقھا زوجھا ثم اراد ان یعیدھا فمنعہ معقل اخرج البخاری عن الحسن قال فی ھذہ الآیۃ حدثنی معقل بن یسار انھا نزلت فیہ قال کنت زوجت اختا لی من رجل فطلقھا حتی اذا انقضت عدتھا جاء یخطبھا فقلت لہ زوجتک واکرمتک وافرشتک فطلقتھا ثم جئت تخطبھا لا واللہ لا تعود الیھا ابدا قال وکان رجلا لا بأس بہ وکانت المرأۃ لا تکرہ ان ترجع الیہ فانزل اللہ الآیۃ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن فقلت الآن افعل یارسول اللہ فزوجھا ایاہ ۔

الجعدی الشاعر رضی اللہ عنہ ۔ آیت اُحِلّ لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم کے تحت مذکور ہیں

نابغہ جعدی مشہور شاعر و معمر صحابی ہیں ۔ ان کے نام میں اختلاف ہے ۔ عند البعض قیس بن عبد اللہ بن عدس ہے اور عند البعض عبد اللہ بن قیس بن عمر اور عند البعض حبان بن قیس ۔ کذا فی الاصابہ ۔ ابن قتیبہ نے کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۰۸ پر عبد اللہ بن قیس لکھا ہے ۔ کنیت ابو لیلی ہے ۔ ان کے احوال طبقات ابن سلام ، ص ۱۰۳ ۔ اغانی ج ۴ ص ۱۲۸ ۔ معجم مرزبانی ص ۲۳۱ ۔ کتاب المعمرین ص ۶۶ ۔ خزانۃ الادب ج ۱ ص ۵۱۲ ۔ موشح ص ۶۴ وغیرہ میں مذکور ہیں ۔ قال الفخذمی کان النابغۃ قدیما شاعرا مفلقا طویل العمر فی الجاھلیۃ وفی الاسلام وکان اسن من النابغۃ الذبیانی وقال البعض اقام مدۃ لا یقول الشعر ثم قال فقیل نبغ فسمی النابغۃ ۔

آپ دو سو سال تک زندہ رہے ۔ کما قال ابو حاتم فی کتاب المعمرین ۔ وعند البعض ۱۸۰ سال تک اور بقول ابن قتیبہ ۲۲۰ سال تک زندہ رہے ۔ اور بقول اصمعی ۲۳۰ سال تک ۔ اصابہ ۔ لیکن ابن قتیبہ کی طرف یہ نسبت مشکوک ہے ۔ کیونکہ ابن قتیبہ کی کتاب الشعر والشعراء میں ۱۲۰ سال مکتوب ہے ۔ نابغہ جعدی جاہلیت میں بھی شراب

بت پرستی سے اجتناب کرتے تھے اور دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے۔

نابغہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو میں نے ایک قصیدہ سنایا، جب میں نے یہ پڑھا ؎

بلغنا السماء مجدُنا وجدُودُنا　　　وانّا لنرجُو فوق ذلك مظهرًا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این المظہر یا ابا لیلیٰ قلتُ الجنۃ قال اجل ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر جب یہ پڑھا ؎

ولا خیرَ فی حلمٍ اذا لم یکن لہ　　　بوادرُ تحمِی صفوہٗ ان یکدّرا

ولا خیر فی جھلٍ اذا لم یکن لہ　　　حلیمٌ اذا ما اَوردَ الامرَ اصدرا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفضِض اللہ فاك مرتین وفی روایۃ فقال لی اجدتَّ لا یفضِض اللہ فاك فرأیتُ اَسنانہ کالبرَدِ المنھل ما انفصمت لہ سنٌّ ولا انفلتت وفی روایۃ فقال لی صدقتَ لا یفضِض اللہ فاك فبقی عمرہ احسنَ الناس ثغرًا کلما سقطت سِنٌّ عادت اُخریٰ۔ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص۵۳۹۔ قال ابن قتیبۃ ومات باصبھان وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃً۔ ایک روایت میں خلافت ابن زبیرؓ تک ان کا زندہ رہنا ثابت ہے۔

الحسن البصری رحمہ اللہ۔ تفسیر فانجینٰکم واغرقنا اٰل فرعونَ اور اوکصیّبٍ من السماء الخ میں و دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ھو ابو سعید الحسن بن ابی الحسن یسار التابعی البصری رحمہ اللہ۔ حسن بصریؒ کی والدہ کا نام خیرہ تھا۔ وہ ام سلمہ ام المؤمنینؓ کی باندی تھیں۔ حسنؒ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ فاروقی کے دو سال باقی تھے۔ بچپن میں حسن کی والدہ کسی کام میں مشغول ہوتیں اور آپ روتے تو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا انھیں تھما کر خاموش کرنے کے لیے ان کے منہ میں اپنے پستان دے دیتیں جس میں ان کے لیے فوراً کچھ دودھ پیدا ہو جاتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ ام سلمہ ام المؤمنینؓ کے دودھ کے ان چند قطروں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حسن بصریؒ کو فصاحت و بلاغت اور علوم و حکمت کے اسرار عنایت فرمائے۔

حسن بصریؒ کا زہد و تقویٰ، امامت، جلالت، محدثِ کبیر ہونا مسلّم ہے۔ آپ نے متعدد صحابہ کو دیکھا اور ان سے سماع احادیث کیا ہے۔ ابن عمر۔ انس۔ سمرہ۔ ابو بکرۃ۔ قیس بن عاصم۔ معقل بن یسار وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ بقول ہشام بن حسان آپ نے ۱۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور ابن سیرینؒ نے ۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ بعض علماء کی رائے میں حسنؒ نے اس سے بھی زیادہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ خود حسن بصریؒ فرماتے ہیں غزونا غزوۃً الی خراسان معنا فیھا ثلثمائۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی مجلس علوم و حکم و

ونصائح وترغیب وترہیب کی مجلس تھی۔

فعن مطر الوراق قال کان الحسن کانما کان فی الآخرۃ فھو یخبر عما رأی وعاین ومن حِلم الحسن ماذکرہ الشافعی فی قولہ تعالیٰ وشاورھم فی الامر۔ قال الحسن کان غنیًّا عن مشاورتھم لکن اراد ان یستن بہ الحکام بعدہ۔ کذا ذکر النووی فی التھذیب ج ۱ ص۱۶۲۔

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے حکم و اسرار و علوم ذکر کیے ہیں۔

حسن بصریؒ پر ہر وقت خوف و فکرِ آخرت وحزن کی حالت طاری رہتی تھی۔ آپ فقیہ۔ زاہد۔ عابد۔ بکّاء اور تارکِ دنیا تھے۔ آپ کا قول ہے ذھبت المعارفُ وبقیت المناکر ومن بقی من المسلمین فھو مغموم۔ نیز مؤمنِ کامل کی علامت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا انّ المؤمن یُصبح حزینًا ویُمسی حزینًا ولا یسعہ غیر ذلک لانہ بین مخافتین بین ذنبٍ قد مضی لا یدری ما اللہ یصنع فیہ وبین اجل قد بقی لا یدری ما یصیب فیہ من المھالک۔

حکیم بن جحل جو ابن سیرینؒ کے دوست تھے انہوں نے ابن سیرینؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں ایک محل اور عمدہ حالت میں دیکھا تو پوچھا ای اخی ما صنع الحسن قال رفع فوقی بتسعین درجۃ فقلت وبم ذلک؟ قال بطول حزنہ۔ ابن ابی حزمؒ کہتے ہیں سمعتُ الحسن یحلف باللہ الذی لا الٰہ الا ھو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن وکان الحسن یقول یحقّ لمن یعلم انّ الموتَ موردُہ وان الساعۃَ موعدُہ وان القیامَ بین یدی اللہ مشھدُہ ان یطول حزنُہ وکان یقول طول الحزن فی الدنیا تلقیح العمل الصالح وکان الحسن یقول ویحک یا ابن اٰدم ھل لک بمحاربۃ اللہ طاقۃ؟ انہ من عصی اللہ فقد حاربہ واللہ لقد ادرکتُ سبعین بدریًّا اکثر لباسھم الصوف ولو رأیتموھم قلتم مجانین ولو رأوا اخیارکم لقالوا ما لھؤلاء من خلاق ولو رأوا اشرارکم لقالوا ما یؤمن ھؤلاء بیوم الحساب ولقد رأیتُ اقوامًا یُمسی احدُھم وما یجد عندہ الا قوتًا فیقول لا اجعل ھذا کلہ فی بطنی لاجعلن بعضہ للہ عزوجل فیتصدّق ببعضہ۔

وکان یقول انما الدنیا ثلاثۃ ایام یومٌ مضی لا ترجوہ ویومٌ انت فیہ ینبغی لک ان تغتنمہ ویومٌ یأتی لا تدری انت اھلہ ام لا ولا تدری لعلک تموت قبلہ فاما امس فحکیم مؤدِّب واما الیوم فصدیق مودّع وغدًا فی یدیک منہ اَملُہ فخذ الثقۃ بالعمل واترک الغرور بالامل قبل حلول الاجل وانما الیوم ان عقلت ضیف نزل بک وھو مرتحلٌ عنک فان احسنتَ نُزلَہ وقِراہ شھد لک واثنی علیک بذلک وصدق فیک وان اَسأتَ ضیافتہ جال فی عینیک۔

ایک موقعہ پر نو علاماتِ تقویٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں یا ابن آدم عملُک عملُک فانما ھو لحمک ودمک

فانظر علی ای حال تلقی عملک ان لاهل التقوی علامات یعرفون بها صدق الحدیث والوفاء بالعهد وصلة الرحم ورحمة الضعفاء وقلة الفخر والخیلاء وبذل المعروف وقلة المباهاة للناس وحسن الخلق وسعة الخلق مما یقرب الی اللہ عزوجل یا ابن آدم انک ناظر الی عملک یوزن خیرہ وشرہ فلا تحقرن من الخیر شیئا وان ھو صغر فانک اذا رأیتہ سرک مکانہ ولا تحقرن من الشر شیئاً فانک اذا رأیتہ ساءک مکانہ۔

حسن بصری فرمایا کرتے تھے من کانت لہ اربع خلال حرمہ اللہ علی النار اعاذہ من الشیطان من یملک نفسہ عند الرغبة والرھبة وعند الشھوة وعند الغضب۔ کذا فی الحلیة ج ۲ ص۱۴۴

عمران بن قصیرؒ کہتے ہیں سألت الحسن عن شئ فقلت ان الفقہاء یقولون کذا وکذا فقال وھل رأیت فقیہا بعینک ؟ انما الفقیہ الزاھد فی الدنیا البصیر بدینہ المداوم علی عبادة ربہ عزوجل۔ وعن ایوب قال لو رأیت الحسن لقلت انک لم تجالس فقیہا قط وکان الحسن اذا ذکر عند ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین قال ذاک الذی یشبہ کلامہ کلام الانبیاء علیھم السلام۔

حسن بصریؒ کا قول ہے ما من رجل یری نعمة اللہ علیہ فیقول الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات الا اغناہ اللہ تعالیٰ وزادہ۔ وکان یقول یا ابن آدم انما انت ایام کلما ذھب یوم ذھب بعضک وکان یقول فضح الموت الدنیا فلم یترک فیھا لذی لب فرحا وکان الحسن یتمثل بھذین البیتین احدھما فی اول النھار والاٰخر فی اٰخر النھار ؎

یسر الفتی ماکان قدم من تقی ۔۔۔ اذا عرف الداء الذی ھو قاتلہ

؎ وما الدنیا بباقیة لحی ۔۔۔ ولا حی علی الدنیا بباقی

وکان الحسن یحلف باللہ ویقول ما اعز احد الدرھم الا اذلہ اللہ۔ ویقول بئس الرفیقان الدرھم والدینار لا ینفعانک حتی یفارقانک۔

وسأل رجل الحسن فقال یا ابا سعید ما الایمان ؟ قال الصبر والسماحة فقال الرجل یا ابا سعید فما الصبر والسماحة قال الصبر عن معصیة اللہ عزوجل والسماحة باداء فرائض اللہ عزوجل وکان یقول فضل الفعال علی المقال مکرمة وفضل المقال علی الفعال منقصة۔ وکان یقول الخوف والرجاء مطیتا المؤمن وکان یقول لو علم العابدون انھم لا یرون ربھم یوم القیامة لماتوا وکان یقول أری رجالا ولا أری عقولا أسمع أصواتا ولا أری أنیسا۔ اخصب ألسنة واجدب قلوبا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ قل ان کانت لکم الدار الاٰخرة الیٰ قولہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین کے بیان میں مذکور ہیں۔

هو ابوعبد الله حذیفۃ بن الیمان الصحابی رضؓ۔

یمان آپ کا لقب ہے اور اصل نام حِسْل ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد حسلؓ انصار میں بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ متعدد مناقب واحوال کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

اوّل یہ کہ انصار سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ بمع والدین مہاجرین میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ قال النووی فی التھذیب ج ۱ ص۱۵۳ ماحاصلہ اسلم حذیفۃ وابوہُ ھاجرا وأسلمت امّ حذیفۃ وھاجرتْ اھ۔ وعن سعید بن المسیّب عن حذیفۃ خیّرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الھجرۃ والنُّصرۃ فاخترت النصرۃ۔

دوم۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب صاحب سِرِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو منافقین کے نام اور قیامت تک آنے والے بعض واقعات وفتن کی تفصیلات اور بعض رؤسا فتنؔ و دجالین کے نام بتلائے تھے۔ روی مسلم عنہ قال لقد حدّثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماکان ومایکون حتی تقوم الساعۃ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی اس سلسلے میں آپ کے علم پر اعتماد کرتے تھے۔ وفی اثرانّ عمر سأله هل فی عُمّالی احد من المنافقین قال نعم واحدٌ قال من هو قال لا اذکرہ فعزلہ عمر کانما دُلّ علیہ۔ وفی صحیح مسلم عنہ واللہ انی لأعلم الناس بکل فتنۃٍ کائنۃٍ فیمابینی وبین الساعۃ۔

سوم۔ حذیفہؓ کے والد یمان کو جنگِ اُحد میں اپنے رفقا یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے غلطی سے شہید کر دیا۔ حضرت حذیفہ نے اپنے باپ کا خون مسلمانوں کو معاف کر دیا۔

چہارم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور آپ اپنی وفات تک مدائن ہی میں رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ۴۰ دن بعد آپ وفات پا گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ ہے۔

روی ابونعیم باسنادہ فی الحلیۃ ج ۱ ص۲۷۶ عن حذیفۃ قال القلوب اربعۃ قلب اغلف فذلک قلب الکافر وقلب مصفح فذلک قلب المنافق وقلب اجرد فیہ سراج یزھر فذلک قلب المؤمن وقلب فیہ نفاق وایمان فمثل الایمان کمثل شجرۃ یمدّھا ماء طیب ومثل النفاق مثل القرحۃ یمدّھا قیح ودم فایھما غلب علیہ غلب وکان حذیفۃ رضی اللہ عنہ یقول مامن یوم اقرّ لعینی ولا احب لنفسی من یوم اٰتی اھلی فلا اجد عندھم طعامًا ویقولون مانقدرعلی قلیل ولاکثیر وذلک انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ اشدّ حمیّۃ للمؤمن الدنیا من المریض اھلہ الطعام واللہ تعالی اشدّ تعاھدًا للمؤمن بالبلاء من الوالد لولدہ بالخیر وکان یقول لیس خیرکم الذین یترکون الدنیا للأخرۃ ولا الذین یترکون الاخرۃ

للدنیا ولکن الذین یتناولون من کلٍّ۔

حسّان - رضی اللہ عنہ۔ بیان واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم میں مذکور ہیں۔

ھو حسان بن ثابت المنذر بن حرام الانصاری الخزرجی ثم النجاری رضی اللہ عنہ۔

حسان کی والدہ کا نام فُریعہ (بالتصغیر) ہے۔ حسان نبی علیہ السلام کے شاعر تھے۔ قال ابو عبیدۃ فُضّل حسّان علی الشعراء بثلاث کان شاعر الانصار فی الجاھلیۃ وشاعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام النبوۃ و شاعر الیمن کلھا فی الاسلام۔

وعن البراء رضی اللہ عنہ ان النبی علیہ السلام قال لحسّان اھجُھم وجبریل معک۔ اخرجہ الشیخان۔

آپ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے دستِ مبارک سے مسجد میں آپ کے لیے منبر رکھتے تھے۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی علیہ السلام کان یَضع لحسّان المنبر فی المسجد یقوم علیہ قائمًا یھجو الذین کانوا یھجُونَ النبی علیہ السلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان روح القدس مع حسّان مادام ینافح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ ابوداؤد۔

سعید بن مسیبؒ کی روایت ہے کہ ایک روز حسانؓ مسجد نبی علیہ السلام میں شعر پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ کی نگاہ سے آپ کی طرف دیکھا۔ حسان رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور کہا کنتُ انشدُ فیہ من ھو خیرٌ منک۔ آپ کے اشعار کا دیوان مطبوع ہے۔

قال ابن سعد عاش فی الجاھلیۃ ستین سنۃً وفی الاسلام ستین سنۃً ومات وھو ابن عشرین ومائۃ۔

آپ کی وفات ۵۴ھ میں اور بقول بعض ۴۰ھ میں اور بقول بعض ۵۰ھ میں ہوئی۔

وقال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۶۹ وحسّانُ ممن عاش فی الجاھلیۃ ستین سنۃ وفی الاسلام مثلھا وکذا عاش ھذا القدر وھو ۱۲۰ سنۃ ابوہ وجدّہ ووالد جدّہ ولا یعرف اربعۃ تناسلوا وتساوت اعمارھم سواھم وکان حسان یضرب بلسانہ ارنبۃ انفہ وکذا ابنہ وابوہ وجدّہ۔ انتھی۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ بزدل تھے مگر یہ بات غلط ہے۔ آپ کے بہت سے شعراء سے مقابلے ہوئے اگر آپ بزدل ہوتے تو ضرور کوئی آپ کو بزدلی کا طعنہ دیتا۔

حاتم الطائی - وایدناہ بروح القدس کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو حاتم بن عبد اللہ بن سعد الطائی۔

حاتم مشہور سخی شاعر جاہلی ہے۔ کنیت ابو عدی و ابو سفانہ ہے قبل مات کافرًا ظہور اسلام سے پہلے

وفات پائی ہے۔ البتہ اس کے بیٹے عدی نے اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اخرج احمد فی مسندہ عن ابنہ عدیؓ قال قلتُ یا رسول اللہ ان ابی کان یَصِلُ الرِحم ویَفعل کذا وکذا قال ان اباك اراد امرًا فادرکہ۔ خزانۃ الادب ج ۳ ص۱۱۳ اور ج ۱ ص۲۶۱ پر حاتم و عدیؓ کے احوال مذکور ہیں۔ عدی بن حاتمؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ شکار سے متعلق اکثر احادیث آپ سے مروی ہیں کیونکہ آپ شکاری تھے۔ شکاری کُتّے پال رکھے تھے جن سے شکار کرتے تھے۔ عدی رضی اللہ عنہ ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے وقال الواقدی قدم سنۃ عشر۔

ابن اعرابی لکھتے ہیں۔ حاتم بڑے جوّاد تھے۔ ان کا جُود ان کے شعر کے مطابق تھا یعنی ان کا فعل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ جہاں اُترتے آپ کی منزل اور قیام گاہ لوگوں میں مشہور ہوتی تھی۔ بڑے خوش نصیب تھے۔ بخت سدا ان کی یاوری کرتا تھا۔ جب جنگ پر جاتے تو غالب ہو کر آتے۔ غنیمت حاصل کرنے جاتے تو کامیاب لوٹتے۔ قرعہ اندازی میں حسب خواہش کامیاب ہوتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تو سب پر سبقت لیجاتے جب ماہِ رجب شروع ہوتا چونکہ یہ مہینہ عرب میں بڑا محترم تھا تو ہر روز دس اونٹ لوگوں کو کھلانے کے لیے ذبح کرتے تھے۔

حاتم کی سخاوت کے قصے بڑے عجیب ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ اوّل اوّل آپ کی سخاوت کا واقعہ بھی حیرت انگیز ہے وہ یہ کہ حاتم کو باپ نے جنگل میں اپنے اونٹ اور بکریوں کی حفاظت پر مامور کیا۔ ایک دن حاتم کے پاس شعراء کی ایک جماعت جن میں عبید بن ابرص و بشر بن ابی حازم و نابغہ ذبیانی وغیرہ تھے وارد ہوئی۔ یہ جماعت نعمان بن منذر بادشاہ کے پاس جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے حاتم سے کچھ کھانے کے لیے مانگا۔ حاتم نے ہر ایک کے لیے الگ الگ اونٹ ذبح کیا۔ اور حاتم کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بعدہٗ جب تعارف ہوا اور پتہ چلا کہ یہ تو بڑے بڑے شعراء ہیں تو حاتم نے سب اونٹ اور ساری بکریاں ان میں تقسیم کر دیں۔ جب باپ آیا اور پوچھا کہ اونٹ اور بکریاں کہاں ہیں؟ تو حاتم نے یہ عجیب جواب دیا۔ قال طَوَّقتُكَ مَجدَ الدَّهرِ تَطوِيقَ الحَمامۃِ اور پھر سارا قصہ سُنا دیا۔ باپ ناراض ہوا اور کہا اذًا لا اُساکِنُكَ بعدَها ابدًا اولا اُؤوِيكَ فقال حاتم اذًا لا اُبالی۔

موت کے بعد بھی حاتم کی سخاوت کا ایک عجیب قصہ مؤرخین واہلِ ادب نے ذکر کیا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے مرّ نفر من عبد القیس بقبر حاتم فنزلوا قریبًا منہ فقام الیہ رجل یقال لہ ابو الخیبری وجعل یرکض برجلہ قبرہ ویقول اِقرِنا فقال بعضھم لہ ویلك ماید عوك ان تعرض لرجل قد مات قال ابو الخیبری ان طیئًا تزعم انہ ما نزل بہ احدٌ الا قراہ ثم اجنّھم اللیلُ فناموا فقام ابو الخیبری فزعًا وھو یقول وا راحلتاہ۔ فقالوا لہ مالك؟

قال اتانی حاتم فی النوم وعقر ناقتی بالسیف وانا انظر الیها ثم انشد نی شعرًا حفظتہ یقول فیہ حاتم ؎

ابا الخیبری وانت امرؤٌ ظلوم العشیرۃ شتامُھا

اتیت بصحبك تبغی القِریٰ لدیٰ حُفرۃٍ قد صَدت ھامُھا

اتبغی لی الذم عند المبیتِ وحولك طیٌّ و انعامُھا

فانا سنشبع اضیافنا و نأتی المطیَّ فنعتامُھا

فقاموا واذا بناقۃ ابی الخیبریّ تکوس عقیرًا فانحروھا وباتوا یاکلون وقالوا قرانا حاتم حیًّا ومیتًا واردفوا صاحبھم وانطلقوا سائرین واذا برجلٍ راکبٍ بعیرًا ویقود آخر قد لحقھم وھو یقول ایکم ابوالخیبری؟ قال الرجل انا قال فخذ ھذا البعیر انا عدیّ بن حاتم جاء نی حاتم فی النوم وزعم انہ قراکم بناقتك وامرنی ان احملك فشانك والبعیر ودفعہ الیھم وانصرف ۔ راجع کتاب المحاسن للجاحظ ص۱۳۶ والبیھقی ج ۱ ص۱۲۶ والقالی ج۳ ص۱۵۷۔

حمزۃ بن حبیب بن عمارۃ بن اسماعیل الامام عمارۃ التیمیُّ تیم اللہ وَلاءً وقیل نسبًا الکوفی المعروف بالزیّات رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

قاری حمزہ امام، ثقہ، حافظ، ضابط، ورع، متقی، ثبت، قاری، مُقری و جامع کمالات اور قُرّاء سبعہ میں سے ہیں۔ ابن خلکان وفیات میں لکھتے ہیں کہ آپ زیّات کے نام سے مشہور تھے۔ وقیل لہ الزیّات لانہ کان یجلب الزیت مَن الکوفۃ الی حلوان ویجلب من حلوان الجُبن والجوزَ الی الکوفۃ اھ۔ بہرحال آپ تیل وغیرہ اشیاء کے تاجر تھے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وھو الامام الحبر شیخُ القرّاء واحد السبعۃ الائمۃ ولد سنۃ ثمانین وادرك الصحابۃ بالسنّ فیحتمل ان یکون رأی بعضھم انتھیٰ ما فی الوفیات ج ۲ ص۲۹۔

حمزہ کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قراءت کا مدار چار صحابہ ہیں یعنی علی و عثمان و ابن مسعود و ابی رضی اللہ عنہم اور ان چاروں نے نبی علیہ السلام سے اخذ قراءت کیا ہے۔ حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت کے سلسلے بھی چار ہیں۔

اوّل یہ ہے قرأ حمزۃ علی جعفر الصادق علی ابیہ محمد الباقر علی ابیہ زین العابدین علی ابیہ الحسین علی ابیہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

دوم یہ ہے قرأ حمزۃ ایضًا علی الاعمش علی یحیی بن وثاب علی علقمۃ علی ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔

سوم وقرأ حمزۃ ایضًا علی محمد بن ابی لیلیٰ علی ابی المنھال علی سعید بن جبیر علی عبد اللہ بن عباس علی ابیّ ابن کعب رضی اللہ عنہم۔

چہارم وقرأ حمزۃ ایضًا علی حمران بن اعین علی ابی الاسود علی عثمان وعلی رضی اللہ عنہم۔

حمزہ قاری روایت کرتے ہیں ابو اسحاق سبیعی و اعمش و عدی بن ثابت و حبیب بن ابی ثابت و منصور بن

المعتمر وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن المبارک وعبداللہ بن صالح عجلی وسلیم بن عیسیٰ وعیسیٰ بن یونس و ابو احمد زبیری ومحمد بن فضیل ووکیع وقبیصۃ بن عقبہ وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی التہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۷۔

ابو بکر بن منجویہ فرماتے ہیں کان من علماء زمانہ بالقراءات وکان من خیار عباد اللہ عبادۃً وفضلاً وورعًا ونسکًا۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال العجلی ثقۃ رجل صالح۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کان رجلاً صالحًا عندہ احادیث وکان صدوقًا صاحب سنۃ۔ ابن فضیل فرماتے ہیں ما احسب ان اللہ یدفع البلاء عن اھل الکوفۃ الا بحمزۃ ورآہ الاعمش مقبلاً فقال و بَشِّرِ المخبتین حسین جعفی فرماتے ہیں ربما عطش حمزۃُ فلا یستسقی کراھۃَ اَن یصادِف مَن قرأ علیہ۔ ساجی کا قول ہے صدوق سیئ الحفظ لیس بمتقن فی الحدیث۔

آپ اپنے تلامذۂ قرآن سے ادنیٰ خدمت لینا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ حسین جعفی کی حکایتِ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ کہیں یہ خدمت اخذِ اجر بالقرآن نہ ہو جائے۔ آپ تعلیم قرآن پر اجرت نہیں لیتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح شاطبی ص ۱۵ پر لکھتے ہیں کان لا یأخذ اجرًا علی الاقراء وامتنع حین عرض علیہ تلمیذ لہ فی یوم حرّ کوز الماء وقال شعیب بن حرب دخلتُ الکوفۃ فرایتُ سفیانَ الثوری وشریك بن عبد اللہ قاعدین قدام حمزۃ یقرءان فقلتُ فی نفسی اکون الثالث وقال حمزۃ رَوَیتُ الفَ حدیث باسنادہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نماز ظہر کے بعد سے تا عصر اور نماز مغرب کے بعد تا نماز عشاء نوافل میں مشغول رہتے نیز رات کا اکثر حصہ نوافل پڑھنے میں گزارتے تھے۔

حمزہؒ سے امام مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد وابن ماجہ ونسائی وترمذی نے اپنی اپنی کتاب سنن میں روایتِ حدیث کی ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت نہیں کی۔ امام حمزہ رحمہ اللہ ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ قیل لم یَلقَ احدٌ الا وھو یقرأ القرآن۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حمزہ سے کہا شیئان غلبتنا علیھما لَسنا نُنازِعُك فیھما القرآنُ الفرائضُ وقال سفیان الثوری غلب حمزۃ الناس علی القرآن والفرائض وقال شعیب بن حرب الا تسألونی عن الدُّرِّ یعنی قراءۃَ حمزۃ اخذ حمزۃُ القراءۃَ عرضًا عن الاعمش والامام جعفر بن محمد الصادق وابن ابی لیلی وحمران بن اعین و اخذ القراءۃ عنہ ابراھیم بن ادھم وسفیان الثوری وشریك بن عبد اللہ وعلیُّ بن حمزۃ الکسائی وغیرھم والی حمزۃ المنتھی فی الصدق والورع والتقوی والیہ صارتُ الامۃ فی القراءۃِ بعد عاصمٍ والاعمش وکانَ امامًا حجۃً ثقۃً ثبتًا رضیًا قیّمًا بکتاب اللہ بصیرًا بالفرائض خبیرًا بالعربیۃ حافظًا للحدیث عابدًا زاھدًا خاشعًا قانتًا للہ ورعًا عدیم

النظیر۔ کذا فی الوفیات۔

امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت پر اگرچہ بعض ائمہ قدماء معترض تھے لیکن بعدہ وہ امت میں مقبول ہوئی اور اس کی صحت مجمع علیہ ہوگئی۔ لہٰذا اب اس میں شک کرنا کفر ہے۔ آپ کی ساری قراءت نبی علیہ السلام سے مروی و مأخوذ ہے۔

تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۷ میں ہے قال الآجری عن احمد بن سنان کان یزید یعنی ابن ھارون یکرہ قراءۃ حمزۃ کراھیۃً شدیدۃً قال احمد بن سنان وسمعتُ ابن مھدی یقول لو کان لی سلطانٌ علی من یقرأُ قراءۃ حمزۃ لاوجعتُ ظھرہ وبطنہ وقال الساجی وقد ذمّہ جماعۃٌ من اھل الحدیث فی القراءۃ وابطل بعضھم الصلاۃ باختیارہ من القراءۃ وقال الساجی والازدی یتکلمون فی قراءتہ وینسبونہ الی حالۃ من مومۃ فیہ قال الساجی سمعتُ سلمۃ بن شبیب یقول کان احمدُ یکرہ أن یُصَلّٰی خلفَ من یقرأ بقراءۃ حمزۃ وقال ابو بکر ابن عیاش قراءۃ حمزۃ عند نابدعۃٌ وقال ابن درید انی لاشتھی أن یخرج من الکوفۃ قراءۃُ حمزۃ یرید مافیھا من المدّ المفرط والسکت وتغییر الھمز فی الوقفِ والامالۃ وغیرذلک انتھی۔

ابن خلکان رحمہ اللہ وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں واما ماذکر عن احمد بن حنبل وابی بکر بن عیاش ویزید بن ھارون وعبد الرحمٰن بن مھدی وعبد اللہ بن ادریس وحماد بن زید من کراھتھم لقراءۃ حمزۃ لما فیھا من المد المفرط والسکت واعتبار الھمزۃ فی الوقف والامالۃ ونحو ذلک من التکلف فانّ حمزۃ ایضا کان یکرہ ذلک وینھی عنہ روی انہ کان یقول لمن یُفرِط فی المدّ والھمز لا تفعل اما علمتَ ان مافوق البیاض فھو برصٌ ومافوق الجعودۃ فھو قَطَطٌ وما فوق القراءۃ فھو لیس بقراءۃ۔ وبعد فقد انعقد الاجماع علی تلقی قراءۃ حمزۃ بالقبول والانکار علی من تکلم فیھا۔ انتھی۔ قال الحافظ ابن حجرؒ قد انعقد الاجماع باٰخرہ علی تلقی قراءۃ حمزۃ بالقبول ویکفی حمزۃ شھادۃ الثوریؒ لہ فانہ قال ماقرأ حمزۃ حرفاً الا باثر انتھی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حمزہؒ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ امام ائمۃ الامصار ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے آپ کی قراءت کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا شیئان غلبتنا علیھما لسنا ننا زعک فیھما القراٰن والفرائض۔ اگر حمزہؒ کی قراءت قواعد عربیت کے خلاف ہوتی اور نبی علیہ السلام سے بروایات صحیحہ ثابت نہ ہوتی تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے محتاط و متبع آثار زاہد و عابد و خائف من اللہ حمزہؒ کی اور قراءتِ حمزہؒ کی ہرگز تعریف نہ فرماتے۔

امام دانیؒ لکھتے ہیں کہ حمزہ کا سنہ ولادت ۸۰ھ ہے۔ اور سنہ وفات ۱۵۶ھ اور بقول آخر

۱۵۶ھ ہے۔ آپ کا انتقال سوادِ عراق کے شہر حلوان میں ہوا۔ کتاب طبقات القراء لابن الجزری جلد اول و کتاب الوافی بالوفیات قسم اول جزء رابع، کتاب الاعلام جلد اول میں آپ کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

قال الشعرانیؒ فی کتاب الیواقیت لا استحالۃ فی رؤیۃ اللہ تعالی فی المنام وکان حمزۃ الزیات القاریؒ یقول قرأت سورۃ یٰس علی الحق تعالی حین آیۃ فلما قرأتُ تنزیلُ العزیز الرحیم بضم اللام فردّ علی الحق سبحانہ تنزیلَ بفتح اللام وقال انی نزلتہ تنزیلاً وقال حمزۃ وقرأتُ علی اللہ جلّ و علا سورۃ طٰہٰ فلما بلغت الی قولہٖ أنا اخترتک فقال تعالی وإنا اخترناک۔ فھی قراءۃ برزخیۃ اھ۔

فائدہ۔ قاری حمزہؒ رحمہ اللہ کے تلامذہ و رُواۃ بہت ہیں۔ البتہ مشہور اور وہ جن پر قراء کا اعتماد رہا دو ہیں اول ابو محمد خلف بن ہشام البزار۔ دوم ابو عیسیٰ خلاد بن خالد کوفی۔ ان دونوں راویوں نے قرارت حضرت سلیم بن عیسیٰ کوفی سے پڑھی اور سلیم بن عیسیٰ کوفیؒ نے حمزہؒ سے پڑھی۔

۵۷۔ حفص بن سلیمان الاسدی ابو عمر البزاز الکوفی القاری المقریٔ رحمہ اللہ۔

حفص کو غاضری بھی کہتے ہیں دھی نسبۃ الی غاضرۃ بن الملک بن ثعلبۃ کما فی لب اللباب۔

بقول بعض علماء آپ کے دادا کا نام مغیرہ ہے۔ حفصؒ قاری عاصمؒ احد القراء السبعۃ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ وکان حفص ابن امرأۃ عاصم کما فی التھذیب۔ حفص روایت کرتے ہیں عاصم بن ابی النجود و عاصم احول و عبد الملک بن عمیر ولیث بن ابی سلیم و ابی اسحاق سبیعی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو شعیب صالح بن محمد القواس وحفص بن غیاث و علی بن عیاش و علی بن حجر وہشام بن عمار و محمد بن حرب خولانی وغیرہ رحمہم اللہ۔

اس زمانے میں تقریباً سارے عالم میں امام عاصمؒ کی قرارت حسب روایت امام حفصؒ بن سلیمان رائج و معروف ہے۔ حفصؒ بڑے عالم قاری مقری سید القراء والفقہاء صاحب سنت، عابد و محدث تھے۔

امام عاصمؒ کے دو راوی ہیں۔ دوسرے راوی کا نام ابوبکر شعبۃ بن عیاش ہے۔ بعض اوصاف میں ابوبکر اعلیٰ و فائق تھے حفص سے لیکن قرارت کے باب میں حفصؒ برتر و فائق ہیں ابوبکرؒ سے۔

قال یحیی بن معین زعم ایوب بن المتوکل وکان بصریاً من القراء قال ابو عمر یعنی حفصاً اصح قراءۃً من ابی بکر بن عیاش و ابو بکر اوثق منہ۔ روایتِ حدیث میں بعض محدثین کے نزدیک حفص ضعیف ہیں اور بعض ان کی توثیق کرتے ہیں اور ثقہ کہتے ہیں۔ قال الساجی عن احمد بن محمد البغدادی عن ابن معین کان حفص و ابو بکر من اعلم الناس بقراءۃ عاصم وکان حفص اقرأ من ابی بکر وکان کذاباً وکان ابو بکر صدوقاً۔ قال ابن معین لیس بثقۃ وقال ابن المدینی ضعیف الحدیث وترکتہ علی عمد وقال البخاری

07759

ترکوہ وقال مسلم متروك وقال النسائی لیس بثقة ولا یکتب حدیثه وقال صالح بن محمد لا یکتب حدیثه واحادیثه کلها مناکیر وقال الساجی یحدث عن سماك وغیرہ احادیث بواطل۔ وذکر الدانی قال قال وکیع کان ثقة اخرج النسائی حدیثه فی مسند علی متابعة واورد البخاری فی الضعفاء حدیثه عن لیث ابن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن عمر فی الزیارۃ وقال محمد بن سعید العوفی عن ابیه حدثنا حفص بن سلیمان لو رأیته لقرت عیناك فهما و علما۔ کذا فی التهذیب۔

بعمر ۹۰ سال ۱۸۰ھ میں حفص کا انتقال ہوا۔

الحُطَیئة۔ آیت وبشر الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ان لهم جنّٰت الاٰیة کے بیان میں مذکور ہے۔

حُطَیئہ مشہور شاعر ہے۔ یہ اس کا لقب ہے۔ اور نام اس کا جَرْوَل بن اَوس بن مالک ہے۔ وہ فُحول شعرا وفصحا شعرا میں سے ہے۔ مدح ہجا۔ فخر اور نسیب وغیرہ جملہ فنون شعر میں بلند درجہ رکھتا ہے۔ شرارت و بیوقوفی اس پر غالب تھی مخضرم ہے جاہلیت و اسلام دونوں پائے ہیں۔ مسلمان ہوا پھر مرتد ہوگیا۔

اس کا نسب مخلوط و مخفی ہے۔ وہ وقتاً فوقتاً نسب بدلتا رہتا تھا۔ قال ابو الفرج الاصبہانی فی الاغانی کان اذا غضب علی بنی عبس یقول انا من بنی ذُهل واذا غضب علی بنی ذُهل قال انا من بنی عبس۔ وقال ابن الکلبی کان الحطیئة مغموز النسب وکان من اولاد الزنا الذین شرفوا اھ مافی الاغانی بخلاصة ج ۲ ص ۱۳۱۔

اس کی ماں کا نام ضَرّا تھا۔ اس نے اپنی ماں سے نسب یعنی باپ کے بارے میں پوچھا ماں نے صحیح جواب نہ دیا تو حطیئہ نے کہا ؎

تقول لیَ الضرّاء لستَ لواحد ولا اثنین فانظر کیف شرك أولٰئکا

وانتَ امرؤٌ تبغی اباً قد ضللته هبلت ألمّا تستفق من ضلالکا

ابن حجر لکھتے ہیں اسلم فی عهد النبی علیه السلام ثم ارتد ثم أسر عاد الی الاسلام وکان کثیر الهجاء حتی هجا اباه وأمّه واخاه وزوجته ونفسه وکان یلقب الحطیئة لقصرہ وقال حماد الراویة سمی بذلك لانه ضرط ضَرطة بین قوم فقیل له ماهذا؟ فقال انما هی حُطیئة فسمّی الحطیئة۔ راجع الاصابه ج ۱ ص ۳۷۵

وہ بڑا فصیح شاعر تھا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ ہر شاعر کے اشعار میں بعض عیوب ضرور ملتے ہیں سوائے حطیئہ کے کہ اس کے اشعار میں عیب پانا بہت مشکل ہے۔ ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں لم یقل العرب بیتاً اصدق من قول الحطیئة ؎

مَن یَفعلِ الخیرَ لا یَعدَمْ جوازیَه لا یذهب العُرف بین الله و الناس

والجوازی جمع جازیۃ مصدر للجزاء کالعافیۃ فقیل لہ فقول طرفۃ ؎

ستبدی لک الایام ماکنت جاھلاً ویأتیک بالاخبار من لم تزود

فقال مَن یأتیک بھا ممن زوّدت اکثر۔ کذا فی الاغانی۔ ج ۲ ص ۱۴۵ قال الحافظ ابن حجرؒ وذکر ابن ابی الدنیا فی اصطناع المعروف عن الشعبیؒ قال کان الحطیئۃ عند عمر فانشد ھذا البیت فقال کعبؓ ھی واللہ فی التوراۃ لا یذھب العرف بین اللہ وخلقہ اھ۔

لوگ اس کی ہجار سے ڈرتے تھے اور خوفِ ہجار کی وجہ سے لوگ اسے مال دیا کرتے تھے۔ اس نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مدح میں شعر کہے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو مال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سخت باز پرس کی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا اِنی اشتریتُ عرضی منہ بھا فکتب الیہ عمرؓ ان کان ھذا ھکذا وانما فدیت عرضک من لسانہ ولم تعطہ للمدح والفخر فقد احسنت۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو زبرقان بن بدرؓ کی ہجار کرنے کی پاداش میں جیل میں ڈال دیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد جیل سے نکال کر اس سے فرمایا ایاکَ وھجاءَ الناس قال اِذن یموت عیالی جوعاً ھذا مَکسبی ومنہ معاشی قال فایاک والمقذعَ من القول قال وما المقذع؟ قال ان تُخایر بین الناس فتقول فلان خیرٌ من فلان واٰل فلان خیرٌ من اٰل فلان قال فانتَ واللہ اَھجیٰ منّی ثم قال عمر واللہ لولا ان تکون سنۃ لقطعتُ لسانکَ۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حطیئہ کے بارے میں شکایات بہت بڑھ گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان کاٹ ڈالنے کا عزم مصمم کر لیا قال عمر علیّ بالکرسیّ فأتی بہ فجلس علیہ ثم قال اَشیروا علیّ فی الشاعر فانہ یقول الھجر وینسب بالحُرم ویمدحُ الناس ویذُمّھم بغیر ما فیھم ما اَراني الا قاطعاً لسانہ ثم قال علیّ بالطست فأُتی بھا ثم قال علیّ بالمخصف۔ علیّ بالسکّین لا بل علیّ بالموسیٰ فھو اوحیٰ فقالوا لا یعود یا امیر المؤمنین فاشاروا الیہ ان قل لا اَعودُ فقال لا اعود یا امیر المؤمنین فقال لہ النجاء فاطلقہ کذا فی الاغانی۔

وروی عن عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ انّ عمر رضی اللہ عنہ لما اَطلقَ الحُطیئۃ اراد اَن یؤکّد علیہ الحجۃ فاشتری منہ اَعراضَ المسلمین جمیعاً بثلاثۃ اٰلاف درھم۔

حطیئہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ رہا۔ بقول حافظ ابن حجرؒ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھی مدت تک زندہ رہا۔

خلف بن هشام بن ثعلب ویقال هشام بن طالب بن غراب البزار البغدادی المقرئ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ قاری خلف کی کنیت ابو محمد تھی ۔

خلف مذکور بہت بڑے قاری ۔ زاہد و کثیر العبادۃ ۔ صاحب سنت ۔ ثقہ ۔ امین و متبع سنت تھے دور دور سے علماء آپ سے اخذِ قرارت کے لیے آتے تھے ۔ آپ قاری حمزہؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔ حضرت حمزہؒ کی قرارت کی اشاعت میں آپ کا بڑا حصہ ہے ۔

خلف بن ہشام کے احوال کے لیے دیکھیے تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۲۲۴ وغایۃ النہایہ ج ۱ ص ۲۷۳ ووفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۴۱ ۔ قاری خلف روایت کرتے ہیں امام مالک وحماد بن زید و ہشیم وابوعوانہ و دراوردی وغیرہ رحمہم اللہ سے ۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں امام مسلم وابوداؤد وابن ابی خیثمہ وابراہیم حربی وعباس دوری وعبداللہ بن احمد ابن حنبل وابوزرعہ وابوحاتم وعبداللہ بن محمد بغوی رحمہم اللہ ۔ امام احمدؒ آپ کی توثیق کرتے ہیں وقال انہ واللہ عندنا الثقۃ الامین ۔

خلف بڑے محدث تھے اور بڑے محتاط تھے ۔ احتیاط فی الروایۃ کے بارے میں ایک حکایت سُن لیں قال عباس الدوری وجّھنی خلف الی یحیی فقال کانت عندی کتب حماد بن زید فحدثت بھا وبقی عندی قلع بعضھا دارس فاجتمعت علیہ انا واصحابنا فاستخرجناھا فھل تری ان احدث بھا قال فقال لی یحیی قل لہ حدث بھا یا ابا محمد فانک الصدوق الثقۃ وقال النسائی بغدادی ثقۃ وقال الدارقطنی کان عابداً فاضلاً قال اعدت صلاۃ اربعین سنۃ کنت اتناول فیھا الشراب علی مذھب الکوفیین ۔ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۳ ص ۱۵۶ ۔

آپ صائم الدہر تھے ۔ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں قرأ القرآن عن سلیم واخذ حرف نافع عن اسحاق المسیبی وحرف عاصم عن یحیی بن آدم وھو امام فی القراءات ولہ اختیار حُمل عنہ متقدم فی روایۃ الحدیث صاحب سنۃ ثقۃ مامون اھ وفی الخلاصۃ قیل کان یصوم الدھر ۔

علماء قرارت کہتے ہیں کہ خلف قاری حمزہؒ کی قرارت کے راوی ہیں بواسطہ سلیم بن عیسیٰ کوفی حنفیؒ کے ۔ خلف نے سلیم سے اخذِ قرارت کیا اور سلیم نے حضرت حمزہؒ سے اخذ کیا ۔ ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں ۔ قال خلف اتیت سلیم بن عیسی لاقرأ علیہ وکان بین یدیہ قوم واظنھم سبقونی فلما جلست قال بلغنی انک ترید التقدم فی القراءۃ فلست آخذ علیک شیئاً قال فکنت احضر المجلس اسمع ولا یأخذ علیّ شیئاً فبکرت یوماً فی الغلس وخرج فقال من ھاھنا یتقدم ویقرأ فتقدمت واستفتحت بسورۃ یوسف وھی

من اشدّ القرآن إعرابًا فقال لی مَن انتَ فما سمعتُ اَقرأمنك ؟ فقلتُ خلف فقال لی فعلتها ما يَحِلُّ لی أن أمنعك فكنت اَقرأُ عليه حتی بلغتُ يومًا حم المؤمن فلما بلغتُ الی قوله تعالیٰ ويستغفرون للذين اٰمنوا۔ غافر۔ بكی بكاءً شديدًا ثم قال لی يا خلف الا ترٰی ما اَعظَم حقَّ المؤمنِ تراه نائمًا علی فراشه و الملائكة يستغفرون له اھ۔

نبیذ جب مُسکر نہ ہو تو وہ باتفاقِ ائمہ جائز ہے۔ خود نبی علیہ السلام سے اس کا پینا ثابت ہے۔ کما روی البخاری فی صحیحہ وغیرہ۔ لیکن مُسکر کا پینا باتفاقِ علماء ممنوع ہے۔ خلف پہلے نبیذ قریب اسکار یا قریب افطار تاویل کر کے جائز سمجھتے اور پیتے تھے پھر ترک کر دیا۔ ابوجعفر نُفیلیؒ کہتے ہیں خلف صاحبِ سنت تھے لیکن ان میں نبیذ پینے کا عیب تھا۔ عبدالکریم بن حداد کہتے ہیں کان خلف يشرب من الشراب علی التاويل فكان ابن اخته يومًا يقرأ عليه سورة الانفال حتی بلغ قوله تعالیٰ ليميز الله الخبيث من الطيب۔ فقال يا خال اذا ميّز الله الخبيثَ من الطيّبِ اين يكونُ الشراب ؟ قال فنكس رأسه طويلًا ثم قال مع الخبيث قال فرضی ان تكون مع اصحاب الخبيث ؟ قال يا بنیَّ امض الی المنزل فاصببْ كل شئ فيه فتركه فاعقبه الله تعالیٰ الصومَ فصام الدهرَ الی ان مات۔

قاری خلف بن ہشام بواسطہ یحییٰ بن آدم ابوبکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں۔ براہ راست ابنِ عیاش سے روایت نہ کرنے کا سبب ایک قصہ ہے جس پر خلف عمر بھر افسوس کرتے رہے۔ وہ قصہ ابن خلکان نے یوں لکھا ہے۔ قال ابو العباس سمعتُ خلفًا يقول قدمت الكوفة فصرتُ الی سليم بن عيسی فقال ما اقدمك ؟ قلت اَقرأُ القرآن علی ابی بكر بن عياش بحرف عاصم فقال لی الا تريد ؟ قلتُ بلیٰ قال فدعا ابنه و كتب معه رقعةً الی ابن عياش فاستاذن لی عليه سليم بن عيسٰی فدخل عليه فاعطاه الرقعة وكان لخلف سبع عشرة سنة قال فلما قرأ قال ادخِلِ الرجلَ فدخلتُ فسلّمتُ فصعّد فیّ النظر ثم قال لی انتَ خلف ؟ قلتُ نعم قال لی انتَ لم تخلف ببغداد احدًا اقرأ منك ؟ فسكتُّ فقال لی اقعد هاتِ اقرأ قلت عليك ؟ قال نعم قلتُ لا اله الا الله لا اَقرأ علی رجلٍ يستصغر رجلًا من حملة القرآنِ ونوكته وخرجتُ فوجّه الی سليم فسأله ان يَرُدّنی اليه فلم اَرجع قال خلف فندِمتُ واحتجتُ فكتبتُ قراءةَ عاصم عن يحيی بن ادم عن ابی بكر بن عياش اھ۔ ابن عیاش قاری عاصم کے راوی ہیں۔ وروی خلف بسنده الی ابی هريرة الی النبی صلی الله عليه وسلم ان الله عزوجل خلق مائة رحمة فانزل منها رحمةً علی عباده يتراحمون بها وخبأ تسعًا وتسعين عنده فاذا كان يوم القيامة جمع تلك الرحمة الی التسع والتسعين وفضّها علی عباده فمن رحمة واحدة جعلنی مسلمًا وعلمنی القرآن وعرّفنی نبيه صلی الله عليه وسلم وفعل بی وفعل بی وانا ارجو من تسع وتسعين الجنة۔

خلفؒ رواۃ قراء میں یہ ممتاز شان رکھتے ہیں کہ آپ صاحبِ قرأتِ مستقلہ ہیں۔ علماء آپ کو مستقل قاری، صاحبِ قرأت شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ دس مشہور قراء میں سے ہیں۔

خلفؒ کا انتقال بغداد میں جمادی الآخرہ ۲۲۹ھ میں ہوا۔

فائدہ۔ خلفؒ قراءۃ عاشرہ کے امام ہیں۔ آپ کے دو راوی مشہور ہیں۔ اوّل، اسحٰق بن ابراہیم ورّاق مروزی ثم بغدادی متوفی ۲۸۶ھ مشہور زمانہ قاری ابن شنبوذ اسحٰق کے تلمیذ ہیں۔ دوم، ادریس بن عبدالکریم بغدادی متوفی ۲۹۲ھ۔

خلاد بن خالد الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ۔ آپ کی کنیت ابوعیسٰی ہے۔

آپ حضرت حمزہ قاری رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ حمزہؒ سے بواسطہ سلیم بن عیسٰی کوفی حنفیؒ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی وفات شہر کوفہ میں ہوئی۔ سال وفات ۲۲۰ھ ہے۔

الخلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراہیدی البصری ویقال الفرھودی الازدی الیحمدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

خلیل رحمہ اللہ علم نحو وعربیت کے امام اور سیبویہ کے استاذ ہیں۔ علمِ عروض کو مستنبط کرکے عدم سے وجود میں لائے اور اس کی اقسام کو پانچ دوائر میں منحصر کیا جن سے پندرہ بحور یعنی اوزانِ شعر کا استخراج ہوتا ہے اخفش نے ایک اور بحر کا اضافہ کرکے اس کا نام بحر خبب رکھا۔ احمد کا والد عمرو بالواو ہے۔ کما یعلم من وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۴۴۔ اور بغیہ میں عمر بلا واو درج ہے۔ واللہ اعلم۔

خلیل بن احمدؒ زاہد۔ عابد۔ منقطع الی اللہ اور تارکِ دنیا تھے۔ خلیل روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وعاصم احول وعثمان بن حاضر وعوام بن حوشب وغالب القطان رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں حماد بن زید ونضر بن شمیل وسیبویہ واصمعی وہارون بن موسی نحوی وداؤد بن المحبر وغیرہ رحمہم اللہ۔

حماد بن زید کہتے ہیں کان الخلیل یری رای الاباضیۃ حتی من اللہ علیہ بمجالسۃ ایوب۔ آپ بڑے متواضع اور تارکِ دنیا تھے۔

سلیمان بن علی امیر بصرہ یا امیر سندھ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے ہاں آکر میری اولاد کو تعلیم دیں فاخرج الخلیل الی رسولہ خبزًا یابسًا وقال مادام ھذا عندی لاحاجۃ لی فیہ ولاحاجۃ فی سلیمان فقال الرسول فماذا ابلغہ عنک فانشأ یقول ؎

ابلغ سلیمان انی عنک فی سعۃٍ ۔۔۔ وفی غناً غیر انی لست ذا مال

شُحّاً بنفسی اِنّی لا اریٰ احداً یموتُ ھزلاً ولا یبقیٰ علیٰ حال
الرّزقُ عن قدرٍ لا الضعفُ ینقصہ ولا یزیدک فیہ حولُ محتال
والفقرُ فی النفسِ لا فی المال نعرفہ ومثلُ ذاک الغنیٰ فی النفسِ لا المال

سلیمان موصوف نے وہ وظیفہ بند کر دیا جو اس سے قبل وہ ہمیشہ خلیل کو دیا کرتا تھا تو خلیل نے کہا ؎

انّ الذی شقّ فمی ضامنٌ للرّزق حتی یتوفّانی
حرمتنی خیراً قلیلاً فما زادک فی مالک حرمانی

سلیمان نے اشعار سننے کے بعد دوبارہ وہ وظیفہ مالی جاری کر کے خلیل کو معذرت لکھی اور معافی مانگی نیز وظیفہ دُگنا کر دیا۔ تو خلیل نے پھر یہ شعر کہے ؎

وزلّۃٍ یکثر الشیطانُ اِن ذکرت منھا التعجب جاءت من سلیمانا
لا تعجبنّ لخیرٍ زلّ عن یدہٖ فالکوکبُ النحسُ یسقی الارضَ احیانا

مشہور فصیح و بلیغ ادیب عبداللہ بن المقفّع اور خلیل ایک رات جمع ہوئے اور دیر تک ان میں علمی گفتگو ہوتی رہی فلمّا تفرّقا قیل للخلیل کیف رأیتَ ابن المقفّع؟ فقال رأیتُ رجلاً علمہ اکثر من عقلہ وقیل لابن المقفّع کیف رأیتَ الخلیل؟ قال رأیتُ رجلاً عقلہ اکثر من علمہ۔

خلیل کی تصانیف یہ ہیں۔ کتاب العین فی اللغۃ وکتاب العروض وکتاب الشواہد وکتاب النقط والشکل وکتاب النغم وکتاب فی العوامل۔ کذا فی وفیات الاعیان۔ ج ۲ ص ۲۴۶۔ لیکن علامہ قفطیؒ کہتے ہیں کتاب العوامل منحول علیہ خلیل کی کتاب عین لغتِ عربی میں پہلی کتاب ہے مگر اس میں بہت سے اغلاط لغویہ وعلمیہ ہیں۔ لہذا بعض علماء کے نزدیک یہ خلیل کی تصنیف نہیں۔

آپ کے والد احمد پہلے شخص ہیں جو احمد کے نام سے موسوم ہوئے نبی علیہ السلام کے بعد۔

خلیلؒ اکثر اوقات اخطل کا یہ شعر دہراتے تھے ؎

واذا افتقرتَ الی الذخائر لم تجد ذُخراً یکونُ کصالحِ الاعمال

آپ کی موت کا سبب بھی بڑا عجیب ہے۔ وفیات میں ہے ان الخلیل قال اریدان اُقرّب نوعاً من الحسابِ تمضی بہ الجاریۃ الی البیاع فلا یمکنہ ظلمہا ودخل المسجدَ وھو یعمل فکرہ فی ذلک فصدمتہ ساریۃ وھو غافل عنہا بفکرہ فانقلب علی ظھرہ فکانت سبب موتہ وقیل بل کان یُقطِّع بحراً من العروض اھ۔

خلیل بن احمد کا بیٹا غبی تھا۔ ایک دن باپ کے پاس ایسے وقت آیا جب کہ وہ اشعار کی تقطیع میں مشغول تھے۔ بیٹے کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ باپ کیا بول رہے ہیں چنانچہ اسے باپ کے پاگل ہو جانے کا یقین ہو گیا اور

فخرج الی الناس وقال ان ابی قد جُنّ فد خلوا علیہ واخبروہ بما قال ابنہ فقال مخاطبا لابنہ ؎

لو کنتَ تعلم ما اقول عذرتنی　　او کنتُ اعلم ما تقول عذلتکا

لکن جہلتَ مقالتی فعذلتنی　　وعلمتُ انک جاھلٌ فعذرتکا

خلیل بن احمدؒ یہ شعر زیادہ پڑھا کرتے تھے ؎

یقولون لی دارُ الاحبۃ قد دنتْ　　وانتَ کئیبٌ اِنّ ذا لعجیبُ

فقلتُ وما تغنی الدیار وقربُھا　　اذا لم یکن بین القلوبِ قریبُ

خلیل کے تلمیذ نضر بن شمیل فرماتے ہیں اقام الخلیل فی خُصّ من اخصاص البصرۃ لا یقدر علی فلسین واصحابُہ یکسبون بعلمہ الاموال ولقد سمعتہ یومًا یقول اِنّی لاُغلِقُ علیّ بابی فما یُجاوِزہ ھمّی۔

خلیل بن احمد فرمایا کرتے تھے اکمل ما یکونُ الانسان عقلاً وذھناً اذا بلغ اربعین سنۃً وھی السِّنُّ التی بعث اللہ فیھا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم ثم یتغیّر وینقُصُ اذا بلغ ثلاثًا وستین سنۃً وھی السنّ التی قبض فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصفیٰ ما یکون ذھنُ الانسان فی وقتِ السحر اھ۔

سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وکان اٰیۃً فی الذکاء وکان الناس یقولون لم یکن فی العربیۃ بعد الصحابۃ اذکیٰ منہ وکان یحجُّ سنۃً ویغزو سنۃ وھو اول من جمع حروفَ المعجم فی بیت واحد وھو ؎

صِفْ خَلْقَ خَودٍ کمثل الشمس اذ بزغتْ　　یحظی الضجیعُ بھا نجلاء معطار

خلیلؒ کا سال وفات ۱۷۰ھ ہے۔ کل عمر ۷۴ سال تھی۔ وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا فقیل لہ ما صنع اللہ بک فقال ارأیتَ ما کنا فیہ لم یکن شیئًا وما وجدتُ افضل من سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔

الدُّوری القاری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ امام کسائی وابوعمرو بن العلاء کے راوی ہیں قراءاتِ سبعہ میں وھو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صُھیب الازدی ابوعمر الدوری المقری الضریر الاصغر۔

دوری مشہور قاری ہیں۔ قراءِ سبعہ میں سے دو قاریوں یعنی کسائی وابوعمرو بن العلاء کی قراءات کے راوی ہیں۔ آپ سامرا کے باشندے ہیں۔ نابینا تھے۔ دُوری منسوب ہے بغداد کے قریب ایک موضع کی طرف۔ آپ روایت کرتے ہیں ابن عیینہ وابی بکر بکراوی واسماعیل بن جعفر واسماعیل بن عیاش وعبد الوہاب خفاف وعلی ابن حمزہ کسائی ویزید بن ہارون ووکیع وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن ماجہ وابوزرعہ وابن ابی الدنیا وابوحاتم رحمہم اللہ۔

قال ابوحاتم هو صدوق وقال ابوداؤد رأیتُ احمد یکتب عنہ وقال الدارقطنی ضعیف وقال العقیلی ثقۃ ۔ قراءت میں سب سے پہلے آپ ہی نے تصنیف کی ۔ ابن سعد فرماتے ہیں کان عالماً بالقرآن وتفسیرہ

دوری نے علم قراءت کسائی واسماعیل بن جعفر ویزیدی وسلیم بن عیسی وشجاع بن ابی نصر الخراسانی سے پڑھی خطیب فرماتے ہیں کان یُقرِیٔ بقراءۃ الکسائی واشتہربھا ۔ کذا فی التہذیب ج ۲ ص ۴۰۸ ۔

سال وفات ۲۴۶ھ ہے ۔ کل عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی ۔ دوری کی کنیت ابوعمر ہے بلا واو نہ کہ ابوعمرو بالواو ۔

فائدہ ۔ دوری کو ابوعمر الضریر الاصغر اس لیے کہتے ہیں کہ علماء کبار میں اسی نام وکنیت اور وصف کے ایک اور عالم بھی ہیں ۔ علماء ان کو ابوعمر الضریر الاکبر کہتے ہیں ۔ ابوعمر اکبر کا مختصر ترجمہ یہ ہے ھو حفص بن عمر ابو عمر الضریر الاکبر البصری ۔ یہ اکبر قاری نہیں ہیں ۔

یہ اکبر روایت کرتے ہیں جریر بن حازم وصالح مری وغیرہ سے اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوداؤد وامام احمد وابوحاتم وابوزرعہ وغیرہ رحمہم اللہ ۔ آپ بڑے محدث تھے ۔ قال ابوزرعۃ ھو صدوق صالح الحدیث ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولد وھو اعمی ۔

سال وفات ۲۲۰ھ ہے ۔ کل عمر ۷۰ سال سے متجاوز تھی ۔ کذا فی التہذیب ۔

رفاعۃ رضی اللہ عنہ ۔ وہ تفسیر آیت فلا تحِلُّ لَہٗ مِن بَعدُ حتّٰی تَنکِحَ زوجًا غیرہٗ میں مذکور ہیں ۔

ھو رفاعۃ بن سَمَوْأل القرظی رضی اللہ عنہ ۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی بیوی تمیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی ۔ پھر اس نے عبدالرحمٰن بن الزَّبِیر (بفتح الزاء وکسر الباء) سے نکاح کیا ۔ دوبارہ وہ رفاعہ کے پاس آنا چاہتی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا لا حتی تذوقی عُسَیلتَہ ویذوق عُسَیلتَکِ روی مالک باسنادہ عن الزُّبیر بن عبدالرحمٰن بن الزَّبیر ان رفاعۃ بن سَموأل طلق امرأتہ تمیمۃ بنت وھب فذکر القصۃ بعض روایات میں اس عورت کا نام عائشہ بنت عبدالرحمٰن بن عتیک النضری ہے ۔

روی ابن شاھین من طریق تفسیر مقاتل بن حیان فی قولہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہ نزلت فی عائشۃ بنت عبد الرحمٰن بن عتیک النضری کانت تحت رفاعۃ بن وھب بن عتیک و ھو ابن عمھا فطلقھا طلاقًا بائنًا فتزوجت بعدہ عبد الرحمٰن بن الزبیر ۔ کذا فی الاصابۃ وغیرہ ۔

بعض روایات میں اس کا نام تمیمہ بنت ابی عبید القرظیہ لکھا ہے اور خاوند کا نام رفاعہ اور رافع بالشک لکھا ہے ۔

روی قتادۃ ان تمیمۃ بنت ابی عبید القرظیۃ کانت تحت رفاعۃ او رافع القرظی فطلقھا ۔ مگر محمد بن اسحٰق نے بالکل

برعکس روایت کی ہے حیث روی محمد بن اسحٰق عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ قال کانت امرأۃ من بنی قریظۃ یقال لھا تمیمۃ تحت عبد الرحمن بن الزبیر فطلقھا فتزوجھا رفاعۃ ثم طلقھا رفاعۃ فارادت أن ترجع الی عبد الرحمن فذکر الحدیث۔ اخرجہ ابونعیم وقیل اسمھا سھیمۃ۔

رؤبۃ شاعر رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر آیت ذلك بانھم کانوا یکفرون بآیٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق الآیۃ میں اور تفسیر یُضِلّ بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا وما یُضِلّ بہ الا الفٰسقین میں مذکور ہیں۔

ھو ابو الجحاف رؤبۃ بن العجاج عبد اللہ بن رؤبۃ بن لبید من بنی مالك۔

رؤبہ اور اس کے والد عجاج دونوں شاعر ہیں۔ ہر ایک کا رجز میں دیوان ہے۔ روبہ اپنے باپ سے افصح و اعلیٰ ہے۔ روی انہ قال لابیہ انا اشعر منك لانی شاعر و ابن شاعر و انت شاعر فقط۔ دونوں راجز ہیں۔ یعنی عام قصیدہ کی بجائے صرف بحر رجز میں شعر کہتے تھے وقیل لیونس النحوی من اشعر الناس؟ قال العجاج ورؤبۃ فقیل لہ لم نعن الرجاز قال ھما اشعر اھل القصید انما الشعر کلام فاجودہ اشعرہ کذا فی خزانۃ الادب ج ۱ ص ۹۲۔

یونس نحوی رؤبہ کے پاس ہمیشہ آتے جاتے تھے اور مختلف اشعار ولغات کے بارے میں ان سے سوالات کرتے تھے۔ یونس کہتے ہیں کہ ایک دن ہم ان کے پاس گئے تو روبہ نے مجھ سے کہا حتی متی تسألنی عن ھذہ الاباطیل و أزوقھا لك اما تری الشیب قد بلغ فی راسك ولحیتك وذکر ابن قتیبۃ فی کتاب الشعر والشعراء ج ۲ ص ۲۹۵ قال ابو عبیدۃ دخلت علی رؤبۃ وھو یملٔ جرذانا فی النار فقلت لہ اتأکلھا قال نعم انھا خیر من دجاجکم انھا تأکل البر والتمر اھ۔

خزانۃ الادب میں ہے رؤبہ نے دولت عباسی کا زمانہ پایا۔ منصور و ابومسلم کی مدح کی۔ بصرہ میں مقیم تھے زمانہ فتنہ میں دیہات میں اقامت اختیار کی اور ۱۴۵ھ میں انتقال ہوا۔

فائدہ۔ مسمیٰ بہ رؤبہ تین اشخاص ہیں۔ ایک رؤبۃ بن العجاج بن رؤبۃ بن لبید جو مذکور ہوئے اور مشہور ہیں۔

دوسرا رؤبۃ بن العجاج بن شدقم الباہلی۔

تیسرا رؤبۃ بن عمرو بن ظہیر ثعلبی۔ کذا قال الآمدی فی المؤتلف والمختلف۔

۶۵۔ رَوح رحمہ اللہ۔ بفتح الراء وسکون الواو۔ آپ قارئ ثامن یعنی یعقوب حضرمیؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔

ھو روح بن عبد المؤمن الھذلی مولاھم البصری المقری رحمہ اللہ۔

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ عظیم قاری و محدث تھے۔ آپ روایتِ حدیث کرتے ہیں یزید بن زریع وحماد بن زید وعبدالواحد بن زیاد و ابوعوانہ وجعفر بن سلیمان ضبعی ومعاذ بن ہشام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۹۶۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وعثمان دارمی وابوزرعہ وعبداللہ بن احمد وابوخلیفہ وابویعلی موصلی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

روح کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ آپ بخاری کے ان شیوخ میں سے ہیں جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

ابوعمر دانی طبقات میں لکھتے ہیں قرأ علی یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ اھ۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے قال ابن ابی حاتم عن ابیہ صدوق۔ سال وفات ۲۳۳ھ یا ۲۳۵ھ ہے۔

رُوَیس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں رُویس متکرر الذکر ہیں۔

ھو محمد بن المتوکل اللؤلؤی البصری القاری المقرئ الثقۃ الضابط الورع المواظب علی العلم والقراءۃ المعروف برُوَیس۔

رُویس بضم راء وفتح واو صیغہ تصغیر ہے۔ آپ بہت بڑے قاری ہیں۔ قاری ثامن یعقوب بن اسحٰق حضرمی کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں۔

دوسرے راوی روح بن عبدالمؤمن ہیں۔ رویسؒ بنو مازن میں رہائش پذیر تھے۔

رویسؒ اپنے شیخ قاری یعقوب کے علوم خصوصاً علم قرأت کے حامل وامین ہیں۔ اور آپ کے ذریعہ قراءۃِ یعقوب پھیلی اور مشہور ہوئی۔ شیخ یعقوب کا آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ چنانچہ پڑھاتے وقت آپ کو اس طرح خطاب فرماتے ھاتِ یالالُ۔ اَحسنتَ یالالُ۔ ھاتِ یالالئُ۔ اَحسنتَ یالالئُ۔

لال لالی کا مخفف و مرخم ہے یہ جمع ہے لؤلؤ (موتی) کی۔ حُسنِ قرأت وجودتِ تلاوت کی وجہ سے یعقوب ان کو لال کہتے تھے اور مفرد یعنی لؤلؤ کی بجائے ذکرِ جمع سے مقصد مزید تعظیم و تکریم ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ لال مخفف لَآل بروزن عَلّام وضرّاب ہو۔ لَآل موتی فروش کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے آپ کو لؤلؤی کہتے ہیں۔

باقی تلقیب بہ لاک کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔

اوّل یہ کہ لاک ایک قسم کا گوند یا چپکنے والی شے ہے جو بعض درختوں سے نکلتی ہے۔ چنانچہ درس میں ہمیشہ

حاضر رہنے اور ملازمتِ قرارت ومواظبتِ تلاوت اور علم سے چمٹے رہنے کی وجہ سے ان کو لاک کہا جاتا تھا۔
دوم۔ ممکن ہے کہ لاک کا ماخذ لوک ہو۔ اور اصل میں لائک بصیغۂ اسم فاعل ہو۔ پھر ہمزہ حذف ہو کر لاک ہوا۔ خلیل بن احمدؒ وغیرہ ائمۂ نحو کے نزدیک قائل میں قال و دائر میں دار اور جائر میں جار کہنا جائز ہے تو بنابریں قول لائک لاک ہوا۔ اور یعقوب نے جودتِ قرارت اور بسہولت حروف ادا کرنے کی وجہ سے رویس کو لاک کہا ہو۔ رویسؒ کا سال وفات ۲۳۸ھ ہے۔

زُہیر شاعر۔ صم بکم عمی فہم لا یرجعون کی شرح میں وہ مذکور ہے۔

هو زهير بن ربيعة بن قرط۔

زہیر مشہور جاہلی شاعر ہے۔ اس کا خاندان شعراء کا خاندان تھا۔ زہیر کے بیٹے کعب رضی اللہ عنہ بڑے شاعر تھے۔ کعبؓ صحابی ہیں اور صاحبِ قصیدۂ بانت سعاد ہیں۔ اصابہ میں ہے كان زهير وولداه بجير وكعب وولدا كعب عقبة والعوام شعراء اھ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زہیر کو اشعر عرب کہتے تھے۔ يروى عن عمر رضى الله عنه انه قال أنشدني لاشعر شعرائكم قيل ومن هو؟ قال زهير قيل وبم صار كذلك؟ قال كان لا يُعاظل بين القول ولا يتبع حوشيّ الكلام ولا يمدح الرجل الا بما هو فيه اھ۔ عکرمہ نے اپنے والد جریر سے پوچھا مَن أشعر الناس؟ قال فى الجاهلية زهير وفى الاسلام الفرزدق قلت له فانت؟ قال انا نحرتُ الشعرَ نحرًا۔

عبدالملک نے ایک مرتبہ شعراء سے پوچھا ایّ بیتٍ اَمدح؟ فاتفقوا على بيت زهير ؎

تراه إذا ما جئته متهلّلا ۔۔۔ كأنّك تُعطيه الذى انت سائله

کتاب الشعر والشعراء ج ص ۷۹ میں ابن قتیبہ لکھتے ہیں كان زهير جاهليا لم يدرك الاسلام وادرك ابناه كعب وبجير وكان لكعب ابن يسمى عقبة بن كعب هو شاعر ولد لعقبة العوّام وهو شاعر فهولاء خمسة شعراء فى نسق العوام ابن عقبة بن كعب بن زهير بن ابى سلمى وكان ابو سلمى ايضا شاعرا اھ۔ زہیر کے اچھے اشعار ہرم مری کی مدح میں ہیں۔ بعض مستشرقین کی تحقیق کے مطابق زہیر کی وفات ۶ھ مطابق ۶۲۷ء میں ہوئی۔

وفى الاغانى ج ۱۰ ص ۳۱۰ وجدتُ فى بعض الكتبِ انّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم نظر الى زهير بن ابى سلمى وله مائة سنة فقال اللهم أعِذنى من شيطانه فما لاكَ بيتا حتى مات اھ۔

زید بن عمرو بن نُفَیل رحمہ اللہ۔ وہ آیت فلا تجعلوا لله اندادا میں مذکور ہیں۔

هو زيد بن عمرو بن نُفَيل بن عبد العزى القرشى العدوى۔ حضرت عمر رضی اللہ کا والد خطاب زید کا چچا اور اخیافی بھائی یعنی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ وذلك لان عمرو بن نفيل قد خلف على امرأة ابيه

بعد ابیہ وکان لھا من نفیل اخوہ الخطاب - کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۷ -

زید بن عمرو نے اگرچہ زمانہ نبوت نبی علیہ السلام نہیں پایا تاہم وہ مؤمن وموحّد تھے۔ جاہلیت میں وہ بت پرستی سے بیزار تھے۔ بتوں کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے لوگوں کو شرک سے روکتے تھے۔ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضؓ کہتی ہیں کہ میں نے زید کو بیت اللہ شریف سے تکیہ لگائے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا یامعشر قریش والذی نفسُ زیدٍ بیدہٖ ما اصبحَ اَحدٌ منکم علیٰ دین ابراھیم غیری ثم یقول اللھم انی لو اَعلَم احبَّ الوجوہ الیك عبدتك بہ ولکنی لا اعلم ثم یسجُد علیٰ راحلتہ - وعن ھشام انہ کان یصلی الی الکعبۃ ویقول الٰھی اِلٰہُ ابراھیم ودینی دین ابراھیم - زید موؤدہ لڑکیوں کو جنھیں کفار زندہ دفن کردیا کرتے تھے بچاتے تھے اور دفن کرنے والے سے کہتے تھے لا تقتلھا ادفعھا اِلیّ اکفلُھا فاذا ترعرعت فان شئتَ اخذتَھا وان شئتَ فادفعھا -

نسائی وغیرہ میں ہے کہ قریش کی ایک جماعت جو زید بن عمرو بن نفیل وورقہ بن نوفل وعثمان بن الحویرث وعبداللہ بن جحش پر مشتمل تھی عبادتِ اصنام سے بچنے اور دینِ حق کی تلاش میں ملکِ شام گئی۔ وہاں پر یہود ونصاریٰ سے ملے۔ واپسی پر ان میں سے ورقہ نے تو نصرانیت اختیار کرلی اور کتابیں پڑھ کر بڑا عالم بن گیا۔ اور زید دینِ حنیف دینِ ابراہیم پر ہی قائم رہے۔ اس سلسلے میں زید نے بڑی تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ چنانچہ خطاب انہیں بہت اذیت دیتا تھا۔ حرم شریف میں آنے سے انہیں روکتا تھا۔ شام میں ایک راہب نے زید کو بتایا تھا کہ صحیح دین آج کہیں بھی نہیں مل سکتا۔ اس زمانے میں ایک نبی آنے والے ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سامنے زید بن عمرو کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا ھو اُمّۃٌ وحدہٗ یوم القیامۃ -

زید کے فرزند سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ایک دن سعید بن زیدؓ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ ان ابی کما رأیتَ وکما بلغكَ فاستغفر لہ قال نعم فانہ یُبعث یوم القیامۃ امۃً واحدۃً -

واقدی عامر بن ربیعہ کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ میں نے زید سے سُنا کہ میں اولادِ اسمٰعیل یعنی اولادِ عبدالمطلب میں ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں قال زید ولا اُرانی اُدرِکہ وانا اُومن بہ واُصدِّقہ واَشھد انہ نبیّ فان طالت بك مدۃ فرأیتہ فاقرئہ منّی السلام وسَأخبِرُكَ ما نعتُہ حتی لا یخفیٰ علیك قلتُ ھلمّ قال ھو رجل لیس بالطویل ولا بالقصیر ولا بکثیر الشعر ولا بقلیلہ ولیست تُفارِق عینہ حُمرۃٌ وخاتم النبوۃ بین کتفیہ واسمہ احمدُ وھذا البلد مولدہٗ ومَبعثُہ ثم یخرجہ قومہ منھا ویکرھون ما جاء بہ حتیٰ یُھاجِر الی یثرب فیظھر امرُہٗ فایاك ان تخدع عنہ ثم قال عامر فلما اسلمتُ اَخبرتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قول زید بن

عمرو واقرأته منه السلام فرد علیه السلام و ترحم علیه وقال قد رأیته فی الجنة یسحب ذیولا۔

وعن اسماء قالت سمعت زید بن عمرو یقول یا معشر قریش ایاکم والزنا فانه یورث الفقر۔

سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ زید بن عمرو اس وقت وفات پا گئے جس وقت قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔ یعنی نبوت سے پانچ سال قبل۔ بقول واقدیؒ مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور جبل حراء کے دامن میں مدفون ہوئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ملک شام میں بلقاء کے قریب بنولخم نے انہیں قتل کیا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت الجنۃ فرأیت لزید بن عمرو ابن نفیل دوحتین۔ کذا فی البدایہ۔ زید کے چند اشعار حسب روایت عروہ یہ ہیں ؎

أربٌّ واحدٌ أم ألف ربٍّ ۔۔۔ أدینُ اذا تقسّمت الامور

عزلتُ اللات والعزّی جمیعًا ۔۔۔ کذلک یفعل الجلد الصبور

فلا العزّی أدینُ ولا ابنتیها ۔۔۔ ولا صنمَی بنی عمرو ازور

ولا غُنمًا ادینُ وکان ربًّا ۔۔۔ لنا فی الدهر إذ حلمی یسیر

عجبتُ وفی اللیالی مُعجباتٌ ۔۔۔ وفی الایام یعرفها البصیر

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

وہ آیت یسئلونک عن الخمر والمیسر الخ میں مذکور ہیں۔

ھو سعد بن مالک بن اُھیب القرشی رضی اللہ عنہ۔

آپ قریشی و مہاجر ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔ آپ کی والدہ حمزہ بنت سفیان بن امیہ ہے۔ یعنی ابوسفیان بن حرب کی بنتِ عم ہے۔ حضرت سعدؓ کے چند احوال و اوصافِ شریفہ یہ ہیں۔

اوّلاً آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں و آخرہم موتًا۔ اور ان چھ اہل شوریٰ میں سے ایک ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ شوریٰ کی تقرری کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اِن اَصابتہ الاِمرۃُ فذاک والا فلیستعن بہ الوالی۔

ثانیًا۔ عراقی فتوحات کی ابتداء آپ نے کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس فوج کا امیر مقرر کیا تھا جو بلادِ فارس کی طرف بھیجی گئی تھی۔ جنگِ قادسیہ میں امیر آپ ہی تھے۔ آپ ہی نے کسریٰ کا دارالخلافہ مدائن فتح کیا۔

ثالثًا۔ عن ابن اسحٰق قال کان اشد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ عمرو الزبیر وسعد ابن ابی وقاص وعلی رضی اللہ عنہم۔

رابعًا۔ جنگِ احد میں آپ نے بڑی بہادری دکھائی۔ وعن علی رضی اللہ عنہ قال ما سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جَمَعَ اَبَوَیہِ لاحدٍ اِلا لسعد بن ابی وقاص فانی سمعتُہ یوم اُحدٍ یقول اِرمِ فداک ابی واُمی۔ رواہ الشیخان۔ قال الزہری رمی سعد یوم احد الفَ سہم۔

خامسًا۔ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنوں اور لڑائیوں سے بالکل برطرف رہے۔

سادسًا۔ ھو اوّلُ مَن رَمیٰ فی سبیل اللہ۔

سابعًا۔ ھو اوّلُ مَن اَراقَ دمًا فی سبیل اللہ۔

ثامنًا۔ آپ مستجاب الدعاء تھے۔ صحابہؓ آپ کو ناراض نہیں کرتے تھے ان کی بددعا سے سب ڈرتے تھے روی الترمذی ان النبی علیہ السلام قال اللھم استجب لسعد اذا دعاک فکان لا یدعو الا استجیب لہ۔

تاسعًا۔ قال النووی واسلم قدیمًا بعد اربعۃ وقیل بعد ستۃٍ وھو ابن سبع عشرۃ سنۃً وفی صحیح البخاری انہ قال لقد مکثتُ سبعۃَ ایام وانی لثالثُ الاسلام۔

عاشرًا۔ روی الترمذی من حدیث جابر قال اَقبَلَ سعد فقال النبی علیہ السلام ھذا خالی فلیُرِنی امرؤٌ خالہ۔

سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں ہوا پھر جنازہ مسجد نبوی میں لایا گیا اور یہاں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ سال وفات ۵۵ھ یا ۵۸ھ ہے۔

سیبویہ رحمہ اللہ۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے۔

ھو عمرو بن عثمان بن قنبر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سیبویہ نحاۃ بصرہ کے امام ہیں۔ کنیت ابو بشر ہے۔ کان مولی بنی الحارث بن کعب۔ تلقیب سیبویہ کی متعدد وجوہ علماء نے ذکر کی ہیں۔ سیوطیؒ بغیہ میں فرماتے ہیں ولُقِب سیبویہ ومعناہ رائحۃُ التفاح فقیل کانت اُمُّہ ترقصہ بذلک فی صغرہ وقیل کان من یلقاہ لایزال یشمّ منہ رائحۃَ الطیبِ فسمّی بذلک وقیل کان یعتاد شمّ التفاح وقیل لقب بذلک للطافتہ لان التفاح من اَطیبِ الفواکہ اھ۔

آپ فارسی الاصل ہیں۔ فارس کے شہر بیضاء سے آپ کی اصل والسنہ ہے۔ شہر بصرہ میں رہتے تھے خلیل و یونس و ابو الخطاب اخفش و عیسیٰ بن عمر وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ ابن کثیر بدایہ ج ۱۰ ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں وقد کان فی ابتداء امرہ یصحب اھلَ الحدیثِ والفقہاء وکان یَستَملِی علیٰ حماد بن سلمۃ فلحَن یومًا فرَدَّ علیہ قولہ فاَنِفَ من ذلک فلزم الخلیلَ بن احمد فبرع فی النحو اھ۔

بغداد گئے تو وزیر یحییٰ برمکی سے ملے یحییٰ کی مجلس میں کسائی سے مناظرہ ہوا اور شکست کھائی۔ مناظرہ اس

اس قول میں تھا قد کنتُ اظُنّ انّ الزنبورَ اشدَّ لسعةً من العقرب فاذا هو هي او هوایّاها سیبویہ نے کہا کہ صرف رفع جائز ہے یعنی فاذا هو هي اور هو ایّاها جائز نہیں ہے۔ کسائی نے کہا رفع ونصب دونوں جائز ہیں. سارے اعراب نے جو وہاں پر موجود تھے کسائی کی رائے کو صحیح کہا.

کسائی نے یحیٰی سے سفارش کرتے ہوئے کہا اَصلَح الله الوزیرَ انّه قد وفَدَ الیك من بَلدہٖ مؤمِّلاً فان رأیتَ اَن لا تَرُدّہ خائبًا فامر له بعشرة الاف دِرہم۔ اس کے بعد سیبویہ خراسان وفارس کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں کے امیر طلحہ بن طاہر علم نحو پسند کرتے تھے۔ راستے میں شہر بیضا میں اور عند البعض شیراز میں اور عند البعض بصرہ میں وفات پاگئے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر بقول خطیب ۳۲ سال تھی۔ اور بقول بعض علما۔ آپ کی عمر ۴۰ سال سے زیادہ تھی۔

سالِ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ یعنی ۱۸۰ھ یا ۱۶۱ھ یا ۱۸۸ھ یا ۱۹۴ھ میں وفات ہوئی۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کان سیبویہ شابًّا حسنًا جمیلاً نظیفًا وقد تعلّق من کل علم بسبَبٍ وضرب مع کلّ اھلِ ادب بسهم مع حداثة سِنّه اھ۔

علم نحو میں سیبویہ نے ایک ضخیم کتاب لکھی جو بے نظیر ہے۔ بڑی مشکل مغلق۔ بحر حقائق ومنبع دقائق وکنز علوم نحو وعربیت ہے۔ ثعلبؒ فرماتے ہیں انه لم یَنفرِد بتصنیفه بل ساعَدَہ جماعةٌ فی تصنیفه نحوًا من اربعین نفسًا هو اَحدهُم وهو اصول الخلیل فادّعاہ سیبویه الیٰ نفسه اھ۔ لیکن سیرافیؒ وغیرہ نے ثعلبؒ کے اس دعوی کو غلط کہا ہے۔

سیبویہ کی زبان میں کچھ بندش ولکنت تھی مگر آپ کا قلم زبان سے ابلغ وافصح تھا۔ سیبویہ علم خلیل کے حامل ہیں۔ سیبویہ کی کتاب کو بڑی مقبولیت نصیب ہوئی۔ مازنیؒ فرماتے ہیں مَن اراد ان یعمل کتابًا کبیرًا فی النحو بعد کتاب سیبویه فلیستَحِی مما اَقدَم علیه وقال ایضا ما اَخلُو فی کل زمَن من اعجوبةٍ فی کتاب سیبویه ولهذا سمّاہ الناس قرآنَ النحو وقال ابن کیسان نَظرنا فی کتاب سیبویه فوجدناہ فی الموضع الذی یَستَحِقّه اھ۔ کذا فی الخزانة ج۱ ص۳۳۵

خزانة الادب میں آپ کی کتاب کے بارے میں بڑی تفصیلی بحث ہے۔ مبرّد سے جب کوئی شخص اس کتاب کے پڑھنے کا ارادہ کرتا تو فرماتے هل رکبتَ البحر؟ تعظیمًا لما فیه واستصعابًا لالفاظه ومعانیه۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۔ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔

سلمان فارسیؓ مشہور صحابی ہیں ۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے ۔ انہیں سلمان بن اسلام وسلمان الخیر بھی کہتے ہیں ۔ آپ اصل میں رام ہرمز یا اصفہان کے ہیں۔

آپ نے نبی آخر الزمان کی بعثت کے متعلق سنا تھا تو ان کی طلب میں نکلے پھر قیدی بنائے گئے اور غلام ہو کر بکتے بکتے مدینہ منورہ میں ایک یہودی نے خریدا اور ہجرتِ نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے اور آزاد ہو گئے ۔ اور غلامی کی وجہ سے ابتدائی غزوات میں شریک نہ ہو سکے ۔ اول مشاہد سلمان فارسیؓ غزوہ خندق ہے ۔ اور آپ ہی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا ۔ فقال ابو سفیان واصحابہ اذ رأوہ ھذہ مکیدۃ ما کانت العرب تکیدھا بعدہ جمیع مشاہد میں شریک رہے ۔ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں ویقال انہ شھد بدرًا ۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں فتوحاتِ عراق وغیرہ میں شریک تھے ۔

واذا قیل لہ ابن مَن انتَ ؟ قال انا سلمانُ بن الاسلام من بنی اٰدم ویقول کنتُ من اَبناء اساورۃ فارس ۔ دینِ حق کی تلاش میں دربدر پھرتے رہے ۔ بڑی تکالیف جھیلیں کچھ مدت نصرانی بھی رہے ۔ کتبِ سابقہ بھی پڑھی تھیں ۔ وکان یقول انہ تداولتہ فی ذلک بضعۃ عشر ربًّا من ربٍّ الی ربٍّ حتی افضی الی النبیّ علیہ السلام ومَنَّ اللہ علیہ بالاسلام ۔ فتح مدائن کے بعد مدائن کے امیر وگورنر مقرر ہوئے ۔

وذکر معمر عن رجل من اصحابہ قال انہ دخل علی سلمان وھو امیر علی المدائن وھو یَعمل الخُوص (ٹوکریاں) فقیل لہ تعمل ھذا وانت امیر یجری علیک رزقٌ فقال انی اُحِبُّ اَن اٰکل من عمل یدِی وذکر انَّہ تعلّمَ عملَ الخوصِ بالمدینۃ من الانصار ۔

وعن مالکؒ کان سلمان یَعمل الخوص بیدہٖ فیعیش منہ ولا یَقبَل من احدٍ شیئًا ولم یکن لہ بیتٌ وانما کان یَستَظِلّ بالجدُر والشجر وان رجلًا قال لہ الا اَبنِی بیتًا فیہ تسکن فقال مالی بہ من حاجۃ فما زال بہ الرجل حتی قال انی اَعرِف البیتَ الذی یوافقک قال فصِفْہُ لی قال ابنی لک بیتًا اذا انتَ قُمتَ فیہ اَصاب رأسُک سقفَہ وان انتَ مددتَ فیہ رجلَیک اَصابھا الجدارُ قال نعم فبنیٰ لہ بیتًا کذلک ۔

وعن بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اَمَرَنی رَبّی بِحُبِّ اربعۃٍ واخبَرَنی انہ سبحانہ یحبّھم علیّ وابوذر والمقداد وسلمان ۔ رضی اللہ عنھم ۔

وعن کعب الاحبار سلمان حُشِیَ علمًا وحکمۃً ۔ نبی علیہ السلام نے سلمان وابو الدرداء رضی اللہ عنہما کے مابین مؤاخاۃ قائم فرمائی تھی ۔

آپ کے قدیم نام میں اقوال ہیں ۔ (۱) مابہْ بن بُوذ قالہ ابن مندہؒ (۲) وقیل اسمہ بھبود ۔

بقول بعض آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ لیکن محقق قول یہ ہے کہ وصیِ عیسیٰ علیہ السلام کو پایا ہے۔ ایک مقام پر حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں سلمان رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۵۰ سال سے متجاوز تھی۔ البتہ اس سے زائد میں اختلاف ہے۔ پھر ذہبی لکھتے ہیں حق یہ ہے کہ آپ کی عمر ۸۰ سال سے زائد نہ تھی۔ اور بعض علماء کے نزدیک آپ کی کل عمر ۳۵۰ سال تھی۔ آپ کی وفات ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں ہوئی۔

حافظ ابونعیمؒ نے حلیہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اقوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شادی کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نہایت سادگی پسند زاہدین اور شدت سے متبع سنت تھے۔ روی ابوعبدالرحمن السلمی عن سلمان انه تزوّج امرأة من كندة فبنیٰ بها فی بیتها فلما كان لیلة البناء مشیٰ معه اصحابه حتی اتیٰ بیت امرأته فلما بلغ البیت قال ارجعوا أجركم الله ولم یُدخلهم علیها كما فعل السفهاء فلما نظر الی البیت والبیت منجد قال أمحموم بیتكم ام تحولت الكعبة فی كندة قالوا لاهذا ولا ذاك فلم یدخل البیت حتی نزع كل ستر فی البیت غیر ستر الباب فلما دخل رأی متاعاً كثیراً فقال لمن هذا قالوا متاعك ومتاع امرأتك قال ما بهذا أوصانی خلیلی صلی الله علیه وسلم اوصانی خلیلی ان لایكون متاعی من الدنیا الا كزاد الراكب ورأیٰ خدماً فقال لمن هذا الخدم؟ فقالوا خدمك وخدم امرأتك فقال ما بهذا اوصانی خلیلی اوصانی خلیلی صلی الله علیه وسلم ألا امسك إلا ما أنكح او انكح۔ ثم قال للنسوة التی عند امرأته هل انتم مخرجات عنّی مخلیات بینی وبین امرأتی قلن نعم فخرجن فذهب الی الباب حتی اجافه وارخی الستر ثم جاء حتی جلس عند امرأته فمسح بناصیتها ودعا بالبركة فقال لها هل انت مطیعتی فی شیٔ آمرك به قالت جلست مجلس من یطاع قال فان خلیلی صلی الله علیه وسلم اوصانی اذا اجتمعتُ الی اهلی ان اجتمع علی طاعة الله تعالی فقام وقامت الی المسجد فصلیا ما بدا لهما ثم خرجا فقضی منها ما یقضی الرجل من امرأته فلما اصبح غدا علیه اصحابه فقالوا كیف وجدت اهلك فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم قال انما جعل الستور والخدور والابواب لتواری ما فیها حسب امریٔ منكم ان یسال عما ظهر له فاما ما غاب عنه فلا یسألن عن ذلك سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول المتحدث عن ذلك كالحمارین یتسافدان فی الطریق۔ كذا فی حلیة الاولیاء ج ۱ ص۱۸۶۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جُوّع لابراهیم علیه السلام اسدان ثم ارسلا علیه فجعلا یلحسانه ویسجدان له۔ وعن میمون بن مهران قال نزل حذیفة وسلمان رضی الله عنهما علی نبطیة فقالا لها هل ههنا مكان طاهر نصلی فیه؟ فقالت طهّر قلبك وصلّ حیث شئت فقال احدهما للآخر خذها حكمة

من قلب کافر۔ وعن جعفر بن برقان قال بلغنا انّ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کان یقول اَضحکنی ثلاثٌ وابکانی ثلاثٌ ضحکتُ من مؤمّل الدنیا والموت یطلبہ وغافل لایُغفَل عنہ وضاحکٍ ملأ فیہ لایدری اُسخط ربّہ امر رضیہ وابکانی ثلاثٌ فراق الاحبۃ محمدٍ وحزبہ وھول المطّلع عند غمرات الموت والوقوف بین یدی اللہ رب العالمین حین لا ادری الی النار انصرافی ام الی الجنۃ۔ وعن سعید بن سوقۃ قال دخلنا علی سلمان الفارسی فی مرض موتہ نعودہ وھو مبطونٌ فاطلنا الجلوس عندہ فشق علیہ فقال لامرأتہ ما فعلتِ بالمسک الذی جئنا بہ من بلنجر؟ فقالت ھو ذا۔ قال القیہ فی الماء ثم اضربی بعضہ ببعض ثم انضحی حول فراشی فانہ الآن یأتینا قومٌ لیسوا بانسٍ ولا جنٍّ ففعلتُ وخرجنا عنہ ثم اتیناہ فوجدناہ قد قُبض رضی اللہ عنہ۔ وعن ابی البختری قال بینا ابو الدرداء یوقِدُ تحت قِدرٍ لہ وسلمان رضی اللہ عنہ عندہ اذ سمع ابو الدرداء فی القدر صوتًا ثم ارتفع الصوتُ بتسبیحٍ کھیئۃ صوت الصبی قال ثم ندَّت فانکفأتْ ثم رجعتْ الی مکانھا لم ینصبّ منھا شیئٌ فجعل ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ینادی یا سلمان انظر الی العجب انظر الی ما لم تنظر الی مثلہ انت ولا ابوک فقال سلمان اما انک لو سکتّ لسمعتَ من آیات اللہ الکبری۔ کذا فی الحلیۃ ج ۱ ص۲۰۳۔

وعن المغیرۃ بن عبد الرحمن قال لقی سلمان الفارسی عبد اللہ بن سلام قال ان مُتَّ قبلی فاخبرنی ما تلقی وان مُتُّ قبلک اُخبرک قال فمات سلمان فرآہ عبد اللہ بن سلام فی المنام فقال کیف انت یا ابا عبد اللہ؟ قال بخیر قال ایّ الاعمال وجدتّ افضل؟ قال وجدت التوکل شیئًا عجیبًا وفی روایۃ قال سلمان علیک بالتوکل نعم الشئ التوکل۔

شمّاخ رضی اللہ عنہ۔ آیت اوکصیّب من السماء فیہ ظلمٰتٌ الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھو معقل بن ضرار رضی اللہ عنہ قالہ ابن قتیبۃ فی کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص۲۳۳ وفی دیوان اخیہ مزرّد منہ اسم الشماخ ھیثم۔ خزانۃ الادب ج ۳ ص ۱۷۷ میں ہے اسمہ معقل بن ضرار الغطفانی وھو مخضرم ادرک الجاھلیۃ والاسلام ولہ صحبۃ اھ۔ شماخ رضی اللہ عنہ کا دیوان مطبوع ہے۔ حُطَیئہ شاعر نے اپنی وصیت میں کہا ابلغوا الشماخ انہ اشعر غطفان۔ اھ۔

شماخ کے احوال اغانی ساسی ج ۸ ص ۹۷۔ طبقات ابن سلام ص ۱۱۰۔ مؤتلف ص ۱۳۸۔ سمط ص ۵۸ و اصابہ ج ۲ ص ۱۵۴ میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

شماخ جاہلی اسلامی ہیں صحابی ہیں۔ حماسۂ ابو تمام میں شماخ کا ذکر موجود ہے۔ اصابہ میں ہے ھوی الشماخ امرأۃ اسمھا کلبۃ بنت جوال اخت جبل بن جوال الشاعر التغلبی وغاب فتزوجھا اخوہ جزء بن ضرار فلم

یکلمہ الشماخ بعدہٗ وما تا متہاجرین - عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں غزوہ موقان میں آپ کی وفات ہوئی - جنگِ قادسیہ میں شماخؓ شریک تھے -

شعبۃ بن عیاش بن سالم ابوبکر الاسدی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ -

شعبہؒ قاری امام عاصمؒ احد القراء السبعۃ کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں - آپ کے نام میں اختلاف ہے مشہور شعبہ ہے - شعبہؒ نے امام عاصمؒ سے بڑے ضبط و محنت سے پڑھا - اور امام عاصمؒ بھی ان پر خاص توجہ فرماتے تھے مورخین لکھتے ہیں کہ امام عاصمؒ سے ہر روز صرف پانچ آیات بالقراءت پڑھتے تھے - تعلّم من عاصم خمسًا خمسًا کما یتعلم الصبیّ من المعلّم وذلک فی نحو ثلاثین سنۃ - کذا فی سراج القاری - وقیل فی ثلاث سنین - آپ کی کنیت ابوبکر ہے -

حکی القاری انہ کان یأتی عاصمًا فی الحرّ والقرّ وربما خاض ماءَ المطر فبلغ حقوَیہ او اکثر وکان عالمًا عاملًا فاضلًا کاملًا فقیل ختم اربعًا وعشرین الف ختمۃ منہا ما روی انہ قال لولدہٗ یا بنیّ ایاک ان تعصی اللہ تعالیٰ فی ھذہٖ الغرفۃ فانی ختمت فیہا القراٰن ثمانیۃ عشر الف ختمۃ اھ -

قاری شعبہؒ کا یہ قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے - اس میں علماء کے لیے عبرت و نصیحت کا بڑا سامان ہے - آپ فرماتے تھے کہ میں نصف اسلام ہوں اور میں نے کبھی کوئی کام اسلام و شریعت کے خلاف نہیں کیا - اور تیس سال سے مسلسل ہر روز ایک بار قرآن مجید ختم کرتا ہوں - نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلکہ خلیفۂ اوّل ہونا ثابت ہے - کیونکہ کُل صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کی خلافت اور خلیفۂ اوّل ہونے پر اتفاق و اجماع ہے اور قرآن مجید میں صحابہؓ کے بارے میں ہے اولٰئک ھم الصّٰدقون یعنی صحابہ سچے ہیں اور سچوں کا اجماعی قول حجت ہے -

آپ کے سینہ پر ایک نورانی نشان تھا - عام لوگ اسے برص سمجھتے تھے - بعد میں پتہ چلا کہ یہ قرآن کی برکت سے نور کا نشان ہے -

آپ بہت بڑے عابد و قائم اللیل تھے - کہتے ہیں کہ پچاس سال رات کو آپ بستر پر نہیں سوئے - بس ساری رات عبادت و تلاوت میں مصروف رہتے تھے -

آپ کا سالِ ولادت ۹۴ھ ہے - اور آپ کی وفات ۱۹۳ھ میں کوفہ میں ہوئی -

شعبہؒ امام عاصمؒ کے دوسرے راوی حفص بن سلیمان سے توثق و صدق و ضبطِ روایت میں اعلیٰ ہیں - عن ابن معین کان حفص و ابوبکر من اَعلم الناس بقراءۃِ عاصم وکان حفص اَقرأ من ابی بکر وکان حفص کذابًا و کان ابوبکر صدوقًا - کذا فی التہذیب ج ۲ ص ۴۰۱ -

الشافعی رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔

ھو ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع القرشی المطلبی الشافعی الحجازی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ امام شافعیؒ کے مناقب میں بہت سے ائمہ وعلماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

آپ قبیلہ قریش سے ہیں اور قریش کی فضیلت مسلّم ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے الائمۃ من قریش۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر مرفوعاً الناس تبع لقریش فی الخیر والشر۔

آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اسی سال امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ جو دن وفاتِ ابوحنیفہؒ کا ہے وہی دن ولادتِ شافعیؒ کا ہے۔ لیکن عند المحققین دن کی موافقت کی بات صحیح نہیں ہے۔ ولادت شہر غزہ میں اور بعض کے نزدیک شہر عسقلان میں ہوئی۔ یہ دونوں شہر ملک شام میں ہیں اور بیت المقدس سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہیں۔ پھر جب آپ کی عمر دو سال تھی تو مکہ مکرمہ لائے گئے اور آپ کی وفات مصر میں بعمر ۵۴ سال ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

ربیع کا قول ہے کہ امام شافعیؒ نے شب جمعہ بعد المغرب وفات پائی اور جمعہ کے دن بعد العصر دفنائے گئے۔ اور یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ آپ کی قبر مصر میں ہے۔

حضرت ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آدم علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ میں نے اس خواب کی تعبیر علماء سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ اہل ارض میں سب سے بڑے عالم کی موت ہے لان اللہ تعالیٰ علم آدم الاسماء کلھا فما کان الا یسیراً فمات الشافعیؒ۔

امام شافعیؒ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے، آپ کی والدہ نے بڑے افلاس اور غربت کی حالت میں آپ کی پرورش کی۔ بچپن میں آپ علماء کی مجلس میں جا کر استفادہ کرتے تھے اور کاغذ خریدنے کی طاقت نہ تھی اس لیے آپ ہڈی وغیرہ پر علماء کی قیمتی باتیں لکھ لیتے تھے۔ ان ہڈیوں سے کئی مٹکے بھر گئے۔

ابتداء میں امام شافعیؒ شعر وایام عرب یعنی تاریخ عرب اور ادب کے طالب علم تھے۔ بعدہٗ مسلم بن خالد زنجیؒ مفتی مکہ کی ترغیب پر فقہ کی طرف مائل ہوئے۔ ایک اور واقعہ بھی اس کا سبب بنا جس کا بیان خود امام شافعیؒ یوں کرتے ہیں کنتُ انظر فی الشعر فارتقیتُ عُقبۃ بمنیٰ فاذا صوت من خلفی علیك بالفقہ۔ پھر مسلم بن خالدؒ وغیرہ علماء مکہ سے علمِ فقہ کی تحصیل کی اور امام مالکؒ سے پڑھنے کے لیے مدینہ منورہ گئے اور کچھ مدت تک وہاں رہے۔

امام مالکؒ نے انہیں ایک دن یہ نصیحت کی جو کشف پر مبنی ہے اتق اللہ فانہ سیکون لك شان وان اللہ تعالیٰ قد القی علی قلبك نوراً فلا تطفہ بالمعصیۃ۔ آپ کی عمر ۱۳ سال کی تھی جب امام مالکؒ کے پاس آئے۔ پھر

یمن گئے نیز عراق و بغداد گئے اور امام محمدؒ سے علمی مباحثے و مذاکرے کرتے رہے۔

امام محمد بن الحسن حنفیؒ سے آپ نے بہت زیادہ استفادہ کیا جن کا کچھ بیان محمد بن الحسن کے احوال میں کیا گیا ہے۔ یہاں پر آپ کی بڑی شہرت ہوئی اور حدیث و فقہ کا شغف اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈالا۔ در مختار میں ہے کہ امام شافعیؒ کی بیوہ والدہ سے امام محمد حنفیؒ نے نکاح کر لیا تھا چنانچہ اس قریبی تعلق کی وجہ سے بھی آپ نے امام محمدؒ سے براہ راست اور ان کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا اور ان کتابوں کی برکت سے آپ کی فقاہت میں قوت و وسعت آگئی۔ عراق میں آپ نے کتاب حجت لکھی، پھر ۱۹۹ھ میں آپ مصر تشریف لے گئے۔

ربیع کا قول ہے کہ آپ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لائے اور مذہب جدید اور ساری کتابیں مصر میں تصنیف کیں مثل کتاب اصول فقہ و کتاب القسامۃ۔ فقہ حنفی کی طرح فقہ شافعی کا ماخذ بھی کتاب اللہ، سنت اجماع اور قیاس ہے۔

امام شافعیؒ لغت کے بھی بڑے ماہر تھے۔ آپ کو نوجوانی میں ہی جب کہ آپ کی عمر پندرہ سال تھی آپ کے شیخ مسلم بن خالد مکی نے فتویٰ دینے کی اجازت دیدی۔ آپ فقہی مسئلہ بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔

ایک حدیث مرفوع ہے انّ عالمًا من قریش یملأ طباق الارض علمًا او کما قال علیہ السلام علماء متقدمین و متاخرین کے نزدیک اس حدیث کے مصداق امام شافعی ہیں۔

امام شافعیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شہرت و مقبولیت نصیب فرمائی اور یہ محبوبیت و مقبولیت عند اللہ کی علامت ہے۔ حالانکہ آپ خود شہرت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

قال الربیع سمعت الشافعی یقول وددتُ انّ الخلق تعلّموا ھذا العلم علی ان لا یُنسب الیّ منہ حرف ذکرہ الساجی فی اوّل کتابہ فی الاختلاف۔ وقال الشافعی وددت اذا ناظرت احدًا ان یُظھر اللہ الحقّ علیٰ یدیہ۔ اور آپ فرماتے تھے طلب العلم افضل من صلاۃ النافلۃ۔ نیز آپ نے فرمایا ماتقرّب الی اللہ تعالیٰ بشئی بعد الفرائض افضل من طلب العلم۔ وقال ما افلح فی العلم الّا من طلبہ فی القِلّۃ ولقد کنت اطلبُ القرطاس فیعسر علیّ۔ اور فرماتے تھے من طلب علمًا فلیدقّق لان لا یضیع دقیق العلم۔ اور فرماتے تھے۔ زینۃ العلماء التوفیق و حلیتھم حسنُ الخُلق و جمالُھم کرمُ النفس۔ اور فرماتے تھے زینۃ العلم الورعُ والحلم۔ وقال لیس العلم ماحُفِظ العلم ما نفع۔ وقال المراء فی العلم یُقسی القلب و یورث الضغائن۔

آپ کثیر علمی مشاغل کے باوجود بڑے عابد تھے۔ آپ نے رات تین حصوں میں تقسیم کر رکھی تھی۔ پہلے حصہ میں علوم لکھتے تھے دوسرے حصہ میں نماز یعنی نوافل پڑھتے تھے اور تیسرے حصہ میں سوتے تھے۔

امام حمیدیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ ہر روز ایک بار قرآن ختم کرتے تھے۔ امام احمدؒ کا قول ہے قد جمع اللہ تعالیٰ فی الشافعی کل خیر۔ وقال الشافعی ماکذبتُ قط ولا حلفتُ باللہ صادقاً ولا کاذباً۔ وماترکتُ غسل الجمعة فی برد ولا سفر ولا غیرہ وماشبعتُ منذ ست عشرسنة الا شبعة طرحتها من ساعته۔

امام شافعیؒ ہمیشہ اپنے پاس لاٹھی رکھتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کمزور بھی نہیں ہیں تو ہر وقت اپنے ساتھ لاٹھی رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عصا سفر کی علامت ہے اس لیے میں یہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں اس دنیا میں مسافر ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ دنیا و آخرت کی خیر پانچ خصلتوں میں جمع ہے وھی غنی النفس وکفُّ الاذیٰ وکسب الحلال ولبس التقویٰ والثقة باللہ عزوجل علیٰ کل حال۔

نیز آپ نے فرمایا مروءت کے چار ارکان ہیں حسن خلق۔ سخاوت۔ تواضع۔ عبادت۔

وقال المتُّ اربعین سنةً اسأل اخوانی الذین تزوجوا عن احوالھم فی تزوجھم فما منھم احد قال انہ رأی خیراً۔

اور فرماتے تھے من وعظ اخاہ سراً فقد نصحہ وزانہ ومن وعظہ علانیةً فقد فضحہ وشانہ۔

وقال من کان فیہ ثلث خصال فقد اکمل الایمان من امر بالمعروف وأتمر بہ ونھی عن المنکر وانتھیٰ عنہ وحافظ علیٰ حدود اللہ۔ وقال ارجیٰ حدیث للمسلمین حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیامة دفع الی کل مسلم یھودیّ او نصرانی وقیل یامسلم ھذا فداؤک من النار۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

امام شافعیؒ بہت بڑے سخی تھے۔ امام حمیدی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ صنعاء سے مکہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ دس ہزار دینار لائے اور مکہ سے باہر خیمہ کھڑا کرکے اس میں بیٹھ گئے اہل مکہ آپ کے پاس ملاقات کے لیے آتے رہے آپ نے اسی جگہ وہ سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

امام بویطیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مصر میں تھے تو خلیفۂ وقت کی بیوی زبیدہ آپ کے پاس کپڑوں اور سامان کے بڑے بڑے بنڈل بھیجتی تھی۔ آپ وہ سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔

امام شافعیؒ کی عظمتِ علمی فقاہت وتقویٰ وتبحر کل ائمہ کے نزدیک مسلّم ہے۔

شالخ ۔ تفسیر وعلم آدم الاسماء کلھا میں مذکور ہے۔

شالخ حسب قول ابن ہشام مورخ ابراہیم علیہ السلام کے جد سادس ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے ابراھیم علیہ السلام بن تارح وھو آزر بن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالغ بالغین وقیل بالخاء ای فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ واخنوخ ھو ادریس علیہ السلام فیما یزعمون وادریس ھو ابن یرد بن مھلیل بن قینن بن یانش بن شیث بن آدم علیھما السلام۔ بعد ابراہیم علیہ السلام یہ سب اسماء سریانی ہیں۔ شالخ کے معنی ہیں رسول یا وکیل۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۹ ومابعد ابراھیم علیہ السلام اسماء سریانیۃ فسّر اکثرھا بالعربیۃ ابن ھشام فی غیر ھذا الکتاب وذکر ان فالغ معناہ القسام وشالخ معناہ الرسول او الوکیل وذکر ان اسمعیل تفسیرہ مطیع اللہ انتھٰی۔

فائدہ مہمہ ۔ مذکورہ سلسلۂ نسب ابراہیم میں اہل تحقیق کا بڑا اختلاف ہے۔ محققین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ معتبر ذرائع سے یہ سلسلہ ثابت نہیں ہے لہٰذا اس کا صحیح علم عند اللہ ہے۔

عدنان سے آگے تعدادِ آباء و اجدادِ نبی علیہ السلام اور ان کے اسماء کا علمِ صحیح کسی انسان کو حاصل نہیں ہے۔ علماء اسلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب عدنان سے اوپر ابراہیم علیہ السلام تک سلسلہ مجہول ہے تو ابراہیم علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلۂ آباء بطریقِ اولیٰ مجہول ہوگا۔

ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا سلسلۂ نسب آدم علیہ السلام تک ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں یوں بیان کیا ہے:۔

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت ابن اسمعیل بن ابراھیم بن تارح وھو آزر الخ بقیہ سلسلہ کا بیان چند سطور قبل مذکور ہو چکا ہے۔

ابن قتیبہ معارف، ص ۱۵ پر لکھتے ہیں واختلف النسابون فیما بعد عدنان وقد بینت ذلک فی کتاب النسب اھ۔

مورخ علی بن برہان الدین حلبی شافعی اپنی کتاب انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ پر عدنان تک سلسلۂ نسب بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:۔

ھذا ھو النسب المجمع علیہ فی نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم عند العلماء بالانساب ومن ثم لما قال فقھاؤنا

شرط الامام الاعظم ای الخلیفة ان یکون قرشیاً فان لم یوجد قرشی جامعاً للشروط التی ذکرناها فکنانی قال بعضهم وقیاس ذلک ان یقال فان لم یوجد کنانی فخزیمی فان لم یوجد خزیمی فمدرکی فان لم یوجد مدرکی فالیاسی فان لم یوجد الیاسی فمضری فان لم یوجد مضری فنزاری فان لم یوجد نزاری فمعدی فان لم یوجد معدی فعدنانی فان لم یوجد عدنانی فمن ولد اسمٰعیل لان من فوق عدنان لا یصح فیہ شئی ولا یمکن حفظ النسب فیہ منہ الی اسمٰعیل۔ اھ۔

عدنان سے اوپر عدد آباء میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک عدنان سے اوپر اسمٰعیل علیہ السلام تک چالیس آباء ہیں اور عند البعض تیس آباء اور عند البعض بیس آباء اور عند البعض پندرہ آباء اور عند البعض چار آباء ہیں۔ کذا فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۹۳۔

متعدد احادیث وآثار میں تصریح ہے کہ عدنان سے اوپر آباء کا عدد معلوم نہیں ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال بین عدنان واسمٰعیل ثلاثون ابا لا یعرفون وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ایضاً انہ کان اذا بلغ عدنان یقول کذب النسابون مرتین او ثلاثاً والاصح عن ابن مسعود مثلہ وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انما تنسب الی عدنان وقال ابو عمر بن عبد البر فی کتابہ الانباہ فی معرفۃ قبائل الرواۃ روی ابن لھیعۃ عن ابی الاسود انہ سمع عروۃ بن الزبیر یقول ما وجدنا احداً یعرف ماوراء عدنان ولا ماوراء قحطان الا تخرصاً۔

وقال ابو الاسود سمعت ابابکر بن سلیمان بن ابی خیثمۃ وکان من اعلم قریش باشعارہم وانسابہم یقول ما وجدنا احداً یعرف ماوراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم قال ابو عمرو کان قوم من السلف منہم ابن مسعود وعمرو بن میمون الازدی وھو محمد بن کعب اذا تلوا قولہ تعالیٰ والذین من بعدہم لا یعلمہم الا اللہ قالوا کذب النسابون۔

قال ابو عمر رحمہ اللہ والمعنی عندنا فی ھذا غیر ما ذھبوا الیہ والمراد ان مَن ادّعیٰ اِحصاء بنی آدم فانہم لا یعلمہم الا اللہ الذی خَلَقَھم واما اَنسابُ العرب فان اھل العلم بایامہا وَاَنسابِہا قد وعوا وحفظوا جماہیرہا وامہات قبائلہا واختلفوا فی بعض فروع ذلک۔

قال ابو عمرو الذی علیہ ائمۃ ھذا الشان فی نسب عدنان قالوا عدنان بن اُدد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمٰعیل بن ابراھیم الخلیل علیہما الصلاۃ والسلام قال ابن ھشام و یقال عدنان بن اُد بن اُدد۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں وما بعد عدنان من الاسماء مضطرب فیہ فالذی صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انه انتسب الی عدنان لم یتجاوزہ بل قد روی من طریق ابن عباس انه لما بلغ عدنان قال کذب النسابون مرتین او ثلاثاً والاصح فی ھذا الحدیث انه من قول ابن مسعود وروی عن عمر رضی اللہ عنه انه قال انما ننتسب الی عدنان وما فوق ذلك لا ندری ما ھو۔

واصح شئ روی فیما بعد عدنان ما ذکرہ الدولابی ابو بشر من طریق موسی بن یعقوب عن عبداللہ بن وھب ابن زمعة الزمعی عن عمته عن ام سلمة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال معد بن عدنان بن ادد بن زند بن الیری بن اعراق الثری قالت ام سلمة فزند ھو الھمیسع والیری ھو نبت واعراق الثری ھو اسمعیل علیه السلام لانه ابن ابراھیم وابراھیم لم تأکله النار کما ان النار لا تأکل الثری وقد قال الدارقطنی لا نعرف زنداً الا فی ھذا الحدیث۔

قال السھیلی وھذا الحدیث عندی لیس بمعارض لما تقدم من قوله کذب النسابون ولا لقول عمر رضی اللہ عنه لانه حدیث متأول یحتمل ان یکون قوله ابن الیری بن اعراق الثری کما قال کلکم بنو آدم وآدم من تراب لا یرید ان الھمیسع ومن دونه ابن لاسمعیل لصلبه ولا بد من ھذا التاویل او غیرہ لان اصحاب الاخبار لا یختلفون فی بعد المدة ما بین عدنان وابراھیم ویستحیل فی العادة ان یکون بینھما اربعة آباء او سبعة کما ذکر ابن اسحٰق او عشرة او عشرون فان المدة اطول من ذلك کله اھ۔

وقال السھیلی انما تکلمنا فی رفع ھذا النسب علی مذھب من رأی ذلك من العلماء ولم یکرھه کابن اسحٰق والطبری والبخاری والزبیر وغیرھم من العلماء واما مالك رحمه اللہ فقد سئل عن الرجل یرفع نسبه الی آدم فکرہ ذلك قیل له فالی اسمعیل فانکر ذلك ایضاً وقال ومن یخبرہ وکرہ ایضاً ان یرفع فی نسب الانبیاء مثل ان یقال ابراھیم بن فلان بن فلان قال ومن یخبرہ به ذکرہ المعیطی فی کتابه الکبیر۔

صُہَیب رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ میں اور تفسیر زین للذین کفروا الحیٰوة الدنیا ویسخرون من الذین آمنوا میں مذکور ہیں۔

ھو صُھَیب بن سنان بن مالك رضی اللہ عنه۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ صہیب رومی کی نسبت سے مشہور ہیں لیکن آپ عربی الاصل ہیں رومی نہیں ہیں۔ سُمّی بذلك لان الروم سبوہ صغیراً وکان ابوہ وعمه علی الابلة من جھة کسریٰ وکانت منازلھم علی دجلة من جھة الموصل فنشأ صھیب بالروم فصار الکن ثم اشتراہ رجل من کلب فباعه بمکة فاشتراہ عبداللہ بن جدعان فاعتقه ویُقال بل ھرب من الروم فقدم مکة فحالف ابن جدعان۔ کذا فی الاصابة۔

آپ کی زبان میں اہلِ مکہ جیسی فصاحت و بلاغت نہ تھی آپ اپنے غلام یحنس نامی کو لکنت کی وجہ سے

ناس ناس پکارتے تھے۔ چنانچہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے صہیب آپ میں تین عیب ہیں اراك تنتسب عربیا ولسانك اعجمی وتکتنی باسم نبی وتبذر مالك قال اما تبذیری مالی فما انفقه الا فی حق واما کنیتی فکنانیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما انتمائی الی العرب فان الروم سبتنی صغیرا فاخذت لسانهم۔ کذا فی الاصابۃ۔

لیکن طبرانی کی یہ روایت آپ کے عربی الاصل ہونے کے خلاف ہے وھو ما روی ابو امامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السباق اربعۃ انا سابق العرب وصہیب سابق الروم وبلال سابق الحبشۃ و سلمان سابق الفرس۔ ممکن ہے کہ جواب میں کہا جائے کہ چونکہ صہیبؓ روم میں زیادہ رہے تھے اور آخر تک رومی نسبت سے معروف رہے پس اس ظاہری ارتباط و وابستگی کی وجہ سے فرمایا وصہیب سابق الروم بہرحال صہیبؓ خالص عربی ہیں لہذا یہ شعر فارسی بظاہر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حسن زبصرہ بلال از حبش صہیب از روم　　　ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا اصلی نام عمیرہ تھا رومیوں نے صہیب کے نام سے مشہور کر دیا۔ و عن صہیب قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ وخرج معہ ابوبکر وکنت قد هممت بالخروج معہ وصدنی فتیان من قریش فجعلت لیلتی تلك اقوم لا اقعد وقالوا قد شغله الله عنکم ببطنه ولم اکن شاکیا فناموا فخرجت فلحقنی منهم ناس فقلت لهم هل لکم ان اعطیکم اواقی من ذهب وحلتین لی بمکۃ و تخلون سبیلی وتوثقون لی ففعلوا فتبعتهم الی مکۃ فقلت لهم احفروا تحت اسکفۃ الباب فان تحتها الاواقی واذهبوا الی فلانۃ بآیۃ کذا وکذا فخذوا الحلتین فخرجت حتی قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء قبل ان یتحول منها فلما رانی قال یا ابا یحیی ربح البیع ثلاثا فقلت یا رسول اللہ ما سبقنی الیك احد وما اخبرك الا جبریل علیہ السلام وفی روایۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ فی الغار وقال واصهیباہ ولا صهیب لی وحین اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخروج للهجرۃ بعث ابابکر مرتین او ثلاثا الی صهیب فوجدہ یصلی فقال ابوبکر للنبی علیہ السلام وجدته یصلی وکرهت ان اقطع علیہ صلاته فقال اصبت۔

صہیبؓ سابقین الی الاسلام یعنی قدیم الاسلام ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ بعثت سے بہت پہلے سے ہی میں نبی علیہ السلام کا رفیق و مصاحب تھا۔ چونکہ آپ کی اپنی قوم مکہ میں نہیں تھی اس وجہ سے آپ کو اسلام کے راستہ میں بلالؓ و عمارؓ وغیرہ کی طرح بہت زیادہ اذیتیں دی گئیں۔ کئی دفعہ کفار کے مارنے اور عذاب سے بے ہوش ہو جاتے تھے انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی والذین ھاجروا من بعد ما فتنوا۔

صہیبؓ جب مکہ سے ہجرت کے لیے نکلے تو مشرکین کی ایک جماعت آپ کے پیچھے آئی اور آپ کو پکڑنا چاہا تو آپ نے ان سے فرمایا یامعشر قریش انی من ارماکم ولا تصلون الیّ حتی ارمیکم بکل سہم معی ثم اضربکم بسیفی فان کنتم تریدون مالی دللتکم علیہ فرضوا فعاھدھم ودلھم فرجعوا فاخذوا مالہ فلما جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ربح البیع فانزل اللہ تعالیٰ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوقتِ شہادت وصیت کی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب تک مسجد نبوی میں نماز صہیب پڑھائیں۔ آپ بدری ہیں۔ تمام مغازی میں شریک رہے۔ آپ کی وفات ماہ شوال ۳۸ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپکی عمر ۷۰ سال تھی۔

قاری صالح بن زیاد بن عبداللہ بن الجارود ابوشعیب المقری المشہور بالسوسی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

آپ کی کنیت ابوشعیب ہے۔ شہر رقہ کے ساکنین میں سے ہیں۔ سوسی بضمِ سین نسبت ہے سوس کی طرف۔ جو خوزستان میں ایک شہر ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سوس اہواز میں ایک جگہ ہے۔

سوسیؒ بہت بڑے قاری زاہد عابد کثیر العبادۃ والتلاوۃ ومحدّث تھے۔ آپ روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن نُمیر ومحمد بن عبید وابن عُیینہ ویحیی بن المبارک یزیدی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں نسائی وابن عاصم وابوحاتم وغیرہ۔ ابن حجرؒ روایتِ نسائی کے منکر ہیں۔ قال ابوحاتم صدوق وقال النسائی ثقۃ۔

آپ کی وفات ماہ محرم ۲۶۱ھ میں شہر رقہ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ قاری سوسیؒ امام ابوعمروؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ ابوعمرو کے دوسرے راوی حفص دوری ہیں۔

ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا۔ وہ آیت فان اُحصرتم فما استیسر من الھدی کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھی ضباعۃ بنت الزبیر بن عبد المطلب الھاشمیۃ۔ رضی اللہ عنہا۔

آپ نبی علیہ السلام کی چچا زاد بہن اور صحابیہ ہیں۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن مقداد کی والدہ تھیں۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگِ جمل میں شریک تھے اور شہید ہوئے۔

اشتراط فی الحج میں ضباعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے جو ابوداؤد ونسائی وترمذی میں موجود ہے، نیز ان کی ایک اور حدیث ہے عن ام عطیۃ عن اختھا ضباعۃ انھا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل کتفًا ثم قام الی الصلاۃ ولم یتوضأ۔ کذا فی الاصابۃ۔

الضحاک ۔ تفسیر آیت وان کنتم علیٰ سفر ولم تجدوا کاتباً فرھانٌ مقبوضۃٌ

ھو الضحاک بن مزاحم الھلالی ابو القاسم الخراسانی رحمہ اللہ۔

آپ مشہور تابعی مفسر و امام ہیں۔ بلخ و سمرقند و نیشاپور میں مختلف اوقات میں جائے اقامت بدلتے رہتے تھے۔

انس و ابن عمر و ابوہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

آپ تفسیر میں امام و ماہر ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں خذوا التفسیر عن اربعۃٍ مجاھدٍ عکرمۃ وسعید بن جبیر والضحاک۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں ھو ثقۃ وانکر شعبۃ سماعہ من ابن عباس وقال انما اخذ عن سعید عنہ وقال ابن سعید القطان کان ضعیفاً۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ آپ بچوں کو مفت پڑھاتے تھے۔ آپ ماں کے پیٹ میں دو سال رہے۔ ولادت کے وقت آپ کے دانت نکل آئے تھے۔

آپ کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی۔ قالہ ابن کثیر فی البدایۃ۔

طالوت رحمہ اللہ ۔ قرآن مجید میں طالوت مذکور ہیں۔

طالوت کے قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب بنیامین بن یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام تک پہنچتا ہے۔ آپ کے زمانے میں نبی شمویل علیہ السلام تھے اور بعض نے ان کا نام شمعون بتایا ہے۔ طالوت بہت نیک اور صالح تھے۔ آپ کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بہت فائدے پہنچے چنانچہ آپ کی وجہ سے وہ تابوت بنی اسرائیل کو واپس ملا جو دشمنوں نے چھین لیا تھا اور جس کی برکت سے بنی اسرائیل جنگ میں دشمنوں پر فتح حاصل کرتے تھے۔ وہ تابوت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی باقیاتِ صالحات میں سے تھا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وقال لھم نبیھم ان اٰیۃ ملکہ ان یأتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک اٰل موسیٰ واٰل ھارون تحملہ الملٰئکۃ۔ قیل السکینۃ طست من ذھب کان یغسل فیہ صدور الانبیاء علیھم السلام۔ یہ تابوت بنی اسرائیل سے عمالقہ چھین کر لے گئے تھے اور مدت تک ان کے قبضہ میں رہا۔

بنی اسرائیل کو عمالقہ نے بہت ذلیل کیا تھا ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا تھا۔ پھر بنی اسرائیل نے اپنے نبی یعنی شمویل علیہ السلام سے بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ عمالقہ وغیرہ اعداء سے اس بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر لڑیں۔ قرآن مجید میں ہے قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتالُ ان لا تقاتلوا قالوا وما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا واَبنائنا۔ قرآن مجید میں یہ قصہ تفصیلاً مذکور ہے۔ وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً قالوا انّٰی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک الآیۃ۔

طالوت کے عجیب فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ جالوت کے ساتھ جنگ میں ان کے رفقاء صالحین کی تعداد وہ تھی جو جنگِ بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تھی یعنی ۳۱۳۔ طالوت نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دوں گا۔ اور اس کو امور سلطنت میں شریک کروں گا۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے جو اس وقت نوجوان تھے میدان جنگ میں جالوت کو قتل کیا اور جالوت کی فوج بھاگ گئی۔ طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی لڑکی کا نکاح داؤد سے کر دیا اور امورِ مملکت میں بھی شریک کر لیا۔ داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں طالوت کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو گئے۔ طالوت کو حسد ہوا۔ کئی لوگوں کو قتل کیا پھر توبہ کی اور اپنی سلطنت داؤد علیہ السلام کے حوالے کر کے خود جہاد و غزاء پر چلے گئے اور اپنے تیرہ بیٹوں سمیت شہید ہو گئے کذا ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص۶ قال عکرمۃ کان طالوت اوّلاً قبل صیرورتہ ملکاً سقاءً وقال وھبُ بن منبہ کان دباغاً۔

وفی کتاب محاضرۃ الاوائل ص۱۳۲ اوّلُ من عمِل الدباغۃ من انواع الادم وکان شہیراً بحرفتہا طالوت الملك لبنی اسرائیل کان دباغاً اوّلاً قبل الملك ثم اصطفاہ اللّٰہ تعالیٰ ملکاً فی زمَنِ داؤد علیہ السلام اھ۔ معارف لابن قتیبۃ ص ۲۰ پر طالوت کے مختصر احوال مذکور ہیں۔

طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بیانِ آیت ذلك لمن لم یکن اھلُہ حاضری المسجد الحرام الآیۃ میں مذکور ہیں۔

ھو طاؤس بن کیسان الیمانی الحمیری مولاھم۔ رحمہ اللّٰہ۔ طاؤس کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ شہر جَند کے باشندے ہیں۔ جند بفتح جیم یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔ آپ کبارِ تابعین فضلاء صالحین، محدّثین مفسرین اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ابن عباس و ابن عمر و جابر و ابوہریرہ و عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ و مجاہد و عمرو بن دینار وغیرہ ائمہ دین روایت کرتے ہیں۔ آپ کے تثبّت و جلالت و امامت و صلاح و حفظ و وفورِ علم پر علماء کا اتفاق ہے۔ عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں ما رأیتُ مثلَ طاؤس۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص۲۵۱۔ عبدالرزاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں قال کان طاؤس یصلّی فی غداۃ باردۃ مغیمۃ فمرّ بہ محمد بن یوسف اخو الحجاج بن یوسف و ایّوب وھو ساجد فی موکبہ فامر بساجٍ وطیلسان مرتفع فطرح علیہ فلم یرفع رأسہ حتی فرغ من حاجتہ فلما سلّم نظر فاذا الساج علیہ قال فانتفض ولم ینظر الیہ ومضیٰ الی منزلہ۔

عطاء بن ابی رباحؒ ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما انی لاظُنّ طاؤساً من اھل الجنّۃِ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳ تا ۲۲ میں آپ کے اقوال و احوال تفصیلاً درج ہیں۔

ایک شخص نے طاووسؒ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا ما اجد فی قلبی خشیۃً فادعو لک۔ سفیان ثوریؒ نے ابن طاووسؒ سے پوچھا کہ تمہارے والد طاووس سواری پر سوار ہوتے وقت کیا دعا پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ دعا پڑھتے ہیں اللّٰھم لک الحمدُ ھذا من فضلک ونعمتک علینا فلک الحمدُ ربّنا سبحان الذی سخّرلنا ھذا وما کنّا لہ مقرنین۔ اور رعد کی آواز سُن کر یہ دعا پڑھتے تھے سبحان من سبّحت لہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۴ ص۔ طاووسؒ بوقت سحر ایک شخص سے ملنے گئے تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ سویا ہوا ہے تو فرمایا ماکنتُ اریٰ ان احداً ینام فی السحر۔ نیز فرمایا کرتے تھے لا یتمّ نسکُ الشاب حتّٰی یتزوّج۔ وعن ابراھیم بن میسرۃ قال قال لی طاووس لتنکحنّ اولأقولنّ ما قال عمر بن الخطاب لابی الزوائد ما یمنعک من النکاح الا عجزٌ او فجورٌ۔

عمران بن خالد خزاعیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عطاءؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور حضرت عطاءؒ سے کہا یا ابا محمد انّ طاووساً یزعم انّ من صلّی العشاءَ ثم صلّی بعدھا رکعتین یقرأ فی الاولیٰ تنزیل السجدۃ و فی الثانیۃ تبارک الذی بیدہ الملک کُتب لہ مثل وُقوف لیلۃ القدر۔ فقال عطاء صدق طاووس ما ترکتُھا۔ طاووسؒ اکثر یہ دعا کرتے تھے اللّٰھم احرمنی کثرۃَ المال والولد وارزقنی الایمان والعمل۔

طاووسؒ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا اذا اقبرتنی فانظر فی قبری فان لم تجد فی فاحمد اللہ تعالیٰ وان وجدتنی فانّا للہ وانا الیہ راجعون قال الراوی فاخبرنی بعض وُلدہ انہ نظر فلم یجد شیئاً ورأی فی وجھہ السرور۔ آپ نے پچاس صحابہؓ کی زیارت کی ہے۔ عبداللہ بن صالح مکیؒ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو طاووس عیادت کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا ابا عبدالرحمٰن ادعُ اللہ لی فقال اُدع لنفسک فانہ یجیب المضطر اذا دعاہ۔ طاووس نے ایک دن ایک شخص سے فرمایا تُرید اَن اَجمع لک فی مجلسی ھذا التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان۔ قال نعم۔ قال خَفِ اللہ تعالیٰ مخافۃً لا یکون عندک شئ اخوف منہ وارجُہ رجاءً ھواشدّ من خوفک ایاہ واَحِبَّ للناس ما تُحِبّ لنفسک۔ سفیان ثوریؒ طاووسؒ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعاً فکانوا یستحبّون ان یُطعم عنھم تلک الایام۔ آپ نے ایک دن بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا یا بُنیّ صاحِبِ العقلاءَ تُنسَب الیھم وان لم تکن منھم ولا تُصاحِب الجُھّالَ فتُنسَب الیھم وان لم تکن منھم واعلم انّ لکل شئ غایۃً وغایۃ المرء حسنُ خلقِہ۔

طاووسؒ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے چالیس حج کیے۔ وفات بھی سفرِ حج میں ہوئی۔ وفات کے وقت لوگوں کے ازدحام سے نظام درہم برہم ہوگیا اور انتظام کے لیے پولیس بلائی گئی۔ کتاب حلیہ میں ہے تُوفّیِ طاووس بالمزدلفۃ او بمنیٰ فلما حُمل اَخذ عبداللہ بن الحسن بن علی بن ابی طالب بقائمۃ السریر فما زایل حتی

بلغَ القبرِ واضعًا السريرَ على كاهله قال الراوی فلقد رأیتُ سقطت قلنسوۃ کانت علیہ وعُرِّیَ رداؤہ من خلفہ
تاریخ وفات ۷ ر ذوالحجہ ۲۶ھ ہے۔ آپ کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی۔ کذا فی التہذیب للنووی۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عُرضۃً لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا و تُصلحوا الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن رواحۃ بن ثعلبۃ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابو محمد یا ابو رواحہ یا ابوعمرو ہے۔ عبداللہ بن رواحہؓ بے اولاد تھے۔ سابقین اولین انصار اور نقباء لیلۃ العقبہ میں سے ہیں۔ بدری ہیں تمام مغازی میں موجود تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ آپ نبی علیہ السلام کے کاتب تھے۔ جنگِ بدر میں فتح کی خوش خبری مدینہ منورہ والوں کو دینے والے آپ ہی ہیں۔ روی احمد ان النبی علیہ السلام قال رحم اللہ عبداللہ بن رواحۃ انہ یحبّ المجالس التی تتباھی بھا الملائکۃُ۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے منبر پر خطبہ میں فرمایا اِجلِسُوا۔ فجلس مکانہ خارجًا من المسجد فلما فرغ قال لہ زادک اللہ حرصًا علی طواعیۃ اللہ وطواعیۃ رسولہ
آپ فتح مکہ میں شریک نہ تھے کیونکہ اس سے قبل جنگِ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ جنگِ موتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ارضِ شام میں ہوئی تھی۔ جنگِ موتہ پر جاتے ہوئے لوگوں نے آپ کے لیے بہ عافیت واپس آنے کی دعا کی تو آپ نے کہا میری تمنا ہے کہ اسی غزوہ میں شہید ہو جاؤں اور یہ شعر کہے ؎

لٰکِنّنی اَسْألُ الرحمٰنَ مغفرۃً　　وضربۃً ذاتَ فرغٍ تقذفُ الزبدا

اوطعنۃً بیدی حرّان مجھزۃ　　بحربۃٍ تنفذ الاحشاءَ والکبدا

حتی یقولوا اذا مرّوا علی جدثی　　یا ارشدَ اللہ من غازٍ وقد رشدا

جنگِ موتہ میں آپ زید وجعفر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد امیر لشکر ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے جنگ کے دوران شعر پڑھتے ہوئے لڑتے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے گھوڑے سے اُترے تو آپ کے ابنِ عم نے گوشت پیش کرتے ہوئے کہا شُدَّ بھذا ظھرک فانک قد لقیتَ فی ایّامک ھذہ ما لقیتَ فاخذ من یدہ فانتھش منہ نھشۃً ثم سمع الحطمۃَ فی الناس فقال وانت فی الدنیا فالقاہ من یدہٖ ثم اخذ بسیفہٖ فتقدّم فقاتل حتی قُتِل۔

آپ نبی علیہ السلام کے شعراء میں سے ہیں اور بڑے شاعر ہیں۔ صحیح روایت ہے انہ مشی لیلۃً الی اَمۃٍ لہ فنالھا وفطنت لہ امرأتُہ فلامتہ فجحدھا وکانت قد رأتْ جماعہ لھا فقالت لہ ان کنتَ صادقًا فاقرأ

القرآن فالجنب لا یقرأ القرآن فقال عبداللہ ؎

شہدت بأن وعد اللہ حق　　وان النار مثوی الکافرینا
وان العرش فوق الماء حق　　وفوق العرش رب العالمینا
وتحملہ ملائکۃ غلاظ　　ملائکۃ الالٰہ مسومینا

فقالت امرأتہ صدق اللہ وکذبت عینی وکانت لا تحفظ القرآن ولا تقرؤہ۔

عمرو بن قرہ رضی اللہ عنہ ۔ آپ ایک غیر معروف صحابی ہیں۔ صرف ایک حدیث میں آپ کا ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ذریعۂ معاش گانا طبل ودف بجاناتھا۔ اصابہ میں ہے اخرج حدیثہ عبد الرزاق فی مصنفہ من روایۃ مکحول قال حدثنا یزید بن عبد ربہ عن صفوان بن امیۃ قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ عمرو بن قرۃ فقال یارسول اللہ ان اللہ قد کتب علی الشقوۃ وما ارانی ارزق الامن دفی بکفی فائذن لی بالغناء من غیر فاحشۃ فقال لا اذن لک ولا کرامۃ ولا نعمۃ ابتغ علی نفسک وعیالک حلالاً فان ذلک جہاد فی سبیل اللہ واعلم ان عون اللہ تعالیٰ مع صالحی التجار۔ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا ۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا الخ و کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیراً الخ اور دیگر کئی جگہوں میں مذکور ہیں۔ ھی عائشۃ ام المؤمنین بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما۔ والدہ کا نام ام رومان ہے بضم را یا بفتح را۔ ام رومان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۶ھ میں ہوئی۔ قالہ الواقدی۔ حضرت عائشہ نے بچپن ہی اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب کہ صرف اٹھارہ انسان مسلمان ہوئے تھے۔ نبی علیہ السلام سے آپ کا نکاح ہجرت سے دو سال قبل ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر چھ سال تھی یا سات سال کما قیل۔ اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جنگ بدر کے فوراً بعد ماہ شوال ۲ھ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر نو سال تھی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے سوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ آپ کی بہت سی خصوصیات ہیں اول یہ جس کا بیان ابھی ہوا۔

دوم یہ کہ آپ اُن صحابہ میں سے ہیں جن سے احادیث کثیرہ مروی ہیں اور وہ چھے ہیں عند بعض العلماء اور عند بعض العلماء سات ہیں۔ آپ سے کل دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن میں ۱۷۴ متفق علیہ ہیں بخاری ومسلم کے مابین اور ۵۴ پر بخاری اور ۶۸ پر امام مسلم منفرد ہیں۔

سوم۔ آپ کی وسعت علمی صحابہ میں مسلّم تھی اور بڑے بڑے صحابہ مختلف فیہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

چہارم۔ بوقتِ وفات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرِ مبارک آپ کی گود میں تھا۔

پنجم اور آپ ہی کے گھر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دفن کیا گیا۔

ششم۔ نبی علیہ السلام پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی جب کہ آپؓ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں ہوتے تھے باقی ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں تھا۔

ہفتم۔ آپ کی برات کے بارے میں آیتیں نازل ہوئیں جن کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی۔

ہشتم۔ آپ حبیبۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنتِ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

نہم۔ آپ کے بارے میں یہ حدیث وارد ہے فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔
اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث آپ کے مناقب میں مروی ہیں۔

دہم۔ ایک سفر میں آپ کا ہار گم ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی افواج کے ہار تلاش کرنے کے لیے ٹھہر گئے اس اثنا میں صبح کی نماز کا وقت ہوا اور اس مقام پر پانی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے جوازِ تیمم کے بارے میں آیتیں نازل فرمائیں تو تیمم کا نزول آپ کی برکات میں سے ایک برکت ہے کل امتِ محمدیہ کے لیے۔

یازدہم۔ شریعتِ محمدیہ میں عورت کے بلوغ کی اقلّ مدت ۹ سال ہے کیونکہ حضرت عائشہ نو سال کی عمر میں بالغہ ہوئی تھیں۔

دوازدہم۔ حنفی مذہب میں اکثر مدتِ حمل دو سال ہے۔ اور اس قول کا مدار حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ ہرگز نہیں رہ سکتا۔ آپ کی وفات منگل کی رات کو ۱۸ رمضان ۵۷ھ میں ہوئی وقیل سنۃ ثمانی وخمسین۔ نمازِ جنازہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

عباس رضی اللہ عنہ۔ آپ عمِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی علیہ السلام سے آپ کی عمر دو یا تین سال زیادہ تھی۔ آپ کی والدہ کا نام نُتَیلہ ہے۔ آپ کی ماں پہلی عربی عورت ہے جس نے بیت اللہ شریف پر ریشم کا غلاف چڑھایا۔ کیونکہ بچپن میں عباسؓ گم ہوگئے تھے تو ماں نے یہ نذر مانی تھی۔ عباسؓ قریش میں اسلام سے قبل رئیس جلیل شمار ہوتے تھے۔

عمارتِ مسجدِ حرم اور سقایتِ آبِ زمزم آپ کے سپرد تھی۔ اسلام لانے سے قبل آپ لیلۃ العقبہ میں حضور علیہ السلام کے رفیق تھے جس میں انصار نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ آپ بادلِ ناخواستہ مجبوری سے گئے تھے اور پھر قیدی ہوگئے تھے اور فدیہ دے کر اپنی خلاصی حاصل کی۔ بعد میں آپ مسلمان ہوئے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام کو چھپا کر مکہ میں مقیم تھے اور مکہ میں کمزور مسلمانوں

کی نصرت کرتے ہوئے مشرکین کے احوال سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتے تھے۔ آپ کی آواز اتنی بلند تھی کہ کئی کئی میل تک سنائی دیتی تھی۔ ۸ میل تک رات کو آپ کی آواز اور باتیں واضح طور پر سنی جا سکتی تھیں۔ ذکر الحازمی فی کتاب المؤتلف عن الضحاک قال کان عباسؓ یقف علی سلع فینادی غلمانہ فی آخر اللیل وھم فی الغابۃ فیسمعھم قال وبین السلع والغابۃ ثمانیۃ امیال۔

مدینہ منورہ میں بروز جمعہ ۱۲ رجب ۳۲ھ میں اور بقول بعض ۳۴ھ ہجری میں وفات ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔ جنت البقیع میں آپ کی قبر مشہور ہے۔ آپ سے کل ۳۵ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری اور تین پر مسلم منفرد ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے ان عمر رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس فقال انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک الیوم بعم نبینا فاسقنا فیسقون

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا مناً ولا اذی کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن الحارث القرشی رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جاہلیت میں آپ کا نام عبد عمرو یا عبدالکعبہ تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ آپ کئی اوصاف واحوال میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ آپ اُن آٹھ میں سے ایک ہیں جو سابقین الی الاسلام تھے۔

ثانیاً، آپ ان پانچ میں سے ایک ہیں جنھوں نے صدیق اکبرؓ کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔

ثالثاً۔ آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔

رابعاً۔ آپ ان چھے اہل شوریٰ میں سے ہیں جو حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے اور پھر سب نے آپ کو اختیار دیا اور آپ ہی نے انصار و مہاجرین سے مشورہ کے بعد حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنا دیا۔

خامساً۔ آپ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں اور صاحب ہجرتین ہیں۔ تمام مغازی بدر و اُحد وغیرہ میں آپ شریک رہے۔ ہجرت کے بعد نبی علیہ السلام نے آپ کو سعد بن ربیع کا بھائی بنایا تھا۔

سادساً۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوۂ تبوک کے سفر میں آپ کے پیچھے صبح کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی اور یہ فضیلت تمام صحابہ میں صرف عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور صدیق اکبرؓ ہی کو حاصل ہے۔

سابعاً۔ آپ بہت زیادہ صدقات کرتے تھے اور خدا کی راہ خوب مال دیتے تھے۔ ایک بار ایک دن میں ۳۱ غلام آزاد کیے۔

ثامناً۔ فی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عبدالرحمٰن بن عوف امین فی السماء امین فی الارض

امام زہریؒ کی روایت ہے کہ ایک بار آپ نے نصف مال یعنی چار ہزار درہم خدا کی راہ میں دیے۔ پھر ۴۰ ہزار درہم دیے پھر ۴۰ ہزار دینار دیے۔ پھر خدا کی راہ میں ۵۰۰ گھوڑے دیے پھر ۵۰۰ اونٹ دیے۔

تاسعًا۔ آپ صحابہؓ میں بہت زیادہ دولتمند تھے اور ساتھ ہی بہت زیادہ مال خدا کی راہ میں دیتے رہتے تھے۔ وفی الترمذی اوصی لامہات المؤمنین بحدیقۃٍ بیعت باربع مائۃ الف۔ وفات کے وقت آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے ہر بدری صحابی کو ۴۰۰ دینار دیے جائیں اس وقت اہلِ بدر میں سے ۱۰۰ صحابہ زندہ تھے چنانچہ سب نے اپنا حصہ لے لیا۔ اس کے علاوہ ہزار گھوڑے خدا کی راہ میں دینے کی بھی وصیت کی تھی۔ اپنے پیچھے بہت زیادہ مال چھوڑا۔ سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں تھیں کہ تقسیمِ وراثت کے لیے کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ قانونِ وراثت کے پیشِ نظر چاروں بیویوں میں ہر ایک کو بتیسواں حصہ ملتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ان چار میں سے ایک بیوی نے اپنے پورے حصے لینے کی بجائے صرف ۸۰ ہزار لینے پر اکتفا کیا۔

عاشرًا۔ حدیث میں ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فقرائے مہاجرین سے ۵۰۰ سال بعد میں جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ بنت عبدالمطلب ہے۔ ابنِ جحش قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ آپ زینب بنت جحش ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بعد الہجرۃ ایک سریہ یعنی چھوٹی سی فوج کا امیر بنا کر بھیجا۔ کہتے ہیں کہ آپ اوّل امیر ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا۔ اور آپ کی واپسی پر لائی ہوئی غنیمت اسلام میں اوّل غنیمت ہے۔ آپ بدر و احد کی جنگ میں شریک تھے۔ احد میں شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

وکان من دعائہ یوم احد ان یقاتل ویُستشہد ویُقطع انفہ واُذنہ ویُمثّل بہ فی اللہ تعالیٰ۔ فاستجاب اللہ دعائہ واستشہد وعمل الکفار بہ ذلک۔ وکان یقال لہ المجدّع فی اللہ تعالیٰ۔ بوقتِ شہادت آپ کی عمر ۴۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ کذا قال النووی فی تہذیب الاسماء۔

علیؓ رضی اللہ عنہ۔ آیت فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو علیؓ بن ابی طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوطالب کا نام عبد مناف تھا۔ کما ھو المشہور علی رضی اللہ عنہ کی

والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور انہوں نے ہجرت الی المدینہ کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی والدہ فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ فصلی علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل فی قبرھا۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابو الحسن وابو تراب تھی۔ آپ عشرہ مبشرہ اور خلفائے اربعہ راشدین وعلمائے ربانیین میں سے تھے۔ بڑے شجاع وزاہد احد السابقین الی الاسلام تھے۔

اوّل مسلم میں علماء کا اختلاف ہے۔ عند البعض خدیجہؓ ہیں اور عند البعض ابوبکرؓ ہیں اور عند البعض علیؓ ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اول مسلم خدیجہ ہیں پھر ابوبکر پھر علی ہیں رضی اللہ عنہم۔ امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے اس بات پر کہ اوّل مسلم خدیجہؓ ہیں۔ البتہ اس کے بعد اول میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے یہ محاکمہ کیا ہے کہ اوّل مسلم رجالِ احرار میں ابوبکرؓ ہیں اور بچوں میں علیؓ اور عورتوں میں خدیجہؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں زید بن حارثہؓ اور غلاموں میں بلالؓ ہیں۔ اسلام لاتے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۱۰ سال تھی اور بقول بعض ۱۵ سال تھی۔ ابو الاسود کا قول ہے کہ علیؓ اور زبیرؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ دونوں کی عمر ۸ سال کی تھی۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا تاکہ آپ امانتیں اور ودائع ان کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ آپ تبوک کے سوا تمام مغازی میں شریک تھے۔ غزوۂ تبوک میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا تھا۔

آپ کی شجاعت مسلّم ومشہور ہے اسی طرح آپ کا بحرِ علم ہونا بھی مسلّم ہے۔ نبی علیہ السلام کے حبیب تھے۔ آپ کی احادیثِ مرویہ ۵۸۶ ہیں جن میں سے ۲۰ متفق علیہ ہیں اور ۹ پر بخاری اور ۱۵ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ کی اولاد جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے ہے اولادِ نبی علیہ السلام کہلاتی ہے اور آپ ہی کے واسطے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا سلسلۂ تناسل جاری ہے۔ حدیث شریف ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ امرنی بحبّ اربعۃ واخبرنی انہ یحبّھم قیل یا رسول اللہ سمّھم لنا قال علیّ منھم یقول ذلک ثلثا وابو ذر والمقداد وسلمان رضی اللہ عنھم۔ رواہ الترمذی۔ آپ ۱۷ رمضان شریف جمعہ کی رات کو ابن ملجم کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور اتوار کی رات ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ھ کو شہر کوفہ میں وفات پاگئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال اور بقول بعض ۶۵ سال تھی۔

عمر رضی اللہ عنہ۔ تفسیر بیضاوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر متکرر ہے ھو ابو حفص عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم ہے۔ آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے ۱۳ سال موخر ہے۔ اشرافِ قریش میں آپ کا شمار تھا۔ جاہلیت میں سفارت آپ کے سپرد تھی۔ جنگوں میں اور اہم بڑے واقعات میں فیصلے اور گفتگو کے لیے اہلِ مکہ کی طرف سے آپ ہی سفیر ہوتے تھے۔

اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے بارے میں آپ کا رویہ بڑا سخت تھا۔ قدیم الاسلام ہیں۔ ۴۰ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد آپ اسلام لائے تھے۔ اور بقول بعض ۳۹ مردوں اور ۲۳ عورتوں کے بعد اور عند البعض ۴۵ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد۔ وعن سعید بن المسیب قال اسلم عمر بعد اربعین رجلاً وعشرۃ نسوۃٍ فما هو الا ان اسلم فظهر الاسلام بمكة اهـ۔

آپ کے اسلام لانے سے قبل مسلمان چھپے چھپے رہتے تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو بڑی تقویت وقوت حاصل ہوئی۔ اسلام لانے کے بعد فوراً آپ قریش کی مجلسوں میں گئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ پھر قریش اور آپ میں مقابلہ شروع ہوا۔ وہ آپ کو اور آپ انہیں مارتے رہے تاآنکہ اسلام ظاہر ہوا۔

آپ کی ہجرت وخلافت وامامت بڑی رحمت تھی۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان اسلام عمر فتحًا وکانت هجرته نصرًا وکانت امامته رحمةً ولقد رأیتنا وما نستطیع ان نصلی فی البیت حتی اسلم عمر فلما اسلم قاتلهم حتی ترکونا فصلینا۔ آپ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو فاروق کا لقب دیا۔

حدیث مرفوع ہے کہ شیطان عمر رضی اللہ سے ڈرتا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں باسنادہ یہ روایت ذکر کی ہے عن عائشة رضی اللہ عنها قالت کان بینی وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فقال بمن ترضین ان یکون بینی وبینك؟ اترضین بابی عبیدة بن الجراح؟ قلتُ ذاك رجل لین یقضی لك علیّ قال اترضین بعمر بن الخطاب؟ قلتُ لا انی لأفرق من عمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والشیطان یفرق منه فقال اترضین بابی بکر؟ قلت نعم فبعث الیه فجاء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقض بینی وبین هذه قال انا یا رسول اللہ؟ قال نعم فتکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ له اقصد یا رسول اللہ قالت فرفع ابو بکر یده فلطم وجهی لطمةً بدر منها انفی ومنخرای دمًا وقال لا امّ لكِ فمن یقصد اذا لم یقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما اردنا هذا وقام فغسل الدم عن وجهی ثوبی بیده۔ تاریخ بغداد۔ ج ۱۱ ص ۲۴ قال علیہ السلام ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبه وهو الفاروق فرق اللہ به بین الحق والباطل۔ سب سے پہلے آپ ہی کو امیر المؤمنین کہا گیا۔

آپ عشرہ بشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی مروی احادیث ۵۳۹ ہیں۔ ۲۶ متفق علیہ ہیں اور ۳۴ پر بخاری اور ۲۱ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ بڑے عالم ہیں۔ قال ابن مسعود حین توفی عمر ذهب بتسعة اعشار العلم۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم مخفی طور پر ہجرت کرتے تھے مگر عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو پہلے طواف کیا اور نماز پڑھی پھر قریش کے مجمع میں جا کر اعلان کیا کہ میں ہجرت کر رہا ہوں۔ لہٰذا جو شخص اپنے بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ اور

ماں کو غمگین کرنا چاہے وہ مکہ سے باہر آکے میرا راستہ روکے۔ لیکن کوئی بھی آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کر سکا آپ کا زہد و تقوی مشہور ہے۔ فعن طلحة بن عبد الله كان عمر ازهدنا في الدنيا۔ وعن انس قال رأيت في قميص عمر اربع رقاع بين كتفيه وعن غيره ان قميص عمر كان فيه اربع عشرة رقعة احداها من ادم۔ عموماً آپ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوتا تھا۔ وعن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اللهم اعز الاسلام باحب هذين الرجلين اليك بابي جهل او بعمر بن الخطاب وكان احبهما اليه عمر۔ رواه الترمذی۔ وعن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان بعدي نبي لكان عمر بن الخطاب۔ رواه الترمذي۔

وعن عمر رضي الله عنه قال استأذنت النبي صلى الله عليه وسلم في العمرة فاذن لي وقال لا تنسانا يا اخي من دعائك فقال كلمة ما يسرني ان لي بها الدنيا وفي رواية قال اشركنا يا اخي في دعائك رواه ابو داؤد والترمذي۔ آپ شہادت کے طالب رہتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ میں شہادت نصیب فرمائی۔ ایک دن جب آپ نے صبح کی نماز کی نیت باندھی تو ابو لؤلؤ فیروز نے جو مغیرۃ بن شعبہ کا غلام تھا آپ پر زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے حملہ کیا چھ ضربات آپ کو لگیں اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔ یہ ابو لؤلؤ مجوسی کافر تھا۔ لوگوں نے جب قاتل کو پکڑنا چاہا تو اس نے مزید ۱۳ مسلمانوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات مر گئے۔ پھر آپ نے انتخاب خلیفہ کے لیے چھ صحابہ کی کمیٹی قائم فرمائی یعنی عبد الرحمٰن بن عوف۔ علی۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ عشرہ مبشرہ میں سے یہی چھ اصحاب زندہ تھے۔

آپ بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو زخمی ہوئے چند دن زندہ رہ کر وفات پا گئے اور بروز اتوار یکم محرم ۲۴ھ کو آپ دفنائے گئے۔ مدتِ خلافت ۱۰ سال ۵ ماہ اور ۲۱ دن ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

فائدہ۔ مسلمانوں میں لقب امیر المؤمنین سے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملقب ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اولیت کا شرف عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے جنھیں نبی علیہ السلام نے اسلام کے پہلے سریہ کا امیر مقرر کر کے ان کو امیر المؤمنین کہا۔ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے احوال میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ علما محققین کہتے ہیں کہ مطلق اولیت کا شرف ابن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ البتہ خلفاء میں اولیتِ لقب امیر المؤمنین کا شرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ وفي السيرة الحلبية ج ۳ ص۱۵۲ عند بعث عبد الله بن جحش على سرية قيل بدر بشهرين او ثلاثة قال فيها فبعث عليهم عبد الله بن جحش وسماه رسول الله صلى الله عليه وسلم امير المؤمنين فهو اول من تسمى في الاسلام بامير المؤمنين

ثم بعدہ عمر رضی اللہ عنہ ولا ینافی ذلك قول بعضهم اوّل من تسمّی فی الاسلام با میر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ لانّ المراد اوّل من تسمی بذلك من الخلفاء او ان هذا امیر جمیع المؤمنین وذالك امیر من معہ من المؤمنین خاصّةً فقد جاء انّ عمرؓ كان یكتب اوّلاً من خلیفة ابی بكر فاتفق ان عمر رضی اللہ عنہ ارسل الی عامل العراق اَن یبعث الیہ برجلین جلدین یسألهما عن اهل العراق فبعث الیہ بعبد بن ربیعة و عدی بن حاتم فقدما المدینة ودخلا المسجد فوجدا عمرو بن العاصؓ فقالا استأذِن لنا علی امیر المؤمنین فقال عمرو انتما واللہ اَصبتما اسمہ فدخل علیہ عمرو وقال السلام علیك یا امیر المؤمنین فقال مابدالك فی هذا الاسم فاَخبرہ الخبر وقال انتَ الامیر ونحن المؤمنون فاوّلُ من سماہ بذلك عبد بن ربیعة عدیّ ابن حاتم وقیل اوّل من سماہ بذلك المغیرة بن شعبةؓ وحینئذٍ صار یكتب من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین اھ

عِتبان بن مالک رضی اللہ عنہ۔ یسئلونك عن الخمر والمیسر کے بیان میں مذکور ہیں۔ عتبان ابن مالکؓ صحابی ہیں۔ انصار میں قبیل خزرج سے ہیں۔ جمہور کے نزدیک آپ بدری ہیں۔ لیکن ابن اسحٰق نے آپکو شرکاء جنگِ بدر میں ذکر نہیں کیا۔ آپ اپنی قوم بنی سالم کے امام تھے۔ صحیحین میں آپ کی حدیث مذکور ہے۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ کذا فی الاصابہ۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ۔ آیت ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو عمرو بن الجموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ۔ آپ انصاری خزرجی ہیں۔ جَموح بفتح جیم ہے۔ بیعتِ عقبہ کے شرکاء میں سے ہیں۔ آپ کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ بدری ہیں اور بعض اس کے منکر ہیں۔ ساداتِ انصار میں سے ہیں جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ آپ اور عبداللہ بن عمرو بن حرام والدِ جابرؓ ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔ شہادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا لقد رأیتہ فی الجنة۔

ابن کلبی لکھتے ہیں کان عمرو بن الجموح اٰخر الانصار اسلامًا۔ آپ کا قبیلہ بنو سلمہ ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ جدّ بن قیس ہمارا سردار ہے لیکن وہ بہت بخیل ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور ناراضگی ہاتھ لمبا کرتے ہوئے فرمایا دایّ داءٍ ادوأ من البخل بل سیّدکم عمرو بن الجموح۔ وفی روایة بل سیدکم الابیض الجعد عمرو بن الجموح۔ کذا فی الادب المفرد للبخاری وغیرہ۔ چنانچہ بعض انصار نے کہا ؎

وقال رسولُ اللہ والقول قولُہ　　لمن قال منّا مَن تُسمُّون سیّدًا

فقالوا لہ جدّ بن قیس علی التی　　نُبخِّلہ منها وان كان اسودا

فسوّد عمرو بن الجموح لجُودِہ — وحقّ لعمرو بالندیٰ ان یُسوّدا

آپ ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے۔ ایک حدیث ہے عن ابی قتادۃؓ اتی عمرو بن الجموح الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول اللہ ارایت ان قاتلتُ حتی اُقتل فی سبیل اللہ ترانی امشی برجلی ھذہ فی الجنۃ قال نعم وکانت عرجاء فقُتِل یوم احد ھو وابن اخیہ فمرّ النبی علیہ السلام بہ فقال فانی اراک تمشی برجلک ھذہ صحیحۃ فی الجنۃ۔

آپ کے اسلام لانے کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ چنانچہ ابن اسحٰق نے مغازی میں لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل آپ نے گھر میں لکڑی کا ایک بُت رکھا ہوا تھا جس کی آپ بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جب بنو سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہو گئے جن میں آپ کے بیٹے معاذ بن عمرو و معاذ بن جبل بھی شامل تھے تو وہ رات کو چپکے سے عمرو بن جموحؓ کے اس بُت کو اٹھا کر کسی گڑھے میں اوندھا ڈال دیتے۔ صبح اٹھ کر عمرو اپنے بت کو گندگی میں پڑا ہوا پاتے اور پھر اسے اٹھا کر لاتے اسے دھو کر خوشبو لگاتے اور بطور افسوس یہ کہتے کہ کاش مجھے پتہ چل جائے کہ تیری یہ بے عزتی کس نے کی ہے تاکہ میں اسے سخت سزا دوں۔ کئی دن تک یہ نوجوان ایسا ہی کرتے رہے۔ آخر ایک دن عمروؓ نے اپنی تلوار بت کے گلے میں ڈال دی اور کہا کہ اگر تجھ میں کچھ طاقت و قدرت ہے تو اپنی حفاظت آپ ہی کر۔ لیکن رات کو نوجوانوں نے ایک مردہ کتے کو اس بت کے گلے میں باندھ کر لٹکا دیا اور تلوار نکال کر لے گئے۔ جب صبح کو عمروؓ نے اپنے بت کی یہ دُرگت بنی دیکھی تو اب ان کے دل کی آنکھیں کھُل گئیں اور سمجھ گئے کہ اگر یہ بت خدا ہوتا تو ایسا ذلیل نہ ہوتا۔ پھر اسلام لاتے ہوئے چند اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

تاللہ لو کنتَ اِلٰھًا لم تَکُن — انتَ وکلبٌ وسط بئرٍ فی قرَن

مفسرین لکھتے ہیں کہ آپ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا ماذا ننفق من اموالنا واَین نضعھا تو یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین الآیۃ۔ اور نیز آپ ہی کے سوال پر یہ آیت بھی نازل ہوئی ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔

عمّار رضی اللہ عنہ۔ بیان آیت فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین میں مذکور ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ھو عمار بن یاسر بن عامر بن مالک الشامی الدمشقی۔ آپ اور آپکے والدین قدیم الاسلام اور سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ عمارؓ و صہیبؓ ایک ہی وقت میں اسلام لائے۔ آپ سے قبل تیس سے کچھ زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔

مجاہد کی روایت ہے اوّل من اظھر اسلامہ ابوبکر و بلال و خباب و صھیب و عمار و اُمّہ سُمیّۃ رضی اللہ عنھم۔ عمار اور ان کے والدین کو اسلام لانے پر مشرکینِ مکہ نے بڑی سخت اذیتیں دیں۔ عمارؓ متعدد اوصاف و

خصائص میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ مع والدین کے سابقین الی الاسلام ہیں۔

ثانیاً۔ آپ کو اور آپ کے والدین کو خدا کی راہ میں مشرکین نے بڑا عذاب دیا۔ نبی علیہ السلام جب ان پر اس حالتِ عذاب میں گزرتے تو فرماتے صبرًا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ۔

ثالثاً۔ آپ کی والدہ سمیہ کو ابوجہل نے قتل کیا فھی اوّل شھیدۃ فی الاسلام۔ آپ کے والد تو عربی الاصل ہیں لیکن والدہ سمیہؓ ابوحذیفہؓ کی باندی تھیں جن سے یاسرؓ کی شادی ہوئی تھی تو ابوحذیفہؓ نے عمارؓ کو آزاد کر دیا۔

رابعاً۔ عن علیؓ قال استأذن عمار علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال إئذنوا لہ مرحبا بالطیب المطیب۔ وعن علیؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان عمارًا ملئ ایمانًا الی مشاشہ اخرجہ الترمذی وابن ماجہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمار رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی بڑی مضبوط تھی۔ و جاء ان عمارًا دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبا بالطیب المطیب ان عمار بن یاسر حشی ما بین اخمص قدمیہ الی شحمۃ اذنہ ایمانًا وفی روایۃ ملئ ایمانا من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ ودمہ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۷۳۔

خامساً۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے عداوت کو اللہ تعالیٰ کی عداوت قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ خالد بن ولیدؓ اور عمارؓ میں کسی بات پر اختلاف ہوا۔ خالدؓ نے انہیں سخت الفاظ کہہ دیے۔ عمارؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عادی عمارًا عاداہ اللہ ومن ابغض عمارًا ابغضہ اللہ وفی روایۃ عمار یزول مع الحق حیث یزول۔

سادساً۔ عن عائشۃؓ مرفوعًا ما خیر عمار بین امرین الا اختار أیسرھما۔ رواہ الترمذی۔

سابعًا۔ جمہور علماء امت کے نزدیک علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی مخاصمت و نزاع میں حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ تاہم معاویہ رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر و واجب التعظیم صحابی ہیں لہٰذا ان کے بارے میں برا عقیدہ رکھنا یا ناپسندیدہ الفاظ کہنا سخت گناہ ہے۔ ان کی یہ اجتہادی غلطی ہوگی۔ ان کی نیت بری نہیں تھی وہ محض دنیا و حکومت کے طالب نہ تھے وہ مجتہد تھے اور مجتہد اگر خطا بھی کرے تو بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اختلافات میں عوام کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ گناہ اور زوالِ ایمان کا سخت خطرہ ہے۔

جمہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت و تصویب کے لیے ایک یہ دلیل بھی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں سے عمار رضی اللہ عنہ بھی تھے اور معاویہؓ کی فوج نے عمارؓ کو شہید کیا تھا اور حدیث مرفوع ہے

ان عمارًا تقتله الفئة الباغیة۔ صحیحین میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ویح عمار تقتله الفئةُ الباغیةُ۔ نبی علیہ السلام نے عمار کو بتا دیا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری طعام دودھ ہوگا۔ چنانچہ دوران جنگ صفین میدان حرب میں عمار کی خدمت میں رفقاء نے دودھ پیش کیا تاکہ اس سے کچھ قوت حاصل ہوجائے تو عمار خوشی سے مسکرانے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد شہید ہوگئے۔ کتب سیرت میں ہے ان عمارًا لما برز للقتال قال اللّٰهم لو اعلم رضاك عنی ان اوقد نارًا فارمی نفسی فیها لفعلتُ او اغرق نفسی لفعلتُ وانی لا ارید قتال هٰؤلاء الا لوجهك الكريم وانا ارجوان لا تخیبنی وجعلت يد عمار ترتعش على الحربة لان عمرة يومئذ كان ثلاثا وسبعين سنة وقد كان جئ بلبن فضحك فقيل له ما يضحكك قال سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لي اخر شرابٍ تشربه حين تموت لبن وفي رواية اخر زادك من الدنيا مذيقٌ من اللبن ثم نادى عمار (اى من شدة سرور الموت) اليوم زُخرفتِ الجنانُ وزُيِّنتِ الحورُ الحسانُ اليوم نلقى الاحبة محمدًا وحزبه وعن ابی العالية سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول قاتلُ عمارٍ في النار۔

ولما قُتِل عمارٌ جرّد خزيمةُ بن ثابت رضى الله عنه سيفه وقاتل مع على اى صار رفيقه فى الحرب وكان خزيمة قبل ذلك اعتزل عن الفريقين وقال سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تقتل عمارًا الفئة الباغية وكان ذو الكلاع رضى الله عنه مع معاوية وقال له يومًا ولعمرو بن العاص كيف نقاتل عليًا وعمار بن ياسر فقالا له ان عمارًا يعود الينا ويقتل معنا فقتل ذو الكلاع رضى الله عنه قبل قتل عمار ولما قُتِل عمار قال معاوية لو كان ذو الكلاع حيًّا لمال بنصف الناس الى علىّ لانّ ذا الكلاع كان ذو وه عشرة الاف اهل بيت۔ ولما قُتِل عمارٌ ندم ابن عمرٌ على عدم نصرة علىٌ والمقاتلة معه وقال عند موته ما اسفى على شئ ما اسفى على ترك قتال الباغية ولما قتل عمار دخل عمرو بن العاص على معاوية فزعًا وقال قُتِل عمارٌ وسمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تقتل عمارًا الفئة الباغية فقال له معاوية دحضت اى زلفت فى بولك انحن قتلناه انما قتله مَن اخرجه وفى رواية انما قتله علىٌ واصحابه جاؤا به حتى القوه بيننا وذكروان عليًا رضى الله عنه لما احتج على معاوية رضى الله عنه بهذا الحديث ولم يسع معاوية انكاره قال انما قتل مَن اخرجه من داره يعنى بذلك عليًا فقال على رضى الله عنه فرسول الله صلى الله عليه وسلم اذن قتل حمزة حين اخرجه كذا فى كتب السيرة۔

قال فى السيرة الحلبية ج ۲ ص۲ فی حدیث ويح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار۔ الى الجنة اى الى سببها وهو اتباع الامام الحق لانه كان يدعوالى اتباع علىؓ وطاعته وهو الامام الواجب طاعته۔ وقوله الى النار اى الى سببها وهو عدم اتباع علىؓ وطاعته واتباع معاوية وطاعته وفيه

ان تلك الفئة التی کان فیہا قاتلہ کان فیہا جمع من الصحابۃ وھم معذورون بالتأویل الذی ظہر لہم وقال بعضہم وفئۃ معاویۃ وان کانت باغیۃ لکنہ بغی لا فسق فیہ لانہ انما صدر عن تأویل یعذر بہ اصحابہ انتھی۔

ثامنًا۔ وعن حذیفۃ مرفوعًا، اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر واھتدوا بھدی عمار۔ اخرجہ الترمذی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگِ صفین میں بماہِ ربیع الاول ۳۷ھ میں شہید ہوئے جب کہ آپ کی عمر ۹۳ سال تھی۔ وقیل عمرہ ۳ ، سنۃً۔

تاسعًا۔ آپ نے سب سے اوّل اسلام میں مسجد بنائی ہے۔ امام نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں وکان عمار بنیٰ مسجدًا للہ تعالیٰ فی الاسلام بنیٰ مسجد قبا۔ جنگِ یمامہ میں آپ شریک تھے جس میں آپ کا کان کٹ گیا تھا۔

علقمہ رضی اللہ عنہ۔ علقمہ فاخر آیت قالوا سبحٰنك لا علم لنا الا ما علمتنا کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو علقمۃ بن عُلاثۃ بن عوف بن الاحوص العامری رضی اللہ عنہ۔ اسلام لانے سے قبل علقمہ اور عامر بن طفیل میں تفاخر کا بڑا سخت مقابلہ تھا۔ دونوں اپنی اپنی قوم کے سردار تھے۔ عامر کہتا تھا کہ میں تم سے بڑا انسان ہوں اور مجھ میں کمالات اور مکارم اخلاق تم سے زیادہ ہیں۔ اور علقمہ بن علاثہ کہتے تھے کہ میں بڑا ہوں اور کمالاتُ مناقب حسنہ میرے اندر تجھ سے زیادہ ہیں۔ اور یہ مقابلہ تمام عرب میں مشہور تھا۔ اور بہت سے لوگوں نے اس سلسلے میں حَکم وثالث بننے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ ہر ایک شخص دونوں کے شر سے ڈرتا تھا۔ آخر میں ہرم بن قطبہ فزاری نے حکم بننا منظور کر لیا اور ایک سال کی مہلت مانگی۔ ایک سال کے بعد ہرم نے دونوں کو اپنا یہ فیصلہ سُنایا لقد تحاکمتما الیّ وانتما کرُکبتَی البعیر تقعان معًا وکلا کما سیّد کریم ولم یُفضّل احد ھما۔ اعشیٰ ولبید عامر کے طرفدار تھے اور حطیئہ علقمہ کا طرفدار تھا۔ اور علقمہ کی مدح اور عامر کی مذمت میں شعر کہتا تھا۔ علقمہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو کر ملکِ شام چلا گیا۔ بعدہٗ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پھر مسلمان ہوا۔

ابو عبیدہ لکھتے ہیں کہ علقمہ نے شراب پی لی تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی۔ علقمہ ناراض ہو کر مرتد ہوئے اور ملکِ شام چلے گئے۔ شاہِ روم نے ان کا اکرام کیا اور کہا انت ابن عمّ عامر بن الطفیل فغضب علقمۃ وقال لا ارانی اُعرف الا بعامر فرجع واسلم۔

علقمہ تابعیؒ، تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ آیت یا ایھا الناس اعبدوا ربکم کے تحت مذکور ہیں۔ ھو ابو شبل علقمۃ بن قیس بن عبد اللہ بن مالك النخعی الکوفی رحمہ اللہ۔ علقمہ موصوف تابعی جلیل، فقیہ کبیر ہیں۔ آپ اسود بن یزید کے عمّ ہیں اور اسود بن یزید ابراہیم نخعی کے خال ہیں۔ علقمہ بن قیس نے عمر وعثمان وعلیؓ وابن مسعودؓ

وسلمان فارسی وحذیفہ رضی اللہ عنہم سے سماع حدیث کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کے خاص تلمیذ ہیں اور ابن مسعودؓ کے علوم کے حامل ہیں۔ آپ کی توثیق پر علماء کا اتفاق ہے۔ آپ سے ابراہیم نخعی وابن سیرین وشعبی وغیرہ نے سماع کیا ہے۔

قال ابراهيم النخعي كان علقمة يشبه بابن مسعود وقال ابو اسحٰق السبيعي كان علقمة من الربانيين وقال ابو سعد السلماني كان علقمة اكبر اصحاب ابن مسعود واشبههم هديا ودلاً۔ وفات ۶۲ھ وعند البعض ۶۲ھ میں ہوئی۔ حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں علقمہ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں فذکر باسناده عن قابوس بن ابی ظبیان قال قلت لابی لای شئ كنت تأتی علقمة وتدع اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم قال رأيت اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم يسألون علقمة ويستفتونه۔ وعن عبد الرحمٰن بن عبد الرحمٰن بن يزيد قال قال ابن مسعود رضی الله عنه ما اقرأ شيئا ولا اعلم شيئا الا علقمة يقرؤه ويعلمه قيل يا ابا عبد الرحمٰن والله ما علقمة بأقرئنا قال بلی انه والله لاقرأكم۔ وكان علقمة بن قيس يقول كنت رجلا قد اعطانی الله حسن الصوت بالقرآن وكان عبد الله بن مسعود يرسل الیّ فاقرأ عليه القرآن قال فكنت اذا فرغت من قراءتی قال زدنا من هذا وعن ابراهيم ان علقمة قرأ على ابن مسعود وكان حسن الصوت فقال له رجل رتل فداك ابی وامی فانه زين القرآن۔ كذا فی الحلية ج ۲ ص ۹۹۔ وكان علقمة يختم القرآن كل خميس وعن المسيب بن رافع قال كانوا ليخلون على علقمة وهو يفرع غنمه ويحلب ويعلف وعن ابن يزيد قال قيل لعلقمة الا تدخل المسجد فيجتمع اليك وتسئل فنجلس معك فانه يسئل من هو دونك؟ قال انی اكره ان يوطأ عقبی فيقال هذا علقمة ولما مات علقمة لم يترك الا دارة وبرذونا ومصحفا واوصى به لمولى له كان يقوم عليه فی مرضه وكان علقمة يتزوج الى اهل بيت دون اهل بيته يريد بذلك التواضع وعن ابراهيم عن علقمة انه قال لامرأته فی مرضه تزينی واقعدی عندی اسی لعل الله يرزقك بعض عوادی وعن عابس قال قال علقمة احياء العلم المذاكرة وعن ابراهيم عن علقمة قال تذاكروا الحديث فان حياته ذكره وعن علی بن مدرك قال قال علقمة لاسود ان انا مت فلقنی لا اله الا الله فاذا انا مت فلا تنعنی لاحد فانی اخاف ان يكون نعيا كنعی الجاهلية فاذا خرجتم بجنازتی من الدار فاغلقوا الباب حين يخرج آخر الرجال وعلى اول النساء فانه لا ارب لی فيهن وكان علقمة يقول فی قوة حفظه ما حفظت وانا شاب كأنی انظر اليه فی ورقة او قرطاس وروی علقمة عن ابن مسعود رض مرفوعا ان الله يحب ان تقبل رخصه كما يحب ان تؤتی عزائمه وايضا روی عنه مرفوعا الخلق كلهم عيال الله واحبكم الى الله من احسن الى عياله۔

عثمان رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی کی شرح اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو عثمان بن عفان بن ابی العاص القرشی الاموی رضی اللہ عنہ والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔ آپ خلیفہ ثالث، قدیم الاسلام وصاحب ہجرتین ہیں۔ دونوں ہجرتوں میں آپکی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ کو ذوالنورین اس لیے کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ قال النووی ولا یعرف احدٌ تزوّج بنتی نبی غیرہ۔ اولاً رقیہ رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا۔ وہ غزوۂ بدر کے ایام میں ماہ رمضان ۲ھ میں وفات پاگئیں۔ اور انھیں کی تیمارداری کی وجہ سے بحکم نبی علیہ السلام آپ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ اس کے بعد ام کلثوم بنتِ نبی علیہ السلام سے عقدِ نکاح ہوا۔ ام کلثوم کا ۹ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی احادیث مرویہ ۱۴۶ ہیں۔ ان میں تین متفق علیہ ہیں اور آٹھ میں امام بخاری اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ جمعہ کے دن ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے۔ کل عمر ۹۰ سال تھی۔ اور عند البعض ۸۸ سال تھی۔ محرم کی ابتدا ۲۴ھ میں خلیفہ ہوئے۔ خلافت کی کل مدت تقریباً ۱۲ سال ہے۔ بقیع میں مدفون ہیں آپکے چند خصوصی احوال و مناقب یہ ہیں۔

اوّلاً۔ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں جس کی وجہ تسمیہ و تلقیب ابھی گزری ہے۔

ثانیاً۔ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ یہ شرف اولادِ آدم میں کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

ثالثاً۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی شہادت اور آزمائش کی طرف کئی بار اشارے فرمائے۔ فرفی البخاری عن انس قال صعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحدًا ومعہ ابوبکر وعمر وعثمان فرجف فقال اسکن فلیس علیک الا نبیّ وصدّیق وشہیدان۔

رابعاً۔ جیشِ عسرۃ یعنی جنگِ تبوک کی تیاری کے لیے نبی علیہ السلام نے جب چندہ دینے کا اعلان کیا تو آپنے تین سو اونٹ کل سامان سمیت اور ہزار دینار پیش کیے۔ قال عبد الرحمن بن حباب فانا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عن المنبر وھو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ رواہ الترمذی۔ وفی روایۃ قال ما ضرّ عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین۔ امام نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے جیشِ عسرۃ کے لیے ۹۵۰ اونٹ اور پچاس گھوڑے دیے تھے۔

خامساً۔ نبی علیہ السلام نے بیعتِ رضوان میں درخت کے نیچے جب صحابہ سے بیعت لی تو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا دستِ مبارک اپنے ہاتھ پر رکھا کیونکہ عثمانؓ اہلِ مکہ کے پاس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر

گئے تھے۔ وعن انس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ فضرب باحدی یدیہ علی الاخری فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیرًا من ایدیھم لانفسھم رواہ الترمذی۔

سادسًا۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عثمان انہ لعل اللہ یقمصک قمیصًا فان ارادوک علی خلعہ فلا تخلعہ حتی یخلعوہ رواہ الترمذی۔ وعن ابن عمر قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃً فقال یُقتل فیھا ھذا مظلومًا لعثمان۔ رواہ الترمذی۔

سابعًا۔ آپ بڑے غنی تھے اور خدا تعالٰے کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ بڑے سخی اور رحم دل تھے۔

ثامنًا۔ آپ جامع قرآن ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی سورتوں کو اس ترتیب سے جمع کرایا جو لوح محفوظ میں ہے اور جس کی تصریح نبی علیہ السلام نے کی تھی۔ اس کام کے لیے آپ نے ایک کمیٹی قائم فرمائی تھی۔

تاسعًا۔ عن طلحۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل نبی رفیقٌ ورفیقی فی الجنۃ عثمان رواہ الترمذی۔

عاشرًا۔ بہت زیادہ حیا دار تھے۔ یہاں تک کہ ملائکۃ اللہ بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ اور نبی علیہ السلام بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ وفی الصحیحین عن عائشۃ رضی اللہ عنھا فی الحدیث الطویل ان النبی علیہ السلام جمع ثیابہ حین دخل عثمان وقال الا استحیی من رجلٍ تستحیی منہ الملائکۃُ۔

عبدان الحضرمی۔ وہ تفسیر ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام الآیۃ میں مذکور ہیں۔ شارح نے اس کے احوال ذکر نہیں کیے۔ بلکہ غلطی میں مبتلا ہو گئے۔ انھوں نے عبدان بالباء الموحدہ سمجھتے ہوئے بروزن عطشان لکھا ہے۔ قال الشیخ المحقق الشہاب الخفاجی فی شرح ھذا التفسیر ج ۲ ص ۲۸۳ وعبدان بوزن عطشان علم اھ۔ یہاں پر ایک اور بات بھی یاد رکھیں وہ یہ کہ تنازعہ زمین میں امرؤ القیس کا خصم ربیعۃ بن عیدان تھا نہ کہ عیدان بن اسوع اور نہ عیدان بن ربیعہ کما ذکرہ البعض۔ ہم نے ترجمہ امرؤ القیس صحابی رضی اللہ عنہ میں اس پر بحث کی ہے وہاں پر ملاحظہ کیا جائے۔

عناق۔ آیت ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن کے بیان میں مذکور ہے۔ عناق مکہ مکرمہ میں قبل الفتح ایک زانیہ عورت تھی۔ اسلام سے قبل مرثد رضی اللہ عنہ سے اس کی دوستی تھی۔ آیت مذکورہ عناق و مرثد کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی کتاب میں مرثد رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اس قصہ کی تفصیل ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

قاری **عثمان** بن سعید المصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ عثمان مذکور کا لقب ورش ہے۔ یہ لقب آپ کے شیخ حضرت نافع بن ابی نعیم مدنی نے رکھا ہے وکان یقول لہ نافع ھات یا ورشان اقرأ یا ورشان۔ قیل القبہ بہ لشدۃ بیاض

آپ کی کنیت ابوسعید ہے۔ عثمان مذکور مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ قاری نافع مدنی احدالقراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت نافعؒ سے پڑھنے کے لیے مصر سے مدینہ منورہ گئے۔ حضرت نافعؒ سے مدت تک قرآن باقراءۃ پڑھتے رہے تاآں کہ اس فن کے ماہر و امام بن گئے اور امام نافع کی قراءت کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔ اپنے زمانے میں مرجع علماء و فضلاء تھے۔ پست قامت تھے۔ ۱۵۵ھ میں امام نافعؒ سے قراءت پڑھنی شروع کی اور ان کے پاس کئی بار اجراء قراءت کے ساتھ قرآن مجید ختم کیا۔ ۱۱۰ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وفات بھی مصر میں ۱۹۹ھ اور عند البعض ۱۹۷ھ میں ہوئی۔

عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو عکرمۃ مولی ابن عباس رضی اللہ عنھما الھاشمی المدنی۔ عکرمہؒ کی اصل بربر ہے اہل مغرب میں سے ہیں۔ آپ کبار تابعین۔ مفسر کبیر۔ فقیہ۔ متقی۔ ورع حامل علوم ابن عباسؓ تھے۔ آپ نے ابن عباس و ابوقتادہ و ابن عمر و ابن عمرو و ابوہریرہ و معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ اور آپ سے امام شعبی۔ نخعی۔ ابن سیرین وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا۔ قال ابن معین عکرمۃ ثقۃ قال واذا رأیت من یتکلم فی عکرمۃ فاتھمہ علی الاسلام وقال ابوحاتم ھو ثقۃ وانما انکر علیہ مالک ویحیی بن سعید لرأیہ وقال محمد ابن سعد کان کثیر العلم بحرًا من البحور ولیس یحتج بحدیثہ ویتکلم الناس فیہ قال البیھقی روی لہ البخاری دون مسلم۔ کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء واللغات۔ ج ا ص ۳۴۱۔ عکرمہ ابن عباسؓ کے غلام تھے اور ان سے پڑھتے تھے۔ عکرمہؒ خود فرماتے ہیں کان ابن عباس یجعل فی رجلی الکبل ویعلمنی القرآن والسنن۔

حافظ ابونعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔ حبیب بن ابی ثابتؒ فرماتے ہیں اجتمع عندی خمسۃ لا یجتمع عندی مثلھم ابدًا عطاءؒ و طاوسؒ و مجاھدؒ و سعید بن جبیرؒ و عکرمۃ فاقبل مجاھد و سعید یلقیان علی عکرمۃ التفسیر فلم یسالاہ عن ایۃ الا فسرھا لھما فلما نفد ما عندھما جعل عکرمۃ یقول انزلت ایۃ کذا فی کذا و انزلت ایۃ کذا فی کذا قال ثم دخلوا الحمام لیلًا۔ جابر بن زید کہتے تھے ھذا عکرمۃ مولی ابن عباس ھذا اعلم الناس۔

وعن الشعبیؒ انہ کان یقول ما بقی احدٌ اعلم بکتاب اللہ تعالی من عکرمۃ وقال قتادۃ اعلمھم بالتفسیر عکرمۃ۔ ایوبؒ فرماتے ہیں قدم علینا عکرمۃ فاجتمع الناس علیہ حتی اصعد فوق ظھر بیت۔ عمر بن مسلم وغیرہ کہتے ہیں کہ عکرمہ طاوس کے پاس حیرہ میں تشریف لائے فحملہ طاوس علی نجیب ثمنہ ستین دینارًا وقال الا نشتری علم ھذا العالم بستین دینارًا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حیات میں انہیں فتویٰ دینے کی اجازت دیدی تھی بلکہ اسی کام پر مامور فرمایا تاکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر سے لوگوں کا ازدحام کچھ کم ہو جائے۔ سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے خذوا التفسیر عن اربع عن سعید بن جبیر و مجاھد و عکرمۃ والضحاک و فی روایۃ عطاء بدل

الضحاك كذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۲۹ ۔ وفیہا عن عبد العزیز بن ابی رواد قال قلت لعکرمۃ بنیسابور الرجل یدخل الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ اسم اللہ قال یجعل فصّہ فی باطن کفہ ثم یقبض علیہ وعن معبد بن مسروق عن عکرمۃ قال کانت الخیل التی شغلت سلیمان بن داؤد علیہما السلام عشرین الفًا فعقرھا۔

وعن ابی یزید المدنی ان عکرمۃ حدّثہم قال لما زوّج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ رضی اللہ عنہا کان ما جھّزھا بہ سریرًا مشروطًا ووسادۃً من ادم حشوھا لیفٌ وتورًا من اقط قال وجاؤا ببطحاء فنثروھا فی البیت ۔ وعن عکرمۃ قال قال لقمان لابنہ قد ذقت المرارۃ فلیس شیٔ امرّ من الفقر وحملت الحمل الثقیل فلیس شیٔ اثقل من جار السوء ولو ان الکلام من فضۃ لکان الصمت من ذھبٍ ۔ وکان یقول من قرأ یٰسٓ والقراٰن الحکیم لم یزل ذالک الیوم فی سرورٍ حتی یمسی ویقول لکل شیٔ اساس واساس الاسلام الخلق الحسن ۔ عکرمہؒ اور شاعر کُثیّر عزۃ کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی فاُخرجت جنازتہما فقال الناس مات افقہ الناس واشعر الناس ۔ عکرمہ رحمہ اللہ کی وفات ۱۰۵ھ یا ۱۰۶ھ میں ہوئی۔

عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ ھو عطاء بن ابی رباح المکی القرشی مولی ابن خثیم الفھری ۔ ابو رباح کا نام اسلم تھا۔ عطاء تابعینِ کبار میں شمار ہوتے ہیں ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے ۔ مکہ مکرمہ میں ہی جوان ہوئے ۔ عبادلہ اربعہ یعنی ابن عباس وابن زبیر وابن عمر وابن عمرو وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا۔ آپ سے بہت سے تابعین وغیرہ روایت کرتے ہیں مثل زہری وقتادہ وغیرہما۔ حضرت عطاء امامِ تفسیر۔ محدث ۔ فقیہ ۔ عابد۔ کثیر العبادۃ تھے ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ تشریف لائے تو لوگوں نے بہت سے مسائل دریافت کرنا شروع کر دیے تو آپ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباح کی موجودگی میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۱۱ ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد مکہ مکرمہ کے مفتی آپ تھے ۔ ابراہیم بن عمر بن کیسان کہتے ہیں اذکرھم فی زمان بنی امیۃ یأمرون فی الحاج صائحًا یصیح لا یفتی الناس الّا عطاء بن ابی رباح ۔ کذا فی التھذیب للنووی ج ۱ ص ۳۳۴ ۔ سلمۃ بن کہیلؒ فرماتے ہیں ما رأیت احدًا یطلب بعلمہ ما عند اللہ تعالیٰ الّا ثلاثۃً عطاء وطاوسًا ومجاھدًا ۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں ۔ مات عطاءٌ وھو ارضی اھل الارض ۔ حلیہ میں ہے کان عطاءٌ یطیل الصمت فاذا تکلم یخیل الینا انہ یؤید ۔ وکان عطاءٌ یقول من جلس مجلس ذکر کفر اللہ عنہ بذالک المجلس عشرۃ مجالس من مجالس الباطل وان کان فی سبیل اللہ کفر اللہ بذالک المجلس سبعمائۃ مجلس من مجالس الباطل قال ابو ھزان الراوی عنہ قلت لعطاء ما مجلس الذکر ؟ قال مجلس الحلال والحرام وکیف تصلی وکیف تصوم وکیف تنکح وکیف تطلق وتبیع وتشتری ۔

وکان یقول ماقال عبدٌ قط یا رب یا رب یا رب ثلاث مرات الا نظر اللہ الیہ قال الراوی عنہ فذکرت ذلک للحسن فقال اما تقرؤن القرآن ؟ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا واٰتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیٰمۃ انک لا تخلف المیعاد فاستجاب لھم ربھم - ابن جریج عطاءؒ سے نقل کرتے ہیں النظر الی العابد عبادۃ. عمر بن الوردؒ نقل کرتے ہیں قال لی عطاء ان استطعت ان تخلو بنفسک عشیۃ عرفۃ فافعل. عطاءؒ سے کسی نے پوچھا ما افضلُ ما اُعطی العباد ؟ قال العقلُ عن اللہ عزوجل وھو المعرفۃ بالدین. وکان یقول اذا انتا ھفت الحُمر من اللیل فقولوا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم -

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں عطاءؒ سے ملا فقال من این انت قلتُ من اھل الکوفۃ قال انت من اھل القریۃ الذین فرّقوا دینھم وکانوا شیعاً ؟ قلتُ نعم قال لمن ای الاصناف انت ؟ قلتُ ممن لا یسُبُّ السلف ویؤمن بالقدر ولا یکفر احداً بذنب فقال لی عطاء عرفتَ فالزم. حضرت عطاءؒ نے یہ سوال اس لیے کیا کہ کوفہ میں اہل تشیع وخوارج کی کثرت تھی اور یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں. عطاءؒ نے ستر حج کیے. امام شافعیؒ کا قول ہے لیس فی التابعین احد اکثر اتباعاً للحدیث من عطاء. عطاءؒ کی توثیق وجلالت وامامت پر محدثین کا اتفاق ہے. وفات مکہ مکرمہ میں ۱۱۵ھ میں ہوئی۔

ومن غرائب عطاء انہ قال اذا اراد الانسان سفراً فلہ القصرُ قبل خروجہ من البلد وخالفہ الجمھور۔ ومن غرائبہ ما حُکی عنہ کما فی تھذیب الاسماء للنووی انہ قال اذا کان یوم العید یوم الجمعۃ وجبت صلاۃُ العید ولا یجب بعدھا لا جمعۃ ولا ظھر ولا صلاۃ بعد العید الا العصر۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ. بحث آمین میں مذکور ہیں۔ ھو عبداللہ بن مغفل بن عبد غنم بن عفیف المزنی المدنی۔ آپ مشہور صحابی ہیں. کنیت ابوعبدالرحمٰن وابوزیاد وابوسعید تھی. اصحاب بیعتِ رضوان میں سے ہیں وکان یقول انی لممن رفع اغصان الشجرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. مدنی ہیں۔ اولاً مدینہ منورہ میں رہائش تھی پھر بصرہ میں رہنے لگے اور جامع مسجد کے قریب گھر بنایا۔ آپ ان بکّائین (رونے والوں میں) سے ایک ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولّوا واَعینُھم تفیض من الدمع حزناً الا یجدوا ما ینفقون اور ان دس افراد میں آپ بھی تھے جنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو تعلیم دینے کے لیے بصرہ بھیجا تھا۔ جب مشہور شہر تستر کو مسلمانوں نے فتح کیا تو اس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے آپ ہی تھے۔ آپ سے کل ۴۳ حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں چار متفق علیہ ہیں اور ایک ایک پر مسلم وبخاری منفرد ہیں۔ کذا قال النووی فی تھذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۹۱۔ بصرہ میں ۶۰ھ یا ۵۹ھ میں وفات پائی۔

آپ کی وصیت کے مطابق ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کذا فی الاصابۃ ج ۲ ص ۳۷۲۔

قاری عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ھو ابوبکر عاصم بن ابی النجود بھدلۃ مولی بنی جذیمۃ بن مالك بن نصر بن قعین بن اسد۔ امام عاصم رحمۃ اللہ قاری و مُقری ہیں سید القراء متقی۔ ورع۔ عابد۔ خاشع۔ ثقہ ونورِ اسلام ہیں۔ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ قراء سبعہ میں آپ کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ اس زمانے میں بلکہ ابتداء سے لے کر آج تک ساری دنیا میں یا دنیا کے اکثر حصہ میں آپ ہی کی قرارت بروایت حفص پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ آپ کی قرارت سہل ہے۔ اس میں تصرفات مشکلہ مثل امالہ و اشمام و تسہیل وغیرہ نہیں ہیں یعنی بہت کم و نادر ہیں۔ والنادر کالمعدوم۔ امام احمد رحمہ اللہ آپ کی قرارت پسند کرتے تھے اور اسی کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ کما حکی عنہ ابنہ عبداللہ بن احمد۔ وفیات الاعیان ج ۳ ص ۹ پر ابن خلکان لکھتے ہیں۔ اخذ القراءۃ عن ابی عبدالرحمٰن السلمی و زر بن حبیش واخذ عنہ ابوبکر بن عیاش و ابو عمرو البزار واختلفوا اختلافا شدیدًا فی حروف کثیرۃ والنجود بفتح النون وضم الجیم وسکون الواو وبعد ھا دال مھملۃ وھی الحمارۃ الوحشیۃ التی لا تحمل وقیل ھی المشرفۃ انتھی۔ نجود کا معنی الحمارۃ الوحشیۃ الخ کرنا مشکوک ہے۔ والصواب ما فی الاجناس ان النجود الطویلۃ من الحمر وقیل ھی الناقۃ التی لا تبرك الا علی مکان مرتفع اھ وبھدلۃ بفتح باء موحدہ وسکون ھاء وفتح دال مھملہ۔ یہ ابوالنجود کا نام ہے۔ بعض علماء کی رائے میں یہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

امام عاصم کا انتقال شہر کوفہ میں ۱۲۷ھ کو ہوا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں بھدلۃ ھو ابوالنجود وقال عمرو بن علی وغیرہ ھو اسم امہ وخطأہ ابوبکر بن داؤد۔ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۳۹۔ آپ نے علم القراءۃ زر ابن حبیشؒ و ابی عبدالرحمٰن سلمیؒ سے حاصل کیا۔ نیز ان دو اساتذہ کے علاوہ ابو وائل و ابو صالح السمان و ابورزین و مسیب بن رافع و مصعب بن سعد وغیرہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے امام اعمش و منصور و عطاء بن ابی رباح (حالانکہ عطاء آپ سے عمر میں بڑے ہیں) وشعبہ وسفیان ثوری وسفیان بن عیینہ وسعید بن ابی عروبہ وزائدہ وشریک وابوعوانہ وحفص بن سلیمان وابوبکر بن عیاش وغیرہم رحمہم اللہ روایت حدیث کرتے ہیں اکثر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے اور بعض نے غیر ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔ کان ثقۃ الا انہ کثیر الخطأ فی حدیثہ۔ وقال الامام احمد کان عاصم رجلا صالحا قارئا للقراٰن واھل الکوفۃ یختارون قراءتہ وانا اختارھا وکان خیرا ثقۃ والاعمش احفظ منہ وکان شعبۃ یختار الاعمش علیہ فی تثبت الحدیث نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں عاصم صاحب قرآن وحماد صاحب فقہ وعاصم احب الینا وقال ابن معین لا بأس بہ وقال العجلی کان صاحب سنۃ وقراءۃ وکان ثقۃ رأسا فی القراءۃ وعن ابی زرعۃ انہ ثقۃ۔ ابن ابی

حاتم اپنے والد حافظ ابوحاتم سے یہ نقل کرتے ہیں قال ابی ابو حاتم ان عاصما صالح ومحلہ عندی محل الصدق صالح الحدیث ولیس محلہ ان یقال ھو ثقۃ ولم یکن بالحافظ وقد تکلم فیہ ابن عُلَیّۃ فقال کل من اسمہ عاصم سیئ الحفظ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال ابن خراش فی حدیثہ نکرۃ وقال العقیلی لم یکن فیہ الا سوء الحفظ قال ابوبکر بن عیاش سمعتُ ابا اسحٰق یقول ما رأیت اقرأ من عاصم۔

وقال ابن عیاش دخلت علی عاصم وقد احتضر فجعلتُ اسمعہ یردّد ھذہ الاٰیۃ یُحققھا کانہ فی المحراب ثم ردّوا الی اللہ مولاھم الحق الا لہ الحکم وھو اسرع الحاسبین۔ آپ کی وفات عند البعض ۱۲۷ھ میں اور عند ابن سعد ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ کذا قال ابن حجر فی التھذیب وقال فیہ اخرج لہ الشیخان مقرونًا بغیرہ۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں صحیح مسلم میں آپ کی صرف ایک حدیث موجود ہے وہ لیلۃ القدر کے بارے میں ابی بن کعبؓ کی حدیث ہے۔ حماد بن سلمہؒ فرماتے ہیں اخیر عمر میں امام عاصم کی عقل میں کچھ خلط واقع ہوگیا تھا۔

فائدہ۔ امام عاصمؒ کے قرأت میں معروف دو راوی ہیں اوّل ابوبکر شعبۃ بن ابی عیاش کوفی۔ دوم۔ ابو عمر حفص بن سلیمان کوفی۔ دونوں کے احوال اسی کتاب میں اپنی جگہ ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ قرأت کا معاملہ چونکہ بہت اہم ہے اور تفسیر بیضاوی میں کثیر الدوران وکثیر الذکر ہے اور ان قراء کے نام مکرر الذکر ہیں لہٰذا بطور اتمام افادہ امام عاصم کے دونوں شیوخِ قرأت کا مختصر ترجمہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

شیخ اوّل ابوعبدالرحمٰن سلمی ہیں وھو عبداللہ بن حبیب بن ربیّعۃ بتشدید الباء وبالتصغیر ابو عبدالرحمٰن السلمی الکوفی القاریؒ۔ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر۔ حبیب بن ربیعہؓ صحابی ہیں۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی روایت کرتے ہیں عمر وعثمان وعلی وسعد وخالد بن الولید وابن مسعود وحذیفہ وابوموسٰی الاشعری وابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابراہیم نخعی وعلقمۃ بن مرثد وسعید بن جبیرؒ وعاصم بن بہدلہ وغیرہم رحمہم اللہ۔ قال ابواسحاق أقرأ ابوعبدالرحمٰن القراٰن فی المسجد اربعین سنۃ وقال العجلی کوفی تابعی ثقۃ وکان اعمٰی۔ واقدیؒ فرماتے ہیں شھد مع علیؓ صفّین ثم صار عثمانیًا اھ۔ آپ اصحاب ابن مسعود میں سے ہیں بہ عمر ۹۰ سال ۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ کذا فی التھذیب ج ۵ ص ۱۸۴۔

شیخ دوم زِرّ بن حُبیش بن حُباشۃ بن اوس الاسدی الکوفی۔ زِر بکسرِ زاء وتشدید راء ہے۔ آپ کی کنیت ابومریم وابومطرف ہے مخضرمین میں سے ہیں۔ زمانہ جاہلیت پایا ہے تابعی ہیں صحابیت سے محروم رہے۔ عمر وعثمان وعلی وابن مسعود وابوذر وعبدالرحمٰن بن عوف وعباس وحذیفہ وابی بن کعب وصفوان بن عسال وعائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابراہیم نخعی وعاصم بن بہدلہ ومنہال بن عمرو وعیسٰی بن عاصم وعدی بن ثابت وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ زر بن حبیش ثقہ۔ کثیر الحدیث وعظیم محدث وحافظ ہیں۔ آپ علقمہ واسود

کی طرح ابن مسعودؓ کے خصوصی تلامذہ واصحاب میں سے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ زرؔ سے عربیّت و لغت کے بارے میں گاہے گاہے سوال کرتے تھے کیونکہ آپ فصیح اعراب میں سے تھے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے علم قرارت کا منبع ابن مسعودؓ ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی کچھ مدت تک استفادہ کیا۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۲۱ میں ہے عن عاصم عن زرؔ قال خرجتُ فی وفد من اھل الکوفۃ وایم اللہ ان حرّضنی علی الوفادۃ الا لقاءُ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم المھاجرین والانصار فلما قدِمتُ المدینۃ اتیتُ ابیّ بن کعب وعبد الرحمٰن بن عوف فکانا جلیسیّ وصاحِبیّ فقال اُبیّ یا زرؔ ما تُرید ان تدَعَ اٰیۃً من القراٰن الا سألتنی عنھا قال فقلتُ فی ای شئ اٰیتُہ فقلتُ یا ابا المنذِر رحمک اللہ اخفض لی جناحَک فانما اتمتّع منک تمتعًا انتھی بزیادۃ من تھذیب الکمال۔ حرصِ قرارت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت بار آور کرنے اور عام کرنے کے لیے آپ کو امام عاصم جیسے تلمیذ نصیب فرمائے جنھوں نے کل دنیا تک قرارت پہنچائی اور احد القراء السبعۃ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔

مذکورہ صدر حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ زرؔ کوفہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت سے پوری طرح فیض یاب ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مزید علم قرارت حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

نیز اس بیان سے ثابت ہوا کہ جس طرح فقہ حنفی کا مدار علم ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوے واحادیث اس کے مآخذ ہیں اسی طرح امام عاصم کی قرارت کا مآخذ بھی قرارتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ کیونکہ عاصم کوفی ہیں اور ابن مسعودؓ بھی کوفی ہیں اور قرارت میں امام عاصم کے دونوں شیوخ زر بن حبیش وابو عبد الرحمٰن سلمی علقمہ واسود کی طرح ابن مسعودؓ کے تلامذہ بلکہ خصوصی اصحاب اور دائمًا آپ کی صحبت میں رہنے والے ہیں۔

قال العجلی کان زرؔ من اصحاب علیؓ وعبد اللہؓ ثقۃ وقال ابن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیث وقال ابن البرکان زرٌّ عالمًا بالقراٰن قارئًا فاضلاً۔ زر کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۱۲۷ سال تھی۔

عبد اللہ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔ ھو عبد اللہ بن کثیر الداری المکی ابو معبد القاری المقری مولیٰ عمرو بن علقمۃ الکنانی۔ ابن کثیر احد القراء السبعہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ نسبتِ داری میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ مکہ مکرمہ میں عطار تھے۔ اہل مکہ عطار کو داری کہتے ہیں۔ اور عند بعض العلماء آپ تمیم داریؓ کے قبیلہ یعنی دار بن ہانی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور بقول ابو نعیم آپ بنو عبد الدار کے مولیٰ یعنی عتیق ہیں۔

ابن کثیرؒ روایت کرتے ہیں ابو الزبیر ومجاہد وابو المنہال عبد الرحمٰن بن مطعم وعکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ایوب وجریر بن حازم وابن جریج وحماد بن سلمۃ وابن عیینہ وغیرہ

رحمهم اللہ۔ ابن المدینی وابن سعد فرماتے ہیں ھو ثقۃ ولہ احادیث صالحۃ۔ ابو عمرو بن العلاء جو قراء سبعہ میں سے ہیں آپ سے قرات پڑھتے تھے۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں مکہ میں ابن کثیر سے بڑا قاری نہ تھا۔ جریر بن حازم فرماتے ہیں کان فصیحا بالقرآن۔ ابو عمرو دانی فرماتے ہیں ابن کثیر نے قرات مشہور صحابی عبداللہ بن السائب مخزومی رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ مجاہد بن جبیر سے اخذ قرات کیا ہے۔ امام بخاری کی رائے ہیں ابن کثیر قریش کے قبیلہ بنو عبدالدار میں سے ہیں۔ ابن حجر نے بخاری کے اس قول کی تردید کی ہے۔ وعن ابن معین انہ قال ابن کثیر القاری ثقۃ۔ اہل مکہ نے آپ کی قرات اختیار کی تھی۔ ابن کثیر حدیث میں بھی امام تھے۔ آپ سے امام شافعیؒ وخلیل بن احمدؒ بھی نقل وروایت کرتے ہیں۔ ابن کثیرؒ تابعی ہیں۔ ابو ایوب انصاری وانسؓ وعبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ ملا علی قاریؒ وغیرہ لکھتے ہیں ابن کثیرؒ ان اہل فارس کی اولاد میں سے ہیں جنھیں کسریٰ نے کشتیوں میں یمن بھیجا تھا جب کہ اہل حبشہ یمن سے نکالے گئے۔ ابن کثیر کی ولادت مکہ مکرمہ میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ۴۵ھ میں ہوئی۔ کچھ مدت عراق میں مقیم رہے لیکن پھر مکہ مکرمہ کی طرف واپس آئے اور یہاں مقیم رہے۔

سال وفات ۱۲۰ھ ہے۔ اس تاریخ وفات پر ابی جعفر احمد بن علی ابن البازش متوفی ۵۴۶ھ نے اپنی کتاب الاقناع فی القراءات میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ تاریخ صحیح نہیں ہے لان عبداللہ بن ادریس الاودی قرأ علیہ ومولد ابن ادریس ۱۱۵ھ فکیف تصح قراءتہ علیہ لو لا ان ابن کثیر تجاوز ۱۲۰ھ وانما الذی مات فیھا عبداللہ بن کثیر القرشی وھو غیر القاری واصل الغلط فی ھذا من ابی بکر بن مجاھد انتھی ماحکاہ ابن خلکان فی الوفیات ج ۳ ص ۴۲۔ علامہ جزری ابن البازش کی یہ رائے ذکر کر کے فرماتے ہیں وھو معذور فیما قال غیر ان الصواب فی ذلک ان ابن ادریس الاودی لم یقرأ علی ابن کثیر، ھذا واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ کریں۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۸۴ غایۃ النہایۃ ص ۴۴۳ وفیات الاعیان، ج ۳ ص ۴۱۔ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۷۔ العقد الثمین ج ۵ ص ۲۳۶۔ شذرات ج ۱ ص ۱۵۷

فائدہ۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں۔ مشہور دو ہیں اول ابو الحسن احمد بن محمد البزی۔ دوم ابو عمر محمد قنبل۔

فائدہ۔ ابن کثیر کی قرات کا زیادہ تر ماخذ قراءات ابی بن کعب وزید بن ثابت رضی اللہ عنہما ہے کیونکہ آپ نے قرات عبداللہ السائب مخزومی صحابیؓ ومجاہد سے پڑھی ہے اور ابن السائب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی سے حاصل کی ہے۔ اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن عباسؓ نے زید بن ثابت و ابی رضی اللہ عنہما سے علم قرات حاصل کیا ہے۔ ابن السائبؓ وہ شخص ہیں جنھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے مکتوبہ نسخوں میں سے ایک نسخہ دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ یہ نسخہ اہل مکہ کو پڑھائیں۔ نو

عبداللہ بن کثیر مکی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ابن السائب رضی اللہ عنہ سے مصحف پڑھا۔

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعۃ الیحصبی الدمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ ابن عامر تابعی و قراء سبعہ میں سے ہیں آپ ابن عامر دمشقی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کی متعدد کنیتیں ہیں ابو عمران۔ ابو عبیداللہ۔ ابو عامر۔ ابو نعیم۔ ابو عثمان۔ ابو سعید۔ ابو محمد۔ ابو موسیٰ۔ آپ نے قرآن مع القراءۃ مغیرۃ بن ابی شہاب سے پڑھا۔ اور آپ سے متعدد علماء نے علم قراءت حاصل کیا مثل اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر۔ و ابو عبیداللہ مسلم بن مشکم و یحییٰ بن الحارث الذماری رحمہم اللہ۔ ابن عامر تابعی ہیں۔ ابن عامر دمشقی روایت کرتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ و نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ و ابو امامہ و فضالۃ بن عبید و واثلۃ بن الاسقع و ابو ادریس خولانی و قیس بن الحارث رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی عبدالرحمٰن اور ربیعۃ بن یزید و عبداللہ بن العلاء و عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر و جعفر بن ربیعہ و محمد بن الولید الزبیدی وغیرہ رحمہم اللہ۔ قاری ابن عامر دمشق میں قاضی و خطیب تھے۔

آپ نے قرآن مجید مغیرۃ بن ابی شہاب سے اور مغیرہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ نیز ابن عامر نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اور ابوالدرداء نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ بقول بعض علماء ابن عامر نے بلا واسطہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پڑھا ہے۔ قال الهيثم بن عمران كان عبد الله بن عامر رئيس اهل المسجد زمان الوليد بن عبد الملك وكان يزعم انه من حمير وكان يغمز في نسبه وقال النسائي هو ثقة۔ قراء سبعہ میں باعتبار زمانہ آپ سب سے مقدم ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی سند بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ قال محمد بن سعد مات ۱۱۸ھ وكان قليل الحديث۔ آپ کی ولادت نبی علیہ السلام کی وفات سے دو سال قبل قریۂ رحاب میں ہوئی۔ پھر دمشق منتقل ہوئے۔ آپ کی وفات بروز عاشوراء ۱۱۸ھ محرم کو ہوئی۔

فائدہ۔ ابن عامر قاری کے تلامذہ بہت ہیں مثل ولید بن عتبہ۔ ولید بن مسلم۔ عبدالرزاق الوراق وغیرہ۔ مگر مشہور دو ہیں۔ ابوالولید ہشام بن عمار سلمی دمشقی ؒ اور ابو عمرو عبداللہ بن احمد بن بشر بن ذکوان ؒ۔

عیسیٰ بن مینا ابو موسیٰ المدنی النحوی ربیب نافع القاری الامام رحمہما اللہ۔ عیسیٰ بن مینا کا لقب قالون ہے۔ اسی لقب سے مشہور ہیں۔ قالون عجمی لفظ ہے اس کے معنی ہیں جید یعنی اچھا۔ جودتِ قراءت کی وجہ سے آپ کا یہ لقب نافع نے یا امام مالک ؒ نے رکھا۔ قالون سبی روم میں سے تھے۔ لفظ قالون غیر منصرف ہے علمیت و عجمہ کی وجہ سے۔ قالون اصم یعنی بہرے تھے۔ اپنا کان قاری کے منہ کے قریب کرکے تحصیلِ علم کرتے تھے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ اتنے بہرے تھے کہ ڈھول وغیرہ کی آواز بھی نہیں سن سکتے تھے لیکن قرآن مجید بلا تکلف سنتے تھے اور یہ عجیب کرامت و سعادت ہے قيل لم يكن يسمع البوق واذا قرئ القرآن عليه يسمعه

آپ امام نافعؒ جو قراء سبعہ میں سے ہیں کے مشہور تلمیذ ہیں۔ سال ولادت ۱۲۰ھ ہے۔ امام نافع کے علوم وقرارت کے حامل ہیں۔ وفات مدینہ منورہ میں ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البھرانی الدمشقی المقریٔ رحمہ اللہ۔ عبداللہ بن احمد مشہور قاری ہیں۔ قراء سبعہ میں سے قاری ابن عامر شامیؒ کے راوی ہیں۔ ابن ذکوان کے نام سے مشہور ہیں۔ ذکوان آپ کے جد کے والد ہیں۔ عبداللہ بن احمد کی کنیت ابوعمرو وعند البعض ابومحمد ہے۔ آپ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ کے سوا پانچوں نمازوں کے امام تھے۔ ابن عامر سے بالواسطہ قرارت کے راوی ہیں کیونکہ عبداللہ بن احمد نے ایوب بن تمیم مقریٔ سے اور ایوب نے یحییٰ سے اور یحییٰ نے ابن عامر شامی سے قرارت پڑھی۔

عبداللہ بن احمدؒ ایوب بن تمیم مقری وبقیۃ وضمرۃ بن ربیعہ و مروان بن محمد و ولید بن مسلم و مروان بن معاویہ و وکیع وغیرہ ائمہ دین رحمہم اللہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابوداؤد و ابن ماجہ و ابوزرعہ رازی و یعقوب ابن سفیان و ابوحاتم اور آپ کے بیٹے احمد بن عبداللہ وغیرہ ائمہ کبار رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں لیس بہ بأس وقال ابوحاتم صدوق وقال الولید بن عتیبۃ ما بالعراق أقرأ منہ۔ وقال ابوزرعۃ الدمشقی ولا بالحجاز ولا بالشام ولا بمصر ولا بخراسان فی زمنہ عندی اقرأ منہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات کذا قال ابن حجر فی تھذیب التھذیب ج ۵ ص۱۴۰۔ آپ روز عاشوراء ۱۷۳ھ کو پیدا ہوئے اور وفات حسب قول ابوزرعہ وغیرہ ۲۴۲ھ اور بقول ابن حبان ۲۴۳ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ قالوا انؤمن کما أمن السفھاء کے بیان میں مذکور ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جلیل القدر ومشہور صحابی ہیں۔ اولاً یہودی تھے پھر ہجرتِ نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے۔ بقولِ عام محدثین آپ مدینہ منورہ میں نبی علیہ السلام کی تشریف آوری کے فوراً بعد مسلمان ہوئے اور بقولِ بعض علماء ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔ آپ کا نام حصین تھا پھر نبی علیہ السلام نے تبدیل کر کے عبداللہ رکھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے عبداللہ بن سلام بن الحارث ابویوسف من ذرّیّۃ یوسف النبی علیہ السلام۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی قینقاع سے تھا۔ مدینہ منورہ کے باشندہ تھے۔ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام مدینہ شریفہ میں داخل ہوئے تو میں ایک جماعت کے ساتھ آپ کو دیکھنے کے لیے گیا۔ جب نبی علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا تو مجھے آپؐ کے نبی ہونے کا یقین ہوگیا۔ فعلمتُ ان لیس بوجہ کذاب وکان اول شئ سمعتُہ منہ ایھا الناس افشوا السلام واطعموا الطعامَ وصِلوا الارحامَ وصَلّوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنۃ بسلام۔

نبی علیہ السلام نے آپ کو جنّتی ہونے کی بشارت دی تھی فعن معاذ رضی اللہ عنہ یقول سمعتُ النبی علیہ السلام یقول لعبد اللہ بن سلام انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فامن واستکبرتم سے عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ اسی طرح اس آیت

ومن عندہ علم الکتاب میں بھی عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ واخرج البغوی باسنادہ عن عبد اللہ بن معقل قال نھی عبداللہ بن سلام علیاً رضی اللہ عنھما عن خروجہ الی العراق وقال الزم منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان ترکتہ لا تراہ ابداً فقال علیؓ انہ رجل صالح منا۔ آپ کی وفات مدینہ شریفہ میں ۴۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی احادیث مرفوعہ جو آپ سے مروی ہیں ۲۵ ہیں۔ ان میں ایک متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری منفرد ہیں۔

عمرو بن عبداللہ الحضرمی۔ آیت یسئلونک عن الشھر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے قتل کیا تھا۔ صحابہ کی اس جماعت کے امیر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ غزوہ رجب ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ عبداللہ بن جحشؓ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں جنگ احد میں شہید ہوئے۔ بقول بعض مؤرخین یہ غزوہ جس میں ابن الحضرمی قتل ہوا تھا جمادی الآخرہ ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سریّہ یعنی صحابہ کی ایک جماعت بطرف نخلہ بھیجی۔ نخلہ مکہ مکرمہ سے ایک دن کی مسافت پر طائف ومکہ مکرمہ کے مابین ایک مقام کا نام ہے اور عبداللہ بن جحشؓ کو امیر مقرر فرمایا قال سعد بن ابی وقاص بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریّۃ و بعث علینا عبداللہ بن جحش وسماہ امیر المؤمنین قال اھل التاریخ فھو اول من تسمّیٰ فی الاسلام بامیر المؤمنین ولا ینافیہ القول بان عمر رضی اللہ عنہ اول من تسمّی بامیر المؤمنین لان المراد اول من تسمی بذلک من الخلفاء۔ وکتب لہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاباً وامرہ ان لا ینظر فیہ حتی یسیر یومین فلما سار یومین فتح الکتاب فاذا فیہ اذا نظرت فی کتابی ھذا فامض حتی تنزل نخلۃ فترصد بھا قریشاً وتعلم لنا من اخبارھم وکان معہ ثمانیۃ من المھاجرین وقیل اثنا عشر وکان یعتقب کل اثنین منھم بعیراً۔ مقام بحران میں سعد بن ابی وقاص اور عتبۃ بن غزوان کا اونٹ گم ہوگیا وہ دونوں اپنے اونٹ کی تلاش میں نکل گئے اور عبداللہ بن جحش مقام نخلہ پہنچ گئے۔ اتفاق سے ان پر قریش کا ایک قافلہ گزرا جس کے ساتھ اونٹوں پر تجارت کا بہت سا سامان تھا۔ کفار قریش کے اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی وعثمان بن عبداللہ و نوفل بن عبداللہ وحکم بن کیسان وغیرہ تھے۔ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی اور بقول بعض رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ رجب اشہر حرم میں سے ہے جس میں جنگ کرنا عرب حرام سمجھتے تھے۔ صحابہؓ نے پہلے تو تردّد کیا کہ اشہر حرم میں حملہ نہیں کرنا چاہیے لیکن مشورہ کے بعد انھوں نے حملہ کر ہی دیا۔ عمرو بن الحضرمی قتل ہوا اور عثمان وحکم کو گرفتار کرکے قیدی بنایا اور باقی کفار بھاگ گئے۔ یہ اسلام کی پہلی غنیمت تھی اور عمرو بن الحضرمی کا قتل اسلام میں اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے پہلا قتل تھا۔ وہ یہ مال مدینہ میں لے آئے اور غزوہ بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے ان میں تقسیم فرمایا وقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما امرتکم بقتال فی الشھر الحرام وتکلمت قریش فقالوا ان محمداً سفک

الدماء واخذ المال فی الشهر الحرام وقالت الیهود تتفاءل بذلك علیه صلی اللہ علیہ وسلم عمرو قتل واقد بن عبداللہ عمرو عمرت الحرب والحضرمی حضرت الحرب وواقد وقدت الحرب فکان ذلك علیهم لا علی المسلمین فانزل اللہ تعالیٰ یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فیه الآیة وبعث قریش الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فداء الاسیرین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا نفد یکموهما حتی یقدم صاحبانا یعنی سعد بن ابی وقاص و عتبة بن غزوان فان تقتلوهما نقتل صاحبیکم فقدم سعد و عتبة بعدهما بایام۔

بعض مؤرخین نے اس کا نام عیینة بن غزوان لکھا ہے کما فی الحلبیة ج ۳ ص ۱۵۷۔ اور بعض نے عتبة بن غزوان لکھا ہے کما فی سیرة احمد زینی دحلان ج ۱ ص ۳۶۲ والاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۳۔ عتبہ کا سالِ وفات ۱۷ھ ہے یا ۱۵ھ۔ حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۱۷۰ میں بھی اس کا نام عتبة بن غزوان مکتوب ہے۔ یہی عمرو بن الحضرمی جنگِ بدر کا سبب بنا۔ کیونکہ جب بدر میں مسلمان اور کفار آمنے سامنے آئے تو بعض کفار نے جنگ روکنے اور قریش کو واپس کرنے کی کوشش کی اور قریب تھا کہ جنگ ٹل جائے لیکن ابوجہل نے جنگ کرنے کی ضد کی اور حکیم بن حزام وغیرہ جنگ روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

قال حکیم بن حزام لعتبة بن ربیعة یا ابا الولید انك کبیر قریش وسیدها هل لك ان تذکر بخیر الی آخر الدهر بان تحمل دم حلیفك عمرو بن الحضرمی وتتحمل ما اصاب محمد من تلك العیر فانهم لا یطلبون من محمد الا ذلك فقال عتبة نعم قد فعلتُ هو حلیفی فعلیّ عَقله وما اُصیبَ من المال ونعم ما قلت ونعم ما دعوت الیه ورکب عتبة جملاً له وصار یُجیله فی صفوف قریش یقول یا قوم اَطیعونی فانکم لا تَطلُبون غیر دم ابن الحضرمی وما اخذ من العیر وقد تحملت ذلك وهذا یضعف قول من زعم انه علیه السلام عقل ابن الحضرمی ای اعطی دیته وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم لما رأی قریشاً اَقبلت و عتبة علی جمل احمر ان یکن فی احد من القوم خیر فعند صاحب الجمل الاحمر اِن یُطیعوه یرشدوا کذا فی کتب السیرة۔ حکیم بن حزام وعتبہ نے ابوجہل کو سمجھایا اور جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن ابوجہل اپنی ضد پر اُڑا رہا اور آخر کار جنگ شروع ہو گئی۔

ابوجہل نے جب لوگوں کا میلان حکیم وعتبہ کی طرف دیکھا تو عمرو بن عبداللہ حضرمی مقتول کے بھائی عامر بن الحضرمی سے کہا هذا حلیفك عتبة یرجع بالناس وقد تحمّل دیةَ اخیك من ماله یزعم انك قابلها الا تستحی ان تقبل الدیةَ من مال عتبة وقد اُریت ثارك بعینك فقُم فاذکر مقتل اَخیك فقام عامر بن الحضرمی فکشف استه وحثا علیه التراب وحثا علی رأسه ایضاً التراب ثم صرخ واعمراه واعمراه فثارت النفوس وحمیت الحرب وتهیّؤا للقتال والشیطان معهم فی صورة سراقة ثم کان ما کان وفی الاستیعاب ان عامر بن الحضرمی قتل یوم بدر کافراً۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عمرو بن الحضرمی کے قتل کی وجہ سے رؤسائے کفارِ مکہ نے لوگوں کو بدر میں جنگ پر اُبھارا اللہ تعالیٰ کو جنگ منظور تھی تاکہ اعلاءِ کلمۃ اللہ ہو جائے اور عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ کا سببِ ظاہری بنا۔

فائدہ۔ اس دنیا میں تقسیم شقاوت وسعادت کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ عمرو بن الحضرمی اور عامر بن الحضرمی کے حصہ میں شقاوت آئی دونوں کفر پر قتل ہوئے اور دوسری طرف ان کے تیسرے بھائی علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ عظیم القدر صحابی وصاحب کرامات مشہورہ ہیں۔

سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۵۹ پر علامہ برہان الدین حلبی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں واما اخوهما العلاء فمن فضلاء الصحابة رضی الله عنهم وقد كان يقال انه مجاب الدعوة وانه خاض البحر هو وسريته التى كان اميرًا عليها وذلك فى زمن خلافة عمر رضی الله عنه يقال يبس حتى رئى الغبار من حوافر الخيل بكلمات قالها ودعا بها وهى يا علىّ يا حكيم يا علىّ يا عظيم انا عبيدك وفى سبيلك نقاتل عدوك اللهم فاجعل لنا اليهم سبيلا۔

وقد وقع نظير ذلك اى دخول البحر لابى مسلم الخولانى التابعى فانه لما غزا الروم مع جيشه مرّوا بنهر عظيم بينهم وبين العدو فقال ابومسلم اللهم اجزت بنى اسرائيل البحر وانا عبادك وفى سبيلك فاجزنا هذا النهر اليوم ثم قال اعبروا بسم الله فعبروا فلم يبلغ الماء بطون الخيل۔

وكذا وقع نظير ذلك لابى عبيد الثقفى التابعى امير الجيوش فى ايام سيدنا عمر رضی الله عنه فان دجلة حالت بينه وبين العدو فتلا قوله تعالى وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله كتبا مؤجلا ثم سمّى الله تعالى واقتحم بفرسه الماء واقتحم الجيش وراءه ولما نظر اليهم الاعاجم صاروا يقولون ديوانا ديوانا اى مجانين ثم ولوا مدبرين فقتلهم المسلمون وغنموا اموالهم، انتهى ما فى السيرة۔

وفى كتاب الدعاء للعلامة ابى بكر محمد بن الوليد الفهرى الطرطوشى المتوفى بالاسكندرية ۵۰۲ھ عن مطرف بن عبد الله بن ابى مصعب المدنى انه قال دخلت على الخليفة المنصور فوجدته مغمومًا حزينًا قد امتنع من الكلام لفقد بعض احبته فقال لى يا مطرف طرقنى من الهم ما لا يكشفه الا الله الذى بلانى به فهل من دعاء ادعو به عسى يكشفه الله عنى فقلت يا امير المؤمنين حدثنى محمد ابن ثابت عن عمر بن ثابت البصرى قال دخلت فى اذن رجل من اهل البصرة بعوضة حتى وصلت الى صماخه فانصبته واسهرته ليله ونهاره فقال له رجل من اصحاب الحسن البصرى يا هذا ادع بدعاء العلاء بن الحضرمى صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى دعا به فى المفازة وفى البحر فخلصه الله تعالى۔

فقال له الرجل وما هو؟ فقال قال ابوهريرة رضی الله عنه بعث العلاء بن الحضرمى فى جيش كنت فيهم الى البحرين فسلكنا مفازة فعطشنا عطشًا شديدًا حتى خفنا الهلاك فنزل العلاء بن الحضرمى وصلى ركعتين ثم قال يا حليم يا عليم يا علىّ يا عظيم اسقنا فجاءت سحابة كانها جناح طائر فقعقعت علينا وامطرتنا حتى ملأنا الآنية وسقينا الركاب ثم انطلقنا حتى اتينا على خليج من البحر ما خيض قبل ذلك

الیوم ولاخیض بعدہ فلم نجد سُفناً فصلّی العلاءُ بن الحضرمی رکعتین ثم قال یاحلیم یاعلیم یاعلیّ یاعظیم اَجِزنا ثم اَخَذ بعنانِ فرسہ ثم قال بسم اللہ جُوزُوا قال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فمشینا علی الماءِ فواللہ ما ابتلّ لنا قدمٌ ولاخفٌّ ولاحافرٌ وکان الجیش اربعۃ الاف قال فدعا الرجل بھا فواللہ ما برحنا حتی خرجت من اذنہ لھا طنینٌ حتی صکّت الحائطَ وبرأ الرجلُ قال فاستقبل المنصورُ القبلۃ ودعا بھذا الدعاءِ ساعۃ ثم اقبل بوجھہ الیّ فقال یامطرف قد کشف اللہ عنّی ماکنت اجدہٗ من الھم ودعا بالطعام فاجلسنی فاکلت معہ۔

علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی وفات خلافتِ عمرؓ میں ۱۴ھ میں ہوئی اور بعض علماء کے نزدیک خلافتِ عثمانؓ میں ۲۱ھ میں ہوئی۔

علامہ کمال الدین دمامیری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب حیاۃ الحیوان ج ا ص ۱۹۱ پر بحث بعوض میں قصہ مذکورہ سے مشابہ ایک اور قصہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ویقرب من ھذا ماحکاہ ابن خلکان فی ترجمۃ موسی الکاظم بن جعفر الصادق ان ھارون الرشید حبسہ فی بغداد ثم دعا صاحب شرطتہ ذات یوم فقال رأیت فی منامی حبشیًا اتانی ومعہ حربۃ وقال ان لم تخلّ عن موسی بن جعفر والا نحرتُک بھذہ الحربۃ فاذھب فخلّ عنہ واعطہ ثلاثین الف درھم وقل لہ ان احببتَ المقام عندنا فلک عندی ماتحبُّ وان احببتَ المضی الی المدینۃ فامضِ قال صاحب الشرطۃ ففعلتُ ذلک وقلتُ لموسٰی لقد رأیتُ من امرک عجبًا فقال انا اُخبرک بینما انا نائم اذ اتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یاموسی حُبست مظلومًا فقل ھذہ الکلمات فانک لاتبیتُ ھذہ اللیلۃ فی السجن قل "یاسامعَ کلّ صوتٍ ویاسابقَ کل فوتٍ ویاکاسی العِظام لحمًا ومُنشرھا بعدَ الموتِ اسألک باسمائک العِظام وباسمک الاعظم الاکبر المخزونِ المکنونِ الذی لم یطّلع علیہ احدٌ من المخلوقین یاحلیمًا ذا اناۃٍ لایقدر علی اناتہ یاذا المعروف الذی لا ینقطع معروفہ ابدًا ولاتحصی لہ عددًا فرّج" فکان ماتری۔ توفی موسی الکاظم فی رجب ۱۸۳ھ ببغداد مسمومًا اھ۔

بعض دعائیں قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہوتی ہیں۔ بعض الفاظ خاص نورانیت کے حامل ہوتے ہیں جن کی برکت سے دعا قبولیت کے قریب ہوجاتی ہے۔ یہاں پر ہم چند ایسی دعائیں ذکر کرتے ہیں جو قبولیتِ دعا وقضاءِ حاجات وشفاءِ امراض میں مجرب ہیں۔

فمن ذلک ماروی عن عون بن عبداللہ بن عتبۃ قال بینما عبداللہ بن مسعودؓ یدعو بدعاء اذ مرّبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما فلما جازبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع دعاءہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایعرفہ فقال من ھذا؟ سل تعطہ فرجع ابوبکر الی عبداللہ فقال الدعاء الذی کنت تدعو بہ اٰنفًا اعدہ علیّ فقال حمدتُ اللہ ومجّدتہ ثم قلتُ لا الہ الا انت وعدک حق ولقاؤک حق

الجنۃ حق والنار حق ورسلک حق وکتابک حق والنبیون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حق. کذا فی الحلیۃ ج ۱ ص ۱۲۸۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی حاکم یا افسر وغیرہ کے شر اور سزا سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل دعا تین مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں ذکر الحافظ ابونعیم باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اذا اتیت سلطانا مهیبا تخاف ان یسطو علیک فقل "اللہ اکبر اللہ اعز من خلقه جمیعا اللہ اعز مما اخاف واحذر اعوذ باللہ الذی لا الہ الا هو الممسک للسماوات السبع ان تقع علی الارض الا باذنه من شر عبدہ فلان وجنودہ واتباعه واشیاعه من الجن والانس اللهم کن لی جارا من شرهم جل ثناؤک وعز جارک وتبارک اسمک ولا الہ غیرک۔ ثلاث مرات۔ کذا فی الحلیۃ ج ۱ ص ۳۲۲۔

ومن ذلک ما نقل عن الشیخ الاجل ابی القاسم القشیری رحمه اللہ تعالی ان ولدہ مرض مرضا شدیدا حتی اشرف منه علی الموت واشتد علیه الامر قال فرأیت النبی علیه السلام فی المنام فشکوت الیه ما بولدی فقال این انت من آیات الشفاء فانتبهت ففکرت فیها فاذا هی فی ستة مواضع من کتاب اللہ وهی قوله تعالی (۱) ویشف صدور قوم مؤمنین (۲) وشفاء لما فی الصدور (۳) یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس (۴) وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین (۵) واذا مرضت فهو یشفین (۶) قل هو للذین آمنوا هدی وشفاء قال فکتبتها ثم حللتها بالماء وسقیته ایاها فکأنما نشط من عقال۔

ومن ذلک ما روی الترمذی وغیرہ ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لصاحب الوجع ضع یدک علی موضع الوجع وقل بسم اللہ ثلاثا واعوذ بعزة اللہ وقدرته من شر ما اجد واحاذر سبع مرات ففعل فاذهب اللہ تعالی عنه ما کان۔

اسی قبیل سے ہیں مندرجہ ذیل اشعار امام سہیلیؒ مکفوف متوفی ۵۸۱ھ۔ کئی علماء نے لکھا ہے کہ ان کا پڑھنا قضاء حاجات کے لیے مجرب ہے ان کے الفاظ و معانی میں بڑا سوز اور درد ہے۔ قال ابوالخطاب بن دحیة انشدنی السهیلی ابیاتا وقال ما سأل اللہ تعالی بها احد حاجة الا قضاها واعطاہ اللہ تعالی ایاها وکذلک من استعمل انشادها وهی ؎

یا مَن یری ما فی الضمیر ویسمع	انتَ المعدُّ لکلّ ما یتوقَّع
یا مَن یُرجّی للشدائدِ کلّها	یا مَن الیه المشتکیٰ والمفزع
یا مَن خزائنُ رزقه فی قول کُن	امنُن فانّ الخیرَ عندک اجمع
مالِی سوی فَقرِی الیک وسیلةٌ	فبالافتقار الیک فقری ادفع
مالی سِوی قرعِی لِبابِک حیلةٌ	فَلئِن رُددتُّ فایَّ بابٍ اَقرَع
ومَنِ الذی اَدعُو واَهتِفُ باسمِه	اِن کان فضلُک عن فقیرِک یُمنَع

حاشا لجودك أن تُقنّط عاصياً   فالفضلُ أجزَلُ والمواهِبُ أوسَع

اسی طرح درج ذیل قصیدے کا پڑھنا قضائے حاجات کے لیے مجرّب و معروف ہے بڑے بڑے علماء اسلام اور ائمہ دین خاص حاجات کے لیے اسے پڑھتے تھے۔ علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکیؒ طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ میرے والد امام سبکی قاضی القضاۃ مفتی مصر و شام معاصر امام ابن تیمیہؒ بوقتِ مشکلات و حوادث و آفات یہ پڑھا کرتے تھے۔ علامہ تاج الدین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بقول بعض علماء۔ یہ قصیدہ اسمِ اعظم پر مشتمل ہے اور جو شخص اسے پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ بہت سے علماء وغیرہ نے اس قصیدے کی برکات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ قصیدہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قرشی اندلسی عارف باللہ ولی اللہ۔ زاہد متقی صاحبِ کراماتِ شہیرہ کا ہے۔ یہ ابو عبداللہ قرشی استاد و شیخ ہیں محمد بن حسین ابو الطاہر مصری زاہد و ولی اللہ عارفِ کبیر متوفی ۶۳۳ھ کے۔

اس قصیدے کا نام "الفرج بعد الشدۃ" ہے۔ مشہور فقیہ محدث شیخ زکریا انصاری نے اس کی شرح لکھی ہے جس کا نام ہے "الأضواء البهجة فی إبراز دقائق المنفرجة" بقول بعض علماء۔ یہ قصیدہ ابو الفضل یوسف ابن محمد نحوی توزری افریقی کا ہے۔

علامہ تاج الدینؒ اس اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد قصیدۂ ہذا کی ایک برکتِ عظیمہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وذلك ان بعض المتغلبين علا على أموال ابى الفضل التوزرى الافريقى المذكور اخذها فبلغه ذلك وكان بغير مدينة توزر فانشأها فرأى ذلك الرجل الظالم فى نومه تلك الليلة رجلاً فى يده حربة وقال له إن لم تردّ على فلان أمواله والا قتلتك بهذه الحربة فاستيقظ مذعورًا وأعاد عليه أمواله ثم قال الشيخ العلامة تاج الدين السبكى۔

وكثير من الناس يعتقد ان هذه القصيدة مشتملة على الاسم الاعظم وانه ما دعا بها احدٌ الا استجيب له وكنتُ اسمع الشيخ الوالد رحمه الله اذا اصابته ازمة ينشدها. طبقات ج ۸ ص ۶۰۔

قصیدۂ مبارکہ مجربہ لکشف الکروب یہ ہے۔ اس کے الفاظ بڑے فصیح و بلیغ و منتظم اور معانی سوز و گداز اور عشق و محبت کے حامل ہیں۔ اہلِ ذوق جانتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے روحِ شوق و محبت اور ایمان کو خاص کیف و حال حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ اِشتدّی أزمةُ تنفرجی   قد آذن لیلك بالبلج

۲۔ وظلامُ اللیلِ له سُرُجٌ   حتی یغشاه ابو السُّرُج[۱]

۳۔ وسحابُ الخیرِ لها مطرٌ   فاذا جاء الإبّانُ تجی

[۱] یعنی بأبی السرج الشمس۔

۴- وفوائدُ مولانا جُمَلٌ — لِسُروحِ الأنفسِ بالمُهَجِ

۵- ولها أَرَجٌ مُحْيٍ أبَدًا — فاقْصِدْ مَحْيا ذاكَ الأَرَجِ

۶- ولَرُبَّتَما فاضَ المَحْيا — ببحورِ المَوْجِ من اللُّجَجِ

۷- والخَلْقُ جميعًا في يَدِهِ — فذَوُو سَعَةٍ وذَوُو حَرَجِ

۸- ونُزُولُهُمُ وطُلوعُهُمُ — فإلى دَرَكٍ وعلى دَرَجِ

۹- ومَعايِشُهُمْ وعَواقِبُهُمْ — لَيْسَتْ في المَشْيِ على عِوَجِ

۱۰- حِكَمٌ نُسِجَتْ بِيَدٍ حَكَمَتْ — ثم انتَسَجَتْ بالمُنتَسِجِ

۱۱- فإذا اقتَصَدَتْ ثم انعَرَجَتْ — فَبِمُقْتَصِدٍ وبِمُنعَرِجِ

۱۲- شَهِدَتْ بعَجائِبِها حُجَجٌ — قامَتْ بالأَمْرِ على الحُجَجِ

۱۳- ورِضًا بقَضاءِ اللهِ حِجًى — فعلى مَرْكُوزَتِهِ فعُجِ[1]

۱۴- وإذا انفَتَحَتْ أبوابُ هُدًى — فاعْجَلْ لخَزائِنِها ولِجِ

۱۵- وإذا حاوَلْتَ نِهايَتَها — فاحْذَرْ إذْ ذاكَ من العَرَجِ

۱۶- لتكونَ من السُّبّاقِ إذا — ما سِرْتَ إلى تلكَ الفَرَجِ

۱۷- فهُناكَ العَيْشُ وبَهْجَتُهُ — فلِمُبْتَهِجٍ ولِمُنْتَهِجِ

۱۸- فَهِجِ الأعمالَ إذا رَكَدَتْ — فإذا ما هِجْتَ إذًا تَهِجِ

۱۹- ومَعاصي اللهِ سَماجَتُها — تَزْدانُ لِذي الخُلُقِ السَّمِجِ[2]

۲۰- ولِطاعَتِهِ وصَباحَتِها — أنوارُ صَباحٍ مُنبَلِجِ

۲۱- مَن يَخْطُبْ حُورَ الخُلْدِ بها — يَظْفَرْ بالحُورِ وبالغُنُجِ

۲۲- فكُنِ المَرْضِيَّ لها بتُقًى — تَرْضاهُ غَدًا وتَكُونُ نَجِي[3]

۲۳- واتْلُ القرآنَ بقَلْبٍ ذي — حُزْنٍ وبصَوْتٍ فيه شَجِي

۲۴- وصلاةُ الليلِ مَسافَتُها — فاذْهَبْ فيها بالفَهْمِ وجِي

۲۵- وتأَمَّلْها ومَعانِيها — تأْتِ الفِرْدَوْسَ وتَنفَرِجِ

۲۶- واشْرَبْ تَسْنِيمَ مُفَجِّرِها — لا مُمْتَزِجًا وبمُمتَزِجِ

۲۷- مُدِحَ العَقْلُ الآتِيهِ هُدًى — وهَوًى مُتَوَلٍّ عنه هُجِي[4]

[1] قال الشيخ زكريا الانصاري حجى بفتح الحاء مع فتح الجيم وكسرها، اى حقيق على كل مؤمن ۔ [2] من سمج اى قبح۔ [3] قال الانصاری نجی بالوقف بحذف الحركة والالف على لغة ربيعة اى نجيئا من المكروهات۔ [4] قال الانصاری مدح العقل الآتيه هدى اى الذى اتى مأمور الطاعة وغيرها من الطاعات۔

۲۸- وكتابُ اللهِ رياضتُه / لعقولِ الخلقِ بمُندرِجِ
۲۹- وخيارُ الخلقِ هُداتُهمُ / وسواهُم مِن همَجِ الهمَجِ
۳۰- فإذا كنتَ المِقدامَ فلا / تجزَعْ في الحربِ من الرَّهجِ [۱]
۳۱- وإذا أبصرتَ منارَ هُدًى / فاظهَرْ فرداً فوقَ الثَّبَجِ [۲]
۳۲- وإذا اشتاقتْ نفسٌ وجدتْ / ألماً بالشوقِ المعتلِجِ
۳۳- وثنايا الحسْنا ضاحكةٌ / وتمامُ الضِّحكِ على الفلَجِ [۳]
۳۴- وعِيابُ الأسرارِ اجتمعتْ / بأمانتِها تحتَ الشَّرَجِ [۴]
۳۵- والرِّفقُ يدومُ لصاحبِه / والخُرْقُ يصيرُ إلى الهرَجِ [۵]
۳۶- صلواتُ اللهِ على المهدِي / الهادِي الناسَ إلى النَّهَجِ
۳۷- وأبي بكرٍ في سيرتِه / ولِسانِ مقالتِه اللَّهِجِ
۳۸- وأبي حفصٍ وكرامتِه / في قصّةِ ساريةَ الخلُجِ [۶]
۳۹- وأبي عمرٍو ذي النُّورَينِ الـ / ـمُستحيِي المُستحيَى البهِجِ [۷]
۴۰- وأبي حسنٍ في العلمِ إذا / وافى بسحائبِه الخُلُجِ [۸]

[۱] الرهج: الغبار۔ [۲] قال الانصاری الثبج: ای الوسط او للمعظم من منار الهدی۔ [۳] الفلج: تباعد منابت الأسنان، وھو حسن فیھا۔
[۴] قال الانصاری: وعیاب: جمع عیبة وھی وعاء من جلد تصان فیه الامتعة کالثیاب۔ والشرج: ای عری العیاب۔ [۵] قال الانصاری، والخرق: بفتح الخاء مصدر خرق بضم الراء ویقال بکسرھا: ضد الرفق، وبضم الخاء اسم للحاصل بالفعل۔
[۶] قال الانصاری: فی قصة ساریة بن حصن او الحصین او زنیم الدیلی، من انه کان یوم الجمعة یخطب بالمدینة، فرأی العسکر بنھاوند، وجعل یصیح: یاساریة، الجبلَ الجبلَ، فصعد ساریة وجنده الجبل وقاتلوا الکفار فھزموھم، وکتبوا بذلك الی عمر، و جاءه البشیر بعد شھر۔ واضاف ساریة الی الخلج، بضم الخاء واللام: قوم من العرب من عدوان۔
[۷] قال الانصاری: المستحیي المستحیی، بکسر یاء احدھما وفتح یاء الاخری، لان النبی صلی الله علیه وسلم کان جالسًا بحافة بئر وھو مکشوف الفخذ، فدخل ابوبکر فلم یغط فخذه، ودخل عمر فلم یغطه، ودخل عثمان فغطاه، وقال: الا نستحی ممن استحیت منه الملائکة.... وفی نسخة: المستھدی المستحیي۔ وفی اخری: المستحیي المحیي۔ بکسر یاء الاول اوفتحه وفتح یاء الثانی، اشارة الی انه شھید فھو حی بنص القرآن۔
[۸] قال الانصاری: الخلج، بضم الخاء واللام: جمع خلوج۔ بفتح الخاء: السحاب المتفرق، ویقال السحابة المنفردة الکثیرة الماء۔

فرعون ۔ قرآن شریف میں متکرر الذکر ہے ۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا ۔ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا چنانچہ قرآن مجید میں اس کا یہ دعویٰ منقول ہے ۔ اس کی عمر و زمانہ حکومت بہت طویل تھا بحرِ قلزم میں اپنی افواج سمیت غرق ہوا ۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے ۔ قرآن و حدیث میں اس کے کفر کی تصریح ہے ۔ اسی مناسبت سے ہر بڑے کافر کو فرعون کہا جاتا ہے ۔ ابوجہل کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ، ھٰذَا فرعونُ ھٰذِہِ الاُمّۃِ ۔ محی الدین ابن عربیؒ کی طرف بعض لوگ یہ نسبت کرتے ہیں کہ آپ فرعون کو مؤمن کہتے ہیں اور فتوحاتِ مکیہ میں ایمانِ فرعون کی تصریح موجود ہے ۔ لیکن امام شعرانیؒ یواقیت وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ ابنِ عربیؒ فرعون کو کافر کہتے ہیں ۔ فتوحاتِ مکیہ وغیرہ متعدد کتب میں ابن عربیؒ نے فرعون کو کافر کہا ہے ۔ ابن عربیؒ کے بعض دشمنوں نے آپ کو بدنام کرنے کی نیت سے آپ کی کتابوں میں یہ عبارات داخل کی ہیں جن میں فرعون کے مؤمن ہونے کا ذکر ہے ۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ فتوحاتِ کے قدیم و صحیح نسخوں میں یہ عبارات نہیں ہیں ۔

قنبل بن عبد الرحمٰن بن محمد بن خالد المکی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ قنبل قراء سبعہ میں ابن کثیرؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔ قنبل لقب ہے نام محمد اور کنیت ابوعمر ہے ۔ ابن کثیرؒ کی قرارت آپ کے ذریعہ پہلی قنبل بالواسطہ ابن کثیر کے راوی ہیں ۔ آپ کی سند قرارت یہ ہے قرأ قنبل علی احمد القواس علی ابی الاخریط وھب بن واضح علی اسمٰعیل علی شبل و معروف بن مشکان علی ابن کثیر ۔ معجم الادباء میں یاقوت لکھتے ہیں وقنبل لقب غلب علیہ وانما سمی بذلک لانہ کان یستعمل دواءً یقال لہ قنبیل یُسقی للبقر معروف عند العطارین لمرض کان بہ فسُمِّی بذلک وقیل بل ھو من قوم یقال لھم القنابلۃ من اھل مکۃ ولو کان کذلک لقیل لہ قُنبلیّ اھ معجم الادباء ج ۱۷ ص ۱۱ وقیل القنبل الشدید الغلیظ ۔

قنبلؒ بہت بڑے قاری ہیں ۔ آپ کا قرارت میں بڑا حلقہ تھا جس میں لوگ شریک ہوتے تھے ۔ وفات سے دس سال قبل تدریسِ قرارت ترک کر دی تھی ۔ قنبل مکہ مکرمہ میں محکمۂ پولیس کے سربراہ تھے ۔ اُس زمانے میں اِس محکمہ کے لیے لازم تھا کہ اس کا سربراہ بڑا عالم و فاضل ہوتا کہ اس کی ذمہ داری مطابق شرع ادا کی جا سکے ۔ اخیر عمر میں کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے آپ کی قرارت میں کچھ خلل واقع ہو گیا تھا ۔ ابن مجاہد نے آپ سے اجراء قرارت کے ساتھ کچھ قرآن اخیر عمر میں پڑھا تھا ۔ ابن شنبوذ نے بھی آپ سے اخذ قرارت کیا ۔ یاقوت لکھتے ہیں ۔ واما ابن شنبوذ فانہ جاور سنتین بمکۃ وقرأ علیہ ختمتین اھ ۔ ابن شنبوذ اس بات سے منکر ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے کچھ پڑھا ہو ۔ ابن مجاہد کہتے تھے قرأت القرآن علیہ ۔ علماء و مؤرخین کہتے ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے ضرور قرآن پڑھا ہے البتہ سارا قرآن نہیں پڑھا ۔ قنبل کی وفات مکہ مکرمہ میں ۲۹۱ھ میں ہوئی اور ولادت ۱۹۵ھ میں ہوئی ۔

قطرب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث الٓمّٓ وحروفِ مقطعات، کے وسط میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن المستنیر ابو علی النحوی اللغوی البصری المعروف بقطرب رحمہ اللہ۔ قطرب مشہور امام نحو ہیں سیبویہ کا تلمیذ ہے۔ مدت تک سیبویہ کی صحبت میں رہا۔ حرصِ علم وشوقِ نحو کے باعث آپ پڑھنے اور استاد کی خدمت کی غرض سے فجر سے پہلے جب تاریکی چھائی ہوئی ہوتی تھی سیبویہ کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے تھے جب سیبویہ باہر نکل کر دروازے پر انھیں کھڑا دیکھتے تو فرماتے تھے ما انت الا قطرب اسی سے ان کا لقب قطرب مشہور ہوگیا۔ قطرب عقیدہ کے لحاظ سے معتزلی نظامی تھا۔ نظام معتزلی سے عقائدِ مذہب لیے۔ ابودُلف عجلی کی اولاد کے مؤدب ومعلم تھے۔ عیسی بن عمر سے بھی سے اخذِ علوم کیا۔ قطرب ضعیف الروایۃ تھے یعنی ثقہ نہ تھے۔ ابن سکیت کہتے ہیں کتبت عنہ قمطرًا ثم تبیّنت انہ یکذب فی اللغۃ فلم اذکر عنہ شیئًا، کذا فی البغیۃ ص۱۰۴۔

ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں المثلث۔ النوادر۔ الصفات۔ الاصوات۔ العلل فی النحو۔ الاضداد۔ الھمز۔ خلق الانسان۔ خلق الفرس۔ اعراب القرآن۔ المصنف الغریب فی اللغۃ۔ مجاز القرآن وغیرہ۔ یہ دو شعر آپ کی طرف منسوب ہیں ؎

ان کنتَ لستَ معی فالذکر منک معی ۔۔۔ یراک قلبی وان غُیّبْتَ عن بصری

فالعینُ تبصر مَن تھوی وتفقدہ ۔۔۔ وناظرُ القلبِ لایخلو من النظر

سال وفات ۲۰۶ھ ہے۔

قطرب کے احوال کی تفصیل وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۳ ص ۳۱۲۔ کتاب نور القبس، ص ۱۷۴۔ انباہ الرواۃ ج ۳ ص ۲۱۹ میں درج ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ وکان حریصًا علی الاشتغال والتعلم وکان یبکّر الی سیبویہ قبل حضور احد من التلامذۃ فقال لہ یومًا ما انتَ الا قُطربُ لیلٍ فبقی علیہ ھذا اللقب وقطرب اسم دویبۃ لاتزال تدِبُّ ولاتفتر۔ انتھی۔

قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت ولا تُباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو قتادۃ بن دعامۃ بن قتادۃ بن عزیز ابو الخطاب السدوسی البصری رحمہ اللہ عزوجلّ ولد اکمہ۔ حضرت قتادہ محدث کبیر حافظ الحدیث مفسر القرآن وامام عظیم الشان وکثیر العبادۃ تابعی ہیں۔

قتادہ رحمہ اللہ روایتِ حدیث کرتے ہیں انس بن مالک وعبداللہ بن سرجس وابو الطفیل وابو سعید خدری رضی اللہ عنہم وسعید بن المسیب وعکرمہ وحسن بصری وابن سیرین وعطاء بن ابی رباح و ابو عثمان نہدی وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور قتادہ سے روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وسلیمان

تیمی وشعبہ ومسعر وہشام دستوائی ومعمر وسعید بن ابی عروبہ وامام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ۔

قتادہ حصول علم کے بڑے حریص اور قوی حافظہ والے تھے۔ عن معمر عن قتادۃ انہ اقام عند سعید ابن المسیب ثمانیۃ ایام فقال لہ فی الیوم الثامن ارتحل یا اعمی فقد انزفتنی۔ وعن عمرو بن عبد اللہ قال لما قدم قتادۃ علی سعید بن المسیب فجعل یسألہ ایامًا واکثر فقال لہ سعید کل ماسألتنی عنہ تحفظہ؟ قال نعم سألتُك عن کذا فقلتَ فیہ کذا وسألتُكَ عن کذا فقلتَ فیہ کذا وقال فیہ الحسن کذا حتی ردَّ علیہ حدیثًا کثیرًا فقال سعید ماکنتُ اظنُّ ان اللہ خلق مثلك۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۲۔

حافظ ابونعیم حلیہ میں لکھتے ہیں قال بکر بن عبد اللہ المزنی مَن ارادان ینظر الی احفظ اھل زمانہ فلینظر الی قتادۃ فما ادرکنا الذی ھو احفظ منہ وعن ابی عوانۃ عن قتادۃ قال لزمت سعید بن المسیب اربعۃ ایام یحدّثنی فقال یومًا الستَ تکتب فھل یصیر فی یدك شئ مما احدّثك بہ؟ قلتُ لہ ان شئتَ حدّثتُك بما حدّثتنی بہ قال فاعدھا علیہ قال فبقی ینظر الیّ ویقول انتَ اھلُ ان تحدّث فسَل فاقبلتُ اسألہ وکان قتادۃ یقول ماسمعتُ اذنای شیئًا قط الا وعاہ قلبی وعن معمر جاء رجل الی ابن سیرین فقال رأیتُ فی المنام کانّ حمامۃً التقمت لؤلؤۃً فقذفتھا سواء فقال ذاك قتادۃ ما رأیتُ احفظ من قتادۃ وعن مطر قال کان قتادۃ فارس العلم۔

قتادہ اہل بدعت کے بہت مخالف تھے اور برسرعام ان کی مذمت کرتے تھے۔ فعن عاصم الاحول قال جلستُ الی قتادۃ فذکر عمرو بن عبید فوقع فیہ ونال منہ فقلتُ لہ یا اباالخطاب الا اری العلماء یقع بعضھم فی بعض فقال یا اُحیول الاتدری ان الرجل اذا ابتدع بدعۃ فینبغی لھا ان تذکر حتی یحذر۔ وقال مطر کان قتادۃ عبدًا العلم ومازال قتادۃ متعلمًا حتی مات وکان قتادۃ یقول یستحب ان لا تقرأ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا علی طھارۃ ویقول فی قولہ تعالی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ کان یقال کفی بالرھبۃ علمًا وکان یقول یا ابن آدم لاتعتبر الناس باموالھم .... ولا اولادھم ولکن اعتبرھم بالایمان والعمل الصالح اذا رأیت عبدًا صالحًا یعمل فیما بینہ وبین اللہ خیرًا ففی ذلك فسارع وفی ذلك فنافس ما استطعت الیہ قوۃ ولا قوۃ الا باللہ ان الذنب الصغیر یجتمع الی مثلہ علی صاحبہ حتی یھلکہ ولعمری انا لنعلم ان اھیبکم للصغیر من الذنب اورعکم للکبیر۔

وکان قتادۃ یقول علیکم بالوفاء بالعھود ولا تنقضوا ھذہ المواثیق فان اللہ قد نھی عن ذلك وقدم فیہ اشد التقدمۃ وذکرہ فی بضع وعشرین آیۃ نصیحۃ لکم وتقدمۃ الیکم وحجۃ علیکم قال اللہ ولنسکننکم الارض من بعدھم۔ وعدھم اللہ النصر فی الدنیا والجنۃ فی الآخرۃ فبین اللہ من یسکنھا من عبادہ فقال۔ ذلك لمن خاف مقامی وخاف وعید۔ وقال ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ وکان قتادۃ یقول قلما ساھر اللیل (ای فی العبادۃ) منافق۔

وعن سلام بن ابی مطیع عن قتادة انه کان یختم القرآن فی کل سبع لیال مرة فاذا جاء رمضان ختم فی کل ثلاث لیال مرة فاذا جاء العشر ختم فی کل لیلة مرة۔ ویقول قتادة وکان یقال فی الحکمة ان العمل الصالح یرفع صاحبه اذا ما عثر واذا صرع وجد متکا وعن قتادة فی قوله تعالی والباقیات الصالحات قال کل ما ارید به وجه الله وعن قتادة قال لم یتمن الموت احد قط لا نبی ولا غیره الا یوسف علیه السلام حین تکاملت علیه النعم وجمع له الشمل اشتاق الی لقاء الله عز وجل رب قد اتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث الآیة وعن قتادة انه قال من یتق الله یکن معه ومن یکن الله معه فمعه الفئة التی لا تغلب والحارس الذی لا ینام والهادی الذی لا یضل ویقول من اطاع الله فی الدنیا خلصت له کرامة الله فی الآخرة۔

وعن معمر قال صک رجل ابنا لقتادة فاستعدی علیه بلال بن ابی بردة فلم یلتفت الیه فشکاه الی القسری فکتب الیه انک لم تنصف ابا الخطاب قتادة فدعاه ودعا وجوه اهل البصرة یتشفعون .... فابی ان یشفعهم فقال له صکه کما صکک فقال لابنه یابنی احسر عن ذراعیک وارفع یدیک وشد قال فحسر عن ذراعیه رفع یدیه فامسک قتادة یده وقال قد وهبناه لله فانه کان یقال لا عفو الا بعد قدرة وقال قتادة ان فی الجنة کوی الی النار فیطلع اهل الجنة من تلک الکوی الی النار فیقولون ما بال الاشقیاء وانما دخلنا الجنة بفضل تادیبکم قالوا انا کنا نامرکم ولا ناتمر وننهاکم ولا ننتهی۔

وکان قتادة یقول فی قوله تعالی ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب قال مخرجا من شبهات الدنیا ومن الکرب عند الموت وفی مواقف یوم القیامة ویرزقه من حیث یرجو ومن حیث لا یرجو وکان قتادة یقول باب من العلم یحفظه الرجل یطلب به صلاح نفسه صلاح الناس افضل من عبادة حول کامل وکان یقول المومن لا یعرف الا فی ثلاثة مواضع بیت یستره او مسجد یعمره او حاجة من الدنیا لیس بها باس۔ کذا فی الحلیة ج ۲ ص ۳۴۱۔

وکان طاؤس یفر من قتادة وکان قتادة یرمی بالقدر۔ قتادہ کی وفات مشہور اسطۃ ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ فصل حیوانات میں بیان نملہ میں ایک حکایت ہم نے ذکر کی ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ نے قتادہؒ سے نملہ سلیمان علیہ السلام کا یہ سوال کیا کہ وہ مادہ تھی یا نر۔ فراجع ذلک الفصل۔

کعب احبار۔ کان الناس امة واحدة فبعث الله النبیین مبشرین ومنذرین کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو اسحاق کعب بن ماتع بن ھینوع الحمیری۔ معروف بہ کعب احبار ہیں۔ آپ مشہور تابعی ہیں۔ نبی علیہ السلام کا زمانہ پایا لیکن رویت حاصل نہیں ہے۔ خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ میں اور بقول بعض خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں زیادہ رہے آپ سے کئی صحابہ مثل ابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔ آپ کتب الٰہیہ متقدمہ کے بڑے عالم تھے۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۶۹ میں لکھتے ہیں اتفقوا علی کثرة علمه وتوثیقه اسلام سے قبل دین یہود پر تھے۔ یمن کے رہنے والوں میں سے تھے۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔ علوم وحکم کثیرہ

آپ سے مروی ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں آپ کا طویل ترجمہ مذکور ہے۔ کعب فرماتے ہیں اذا اشتکی الی اللہ عبادہ الفقراء الحاجۃ قیل لہم ابشروا ولا تحزنوا فانکم سادۃ الاغنیاء والسابقون الی الجنۃ یوم القیامۃ۔ کعب فرمایا کرتے تھے کانت الانبیاء علیہم السلام بالفقر البلاء اشد فرحا منہم بالرخاء وکان البلاء علیہم مضعفا حتی ان کان احدہم لیقتلہ القمل فاذا رای رخاء ظن انہ قد اصاب ذنبا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے ہمیشہ امورِ آخرت کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے موت کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا۔ یا امیر المؤمنین غصن کثیر الشوک یدخل فی جوف الرجل فتأخذ کل شوکۃ بعرق یجذبہ رجل شدید الجذب فاخذ ما اخذ وابقی ما ابقی۔ کعب فرمایا کرتے تھے ما استقر لعبد ثناء فی الارض حتی یستقر فی السماء۔ ویقول کعب لوددت انی کبش اھلی فاخذونی فذبحونی فاکلوا واطعموا اضیافہم۔ کعب فرماتے ہیں انیروا بیوتکم بذکر اللہ واجعلوا فی بیوتکم حظا من صلاتکم فوالذی نفس کعب بیدہ انہم لمسمون علی افواہ وانہم لمعروفون فی اھل السماء فلان بن فلان یعمر بیتہ بذکر اللہ۔ نیز فرماتے تھے قلۃ النطق حکمۃ فعلیکم بالصمت فانہ رعۃ حسنۃ وقلۃ وزر وخفۃ من الذنوب فاحینوا باب الحلم فان بابہ الصمت والصبر فان اللہ تعالی یبغض الضحاک من غیر عجب والمشاء الی غیر ارب نیز فرماتے تھے وجدت فی التوراۃ من خرج من عینہ مثل الذباب من الدمع من خشیۃ اللہ امنہ اللہ من عذاب جھنم۔

نیز فرماتے ہیں طلب العلم مع السمت الحسن والعمل الصالح جزء من النبوۃ۔ وقال ایضا طالب العلم کالغادی والرائح فی سبیل اللہ۔ وکان یقول من حسن صوتہ بالقرآن فی دار الدنیا اعطاہ اللہ فی الجنۃ قبۃ من لؤلؤۃ یعطیہ اللہ من حسن الصوت فی الجنۃ مایزور اھل الجنۃ فیستمعون الیہ۔ وکان یقول ما من اربعین رجلا یمدون ایدیہم الی اللہ یسألونہ لایسألونہ ظلما ولا قطیعۃ رحم الا اعطاہم اللہ ما سألوہ۔ وکان یقول فاتحۃ التوراۃ فاتحۃ الانعام وخاتمۃ التوراۃ خاتمۃ سورۃ ھود وکان یقول اذا خرج الرجل من بیتہ فقال بسم اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ توکلت علی اللہ قیل لہ ھدیت وحفظت وکفیت قال اذا خرج استقبلہ الشیطان قال فیقول لا سبیل لکم علی ھذا وقد ھدی وحفظ وکفی فالتمسوا غیرہ فیصدعون عنہ۔ وکان یقول قبر اسماعیل علیہ السلام بین المقام والرکن وزمزم وکان یقول ما خرج رجل فی طلب العلم الا ضمن اللہ السموات والارض رزقہ۔ کعب نے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں جہاد پر جاتے ہوئے ۳۲ھ میں وفات پائی شہر حمص میں مدفون ہیں۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ

وہ آیت فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من رأسہ الآیۃ کے تحت مذکور ہیں۔ ھو کعب بن عجرۃ بن امیۃ بن عدی القضاعی حلیف الانصار رضی اللہ عنہ۔ اور بقول امام واقدی آپ انصاری ہیں۔ امام بخاری نے بھی آپ پر انصاری کا اطلاق کیا ہے۔ وقال مدنی لہ صحبۃ۔ آپ

متاخر الاسلام ہیں۔ بیعۃ الرضوان میں موجود تھے۔ آپ سے ۴۷، احادیث مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور دو میں مسلم منفرد ہیں۔ بعض مغازی میں آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔ آخر میں کوفہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کے بارے میں آیت فَفِدْيَةٌ مِن صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ نازل ہوئی۔ کما ذکرہ البیضاوی روی الطبرانی عن کعب بن عجرۃ قال اَتَيْتُ النبيَّ صلی اللہ علیہ وسلم یومًا فرأیتہ مُتغیِّرًا فقلت بأبي أنت مالي أراك متغيرًا قال ما دخل جوفي ما يدخل جوف ذات كبد منذ ثلاث قال فذهبتُ فاذا يهودي يسقي ابلًا له فسقيتُ على كل دلو بتمرة فجمعتُ تمرًا فاتيتُ النبي صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث۔

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۱ھ یا ۵۳ھ میں ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

کسائی القاری النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو علی بن حمزۃ بن عبد اللہ الامام ابو الحسن الکسائیؒ۔

امام کسائی لغت و نحو و عربیت میں کوفیین کے امام اور سبعہ قراء میں سے ایک قاری ہیں۔ کسائی کی وجہ تسمیہ یہ ہے جو ابن خلکان نے ذکر کی ہے قال انہ دخل الکوفۃ وجاء الی حمزۃ بن حبیب الزیات وھو ملتفّ بکساء فقال حمزۃ من یقرأ؟ فقیل لہ صاحبُ الکساء فبقی علیہ وقیل بل أحرم فی کساء فنُسِبَ الیہ۔ وقیل سبب ذلک انہ کان یحضر مجلس حمزۃ باللیل ملتفًا فی کساءٍ۔ کسائی دراصل کوفی ہیں بعدہ بغداد میں رہائش اختیار کی۔

آپ نے قراءت حمزہ زیاتؒ سے حاصل کی چار مرتبہ ان سے سارا قرآن اجرار قراءت کے ساتھ پڑھا۔ نیز قراءت محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی و عیسی بن عمر و اعمش و ابو بکر بن عیاش سے بھی پڑھی ان سے علم حدیث بھی پڑھا اسی طرح علم حدیث سلیمان بن ارقمؒ و جعفر صادقؒ و ابن عیینہؒ سے بھی پڑھا۔ پھر بصرہ تشریف لے گئے اور خلیلؒ سے اخذ کیا۔ خلیل سے پوچھا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے اخذ کیا۔ انہوں نے کہا عرب کے صحراء و بوادی نجد و تہامہ کے باشندوں سے میں نے یہ علم اخذ کیا ہے۔ چنانچہ کسائی بھی دیہات میں اخذ علم عربیت کے لیے جانے لگے۔ حجاز گئے اور ایک مدت تک بوادی میں گھومتے رہے حتی حصل ما ذکر انہ أفنی علیہ خمس عشرۃ قنینۃ من الحبر غیر ما حفظہ۔ واپسی پر صدر علماء بن کر یونس بن حبیب وغیرہ سے مناظرے شروع کیے۔ واختار لنفسہ قراءۃً حُمِلَتْ عنہ وعُرِفَتْ بہ کذا فی تھذیب التہذیب ج ۷، ص ۳۱۳۔

اپنے زمانے میں کسائی بڑے ذوجاہ و ذو مقام عالی تھے۔ امام شافعیؒ نحو میں آپ کی تعریف کرتے تھے۔

ابن الانباریؒ فرماتے ہیں کان أعلم الناس بالنحو والعربیۃ والقراءات وکانوا یکثرون علیہ فی القراءات فجمعھم وجلس علی کرسی وتلا القرآن من اولہ الی آخرہ وھم یستمعون ویضبطون عنہ حتی الوقف والابتداء وقال اسحاق بن ابراھیم سمعتہ یقرأ القرآن مرتین وقال خلف بن ھشام کنتُ احضر قراءتہ والناس ینقطون مصاحفھم علی قراءتہ۔ امام کسائی کے ترجمہ و احوال کے لیے دیکھیے کتاب انباہ الرواۃ ج۲ ص ۲۵۶ و کتاب نور القبس ص ۲۸۳ و بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں تعلّم النحو علی کبر وسببہ انہ جاء الی قوم وقد أعیی فقال قد عییتُ

فقالوا لله تجالسنا وانت تلحن قال وكيف لحنت قالوا ان كنت اردت من انقطاع الحيلة فقل عييت وان اردت من التعب فقل اعييت فأنِف من هذه الكلمة وقام من فوره وسأل عمّن يعلم النحو فأرشد الى معاذ الهراء فلزمه حتى أنفد ما عنده ثم خرج الى البصرة فلقي الخليل وجلس في حلقته فقال له رجل من الاعراب تركت اسد الكوفة وتميمًا وعندها الفصاحة وجئت الى البصرة فقال للخليل من اين اخذت علمك هذا فقال من بوادي الحجاز ونجد وتهامة فخرج ثم ذكر ما قدمنا ذكره قال فقدم البصرة فوجد الخليل قد مات وفي موضعه يونس فجرت بينهما مسائل اقرّ له فيها يونس وصدّره في موضعه اھ بتصرف۔ امام کسائی اوّلاً حضرت حمزہؒ کی قرارت پڑھتے تھے بعدہ ایک اور قرارت اپنے لیے منتخب کی۔ آپ ہارون رشید کے بیٹے امین کے معلّم و مودّب تھے۔

وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۹۶ پر ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون کی مجلس میں ایک مرتبہ کسائی و امام محمد حنفی جمع ہوئے فقال الكسائي من تبحّر في علم تهدّى الى جميع العلوم فقال له محمد ما تقول فيمن سها في سجود السهو هل يسجد مرة اخرى؟ قال الكسائي لا قال لماذا؟ قال لان النحاة تقول التصغير لا يصغّر فقال محمد فما تقول في تعليق الطلاق بالملك قال لا يصح قال لم؟ قال لان السيل لا يسبق المطر اھ۔ قال العبد الضعيف محمد موسى أصاب الكسائي في الجواب الاول واخطأ في الثاني وما ذكر من المثال ايضًا خطأ لانه مثال لايقاع الطلاق قبل الملك فصح ان يقال لا يصح هذا الايقاع قبل الملك لان السيل لا يسبق المطر واما تعليق الطلاق بالملك فيصح عندنا كما يصح ان يسبق تعليق السيل بالمطر بان يقال لو جاء المطر جاء السيل ولهذا في النحو غيره احد من الامثال هذا۔ تاریخ بغداد میں ہے کہ یہ قصہ امام محمد حنفی و فراء نحوی کے مابین واقع ہوا تھا۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ دیکھیے تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۵۱۔

امام یزید مؤدبِ مأمون و کسائی کے مابین کئی مسائل میں مناظرے ہوئے۔ سیبویہ و کسائی کا مناظرہ مشہور ہے جس کا ذکر ترجمہ سیبویہ میں مذکور ہے۔ کسائی و امام محمد حنفی ہارون رشید کے ساتھ شہرِ رے گئے۔ اسی شہر میں دونوں کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی۔ سالِ وفات میں متعدد اقوال ہیں عند البعض ۱۸۹ھ اور عند البعض ۱۸۲ یا ۱۸۳ھ ہے۔ ويقال ان الرشيد كان يقول دفنت الفقه والعربية بالريّ وقال ابن الجوزي في شذور العقود توفي الكسائي برنبويه قرية من قرى الريّ اھ وقال السمعاني وقيل مات بطوس في ۱۸۲ھ او ۱۸۳ھ وقال سلمة بن عاصم ۱۸۱ھ وقيل ۱۸۵ھ كذا في التهذيب ج ۷ ص ۳۱۴۔ کسائی فارسی الاصل ہیں اور تبع تابعی ہیں۔

فائدہ۔ کسائی کی قرارت کا مأخذ زیادہ تر قرارت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ لانه قرأ على عيسى بن عمر وعلى طلحة بن مصرف على النخعي على علقمة على ابن مسعود على النبي صلى الله عليه وسلم۔

فائدہ۔ قرارۃ کسائی رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں۔ قال ابن حجر روى عنه القراءات ابو عمر الدوري و

ابوالحارث اللیث بن خالد ونصیر بن یوسف وقتیبۃ بن مہران واحمد بن سریج وابوعبید ویحیی الفراء وخلف بن ہشام وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ وروا عنہ الحدیث۔اھ۔ مگر مشہور و معروف عند القراء والعلماء دو راوی ہیں اوّل ابوالحارث اللیث بن خالد۔ دوّم ابوعمر حفص ازدی نحوی مشہور بہ دوری رحمہ اللہ۔ حفص دوری قاری ابوعمرو بن العلاء کے راوی بھی ہیں۔

لیث بن خالد المروزی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت لیث قاری امام ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی ابوعمر حفص دوری ہیں۔ لیث بہت بڑے قاری عابد ورع متقی و شیخ القراء تھے۔ لیث موصوف کی کنیت ابوالحارث ہے۔ حدّث اللیث عن یحیی بن المبارک الیزیدی عن ابی عمرو عن الحسن عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القرآن غنیٌ لا فقر بعدہٗ و ولا غنی دونہ۔ لیث مذکور کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ کذا فی التہذیب لابن حجر وغیرہ۔

مرثد رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمنّ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہما۔ مرثد و ابومرثد دونوں صحابی ہیں۔ ابومرثد کا نام کناز بن حصن ہے۔ مہاجرین میں سے ہیں اور دونوں بدری ہیں۔ مرثدؓ اور اوس بن صامتؓ کے مابین نبی علیہ السلام نے مواخاۃ قائم فرمائی تھی اوسؓ مشہور صحابی عبادۃ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ استیعاب میں ہے قُتِل مرثد یوم الرجیع شہیدًا اَمَّرَہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السریۃ التی وجّہہا معہ الی مکۃ وذلک فی صفر علی رأس ستۃ و ثلاثین شہرًا من الہجرۃ وزعم ابن اسحٰق ان مرثد بن ابی مرثد اَمَّرَہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی تلک السریۃ التی بعث فیہا عاصم بن ثابت الی عضل والقارۃ وبنی لحیان وذلک فی اٰخر سنۃ ثلاث من الہجرۃ وکانوا سبعۃً منہم مرثد ہذا وھو کان الامیر علیہم فیما ذکر ابن اسحٰق وذکر معمر عن ابن شہاب انّ امیرَہم کان عاصم بن ثابت فقُتِل مرثد وعاصم وغیرہما من الرفقاء بعد ما قاتلوا واُسر خُبیبُ عبداللہ وزید۔

وروی انّ مرثد بن ابی مرثد کان یحمل الاَسرٰی من مکۃ حتی یأتی بہم المدینۃَ وکان بمکۃ بَغیٌ اسمہا عناق وکانت صدیقۃ لہ قبل الاسلام وکان وعد رجلا ان یحمل من اَسارٰی مکۃ قال فجئتُ حتی انتہیتُ الی حائطٍ من حیطان مکۃ فی لیلۃ قمراء قال فجاءت عناق فابصرتْ سوادَ ظلّی بجانب الحائط فلمّا انتہت الیّ عرفتنی فقالت مرثدٌ؟ قلتُ مرثد قالت مرحبًا و اھلًا ھلم فبِتْ عندنا اللیلۃَ قال قلتُ یا عناق انّ اللہ حرّم الزنا قالت یا اھل الخباء ھذا الذی یحمل الاسرٰی قال فاتبعنی ثمانیۃ رجال وسلکتُ الخندمۃَ حتی انتہیتُ الی کہفٍ فدخلتُہ وجاء وا حتی قاموا علی رأسی واَعماہم اللہ عنّی ثم رجعوا ورجعتُ الی صاحبی فحملتُہ حتی قدمت المدینۃ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ یا رسول اللہ انکح عناق فامسک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت ہذہ الآیۃ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ الآیۃ فقرأھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

علیؓ وقال لاانکحہا۔

محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہیں۔ امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے جلیل القدر شاگرد ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی۔ آپ کا خاندان دراصل ملک شام کا رہنے والا ہے۔ آپ کے والد عراق میں تشریف لائے تو شہر واسط میں امام محمد پیدا ہوئے پھر کوفہ میں پلے اور بڑھے۔ پھر حدیث کی طلب شروع کی اور امام مالکؒ و مسعرؒ و اوزاعیؒ و ابوحنیفہؒ و سفیان ثوریؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم فقہ امام ابوحنیفہؒ سے حاصل کیا اور ابوحنیفہؒ کی صحبت میں مدتِ طویلہ تک رہے یہاں تک کہ آپ ترجمانِ فقہ حنفی ہوئے۔ آپ سے امام شافعیؒ و ابوحفص کبیر احمد بن حفص و ابوسلیمان جوزجانی و موسیٰ رازی و محمد بن سماعہ و ابراہیم بن رستم وعیسیٰ بن آبان وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔

امام صیمری متوفی ۴۳۶ھ کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں ص۱۲۱ پر لکھتے ہیں محمد بن الحسن صاحب ابی حنیفۃ مولی لبنی شیبان وکان موصوفاً بالکمال وکانت منزلتہ فی کثرۃ الروایۃ والرأی والتصنیف لفنون علوم الحلال والحرام منزلۃً رفیعۃ یعظمہ اصحابہ جداً۔ قدم بغداد فسمع۔ واخرجہ ھارون الرشید فولاہ القضاء بالرقۃ ثم عزلہ وقدم ونزل فی ناحیۃ باب الشام۔

ابوعبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ہم علماء امام محمد کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں خلیفہ ہارون رشید آئے تو ان کے لیے امام محمد کے سوا سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ امام محمد بیٹھے رہے۔ اس مجمع میں امام محمد کے چند مخالفین بھی تھے۔ مثل امام حسن بن زیاد تلمیذ امام ابوحنیفہ وغیرہ۔ وہ خوش تھے کہ آج خلیفہ امام محمد کو سزا دیں گے۔ خلیفہ اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے امام محمد کو اندر بلایا تو امام محمد کے تلامذہ ومعتقدین غمگین ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد امام محمد خوش وخرم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہارون رشید نے مجھ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔ فرمایا میں نے جواب دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ عام خدام کھڑے ہوئے اور آپ نے مجھے علم کی وجہ سے امتیازی مقام دیا ہے تو میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے دیے ہوئے بلند مرتبہ سے نکل کر عام خدام کے طبقہ میں داخل ہوجاؤں۔ امام محمدؒ کے الفاظ یہ ہیں کرھتُ ان اخرج عن طبقۃ الذین جعلتنی فیہم انک اھلتنی للعلم وکرھتُ ان اُخرج منہ الی طبقۃ الخدمۃ التی ھی خارجۃ منہ وان ابن عمک صلی اللہ علیہ وسلم قال مَن اَحب ان یتمثل لہ قیاماً فلیتبوأ مقعدہ من النار وانما اراد بذلک العلماء ممن قام بحق الخدمۃ واعزاز الملک فھو ھیبۃ للعدو ومن قعد فلاتباع السنۃ التی منکم اُخذت وھو دینٌ لکم۔ قال صدقت یا محمد۔ انتہی۔

اہل دنیا ومتکبرین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنا چاہیے جس طرح امام محمدؒ نے ہارون رشید کے ساتھ کیا۔ لیکن علماء وصالحین ووالدین وشیوخ علم کے لیے قیام کرنا مندوب وسنت ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے انصار کو اپنے

سیّد سعد بن معاذؓ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا قوموا لسیّدکم او الیٰ سیّدکم۔ امام نوویؒ وغیرہ نے لکھا ہے سلف کا عمل اساتذہ وصالحین کے لیے قیام کا ہے۔ جو طالبِ علم اساتذہ کے لیے قیام نہ کرے وہ سخت بے ادب ہے اور بے ادب برکاتِ علم سے محروم رہتا ہے۔

امام محمدؒ اعلم بکتاب اللہ۔ عربیت ونحو ولغت وحساب وفقہ میں امام تھے۔ آپ کی تصانیف کے ذریعہ علمِ ابوحنیفہ ظاہر ہوا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ فقہ وعلومِ حدیث وغیرہ میں آپ کی تصانیف تین سو سے زیادہ ہیں۔ درمختار کے اوائل میں ہے کہ امام محمد کی تصانیف کی تعداد ۹۹۹ ہے۔

امام شافعیؒ کی والدہ آپ کے عقدِ نکاح میں تھیں۔ امام شافعیؒ کے والد کے بعد امام محمد سے والدۂ شافعی کا نکاح ہوا تھا۔ اس قریبی تعلق کی وجہ سے امام شافعیؒ نے امام محمد کی کتابوں اور فقہِ ابوحنیفہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ اور ان کتب کی برکت سے امام شافعیؒ فقیہ ہوئے۔ درمختار علی ہامش الشامی ص۳۷ میں ہے وقد ظهر علمه بتصانيفه كالجامعين والمبسوط والزيادات والنوادر حتى قيل انه صنّف فى العلوم الدينية تسع مائة وتسعة وتسعين كتابًا ومن تلامذته الشافعى وتزوّج بأم الشافعى وفوّض اليه كتبه وماله فبسببه صار الشافعى فقيهًا ولقد انصف الشافعى حيث قال من اراد الفقه فليلزم اصحاب ابى حنيفة فانّ المعانى قد تيسّرت لهم والله ما صرتُ فقيهًا الا بكتب محمد بن الحسن۔ انتہیٰ۔ امام شافعیؒ کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ ان کتابوں کے طفیل میری فقاہت واستخراجِ مسائلِ دقیقہ میں اضافہ ہوا۔ یہ مطلب نہیں کہ نفسِ فقاہت ان کتابوں کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ کیونکہ امام شافعیؒ بغداد آنے سے قبل ہی فقیہ ومجتہد ہو چکے تھے۔

شامی میں ہے وروى عن الشافعى انه قال ايضًا حملتُ من علم محمد بن الحسن وقر بعير كتبًا وقال امنُّ الناس علىّ فى الفقه محمد بن الحسن۔ امام صیمری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں عن حرملة قال سمعت الشافعىؒ يقول ما رأيتُ احدًا قطّ اذا تكلم رأيتُ القرآن نزل بلغته الّا محمد بن الحسن فانّه كان اذا تكلم رأيتُ القرآن نزل بلغته ولقد كتبتُ عنه حمل بعير ذكره۔ قال الشافعى وانما قلت ذكر لانّه بلغنى انه يحمل اكثر مما تحمل الانثى وقال الشافعى ما رأيتُ رجلًا اعلم بالحلال والحرام والعلل والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن۔ وكان الشافعى يقول لو انصف الفقهاء لعلموا انهم لم يروا مثل محمد بن الحسن۔ ما جالست فقيهًا قط افقه منه ولا فتق لسان بالفقه مثله لقد كان يحسن من الفقه واسبابه شيئًا يعجز عنه الاكابر۔

امام شافعیؒ کی ان عبارات سے امام محمدؒ کی توثیق ثابت ہوئی۔ محدثین کبار امام محمد کی توثیق کرتے ہیں۔ اگر آپ ثقہ نہ ہوتے تو امام شافعی آپ کے علوم پر اعتماد نہ کرتے۔ امام احمدؒ ویحییٰ بن معین بھی آپ کی توثیق کرتے تھے امام صیمری اپنی کتاب کے ص۱۲۵ پر ذکر کرتے ہیں عن عباس الدورى قال سمعت يحيى بن معين يقول كتبتُ

الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن وعن ابراھیم الحربی قال سألت احمد بن حنبل قلت ھذہ المسائل الدقاق من این لك قال من کتب محمد بن الحسن۔

امام محمدؒ فرماتے تھے کہ مجھے والد سے بطور وراثت تیس ہزار درہم ملے تھے ان میں سے پندرہ ہزار میں نے علوم عربیت، نحو و شعر کے حصول میں خرچ کیے اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تحصیل پر خرچ کیے۔

ہارون رشید نے آخر میں امام محمدؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا اور شہر رَے کی طرف سفر میں آپ کو اپنے ساتھ رکھا اور شہر رَے میں امام محمدؒ اور امام کسائیؒ نے ایک ہی دن میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ فقال ھارون الرشید دفنت الفقه والنحو بالری فی یوم واحد۔

ابو رجاء قاضی کہتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے امام محمدؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسے معاملہ فرمایا امام محمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل فرما دیا۔ وقال لی لم اُصیّرك وعاء للعلم وانا ارید ان اعذّبك۔ قال قلتُ فابو یوسف؟ قال ذاك فوقی او فوقنا بدرجة۔ قال قلتُ فابو حنیفة قال ذاك فی اعلیٰ علیین۔ امام محمدؒ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ کما فی تہذیب الاسماء للنووی وغیرہ

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن میں آپ مذکور ہیں

ھو معقل بن یسار بن عبد اللہ بن معبر المزنی الصحابی رضی اللہ عنہ۔ معقل کی کنیت ابو علی تھی وقیل کنیته ابو عبد اللہ وقیل ابو یسار۔ حدیبیہ سے قبل اسلام لائے۔ بیعتِ رضوان میں موجود تھے۔ آخر زمانے میں بصرہ میں مقیم ہوئے اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ بصرہ کے بڑے دولتمندوں میں آپ شمار ہوتے تھے۔ یونس بن عبید کا قول ہے ماکان بالبصرۃ احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَھنأ من معقل بن یسار۔ مرضِ وفات میں گورنر عبید اللہ بن زیاد آپ کی عیادت کے لیے آیا تو آپ نے اسے وہ حدیث سُنائی جس میں ظالم حاکم کی مذمت مذکور ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی کنیت ابو علی نہیں تھی۔ مگر احمد بن عبد اللہ کا یہ قول درست نہیں ہے۔ کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی کنیت بھی ابو علی تھی۔ اسی طرح حاکم نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو علی تھی۔ بصرہ میں مشہور نہر معقل نامی آپ کی طرف منسوب ہے اسی طرح بصرہ میں تمر معقلی بھی آپ کی طرف منسوب ہے۔ معقل بن یسارؓ سے ۳۴ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ ایک میں امام بخاری منفرد اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں۔ روی معقل بن یسار مرفوعًا اقرءوا علیٰ موتاکم یٰس رواہ ابو داؤد وابن ماجه وعنه قال لقد رأیتنی یوم الشجرۃ والنبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُبایع الناس وانا رافعٌ غصنًا من اغصانها من رأسه ونحن اربع عشرۃ مائة ولم نبایعه علی الموت ولکن بایعناہ علیٰ ان لا نفرّ۔ رواہ مسلم۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وفات بصرہ میں آخر خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں

اور بعض کے نزدیک خلافتِ یزید میں ہوئی۔

معاذ رضی اللہ عنہ۔ آیت یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبد الرحمٰن معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذؓ فقیہ و فاضلِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ ۱۸ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں ۷۰ صحابۂ انصار کے ساتھ تھے۔ بدری ہیں اور تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام نے ابن مسعودؓ اور آپ کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی تھی آپ سے ۱۷۵ احادیثیں مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور ایک پر مسلم منفرد ہیں۔ جنگِ بدر کے وقت آپ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ آپ نہایت جمیل، حسین، عاقل، صاحبِ علم و حلم و حیاء و سخا تھے مستجاب الدعاء تھے۔ فعن ابن کعب بن مالک کان معاذ شاباً جمیلاً سمحاً لا یسأل اللہ شیئاً الا اعطاہ۔

وعن انس قال جمع القرآن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ کلھم من الانصار ابی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید۔ رواہ البخاری و مسلم۔ نبی علیہ السلام نے معاذؓ کے بارے میں فرمایا اَعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل و اَفرضھم زید بن ثابت۔ وروی ابوداؤد والنسائی عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَخذ بیدہ وقال یا معاذ واللہ انی لاُحِبُّک وقال اُوصیک یا معاذ لا تدعَنّ فی دبر کل صلاۃ تقول اللھم اَعِنّی علیٰ ذکرک وشکرک وحسن عبادتک۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اُن چھے صحابہ میں سے ہیں جو نبی علیہ السلام کی حیات میں فتویٰ دیا کرتے تھے ان میں تین مہاجر ہیں یعنی عمر و عثمان و علی اور تین انصار ہیں یعنی اُبی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی معاذ یوم القیامۃ امام الناس برتوۃ۔ کذا فی الاصابۃ و فی تھذیب الاسماء ج ا ص۱۰۰ امام العلماء یوم القیامۃ برتوۃ او رتوتین۔ الرتوۃ رمیۃ الحجر۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

آپ کی وفات کا سبب طاعون تھا۔ ملکِ شام میں طاعون میں مبتلا ہو کر ۱۸ھ میں وفات پائی۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ جب شام میں طاعون پھیلا تو معاذؓ نے دعا مانگی کہ میرے خاندان کو بھی طاعون کا کچھ حصہ مل جائے۔ امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں ولما وقع الطاعون بالشام قال معاذ اللھم ادخل علی آل معاذ نصیبھم من ھذا فطعنت لہ امرأتان فماتتا ثم طعن ابنہ عبد الرحمٰن فمات ثم طعن معاذ فجعل یغشی علیہ فاذا افاق قال ربِّ غمّنی غمّک فوعزتک انک لتعلم انی اُحبّک ثم یغشی علیہ فاذا افاق قال مثلہ ولما حضرتہ الوفاۃ قال مرحباً بالموت مرحباً زائر حبیب جاء علی فاقۃ اللھم انک تعلم انی کنت اخافک و انا الیوم ارجوک انی لم اکن احب الدنیا وطول البقاء فیھا لکری الانھار ولا لغرس الاشجار لکن لظمأ الھواجر و مکابدۃ الساعات ومزاحمۃ العلماء بالرکب عند حلق الذکر۔

مجاهد رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ آیت فقلنا لھم کونوا قِردۃً کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مجاھد بن جبر ویقال ابن جبیر بالتصغیر بدل ابن جبر المکی المخزومی۔ مجاہد تابعی ہیں۔ آپ امام جلیل و مفسر کبیر تھے آپ کی امامت وجلالت متفق علیہ ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تہذیب الاسماء ج ا ص ۸۳ پر لکھتے ہیں واتفق العلماء علیٰ امامتہ وجلالتہ وتوثیقہ وھو امام فی الفقہ والتفسیر والحدیث اھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مخصوص تلمیذ ہیں آپ نے ابن عمر و جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عمرو و ابو ہریرہ و عائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور آپ سے طاووس وعکرمہ واعمش ومنصور وحماد بن ابی سلیمان وایوب سختیانی وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا ہے۔

حضرت خصیفؒ فرماتے ہیں کان اعلمھم بالتفسیر مجاھد وقال ابو حاتم لم یسمع من عائشۃ وقال مجاھد عرضت القراٰن علی ابن عباس ثلاثین مرۃً۔ کذا ذکر النووی۔ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے اقوال واحوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ وعن ابان بن صالح عن مجاھد قال عرضت القراٰن علی ابن عباس ثلاث عرضات اقفہ علی کل اٰیۃ اسألہ فیما نزلت وکیف کانت؟ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۲۸۰۔ مجاہدؒ فرمایا کرتے تھے الفقیہ من یخاف اللہ تعالیٰ۔ نیز فرماتے تھے انّ العبد اذا اقبل علی اللہ بقلبہ اقبل اللہ عزّ و جلّ بقلوب المؤمنین الیہ۔ آیت سیماھم فی وجوھھم کے معنی مجاہد کے نزدیک خشوع فی الصلاۃ ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے مامن میّتٍ یموت الا عُرض علیہ اھلُ مجلسہ ان کان من اھل الذکر فمن اھل الذکر وان کان من اھل اللھو فمن اھل اللھو۔ نیز فرمایا کرتے تھے لابن اٰدم جلساء من الملائکۃ فاذا ذکر الرجل المسلم اَخاہ بخیر قالت الملائکۃ ولک مثلہ واذا ذکرہ بسوء قالت الملائکۃ یا ابن اٰدم المستور عورتہ اربَع علی نفسک واحمَد اللہ الذی ستَر علیک۔ نیز فرماتے ہیں قال ابلیس اِن یُعجزنی ابنُ اٰدم فلن یُعجزنی من ثلاث خصال اَخذِ مال بغیر حقِّہ واضاعۃِ انفاقہ فی غیر حقہ ومنعِہ عن حقِّہ۔ نیز فرماتے ہیں کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو گرج و کڑک کے بادل کو چلاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بندے کی نیکی اور صلاح کی برکت سے اس کی اولاد و اولادِ اولاد تک کو اللہ تعالیٰ محفوظ و خوش حال رکھتے ہیں۔ اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے علم و تقویٰ کی وجہ سے آپ کے اساتذہ یعنی صحابہؓ بھی آپ کی تعظیم کرتے تھے چنانچہ خود مجاہدؒ فرماتے ہیں کنتُ اصحب ابن عمر رضی اللہ عنہما فی السفر فاِن اَردتُّ اَن ارکب یأتینی فیمسک رکابی واذا رکبتُ سوی ثیابی فجاء نی مرۃ فکأنی کرھتُ ذٰلک فقال یا مجاھد انّک ضیّق الخُلق۔ وقال ایضًا ربما اَخذ لی ابن عمر بالرکاب وربما اَدخل ابن عباس اصابعہ فی اِبطی۔ وقال ایضًا صحبتُ ابن عمر وانی اُرید اَن اخدِمہ فکانَ ھو یخدِ منی۔ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک خراب یعنی اُجڑے ہوئے گھر پر گزرا تو فرمایا یہ آواز دے دینا یا خربۃ مافعل اَھلُکِ

این اھلك ؟ میں نے آواز دی تو ابن عمرؓ نے خود ہی یہ جواب دیا ذھبوا و بقیت اعمالھم۔ بلال بن خباب کہتے ہیں کہ میں مجاہدؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ کے سفر پر گیا۔ ہر قبرستان پر گزرتے وقت مجاہد یہ کہا کرتے تھے السلام علیکم یا اھل الدیار المؤمنین والمسلمین یرحم اللہ المستقدمین منکم وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص۲۸۶۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ علم دین دو قسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے ایک شرم و حیا کرنے والا اور دوسرا متکبر۔

حضرت لیث رحمہ اللہ مجاہدؒ سے یہ روایت کرتے ہیں قال یؤتی بثلاثۃ نفر یوم القیامۃ بالغنیّ و بالمریض والعبدِ فیقول للغنی ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول اکثرتَ لی من المال فطغیت فیؤتی بسلیمان بن داؤد علیھما السلام فی ملکہ فیقال لہ انتَ کنتَ اشدّ شُغلاً ام ھذا ؟ قال بل ھذا قال فان ھذا لم یمنعہ شغلُہ عن عبادتی۔ قال فیؤتی بالمریض فیقول ما منعك عن عبادتی ؟ قال یا ربّ اَشغلتَ علیّ جسدِی قال فیؤتی بایّوب علیہ السلام فی ضُرِّہ فیقول لہ انتَ کنتَ اشدّ ضُرًّا ام ھذا ؟ قال فیقول لا بل ھذا قال فان ھذا لم یمنعہ ذلك ان یَعْبُدنی قال ثم یؤتی بالمملوك فیقال لہ ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول جعلتَ علیّ ارباباً یملکوننی قال فیؤتی بیوسف الصدیق علیہ السلام فی عبودیتہ فیقال انت اشدّ عبودیّۃ ام ھذا ؟ قال بل ھذا قال فانّ ھذا لم یشغلہ شئ عن عبادتی۔ مجاہدؒ کا قول ہے انّ الرّوح خلق علی صورۃ ابن اٰدم۔ وعن مجاھد قال ما من مؤمن یموت الا تبکی علیہ الارض اربعین صباحًا۔ وقال مجاھد کان یحجّ من بنی اسرائیل مائۃ الف فاذا بلغوا انصاب الحرم خلعوا نعالھم ثم دخلوا الحرم حُفاۃً۔ کذا فی الحلیۃ لابن نعیم الحافظ۔

مجاہدؒ نے ۱۰۱ھ میں وعند بعض العلماء ۱۰۲ھ میں بعمر ۸۳ سال وفات پائی۔

مبرِّد رحمہ اللہ۔ آپ آیت انّ الذین کفروا سواءٌ علیھم الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن یزید ابن عبد الاکبر الازدی البصری ابو العباس المبرد۔ مبرد نحو و علوم عربیت کے امام ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ امام مازنی و ابو حاتم سجستانی وغیرہ سے اخذ علوم کیا۔ آپ سے اسماعیل صفار و نفطویہ و امام صولی روایت کرتے ہیں۔ بقول سیرانی آپ قبیلہ ثمالہ سے ہیں۔ ثمالہ ازد میں ایک قبیلہ ہے۔ ایک شاعر مبرد کی مذمت میں کہتا ہے ؎

سألنا عن ثمالۃ کلّ حیٍّ فقال القائلون ومَن ثمالہ

فقلتُ محمد بن یزید منھم فقالوا زِدتَنا بھم جھالہ

مبرد حسین و جمیل صوت والے اور بلیغ و ثقہ۔ علامہ۔ صاحب نوادر و ظرائف۔ وسیع العلم لغوی تھے۔ اہل بصرہ کہتے تھے مبرد نے اپنی نظیر علماء میں نہیں دیکھی۔

تسمیہ بالمبرد کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے شیخ مازنی نے جب کتاب الف ولام تصنیف کی تو مبرد سے بطور امتحان اس کے دقیق و عمیق مسائل پوچھے۔ مبرد نے سب کا صحیح جواب دیا تو مازنی نے فرمایا قُم فانتَ المبرِّد بکسر الراء

ای المثبت للحق۔ مبرد بکسرِ راء ہے لیکن اہلِ کوفہ نے عداوت سے راء کو فتح دیا۔ نفطویہ فرماتے ہیں ما رأیتُ احفظ للاخبار بغیر اسانید منہ۔ مبرد کی تصانیف یہ ہیں۔ معانی القرآن۔ الکامل۔ المقتضب۔ الروضۃ المقصور و الممدود۔ الاشتقاق۔ القوافی۔ اعراب القرآن۔ نسب عدنان وقحطان۔ الرد علی سیبویہ۔ شرح شواہد الکتاب۔ ضرورۃ الشعر۔ العروض۔ ما اتفق لفظہ و اختلف معناہ۔ طبقات النحاۃ البصریین وغیرہ وغیرہ۔

مبرد و ثعلب آپس میں معاصر ہیں۔ دونوں میں بڑا اختلاف تھا۔ اکثر علماء مبرد کو ثعلب سے افضل سمجھتے ہیں۔ ثعلب بھی امام نحو و عربیت تھے۔ دونوں کی باہمی مخالفت کی شہرت کی وجہ سے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نَروحُ ونَغدُو لا تزاوُرَ بیننا   ولیس بمضروب لنا عند موعد

فابداننا فی بلدۃ والتقاؤنا   عسیر کأنّا ثعلبٌ والمبرّد

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

ایا طالبَ العلمِ لا تجھلَنْ   وعُذْ بالمبرّدِ او ثعلب

تجِدْ عند ھٰذین علمَ الوریٰ   فلاتکُ کالجَملِ الاَجرَبِ

علومُ الخلائق مقرونۃ   بھٰذین بالشرق والمغرب

مبرد کی ولادت ۲۱۰ھ میں اور وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔

مالک الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ھو ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر المدنی امام دار الھجرۃ واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاہبؒ۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ نے علم حدیث کا سماع نافع مولی ابن عمرؓ و محمد بن المنکدرؒ و زہریؒ وغیرہ سے کیا ہے اور آپ سے ابن جریجؒ و اوزاعیؒ و ثوریؒ و ابن عیینہؒ و شعبہؒ و ابن المبارکؒ و شافعیؒ وغیرہ ائمہ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی جلالت و امامت و حفظ و تثبت و تعظیمِ حدیثِ نبی علیہ السلام معروف و مسلّم ہیں۔ انتقادِ رجالِ حدیث میں آپ کا قول مسلّم ہے۔ قال ابو حاتم مالک ثقۃ وھو امام اھل الحجاز وھو اثبت اصحاب الزھری وقال الشافعی اذا جاء الاثر فمالک النجم ولولا مالک وسفیان بن عیینۃ لذھب علم الحجاز۔ وقال مالک معلمی وعنہ اَخذنا العلم۔ بشر بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے ایک راوی کے بارے میں سوال کیا فقال رأیتہ فی کُتُبی؟ قلتُ لا قال لو کان ثقۃ لرأیتہ فی کتبی۔

خلف بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ابن کثیر قاری المدینہ آئے اور امام مالکؒ کو ایک رقعہ دیا۔ امام مالکؒ نے وہ مصلّے کے نیچے رکھا۔ جب وہ اٹھا تو امام مالکؒ نے وہ رقعہ مجھے پڑھنے کے لیے دیا۔ اس رقعہ میں یہ لکھا تھا رأیتُ اللیلۃ فی منامی کانہ یقال لی ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس

والناس حوله یقولون له یا رسول اللہ اعطنا یا رسول اللہ مُر لنا فقال لھما انی قد کنزت تحت المنبر کنزاً کبیراً وقد امرت المالک ان یقسمه فیکم فاذهبوا الی مالک فانصرف الناس وبعضھم یقول لبعض ما ترون مالکاً فاعلاً؟ فقال بعضھم ینفذ ما امرہ به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرق مالک وبکی۔

ایک حدیث میں امام مالک کے بارے میں پیش گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یضرب الناس اباط المطی فی طلب العلم فلا یجدون عالماً اعلم من عالم المدینۃ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن۔ علماء وائمہ مذاہب کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق امام مالکؒ ہیں۔ کتاب تزیین الممالک بمناقب مالک ص۶ پر حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں قال اسحٰق بن موسیٰ فبلغنی عن ابن جریج انه کان یقول انه مالک بن انسؒ۔ انتہی۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۷۶ پر اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں وقد روی عن سفیان بن عیینۃ قال ھو مالک بن انسؒ۔ امام مالکؒ درسِ حدیث کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ابو سلمہ خزاعی کی روایت ہے کہ امام مالکؒ جب درسِ حدیث کا ارادہ کرتے تھے تو پہلے وضو کرتے اور عمدہ کپڑے پہن کر داڑھی کو کنگھی کرتے۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں؟ امام مالکؒ نے فرمایا اُوقّر به حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور معن بن عیسیٰ کی روایت میں ہے کہ درسِ حدیث سے پہلے امام مالکؒ غسل بھی کرتے نیز بخور و خوشبو استعمال کرتے اور پھر نہایت ادب سے درسِ حدیث کے لیے بیٹھتے تھے۔ اور لوگوں کو آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور اگر کوئی مجلس میں اونچی آواز سے بولتا تو امام مالکؒ یہ آیت پڑھ کر منع فرماتے تھے یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیّ۔ قال مالک لمن رفع صوته عند احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانما رفع صوته فوق صوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تزیین الممالک میں حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک ماں کے پیٹ میں حمل کبھی تین سال تک بھی رہتا ہے۔ خود امام مالکؒ فرماتے تھے کہ میں تین سال ماں کے پیٹ میں رہا ہوں قال الواقدی وسمعت غیر واحد یقول حُمل بمالک بن انس ثلث سنین۔

امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور عند البعض ربیع الاول ۹۴ھ میں اور عند البعض ۹۵ھ میں اور عند البعض ۹۷ھ اور بقول ابی مسہر ۹۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ امام مالکؒ بہت سے مسائل میں لا ادری کہہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے تقویٰ اور ورع کی علامت ہے۔ عن الھیثم بن جمیل قال شھدت مالکاً سئل عن ثمان واربعین مسئلۃ فقال فی اثنتین وثلاثین منھا لا ادری۔ وعن ابن مھدی قال سفیان الثوری امام فی الحدیث ولیس بامام فی السنۃ والاوزاعی امام فی السنۃ ولیس بامام فی الحدیث ومالک بن انس امام فیھما جمیعاً۔ ایک قریشی آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تعلم الادب قبل ان تتعلم العلم۔ زبیر بن حبیب

کی روایت ہے کہ امام مالکؒ ہر ماہ کی پہلی رات کا احیاء کرتے تھے اسی طرح ہر جمعہ کی رات کا احیاء کرتے تھے۔

ابن وہب کہتے ہیں لوشئتُ ان املأ الواحًا من قول مالك لا ادری فعلت۔ ابن وہب کی روایت ہے قال مالك العلم نور یجعله الله حیث شاء لیس بکثرۃ الروایۃ۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں فلما کان الرجل صادقًا لایکذب الا مُتِّع بعقلہ ولم یُصبہ ما اصاب غیرہ من الھرم والخرف۔ آپ کثرت سے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھتے تھے روی ابونعیم باسنادہ عن المثنّی بن سعد قال سمعتُ مالکًا یقول ما بِتُّ لیلۃً الا رأیتُ رسول الله صلی الله علیہ وسلم۔

وکان مالك یأتی المسجد ویشھد الصلواتِ والجمعۃ والجنائز ویعودُ المرضٰی ویقضی الحقوقَ ویجلس فی المسجد ویجتمع له اَصحابُہ ثم ترکَ الجلوسَ فی المسجد وکان یُصلّی ثم ینصرف الی منزله وترکَ شھودَ الجنائز وکان یأتی اصحابہ فیُعزّیھم ثم ترکَ ذلك کلّہ فلم یکن یشھد الصلواتِ فی المسجد ولا یأتی احدًا یُعزّیہ ولا یقضی له حقًّا واحتمل الناسُ ذلك کلّہ لہ وکانوا ارغبَ ما کانوا فیہ واشدَّ ہ له تعظیمًا حتی مات علی ذلك وکان ربّما کُلِّمَ فی ذلك فقال لیس کل الناس یقدر ان یتکلم بعذرہ۔ محمد بن رمح کہتے ہیں:- رأیت النبیّ علیہ السلام من اربعین سنۃ فی المنام فقلت له یا رسول الله مالك واللیث یختلفان فی مسئلۃٍ فقال النبی علیہ السلام مالك مالك مالك ورث جدّی یعنی ابراھیم علیہ السلام۔

امام مالکؒ نے موطأ میں ۱۰ ہزار احادیث درج کی تھیں پھر وقتاً فوقتاً کم کرتے کرتے یہ تعداد رہ گئی جو اب ہمارے سامنے موجود ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں مَن سَبَّ ابابکر جُلِد ومَن سَبَّ عائشۃ قُتِلَ قیل لم؟ قال من رماھا فقد خالف القرآن۔

امام مالکؒ سے روایت کرنے والوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ بھی داخل ہیں۔ بعض احناف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ امام مالکؒ سے عمر میں زیادہ ہیں۔ مگر صحیح اثباتِ روایت ہے۔ اور کبھی کبار بھی صغار سے روایت کرتے ہیں۔ قال الزرکشی فی نکتہ صنّف الدارقطنی جزءً فی الاحادیث التی رواھا ابوحنیفۃ وقال ابوحنیفۃ اجلّ من روی عن مالك۔ امام مالکؒ کی وفات ماہ صفر ۱۷۹ھ میں ہوئی اور بقول بعض علماء ۱۴ ربیع الاول کو بوقت صبح آپ کا انتقال ہوا۔ مدینہ منورہ بقیع میں مدفون ہیں۔

مسطح رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا الله عُرضۃً لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا وتصلحوا بین الناس کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مسطح بن اثاثۃ بن عباد القرشی۔ مسطح صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت ابی رہم ہے رضی اللہ عنہا۔ سلمیٰؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں۔ سلمیٰ کی والدہ رائطہ بنت صخر حضرت صدیقؓ کی خالہ ہے۔ سلمیٰؓ کا ذکر احادیث واقعہ افک عائشہ رضی اللہ عنہا میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں سے ایک مسطح بھی تھے۔ عائشہؓ کی برائت نازل ہونے کے بعد

انھیں حد قذف کے طور پر سزا دی گئی تھی۔ مسطح کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔

مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت تجری من تحتہا الانہار کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مسروق بن الاجدع بن مالک بن امیۃ بن عبد اللہ بن مر الھمدانی الوداعی الکوفی العابد ابو عائشۃ الفقیہ المحدث الکبیر الشان رحمہ اللہ تعالیٰ۔ مسروق جلیل القدر تابعی۔ محدث۔ راوی الاحادیث۔ فقیہ۔ کثیر العبادۃ ہیں۔

مسروق روایت حدیث کرتے ہیں ابوبکر صدیق وعمر وعثمان وعلی ومعاذ بن جبل وابن مسعود و عائشہ وام سلمہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو وائل۔ شعبی وابراہیم نخعی وابو اسحاق سبیعی وابو الشعثاء محاربی ومکحول شامی وغیرہ رحمہم اللہ۔

مسروق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا مسروق بن اجدع فقال عمر الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمن۔ قال الشعبی ما رأیتُ أطلبَ للعلم منہ وقال ابو السفر ما ولدت ھمدانیۃ مثل مسروق وذکرہ ابراھیم فی اصحاب ابن مسعود الذین کانوا یعلّمون الناس السنۃ وقال الشعبی کان مسروق اعلم بالفتوی من شریح و کان شریح اعلم بالقضاء۔

وقال شعبۃ عن ابی اسحاق حج مسروق فلم ینم الا ساجداً وقال انس بن سیرین عن امرأۃ مسروق انہ کان یصلّی حتی تورّم قدماہ۔ کذا فی التہذیب لابن حجر۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ مسروق کا قول ہے۔ کفی بالمرء علماً ان یخشی اللہ وکفی بالمرء جھلاً ان یعجب بعلمہ۔ امام شعبی فرماتے ہیں خرج مسروق الی البصرۃ الی رجل یسألہ عن آیۃ فلم یجد عندہ فیھا علماً فاخبر عن رجل من اھل الشام فقدم علینا ھھنا ثم خرج الی الشام الی ذلک الرجل فی طلبھا۔ مسروق فرمایا کرتے تھے من سرّہ ان یعلم علم الاولین وعلم الاخرین وعلم الدنیا والاخرۃ فلیقرأ سورۃ الواقعۃ۔

وعن العلاء بن ھارون قال حج مسروق فما افترش الا جبھتہ حتی انصرف۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۹۵۔ وعن سعید بن جبیر قال لقینی مسروق فقال یا سعید ما بقی شئ یرغب فیہ الا ان نُعفّر وجوھنا فی التراب وکان مسروق یقول لاھلہ ھاتوا کلّ حاجۃٍ لکم فاذکروھا لی قبل ان اقوم الی الصلاۃ وکان مسروق یُرخی الستر بینہ وبین اھلہ ویُقبل علی صلاتہ ویخلیھم و دنیاھم۔

وعن ابراھیم بن محمد قال کان مسروق یرکب کل جمعۃ بغلۃً ویحملنی خلفہ ثم یأتی کناسۃً بالحیرۃ قدیمۃ فیحمل علیھا بغلتہ ویقول الدنیا تحتنا ویقول ھذہ الدنیا اکلوھا فافنوھا۔ لبسوھا فابلوھا۔ رکبوھا فانضوھا سفکوا فیھا دماءھم واستحلوا فیھا محارمھم وقطعوا فیھا ارحامھم وکان مسروق یقول ما من شیٔ خیر للمومنین من لحد قد استراح من ھموم الدنیا و آمن من عذاب اللہ۔

وکان یقول انی أحسن ما اکون ظناً حین یقول لی الخادم لیس فی البیت قفیز ولا درھم و کان مسروق یتمثل بقول الشاعر ؎

ویکفیک مما اغلق الباب دونہ   وأرضی علیہ الستر ملحٌ وجردق
وماءُ فراتٍ باردٍ ثم تغتدی   تُعارض اصحابَ الثرید الملبق
تجشّأ اذا ما ھم تجشّوا کأنما   غُذیت بالوان الطعامِ المفتق

الثرید الملبق الملین بالدسم والطعام المفتق الکثیر الخصب۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۹۷۔

سفیان بن عیینہ سے امام احمد روایت کرتے ہیں کہ اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں علقمہ کے بعد مسروق سے کوئی افضل نہیں تھا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں ما اقدّم علی مسروق من اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ احدًا۔ صلی خلف ابی بکر ولقی عمر و علیًا ولم یرو عن عثمان شیئًا۔ اسحاق بن منصور کا قول ہے لا یسئل عن مثلہ قال العجلی کوفی ثقۃ وکان احد اصحاب ابن مسعود الذین یُقرئون ویُفتون قال ابن سعد کان ثقۃ ولہ احادیث صالحۃ۔

علامہ کلبی فرماتے ہیں شلّت یدُ مسروقٍ یوم القادسیۃ واصابتہ آمۃ وقال ابو الضحی عن مسروق انہ کان یقول ما احب انھا یعنی الآمۃ لیست لی لعلھا لو لم تکن لی کنت فی بعض ھذہ الفتن۔ وکیع وغیرہ کہتے ہیں لم یتخلف مسروق عن حروب علیؓ رضی اللہ عنہ ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال کان من عُبّاد اھل الکوفۃ۔

وَلاہ زیاد علی السلسلۃ ومات بھا ۶۲ھ وقیل مات ۶۳ھ وقال الفضل بن عمرو مات مسروق ولہ ثلاث وستون سنۃ وقال ابو الضحی سئل مسروق عن بیت شعر فقال اکرہ ان اری فی صحیفتی شعرًا۔ وکان مسروق لا یأخذ علی القضاء اجرًا ویتأوّل ھذہ الآیۃ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ وکان مسروق یقول اقرب ما یکون العبد الی اللہ تعالیٰ وھو ساجد۔

قال النووی فی تھذیب الاسماء ج ۲ ص ۸۸ قال ابو داؤد کان ابو مسروق افرس فارس

فی الیمن وھو ابن اخت عمرو بن معدیکرب وسألہ عمر رضی اللہ عنہ عن اسمہ فاخبرہ فقال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمٰن قال الشعبی فرأیتہ فی الدیوان مسروق بن عبد الرحمٰن۔

قال ابو سعد السمعانی کان مسروق سُرِق فی صغرہ فغلب علیہ ذٰلک یعنی بچپن میں انھیں کسی نے اغوا کرلیا تھا۔ اسی وجہ سے انھیں مسروق (چوری شدہ) کہتے ہیں۔ وحکی عبد الحق عن ابن عبد البر انہ قال لم یلق مسروق معاذاً قال ابن حجر فعلی ھذا یکون حدیثہ عنہ مرسلاً لکن تعقّب ذلک ابن القطان علی عبد الحق فانہ لم یجد ذلک فی کلام ابن عبد البر بل الموجود فی کلامہ ان الحدیث الذی من روایۃ مسروق عن معاذ متصل۔

محمود الزمخشری ۔ تفسیر بیضاوی میں کشاف سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کی تدریس کے وقت تقریباً ہر صفحہ میں زمخشری کا ذکر ضمناً بار بار آتا ہے۔ اس واسطے ترجمہ زمخشری ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فھو محمود بن عمر بن محمد بن احمد الزمخشری ابو القاسم جار اللہ۔ زمخشری وسیع العلم، کثیر الفضل بڑے ذکی ادیب لغوی نحوی اور مفسر تھے۔ آپ مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے۔ اعتقاداً معتزلی تھے۔ اور فروع میں حنفی تھے۔ اپنے مذہب اعتزال میں قوی متعصب مجاہر تھے۔ بغداد کئی بار گئے۔ ابو الحسن علی بن مظفر نیسابوری وابو مضر اصبہانی وشیخ الاسلام ابو منصور فارسی وغیرہ علماء سے تحصیل علم وادب کی۔ ایک مدت تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ آپ کا لقب جار اللہ وفخر خوارزم ہے۔ زمخشر اعمال خوارزم میں سے ایک قریہ کا نام ہے۔ یہ زمخشری کا مولد ہے۔

قال ابن اختہ وُلد خالی بزمخشر من اعمال خوارزم یوم الاربعاء السابع والعشرین من رجب سنۃ سبع وستین واربع مائۃ کذا فی معجم الادباء ج ۱۹ ص ۱۲۷ فما فی البغیۃ للسیوطی انہ ولد سنۃ سبع وتسعین واربع مائۃ خطأ ولعلہ من اغلاط الکاتب۔

قریہ زمخشر کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے حکی انہ اجتاز اعرابی بزمخشر فسأل عن اسمھا واسم کبیرھا فقیل زمخشر والرداد فقال لاخیر فی شر ورد ولم یلم بھا اخذ شرا من زمخشر وردّا من الرداد۔ زمخشری کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ کوئی زہریلا پھوڑا آپ کی ٹانگ پر نکل آیا تھا جس کی وجہ سے ٹانگ کاٹنی پڑی اور لکڑی کی ٹانگ بنوادی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں سخت سردی اور برف باری کی وجہ سے آپ کی ٹانگ ساقط ہوگئی تھی۔

فقیہ دامغانی نے آپ سے قطع رجل کا سبب پوچھا فقال الزمخشری دعاء الوالدۃ وذلک انی امسکت عصفورًا وانا صبیٌ صغیرٌ و ربطت برجلہ خیطًا فافلت من یدی ودخل خرقًا فجذبتہ فانقطعت رجلہ فتألمت لہ والدتی وقالت قطع اللہ رجلک کما قطعت فلمّا رحلتُ الی بخاری فی طلب العلم سقطت عن الدابۃ فی اثناء الطریق فانکسرت رجلی واصابنی من الالم ما اوجب قطعھا۔ وکان اذا مشی القی علی رجلہ من الخشب ثیابہ الطوال فیظنّ من یراہ انہ اعرج۔

ایک بار زمخشری حج پر جاتے ہوئے بغداد میں ٹھیرے تو مشہور ادیب نحوی ہبۃ اللہ ابن شجریؒ آپ سے ملے اور یہ شعر پڑھے زمخشری کی مدح میں ؎

کانت مُسائلۃ الرکبان تخبرنی
عن احمد بن داوٗدٍ اطیب الخبر
حتی التقینا فلا واللہ ما سمعتْ
اذنی باحسن مما قد رأی بصری

اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

واَستکبِرِ الاخبار قبل لقائہ
فلمّا التقینا صغّر الخَبَرَ الخُبُرُ

زمخشری نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ان زید الخیل دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما بصر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع صوتہ بالشھادتین فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا زید الخیل کل رجل وصف لی دون الصفۃ الا انت فانک فوق ما وُصفت وکذلک سیدنا الشریف ثم دعا لہ و اثنی علیہ۔

زمخشری کی تفسیر کشاف بے نظیر تفسیر ہے۔ کہتے ہیں کہ اپنے موضوع میں نہ اس سے پہلے کسی نے ایسی تفسیر لکھی ہے اور نہ ان کے بعد اور شاید قیامت تک کوئی ایسی تفسیر نہ لکھ سکے گا۔ تفسیر بیضاوی درحقیقت تفسیر کشّاف سے ماخوذ ہے اور احناف کے لیے یہ بات موجب مسرت ہے کیونکہ زمخشری فروع میں حنفی تھے۔ بعض علماء کا قول ہے الناس عیال فی التفسیر علی الکشاف۔ زمخشری خود اپنی تفسیر کشاف کی مدح میں لکھتے ہیں ؎

اِنّ التفاسیر فی الدنیا بلا عددٍ
ولیس فیھا لعمری مثل کشّافی

ان کنت تبغی الھدیٰ فالزم قراءتہ — فالجھل کالداءِ والکشاف کالشافی

زمخشری نے کشاف کے علاوہ بھی متعدد تصانیف کی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں :۔

الفائق فی غریب الحدیث ۔ نکت الاعراب فی غریب الاعراب ۔ فی غریب اعراب القرآن ۔ کتاب متشابہ اسماء الرواۃ ۔ مختصر الموافقۃ بین اھل البیت والصحابۃ ۔ الاثر لابی سعید الرازی اسماعیل ۔ الکلم النوابغ فی المواعظ ۔ اطواق الذھب فی المواعظ ۔ نصائح الکبار ۔ نصائح الصغار ۔ مقامات فی المواعظ ۔ نزھۃ المستأنس ۔ الرسالۃ الناصحۃ ۔ رسالۃ المسامۃ ۔ الرائض فی الفرائض ۔ معجم الحدود ۔ المنھاج فی الاصول ۔ ضالۃ الناشد ۔ کتاب عقل الکل ۔ النموذج فی النحو ۔ المفصل ۔ شرح المفصل ۔ المفرد و المؤلف فی النحو ۔ صمیم العربیۃ ۔ الامالی فی النحو ۔ اساس البلاغۃ فی اللغۃ ۔ جواھر اللغۃ ۔ کتاب الاجناس ۔ مقدمۃ الادب فی اللغۃ ۔ کتاب الاسماء فی اللغۃ ۔ القسطاس فی العروض ۔ حاشیۃ المفصل ۔ شرح مقامات ۔ شرح المسائل ۔ سوائر الامثال ۔ المستقصیٰ فی الامثال ۔ ربیع الابرار فی الادب والمحاضرات ۔ تسلیۃ الضریر ۔ رسالۃ الاسرار ۔ اعجب العجب فی شرح لامیۃ العرب ۔ دیوان التمثیل ۔ دیوان الخطب ۔ دیوان رسائل ۔ دیوان شعر ۔ شرح کتاب سیبویہ ۔ کتاب الجبال والامکنۃ ۔ شافی العیّ من کلام الشافعیؒ ۔ شقائق النعمان فی حقائق النعمان فی مناقب الامام ابی حنیفۃؒ ۔ المحاجاۃ فی الاحاجی والالغاز ۔

زمخشری کی وفات خوارزم میں ہوئی بشب عرفہ ۵۳۸ھ کذا فی معجم الادباء ۔ زمخشری کے چند اشعار سن لیجیے :

؎ العلم للرحمٰن جلّ جلالہ — وسواہ فی جھلاتہ یتغمغم
ما للتراب و للعلوم وانما — یسعیٰ لیعلم انہ لا یعلم

نیز کہتے ہیں ؎

کثر الشکُّ والخلافُ وکلٌّ — یدّعی الفوز بالصراط السویّ
فاعتصامی بلا الٰہ سواہ — ثم حُبّی لاحمدٍ و علی
فاز کلبٌ بحبّ اصحاب کھفٍ — کیف اشقیٰ بحبّ آل نبی

شیخ ابو حفص عمر بن محمد نسفیؒ متوفی ۵۳۷ھ استاذ صاحب ہدایہ اور مصنف عقائد نسفیہ زمخشری کے معاصر تھے زمخشری اور نسفی کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے ۔ حکی ان النسفی دقّ باب الزمخشری فقال الزمخشری مَن بالباب ؟ قال النسفی عمر ۔ قال الزمخشری انصرف ۔ قال عمر لا ینصرف ۔ قال الزمخشری

اذا انکر صرف ۔ ھذا واللہ اعلم ۔

نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم القاری المدنی مولی بنی لیث وقیل مولی جعونۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ نافعؒ قراء سبعہ میں سے ہیں ۔ امام جلیل ، ثقہ ۔ عابد ۔ قاری مقری ، سید القراء والفقہاء تھے ۔ کنیت ابورویم یا ابوعبدالرحمن ہے کبھی جد کی طرف نسبت ہوتی ہے اور یوں کہتے ہیں نافع بن ابی نعیم ۔ آپ روایت کرتے ہیں فاطمہ بنت علی بن ابی طالب وزید بن اسلم وابوالزناد وعامر بن عبداللہ بن الزبیر ومحمد بن یحیی ونافع مولی ابن عمر واعرج وصفوان ابن سلیم وربیعہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں اسمٰعیل بن جعفر واصمعی وخالد بن مخلد و سعید بن ابی مریم ومحمد بن مسلم وابوقرہ موسی بن طارق وعیسی بن مینار قالون وقعنبی وغیرہ وغیرہ رحمہم اللہ ۔

نافع اصفہانی الاصل تھے ۔ تابعی ہیں ۔ سیاہ رنگ والے تھے ۔ طبیعت مزاحی تھی ۔ صحابہ میں سے ابوالطفیلؓ وابن ابی انیسؓ کو دیکھا ہے ۔ قاری نافع کے ترجمہ واحوال کی تفصیل ان کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے ۔ کتاب المعارف ، ص ۵۸۲ ۔ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۷ ۔ مرآۃ الجنان ۔ ج ۱ ص ۳۶۸ ۔ شذرات ، ج ص ۲۷۰ میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۲۴۲ ۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۲۵۷ ۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۳۰ ۔ نافع جلیل القدر وخاشع وکثیر العبادۃ والتلاوۃ تھے ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کان امام اھل المدینۃ والذی صار الی قراءتہ و رجعوا الی اختیارہ وھو من الطبقۃ الثالثۃ بعد الصحابۃ رضوان اللہ علیہم وکان محتسباً فیہ دعابۃ وکان اسود شدید السواد قال ابن ابی اویس قال لی مالک رضی اللہ عنہ قرأت علی نافع ۔ کذا فی الوفیات ج ۵ ص۳۶۸ ۔

آپ نے قرأت ابومیمونہ مولی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پڑھی ۔ نیز ان کے علاوہ ستر تابعین سے قرأت پڑھی ۔ منہم ابوجعفر یزید بن القعقاع مولی عبداللہ بن عباس ؓ نافع کنتُ اقرأ علیہ انا ابن تسع ومنہم شیبۃ بن نصاح وعبد الرحمن بن ھرمز الاعرج وھم قرؤا علی ابن عباس وابی بن کعب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کان یؤخذ عنہ القرآن ولیس فی الحدیث بشئ وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن عدی لم ار فی احادیثہ شیئاً منکراً وارجوانہ لا بأس بہ ۔ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر ج ۱۰ ص۴۰۷ حضرت نافعؒ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ کے دونوں بیٹوں نے وصیت ونصیحت کی درخواست کی قال لہ ابناہ اوصنا قال تقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین ۔

حضرت نافع کے منہ سے بوقتِ گفتگو مشک کی مہک آتی تھی فقیل لہ اتطیّبُ کلما قعدتَ تُقرِئُ الناسَ قال لا أمَسّ طیباً ولکنی رأیتُ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام یقرأ فی فیّ فمن ذلک الوقتِ یُوجد ھذہ الرائحۃ وقال رجل لنافع ما اصبح وجھک واحسن خلقک قال کیف وقد صافحنی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ سلم ای فی المنام. نافع کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۶۹ھ میں ہوئی۔ وقال ابن سعد عن شہاب بن عباد مات بمکۃ سنۃ ۱۶۹ھ۔

فائدہ - قاری نافع کے رواۃ ثقات بہت ہیں مثل امام مالک و اصمعی و اسماعیل و المسیبی و ابن جمان وغیرہ لیکن علماء و قراء کے نزدیک مشہور دو ہیں۔ اوّل قالون ابو موسیٰ عیسیٰ بن مینا المدنی۔ دوم ابو سعید عثمان ابن سعید ضبطی مصری معروف بہ ورش۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ - آمین کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو ھُنَیدۃ وائل بن حجر بن ربیعۃ الحضرمی رضی اللہ عنہ - آپ شہزادہ بلکہ بادشاہ تھے یمن میں حمیر کے۔ اصابہ میں ہے قال ابن حبان کان بقیۃ اولاد الملوک بحضر موت اھ - نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کان من ملوک حمیر ویقال للملک منھم قَیل بفتح القاف وسکون الیاء وجمعہ اقیال وکان ابوہ من ملوکھم مدینہ میں آپ کے پہنچنے سے پہلے نبی علیہ السلام نے آپ کے آنے کی خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا یأتیکم وائل بن حجر من ارض بعیدۃ من حضر موت طائعًا راغبًا فی اللہ تعالیٰ وفی رسول اللہ۔ مدینہ منورہ پہنچ کر وائل نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی علیہ السلام نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور انہیں مرحبا کہتے ہوئے اپنے قریب کیا ان کے لیے چادر بچھائی اور اوس پر اپنے ساتھ ان کو بٹھایا وقال اللھم بارک فی وائل وولدہ وولد ولدہ واصعدہ معہ علی المنبر واثنی علیہ واستعملہ علی بلادہ واقطعہ ارضًا۔ اور اپنی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا۔

ابتداء میں اسلام لانے کے بعد بھی جیسا کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے دماغ میں کچھ کچھ شاہی غرور موجود تھا چنانچہ قدرتِ خداوندی کے کرشموں سے متعلق ایک عجیب واقعہ سنیے کہ واپسی پر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی رفیقِ سفر تھے۔ وہ اُس وقت ابتداء میں بڑے غریب و مسکین تھے اس لیے پیدل چل رہے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ننگے پاؤں تھے کوئی جوتا بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ چنانچہ وائل سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کرلیں۔ وائل نے کہا تم اس قابل نہیں کہ شہزادوں اور بادشاہوں کے ردیف بن کران کے ساتھ سوار ہوجاؤ۔ البتہ میری اونٹنی کے سائے میں چل سکتے ہو۔

پھر جس زمانے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے تو دولت کے انبار تقسیم کرتے اور اس میں حسب منشاء تصرف فرماتے تھے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور سفر کا وہ پرانا قصہ یاد دلایا۔ اس وقت حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا فوددت لو کنتُ حملتہ بین یدیّ۔ اصابہ ج ۳ ص ۶۲۹۔ ابن عبد البر مذکورہ صدر قصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں فخرج معاویۃ راجلًا ووائل بن حجر علی ناقتہ راکبًا فشکا الیہ معاویۃ حرّ الرمضاء فقال لہ انتعل ظلّ الناقۃ فقال لہ معاویۃ وما یغنی ذلک لو جعلتنی ردفک فقال وائل اسکت

فلستَ من اَرْدافِ الملوك وعاش وائل رضی اللہ عنہ حتی ولی معاویۃُ الخلافۃ فدخل علیہ وائل بن حجر فعرفہ معاویۃ واذکرہ بذلك ورحّب بہ واَجازہ لوفودہ علیہ فابیٰ من قبول جائزتہ وحبائہ وارادَ ان یرزقَ فابیٰ من ذٰلك وقال یأخذہ من ھو اَولیٰ بہ مِنّی فانّی فی غنیً عنہ۔ کذا فی الاستیعاب ج ۳ ص۶۴۲ علی ھامش الاصابۃ۔

وائل رضی اللہ عنہ سے ۱۷ حدیثیں مروی ہیں۔ مسلم نے ان میں سے چھے کی روایت کی ہے۔ اور بخاری نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ آخر وقت کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ خلافتِ معاویہؓ تک زندہ رہے جنگِ صفین میں آپ کے ساتھ تھے۔ کذا فی تہذیب النوویؒ۔

ولید بن مغیرہ ۔ آیت انّ الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔

ولید بن مغیرہ قریشِ مکہ کے رؤسا اور اہل ثروت میں سے تھا۔ وھو الولید بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ قریش کے شرفاء میں شمار ہوتا تھا اور عدل میں معروف و مشہور تھا۔ وانما عرف بالعدل لانہ کان یَعدِل قریش کلھا فکانت قریش تکسو الکعبۃ جمیعھا ویکسوھا الولید وحدہٗ وذٰلك لثرائہ وغناہ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ولید کا مال طائف وغیرہ کئی شہروں میں پھیلا ہوا تھا۔ طائف میں کئی لوگوں پر تجارت کے لیے اس کا مال پھیلا ہوا تھا۔ اور طائف میں بہت بڑے باغ اور زمین کا مالک تھا جس میں پھل دار درخت بہ کثرت تھے اس پر ولید کو بڑا فخر تھا چنانچہ جب اسلام ظاہر ہوا تو اس نے تکبر و فخر کرتے ہوئے انکار کیا اور کہا کہ مال دار شخص مسکین و غریب کا تابعدار نہیں بن سکتا۔

ولید اُن کفار میں سے تھا جو مستہزئین تھے۔ یعنی جو نبی علیہ السلام کا مذاق اُڑاتے اور استہزاء کرتے تھے اور پھر ان مستہزئین کے بارے میں آیات نازل ہوئی تھیں۔ نیز ولید ان لوگوں میں ہے جنہوں نے جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام کرلیا تھا اور اپنے بیٹے ہشام کو شراب پینے پر سزا دی تھی۔ ولید ہجرت کے تقریبًا ایک ماہ بعد بڑی ذلت سے مرگیا۔ حجون میں مدفون ہے۔ ولید حضرت خالد بن الولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔

ابن حبیب محبّر ص۱۰۸ پر لکھتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نبی علیہ السلام کے سالفین میں سے تھا۔ سالف سالی کے خاوند کو کہتے ہیں۔ ولید کی بیوی لبابۃ الصغری بنت الحارث بن حزن تھی اور یہ بہن ہے میمونہ بنت الحارث زوج النبی علیہ السلام کی۔ ابن حبیب لکھتے ہیں کہ مشرکینِ مکہ میں زنادقہ یعنی بڑے شیطان آٹھ تھے ابو سفیان بن حرب وعقبۃ بن ابی معیط واُبی بن خلف ونضر بن حارث ومنبہ ونبیہ ابنا الحجاج وعاص بن وائل و ولید بن مغیرہ۔ قال تعلّموا الزندقۃ من نصاری الحیرۃ فلم یُسلِم منھم غیرُ ابی سفیان اھ۔ المحبر ص۱۶۱۔

ہشام بن عمار بن نُصَیر بن میسرۃ بن ابان السلمی ویقال الظفری ابو الولید الدمشقی رحمہ اللہ۔ ہشام موصوف قاری ابن عامر دمشقی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ جامع مسجد دمشق کے خطیب تھے۔ کذا قال ابن حجر۔ آپ دمشق کے قاضی و محدث ومفتی و مقری و مشہور بالحدیث والقراءۃ ہیں

قالہ القاری وغیرہ۔ ہشام روایتِ حدیث کرتے ہیں معروف الخیاط ابوالخطاب دمشقی وصدقۃ بن خالد وربیع بن عطیہ وحاتم بن اسمٰعیل وعبدالرحمٰن بن زید ومسلم بن خالد زنجی ومالک بن انس وابن عیینہ وعیسیٰ بن یونس ومسلمۃ بن علی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ویحییٰ بن معین وابوعبید قاسم بن سلام وابوحاتم وابوزرعہ ومحمد بن عوف وزکریا ساجی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ہشام بے شمار محدثین کرام کے شیخ ہیں۔ بہت بڑے محدث حجۃ وضابط وثبت ہیں قال ابن معین والعجلی ثقۃ وقال عبدان ماکان فی الدنیا مثلہ۔ آخر عمر میں دماغ مختلط ہوگیا تھا اور عقل میں کچھ فتور آگیا تھا۔ ہشام گاہے گاہے عندالضرورۃ تحدیثِ احادیث پر اجرت لیتے تھے اور بغیر اجرت تحدیث وروایت سے انکار کر دیتے تھے۔ قال ابن وارۃ عزمت زمانا ان أمسك عن حدیث ھشام لانہ کان یبیع الحدیث وقال صالح بن محمد کان یاخذ علی الحدیث ولا یحدث مالم یاخذ وکان یاخذ علی کل ورقتین درھمین۔

ہشام بڑے حیادار تھے ہر وقت سر خوفِ خدا وشرم وحیا سے نیچے رکھتے تھے قال ابوالمستضیئ رایتُ ھشام ابن عمار اذا مشی اطرق فی الارض حیاءً من اللہ تعالیٰ۔ ابوعلی مقری کہتے ہیں کہ جب ایوب بن تمیم کی وفات ۱۹۰ھ سے چند سال بعد ہوئی تو علم کی جلالت وامامت دو شخصوں کے حصے میں آئی احدُھما مشتھر بالقرآن والضبط وھو عبداللہ بن ذکوان والاٰخر مشتھر بالعقل والفصاحۃ والروایۃ والعلم والدرایۃ وھو ھشام بن عمار وقد رُزق کبر السن وصحۃ العقل والرأی فاخذ الناس عنہ قدیما منھم ابوعبید القاسم بن سلام وکان عبداللہ بن ذکوان یفضلہ ویری مکانہ فلما مات ابن ذکوان اجتمع الناس علی ھشام۔

ہشام اپنی ولادت ۱۵۳ھ کی بتاتے تھے۔ آپ کی وفات دمشق میں ماہ محرم ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ ہشام بالواسطہ قاری ابن عامر دمشقی کی قرات کی روایت کرتے ہیں۔ ہشام نے قرات عراک مروزی وایوب بن تمیم سے اور انہوں نے یحیی زماری سے اور یحییٰ نے ابن عامر دمشقی سے پڑھی۔

الہذلی الشاعر رحمہ اللہ تعالیٰ اولٰئك علیٰ ھدًی من ربھم کے بیان میں مذکور ہیں۔ ان کا نام خویلد بن مرۃ ہذلی ہے۔ وھو احد بنی قرد بن عمرو بن معاویۃ بن تمیم بن سعد بن ھذیل۔ خویلد قبیلہ ہذیل کا فرد تھا۔ اس کی کنیت ابوخراش تھی۔ قال الخفاجی وابوخراش کان من فرسان العرب وفصحاء شعرائھا وکان یَعدُو علیٰ قدمیہ فیسبق الخیل ثم اسلم وحسن اسلامہ ومات فی زمن عمر رضی اللہ عنہ من نھش حیۃ انتھی ما فی عنایۃ القاضی ج۱ ص۲۴۹۔

ابوخراش ہذلی تابعی ہیں۔ مرزبانی لکھتے ہیں ادرك الاسلام شیخا کبیرا ووفد علی عمر رضی اللہ وقد اسلم وقُتِل اخوہ عروۃ قتلتہ ثمالۃ من الازد واسروا ابنہ خراشا فدعا الذی اسرہ رجلا للمنادمۃ فرأی خراشا موثقا فی القید فالقی علیہ رداءہ فاجارہ فلما أُطلق قدم علی ابیہ فقال لہ من اجارك قال لا ادری

واللہ۔ فقال ابوخراش یمدح صاحب الرداء ؎

حمدتُ إلٰهي بعد عروة إذ نجا ۔۔۔ خراشٌ وبعضُ الشرِّ أهونُ من بعض

ولم أدرِ من ألقى عليه رداءه ۔۔۔ ولكنّه قد سُلّ عن ماجدٍ محض

ويقال انه لا يُعرف مَن مدح مَن لا يعرف غيرُ ابی خراش۔

ابوالفرج اصبہانی اصمعی سے نقل کرتے ہیں کہ ابوخراش ہذلی زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں آئے۔ ولید بن مغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ ولید کے دو بہترین گھوڑے تھے جو گھڑ دوڑ کے مقابلے کے لیے تیار کیے گئے تھے اور وہ ان دونوں کو مقابلے میں شریک کروانے والے تھے فقال ابوخراش له ما تجعل لی ان سبقتهما عدواً قال ان فعلت فهما لك فسبقهما۔ شاید ولید کو اس واقعہ سے قبل ان کی تیز رفتاری کا علم نہ تھا ورنہ وہ یہ مقابلہ نہ کراتا۔ فتح مکہ کے ایام میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب عُزّٰی کو گرا کر اس کے خادم ونگران دبیہ سلمی کو قتل کر دیا تو ابوخراش نے جو اس وقت کافر تھے عزیٰ پر روتے ہوئے دبیہ کے مرثیہ میں اشعار پڑھے۔

ابوخراش کی موت سانپ کے ڈسنے سے ہوئی۔ موت کا سبب بے مروت مہمانوں کی آمد اور ابوخراش کی مروت واخلاص ہے۔ چنانچہ اصمعیؒ وابن کلبیؒ لکھتے ہیں مرّ علی ابی خراش نفرٌ من اليمن وكانوا حجاجاً فنزلوا عليه فقال ابوخراش ما أمسىٰ عندى ماءٌ ولكن هذه برمةٌ وشاةٌ وقربةٌ فردوا فانه غير بعيد ثم اطبخوا الشاة وذروا البرمة والقربة عند الماء حتى ناخذها فامتنعوا وقالوا لا نبرح فاخذ ابوخراش القربة وسعى نحو الماء تحت الليل فاستقى ثم اقبل فنهشته حيّةٌ فاقبل مسرعاً حتى اعطاهم الماء ولم يعلمهم ما اصابه فباتوا ياكلون فلما اصبحوا وجدوه فی الموت فاقاموا حتى دفنوه فبلغ عمر خبره فقال والله لولا ان يكون سنةً لامرت ان لا يضاف يمانيٌ بعدها ثم كتب الى عامله ان ياخذ النفر الذين نزلوا بابی خراش فيغرمهم ديته۔

خراش بن ابی خراش بھی مسلمان ہیں اور بڑے مجاہد وغازی ہیں۔

ابوعبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ بنوفہم نے ابوخراش کے بھائی عروۃ بن مرہ کو گرفتار کرلیا تو ابوخراش نے اپنے بیٹے خراش کو ان کے پاس یرغمال رکھ کر اپنے بھائی کو چھڑا لیا پھر مال دے کر اپنے بیٹے کو بھی چھڑا لیا۔ وقال الاصمعی هاجر خراش بن ابی خراش فی عهد عمرؓ وغزا واوغل فی بلاد العدو فقدم ابوخراش المدينة فجلس بين يدی عمرؓ وشكا اليه شوقه الى خراش وانه انقرض اليه وقتل اخوته ولم يبق له غيره قال فكتب عمرؓ بان يقفل خراش وان لا يغزو من كان له اب شيخ الا بعد ان يأذن له اھ۔

ابوخراش کے ترجمہ واحوال کی تفصیل کے لیے دیکھیں اصابہ ج ۱ ص ۴۶۲ و ۴۶۵۔ وکتاب الشعر والشعراء لابن قتیبہ ج ۲ ص ۵۵۴ وسمط ۲۱۶ وخزانہ ج ۱ ص ۲۱۱ واغانی ج ۲۱ ص ۳۸۔ اور ان کے اشعار کے لیے ملاحظہ ہو دیوان الہذلیین ج ۲ ص ۱۵۷ وغیرہ۔

ہابیل رحمہ اللہ۔ بحث الم کے آخر میں مذکور ہیں۔ ھوھابیل بن اٰدم علیہ السلام۔ ہابیل و قابیل دونوں آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے ہیں۔ نوعِ انسانی میں ہابیل پہلا شخص ہے جو ظلماً قتل ہوا اور قابیل پہلا قاتل ہے قرآن مجید میں دونوں کا قصہ تفصیلاً مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ واتل علیھم نبأ ابنی اٰدم بالحق اذ قربا قرباناً فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاٰخر قال لاقتلنك قال انما یتقبل اللہ من المتقین لئن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف اللہ رب العالمین انی ارید ان تبوء باثمی و اثمك فتکون من اصحٰب النار وذلك جزاء الظّٰلمین فطوّعت له نفسه قتلَ اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین۔

قتل کا سبب شادی اور عورتوں پر نزاع تھا۔ فعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان اٰدم کان یزوج ذکر کل بطن بانثی الاخریٰ وان ھابیل اراد ان یتزوّج باخت قابیل وکان اکبر من ھابیل واخت قابیل احسن فاراد قابیل ان یستأثرھا علی اخیه وامرہٗ اٰدم علیه السلام ان یزوّجه ایاھا فابی فامرھما ان یُقرِّبا قرباناً وذھب اٰدم لیحجّ الی مکة واستحفظ السموات علی بنیه فابین والارضین والجبال فابین فتقبل قابیل بحفظ ذلك فلما ذھب قربا قربانھما فقرب ھابیل جذعة سمینة وکان صاحب غنم وقرب قابیل حزمة من زرع من ردیّ زرعه فنزلت نار فأکلت قربان ھابیل وترکت قربان قابیل فغضب وقال لاقتلنك حتی لاتنکح اختی فقال انما یتقبل اللہ من المتقین۔

وعن عبد اللہ بن عمرو وایم اللہ ان کان المقتول لاشدّ الرجلین ولکن منعه التحرّج ان یبسط الیه یدہٗ۔ وقیل فی قتله انه ضربه بحدیدة کانت معه فقتله وقیل انه انما قتله بصخرۃ رماھا علی رأسه وھو نائم فشدخته وقیل بل خنقه خنقاً شدیداً وعضا کما تفعل السباع فمات واللہ اعلم کذا فی البدایة لابن کثیر ج ۱ ص ۹۳ ۔ وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً لاتقتل نفس ظلماً الا کان علی ابن اٰدم الاوّل کفل من دمھا لانه کان اول من سنّ القتل رواہ احمد وغیرہٗ۔ ذکر ابن کثیر وبجبل قاسیون شمالی دمشق مغارۃ یقال لھا مغارۃ الدم مشھورۃ بانھا المکان الذی قتل قابیل اخاہ ھابیل عندھا ثم اٰدم علیه السلام حزن علی ھابیل حزناً شدیداً وانه قال فی ذلك شعراً وھو قوله فیما ذکرہ ابن جریر ؎

تغیّرتِ البلادُ ومَن علیھا فوجهُ الارض مغبرّ قبیحٗ
تغیّر کلُّ ذی لونٍ وطعمٍ وقلّ بشاشةُ الوجهِ الملیحٗ

فاجیب اٰدم علیه السلام۔

اباھابیل قد قُتِلا جمیعاً وصار الحیّ کالمیتِ الذبیحٗ
وجاء بشرّۃٍ قد کان منھا علی خوف فجاء بھا یصیحٗ

ھذا الشعر فیه نظر لعله الّفه بعض الناس فنسبه الیه۔ واللہ اعلم۔

قال الامام ابو اسحق الثعلبی فی کتابہ العرائس ص۲۹ عن الضحاک عن ابن عباس قال لما قتل ھابیل و آدم بمکة اشتاک الشجر وتغیرت الاطعمة وحمضت الفواکه ومر الماء واغبرت الارض فقال آدم قد حدث فی الارض حدث وکان لھابیل یوم قتل عشرون سنة واختلفوا فی مصرعه فقیل علی جبل نود بالھند وقال بعضھم علی عقبة حراء وحکی ابن جریر قال جعفر الصادق رحمه الله بالبصرة فی موضع المسجد الاعظم اھ۔

یعقوب بن اسحٰق بن زید بن عبد اللہ الحضرمی بالولاء البصری المقرئ المشھور رحمہ اللہ وھو احد القراء العشرة وھو المقرئ الثامن کذا فی الوفیات لابن خلکان ج ۶ ص ۔ یعقوب موصوف امام قرارت، زاہد، صالح، ورع، امام نحو وعربیت وفقہ وقراءت ہیں۔ کنیت ابو محمد یا ابو یوسف ہے۔ حافظ سیوطی بغیہ ص ۴۱۸ میں لکھتے ہیں کان اعلم الناس فی زمانه بالقراءات والعربیة وکلام العرب والروایة والفقه فاضلا تقیا ورعا زاھدا سرق رداؤہ وھو فی الصلاة ورد الیه ولم یشعر لشغله بالصلاة وبلغ من جاھه بالبصرة انه کان یحبس ویطلق۔ آپ روایت کرتے ہیں اپنے جد زید بن عبد اللہ واسود بن شیبان وسلیمان بن معاذ الضبی وسلیم بن حیان وعبد الرحمٰن بن میمون وابو عقیل دورقی وشعبہ وحماد بن سلمہ وہمام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں عمرو بن علی الفلاس وابو الربیع الزہرانی وعبد اللہ بن محمد بن یحیی طرسوسی وعقبہ ابن مکرم وحسین بن علی الصدائی واحمد بن ثابت جحدری رحمہم اللہ۔

امام احمدؒ وابو حاتمؒ فرماتے ہیں ہو صدوق۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ کذا فی التہذیب لابن حجر ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ عبد الرحمٰن بن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں سئل احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عن یعقوب الحضرمی فقال صدوق وسئل ابو حاتم الرازی عنه فقال صدوق وقال ابو حاتم کان یعقوب الحضرمی اعلم من ادرکنا ورأینا بالحروف والاختلاف فی القرآن الکریم وتعلیله ومذاھب النحو فی القرآن الکریم۔ ابو عمرو بن العلاءؒ کے بعد عام اہل بصرہ نے آپ کی قرارت کی پیروی کی۔ طاہر بن عبد المنعم بن غلبون امام جامع مسجد بصرہ صرف یعقوبؒ کی قرارت پڑھتے تھے۔ یعقوبؒ نے ایک کتاب مسمی بہ الجامع تصنیف کی جس میں آپ نے تمام وجوہ قرارت اور ان کا اختلاف ذکر کر کے ہر حرف اپنے اپنے قاری کی طرف منسوب کیا۔

ابن خلکان کہتے ہیں وھو من اھل بیت العلم بالقراءات والعربیة وکلام العرب والروایة الکثیرة للحروف والفقه وکان من اقرأ القراء واخذ عنه عامة حروف القرآن مسندا وغیر مسند من قراء الحرمین والعراقین واھل الشام وغیرھم اھ۔

آپ کا خاندان علمی خاندان تھا۔ آپ کے جد اعلی عبد اللہ بن ابی اسحاق حضرمی ائمہ کبار میں سے تھے۔ ابو عبیدؒ لکھتے ہیں اول من وضع العربیة ابو الاسود الدؤلی ثم میمون الاقرن ثم عنبسة الفیل ثم عبد اللہ بن ابی اسحق

الحضرمی آھ۔ ابن ابی اسحاق حضرمی عیسی بن عمر ثقفی وابوعمرو بن العلاء کے معاصر ہیں اور دونوں سے پہلے وفات پائی۔ بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ بن ابی موسی الاشعری نے عبداللہ موصوف وقاری ابوعمرو بن العلاء کو اپنے پاس بلا کر مناظرہ کرایا تو عبداللہ غالب ہوئے قال ابوعمرو فغلبنی ابن ابی اسحاق بالھمز فنظرت فیہ بعد ذلك وبالغتُ فیہ۔ یہ عبداللہ موصوف وہی ہیں جو عموماً فرزدق کے اشعار پر تنقید کرتے اور ان میں لغوی اغلاط کی نشان دہی کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی مذمت میں فرزدق نے یہ شعر کہا جو بعد میں علماء کے مابین بہت مشہور ہوا ؎

فلوکان عبداللہ مولیً ھجوتہ ولکن عبداللہ مولی موالیا

جب عبداللہ موصوف تک یہ شعر پہنچا تو فرمایا اس میں بڑی لغوی غلطی ہے۔ موالیا کہنا غلط ہے صحیح مولی موال ہے۔

مبرد فرماتے ہیں اجمعت العلماء باللغۃ انّ اوّل من وضع العربیۃ ابوالاسود الدؤلی وانہ لقن ذلك عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم اخذ النحو عن ابی الاسود عنبسۃ بن معدان المھری واخذ عن عنبسۃ میمون الاقرن واخذ عن میمون عبداللہ بن ابی اسحٰق الحضرمی واخذہٗ عنہ عیسی بن عمر واخذ عن عیسی الخلیل واخذ عنہ سیبویہ واخذ عن سیبویہ الاخفش اھ۔ بہرحال قاری تامن یعقوب بن اسحاق علمی خاندان کے فرد جلیل ہیں۔ آپ کے والد بھی بڑے عالم وقاری تھے۔ بعض نے آپ کی مدح میں کہا ہے ؎

ابوہ من القراء کان وجدّہٗ ویعقوب فی القرّاء کالکوکب الدّری

تفرّدہ محض الصواب ووجھہ فمن مثلہ فی وقتہ والی الحشر

ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں اخذ یعقوبُ القراءۃَ عرضاً عن سلام بن سلیمان الطویل ومھدی بن میمون وابی الاشھب العطاردی وغیرھم وروی عن حمزۃ حروفاً وسمع الحروف من الکسائی وسمع من جدّہ زید بن عبداللہ وشعبۃ واما اسنادُہ فی القراءۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ قرأ علی سلام المذکور وقرأ سلام علی عاصم بن ابی النجود وقرأ عاصم علی ابی عبدالرحمن السلمی وقرأ ابوعبدالرحمن علی علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وقرأ علیّ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی القراءۃ عن یعقوب المذکور عرضاً جماعۃٌ منھم روح بن عبدالمؤمن ومحمد بن المتوکل وابوحاتم السجستانی وغیرھم وسمع منہ الزعفرانی انتھی وفیات ج ۶ ص ۳۹۱۔

قاری یعقوبؒ کے ترجمہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے معجم الادباء ج ۲۰ ص ۵۲۔ النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۱۷۹۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۴۱۸۔ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۰۴۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۳۴۸۔ شذرات ج ۲ ص ۱۴۔ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۸۶۔ طبقات زبیدی ص ۵۱ وغیرہ وغیرہ۔ قاری یعقوبؒ کی وفات بقول اصح ماہ ذوالحجہ یا جمادی الاولی ۲۰۵ھ میں ہوئی۔

فائدہ لطیفہ ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ قاری یعقوب کی کل عمر ۸۸ سال تھی اسی طرح آپ کے والد اسحاق

بھی بعمر ۸۸ سال انتقال کر گئے تھے اور جد زیدی کی بھی کل عمر ۸۸ سال تھی۔

فائدہ۔ قاری یعقوبؒ کے رواۃ بہت ہیں۔ لیکن مشہور دو ہیں۔ اول رویسؒ۔ دوم ابوالحسن رَوحؒ

یحیی بن المبارک بن المغیرۃ العدوی المعروف بالیزیدی المقرئی النحوی اللغوی مولی بنی عدی بن مناۃ البصری رحمہ اللہ تعالی۔ یحیی بن المبارک یزیدیؒ قراء سبعہ میں سے قاری ابوعمرو بن العلاء کے قرات میں تلمیذ و خلیفہ ہیں۔ ابن العلاء کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے۔ دراصل بصرہ کے ہیں۔ پھر بغداد میں سکونت اختیار کی۔ بغداد میں ابن العلاء وابن جریج سے تحدیث کی۔ قاری ابوعمرو بن العلاء کی قرات کے مدار آپ ہی ہیں کیونکہ علماء و قراء کے نزدیک قاری ابوعمرو کے دو راوی مشہور ہیں اول دوری دوم سوسی۔ اور دونوں نے بلاواسطہ ابوعمرو سے اخذ قراءت نہیں کیا بلکہ دونوں نے یحیی یزیدی مذکور سے اخذ قراءت کیا اور یحیی یزیدی نے ابوعمرو سے اخذ کیا ہے۔

یحیی یزیدیؒ سے اخذ کرنے اور روایت کرنے والے یہ علماء ہیں۔ آپ کے بیٹے محمد بن یحیی بن المبارک وابوعبید قاسم بن سلام واسحاق بن ابراہیم موصلی وابوعمرو دوری وابوحمدون الطیب بن اسماعیل وابوشعیب سوسی صالح ابن محمد وعامر بن عمر موصلی وابوخلاد وسلیمان بن خلاد وغیرہ رحمہم اللہ تعالی۔ وخالف الیزیدی اباعمرو فی حروف یسیرۃ من القراءۃ اختارھا لنفسہ۔

یحیی مذکور کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔ طبقات ابن المعتز، ص ۲۷۳۔ الاغانی ج ۲۱ ص ۹۲ ومعجم مرزبانی ص ۴۸۷ وشرح المرزوقی للحماسۃ ومعجم الادباء ج ۲۰ ص ۳ ونور القبس ص ۸۰ ونزہۃ الالباء ص ۵۳ وعبر الذہبی ج ۱ ص ۳۳۸ والشذرات ج ۲ ص ۴ وغایۃ النہایۃ ج ۲ ص ۳۸۵ ومرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳ وبغیۃ الوعاۃ ص ۴۱۴ وخزانۃ الادب ج ۴ ص ۲۲۶ وغیرہ۔

یحیی یزیدیؒ یزید بن منصور خال مہدی کی اولاد کے معلم و مؤدب تھے اور اسی تعلق سے انہیں یزیدی کہتے ہیں بعدہٗ ہارون رشید کے مقرب ہو کر اس کے بیٹے مامون کے مؤدب مقرر ہوئے۔ اور اس کے دوسرے بیٹے امین کے مؤدب امام کسائی تھے۔ اسی وجہ سے یزیدی اور کسائی ہارون رشید کے دربار میں آتے جاتے تھے۔ ہارون نے کسائی سے کہا تھا کہ امین کو قراءتِ حمزہ سکھائیے اور یحیی یزیدی کو کہا کہ مامون کو قراءتِ ابوعمرو بن العلاء پڑھائیے۔ کذا فی وفیات الاعیان ج ۶ ص ۱۸۴۔ یحیی یزیدی کی کنیت ابومحمد ہے۔ یزیدی سے مشہور ہیں یزیدی اور کسائی میں مناظرے ہوا کرتے تھے۔ دونوں بڑے نحوی ولغوی وماہر قراءت جبر الامۃ تھے۔ تاہم کسائی کا مقام بلند ہے۔ کیونکہ کسائی امام نحو ہونے کے ساتھ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں اور یزیدی صرف راوی ہیں قراء سبعہ میں سے ایک قاری ابوعمرو بن العلاء کے۔

یزیدی فرماتے ہیں ایک دن میں خلیفہ مامون رشید کی مجلس میں گیا جہاں ہر قسم کا سامان عیش و مسرت

موجود تھا۔ اس کی جمیل وحسین ترین وخوش آواز باندی نُعم نامی نے گانا شروع کیا اور یہ شعر پڑھے ؎

وزعمتِ اَنّی ظالم فھجرتِنی ۔۔۔ ورمیتِ فی قلبی بسھم نافذٍ

فنعم ھجرتُكِ فاغفری وتجاوزی ۔۔۔ ھذا مقام المستجیر العائذٍ

ھذا مقام فتًی اضرّبه الھویٰ ۔۔۔ قرح الجفون بحُسنِ جھك لائذٍ

ولقد اَخذتم من فؤادی اُنسه ۔۔۔ لاشلّ ربّی کفّ ذاك الآخذٍ

مامون نے بار بار یہ اشعار سنانے کا حکم دیا پھر کہا یا یزیدی اَیکون شیٔ احسنَ مما نحن فیه ؟ قلتُ نعم یا امیرَ المؤمنین قال وما ھو ؟ قلتُ الشکر لمن خوّلك ھذا الانعامَ العظیم الجلیل۔ فقال اَحسنتَ وصدقتَ و وَصَلنی وامر بمائة الف درھم یتصدق بھا فکانّی انظر الی البدرِ وقد اخرجت والمال یُفرّق۔ یزیدی کے پانچ بیٹے تھے سب علماء ادبا شعراء تھے۔ ان کے نام یہ ہیں ابوعبداللہ محمد و ابراہیم و ابوالقاسم اسمٰعیل و ابوعبدالرحمٰن عبداللہ وابویعقوب اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ۔ سب نے لغت وعربیت میں تصانیف کیں۔

قاری یزیدی رحمہ اللہ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں مثل کتاب المقصوُ والممدُود وکتاب مختصر نحو میں وکتاب النقط والشکل وکتاب النوادر۔ آپ کا خراسان میں ۲۰۲ھ میں بعمر ۷۴ سال انتقال ہوا۔ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں کہ یزیدیؒ کی وفات شہر مرو میں ہوئی اور عند البعض بصرہ میں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی عمر سو سال سے کچھ کم تھی۔

فصل

اس فصل میں ہم اُن حیوانات کے احوال ذکر کرتے ہیں جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل یعنی تا آخر سورۂ بقرہ میں مذکور ہیں۔

۱۔ **الاسد** شیر۔ آیت الذین ینقضون عهد الله کے تحت اسد کا ذکر موجود ہے۔ اُسود۔ اُسُدٌ۔ آسُدٌ وآساد اسد کی جموع ہیں۔ مؤنث اَسَدَةٌ ہے۔ شیر کے لغت عربی میں پانچ سو اسماء وصفات ہیں۔ کما قال ابن خالویہ۔ علی بن قاسم لغوی نے ۱۳۰ نام اور بڑھائے ہیں۔ چند مشہور نام یہ ہیں۔ اُسامہ۔ جخدب۔ بَیہس۔ حارث۔ حیدرۃ۔ دواس۔ رِئبال۔ زفر۔ سَبعہ۔ صعب۔ ضِرغام۔ ضیغم۔ طیثار۔ عنبس۔ غضنفر۔ فرافصہ۔ قسوۃ۔ کہمس۔ لیث۔ متأنس۔ قہیب۔ ہرماس۔ وَرد۔ لجم۔ قشعم۔ اَقدم۔ عِرضام۔ عَرزم۔ عَراہم۔

علماء ادب کا قانون ہے ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی۔ یہ قانون تقریباً ہر ادبی کتاب میں موجود ہے

اور ادبار وعلمار کے نزدیک تقریبًا مجمع علیہ ہے۔ لیکن میرے خیال ناقص میں یہ قانون مخدوش ہے۔ اس لیے کہ لغتِ عربی میں سانپ کے بھی بہت سے نام ہیں ابن خالویہ جو مشہور نحوی وادیب ہیں فرماتے ہیں کہ سانپ کے دو سو نام ہیں۔ حالانکہ سانپ میں کوئی شرافت موجود نہیں ہے سانپ انسان کا دشمن ہے اور انسان کے لیے بے شمار خطرات کا موجب ہے۔ اسی طرح مصائب وآفات کے نام بھی لغتِ عربی میں بہت زیادہ ہیں۔ امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ مصائب کے ۴۰۰ نام ہیں اور یہ کثرتِ اسمار بھی ایک مصیبت ہے قال وھذہ احدی المصائب۔ اور کوئی ذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ مصائب شرافت سے موصوف ہیں۔

لہذا میری رائے میں یہ قانون ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی صحیح نہیں ہے اور اس کا کلی وعام ہونا محلِ نظر ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے ان کثرۃ الاسماء تدُلّ علی عظمۃ المسمّٰی وکونہ مما یُخاف منہ اور بعد ازیں اس قانون کی کلیت وصحت میں شک باقی نہیں رہتا کیونکہ شیر اور سانپ اور اسی طرح مصائب کی ہیبت مسلّم ہے۔ نیز ان کے خوفناک ہونے میں شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام بھی کثیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عظیم ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام بھی زیادہ ہیں اور قرآن کریم کے نام بھی زیادہ ہیں اور دونوں کی عظمت میں شک نہیں ہے۔ اسی طرح ان تینوں کی یعنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی ہیبت وخوف ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ورسول کی مخالفت موجب عذاب ہے لہذا ان کی مخالفت سے ڈرنا اور بچنا ضروری ہے۔ شیر کے چند اوصاف مشہور ہیں۔

اوّل یہ کہ اس میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے اور صبر کرنے کی قوت بہ نسبت اور درندوں کے بہت زیادہ ہے۔

دوم یہ کہ وہ کسی اور درندے کا شکار نہیں کھاتا۔

سوم یہ کہ شیر وہ پانی نہیں پیتا جسے کتے نے منہ لگایا ہو۔

چہارم یہ کہ وہ شجاعت اور بزدلی دونوں سے متصف ہے۔ اس کی بزدلی یہ ہے کہ وہ مرغ کی آواز سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح بلی سے بھی ڈرتا ہے اور لوہے پیتل وغیرہ دھات کے بنے ہوئے برتن بجانے کی آواز سے بھی خوف کھاتا ہے اور آگ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

پنجم یہ کہ وہ دائمًا محموم یعنی بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک حدیث مرفوع ہے جو ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے عن زید بن اسلم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثنین قال لہ اصحابہ کیف نطمئن او تطمئن مواشینا ومعنا الاسد فسلّط اللہ علیہ الحمّٰی فکانت اول الحمّٰی نزلت فی الارض فھو لا یزال محمومًا۔ وروی محمد بن المنکدر عن سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال رکبتُ سفینۃً فی البحر فانکسرت فرکبتُ لوحًا فاخرجنی الی اجمۃٍ فیھا اسدٌ فاقبل الیّ فقلتُ

انا سفینۃُ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا تائہ فجعل یغمزنی بمنکبہ حتی اقامنی علی الطریق ثم ھمھم فظننت انہ السلام۔ وفی دلائل النبوۃ للبیہقی عن ابن المنکدر ایضاً ان سفینۃ مولی رسول اللہ اخطأ الجیش بارض الروم واُسِر فی ارض الروم فانطلق ھارباً یلتمس الجیش فاذا ھو بالاسد فقال لہ یا اباالحارث انا سفینۃُ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من امری کیت وکیت فاقبل الاسد یبصبص حتی قام الی جنبہ وکلما سمع صوتاً اھوی الیہ ثم یمشی الی جنبہ فلم یزل کذلک حتی بلغ الجیش فرجع الاسد۔

۲۔ **الاِبِل** ۔ بکسر ہمزہ وباء۔ اُونٹ۔ آیت یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السِلم کافّۃً کے تحت ابل مذکور ہے۔ ابل اسم جنس ہے۔ قالہ ابن سیدہ۔ بعیر کا اطلاق بھی ابل کی طرح مذکر و مؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ ابل کی جمع آبال ہے سُمِّی بذلک لانہا تبول علی افخاذھا۔ کذا فی کتب الفقہ۔ یہ وجہ تسمیہ اشتقاق اکبر یا کبیر پر متفرع ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ابل مہموز الفاء اور بول معتل العین ہے۔

ابل عجیب وغریب خصائص لفظیہ وشرعیہ وخُلقیہ وتکوینیہ کا حامل ہے لیکن کثرتِ رؤیت کی وجہ سے اس کے عجائب کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً

(۱) یہ حیوان عظیم الجثہ وطویل العُنُق ہے۔ (۲) سریع الانقیاد ہے۔ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے اور اسی کے ساتھ بیٹھ بھی سکتا ہے۔ اس کی طاقت کا منبع اس کی طویل گردن ہے جس کی حرکت ومعاونت سے وہ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے۔

(۳) اس کی پشت پر باقاعدہ چھوٹا سا گھر بنایا جا سکتا ہے کما کانت عادۃ العرب فی الاسفار (۴) بغیر آرام کے طویل سفر کر سکتا ہے (۵) سخت پیاس اور بھوک کی قوتِ برداشت رکھتا ہے حتی کہ دس دن تک وہ پیاسا رہ سکتا ہے اسی وجہ سے عرب اسے سفینۃ البر کہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وعلیھا وعلی الفلک تحملون سفینہ بَرّ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کشتی کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔

(۶) بہ نسبت دیگر حیوانات کے اس پر نظرِ بد کا اثر بہت جلد ہوتا ہے ولذا قال علیہ السلام استعیذوا باللہ من العین فانّ العینَ حق فانہا تدخل الرجلَ القبرَ والجملَ القِدرَ (۷) اس کا رحمتِ خداوندی سے تعلق زیادہ ہے قال علیہ السلام لاتسبُّوا الابل فانہا من نَفَسِ اللہ تعالیٰ۔ حکاہ ابن سیدہ۔ ولا ادری حال سندہ۔

(۸) شیطان سے بھی اس کا رابطہ قوی ہے۔ پس اونٹ مجمع الاضداد ہے وھذا من عجائب قدرۃ اللہ تعالیٰ فعن عبداللہ بن مغفل مرفوعاً ان الابل خُلِقَت من الشیاطین۔ اخرجہ ابن حبان والنسائی۔ ایک اور حدیث ہے علیٰ سنام کل بعیر شیطان۔

(۹) اونٹوں کے ٹھیرانے کی جگہ یعنی مَبارک میں نماز پڑھنا مکروہ ہے عند بعض الائمۃ۔ وفی الحدیث

لا تصلّوا فی مبارک الابل فانہا ماوی الشیاطین۔

(۱۰) سُہیل تارے پر نظر پڑ جانے سے بیمار ہوتا یا مر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے طلوع سہیل کے بعد اونٹ سہیل کی طرف رات کو منہ نہیں کرتے۔

(۱۱) اس کا گوشت قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ کما قال الاطباء۔

(۱۲) اس کا گوشت کھانا ناقضِ وضوء ہے عند احمد و اسحٰق والشافعی فی قولہ القدیم۔

(۱۳) بوقتِ مستی اس کے منہ سے شقشقہ ظاہر ہوتا ہے وھی الجلدۃ الحمراء التی یخرجھا من جوفہ وینفخ فیھا فتظھر من بشدقہ۔

(۱۴) اس کا بڑا کوہان ہوتا ہے اور بُختی کے دو کوہان ہوتے ہیں۔

(۱۵) سیبویہ فرماتے ہیں وزن اِبِل یعنی فِعِل بکسر فا و عین پر لغتِ عربی میں صرف ایک ہی لفظ یعنی لفظِ ابل ثابت ہے۔ عند البعض بلز کا وزن بھی یہی ہے۔ والتفصیل فی کتبنا الادبیۃ۔ شاید ان عجائبات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ وعن سعید بن جبیر قال لقیتُ شریحًا القاضی ذاھبًا فقلتُ این تُرِید فقال اُرِیدُ الکناسۃَ فقلت وما تَصنَعُ بالکناسۃ قال انظر الی الابل کیف خلقت

۳۔ **ابنِ دایہ**۔ یہ کنیت ہے کوّے کی۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن کے بیان میں ابن دایہ مذکور ہے۔ کوے کی بہت سی کنیتیں ہیں جو حیاۃ الحیوان وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابن دایہ کے علاوہ ابن الابرص۔ ابن بریح۔ ابوحاتم۔ ابوجحادف۔ ابوالجراح۔ ابوحذر۔ ابوزیدان۔ ابوزاجر۔ ابوالشوم۔ ابوغیاث۔ ابوالقعقاع۔ ابوالمرقال بھی کوے کی کنیتیں ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

انّ الغراب وکان یمشی مشیۃ ۔۔۔ فیما مضیٰ من سالف الاجیال
حَسَدَ القطاۃ ورام یمشی مشیہا ۔۔۔ فاَصابہ ضرب من العقال
فاَضلّ مشیتہ و اَخطأ مشیہا ۔۔۔ فلذاک سَمّوہ ابا المرقال

اردو میں بھی ایسا محاورہ موجود ہے چنانچہ کہتے ہیں کوّا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ اہل عرب جس طرح انسان کی کنیت مقرر کرتے تھے اسی طرح انہوں نے کئی جانوروں کی بھی کنیتیں مقرر کی ہیں۔ کوّا چونکہ بہت معروف پرندہ ہے اس لیے انہوں نے اس کی بہت سی کنیتیں وضع کیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔

۴۔ **بَعُوضَۃً**۔ مچھر۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے قال اللہ مثلاً ما بعوضۃً۔ بعوضۃ مفرد ہے اور بعوض اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل وکثیر پر ہوتا ہے۔ عربی میں مچھر کو بَق بھی کہتے ہیں۔ مچھر کی بہت سی انواع ہیں اور یہ نہایت تیز رفتار ہوتا ہے۔ صغیر الجثہ ہونے کے باوجود مچھر کی شکل وصورت ہاتھی کی شکل سے مشابہ ہے۔ کچھ فرق ہے وہ یہ کہ اس کے اعضاء ہاتھی کے اعضاء سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ہاتھی کے اعضاء چار

ٹانگیں، دُم اور خرطوم یعنی سُونڈ ہیں۔ اور مچھر کے ان اعضاء کے علاوہ دو ٹانگیں زائد ہیں۔ اسی طرح اس کے چار پَر ہوتے ہیں۔ نیز ہاتھی کی سونڈ ٹھوس ہے اور مچھر کی سونڈ مجوّف یعنی اس میں سوراخ ہے جو مچھر کے لیے بمنزلہ حلقوم ہے اس سوراخ کے ذریعہ وہ خون اپنے پیٹ تک پہنچاتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی یہ سونڈ نرم و نازک ہے وہ اسے جیوان کی سخت کھال میں داخل کر دیتا ہے۔ مچھر کی انواع میں ایک نوع وہ ہے جس کے کاٹنے سے ملیریا بخار پیدا ہوتا ہے۔ مچھر اور مچھر کا پَر حقارت میں ضرب المثل ہے یقال اضعف من بعوضۃ قرآن واحادیث میں اس کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے۔

مچھر کا جُثّہ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن یہ دستِ قدرت کی صنّاعی کا عجیب و بدیع مظہر ہے۔ اگر ان اوصاف پر کوئی شخص غور کرے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مچھر میں تخلیق فرمایا ہے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ اللہ کی عظمت و قدرت اور حکمت کی بڑی دلیل ہیں۔ مثلاً صغیر الجثہ ہونے کے باوجود اس کی آواز بڑی تیز ہے اور نہایت تیزی سے اڑنے والا ہے اور اپنی خوراک پوری طرح پہچانتا ہے چنانچہ وہ انسان و حیوان کی تلاش میں رہتا ہے اور ان کا خون چُوستا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس کی خوراک حیوانی خون ہے اس کی خرطوم نرم و نازک ہونے کے باوجود سخت کھال میں سوراخ کر لیتی ہے۔ نیز ماہرینِ حیوانات لکھتے ہیں کہ مچھر جب انسانی اعضاء پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ خرطوم کے ذریعہ ان مسامات کو تلاش کرتا ہے جن سے پسینہ نکلتا ہے کیونکہ یہی انسانی جلد کا نرم ترین حصہ ہوتا ہے تو وہ اس میں اپنی سونڈ داخل کر کے خون چوستا ہے۔ نیز ماہرین کہتے ہیں کہ مچھر کے مقدم دماغ میں قوتِ حفظ اور وسط میں قوتِ فکر اور مؤخر میں قوتِ ذکر ہے۔ اور اسی سر میں اس کی آنکھیں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حاسۂ لمس و حاسۂ شم بھی دیا ہے اور غذا کا منفذ اور فضلات کا مخرج بھی اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے اس کا پیٹ بھی ہے انتڑیاں اور ہڈیاں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس جثۂ صغیرہ میں تخلیق کی ہیں۔

بہر حال مچھر کے اس جثۂ صغیرہ میں قدرت کا عظیم الشان کارخانہ موجود ہے جو اسرار و رموز کا حامل ہے اس لیے زمخشری نے کہا ہے ؎

یا مَن یَرَیٰ مدَّ البعوضِ جَناحَھا ۔۔۔ فی ظلمۃِ اللیل البھیم الالیلِ

ویَرَیٰ مناطَ عُروقِھا فی نحرِھا ۔۔۔ والمخَّ فی تلکَ العظامِ النّحلِ

اُمنُن علیَّ بتوبۃٍ تمحو بھا ۔۔۔ ماکانَ مِنّی فی الزمانِ الاوّلِ

ابن خلکان بعض فضلاء سے روایت کرتے ہیں کہ زمخشری نے وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد میری قبر پر یہ ابیات لکھی جائیں۔

۵۔ البقرۃ۔ بیل۔ گائے۔ سورۂ بقرہ میں بیل۔ گائے کا قصہ مذکور ہے۔ بقرہ کے معنی صرف گائے یعنی صرف اُنثیٰ پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ہے بلکہ لغۃً بقرۃ کا اطلاق ذکر و انثیٰ یعنی نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے اور

بقرہ میں تاء تانیثِ معنوی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ وحدت کے لیے ہے۔ بقرہ کے معنی ہیں ایک بیل یا گائے۔ اور بقر بحذفِ تاء اسم جنس ہے۔ اسم جنس کا اطلاق قلیل پر بھی ہوتا ہے اور کثیر پر بھی مثل تمرۃ وتمر و بعوضۃ وبعوض قال المبرد اذا اردت التمییز قلت ھذا بقرۃ للذکر وھذہ بقرۃ للانثی کما تقول ھذا بطّۃ للذکر وھذہ بطّۃ للانثی۔ بقرہ کی جمع بقرات ہے قال اللہ تعالیٰ سبع بقراتٍ سمانٍ بقیر وبقران وباقر کا اطلاق جماعتِ بقر چرواہوں سمیت پر ہوتا ہے۔ بقر کو باقورۃ بھی کہتے ہیں۔ حدیث ہے فی کل ثلاثین باقورۃ بقرۃ۔ بقر کے معنی شق (چیرنا) ہے یقال بقر اذا شقّ سمی بذلک لانہ یبقر الارض ویشقّھا بالحراثۃ۔ محمد بن علی بن العابدین ابن حسین کا لقب باقر تھا۔ لانہ بقر العلم ای شقّہ ودخل فیہ مدخلاً بلیغا۔

اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے لحم بقر کھایا ہے یا کہ نہیں کسی حدیث میں صراحۃً اکل ثابت نہیں۔ البتہ تضحیۂ بقر ثابت ومروی ہے۔ ففی الصحیح عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحّٰی عن نسائہ بالبقر۔ اور ظاہر ہے کہ آپ نے بقر کا گوشت کھایا ہوگا کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی کا گوشت ضرور تناول فرماتے تھے اور امت کے لیے بھی اس کا کھانا سنت قرار دیا ہے۔ طبرانی میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البانھا شفاءٌ وسمنُھا دواءٌ ولحمھا داء۔ مگر یہ حدیث صحیح نہیں اس میں ایک راوی مجہول الاسم عورت ہے۔

۶۔ **الجراد**۔ ٹڈی۔ ملخ۔ اس کا ذکر آیت انما حرّم علیکم المیتۃ کے ذیل میں ہے۔ جراد اسم جنس ہے واحد جرادۃ ہے۔ مذکر ومؤنث اس میں برابر ہیں۔ یہ مشتق ہے جرد سے یقال ثوب جرد ای املس قال اللہ تعالیٰ یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر ای فی کل مکان وقیل وجہ التشبیہ انھم حیاری فزعون لایھتدون والجراد لاجھۃ لہ۔ جراد عجائب مخلوقات میں سے ہے۔ وہ مختلف الانواع مختلف الجثہ ومختلف الالوان ہیں انڈے اور بچے پیدا کرتے وقت سخت ترین زمین میں جثہ کا پچھلا حصہ مشابہ بہ دُم داخل کر دیتا ہے۔ جب کہ اس زمین پر سخت لکڑی بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ جراد کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح نظم اور امیر کی اطاعت کا جذبہ ہوتا ہے۔ رئیس جدھر اڑنے لگے سارے کے سارے اُس کے ساتھ ہی اڑتے ہیں۔

روی الطبرانی والبیھقی مرفوعاً لا تقتلوا الجراد فانہ جند اللہ الاعظم۔ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ فسادِ زرع وغیرہ نہ کرے اور اگر کھیت وغیرہ کو نقصان پہنچائے تو ان کا قتل جائز ہے۔ چنانچہ طبرانی میں ایک روایت ہے حسن بن علیؓ سے عن الحسن بن علی قال کنا علی مائدۃ نأکل انا واخی محمد بن الحنفیۃ وبنو عمّی عبد اللہ وقثم والفضل اولاد العباس فوقعت جرادۃ علی المائدۃ فاخذھا عبد اللہ وقال لی ما مکتوب علی ھذہ فقلت سالتُ ابی عن ذلک فقال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی مکتوب علیھا انا اللہ لا الہ الا انا ربّ الجراد ورازقھا ان شئتُ بعثتھا رزقاً لقوم وان شئتُ بعثتھا بلاءً علی قومٍ

فقال عبد اللہ ھذا من العلم المکنون۔ قیامت کے قرب کی علامات میں سے ٹڈیوں کا فقدان ہے قیامت سے کچھ قبل تمام انواع مخلوق میں سب سے پہلے یہ نوع ختم ہوگی۔

۷۔ **الحمار** ۔ گدھا۔ آیت فقلنا لھم کونوا قردۃ کے ذیل میں حمار مذکور ہے۔ اس کی جمع حمیر و حُمُر و اَحمِرۃ ہے۔ نر و مادہ دونوں پر حمار کا اطلاق ہوتا ہے۔ مادہ کو بالخصوص آتان و حمارۃ کہتے ہیں۔ زیادہ تر حمار کا اطلاق نر پر ہوتا ہے۔ کنیت ابوصابر۔ ابوزیاد اور مادہ کی کنیت امّ محمود وام تولب وام جحش وام نافع وام وہب ہے۔ قرآن مجید میں اس کی آواز کو انکر الاصوات کہا ہے۔

گدھا بزدلی و غباوت میں ضرب المثل ہے کما ورد فی الصحیحین ان النبی علیہ السلام قال اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یجعل اللہ صورتہ صورۃ حمار او یحوّل راسہ رأس حمار۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے قصداً و عمداً امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سر گدھے کی صورت میں بدل دیا۔ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے حکی عن بعض المحدثین انہ رحل الی دمشق لاخذ الحدیث عن شیخ مشھور بھا فقرأ علیہ جملۃ لکنہ کان یجعل بینہ و بینہ حجاباً ولم یر وجھہ فلما طالت ملازمتہ لہ و رای حرصہ علی الحدیث کشف الستر فرای وجھہ وجہ حمار فقال لہ احذر یا بنیّ ان تسبق الامام فانی لما مرّ بی ھذا الحدیث استبعدت وقوعہ فسبقت الامام فصار وجھی کما تریٰ۔ حاشیہ ترمذی جلد ۱ ص ۱۳۰۔

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم نھاق الحمیر فتعوّذوا باللہ من الشیطان فانھا رأت شیطاناً واذا سمعتم صیاح الدیکۃ فاسألوا اللہ من فضلہ فانھا رأت ملکاً۔ فقہاء و علماء لکھتے ہیں یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ گدھا اور مرغ کسی ظاہری وجہ کے بغیر آواز نکالے۔ اور اگر گدھے نے دوسرے گدھے کو دیکھ کر رینکنا شروع کر دیا تو وہ اس حدیث مذکور کے مصداق سے خارج ہے۔ وفی تاریخ نیسابور وکامل ابن عدیّ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنھما مرفوعاً قال شرّ الحمیر الاسود القصیر۔ گدھا حقیر جانور سمجھا جاتا ہے اور اسے بعض لوگ کام لیتے وقت بہت مارتے ہیں لیکن بے جا اور حد سے زیادہ مارنا شرعاً ممنوع ہے۔

رسالہ قشیریہ باب الکرامات میں ہے سمعت اباحاتم السجستانی یقول سمعت ابانصر السراج یقول سمعت الحسین بن احمد الرازی یقول سمعت اباسلیمان الخواص یقول کنتُ راکباً حماراً یوماً وکان الذباب یؤذیہ فیطأطئ راسہ وکنت اَضرِبُ راسہ بخشبۃ فی یدی فرفع الحمار راسہ الیّ وقال اضرب فانک ھکذا علی راسک تضرب قال الحسین نقلت لابی سلیمان لک وقع ھذا قال نعم کما تسمعنی۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام گدھے کی سواری کرتے تھے وعن ابن مسعود کانت الانبیاء علیھم السلام یرکبون الحمر ویلبسون الصوف و یحلبون الشاۃ۔

حدیث شریف میں گدھے کی سواری اور بکری کا دودھ دوہنا تواضع کی علامت بتائی ہے۔ ایک بڑے استاذ ومفتی جو اس وقت (۱۳۷۴ھ میں) زندہ ہیں نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ کہیں سے گدھا تلاش کرو اور اس کے مالک سے اجازت لو تاکہ میں ایک دفعہ اس پر سوار ہو جاؤں (کیونکہ وہ کبھی بھی گدھے پر سوار نہیں ہوئے تھے) تاکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام پر عمل ہونے کے ساتھ اس علامتِ تواضع سے محروم نہ رہ جاؤں۔ چنانچہ ان کے لیے گدھا لایا گیا اور وہ اس پر سوار ہوکر پڑھانے کے لیے مدرسہ تک گئے۔ بہرحال متکبر آدمی گدھے پر لوگوں کے سامنے سوار ہونا پسند نہیں کرتا۔

اس بندہ کے نزدیک تکبر کے ازالہ وحصولِ علامتِ تواضع آج کل کی سواریوں میں سائیکل کی سواری کرنا ہے بس سائیکل آج کل کا گدھا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں متکبر لوگ کاروں وغیرہ میں سواری کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور سائیکل پر سوار ہونا اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ جس طرح عہدِ قدیم میں اُمراء ومتکبرین گھوڑے، خچر، اونٹ کی سواری اختیار کرتے ہوئے گدھے پر سواری کو معیوب اور اپنی ہتک سمجھتے تھے چونکہ ہمارے زمانے میں سواریوں کا نظام بدل گیا ہے اب اسی طرح عرفِ عام میں سائیکل گدھے کی طرح غرباء ومساکین کی سواری ہے۔

گدھے کا گوشت باتفاقِ ائمہ حرام ہے قالہ ابن عبد البر وانما رویت الرخصۃ فیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ البتہ جنگلی گدھا حلال ہے صحیح احادیث میں اس کا شکار کرنا اور کھانا ثابت ہے۔

۸۔ **الثَّوْر**۔ بیل۔ تابوتِ بنی اسرائیل کے بیان میں یعنی ان اٰیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثور کا معنی ہے بیل۔ ای الذکر من البقر۔ مادہ کو ثورۃ کہتے ہیں۔ جمع ثیران وثیرۃ ہے۔ سمّی بذالک لانّہ یثیر الارض کما سمّیت البقرۃ بقرۃ لانہا تبقرہا۔ ثور کا ذکر کئی احادیثِ مرفوعہ میں ثابت ہے۔ نسائی وصحیح مسلم میں ہے مرفوعاً عن ثوبان ان اھل الجنۃ حین یدخلونہا ینحر لہم ثور الجنۃ الذی کان یاکل من اطرافہا ویاکلون من زیادۃ کبد الحوت۔ وعن ابی ھریرۃ مرفوعاً ان الشمس والقمر ثوران فی النار یوم القیامۃ۔ رواہ البزار وفی روایۃ ثوران عقیران فی النار۔

۹۔ **الحمامۃ**۔ کبوتر۔ قال فخذ اربعۃً من الطیر کی شرح میں مذکور ہے۔ حمامہ کا اطلاق ذکر واُنثیٰ دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع حمام وحمائم وحمامات ہے۔ حمام عند المحققین مطلق کبوتر کا نام ہے خواہ جنگلی ہو خواہ مانوس۔ لکن کان الکسائی یقول الحمام ھو البری والیمام الذی یألف البیوت۔ وقال الاصمعی ان الیمام ھو الحمام البری والواحدۃ یمامۃ۔ بعض کتبِ اُدباء واہلِ لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمام صرف کبوتر کا نام نہیں ہے بلکہ ہر وہ پرندہ حمام کہلاتا ہے جو ذوطوق ہو والطوق الحمرۃ اوالخضرۃ اوالسواد المحیط بعنق الحمامۃ۔ چنانچہ امام شافعیؒ سے منقول ہے ان کل ما عبّ وھدر فھو حمام وان تفرقت اسمائہ وما شرب قطرۃً قطرۃً کالدجاج فلیس بحمامۃ۔ عبّ کا اطلاق ہوتا ہے پرندے کے پانی پینے پر۔ قال بعض اھل اللغۃ ان الحمام یقع علی الذی

يألف البيوت ويستفرخ فيها وعلى اليمام والقمري والفواخت والدبسي والقطا والوراشين والزاغ وغير ذلك من الطيور۔

وروى ابوداؤد عن ابی ہریرۃ ؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا یتبع حمامۃ فقال شیطان یتبع شیطانۃ۔ وروی الطبرانی ان النبی علیہ السلام کان یعجبہ النظر الی الاترج والحمام الاحمر۔ ماہرین لکھتے ہیں کہ کبوتر میں انسان کی کئی خصلتیں موجود ہیں منہا انہ لیس من الحیوان ما یستعمل التقبیل عند السفاد الا الانسان والحمام وھو عفیف فی السفاد یجر ذنبہ لیعفی اثر الانثی کانہ قد علم ما فعلت فیجتھد فی اخفائہ۔ ومنہا ما قال المثنی بن ھیرانہ قال لم ار شیئا قط من رجل وامراۃ الا وقد رایتہ فی الحمام رایت حمامۃ لا ترید الا ذکرھا وذکرا لا یرید الا انثاہ الا ان یھلک احدھما۔ کبوتروں سے کھیلنا اور بطور مشغلہ ان کا اڑانا شرعاً درست نہیں ہے اور یہ موجب فقر ہے روی البیھقی فی الشعب عن سفیان الثوری انہ قال کان اللعب بالحمام من عمل قوم لوط وقال ابراھیم النخعی من لعب بالحمام الطیارۃ لم یمت حتی یذوق الم الفقر۔

مسند بزار میں قصہ غار ثور و ہجرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں ہے ان اللہ تعالیٰ امر العنکبوت فنسجت علی وجہ الغار وارسل حمامتین وحشیتین فوقفتا علی فم الغار وان ذلک مما صد المشرکین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وان حمام الحرمین من نسل تینک الحمامتین۔ ابن خلکان نے لکھا ہے ان شرف الدین بن عنین حضر درس فخر الدین الرازی بخوارزم فسقطت بالقرب منہ حمامۃ ترتعد وقد طردھا بعض الجوارح فلما وقعت رجع عنہا ولم تقدر الحمامۃ علی الطیران من خوفہ وشدۃ البرد فلما قام الامام الرازی من الدرس وقف علیہا ورق لہا واخذھا بیدہ فانشدہ ابن عنین بدیہًا منہا۔ ؎

مَن نبّأ الورقاء أنّ محلّکم حرمٌ وأنّك ملجأٌ للخائف
وفدت علیك وقد تدانی حتفھا فحبوتھا ببقائھا المستأنف
لو أنھا تُحبی بمال لانثنت من راحتیك بنائلٍ متضاعف

۱۰۔ **الدّجاجۃ**۔ مرغی۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دجاجۃ کی جمع دجاج مثلث الدال ہے قالہ ابن مالک۔ دجاجۃ کے معنی ہیں مرغی۔ اس میں تاء للوحدۃ ہے مثل حمامۃ۔ اس لیے دجاجۃ کا اطلاق ذکر وانثی دونوں پر ہوتا ہے۔ سُمیت دجاجۃ لکثرۃ اقبالھا وادبارھا وحرکتھا یقال دجّ القومُ اذا اقبلوا و ادبروا۔ دجاجہ کی کنیت اُمّ الولید وام حفصہ وام جعفر وام عقبہ وام احدی وعشرین ام نافع ہے۔ مشہور ہے کہ مرغی بہت کم سوتی ہے اور سو جانے کے بعد بہت جلد بیدار ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی نیند بمقدارِ خروجِ نفس ورجوعِ نفس ہے اور اس کا سبب خوف ہے جو ہر وقت اس پر سوار رہتا ہے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ نر اور مادہ کا پتہ انڈے سے لگایا جا سکتا ہے۔ اگر انڈا طویل اور زم اطراف والا ہو

تو اس کے اندر مادہ ہوگی اور اگر انڈا گول اور عریضۃ الاطراف ہو تو اس کے اندر نر ہوگا۔ کہتے ہیں کہ مرغی کا انڈہ گندگی میں دبا دیا جائے تو بھی اس کے اندر بچہ بن جاتا ہے۔ ویعرف الفرخ الذکر من الفرخ الانثی بعد عشرۃ ایام بان یعلق بمنقارہ فان تحرک فذکر وان سکن فانثی۔ ابن ماجہ میں ایک روایت ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان النبی علیہ السلام امر الاغنیاء باتخاذ الغنم وامر الفقراء باتخاذ الدجاج وقال عند اتخاذ الاغنیاء الدجاج یأذن اللہ بھلاک القریٰ۔ لیکن یہ حدیث محدثین کے نزدیک موضوع ہے اور بعض اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی راوی کذاب ہے قال ابن حبان کان یضع الحدیث۔ حدیثِ شیخین وترمذی ہے عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال رأیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأکل دُجاجۃً قال ذلک فی حدیث طویل۔ کتاب کامل میں ہے عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یأکل دجاجۃً امر بھا فرُبطت ایامًا ثم یأکلھا بعد ذلک۔ قال ابن وحشیۃ ودماغ الدجاجۃ اذا وضع علی لسعۃ الحیۃ خاصۃً ابرأھا۔

۱۱۔ **الدّیک**۔ مرغ۔ آیت فخذ اربعۃ من الطیر کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دیک کا معنی ہے مرغ ای ذکر الدجاج۔ اس کی کنیت ہے ابو حسان وابو حماد وابو سلیمان وابو مدلج وابو نبہان وابو یقظان۔ مرغ میں متعدد اچھے اخلاق ہیں۔

اوّلًا یہ کہ وہ رات کے اوقات کو اچھی طرح جانتا ہے اور رات کو تقسیم کرکے اس کے متعدد حصوں میں اذان دیتا ہے اور اس میں اسے کبھی غلطی نہیں لگتی اِلّا نادرًا۔ خواہ رات طویل ہو یا مختصر اور فجر سے کچھ قبل تا طلوعِ فجر مسلسل اذان دیتا رہتا ہے۔ تہذیب میں ترجمہ بزی راوی عن ابن کثیر کی مروی یہ حدیث مذکور ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدیک الابیض الافرق حبیبی وحبیب حبیبی جبرائیل یحرس بیتہ وستۃ عشر بیتا من جیرانہ۔ طبریؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے ان النبی علیہ السلام کان لہ دیک ابیض۔ بعض کتابوں میں ہے ان الصحابۃ یسافرون بالدیکۃ لتعرفھم اوقات الصلوات۔

رُوی انہ کان لسعید بن جبیرؒ دیک یقوم فی اللیل بصیاحہ فلم یصح لیلۃً حتی اَصبح فلم یصلّ سعیدٌ تلک اللیلۃ فشق ذلک علیہ فقال مالہ قطع اللہ صوتہ فلم یسمع لہ صوت بعد ذلک۔

ثانیًا عن ابی ھریرۃؓ ان النبی علیہ السلام قال اذا سمعتم صِیاحَ الدیکۃ فاسألوا اللہ من فضلہ فانھا رأَت ملکًا واذا سمعتم نھاقَ الحمیر فتعوّذوا باللہ من الشیطان فانھا رأت شیطانًا۔ قال القاضی العیاض سببہ رجاء تأمین الملائکۃ علی الدعاء وشھادتہم لہ بالاخلاص والتضرع وفیہ استحباب الدعاء عند حضور الصالحین والتبرّک بھم۔

ثالثًا رُوی الثعلبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ اصوات یُحبّھا اللہ صوتَ الدیک وصوتَ قاریٔ القرآن

وصوت المستغفرین بالاسحار۔ وروی احمد وابوداؤد عن زید بن خالد الجہنیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسبّوا الدیك فانه یوقظ للصلوٰۃ وفی روایۃ فانه یدعوا الی الصلوٰۃ وفیه دلیل علی ان کل من استفید منه الخیر لا ینبغی ان یُسبّ ویُستہان بل حقه ان یکرم ویُشکر ویتلقی بالاحسان۔ وروی الحاکم فی المستدرك والطبرانی و رجاله رجال الصحیح عن ابی ہریرۃؓ ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ان اللہ اَذن لی ان اُحدّث عن دیكٍ رجلاہ فی الارض وعنقه منثنیۃ تحت العرش وھو یقول سبحانك ما اعظم شانك قال فیرد علیه ما یعلم ذلك من حلف بی کاذبًا۔ وروی الحاکم عن معدان بن ابی طلحۃ عن عمرؓ انه قال علی المنبر رأیتُ فی المنام کان دیکًا نقرنی ثلث نقرات فقلتُ اعجمی یقتلنی وانی جعلتُ امری الی ھؤلاء الستۃ الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وھو عنھم راضٍ عثمان وعلیّ وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

۱۲۔ **الذُّباب** ۔مکھی۔ ذباب اَن یضرب مثلاً ما بعوضۃً کی شرح میں مذکور ہے۔ ذباب کا واحد ذُبابۃٌ ہے۔ ذُباب اسم جنس ہے۔ جمع قلت اذِبّۃ ہے مثل اہلّۃ جمع ہلال۔ اور جمع کثرت ذِبّان بکسر ذال وتشدید باء ہے۔ کہتے ہیں اَرضٌ مَذَبّۃٌ بفتح المیم والذال۔ یعنی وہ زمین جس میں مکھیاں زیادہ ہوں۔ لیکن فرا کہتے ہیں کہ یوں کہنا چاہیے ارض مذبوبۃ ای ذات ذُباب۔ کما یقال ارض موحوشۃ۔ ای ذات الوحوش۔ ذباب کی کنیت ابوحفص وابوالحکیم وابوالحدرس ہے۔ ذباب کو ذباب اس لیے کہتے ہیں لکثرۃ حرکته واضطرابه۔ وقیل لانه کلما ذُبّ اٰب۔ اولانه یُذَبُّ ای یُدفَع۔ افلاطون کا قول ہے کہ ذباب سب چیزوں سے زیادہ حریص ہے۔ مکھی کے اجفان یعنی اَبرو نہیں ہیں اور اَبرو ہی آنکھ کو گرد وغبار سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجفان کا کام مکھی کے دو ہاتھوں کے ذمہ لگا دیا ہے اس لیے مکھی ہر وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی رہتی ہے۔

مکھی عفونت اور گندی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ مچھر کی طرح اس کی بھی خرطوم ہوتی ہے جو اس کی خوراک کا آلہ ہے۔ ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ مکھی سفید چیز پر سیاہ گندگی اور سیاہ کپڑے پر سفید گندگی ڈالتی ہے اور کدو کی بیل پر مکھی نہیں بیٹھتی یا بہت کم بیٹھتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل کا سایہ فرمادیا جب وہ مچھلی کے پیٹ سے نکلے تاکہ مکھیاں اُن پر بیٹھ کر انھیں تکلیف نہ پہنچا سکیں۔ شاعر ابو العلاء کہتا ہے ؎

یا طالبَ الرزقِ الھنیئ بقوۃٍ ۔۔۔ ھیھات انت بباطل مشغوفٗ

رعتِ الاُسودُ بقوۃٍ جیفَ الفلا ۔۔۔ ورعی الذبابُ الشھدَ وھو ضعیفٗ

مکھی کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے بڑے اسرار ہیں کما حدث یحییٰ بن معاذ ان ابا جعفر المنصور کان جالسًا فالحّ علی وجھه ذبابٌ حتی اضجرہ فقال انظروا من فی الباب فقالوا مقاتل بن سلیمان فقال علیّ به فلما دخل علیه قال ھل تعلم لماذا خلق اللہ الذباب۔ قال نعم لیُذِلَّ به الجبابرۃ۔ فسکت المنصور۔ مقاتل موصوف مشہور محدث ومفسر

گزرے ہیں: تاریخ ابن نجار میں ہے بسند متصل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یقع علی جسدہ ولا ثیابہ ذباب اصلا۔

مرفوع حدیث ہے ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیمقلہ فان فی احد جناحیہ داءً وفی الآخر دواءً وانہ یتقی بجناحہ الذی فیہ الداء، رواہ ابن ماجہ والبخاری والنسائی۔ بعض علما کہتے ہیں کہ بڑے تأمل وتجربہ کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ مکھی بائیں جانب کے پر کے ذریعہ اپنی حفاظت کرتی ہے اس لیے اولاً پانی وغیرہ میں بایاں پر ڈالتی ہے اور یہی جانب مناسب دار ہے اور دائیں جانب مناسب دوا ہے۔ عربی زبان میں مکھی کا بہت ذکر آیا ہے چنانچہ کہتے ہیں اجرأ من ذبابۃ واھون من ذبابۃ واخطأ من ذبابۃ۔

۱۳۔ **الزنبور**۔ بھڑ۔ اس کی جمع زنابیر ہے۔ زنبور آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ کے تحت شرح میں مذکور ہے۔ ابن خالویہ نے کتاب لیث میں لکھا ہے کہ بھڑ کی کنیت ابوعلی ہے زنبور کی متعدد انواع ہیں۔ روایت ہے کہ حسان بن ثابت رض کا بیٹا عبدالرحمٰن ایک دن روتا ہوا باپ کے پاس آیا اس وقت عبدالرحمٰن چھوٹا بچہ تھا فقال لہ حسان ما یبکیک فقال لسعنی طائر کانہ ملتف فی بردی حبر فقال حسان یا بنی قلت الشعر ورب الکعبۃ ای ستقولہ ۔ وما احسن ما قیل ؎

وللزنبور والبازی جمیعا لدی الطیران اجنحۃ وخفق

ولکن بین ما یصطاد باز وما یصطادہ الزنبور فرق

وعن انس رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قتل زنبورًا اکتسب ثلث حسنات ولکن یکرہ احراق بیوتہ بالنار قال الخطابی فی معالم السنن۔ وسئل امام احمد عن تدخین بیوت الزنابیر فقال اذا خشی اذاھا فلا بأس بہ وھو احب الی من تحریقھا۔

۱۴۔ **السُّمانی**۔ بضم السین وفتح النون بروزن حباری۔ بٹیر۔ منّ وسلویٰ کی تفسیر علامہ بیضاوی ترنجبین و سُمانی سے کرتے ہیں۔ سمانی یعنی بٹیر مشہور پرندہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی فی الفور اڑنے لگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ یہ سردی میں خاموش رہتا ہے اور موسم ربیع آتے ہی وہ آواز نکالتا ہے اور شور کرتا ہے۔

بٹیر اُن پرندوں میں سے ہے جن کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بحر مالح سے نکل کر آتے ہیں۔ بٹیر حلال ہے اور اس کا گوشت بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ اور اس کا گوشت درد گردہ کے لیے جس کا سبب پتھری ہو مفید ہے۔ کیونکہ اس کا گوشت پتھری کو توڑتا ہے اور پیشاب کی نالی کو صاف کرتا ہے۔ اور اس کے خون کا قطرہ کان میں ڈالیں تو وہ کان کے درد کے لیے مفید ہے۔ سمانی وہی سلویٰ ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ اور پرندہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ شہد کا نام ہے۔

۱۵۔ **السّمك**۔ مچھلی۔ اس کا واحد سَمَکَۃٌ ہے۔ جمع اَسْمَاک وسُموک ہے۔ انما حُرم علیکم المیتة کی شرح میں سمک مذکور ہے۔ حدیث شریف میں ہے اُحلّت لنا میتتان ودمان الکبد والطحال والسمك والجراد۔ رواه الدارقطني والبيهقي۔ بحری حیوانات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے۔ اور عند الشافعی وغیرہ تمام حیواناتِ بحری حلال ہیں۔ بعض نے کلب وخنزیر بحری کا استثناء کیا ہے۔ والتفصیل فی شروح الاحادیث۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ مذکورہ صدر حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں صرف سمک کی حلّت کا ذکر ہے۔ حالانکہ سمندر بے شمار حیوانات کا مسکن ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبیّ علیہ السلام قال ان اللہ عزوجل خلق الف اُمّۃٍ منها ستمائة فی البحر واربعمائة فی البر۔

قزوینی عجائب المخلوقات میں لکھتے ہیں عن عبد الرحمن بن هارون المغربی قال رکبتُ بحر المغرب فوصلت الی موضع یقال له البرطون وکان معنا غلامٌ صقلیٌّ معه صنارة فالقاها فی البحر فصاد بها سمکةً نحو الشبرِ فنظرنا فاذا خلف اُذنها الیمنی مکتوبٌ لا اله الّا الله۔ وفی قفاها محمدٌ وخلف اُذنها الیُسریٰ رسول الله۔

۱۶۔ **رُخال**۔ بضم الراء۔ جمع رَخِل ککتِف وہو ولد الضأن۔ ضأن کا اطلاق بھیڑ اور دُنبے پر ہوتا ہے۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنّا باللہ الآیۃ کے تحت الناس کی شرح میں رُخال مذکور ہے۔ بعض ماہرینِ علمِ عربیت کہتے ہیں کہ فُعال وزن اوزانِ جمع میں معروف نہیں ہے۔ لہذا رخال اسم جمع ہے رَخِل کے لیے نہ کہ جمع۔ اسی طرح اُناس بھی اسم جمع ہے نہ کہ جمع۔

۱۷۔ **الشّاۃ**۔ بکرا۔ بھیڑ۔ آیت ففدیة من صیامٍ اوصدقة اونسُك کے بیان میں مذکور ہے۔ شاۃ میں تاء تانیث نہیں بلکہ یہ تاء وحدت ہے۔ لہذا ضأن ومعز کے ذکر وانثی دونوں پر شاۃ کا اطلاق ہوتا ہے۔ لفظِ شاۃ اصل میں شاہۃ تھا کیونکہ اس کی تصغیر شویہۃ اور جمع شِیاہ بالہاء ہے۔

فی سنن ابن ماجه وکامل ابن عدی فی ترجمة ابی رزین بن عبد الله من حدیث ابن عمر رضی الله عنهما مرفوعًا الشاة من دوابّ الجنّة وفی البیهقی وغیره ان النبی علیه السلام کان یکره من الشاة اذا ذُبحت سبعًا الذکر والاُنثیین والدّم والمرارة والحیا والغدّة والمثانة وروی مسلم انه کان بین مصلّی رسول الله و بین الحائط ممر الشاة۔

وفی کتاب ربیع الابرار للزمخشری اختلطت غنم البادیة بغنم اهل الکوفة فسأل ابوحنیفة رحمه الله کم تعیش الشاة قالوا سبع سنین فترك اکل لحم الغنم سبع سنین۔ شاۃ سے متعلق لقمان حکیم سے ایک عجیب حکایت منقول ہے۔ وہ حکایت یہ ہے ان سیّده اعطاه شاةً وامره ان یذبحها ویاتیه باطیب ما فیها فذبحها واتاه بقلبها ولسانها ثم اعطاه فی یوم اٰخر شاةً اُخری وامره ان یذبحها ویاتیه باخبث ما فیها فذبحها واتاه

بقلبہا ولسانہا فسألہ عن ذلک فقال ہما أطیب فیہا ان طابا وأخبث ما فیہا ان خبثا۔

ابن عدی نے ایک اور عجیب وغریب حکایت ذکر کی ہے ان ابا جعفر البصری وکان من اھل الخیر والصلاح قال أضجعت شاۃً لاذبحہا فمر ایوب السختیانی فالقیت الشفرۃ وقمت معہ اتحدث فوثبت الشاۃ فحفرت فی اصل الحائط ودحرجت الشفرۃ فالقتہا فی الحفرۃ والقت علیہا التراب فقال لی ایوب اما تری اما تری فجعلت علی نفسی ان لا اذبح شیئا بعد ذلک الیوم۔

۱۸۔ **طاووس**۔ آیت فخذ اربعۃ من الطیر کے بیان میں مذکور ہے۔ طاووس حسین ترین پرندہ ہے۔ اس کی کنیت ابوالحسن وابوالوشی ہے۔ طاووس پرندوں میں ایسا ہے جس طرح گھوڑا جانوروں میں۔ یہ گھوڑے کی طرح صاحب عجب وفخر وخود پسند ہے نفی طبعہ العفۃ وحب الزھو بنفسہ والخیلاء والاعجاب بریشہ وعقدہ لذنبہ کالطاق لاسیما اذا کانت الانثی ناظرۃ الیہ واعجب الامور انہ مع حسنہ یتشاءم بہ وفی امثال العرب ازھی من طاووس۔ طاووس کا گوشت حرام ہے اور عند البعض حلال ہے۔

۱۹۔ **عنقاء**۔ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عنقاء ایک پرندہ ہے، پہلے زمانے میں موجود تھا لیکن اب معدوم ہے۔ اہل منطق کے نزدیک یہ ایک فرضی پرندہ ہے جو کسی وقت موجود نہ تھا۔ یہ ان کی اصطلاح ہے۔ لیکن اہل تاریخ کی رائے میں عنقاء زمانہ قدیم میں موجود تھا۔ ابوالعلاء معری کہتا ہے

الجود والخل والعنقاء ثالثۃ ۔۔۔ اسماء اشیاء لم توجد ولم تکن

اسے عنقاء مغرب وعنقاء مغربۃ بھی کہتے ہیں۔ سمیت بذلک لطول عنقہا۔

وقیل ھو طائر یکون عند مغرب الشمس قال القزوینی انہا اعظم الطیر جثۃ واکبرھا خلقۃ تخطف الفیل کما تخطف الحدأۃ الفأر وکانت فی قدیم الزمان بین الناس فتأذوا منہا الی ان سلبت یوما عروسا بحلیہا فدعا علیہ حنظلۃ النبی علیہ السلام فذھب اللہ بہا الی بعض جزائر البحر المحیط وراء خط الاستواء وعند طیران عنقاء مغرب یسمع لاجنحتہا دوی کدوی الرعد القاصف وتعیش الف سنۃ وذکرھا ارسطو فی بعض الکتب وذکر طریق اصطیاد الناس لہا وقال ان لہا بطنا کبطن الثور وعظام کعظام السبع وھی من اعظم سباع الطیر اھ۔

وذکر العکبری فی شرح المقامات کان بارض الرس جبل عال فیہ عنقاء وھی عظیمۃ لہا وجہ کوجہ الانسان وفیہا من کل حیوان شبہ وھی من احسن الطیور فذھبت یوما بصبی ثم ذھبت بجاریۃ فشکوا ذلک الی نبیھم حنظلۃ بن صفوان علیہ السلام فدعا علیہا فاصابتہا صاعقۃ فاحترقت وکان حنظلۃ علیہ السلام فی زمن الفترۃ بین عیسی ومحمد علیہما السلام اھ۔

وذکر ابن خلکان وغیرہ ان العزیز بن نزار بن المعز صاحب مصر اجتمع عندہ من غرائب الحیوان مالم یجتمع عند غیرہ فمن ذلک العنقاء وھو طائر جاءہ من صعید مصر فی طول البلشون لکنہ اعظم جسما منہ لہ لحیۃ وعلی

رأسه وقاية وفيه عدة الوان ومشابهة من طيور كثيرة۔
وفی السیرة الحلبیة ج ۱ ص۲۱ ذکر حنظلة النبی علیہ السلام وذکر ان قومه ابتلاهم الله تعالی بطیر عظیم ذی عنق طویل کان فیہ من کل لون فکان ینقض علی صبیانهم یخطفهم اذا اعوزه الصید وکان اذا خطف احدًا منهم اغرب به ای ذهب به الی جهة المغرب فقیل له لطول عنقه ولذهابه الی جهة المغرب عنقاء مغرب فشکوا ذلك الی حنظلة علیه السلام فدعا علی تلك العنقاء فارسل الله علیها صاعقة فاهلکتها ولم تعقب اھ حنظلہ علیہ السلام کے زمانے کے بارے میں بعض علماء مثل بیضاوی وزمخشری کہتے ہیں کہ ہمارے نبی و عیسیٰ علیہما السلام کے مابین زمانہ فترۃ میں مبعوث ہوئے تھے لیکن قولِ حق یہ ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے مقدم ہیں۔
عنقا، نسناس وغیرہ بعض حیوانات چونکہ مفقود ہیں اس واسطے لوگوں میں ان کے بارے میں عجیب داستانیں اور غلط باتیں مشہور ہیں۔ نسناس کے بارے میں قزوینی لکھتے ہیں انه امة من الامم لكل واحد منهم نصف بدن ونصف رأس ويد ورجل كانه شق انسان نصفين يقفز على رجل واحدة قفزًا شديدًا ويعدو عدوًا شديدًا منكرًا وقال الميدانی فی کتاب الامثال ان الناس یأکلون النسناس یقال انهم من نسل ارم بن سام اخی عاد وثمود لیست لهم عقول وهم یتکلمون بالعربیة ویتسمون باسامی العرب یقولون الاشعار اھ۔
یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ وروی ابو نعیم فی الحلیة عن ابن عباس انه قال ذهب الناس وبقی النسناس قیل ما النسناس قال الذین یتشبهون بالناس ولیسوا منهم۔
بعض نے کہا ہے کہ حیوان ناطق تین قسم پر ہے ناس و نسناس و نسانس۔ اور جن کی دو نوعیں ہیں۔ اول جن جو قوی و اعلیٰ ہیں۔ دوم حن اور یہ ضعیف نوع ہے۔ اس قسم کی باتیں اہل علم و اہل تاریخ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۳۶۵ پر لکھا ہے کہ عنقاء مغرب کی طرح نسناس سے متعلق حکایات بھی صحیح نہیں ہیں۔ مسعودی فرماتے ہیں وقد زعم کثیر من الناس ان الحیوان الناطق ثلاثة اجناس ناس ونسناس ونسانس وهذا محال من القول لان النسناس انما وقع هذا الاسم علی السفلة من الناس والرذال وقد قال الحسن ذهب الناس وبقی النسناس قال الشاعر ؎

ذهب الناس فاستقلوا وصرنا خلفا فی اراذل النسناس

اراد به ما وصفنا ای ذهب الناس وبقی من لا خیر فیه (وقد ذهب) کثیر من الناس الی ان الجن نوعان اعلاهم واشدهم الجن واضعفهم الحن وانشد الراجز ؎

مختلف سحرهم جن وحن

وهذا التفصیل بین الجنسین من الجن لم یرد به خبر ولا صح به اثر وانما ذلك من توهم الاعراب علی ما بینا انفا وقد غلب علی کثیر من العوام الاخبار عن معرفة النسناس وصحة وجوده فی العالم کالاخبار عن وجود الصین وغیرها

من الممالك النائية والامصار القاصية فبعضهم يخبر عن وجودهم فى المشرق و بعضهم فى المغرب فاهل الشرق يذكرون كونها بالمغرب واهل المغرب يذكرون انها بالمشرق وكذلك كل صقع من البلاد يشير سلطانه الى ان النسناس فيما بعد عنهم من البلاد ونأى عن الديار قد رووا فى ذلك خبرا مخرجه من طريق الآحاد ان ذلك فى بلاد حضرموت من الشحر وهو ما ذكرناه عن عبدالله بن كثير بن عفير المصرى عن ابيه يعقوب بن الحرث بن نجيم عن شبيب بن الحرث التميمى قال قدمت الشحر فنزلت على رأسها فتذاكرنا النسناس فقلت صيدوا لنا منها فلما ان رجعت اليه اذا بنسناس منها مع بعض اعوان المهرة فقال لى النسناس انا بالله وبك فقلت لهم حلوه فخلوه فلما حضر الغداء قال هل اصطدتم منها شيئا قالوا نعم ولكن خلاه ضيفك قال استعدوا فانا خارجون فى قنصه فلما خرجنا الى ذلك السحر خرج منها واحد يعدو وله وجه كوجه الانسان وشعرات فى ذقنه ومثل الثدى فى صدره ومثل رجلى انسان رجلاه وقد الظ به كلبان وهو يقول ؎

الويل لى مما به دهانى — دهرى من الهموم والاحزان

قفا قليلا ايها الركبان — و استمعا قولى و صدقانى

انكما حين تحاربانى — الفيتمانى حضر ايمانى

لولا سباقى ماملكتمانى — حتى تموتا او تفارقانى

لست بخوار ولا جبان — ولا بنكس رعش الجنان

لكن قضاء الملك الرحمن — يذل ذا القوة و السلطان

قال فالتقيا به كلبان فاخذاه ويزعمون انهم ذبحوا منها نسناسا فقال آخر من شجرة كان ياكل السماق قال فقالوا نسناس آخر خذوه فاخذوه وذبحوه وقالوا لو سكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى انا صمت فاخذوه فذبحوه وقالوا لو سكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى يا لسان احفظ الرأس قالوا نسناس خذوه فاخذوه وزعم من روى هذا الخبر ان المهرة تصطادها فى بلادها وتأكلها (قال المسعودى) وجدت اهل الشحر من بلاد حضرموت وساحلها وهى تسعون مدينة على الشاطئ من ارض الاحقاف وهى ارض الرمل وغيرها مما اتصل بهذه الديار من ارض اليمن وغيرها من عمان وارض المهرة يستظرفون اخبار النسناس اذا ما حدثوها ويتعجبون من وصفه ويتوهمون انه ببعض بقاع الارض مما قد نأى عنهم وبعد كسماع غيرهم من اهل البلاد بذلك عنهم وهذا يدل على عدم كونه فى العالم وانما ذلك من هوس العامة واختلاطها كما وقع لهم اخبار عنقاء مغرب وهذا يدل على عدم كونه فى العالم ورووا فيه حديثا عزوه الى ابن عباس ونحن لم نحل وجود النسناس والعنقاء وغير ذلك مما اتصل بهذا النوع من الحيوان الغريب النادر فى العالم من طريق العقل فان ذلك غير ممتنع فى القدرة لكن احلنا ذلك لان الخبر القاطع للعذر لم يرد بصحة وجود ذلك فى العالم و

هذا باب هو داخل فی حیز الممکن الجائز خارج عن باب الممتنع والواجب ویحتمل هذه الانواع من الحیوان النادر ذکرها کالنسناس والعنقاء والعربد وما تصل بهذا المعنی ان تکون انواعا من الحیوان اخرجتها الطبیعة من القدرة الی الفعل ولم تحکمه ولم یتأت فیه الطبع کتأتیه فی غیره من الحیوان فبقی شاذا فریدا متوحشا نادرا فی العالم طالبا للبقاع النائیة من البر مباینا لسائر انواع الحیوان من الناطقین وغیرهم للضدیة التی فیه لغیره مما قد احکمته الطبیعة وعدم تشاکله والمناسبة التی بینه وبین غیره من اجناس الحیوان وانواعه والله تعالی اعلم بصحة هذا الخبر ولیس لنا فی ذلک الا النقل وان نعزوه الی راویه وهو المقلد بعلم ذلک فیما حکاه ورواه فینظمه علی حسب ما یأتی نظمه فی ذلک الموضع المستحق له والله ولی التوفیق برحمته (واما ما ذکره) عن ابن عباس فهو خبر یتصل بخبر خالد بن سنان العبسی وقد قدمنا فیما سلف من هذا الکتاب خبر خالد بن سنان العبسی وانه ذکر انه کان فی الفترة بین عیسی ومحمد علیهما الصلاة والسلام وذکرنا خبره مع النار واطفائه لها (فلنذکر الآن خبر العنقاء) علی حسب ما رووه فلا بد من اعادة خبر خالد لذکر العنقاء واتساع الخبرین ومخرج هذه الاخبار کلها عن ابن عفیر حدثت الحسن بن ابراهیم قال حدثنا محمد بن عبد الله المروزی قال حدثنا اسد بن سعید بن کثیر عن ابن عفیر عن عکرمة عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم ان الله خلق طائرا فی الزمان الاول من احسن الطیر وجعل فیه من کل جنس قسطا وخلق وجهه علی مثال وجوه الناس وکان فی اجنحته کل لون حسن من الریش وخلق له اربعة اجنحة من کل جانب منه وخلق له یدین فیهما مخالب وله منقار علی صفة منقار العقاب غلیظ الاصل وجعل له ابناء علی مثاله وسماها بالعنقاء واوحی الله تعالی الی موسی ابن عمران انی خلقت طائرا عجیبا خلقته ذکرا وانثی وجعلت رزقه فی وحش بیت المقدس وانستک بهما لیکونا مما فضلت به بنی اسرائیل فلم یزالا یتناسلان حتی کثر نسلهما وادخل الله موسی وبنی اسرائیل فی التیه فمکثوا فیه اربعین سنة حتی مات موسی وهارون فی التیه وجمیع من کان مع موسی من بنی اسرائیل وکانوا ستمائة الف وخلفهم نسلهم فی التیه ثم اخرجهم الله تعالی من التیه مع یوشع بن نون تلمیذ موسی ووصیه فانتقل ذلک الطائر فوقع بنجد والحجاز فی بلاد قیس عیلان ولم یزل هنالک یاکل من الوحوش ویأکل الصبیان وغیر ذلک من البهائم الی ان ظهر نبی من بنی عبس بین عیسی ومحمد صلی الله علیهما وسلم یقال له خالد بن سنان فشکا الیه الناس ما کانت العنقاء تفعل بالصبیان فدعا الله علیها فانقطع نسلها فبقیت صورتها تحکی فی البسط وغیر ذلک (وقد ذهب جماعة) من ذوی الدرایة الی ان اقوال الناس فی امثالهم عنقاء مغرب انما هو للامر العجیب النادر وقوعه وقولهم جاء فلان بعنقاء مغرب یریدون انه جاء بامر عجیب قال شاعرهم ؎

وصبحهم بالجیش عنقاء مغرب

والعنق السرعة قال ابن عباس وکان خالد بن سنان نبی بنی عبس بشر برسول الله صلی الله علیہ وسلم فلما حضرته

الوفاۃ قال لقومہ اذا انامت فادفنونی فی حقف من ھذہ الاحقاف وھی تلول عظام من الرمل واحرسوا قبری ایاما فاذا رأیتم حمارا اشھب ابتر یدور حول الحقف الذی فیہ قبری ایاما فاجتمعوا ثم انبشوا قبری واخرجونی الی شفیر القبر واحضروا لی کاتبا ومعہ مایکتب فیہ حتی املی علیکم مایکون ومایحدث الی یوم القیامۃ قال فرصدوا قبرہ واجتمعوا علیہ لینبشوہ کما امرھم فحضرولدہ وشھروا اسیوفھم وقالوا واللہ لاترکنا احدا ینبشہ اتریدون ان نعیر بذلک غدا وتقول لنا العرب ھؤلاء ولد المنبوش فانصرفوا عنہ وترکوہ قال ابن عباس وردت ابنۃ لہ عجوز قد عمرت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتلقاھا بخیر واکرمھا واسلمت وقال لھا مرحبا بابنۃ نبی ضیعہ اھلہ انتھی کلام المسعودی بحذف۔

۲۰۔ **العجل**۔ گائے کا چھوٹا بچہ۔ قصہ بنی اسرائیل میں عجل مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ثم اتخذتم العجل من بعدہ۔ عجل کی جمع عجول ہے۔ مفرد میں عِجّول بکسر عین وتشدید جیم بھی مستعمل ہے جمع عجاجیل ہے۔ مادہ کو عجلۃ کہتے ہیں۔ سمی عجلا لاستعجال بنی اسرائیل عبادتہ وکانت مدۃ عبادتہم لہ اربعین یوما فعوقبوا فی التیہ اربعین سنۃ سنۃ فی مقابلۃ یوم۔ وعن حذیفۃ بن الیمان ان النبی علیہ السلام قال لکل امۃ عجلٌ وعجل ھذہ الامۃ الدینار والدرھم۔

فائدہ۔ اس فائدہ میں ہم تفصیل اولادِ حیوانات پیش کرتے ہیں۔ ولد بقرہ کو جب کہ وہ چھوٹا ہو عجل کہتے ہیں۔ ولد حمار کو جحش۔ ولد فرس کو مُہر۔ ولد ناقہ کو حُوار۔ ولد فیل کو دَغفل۔ ولد شاۃ کو حَمَل۔ خصوصًا بکری کے ولد کو جدی۔ ولد اسد کو شِبل۔ ولد ظبی کو خشف۔ ولد ضبع کو فُرعُل۔ ولد دُب کو دَیسم۔ ولد خنزیر کو خنّاص۔ ولد ثعلب کو ہجرس۔ ولد کلب کو جِروٌ۔ ولد فارہ کو درص۔ ولد ضَب کو حِسل۔ ولد قرد کو قشۃ۔ ولد ارنب کو خِرنق۔ ولد حیۃ کو حریش۔ ولد دجاج کو فرّوج کہتے ہیں۔ ولد نعام کو رَأل۔ ولد عصفور کو فرخ کہتے ہیں۔ کذا قال الثعلبی فی فقہ اللغۃ۔ ص ۹۳۔

۲۱۔ **العنکبوت**۔ مکڑی۔ آیت اَن یضرب مثلاً مابعوضۃ کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔ اس کی جمع عناکب ہے۔ کنیت ابوخیثمہ وابوقشعم اور انثی کی ام قشعم ہے۔ اس کی آٹھ ٹانگیں اور چھے آنکھیں ہوتی ہیں۔ افلاطون لکھتا ہے اشیاء میں حریص تر مکھی ہے اور قانع وصابر تر مکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حریص تر کو قانع کا رزق مقرر فرما دیا ہے۔ فسبحان اللطیف الخبیر۔ مکڑی کے جالے سے گھر کو صاف رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے فقر وافلاس پیدا ہوتا ہے۔ فاسند ابن عطیۃ وغیرہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ قال طھروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکہ فی البیت یورث الفقر۔ وفی مراسیل ابی داؤد عن یزید بن مرثد ان النبی علیہ السلام قال ان العنکبوت شیطانٌ فاقتلوہ۔

عنکبوت کا مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کیونکہ اس نے غارِ ثور پر فورًا بڑا جالا بنا دیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مشرکین کے شر سے محفوظ رکھا۔ وفی الحلیۃ للحافظ ابی نعیم عن عطاء بن میسرۃ قال نسجت

العنکبوتُ مرّتین علی نبیّین علی داؤد حین کان جالوت یطلبه وعلی النبی علیه الصلاۃ والسلام فی الغار۔ وفی تاریخ ابن عساکر انّ العنکبوتَ نسجت ایضًا علی عورۃ زید بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنھم لما صُلِب عُریانًا فی سنہ ۱۲۱ فاقام مصلوبًا اربع سنین۔ قرآن میں ہے وانّ اوھن البیوت لبیت العنکبوت لوکانوا یعلمون۔

۲۲۔ **الغُراب**۔ کوّا۔ آیت شھر رمضانَ الذی انزل فیہ القرآن کی تفسیر میں غراب مذکور ہے۔ غراب کو غراب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سیاہ ہوتا ہے اور یہ مادہ غ ر ب سیاہی پر دلالت کرتا ہے قال اللہ تعالیٰ وغرابیب سود۔ وروی راشد بن سعد ان النبی علیہ السلام قال ان اللہ تعالیٰ یبغض الشیخ الغِربیب اس کی تفسیر راشد بن سعد نے یہ کی ہے کہ مراد وہ شیخ ہے جو بالوں کو سیاہ خضاب لگائے۔ غراب کی متعدد جموع مستعمل ہیں جو ابن مالک نے اس شعر میں جمع کی ہیں ؎

بالغُربِ اِجمع غرابًا ثم اَغرِبۃ ۔۔۔ واَغرُبٍ وغرابینٍ وغِربانٖ

غراب کی کنیتیں یہ ہیں ابو حاتم۔ ابو جحادف۔ ابو الجراح۔ ابو حذر۔ وغیرہ۔ جن کا بیان لفظ ابن دایہ میں گزر چکا ہے۔ غراب کی متعدد اقسام ہیں۔ مثل غُداف وزاغ واکحل وغراب الزرع۔ ایک قسم کا نام غراب اعصم ہے وہ بہت قلیل الوجود ہے۔ عرب میں مثل ہے اَعزّ من الغراب الاعصم۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم مثل المرأۃ الصالحۃ فی النساء کمثل الغراب الاعصم فی مائۃ غراب۔ رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ۔ وفی روایۃ ابن ابی شیبۃ قیل یا رسول اللہ وما الغراب الاعصم؟ قال الذی احدی رجلیہ بیضاء۔ وعن عمرو بن العاصؓ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمرّ الظھران فاذا بغربان کثیرۃ فیھا غراب اعصم احمر المنقار والرجلین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ من النساء الا مثل ھذا الغراب فی ھذہ الغربان۔ واسنادہ صحیح اخرجہ احمد والحاکم۔

کوّوں کی ان اقسام کی حلت و حرمت پر فقہاء نے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض حرام، بعض مکروہ اور بعض مباح ہے۔ عرب بلکہ غیر عرب بھی کوّے کو بدشگون سمجھتے ہیں اور کسی سفر وغیرہ میں اگر کوّا ان کے سامنے آجاتا تو وہ اس کا مطلب یہ لیتے تھے کہ اس کام میں، تجارت میں اور سفر میں خسارہ اور نقصان ہوگا۔ اس لیے وہ کوّے کے نام سے غربت واغتراب وغریب کا اشتقاق کرتے تھے۔ کوّے کی ایک قسم شدید السواد ہے۔ اور ایک قسم غراب اَبقع ہے جس میں سواد و بیاض دونوں موجود ہوں۔ یہی غراب ابقع غرابِ بَین کہلاتا ہے قال صاحب المجالسۃ سُمّی غرابَ البَین لانہ بان عن نوح علی نبینا وعلیہ افضل الصلاۃ والسلام لما وجّھہ لینظر الی الماء فذھب ولم یرجع ولذلک تشاءموا بہ۔

حدیث میں کوّے کو فاسق کہا ہے اور یہ ان اجناس فواسق میں سے ہے جن کا قتل حِل و حرم میں جائز ہے

غراب بین اس لیے کہلاتا ہے کہ جب لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جاتے تو وہ ان کی جگہ پر آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ بین کا معنی فراق ہے گویا کہ یہ کوا فراق کی اطلاع دیتا ہے۔ اس لیے عرب اس سے تشاؤم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جہاں پر یہ زیادہ بیٹھتا ہے وہاں پر لوگوں میں فراق آتا ہے اور وہ علاقہ خراب وغیر آباد ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط عقیدہ ہے اور عقائد اسلام کے خلاف ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کوا واعظ ہے اور لوگوں کو فراق وفنا۔ اور تباہی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور گویا کہ کہتا ہے کہ تمہارے فراق کے دن قریب ہیں اور کسی وقت تمہارے یہ گھر غیر آباد ہو جائیں گے کسی نے کوے کی لسانِ حال کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

أَنوحُ على ذهابِ العُمرِ مِنّي ... وحقٌّ ان أَنوحَ وأَن أُنادِي
وأَندبُ كلما عاينتُ ركبًا ... حدا بهم لوشكِ البين حادي
يُعنِّفني الجهولُ إذا رآني ... وقد أُلبستُ أَثوابَ الحداد
فقلتُ له اتّعظْ بلسانِ حالي ... فاني قد نصحتُك باجتهاد
وهاانا كالخطيبِ وليس بِدعًا ... على الخُطباءِ أَثوابُ السواد
أَنوحُ على الطُلولِ فلم يُجبْني ... بِساحتِها سوى خُرسِ الجماد
فاكثرُ في نواحيها نواحي ... من البينِ المفتِّتِ للفؤاد
تَيقّظْ يا ثقيلَ السمعِ وافهمْ ... اشارةَ مَن تَسيرُ به الغوادي
فما من شاهدٍ في الكونِ إلّا ... عليه من شهودِ الغيبِ بادي

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوا خوش خبری سناتا ہے کسی مسافر کے آنے کی یا تجارت میں کامیابی کی وغیرہ وغیرہ۔

ابو الہیثم کہتا ہے ان الغراب يُبصِر من تحت الارض بقدر منقاره۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اور پرندوں کے بجائے غراب اس لیے بھیجا کہ غراب کا مأخذ غربت ہے۔ غریب کا معنی ہے عجیب ونادر۔ مسافر کو بھی غریب کہتے ہیں۔ اور یہ قتل بھی دنیا میں پہلا قتل تھا اس لیے یہ قتل بھی بڑا غریب ومستغرب تھا تو اس لفظی مشابہت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غراب ہی کو بھیجا۔ کما صرح بہ القرآن۔

ایک حدیث ہے عن الزهري عن ابي واقد عن روح بن حبيب قال بينما انا عند ابي بكرؓ اذ أُتي بغراب وفيه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما صِيدَ قطّ صيدٌ الّا بنقص من تسبيح ولا أنبت الله نابتة إلّا وكّل بها ملكًا يُحصِي تسبيحها حتى يأتي به يوم القيامة ولا عضت شجرة ولا قطعت الّا بنقص من تسبيح ولا دخل على امرئٍ مكروه الا بذنب وما عفا الله عنه اكثر يا غراب اعبد الله ثم خلّى سبيله۔

۲۳۔ **الفرس**۔ گھوڑا۔ آیت وآتى المال على حبه ذوى القربى واليتمى والمسكين وابن السبيل

والسائلین الخ کے تحت فرس مذکور ہے۔ فرس کی جمع افراس ہے۔ ذکر وانثیٰ دونوں پر فرس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن جنی وفراء کے نزدیک مادہ کو فرسۃ کہا جاتا ہے۔ گھوڑے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ فرس کی کنیت ابوشجاع و ابوطالب وابومدرک وابومضی وابوالضمار وابوالمنجی ہے۔

حیوانات میں گھوڑا متعدد اخلاق میں انسان سے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس میں انسان کی طرح علو ہمت و شرف نفس وکرم موجود ہوتا ہے۔ بعض عرب کا خیال ہے کہ یہ دراصل وحشی جانور تھا۔ سب سے پہلے اسے رام کرکے اس پر سواری حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الشیطان لایخبل احدًا فی دار فیہا فرس عتیق۔ رواہ الطبرانی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو گھوڑا اعرابی سے خریدا تھا اس کا قصہ مشہور ہے کہ جب اعرابی نے انکار کردیا تو حضرت خزیمہ رضی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہی دی تھی اس گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور اعرابی کا نام سواد ابن حارث تھا۔ وفیہ فاقبل النبی علیہ السلام علی خزیمۃ فقال بما تشہد؟ قال بتصدیقک یارسول اللہ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ خزیمۃ شہادۃ رجلین۔ اخرجہ ابوداؤد والنسائی۔ ایک روایت میں ہے ہل حضرتنا یاخزیمۃ قال لاقال فکیف تشہد بذلک فقال خزیمۃ بأبی انت وامی یارسول اللہ اصدقک علی اخبار السماء ومایکون فی غد ولا اصدقک فی ابتیاعک ہذا الفرس فقال علیہ الصلاۃ والسلام انک لذوالشہادتین یاخزیمۃ۔ وفی مسند الحارث ان النبی علیہ السلام رد الفرس علی ذلک الاعرابی وقال لابارک اللہ لک فیہا۔ فاصبحت من الغد شائلۃ برجلیہا ای ماتت۔

ایک اور حدیث ہے عن ابن عمر مرفوعًا ان یکن الخیر فی شئ ففی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ وفی روایۃ الشؤم فی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ رواہ ابن ماجۃ۔ وعن سالم عن ابیہ ان النبی علیہ السلام قال البرکۃ فی ثلث فی الفرس والمرأۃ والدار۔ علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ گھوڑے میں بیس اعضاء ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک کسی پرندے کے نام سے مسمّٰی ہے۔

۲۴۔ **فراشۃ**۔ اس کی جمع فراش ہے۔ آیت ان اللہ لایستحیی ان یضرب مثلًا ما بعوضۃ کے ذیل میں فراشہ مذکور ہے۔ فراش ان اڑنے والی چیزوں کا نام ہے جو رات کو چراغ پر آکر گرتی ہیں۔ چراغ پر آکر ان کے گرنے اور روشنی کی طرف اڑنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں دن کی روشنی چاہتی ہیں۔ جب رات کو چراغ کی روشنی دیکھتی ہیں تو وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ ہم تاریک جگہ میں قید ہیں اور یہ چراغ روشن جگہ کی طرف ایک دریچہ اور سوراخ ہے۔ اس لیے وہ بار بار روشنی کی طرف اڑکر اپنے آپ کو آگ میں ڈالتی ہیں۔ پھر جب وہ چراغ سے دوسری جانب کو گزرجاتی ہیں تو وہ سمجھتی ہیں کہ ہم عین دریچہ و سوراخ میں ابھی تک نہیں پہنچیں لہذا وہ پھر واپس آتی ہیں تاآنکہ وہ جل جاتی ہیں۔

انسان کو ان چیزوں کی جہالت پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو انسان کی جہالت فراش کی جہالت سے بہت زیادہ ہے اور خسارہ بھی بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ انسان شہوات نفسانیہ اور خواہشات شیطانیہ میں اپنے آپ کو شب و روز ڈالتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تباہ ہو کر اور اپنی قیمتی زندگی ان میں ختم کر کے اپنے آپ کو آتش جہنم کا ایندھن بنا لیتا ہے۔ اس لیے امام غزالیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے فلیت جهل الآدمی کان کجهل الفراش فانها باغترارها بظاهر الضوء ان احترقت تخلصت فی الحال والآدمی یبقی فی النار ابد الآباد او مدة مدیدة فلذلك کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انکم تتهافتون فی النار تهافت الفراش وانا آخذ بحجزکم۔

قال الله تعالیٰ یوم یکون الناس کالفراش المبثوث۔ هذا التشبیه بالفراش فی الکثرة والانتشار والضعف والذلة۔ وروی مسلم عن جابرؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ان مثلی ومثلکم کمثل رجل اوقد نارا فجعل الجنادب والفراش یقعن فیها وهو یذبهن عنها وانا آخذ بحجزکم عن النار وانتم تفلتون من یدی۔ وروی البیهقی عن النواس بن سمعانؓ ان النبی علیه السلام قال مالی اراکم تتهافتون فی الکذب تهافت الفراش فی النار۔ کل الکذب مکتوبٌ الا الکذب فی الحرب والکذب فی اصلاح ذات البین وکذب الرجل علی امرأته لیرضیها۔

۲۵۔ **القراد**۔ چچڑی۔ فراش و قراد دونوں مذکورہ صدر آیت میں مذکور ہیں۔ قراد کی جمع قردان ہے۔ قراد ایک جاندار ہے جو اونٹوں اور دوسرے جانوروں کا خون چوستا ہے۔ جانوروں کے لیے وہ ایسا ہے جیسے جوں انسان کے لیے ہے یقال قرد بعیرك تقریدا ای انزع منه القراد ویقال اسمع من قراد۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قوت شنوائی بہت تیز ہے۔ کہتے ہیں کہ اونٹوں کے قدموں کی آہٹ ایک دن کی مسافت سے سن لیتا ہے اور پھر وہ ان کی طرف حرکت شروع کر دیتا ہے۔ ویقال اعمر من قراد۔ عرب کا یہ خیال تھا کہ قراد سات سو سال تک زندہ رہتا ہے۔ قال الشیخ حمزة وهذا من اکاذیبهم وانما الضجر منهم به دعاهم الی هذا القول فیه۔

۲۶۔ **القردة**۔ بندر۔ قال الله تعالیٰ فقلنا لهم کونوا قردة خسئین۔ اس کی کنیت عرب کے نزدیک ابو خالد۔ ابو حبیب۔ ابو خلف۔ ابو ربّہ۔ ابو قشتہ ہے۔ قرد کی جمع قرود اور قردۃ ہے۔ بندر ذکی، سریع الفہم اور عجیب جانور ہے۔ وہ ہر قسم کی صنعت سکھانے پر سیکھ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطان نوبہ نے خلیفہ متوکل باللہ کو ایک ایسا بندر دیا تھا جو درزی تھا اور ایک دوسرا بندر تھا جو صائغ یعنی زرگری کا کام کر سکتا تھا۔ بعض لوگ اسے اپنی دکان کی حفاظت سکھاتے ہیں اور بعض لوگ چوری کرنا سکھا دیتے ہیں تو وہ چوریاں کرتا ہے قردہ یعنی بندریا کے پیٹ سے بیک وقت دس یا بارہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ نر بندر اپنی مادہ کے بارے میں بڑے

غیرت مند ہوتے ہیں۔ بندر انسان کی طرح ہنستا کھیلتا اور نقلیں اتارتا ہے۔ انگلیاں اور ناخن بھی رکھتا ہے۔ انسان کی طرح مادہ اپنے بچوں کو اٹھاتی ہے۔

قدیم امتوں میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی وجہ سے مسخ کرکے بندر بنادیا تھا۔ روی الطبرانی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر الزمان تأتی المرأۃ فیجد زوجھا قد مسخ قرداً فانہ لا یؤمن بالقدر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ وہ ممسوخ امتیں تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہیں۔ لہٰذا موجودہ بندروں کی نوع ان ممسوخین کی نسل سے نہیں ہے۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تناسل کا سلسلہ جاری رہا۔ ففی صحیح مسلم عن ابی سعید وجابر رضی اللہ عنہما قالا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُتی بضب فابیٰ ان یاکل وقال لا ادری لعلہ من القرون التی مسخت۔

فائدہ مہمہ۔ بندر کی انسان سے مشابہتِ کثیرہ کے پیشِ نظر ڈارون نے یہ نظریہ پیش کیا جو آج کل یورپ اور یورپی تہذیب یافتہ لوگوں میں مقبول ہے کہ انسان بندر کی نسل سے تعلق رکھتا ہے اور انسان کی موجودہ صورت بندر کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ یعنی بندر ترقی کرکے انسان بن گیا۔ یہ نظریۂ ارتقاء کہلاتا ہے۔ ڈارون وغیرہ کے نزدیک انسان کی موجودہ ہیئت وصورت دفعۃً پیدا نہیں ہوئی بلکہ بطریقۂ ارتقاء یعنی بطریقۂ ترقی آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے ہزاروں لاکھوں سال میں ترقی کرکے ان کی شکل بدلتے بدلتے انسانی صورت تک پہنچی ہے۔

مگر یہ نظریہ موجبِ کفر ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی نصوص کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو دفعۃً مٹی سے بنایا اور پہلے انسان آدم علیہ السلام ہیں۔ اگر نظریۂ ارتقاء صحیح ہو تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ترقی آج کیوں بند ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ اب بھی بعض بندر انسان بنتے جائیں۔ بہرحال اسلامی نقطۂ نظر سے نظریۂ ارتقاء باطل اور کفر ہے۔ اسلام میں ایسے گمراہ کن نظریے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہوئے نیکی سے بیگانہ ترقی اس کو کہتے ہیں جہاں انسان رہتے تھے وہاں بندر اُچھلتا ہے

یہ بندۂ عاجز وخاطی اس قسم کے جدید انکشافات ونظریات وعلوم جدیدہ سے بخوبی واقف ہے اور نظریاتِ جدیدہ وانکشافاتِ حدیثہ کے مکمل پس منظر وتہ منظر وتفصیلات وجرح وتعدیل صحیح وخطاء سے باخبر ہے۔ وللہ الحمد ولا فخر۔ لیکن اکثر طلبہ واہل علم اس قسم کے نظریات سے آگاہ نہیں ہوتے۔ نیز انہیں علوم جدیدہ سے متعلق کتابیں عموماً دستیاب نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اضافۂ معلوماتِ طلبہ وعلماء کی خاطر ہم یہاں پر نظریۂ ارتقاء کے بارے میں کتب متعلقہ سے چیدہ چیدہ حوالے وعباراتِ منّ وعن ذکر کرتے ہیں نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ امید ہے کہ ان حوالوں سے انہیں اہل یورپ کی گمراہی کی تفصیل اور اس کے چند اسباب ومبادی کا کچھ پتہ چل سکے گا نیز اس طرح علماء وطلبہ کو

اس گمراہ نظریہ کی تردید آسان ہوجائے گی۔ کتبِ متعلقہ کے چند حوالوں کے پیشِ نظر نظریہ ارتقاء کی تشریح یہ ہے بعض ماہرینِ نظریہ ارتقاء کی عبارات کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:

◎ مسئلہ ارتقاء (۱) ◎

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس دنیا میں ہر روز کوئی نہ کوئی نئی بات نظر آتی ہے۔ ہر شے میں اس حد تک تبدیلی نظر آتی ہے کہ لوگ دنیا کو تغیر پسند کہنے لگے۔ کسی طرف نظر ڈالیے ہر شے میں جدت محسوس کیجیے گا۔ اگر دنیا فی الحقیقت تغیر پسند واقع ہوئی ہے تو کوئی زمانہ ایسا بھی رہا ہوگا جب کہ موجودہ عالم کی صورت ہی کچھ اور ہوگی۔ اس نقطۂ نظر سے تخلیقِ عالم کے دقیق مسئلہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

بالعموم ہر ذی عقل شخص کے دل و دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کیونکر پیدا ہوئی؟ کیا جس شکل و صورت میں آج ہم ہر شے کو دیکھتے ہیں بعینہ اسی طرح یا اس سے ملتی جلتی کسی شکل میں یہ پیدا ہوئی تھی؟ آج جو مختلف قسم کے حیوانات، نباتات وغیرہ دکھائی دیتے ہیں کیا دنیا کے شروع میں بھی یہ ایسے ہی تھے؟ لیکن ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ دنیا تغیر پسند ہے۔ ایسی حالت میں آغازِ عالم کے وقت ان کی شکل و صورت کیا تھی؟ اس باب میں دو رائیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا کو پیدا کرتے وقت خالق نے ہر شے کو اسی صورت میں خلق کیا جیسی وہ آج نظر آتی ہے۔ دوسری رائے اس کے خلاف ہے کہ دنیا کے آغاز میں کائنات کی شکل و صورت یہی نہ تھی یہ تو اس کی ترقی یافتہ صورت ہے یہ دنیا بعض اجزاء کے اشتراک سے ایک دم وجود میں نہیں آگئی بلکہ اس نے رفتہ رفتہ یہ صورت اختیار کی ہے۔

علماء نے ان دونوں نظریوں کی مکمل تحقیقات بہت زمانہ قبل کی ہے لیکن ہم ان کی پیروی نہ کریں گے بلکہ جدید تحقیقات کے مطابق اس مسئلہ پر غور کریں گے۔ دنیا کے وجود پذیر ہونے سے قبل ہماری زمین بھی نہ تھی تمام دنیا میں ایک نادیدنی مادہ پھیلا ہوا تھا جس کو قدرت کا نام دیا گیا ہے۔ رفتار اور حرارت میں تغیر ہوتے ہوتے تمام سیارے اور ہماری زمین پیدا ہوئی۔ زمین بتدریج سرد ہوتی گئی اور حسبِ قانون ہوا، پانی وغیرہ وجود میں آئے بعد ازاں کائنات کا ارتقاء شروع ہوگیا۔

بعض لوگوں کو اس کی سچائی میں شک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ہم تک یہ کیوں کر پہنچا؟ کیا اس ارتقاء کو کسی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟ کیا کسی نے کائنات کی پیدائش کی یہ کیفیت اسی صراحت کے ساتھ قلم بند کی تھی؟ اگر یہ نہیں ہوا ہے تو ہم کیونکر یقین کر سکتے ہیں کہ دنیا اسی طریقہ سے وجود میں آئی ہے۔

اس کے جواب میں پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب "باپ کے خطوط بیٹی کے نام" کا مندرجہ ذیل حوالہ کافی ہوگا:

"خواہ ہمارے پاس اُس قدیم زمانہ کی تحریر شدہ کتب نہ ہوں تاہم خوش قسمتی سے ہمارے پاس کئی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس باب میں کتاب ہی کی طرح ہمیں بہت سی باتیں بتاتی ہیں۔ پہاڑ، چٹانیں، سمندر، ندیاں، کواکب،

ریگستان اور قدیم زمانے کے جانداروں کے پنجر اور اسی قبیل کی دیگر اشیاء ہمارے لیے وہ کتابیں ہیں جن سے آغاز آفرینش کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔ کائنات کی کہانی کو سمجھنے کا صحیح طریقہ یہی نہیں ہے کہ دوسروں کی تحریریں پڑھ لی جائیں، بلکہ خود قدرت کی کتاب کو پڑھنا چاہیے۔

آگے چل کر وہ لکھتا ہے ..... " سڑک پر یا پہاڑ کے دامن میں چھوٹے موٹے پتھروں کو ہم دیکھتے ہیں وہ گویا قدرت کی کتاب کا ایک ایک ورق ہے اور اگر ہم اس کو پڑھ سکیں تو تھوڑی بہت باتیں ہم کو معلوم ہو سکتی ہیں..... اگر کسی بڑی چٹان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے جائیں تو ہر ٹکڑا اکھڑ درا اور بے ڈول ہوگا سڑک پر پڑے ہوئے گول پتھر سے وہ بالکل متفرق ہوگا۔ فرض کرو وہ کسی پہاڑ کے دامن میں پڑا رہا۔ برسات کے دنوں میں بارش کا پانی اس کو وادی میں بہا کر کسی چشمے تک لے گیا، جہاں سے دھکے کھاتے کھاتے وہ ایک چھوٹی ندی میں جا پہنچا۔ چھوٹی ندی نے اس کو بڑی ندی میں پہنچا دیا۔ اس دوران میں رگڑیں کھاتے کھاتے اس کی نوکیں جھڑ گئیں اور کھردراپن مٹ گیا۔ اب وہ چکنا اور چمک دار ہو گیا اس طرح وہ چکنا چمک دار گول مول بن گیا۔ کسی طرح وہ ندی سے خشکی میں پہنچ گیا اور اب ہم اسے سڑک وغیرہ پر دیکھتے ہیں۔ اگر وہ ندی کے باہر نہ ہو جاتا بلکہ اسی کے ساتھ بہتا رہتا تو وہ اور بھی چھوٹے سے چھوٹا ہوتا جاتا اور آخر میں ریت کا ذرہ بن کر اپنے اور ساتھیوں کے ساتھ سمندر کے اس ساحل کو خوشنما بناتا جہاں چھوٹے چھوٹے بچے ریت کے گھروندے بنا کر کھیلا کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان پتھر کے ایک چھوٹے ٹکڑے کے ارتقاء کی دل کش تصویر ہے۔ اسی طرح قدرت کی دیگر اشیاء سے بھی کائنات کے ابتدائی ارتقاء کی کیفیت اچھی طرح واضح ہو سکتی ہے صرف وسعت نظر درکار ہے اور بس۔ کائنات میں دو قسم کی مخلوق ہے۔ ایک قائم اور دوسری متحرک۔ قائم مخلوق کی چھوٹی سے چھوٹی جنس بیکٹیریا کے نام سے مشہور ہے اور متحرک مخلوق کا سب سے چھوٹا جاندار امیبا کے نام سے۔ کیا تم نے ان دونوں کو کبھی دیکھا ہے؟ تم جواب دو گے نہیں۔ بات یہ ہے کہ آنکھ سے یہ نظر ہی نہیں آسکتے۔ ان کے دیکھنے کے لیے بہت بڑی طاقت کی خوردبین کی ضرورت ہے اور اس پر بھی بڑی توجہ اور غور سے نظر جمانے پر ان کی ہستی کا کچھ ثبوت ملتا ہے۔ ایک بال کی نوک پر یہ ہزاروں کی تعداد میں آسکتے ہیں۔ ان کا جسم خول کا بنا ہوتا ہے۔ کھانے پینے، کہنے سننے وغیرہ کے لیے کسی اور جان دار کی طرح امیبا میں خارجی حواس نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود وہ کھاتا پیتا اور بچے دیتا ہے۔ ایک امیبا پھٹ کر دو ہو جاتے ہیں دو کے چار، چار کے آٹھ اور آٹھ کے سولہ۔ اسی التزام سے ان کا شمار بڑھتا جاتا ہے۔ ماہرین نظریۂ ارتقاء نے یہ ثابت کیا ہے کہ امیبا اور بیکٹیریا ہی ہماری اس کائنات کا مبدأ ہیں۔

ارتقاء کا مطلب ہے بتدریج ترقی کرنا۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی مادہ کا ایک

حالت سے نکل کر مقابلۃً اس سے زیادہ ترقی شدہ حالت میں داخل ہونا۔ اس طرح ارتقاء کا مطلب زمانۂ بعید میں ایک نئی جنس کی تخلیق ہوتا ہے۔

دنیائے سائنس میں ڈارون کو اس نظریہ کا گروگھنٹال تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم ڈارون سے قبل بفن، لیمارک، اسپنسر وغیرہ علماء نے مسئلہ ارتقاء کی توضیح وصراحت بہت اچھی طرح کر دی تھی۔ خود ڈارون کے والد اور داد اس مسئلہ کے بہترین ماہر تھے۔ ڈارون نے آغاز آفرینش (ORIGIN OF SPECIES) نامی کتاب لکھ کر بڑی ناموری حاصل کی ہے۔ یہ کتاب عام فہم اور سلیس زبان میں ہے۔

ڈارون کو بچپن ہی سے علم الحیات نیز علم نباتات کی دُھن سوار ہو گئی تھی۔ قسم قسم کے کیڑے مکوڑے جمع کرنے کا انھیں شوق تھا۔ اپنی عمر کے بائیسویں سال (۱۸۳۱ء) میں انھیں ایک زریں موقع ہاتھ آیا۔ جنوبی امریکہ کی طرف ایک جہاز جا رہا تھا۔ اس کے کپتان نے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص علمی تحقیقات کے لیے سفر کرنا چاہے تو اس کو وہ اپنے جہاز میں نہایت خوشی سے جگہ دیں گے۔ ڈارون نے اپنی خدمات پیش کیں۔ پانچ برس کے متواتر سفر کے بعد انھوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج شائع کیے۔

ڈارون کے دماغ میں ارتقاء کا نظریہ کیونکر سمایا؟ یہ ایک نہایت دل چسپ داستان ہے۔ ایک دن وہ میتھس نامی مصنف کی ایک کتاب مطالعہ کر رہے تھے جس میں انسان کی ترقی پر اظہار خیالات کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مذکور تھا کہ انسان کی آبادی یا شمار میں اضافہ زمین کے توازن کے اعتبار سے ہوتا ہے اور قیام زندگی کے وسائل غلّہ وغیرہ پر بہت کم نظر ہوتی ہے۔ اس سے ڈارون کا دماغ بیدار ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے اس اصول کو تمام جانداروں اور نباتات پر بھی چسپاں کیا۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حیوانات کے بڑھتے ہوئے شمار کے مقابلے میں جب غلہ وغیرہ کی فصل کم پیدا ہوگی تو ایک ایسا دن ضرور آئے گا کہ غلہ کی کشمکش زندگی کا باعث ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کمزوروں کو کچل دیا جائے گا اور صرف وہی زندہ رہ سکیں گے جو اس وقت کے حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہونگے اس طرح کسی زمانۂ بعید میں اس کشمکش کی نوبت آئے گی اور کٹتے چھٹتے ایک زمانہ میں ایک بالکل نئی جنس رونما ہو جائے گی۔

ملکی آب وہوا کے لحاظ سے جانداروں کے رُوپ رنگ میں تبدیلی لابدی ہے اور یہ تبدیلی دوسری جنس کی قلت پر پورا پورا اثر کرتی ہے۔ گلاب کی آج ہم صدہا اقسام دیکھتے ہیں۔ کیا وہ ابتدا ہی سے اتنے اقسام کے تھے؟ گھوڑے، گائے، بیل، بکری، انسان غرض ہر جنس کی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن ان میں بہت سی اقسام وہ ہیں کہ جن کا وجود کچھ زمانہ قبل بالکل نہ تھا۔ کتوں کی صدہا اقسام پیدا ہو گئی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو برابر برابر کھڑا کر دیا جائے تو کسی کو یہ خیال بھی نہ ہو سکے گا کہ یہ سب ایک ہی کتے سے پیدا ہوئے ہوں گے۔

جن حیوانات کو رات میں باہر نکلنا پڑتا ہے ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے بھڑکیلا نہیں ہوتا۔ چوہے، اُلو، چمگادڑ

اس کی بین مثال ہیں۔ اسی طرح جن جان داروں کو ہرے بھرے اور سرسبز مقامات میں رہنا پڑتا ہے ان کا رنگ بالعموم سبز ہوتا ہے۔ خشک گھاس میں رہنے والے جان داروں کا رنگ ان کے آس پاس کی فضا کے مطابق ہوتا ہے

بیشتر یہ تبدیلیاں ہمارے مختلف اعضاء کے زیادہ یا کم استعمال کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ خود ہمارے درمیان کسی کے بازو زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ کسی کی پیدل چلنے کی طاقت بڑھی چڑھی ہوتی ہے۔ کسی کا دماغ اچھا ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے۔ جس شخص نے اپنے جس عضو سے زیادہ کام لیا وہی مضبوط اور ترقی پذیر ہوتا گیا۔ لوہار کے بازو اور فلسفیوں کا دماغ اسی لیے زیادہ مضبوط اور توانا ہوتے ہیں۔

بعض ایسے عضو بھی ہیں جن کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، پھر ان کی ترقی و قیام کی کیا خاص وجہ ہو سکتی ہے؟ مور کے پنکھ کے خوش نما رنگ اور ہرن کے ٹیڑھے میڑھے خوبصورت سینگ اب تک کیوں ضائع نہیں ہو گئے؟ کیونکہ ان سے تو کچھ کام نہیں لیا جاتا ہے۔ اگر غائر نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ ان کی خوشنمائی اور خوبصورتی مادہ کو لبھانے میں ممد ہوتی ہے۔

آج تک جتنے جان دار پائے جاتے ہیں، نظریۂ ارتقاء کے مطابق ابتدائے آفرینش میں وہ الگ الگ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کو لو۔ ان میں ہاتھی، گھوڑا، مچھلی، پرند، انسان، بندر وغیرہ صدہا اقسام ہیں اور پھر ہر قسم کی کئی اقسام ہیں۔ مثال کے طور پر ایک عام ٹٹو سے لے کر اعلیٰ درجہ کے عربی گھوڑے تک کتنا فرق ہے۔ ارتقائیوں کا قول ہے کہ یہ جنس ابتداءً ایک ہی جنس سے پیدا ہوئی ہیں۔ دیگر الفاظ میں اس کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریڑھ والے تمام جان داروں کی پیدائش شروع میں ایک ہی نوع سے ہوئی ہے۔ ان کی ساخت بدن کی یکسانیت اور ان کی پرانی عادات و خصائل ان کی بتدریج ترقی کا ثبوت ہیں۔

مسئلہ ارتقاء (۲)

اب تک ہم نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے کہ ارتقاء کیا ہے۔ لیکن اب ہم آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو کہنے میں کچھ بے ڈھنگی سی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ نظریۂ ارتقاء کے مطابق انسان بندر کی اولاد ہے۔ سچ مچ یہ کیسی بے معنی بات ہے۔ وہ انسان جو مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ، مہذب، ہر قسم کے عیش و آرام پر قادر، اپنی دماغی قوت سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دینے والا اور ایک بالکل بے عقل اور وحشی جانور بندر کی اولاد، لیکن سچ پوچھو تو بات پتے کی ہے۔

کائنات میں ہمیں ایک طرح کی ترقی یا اصلاح نظر آتی ہے۔ اس کے متعلق گزشتہ باب میں کافی بحث ہو چکی ہے پھر اس بات کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان جان دار ہے۔ لہٰذا جب گھوڑا، زیبرا، گدھا وغیرہ مختلف جان دار

ایک ہی نوع سے پیدا ہوئے ہیں توکیا یہ ممکن نہیں کہ انسان بھی کسی اپنے ایسے جان دار سے پیدا ہوا ہو اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے موجودہ درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں کافی ہوں گی۔

انسان کے جسم کی بتدریج ترقی کے باب میں متعدد علمائے سائنس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا مورثِ اعلیٰ ضرور کوئی بندر کے ایسا جان دار ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہکسلے نے ۱۸۶۳ء میں "کائنات میں انسان کا درجہ" نامی کتاب شائع کر کے اس پر روشنی ڈالی تھی۔ اس کے سات آٹھ برس کے بعد ڈاروِن نے "انسان کا زوال" نامی کتاب شائع کی۔ قدیم ہندستان کے علما نے بھی بندر کے لیے لفظ وانر نہایت مناسب استعمال کیا تھا مطلب یہ کہ بندر اور انسان کی مشابہت کوئی جدید انکشاف نہیں ہے۔

لوگ عام طور پر جن بندروں کو دیکھتے ہیں انھیں کو ارتقا کا مورثِ اعلیٰ تصور کرتے ہیں لیکن بات در اصل کچھ اور ہی ہے۔

بندروں کو چار درجوں پر منقسم کیا جاتا ہے۔ گبن، آرنگ اٹانگ، چمپانزی اور گوریلا ان کے نام ہیں۔ یہ چاروں ایک حد تک انسان سے ملتے جلتے ہیں۔ انسان کی طرح ان کے بھی ۳۲ دانت ہوتے ہیں۔ حالانکہ عام قسم کے بندروں کے ۳۶، ۴۰، ۴۴ دانت ہوتے ہیں۔ دُم ان چاروں میں کسی کی نہیں ہوتی۔ ان کی ناک، کان، ٹھڈی انسان کی ایسی ہوتی ہے۔ عام بندروں کی طرح ان کے گال میں تھیلی نہیں ہوتی۔ ان کے ہاتھ مقابلتاً کچھ بڑے ہوتے ہیں حتیٰ کہ چلتے وقت زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں میں پانچ پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ البتہ ان کے انگوٹھے اتنے موٹے نہیں ہوتے جتنے موٹے انسان کے ہوتے ہیں۔ اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کو یہ حسبِ خواہش ہلا ڈلا سکتے ہیں۔

ان چاروں میں گبن سب سے چھوٹا اور نازک ہوتا ہے۔ یہ جزائرِ جاوا، بورنیو اور ملاکا، سیام، اراکان وغیرہ ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کا قد زیادہ سے زیادہ ۳ فیٹ ہوتا ہے۔ تمام دن یہ درختوں ہی پر رہتا ہے شام کے وقت ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں زمین پر اترتی ہیں۔ انسان کی ذرا سی آہٹ پاتے ہی یہ بھاگ جاتے ہیں ان کی آواز بہت تیز ہوتی ہے اور بہت دور تک سنائی دیتی ہے۔ ان کے چلانے کی آواز بہت کچھ "کوایک کوایک ہاہا" کی ایسی ہوتی ہے۔

مسطح زمین پر یہ انسان کی طرح دونوں پاؤں سے چلتے ہیں۔ چلنے میں جسم ایک طرف کو جھکا ہوتا ہے۔ ہاتھ لمبے ہونے کی وجہ سے زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ان کی چال کچھ عجیب سی ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ چلنے میں یہ اِدھر اُدھر جھوکا کھاتے ہیں اور ویسے ان کا چلنا بھی بھاگنے کے برابر ہوتا ہے۔ درختوں پر یہ ۲۰ فیٹ لمبی چھلانگ مار سکتے ہیں لیکن زمین پر زیادہ تیزی سے نہیں بھاگ سکتے۔ شکاری انھیں میدان میں نکال کر ہی ان کا پیچھا کرتے ہیں۔ طبیعت کے لحاظ سے گبن بہت غریب ہوتا ہے لیکن اگر اس کو ستایا جائے تو انسان کو چبا ڈالتا ہے۔

درختوں کی کونپلیں، پھل، پھول اور کیڑے اس کی غذا ہیں۔ پانی پیتے وقت ہاتھوں کو پانی میں ڈبو کر پانی کو زبان یا ہونٹوں سے چاٹتا ہے اس کو پالتو بنانے میں زیادہ دقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ بچوں کی طرح یہ بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ شرارت کرتے رہتے ہیں۔ یہ بہت سمجھ دار ہوتے ہیں۔ ذیل کے واقعہ سے اس کی تائید ہو گی۔

کسی انگریز نے ایک گبن پالا تھا۔ چیزوں کو ادھر اُدھر کر دینے کی اس کو بہت بُری عادت پڑ گئی تھی کاغذوں اور کتابوں کے تو وہ پرخچے اڑا دیتا تھا غسل خانے سے صابن لے اڑتا تھا۔ اس کے لیے دو ایک بار اس کو سزا بھی دی گئی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ انگریز کمرے میں بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا۔ گبن کُھلا ہوا تھا اور وہیں موجود تھا۔ اپنے آقا کو اس نے لکھنے میں مصروف دیکھا تو صابن اڑا لے جانے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے آقا کی طرف دیکھا کہ وہ دیکھ تو نہیں رہا ہے اور چُپ چُپاتے صابن لے کر باہر جانے لگا۔ اس کے آقا نے اسے دیکھ لیا اور زور سے کچھ کہا گبن نے سمجھا کہ اس کی چوری پکڑی گئی۔ صابن کو اس نے وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا اور ایک قصوروار کی طرح چپ چاپ دور جا بیٹھا۔

آرنگ اُتانگ زیادہ سے زیادہ چار فیٹ اونچا ہوتا ہے جسم کچھ موٹا ہوتا ہے۔ یہ صرف سماٹرا اور بورنیو میں ہوتا ہے۔ زیادہ تر میدان کی جھاڑیوں میں رہتا ہے۔ کسی قدر سُست ہوتا ہے۔ رات کو سوتے وقت درختوں کی پتیاں بچھا کر سوتا ہے کبھی کبھی گھاس ہی پر پڑا رہتا ہے اور انسان کی طرح ایک ہاتھ کا تکیہ بنا لیتا ہے۔ ان کا اوڑھنا بھی پتوں ہی کا ہوتا ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی یہ سو جاتے ہیں اور طلوع آفتاب سے قبل کبھی نہیں اٹھتے۔

درختوں پر انسان کی طرح آہستہ آہستہ چڑھتے ہیں۔ گبن کی ایسی چھلانگیں مارنا انھیں نہیں آتا اور نہ زمین ہی پر سیدھے دوڑ سکتے ہیں۔ ان کا جسم مضبوط ہوتا ہے۔ شکاریوں سے اپنے بچاؤ کی زیادہ کوشش نہیں کرتا۔ درختوں کے پتے پھول اور پھل اس کی غذا ہیں۔ شکاری ان کو نیچے اتارنے کے لیے بالعموم مرچوں کی دُھونی دیتے ہیں اس سے یہ گھبرا کر خود بخود نیچے اُتر آتے ہیں۔

پروفیسر ڈیول کے سرکس کے ایک آدمی نے آرنگ اتانگ نامی چھوٹی سی کتاب میں شروع سے آخر تک ایک پالتو آرنگ اُتانگ کی کہانی لکھی ہے۔ اس کا نام اینی تھا۔ اینی کی قوتِ حافظہ اور نقل اتارنے کی مشق حیرت انگیز تھی۔ ہر کام کو بڑی توجہ سے دیکھنا اور پھر اسی سلسلے کے ساتھ خود بھی اس کو کرنا، یہ اس کا معمول تھا۔ ایک دن اس نے اپنے آقا کو ہاتھ منہ دھوتے دیکھا۔ اس کے بعد اس نے بھی ٹھیک اسی طرح شروع سے اخیر تک سب کام کیے۔ برش سے دانت صاف کیے، صابن لگایا، پانی ختم ہو جانے پر ملازم کو برتن دے کر اور پانی لانے کا اشارہ کیا۔ ان باتوں سے آرنگ اتانگ کی سمجھ داری کا بہترین ثبوت ملتا ہے۔

چمپانزی اور گوریلا صرف افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا قد پانچ فیٹ تک ہوتا ہے۔ چمپانزی بیٹھا ہوتا ہے تو بالکل انسان معلوم ہوتا ہے گبن کی طرح شریر ہوتا ہے۔ ان کے گروہ میں سے اگر کوئی بندوق کا شکار ہو جائے

تو یہ شکاری پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر شکاری کے بس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہوتا کہ اپنی بندوق ان کے حوالہ کر کے وہاں سے ٹل جائے۔ بندوق ہاتھ میں آتے ہی یہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور شکاری کا پیچھا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

گوریلا سات آٹھ فیٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ یہ بہت زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ ان میں نر کے مقابلہ میں مادہ کا شمار زیادہ ہوتا ہے۔ اور بندروں کے مقابلہ میں یہ زیادہ ظالم ہوتا ہے۔ انسان سے مُڈبھیڑ ہو جائے تو یہ بھاگتا نہیں بلکہ اسی پر حملہ کر دیتا ہے۔ اکیلا دکیلا آدمی ان سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ بندوق کی نالی کو دانتوں سے چبا ڈالتا ہے۔ اس کو زندہ پکڑنا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا چاروں بندروں کا تذکرہ پڑھ کر کیا آپ کے دل میں یہ خیال نہیں اٹھتا کہ انسان بھی انھیں بندروں کی اصلاح شدہ صورت ہے۔ ہمیں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ہمیں تین طریقوں سے کام لینا چاہیے۔ سب سے پہلے ہمیں انسان اور اُن بندروں کی جسمانی ساخت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ دوسرے ان کے رحم میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ تیسرا اور زبردست ثبوت اُن پنجروں پر غور کرنے سے حاصل ہوگا جو بندر سے انسان بننے تک مختلف زمینوں کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی اندرونی جسمانی ساخت میں بہت کچھ مطابقت پائی جاتی ہے۔ عام بندروں اور انسان میں خارجی مطابقت بھی نمایاں ہے۔ ان میں بھی گوریلا چمپانزی وغیرہ انسان نما بندروں میں تو بظاہر کوئی فرق پایا ہی نہیں جاتا۔ دونوں کے پنجر چند معمولی مستثنیات کے علاوہ بالکل یکساں ہوتے ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کے منکوں کی تعداد، دانت، ہاتھ، پاؤں کی ہڈیاں، جوڑوں، کمر، کولھوں، کندھوں وغیرہ کی ہڈیوں کی تعداد دونوں میں یکساں ہے۔ جگر میں چار تھیلیاں ٹھیک انسانوں کی طرح ہوتی ہیں۔ رگ، پٹھے دماغ، دورانِ خون کی نالیاں بھی ہر بات میں ملتی جلتی ہیں جس طرح انسان کے دماغ کے تین حصے ہیں ٹھیک ویسے ہی بندر کے بھی ہیں جس طرح انسان کے پیٹ میں ناف سے تین اُنگل نیچے داہنے ہاتھ کی طرف آنت کا ایک چھوٹا سا حصہ نکلا رہتا ہے ٹھیک ویسا ہی اِن بندروں میں بھی ہوتا ہے۔ ہکسلے نے ثابت کیا ہے کہ انسان نما بندر جتنی مطابقت انسان سے رکھتے ہیں اُتنی مطابقت عام بندروں سے نہیں رکھتے۔ لہٰذا اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ انسان اور انسان نما بندروں کے مورثِ اعلیٰ ایک ہی تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس دعوے کو صحیح تسلیم نہ کر لیا جائے۔

بہتوں کو اس دعوے کو تسلیم کرنے میں چند وجوہ مانع ہیں جن کو بلا وجہ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو سیدھا چلنا کیسے آ گیا۔ پھر انسان کا دماغ کس قدر کام کرتا ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ نظریہ ارتقاء کو صحیح ماننے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن اگر ہم غور سے کام لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے سیدھا چلنے کی عادت کچھ قدیم سے نہیں ہے، کیونکہ عارضہ فتق اسی حالت میں لاحق ہوتا ہے جب غذا کی نالیوں اور

اور اس کے مختلف حصوں کے دباؤ کو کولھے کے پٹھے برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ ہم سیدھے چلتے ہیں لیکن ابھی تک ہمارے پٹھے اس بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہو سکے تم نے علم الصحت اور علم الابدان کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ انسان کے شکم کے پٹھے آنتوں کا بوجھ برداشت کرنے کے اتنے ہی قابل ہوتے ہیں جتنے چوپایوں میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے سیدھے چلنے کی عادت بہت پرانی نہیں ہے۔

رہا دماغ کا فرق! یہ دماغ کی ساخت میں نہیں ہوتا بلکہ وزن اور جسامت میں ہوتا ہے۔ دونوں کا دماغ ایک ہی کام کرتا ہے۔ جس طرح انسان کے دماغ میں مختلف طبقے اور مراکز ہیں وہی ان بندروں کے بھی ہوتے ہیں۔ وزن اور جسامت کا فرق کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ایسی مثالیں مل چکی ہیں جن میں انسان کا دماغ بہت چھوٹا اور ہلکا تھا۔ تمام انسانوں کی قوتِ متخیلہ یکساں نہیں ہوتی۔ ایک جماعت کے طلبا مختلف قسم کے دماغ کے مالک ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی لڑکا سب میں اوّل ہوتا ہے اور کوئی آخری۔ یہ فرق کیوں؟ اس سے ظاہر ہے کہ دماغ کی کوئی نہ کوئی حالت ایسی ضروری ہوگی جب یہ بہت چھوٹا ہوگا اور اب چونکہ اس سے کام لیا جانے لگا ہے لہٰذا یہ بڑا اور مضبوط ہوگیا ہے۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ بندر کی دماغ کی ترقی یافتہ صورت انسانی دماغ ہے نامناسب نہ ہوگا۔

دورانِ حمل کی کیفیات پر اگر غور کیا جائے تو دونوں میں بہت کچھ یکسانیت نظر آئے گی۔ ہر جاندار کی ابتدا حمل میں ایک چھوٹی سی تھیلی سے ہوتی ہے۔ اس تھیلی کی لمبائی $\frac{1}{12}$ انچ کے قریب ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ تھیلی بڑی ہونے لگتی ہے اور بڑھتے بڑھتے ایک لوتھڑا سی ہو جاتی ہے۔ اس لوتھڑے کے وسط میں ایک خلا پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور یہیں حمل کی نشوونما ہوتی ہے۔ شروع میں حمل کی جسامت قریب قریب $\frac{1}{5}$ انچ ہوتی ہے۔ ایک ہی ہفتہ میں اس کی جسامت دُگنی ہو جاتی ہے۔ اور پھر ہڈیاں، گوشت، خون وغیرہ بننا شروع ہو کر چوتھے مہینے حمل ظاہر ہوتا ہے۔

انسان کی دُم کے متعلق دورانِ حمل کی حالت سے ثبوت ملنا نہایت حیرت انگیز ہے۔ انسان اور گبن وغیرہ بندروں میں اگر موجودہ زمانے میں دُم نہیں ہوتی تو نہ سہی، لیکن حمل کی حالت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی زمانے میں ان کے دُم ضرور رہی ہوگی۔ انسان کا حمل جب ایک مہینے کا ہوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں کے جوڑ کے وسط میں دُم ہوتی ہے جو مڑی رہتی ہے۔ دم کی لمبائی اُس وقت کے پیروں سے تقریباً دگنی ہوتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا ہے کہ کبھی نہ کبھی دونوں کے دم ضرور رہی ہوگی۔ ریڑھ کی ہڈی کا آخری منکا کسی قدر باہر کو نکلا ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو دُمچی کہتے ہیں۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ یہی منکا ہماری قدیم زمانے کی دُم کا بقیہ ہے۔ انسان کے لیے دم کا چونکہ اب کوئی مصرف باقی نہ تھا لہٰذا رفتہ رفتہ وہ بالکل معدوم ہوگئی۔

دُم کے مانند انسان کے کانوں کے باب میں بھی یہی کیفیت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانور اپنے کان ہلا ڈُلا سکتے ہیں

لیکن انسان کے کان نہیں ہلتے۔ بات یہ ہے کہ کانوں سے مکھی وغیرہ اڑانے کا کام لیا جاتا تھا۔ جب اس کام کو انسان کے ہاتھوں نے سرانجام دینا شروع کر دیا تو چونکہ کانوں سے پھر کچھ کام نہ لیا گیا لہذا یہ بے کار ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم اپنے کانوں کو ہلا ڈلا نہیں سکتے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ کانوں میں اب بھی وہ چیزیں موجود ہیں جن سے انھیں حرکت دی جاتی تھی۔ آج بھی بہتیرے انسان ایسے ملتے ہیں جو نہایت عمدگی سے اپنے کانوں کو حرکت دے سکتے ہیں۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں خصوصاً دودھ پلانے والوں کا حمل ایک ماہ تک بالکل نہیں شناخت کیا جا سکتا۔ لیکن جیسے جیسے مدت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے ان کے حمل ایک دوسرے سے متفرق ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً دوسرے ماہ میں انسان کا حمل دُم دار بندروں اور کتوں کے حمل سے پہچانا جا سکتا ہے لیکن گبن وغیرہ انسان نما بندروں اور انسان کا حمل بالکل یکساں رہتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے پر یہ انسان نما بندر بھی نال کاٹ ڈالتے ہیں مگر اپنی ناسمجھی کے باعث اس کو باندھنا نہیں جانتے جس کی وجہ سے ماں کا بہت زیادہ خون خارج ہو جاتا ہے اور وہ نڈھال ہو جاتی ہے۔

جرمنی کے مشہور فلسفی ہیکیل نے "انسان کی ترقی" کے نام سے دو بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ ترقی یافتہ بندر کا نام انسان ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس طرح ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی دورانِ حمل میں یکساں حالت ہوتی ہے اُسی طرح تمام جان داروں کا مورثِ اعلیٰ بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ جس طرح حمل ایک چھوٹے سے مدوّر لوتھڑے سے بتدریج بڑھتا یا ترقی کرتا ہے اُسی طرح تمام جان داروں کو ایک چھوٹے سے خلیہ دار جان دار امیبا سے پیدا ہونا چاہیے۔ لیکن ابھی تک اس باب میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

امیبا سے انسان وغیرہ بہت سے بڑے بڑے جان دار کیوں کر بن گئے مندرجہ ذیل مثال سے یہ بات صاف ہو جائے گی۔ مینڈک کے متعلق تم نے پڑھا ہو گا کہ پہلے پہل بہت چھوٹے چھوٹے انڈے جھلی میں لپٹے ہوئے پانی پر تیرتے رہتے ہیں۔ پھر جھلی کے الگ الگ ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک انڈا آزاد۔ اس دوران میں ہر ایک انڈے میں ایک دُم نکل آتی ہے۔ ایک بڑے سے سر میں ایک لمبی دُم کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ رفتہ رفتہ دُم کم ہوتی جاتی ہے اور پچھلے دو پیر نکل آتے ہیں۔ بعد ازاں کچھ دنوں کے بعد اگلے پیر نکلنے لگتے ہیں اور دُم قریب قریب بالکل جاتی رہتی ہے۔ اس زمانے میں اس کے پھیپھڑوں میں مچھلی کی طرح پانی میں سے ہوا کھینچنے کی طاقت ہوتی ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ مینڈک بن جاتا ہے اور ناک کے ذریعہ سانس لینے لگتا ہے۔ اگر ہم ایک مینڈک کو زیادہ دیر تک پانی میں ڈبوئے رکھیں تو وہ مر جائے گا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اب اس کے پھیپھڑے دیگر پھیپھڑوں کے مطابق ہیں مینڈک کی اس ترقی سے زندگی کی ترقی پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح انسان وغیرہ ہر ایک جان دار لاکھوں برس سے

جن مختلف کیفیات و حالات سے گزر چکا ہے۔ زمانہ حال کی تھوڑی سی عمر ہی میں ان سب حالات سے گزرتا ہے۔

تیسرا درجہ جس کے ذریعہ نظریہ ارتقاء کے صحیح ہونے کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے' وہ ہے قدیم زمانہ کی تہذیب کی کہانی۔ یعنی قدیم اقوام کی تہذیبوں کے آثار ڈھونڈتے ڈھونڈتے جو پرانے پنجر دستیاب ہوں ان سے حالات کا افتراق معلوم کرنا اس ذریعہ سے بھی نظریہ ارتقاء کو بہت تقویت ملی ہے۔

نظریہ ارتقاء کے متعلق لوگوں میں بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی کا بھوت ہر وقت ہمارے پیچھے لگا رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انسان کے پیدا ہوتے ہی اس کی ترقی کا دور شروع ہو جانا چاہیے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ہم روز بروز ہر چیز میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور دیکھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ترقی کا دار و مدار ہے حالات کی تبدیلی پر۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حالات تو جوں کے توں رہیں اور ترقی ہوتی رہے۔ اگر انسان ہی کی مثال لی جائے تو چار پانچ ہزار برس قبل کے پنجروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دوران میں انسان کی ساختِ بدن میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ظاہر ہے۔ انسان نے اپنے آپ کو معاشرتی و سیاسی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے لہذا قدرت کے تمام قوانین انسانوں کی اس قیدیوں ایسی حالت پر عائد نہیں ہوتے اور اسی لیے زندگی کی کشمکش کا اصل اصول انسان کی ذات پر چسپاں نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے نیز اسی قسم کی دیگر وجوہ کے باعث انسان کی ترقی کم از کم اس کی جسمانی ساخت کے نقطۂ نظر سے نہیں ہوئی۔

اس نظریہ کے باب میں دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ارتقاء سے مقابلۃً ہر شخص ترقی یافتہ حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ارتقاء میں تنزل کا بھی اتنا ہی امکان ہے جتنا ترقی کا۔ ارتقاء کا مفہوم ہے تبدیل شدہ حالت میں قیام کر سکنے کی اہلیت۔ پھر وہ حالت خواہ اس کو نیچے لے جائے خواہ اوپر۔ اگر حالات اس طرح تبدیل ہوں کہ اس جاندار کا اوپر کی طرف اٹھنا مفید ہو گا تو وہ ضرور اس کا ارتقاء ہو گا۔ لیکن اگر اس کے تنزل میں فائدہ ہے تو وہ ضرور ترقی معکوس کرے گا۔ بلندی اور پستی کا معیار ہمارے تخیل نے مقرر کر رکھا ہے ورنہ ان کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔"

◎ ← نظریہ ارتقاء والوں کی عبارات کے حوالے ختم ہوئے ◎

یہ ہے نظریہ ارتقاء والوں کی تقریر، جو انھوں نے انسان اشرف المخلوقات کو کیڑوں اور بندروں کی نسل سے جوڑنے اور ان کی اولاد بنا دینے کی تشریح کے لیے پیش کی ہے۔ یہ نظریہ اصول اسلام کے خلاف ہے۔ بعض اعضاء اور بعض ہڈیوں کی مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بندر کی اولاد میں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اور نبی علیہ السلام نے احادیث میں تخلیقِ نوعِ انسان کی تفصیل اور دیگر کوائف ذکر فرمائے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ طریقۂ ارتقاء کے برخلاف انسان کو دفعۃً مٹی سے تخلیق کر کے اسے بہ حسین صورت اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

۲۷۔ **النَّمْلَة**۔ یہ واحدِ نمل ہے۔ جمع نمال ہے۔ مثلاً ما بعوضۃً فما فوقھا کے تحت نملۃ مذکور ہے۔ یقال

طعام مَمنول اذا اصابه النمل. نمل کی کنیت ابومشغول ہے اور مادہ کی کنیت اُمّ نوبہ و ام مازن ہے۔ نمل انسان کی طرح طلبِ رزق کے لیے بڑے حیلے اختیار کرتی ہے اور خوراک کا ذخیرہ رکھتی ہے اور جن دانوں کے بارے میں انھیں اُگنے کا خطرہ ہو تو وہ انھیں دو حصے کرلیتی ہیں۔ کیونکہ تنصیف کے بعد وہ اُگتے نہیں ہیں۔ اور جب تعفّن کا خطرہ ہوجائے تو وہ ان دانوں کو باہر نکال کر پھیلا دیتی ہیں۔ اور یہ کام وہ اکثر رات کو چاند کی روشنی میں کرتی ہیں۔

سفیان بن عُیینہ کا قول ہے کہ اپنی خوراک کا ذخیرہ صرف چار قسم کے حیوانات کرتے ہیں ۱۔ انسان ۲۔ عَقعَق ۳۔ چیونٹی اور ۴۔ چوہا۔ چیونٹی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے بدن سے کئی گنا زیادہ وزنی چیز اٹھاتی ہے۔ شہد کی مکھیوں کی طرح چیونٹیاں بھی زمین کے اندر منظّم طریقے سے اپنے بل بناتی ہیں جن میں باقاعدہ کئی منزلیں اور دہلیز و مختلف طبقات ہونے کے علاوہ خوراک کے ذخیرہ کا الگ مقام ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں نملۂ سلیمانؑ کا ذکر موجود ہے۔ حکایت ہے کہ قتادہ تابعیؒ مشہور محدث جب کوفہ میں تشریف لائے اور بہت سے علماء ان کے پاس جمع ہوئے تو قتادہؒ نے فرمایا سلوا عما شئتم۔ ابوحنیفہؒ بھی اس وقت موجود تھے اور وہ بالکل نوعمر تھے۔ تو ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قتادہ سے نملۂ سلیمان علیہ السلام کا سوال کرو کہ وہ مادہ تھی یا نر لوگوں نے سوال کیا تو قتادہ لاجواب ہوگئے۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ وہ مادہ تھی۔ قرینہ یہ ہے کہ اس کا فعل مؤنث ہے۔ اگر وہ مادہ نہ ہوتی تو فعل مذکر ہوتا اور قالت کے بجائے قال ہوتا۔ فقال ابوحنیفة کانت انثیٰ۔ فقیل له کیف عرفت ذالك۔ فقال من قوله تعالیٰ "قالت" ولو کانت ذکرًا القال قال نملة۔ لان النملة مثل الحمامة والشاة فی وقوعها علی الذکر والانثیٰ۔ انتہیٰ کذا فی کتب التاریخ۔

دارقطنی میں ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہے ان النبی علیه السلام قال لا تقتلوا النملة فان سلیمان علیه السلام خرج ذات یوم یستسقی فاذا ھو بنملة مستلقیة علی قفاھا رافعة قوائمها تقول اللهم انا خلق من خلقك لا غنی لنا عن فضلك اللهم لا تؤاخذنا بذنوب عبادك الخاطئین واسقنا مطرًا تنبت لنا به شجرًا وتطعمنا به ثمرًا فقال سلیمان علیه السلام لقوله ارجعوا فقد کفیتم وسُقیتم بغیرکم۔

۲۸۔ **النَّاقة**۔ اونٹنی۔ لفظ ناقة دراصل نَوَقة بروزن فعلة تھا۔ پھر واو الف ہوکر ناقة ہوا۔ اس کی جمع نوق ہے یہ جمع کثرت ہے اور جمع قلت اَذْنُق ہے۔ اونق دراصل انوق تھا۔ ثقلِ ضمہ واو کی وجہ سے قلب مکانی کرنے کے بعد اَذنُق ہوا پھر ثقلِ واو کی وجہ سے اینق بنایا گیا نیاق بھی اس کی جمع ہے۔ ناقہ کی کنیت امّ بوو امّ حائل وامّ حوار وام السقب وام مسعود ہے۔ امثالِ عرب میں کئی امثال ناقہ سے متعلق ہیں۔ وہ کہتے ہیں لا ناقتی فیها ولا جملی۔ یضرب عند التبرّی من الظلم والاساءة وقالوا استنوق الجملُ ای صار ناقة یضرب المثل لرجل یکون فی حدیث اوامر ثم یخلط بغیرہ۔

ناقہ احادیث میں متکرر الذکر ہے۔ عن ابن مسعود رضی الله عنه قال جاء رجل بناقة مخطومة

نقال هذہ فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لک بہا یوم القیامۃ سبعمائۃ ناقۃ مخطومۃ اخرجہ مسلم۔
ناقۂ صالح علیہ السلام قرآن مجید میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ھذہٖ ناقۃ اللہ۔ اضافتِ ناقہ الی اللہ للتشریف و التکریم ہے۔ یہ ناقہ صالح علیہ السلام کا معجزہ تھی جو ان کی دعا کی برکت سے قوم کے مطالبہ پر بالفور ایک بڑی چٹان سے نکلی تھی اور حاملہ تھی۔ پھر ایک بڑے بدبخت شخص نے اسے قتل کر دیا۔ اس شقی قاتل کا نام قُدار بن سالف تھا۔ کتاب مہذب میں اس کا نام عیزار بن سالف لکھا ہے۔ قتلِ ناقہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر عذاب نازل فرمایا۔

روی الطبرانی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشقی الناس ثلاثۃ عاقر ناقۃِ ثمود وابنُ آدم الاوّلُ الذی قتل اخاہ ما سُفِکَ علیٰ وجہِ الارض دمٌ الّا لحِقَ منہ اثمٌ لانہ اوّلُ من سَنَّ القتلَ وقاتِلُ علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ وعن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل الحجر فی غزوۃ تبوک امرھم ان لا یَشربوا من بئرِھا ولا یَستقوا منہا فقالوا قد عجنّا منہا واستقینا فامرھم علیہ السلام ان یطرحوا ذلک العجین ویُھریقوا ذلک الماءَ وامرھم ان یَستقُوا من البئر التی کانت ترِدھا الناقۃ۔

۲۹۔ **النَّسر**۔ گدھ۔ عُقاب۔ فما ربحت تجارتھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نسر کی جمع ہے اَنسُر و نُسور۔ اور کنیت ابو مالک وابو المنہال وابو یحییٰ و ابو الابرو ہے۔ مادہ کو ام قشعم کہتے ہیں۔ نسر پرندوں میں ممتاز اوصاف کا حامل پرندہ ہے اس کے چند احوال یہ ہیں:۔

اوّلاً، کہتے ہیں کہ یہ تمام پرندوں میں طویل العمر ہے اور ہزار سال تک اس کی عمر ہوتی ہے۔ عرب کا محاورہ اور مثل ہے وہ کہتے ہیں فلان اَعمر من نسر۔

ثانیاً، کہتے ہیں کہ اس کی نظر بڑی تیز ہے اور وہ چار سو فرسخ کی مسافت سے مردہ جانور کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح اس کی قوتِ حاسہ بھی نہایت تیز ہے۔ لکن قالوا اِذا شمّ الطیبَ مات لوقتہٖ۔

ثالثاً، ھو اشدّ الطیر طیراناً واقواھا جناحاً۔

رابعاً، وہ بڑا حریص پرندہ ہے اور اپنی طاقتِ برداشت سے بہت زیادہ کھاتا ہے اور کبھی مردہ جانور کا گوشت اتنا کھا جاتا ہے کہ پھر وہ اڑ نہیں سکتا اور ایک کمزور آدمی بھی اسے ہاتھ سے پکڑ سکتا ہے۔

خامساً، وہ اپنے رفیق کی محبت میں غلو کی حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنے الیف و رفیق کی جدائی کے بعد غم و الم سے مر جاتا ہے۔

سادساً، لیس فی سِباعِ الطیر اکبر جثّۃً منہ ویقال للنسر ابو الطیر ایضاً قال الشاعر ؎

فلا وابی الطیرِ المربّۃ فی الضحیٰ ‏ ‏ ‏ ‏ علیٰ خالدٍ لقد وَقعت علیٰ لحمِ

سابعاً، نسر سید الطیر ہے۔ امام یافعیؒ اپنی کتاب نفحات الازہار ولمحات الانوار میں لکھتے ہیں عن علیّ بن

ابی طالب ؓ قال سمعت حبیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول هبط علی جبرائیل فقال یا محمد ان لکل شئ سیدًا وسیّد البشر اٰدم وسید وُلد اٰدم انت وسیّد الروم صهیبؓ وسید فارس سلمانؓ وسیّد الحبش بلالؓ وسیّد الشجر السدر وسیّد الطیر النسر وسیّد الشهور رمضان وسیّد الایام یوم الجمعة وسیّد الکلام العربیة وسیّد العربیة القرآن وسیّد القرآن سورة البقرة. هذا واللہ اعلم بحال سند هذا الحدیث۔

۳۰۔ **النعامة**۔ شتر مرغ ۔ صُمٌّ بُکمٌ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نعامۃ کا اطلاق ذکر و انثی دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع نعام اور کنیت ام البیض و ام ثلاثین ہے۔ ظلیم صرف نر شتر مرغ کو کہتے ہیں اور صرف مادہ کو قلوص کہتے ہیں۔ حکایاتِ عرب میں ہے ان النعامة ذهبت تطلب قرنین فقطعوا اُذنیها فلذلك سمیت بالظلیم کانهم ظلموها حیث قطعوا اذنیها۔ نعام کو شتر مرغ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اگرچہ پرندہ ہے لیکن اونٹ سے مشابہ ہے۔ امثالِ عرب میں ہے ان النعام استطیر فاستبعر واستجمل فاستطار۔

کہتے ہیں کہ اس کی قوتِ سامعہ نہیں ہے لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اسے نہایت اعلیٰ درجہ کی قوتِ شامہ عطا فرمائی ہے۔ فهو یدرك بانفه ما یحتاج فیه الی السمع فربما شمّ رائحة الصائد من بُعد۔ اس لیے عرب کہتے ہیں اَشمّ من نعامة۔ ابن خالویہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا حیوان لا یسمع و لا یشرب الماء ابدًا الا النعام ولا مخّ له۔ شتر مرغ بزدلی میں مشہور ہے۔ شتر مرغ کا گوشت کھانا حلال ہے۔ اس کا انڈا بہت بڑا ہوتا ہے۔

کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے زمانۂ ادریسؑ تک گندم کا دانہ شتر مرغ کے انڈے کے برابر ہوتا تھا۔ پھر جب لوگوں نے گناہ اور کفر کا راستہ اختیار کیا تو وہ دانے چھوٹے ہو کر مرغی کے انڈے کے برابر ہوئے پھر کبوتر کے انڈے کے برابر ہوئے پھر گولی کے برابر ہوئے۔ بہر حال لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکات میں کمی آئی۔ کعب کے الفاظ یہ ہیں عن کعب الاحبار قال لما اَهبط اللہ اٰدم علیه الصلاۃ والسلام جاءه میکائیل بشئ من حبّ الحنطة وقال هذا رزقك ورزق اولادك من بعدك قم فاحرث الارض وابذر الحب قال ولم یزل الحبُّ من عهد اٰدم علیه السلام الی زمن ادریس علیه السلام کبیضة النعامة فلما کفر الناسُ نقص الی بیضة الدجاجة ثم الی بیضة الحمامة ثم الی قدر البندقة وکان فی زمن العزیز علی قدر الحمصة۔

۳۱۔ **الهرّة**۔ بلی۔ بلی کو عربی میں سنّور بھی کہتے ہیں۔ بلی نہایت عاجزی کرنے والا اور انسان کے ساتھ اُنس و محبت کرنے والا حیوان ہے۔ اسی اُنس اور گھروں میں اختلاط کی وجہ سے اس کے جھوٹے کو اسلام میں صرف مکروہ کہا ہے۔ حالانکہ اس کے گوشت کی حرمت کے پیشِ نظر وہ حرام ہونا چاہیے۔ اور بعض ائمہ اس کے جھوٹے کو

طاہر کہتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ صحیح حدیث ہے انہا من الطوافین علیکم والطوافات۔ صحابہؓ میں مشہور صحابی ابو ہریرہؓ کی یہ کنیت نبی علیہ السلام نے رکھی تھی کیونکہ انھوں نے چھوٹی بلی پال رکھی تھی جو عموماً اُن کے پاس ہوتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت ابو ھریرۃ۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ بلی شیر سے پیدا ہوئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کی صورت شیر سے ملتی جلتی ہے۔ اخرج ابن ابی حاتم باسنادہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثنین قال لہ اصحابہ وکیف نطمئن اوتطمئن مواشینا ومعنا الاسد فسلط اللہ علیہ الحمی فکانت اول حمی نزلت فی الارض فھولا یزال محموماً ثم شکوا الفارۃ فقالوا الفویسقۃ تفسد علینا طعامنا وشرابنا ومتاعنا فاوحی اللہ تعالی الی الاسد فعطس فخرجت الھرۃ منہ فتخبات الفارۃ منھا۔ ہرہ کا ذکر متعدد احادیث میں ثابت ہے۔ حدیث جابر ہے ان النبی علیہ السلام نھی عن ثمن الھر اخرجہ ابن ماجۃ۔ حدیث صحیح ہے بروایت ابو ہریرہؓ قال ان الشیطان عرض للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاتہ قال عبد الرزاق فی صورۃ ھرٍ قال علیہ السلام فشدّ علیّ یقطع علیّ صلاتی۔ الحدیث۔ و عن سلمان الفارسیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوصی بالھرّ وقال ان امراۃ عُذّبت فی ھرۃٍ ربطتھا۔ الحدیث۔

وفی تاریخ ابن النجار فی ترجمۃ محمد بن عمر الحنبلی عن انسؓ قال کنتُ جالساً عند عائشۃؓ لاُبشّرھا بالبراءۃ فقالت واللہ لقد ھجرنی القریب والبعید حتی ھجرتنی الھرۃ وماعُرِضَ علیّ طعام ولا شراب فکنت ارقد وانا جائعۃ فرأیتُ اللیلۃ فی منامی فتیً فقال مالکِ حزینۃ فقلت مما ذکر الناس فقال ادعی بھذہ الکلمات یفرّج عنکِ فقلتُ وما ھی فقال قُولِی دعاءَ الفرج "یاسابغَ النِعَم ویادافعَ النِقَم یافارجَ الغُمَم ویاکاشِفَ الظُلَم ویااَعدلَ مَن حَکَم ویاحسیبَ مَن ظَلَم ویاولیَّ من ظُلِم ویااوّلَ بلابدایۃٍ ویااٰخِر بلانھایۃٍ ویامَن لہ اسمٌ بلاکُنیۃٍ اجعل لی من امری فرجاً ومخرجاً قالت فانتبھتُ وانا ریانۃ شبعانۃ وقد اَنزل اللہُ براءتی وجاء نی الفرج۔ یہ حدیث فائدہ دعا کی وجہ سے ہم نے ذکر کردی لیکن اس کی سند کا حال معلوم نہیں ہے۔ بظاہر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ تہمت کا پتہ چل جانے کے بعد حضرت عائشہؓ سو نہ سکیں۔ ہذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۳۲۔ الضَّبّ۔ بفتح ضاد۔ گوہ۔ آیت یخادعون اللہ والذین اٰمنوا کی شرح میں مذکور ہے۔ یہ بری جانور ہے اور معروف ومشہور ہے۔ اس کی کنیت ابو حسل ہے۔ ضِباب و اَضُبّ اس کی جمع ہیں۔ انثی کو ضَبّۃ کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ پانی نہیں پیتی اور اسے کبھی پیاس نہیں لگتی۔ اس لیے عرب میں محاورہ ہے لا افعلہ حتی یَرِدَ الضبُّ۔ ابن خالویہ لکھتے ہیں الضب لایشرب الماء ویعیش سبع مائۃ سنۃ فصاعداً ویقال انہ یبول فی کل اربعین یوماً قطرۃ۔ مچھلی اور گوہ کے اس تضاد کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ جو شخص متضاد کام کرے تو کہتے ہیں

جمع بین الضبّ والنون اور کہتے ہیں لا افعلہ حتی یجتمع الضبُّ والحوت چنانچہ حاتم اصم اس تضاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

وکیف اَخافُ الفقرَ واللہ رازقی ورازقُ ھذا الخلقِ فی العُسرِ والیُسرِ

تکفّلَ بالارزاقِ للخلقِ کلّھم وللضبِّ فی البیدا وللحوتِ فی البحرِ

حدیث شریف ہے عن انسؓ قال ان الضبَّ لیموت فی جحرہ ھُزالاً من ظلم بنی آدم۔

ضب اور عقارب میں کہتے ہیں کہ دوستی ہے اس لیے گوہ کے بلوں کے دہانوں کے اندر عموماً بچھو رہتے ہیں تاکہ اگر کوئی شکاری ہاتھ اندر کرے تو وہ اسے ڈنک مارے گویا کہ بچھو محافظِ ضب ہے۔ گوہ پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے وہ عموماً اپنے بل کو بھول جاتی ہے اس لیے عرب کا محاورہ ہے اَضلّ من ضب واَحیرُ من ضب۔ اور عقوق میں وہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اس لیے محاورہ ہے اعقّ من ضب اور طولِ عمر کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے اَحییٰ من ضب کہتے ہیں کہ اس کا سر کاٹنے کے بعد بھی وہ ایک دن تک زندہ رہتی ہے۔

اس کی دُم میں بہت سے عقدے ہیں حکی انّ بعض الحاضرۃ کسا اعرابیاً ثوباً فقال لہ الاعرابی لاکافئنك علی فعلك بما اُعلمك. کم فی ذنب الضب من عقدۃ؟ قال لا ادری قال فیہ احدیٰ وعشرون عقدۃً۔

جنگل کے بعض حصوں میں ضب کی کثرت ہوتی ہے اس زمین کو کہتے ہیں ارض ضببۃ" و مِضَبّۃ" ای کثیرۃ الضباب۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں عرب کے جنگلی لوگ گوہ کثرت سے شکار کر کے کھاتے تھے۔ گوہ دھوکہ دینے میں مشہور ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مسکن اور گھر کے مختلف سوراخ بناتی ہے شکاری آدمی ایک طرف اس کا انتظار کرتا ہے اور وہ دوسری طرف سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے عربی میں محاورہ ہے اَخدع من ضب۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

واخدع من ضبّ اذا جاء حارش اَعدّ لہ عند الذبابۃِ عقربا

امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک گوہ کھانا حلال ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک حرام ہے۔

ضب کے بارے میں نبی علیہ السلام کے معجزے کی حکایت مشہور ہے۔ دارقطنی و بیہقی میں ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک محفل میں بیٹھے تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا قد صاد ضباً وجعلہ فی کُمّہ لیذھب بہ الی رحلہ فاتاہ فقال یا محمد ما اشتملت النساء علی ذی لھجۃ" اکذب منك فلولا ان تُسمّینی العرب عجولاً لقتلتك وسررتُ الناسَ بقتلك اجمعین فقال عمر رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ دعنی اقتلہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا اَما علمتَ انّ الحلیم کاد ان یکون نبیاً ثم اقبل الاعرابی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال واللات والعزّیٰ لا اُمنتُ بك حتی یؤمن ھذا الضب واخرج الضب من کُمّہ وطرحہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ان اٰمن بك اٰمنتُ بك۔

فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا ضبُّ فکلّمہ الضبُّ بلسان فصیح عربی لبّیك وسعدیك یا رسول ربّ العٰلمین فقال صلی اللہ علیہ وسلم من تعبد قال الذی فی السماء عرشہ وفی الارض سلطانہ وفی البحر سبیلہ وفی الجنّة رحمتہ وفی النار عذابہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم فمن انا یا ضب؟ قال انتَ رسول ربّ العالمینُ خاتم النبیین قد افلح من صدّقك وقد خاب من کذّبك فقال الاعرابی اشهد ان لا الٰه الا اللہ وانك رسول اللہ حقا واللہ لقد اتیتُك وما علی وجہ الارض احدٌ ابغض الیّ منك وواللہ لانتَ الساعةَ اَحبُّ الیّ من نفسیُ من وَلدی لقد اٰمن بك شعری وبشری وداخلی وخارجی وسرّی وعلانیتی ۔

فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی هداك الی هذا الدین الذی یعلُو ولا یُعلٰی علیہ ولا یقبلہ اللہ الا بصلوٰة ولا یقبل الصلوٰة الا بقراٰن ۔ قال فعلمنی نعلّمہ قل هو اللہ احد قال زدنی فما سمعتُ فی البسیط ولا فی الوجیز اَحسنَ من هذا قال یا اَعرابی ان هذا کلام اللہ لیس بشعرٍ انك ان قرأتَ قل هو اللہ احد مرةً کان لك کاجر من قرأ ثلث القراٰن وان قرأتَهما مرتین کان لك کاجر ثلثی القراٰن واذا قرأتَها ثلاث مرات کان لك کاجر من قرأ القراٰن کلّہ قال الاعرابی نعم الالٰہ الٰهنا یقبل الیسیر ویعطی الجزیل ۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الك مال؟ قال ما فی بنی سلیم قاطبةً رجل هو افقر منّی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ اَعطُوہ فاَعطوہ حتی اَبطرُوہ قال فقام عبدالرحمٰن بن عوف فقال یا رسول اللہ ان عندی ناقة عشراء دون البختیّة وفوق الاعری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفتَ ناقتَك فاصف مالك عند اللہ یوم القیامة؟ قال نعم قال لك ناقة من درّة جوفاء قوائمُها من زبرجد اخضر وعنقها من زبرجد اصفر علیها هودج وعلی الهودج السندس والاستبرق وتمرّبك علی الصراط کالبرق الخاطف یغبطك بها کل من راٰك یوم القیامة فقال عبدالرحمٰن قد رضیتُ فخرج الاعرابی فلقیہ الفُ اعرابیّ من بنی سلیم علی الف دابّة معهم الف سیفُ الف رمح فقال لهم این تریدون؟ قالوا نذهب الی هذا الذی سفّہ الٰهتنا فنقتلہ قال لا تفعلوا انا اشهد ان لا الٰه الا اللہ وانّ محمدًا رسول اللہ وحدّثهم الحدیث ۔

فقالوا باجمعهم نشهد ان لا الٰه الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ ثم دخلوا فقیل لرسول اللہ فتلقاهم بلا رداء ونزلوا عن رکبهم یقبلون حیث ولّوا عنہ وهم یقولون لا الٰه الا اللہ محمد رسول اللہ ثم قالوا یا رسول اللہ مُرنا بامرك قالوا کونوا تحت رایة خالد بن الولید فلم یؤمن من العرب ولا من غیرهم الف غیرهم ۔ قال البیهقی اخرجہ شیخنا ابو عبداللہ الحافظ فی المعجزات قال ابن کثیر فی البدایة ج ۶ ص ۱۵۰ ورواہ الحافظ ابونعیم فی الدلائل و قال البیهقی وما ذکرناہ اَجود الاسانید فیہ وهو ایضًا ضعیف ۔

۲۳۔ **الفصیل** ۔ شرح بسملہ میں بیان اسم اللہ میں مذکور ہے فصیل کا معنی ہے اونٹنی کا چھوٹا بچہ جب کہ وہ دودھ سے چھڑایا گیا ہو۔ تو یہ فعیل بمعنی مفعول ہے مثل جریح بمعنی مجروح ۔ اس کی جمع فُصلان وفصال ہے ۔ عربی میں مثل ہے

اِستنَّتِ الفِصال حتی القرعیٰ۔ یہ اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو بڑوں اور بزرگوں کے سامنے زیادہ کلام کرے۔ قرعیٰ جمع قریع ہے وھوالذی بہ قرع وھوبثر ابیض یطلع فی الفصال۔

۳۴۔ **الحوت**۔ مچھلی۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ اس کی جمع حیتان ہے قال اللہ تعالیٰ اذ تأتیھم حیتانھم یوم سبتھم الآیۃ سعید بن جبیر سے روایت ہے انہ قال لما اھبط اللہ آدم الی الارض لم یکن فیھا غیر النسر فی البر والحوتِ فی البحرِ وکان النسر یأوی الی الحوت فیبیت عندہ فلما رأی النسر آدم علیہ السلام اتی الحوت وقال یاحوت لقد اُھبط الیوم الی الارض من یمشی علیٰ رجلیہ ویبطش بیدیہ فقال الحوت لئن کنت صادقاً فما لی منجاً منہ فی البحر ومالک مخلص منہ فی البر۔

حوت کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ یہ وعاء ومسکن تھی یونس بن متی علیہ السلام کے لیے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے۔ بقول مقاتل بن حیان تین دن رہے اور بقول عطاء رحمہ اللہ سات دن اور بقول ضحاکؒ بیس دن اور بقول سدی وغیرہ چالیس دن۔ وقال الشعبیؒ التقمہ ضحیً ولفظہ عشیّۃً۔

۳۵۔ **الحیّۃ**۔ سانپ۔ آیت فازلّھما الشیطن عنھا کی شرح میں مذکور ہے۔ سانپ انسان کا دشمن ہے۔ سانپ کی مختلف قسمیں اور مختلف الوان ہیں۔ بعض سانپ زہریلے نہیں ہوتے۔ سانپ کی بہت سی کنیتیں ہیں یعنی ابوالربیع وابوعثمان وابوالعاصی وابومذعور وابو وثاب وابو یقظان واُم طبق وام عافیہ واُم الفتح وغیرہ۔ بعض نے لکھا ہے ان الحیّۃ تعیش الف سنۃ وھی فی کل سنۃ تسلخ جلدھا وتبیض ثلثین بیضۃً علی عدد اضلاعھا۔

اعراب عرب کا خیال تھا کہ سانپ شتر مرغ کی طرح بہرا ہوتا ہے وہ آوازیں نہیں سُن سکتا۔ سانپ کا زہر قاتل ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ اس کے ڈسنے کا علاج تریاق سے ہوتا ہے اور تریاق کا بڑا جزء سانپ کا زہر ہے۔ نیز سانپ کے زہر سے اطبّاء بعض بڑی مفید دوائیاں بناتے ہیں جن سے لاعلاج مریض شفایاب ہوتے ہیں۔

بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک باندی نے اُن سے کہا من ای جنس انت قال انا آدمیٌ مثلک قالت کیف تکون آدمیا وقد اطعمتُک السمَّ اربعین یوماً فما اَضرَّک فقال لھا اما علمتِ ان الذاکرین اللہ تعالیٰ لا یضرھم شئ وانی کنت اذکر اللہ باسمہ الاعظم قالت وما ھو؟ قال باسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ثم قال ما الذی حملک علی ذلک قالت بغضک قال انتِ حرۃ لوجہ اللہ وانتِ فی حل مما صنعتِ۔ جنات عموماً سانپ کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ احادیث میں سانپ کا ذکر بہت آیا ہے۔ روی البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ رضؓ مرفوعاً ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔ وفی صحیح مسلم عن ابن عمرؓ مرفوعاً بدا الاسلام

غریبا وسیعود غریبا کما بدا وھو یأرز بین المسجدین کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

فصل

فصل ہذا میں اُن بلاد و قبائل و اقوام وغیرہ کا تذکرہ ہے جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں یعنی تا نہایت سورۂ بقرہ مذکور ہیں

الانصار رضی اللہ عنہم۔ آیت ولیس البر بان تأتوا البیوت من ظھورھا الخ کے بیان میں انصار کا ذکر موجود ہے۔ انصار رضی اللہ عنہم کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ پر آیا ہے قال اللہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی والمھٰجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ الآیۃ انہیں لقب انصار سے اللہ تعالیٰ نے ملقب فرمایا ہے صحیح بخاری میں ہے عن غیلان بن جریر قال قلتُ لانس بن مالک رضی اللہ عنہ ارأیتَ اسم الانصار ی اکنتم تسمّون بہ ام سمّاکم اللہ تعاقال بل سمانا اللہ تعالیٰ۔ لفظ انصار جمع ہے۔ ایک کو انصاری کہتے ہیں مثل اعراب واعرابی۔ اعراب جمع ہے اور اعرابی مفرد ہے۔

انصار رضی اللہ عنہم کے دو گروہ ہیں اَوس و خزرج۔ یہ دو بڑے قبیلے ہیں۔ انصار کے جد اعلیٰ یعنی اوس و خزرج دونوں بھائی ہیں۔ دونوں بیٹے ہیں حارثہ کے اور حارثہ کا نسب یہ ہے۔ حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ بن امرئ القیس بن ثعلبۃ بن مازن بن عبد اللہ بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالک ابن زید بن کھلان بن سبأ۔ اوس و خزرج کی والدہ کا نام قیلہ ہے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے میں خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اَوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ تھے۔ خزرج بن حارثہ کے پانچ بیٹے تھے جشم وعوف وحارث وعمرو وکعب۔ عوف بن الخزرج سے ہیں بنو الحبلی رہط رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول۔ اور عمرو بن الخزرج کی اولاد ہیں بنو النجار۔ اور سعد بن عبادہؓ کے قبیلہ کا جد اعلیٰ کعب بن الخزرج ہے اور اَوس ابن حارثہ کا ایک بیٹا تھا یعنی مالک بن اَوس۔ پھر مالک سے آگے قبیلہ اوس میں متعدد قبائل پیدا ہوئے۔

انصار کا قبولِ اسلام کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ روایات میں ہے کہ جب قریش نے اسلام کی مخالفت کی اور آزادانہ تبلیغ اسلام میں مانع ہوئے تو نبی علیہ السلام موسم حج میں آتے ہوئے ایک ایک قبیلہ کے پاس کبھی تنہا اور کبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جاتے تھے۔ آپ اُن قبائل سے یہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے علاقہ میں جگہ دو یعنی پناہ دو تاکہ میں آزادی سے تبلیغ اسلام کر سکوں لیکن اکثر قبائل تو صاف انکار کر دیتے اور بعض قبائل کچھ اعذار ذکر کرتے تھے۔

اتفاق سے ایک سال جمرۂ عقبہ کے قریب یعنی وہ گھاٹی جو مکہ مکرمہ سے منیٰ جاتے ہوئے جمرۂ عقبہ کے قریب بائیں جانب ہے قبیلۂ خزرج کی ایک جماعت ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی اپنی دعوت پیش کردی چونکہ انھوں نے یہود سے ایک نبی کے آنے اور اس کے مفصل احوال سنے ہوئے تھے اس لیے وہ آپؐ کی دعوت سے بہت متاثر ہوئے فقال بعضهم لبعض بادروا الاتباعة لا تسبقنا اليهود اليه انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم تمنعون ظهري حتى أبلغ رسالة ربي قالوا يا رسول الله انا تركنا قومنا يعنون الأوس والخزرج بينهم من العداوة والشر فدعنا حتى نرجع الى عشائرنا لعل الله ان يصلح بيننا وندعوهم الى ما دعوتنا فعسى ان يجمعهم عليك فان اجتمعت كلمتهم عليك واتبعوك فلا احدٌ أعز منك وموعدك الموسم العام المقبل۔ یہ چھے آدمی تھے یا آٹھ یعنی ابوأمامہ واسعد بن زرارہ وعوف بن الحرث بن رفاعۃ ویعرف با بن عفراء ورافع بن مالک بن عجلان وقطبۃ بن عامر بن حدیدۃ وعقبۃ بن عامر وجابر بن عبداللہ بن رئاب وعبادۃ بن الصائب وابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہم بعض مؤرخین نے عبادہ وابوالہیثم کا ذکر نہیں کیا۔ یہ عقبۂ اُولیٰ ہے۔

اس گروہ نے واپس مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی قوم کو حالات سے مطلع کردیا۔ انصار کے ہر گھر میں نبی علیہ السلام کا ذکر ہونے لگا۔ چنانچہ آئندہ سال موسم حج میں بارہ آدمی انصار کے اسی غرض سے آئے اور اُسی جگہ پر اُن کے اور نبی علیہ السلام کے مابین گفتگو ہوئی۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا اور سابقہ بات کو مزید پختہ کیا۔ ان میں دو کے سوا سب قبیلۂ خزرج کے تھے یعنی ابوالہیثم بن تیہان وعویم بن ساعدۃ۔ یہ عقبۂ ثانیہ ہے۔

نبی علیہ السلام نے ان انصار کی درخواست پر تعلیم اسلام وقرآن کے معلّم کے طور پر عبداللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ اور بعض کے نزدیک مصعب رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجا بعدہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مصعب رضی اللہ عنہ کی برکت سے بہت سے انصار حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان میں سعد بن معاذؓ واسید بن حضیرؓ بھی داخل ہیں۔

پھر آئندہ سال موسم حج میں مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کا بڑا گروہ نبی علیہ السلام سے ملنے آیا۔ اور عقبہ کے قریب نبی علیہ السلام سے ۷۳ مردوں اور دو عورتوں پر مشتمل گروہ ملا۔ یہ ملاقات رات کو ہوئی۔ سب نے بیعت کی اور طے پایا کہ نبی علیہ السلام اپنے رفقاء سمیت مدینہ منورہ تشریف لائیں گے۔ اس رات بیعت کے الفاظ یہ تھے قال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم أبايعكم على ان تمنعوني ما تمنعون منه نساءكم وابناءكم وانفسكم ولكم الجنة۔

نبی علیہ السلام نے ان میں سے بارہ نقیب یعنی امراء منتخب فرمائے۔ انتخاب کرنے والے جبریل علیہ السلام تھے

ان نقباء میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ ثم قال علیہ السلام للنقباء انتم کفلاء علی غیرکم ککفالۃ الحواریین لعیسٰی علیہ السلام وانا کفیل علی قومی یعنی المھاجرین۔

ثم قالوا یا رسول اللہ مالنا ان نحن وفینا قال رضوان اللہ والجنۃ قالوا رضینا ابسط یدک فبایعوہ واوّل من بایعہ البراء بن معرور وقیل اسعد بن زرارۃ وقیل ابو الھیثم بن التیھان وبایعہ المرأتان من غیر مصافحۃ۔ یہ بیعت عقبہ ثالثہ ہے۔

اس کے بعد مکہ سے مسلسل صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہجرت شروع کی۔ انصار رضی اللہ عنہم نے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اور اپنی زمینوں اور گھروں اور اموال میں مہاجرین کو حصہ دار بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں انصار کے لقب سے نوازا۔ اور انصار کی برکت اور تعاون سے اسلام کو مرکز ملا اور پھر مدینہ منورہ سے اسلام ساری دنیا میں پھیلا۔

الاوس۔ آیت وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار مدینہ شریفہ کے دو بڑے گروہ تھے اوس وخزرج۔ اوس وخزرج دو بھائی تھے جو سیل عرم یا اس سے کچھ قبل مآرب یعنی یمن سے نکل کر یہاں پر آباد ہو گئے تھے۔ اوس وخزرج عمرو بن عامر بن حارثہ بن ثعلبہ کی اولاد ہیں۔ ان دونوں کی اولاد کو قبیلہ اوس وقبیلہ خزرج کہتے ہیں۔

کتب تاریخ میں ہے کہ جب مآرب یمن میں سیل عرم کا حادثہ درپیش ہوا یا اس کا خطرہ ہونے لگا تو عمرو بن عامر اپنے خاندان سمیت وہاں سے نکلا۔ اس کی اولاد واہل خاندان منتشر ہو گئے۔ چنانچہ اوس وخزرج دونوں بھائی تو یثرب میں آکر ٹھہر گئے۔ غسان ملک شام چلا گیا ازد عمان میں آباد ہوا اور خزاعہ تہامہ میں رہائش پذیر ہوا۔ اور پھر مدت کے بعد ہر ایک کا خاندان بڑے قبیلے کی صورت اختیار کر گیا۔

اوس وخزرج کو ابناء قیلہ بھی کہتے ہیں۔ قیلہ ان دونوں کی ماں کا نام تھا۔ اوس کا نسب یہ ہے اوس بن حارثہ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثہ۔ خزرج کا نسب نامہ بھی یہی ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۴ ص ۱۳۵۔ وکذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۴ علی ہامش الروض۔ بعض مؤرخین نے یہاں پر عمرو بن عامر کے انتقال کا یہ قصہ لکھا ہے ان عمرا رای جرذا یحفر فی سد مارب الذی کان یحبس علیھم الماء فیصرفونہ حیث شاءوا فعلم انہ لابقاء للسد فاعتزم علی النقلۃ عن الیمن فکاد قومہ فامر اصغر ولدہ اذا اغلظ علیہ ولطمہ ان یقوم الیہ فیلطمہ ففعل ابنہ ما امرہ بہ فقال عمرو لا اقیم ببلدۃ لطم وجھی فیھا اصغر ولدی وعرض اموالہ فقال اشراف الیمن اغتنموا غضبۃ عمرو فاشتروا منہ اموالہ وانتقل فی ولدہ وولد ولدہ وقالت الازد لا نتخلف عن عمرو بن عامر فباعوا اموالھم وخرجوا معہ فساروا حتی نزلوا بلاد عک مجتازین فتفرقوا فی البلدان۔ انتھی ما فی سیرۃ ابن ھشام۔ ج ۱ ص ۱۰۔

اُحُد۔ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ احد بضمِ اول وثانی مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کی شمالی جانب واقع ہے۔ اس پہاڑ کے قریب نبی علیہ السلام اور کفارِ مکہ کے مابین مشہور جنگ واقع ہوئی تھی جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت ۷۰ صحابہ شہید ہوئے اور نبی علیہ السلام کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ رباعی یعنی دانت بھی ٹوٹ گئے نیز دونوں ہونٹ مبارک زخمی ہوئے۔ یہ جنگ ۳ھ میں ہوئی تھی۔ شوال کا مہینہ تھا۔

احد کی وجہ تسمیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ اسم مرتجل ہے قالہ یاقوت فی المعجم ج ۱ ص۱۰۹۔ وقیل سمی بذلك لتوحده وانفراده عن غيره من الجبال التی هناك. کذا فی السیرة الحلبیة ج ۲ ص۲۱۶ اس پہاڑ میں بقول بعض مورخین ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔ کیونکہ دونوں بھائی موسیٰ وہارون علیہما السلام حج یا عمرہ کی نیت سے سفر کر رہے تھے۔ جبل احد کے قریب ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا اور اسی میں مدفون ہوئے وعن ابن دحیة ان هذا باطل وان نص التوراة انه دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقیل لا مخالفة فان المدينة شامية وقیل دفن بالتیه هو واخوه موسی علیه السلام اھ۔

وفی الحدیث ان النبی علیه السلام قال احد جبل یُحِبُّنا ونُحِبُّه وهو علی باب من ابواب الجنة وعَیر جبل یُبغِضُنا ونُبغِضُه وهو علی باب من ابواب النار وعن ابی هریرة رضی الله عنه انه قال خیر الجبال احد والاشعر ورقان کذا فی المعجم وقال الحلبی فی سیرته ج ۲ ص۲۱۶ قال صلی الله علیه وسلم ان احدا هذا جبل یحبنا ونحبه اذا مررتم به فکلوا من شجره ولو من عضاهه وقال صلی الله علیه وسلم احد رکن من ارکان الجنة واُخِذ من هذا انه افضل الجبال وقیل افضلها عرفة وقیل ابو قبیس وقیل الذی کلم الله علیه موسی علیه السلام وقیل قاف اھ۔

اَیلة۔ بفتح ہمزہ۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ ایلہ بحر قلزم کے ساحل پر بطرف شام ایک مشہور شہر ہے۔ یہ حجاز کا منتہیٰ اور شام کا مبدأ ہے۔ آباد وسرسبز علاقہ میں واقع ہے۔ یہ یہود کا وہ مشہور شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں یوم سبت میں مچھلی کا شکار کرنے اور اس کے لیے مختلف حیلے اختیار کرنے کی پاداش میں ممسوخ کرکے بندر وخنازیر بنا دیا تھا۔ ہفتہ کے دن ان پر مچھلیوں کا شکار کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تھا۔ انھوں نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مسخ کر دیا۔

کہتے ہیں کہ ایلہ کے یہود کے پاس اب بھی ہمارے نبی علیہ السلام کا ایک خط ہے جس پر ان کے ساتھ معاہدہ مکتوب ہے۔ اور نبی علیہ السلام کی چادر بھی ہے جو آپ نے یہود کے رئیس یوحنة بن رؤبہ کو ہدیۃً دی تھی جب کہ سفر تبوک میں یوحنہ بن رؤبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں معاہدہ کے لیے حاضر ہوا تھا۔

اہل تاریخ لکھتے ہیں قدم یوحنة بن رؤبة علی النبی صلی الله علیه وسلم من ایلة وهو فی تبوك فصالحه

على الجزية وقرّر على كل حالم بارضه فى السنة ديناراً فبلغ ذلك ثلاثمائة دينار، واشترط عليهم قِرى من مرّ بهم من المسلمين وكتب لهم كتاباً أن يحفظوا ويمنعوا۔ ایلہ اقلیم ثالث میں ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس قریہ میں یہود ممسوخ ہوئے تھے اس کا نام طبریہ ہے نہ کہ ایلہ۔ قرآن مجید میں ہے واسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر الآية۔

روى الحاكم فى المستدرك باسناده عن عكرمة قال دخلتُ على ابن عباس رضى الله عنهما وهو يقرأ فى المصحف قبل ان يذهب بصره وبكى فقلتُ له ما يبكيك جعلنى الله فداك فقال هذه الاية۔ و اسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر الاية۔ ثم قال أتعرف ايلة قلت وما ايلة؟ قال قرية كان بها أناسٌ من اليهود حرّم الله تعالى عليهم صيد الحيتان يوم السبت فكانت الحيتان تاتيهم فى يوم سبتهم شرعاً بيضاً سماناً كامثال المخاض فاذا كان غير يوم السبت لا يجدونها ولا يدركونها الا بمشقة ومؤنة ثم ان رجلاً منهم اخذ حوتاً يوم السبت فربطه الى وتد فى الساحل وتركه فى الماء حتى اذا كان الغد اخذه فاكله ففعل ذلك اهل بيت منهم فاخذوا وشووا فوجد جيرانهم ريح الشواء ففعلوا كفعلهم وكثر ذلك فيهم۔

فافترقوا فرقاً فرقةٌ اكلت وفرقة نهت وفرقة قالت لم تعظون قوما الله مهلكهم فقالت الفرقة التى نهت انا نحذركم غضب الله وعقابه ان يصيبكم بخسف اوقذف او ببعض ما عنده من العذاب و الله ما نساكنكم فى مكان انتم فيه وخرجوا من السور ثم غدوا عليه من الغد فضربوا باب السور فلم يجبهم احدٌ فتسوّر انسانٌ منهم السور فقال قردة والله لها اذنابٌ تتعاوى ثم نزل ففتح الباب ودخل الناس عليهم فعرفت القردةُ أنسابها من الانس ولم تعرف الانسُ أنسابها من القرد قال فيأتى القرد الى نسيبه وقريبه فيحتك به ويلصق اليه فيقول الانسى انت فلان فيشير برأسه أن نعم ويبكى۔

قال ابن عباس رضى الله عنهما فاسمع الله يقول فانجينا الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون۔ فلا ادرى ما فعلت الفرقة الثالثة فكم قد رأينا من منكر ولم ننه عنه قال عكرمة فقلتُ ما ترى جعلنى الله فداك انهم قد انكروا وكرهوا حين قالوا لم تعظون قوما الله مهلكهم او معذبهم عذابا شديدا فاعجبه قولى ذلك وامر لى ببردين غليظين فكسانيهما۔ شہر ایلہ کا ذکر احادیث میں متکرر ہے۔ فروى ابوذر مرفوعاً حديث الحوض الكوثر وهو طويل وفيه۔ عرضه مثل طوله ما بين عمان الى ايلة ماؤه اشد بياضاً من اللبن واحلى من العسل۔ اخرجه الترمذى فى جامعه ج ۲ ص ۷۳ ابواب صفة القيامة۔

بیت المَقدِس ۔ وادخلوا الباب سجدًا وغیرہ کی آیات کے بیان میں متکرر الذکر ہے ۔ مَقدِس بفتح میم وکسرِ دالِ مخفف کا معنی ہے پاک وطاہر ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پاک ومبارک جگہ ہے ۔ اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ۔ یہ ہمارا قبلۂ اوّل تھا ۔ یہ ایک مبارک مسجد ہے جس میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہوتا ہے ۔ اس مسجد کے نام سے سارے شہر پر جس میں یہ واقع ہے بیت المقدس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ یہ شہر ایلیاء کے نام سے بھی معروف ہے بیت المقدس کے بے شمار فضائل میں سے چند فضائل یہ ہیں ۔

(ا) اس کے سترہ نام ہیں اور کثرتِ اسماء شرفِ مسمّی پر دال ہے ۔ (۱) المسجد الاقصیٰ ۔ اقصیٰ کا معنی ہے ابعد یعنی بعید تر ۔ سُمّی بہ لبُعدہٖ عن الاقذار والخبائث او لعلوّ مرتبتہ عند اللہ فالبعد کنایۃ عن بعد المرتبۃ وارتفاعھا (۲) مسجد اِیلیاء علیٰ وزن کِبریاء وجاز فیہ القصر معناہ بیت اللہ ۔ (۳) بیت المقَدِس یعنی گناہوں سے پاک ہونے کی جگہ ۔ مقدس مثل مَرجِع مصدر ہے یا ظرفِ مکان ہے ۔ (۴) البیت المُقَدَّس ۔ ای المطھّر (۵) بیت القُدُس ، بسکون دال وبضم دال (۶) سَلَم ۔ لکثرۃ سلام الملائکۃ فیہ ۔ (۷) اُورشَلِم ، معناہ بالعبرانیۃ بیت السلام (۸) اُوشلیم (۹) بیت اِیل (۱۰) کورۃ اِلیا ۔ (۱۱) صِھیُون (۱۲) مصروث (۱۳) بابوش (۱۴) کورشیلا (۱۵) آزیل (۱۶) شلیم (۱۷) صلمون ۔ ذکر ھذہ الاسماء ابن خالویہ وغیرہ ۔

(ب) بیت المقدس جس طرح مسلمانوں کے نزدیک محترم ومبارک ہے اسی طرح یہود ونصاریٰ بھی اسے محترم ومبارک سمجھتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود ونصاریٰ کا قبلہ تھا اور ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ بھی یہی بیت المقدس تھا ۔ نصف رجب ۲ھ میں تحویل قبلہ ہوئی ۔ وقیل فی نصف شعبان وقیل فی جمادی الآخرۃ ۔ تحویل قبلہ بوقت ظہر ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام بنو حارثہ میں تھے ۔ بنو حارثہ میں اول نماز بطرف کعبۃ اللہ جو پڑھی گئی وہ ظہر تھی ۔ پھر اول نماز جو کعبۃ اللہ کی طرف مسجد نبوی میں پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی ففی الصحیحین عن البراء ان اول صلاۃ صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھا للکعبہ صلاۃ العصر ۔

ج ۔ مسجد بیت المقدس کو یہ عظیم شرف حاصل ہے کہ یہ اسراء کا منتہیٰ ہے اور معراج کا مبدأ ہے ۔ اس مبارک مسجد سے ہمارے نبی علیہ السلام نے آسمانوں کی طرف سفر معراج شروع کیا تھا ۔ اسی مسجد میں آپ نے تمام انبیاء اللہ کو دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھائی معراج سے پہلے کما قال الجمھور یا معراج کے بعد یعنی آسمانوں سے واپسی پر نماز پڑھائی ۔ کما قال بعض العلماء ۔ ذکر القرطبی فی تفسیرہ عن ابن عباس انھم کانوا سبع صفوف ثلاث صفوف من الانبیاء المرسلین واربعۃ من سائر الانبیاء وکان خلف ظھرہٖ ابراھیم الخلیل وعن یمینہ اسماعیل وعن یسارہٖ اسحاق علیھم الصلاۃ والسلام ۔

د ۔ قال بعض العلماء لم یختلف احد انہ صلی اللہ علیہ وسلم عرج بہ من عند القبۃ التی یقال لھا قبۃ

المعراج من عند یمین الصخرة وقد جاء ان صخرة بیت المقدس من صخور الجنّة و فی لفظ سیدة الصخور صخرة بیت المقدس وجاء ان صخرة بیت المقدس علی نخلة والنخلة علی نهر من انهار الجنّة قال الذهبی اسناده مظلم.

قال ابن العربی فی شرح الموطا صخرة بیت المقدس من عجائب الله تعالیٰ فانها صخرة قائمة شعثاء فی وسط المسجد الاقصی قد انقطعت من کل جهة لا یمسکها الا الذی یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنه فی اعلاها من جهة الجنوب قدم النبی علیه السلام حین رکب البراق وقد مالت من تلک الجهة لهیبته صلی الله علیه وسلم وفی جهة الاخری اصابع الملائکة التی امسکتها لما مالت کذا فی السیرة الحلبیة ج ۱ ص ۳۷۲ ۔

وسئل الجلال الدین السیوطی رحمه الله عن غوص قدمه صلی الله علیه وسلم فی الحجر هل له اصل فی کتب الحدیث فاجاب بانه لم یقف فی ذلک علی اصل ولا رأی من خرّجه فی شیٔ من کتب الحدیث و فی کتاب العرائس قال ابیّ بن کعب رضی الله عنه ما من ماء عذب الا وینبع من تحت الصخرة بیت المقدس ثم یتفرق فی الارض ۔ واخرج الترمذی باسناده عن بریدة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما کان لیلة أسری بی قال فاتی جبریل الصخرة التی ببیت المقدس فوضع اصبعه فیها فخرقها فشدّ بها البراق.

۸ ۔ سفر معراج کے دو حصے ہیں۔ اوّل مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک۔ دوّم بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف اول حصہ کا نام اسراء ہے قرآن میں اس کا ذکر صریحاً موجود ہے۔ دوسرے حصہ کا نام معراج ہے۔ دونوں حصوں پر بھی اسراء و معراج کا اطلاق ہوتا ہے۔

• بیت المقدس کی طرف اسراء میں کئی حکمتیں ہیں۔ فقیل فی حکمة ذلک ان باب السماء الذی یقال له مصعد الملائکة یقابل بیت المقدس فیحصل العروج مستویا من غیر تعویج قال الحافظ ابن حجر فیه نظر لورود ان فی کل سماء بیتاً معموراً وان الذی فی السماء الدنیا حیال الکعبة فکان المناسب ان یصعد من مکة لیصل الی البیت المعمور من غیر تعویج اھ ویمکن ان یقال هذا لا یستلزم ان یکون الباب من تلک الجهة حتی یرد ما اورد فیمکن ان یکون الباب مقابل بیت المقدس ۔

ثم ان فی هذا ردّاً لما ذکر علماء الهیئة الحدیثة ان الارض تدور علی محورها وتتم الدورة فی کل ۲۴ ساعةً اذ بحرکة الارض لا تستمر مقابلة ذلک الباب بیت المقدس الا ان یقال لیس المراد دوام المقابلة واستمرارها حتی یرد ما ذکر بل المراد نفس المقابلة ولو فی بعض الاوقات فالارض تدور ویحاذی فی کل ۲۴ ساعة هذا الباب بیت المقدس ۔

۹ ۔ بیت المقدس کی فضیلت میں کئی احادیث وارد ہیں۔ قرآن شریف میں اسے مبارک کہا گیا ہے قال الله تعالیٰ سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله ما حول کی برکت کے دو مطلب ہیں قال الزرکشی فی اعلام الساجد ص ۲۸۶ فیہ تاویلان احدھما ان جعل حوله من

الانبیاء المصطفین الاخیار، الثانی بکثرۃ الثمار و مجاری الانہار، قال اللہ تعالیٰ ونجیناہ ولوطا الی الارض التی بارکنا فیہا للعالمین۔

وروی ابو المعالی فی کتاب فضائل القدس بسندہ عن انس رضی اللہ عنہ قال ان جنۃ الفردوس تحن شوقاً الی بیت المقدس وصخرۃ بیت المقدس من جنۃ الفردوس وہی صرۃ الارض وروی انہ من دفن فی بیت المقدس وقی فتنۃ القبر وسؤال الملکین ومن دفن فی بیت المقدس فی زیتون الملۃ یعنی بایلیاء فکانما دفن فی السماء الدنیا وزیتون الملۃ مقبرۃ کبیرۃ من مقابر بیت المقدس۔ راجع الانس الجلیل ج ۲ ص۳۱۳۔

وقال کعب الاحبار من دفن فی بیت المقدس فقد جاز الصراط وروی ابو نعیم فی تاریخ اصبہان بسندہ والبزار فی مسندہ عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات فی بیت المقدس فکانما مات فی السماء۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص۳۱۹۔ وروی ابن ماجہ باسنادہ عن میمونۃ مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت قلت یا رسول اللہ افتنا فی بیت المقدس قال ارض المحشر والمنشر ائتوہ فصلوا فیہ فان صلاۃ فیہ کالف صلاۃ فی غیرہ ورواہ ابو داؤد ایضاً۔ وعن ام سلمۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اہل بحجۃ او عمرۃ من المسجد الاقصی غفرلہ ما تقدم من ذنبہ واخرجہ البیہقی ایضاً فی سننہ ج ۵ ص۳۰ وفی روایۃ وجبت لہ الجنۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کما رواہ احمد وذکر الدجال فانہ یلبث فیکم اربعین صباحاً یرد فیہ کل منہل الا اربع مساجد مسجد الحرام ومسجد المدینۃ والطور ومسجد الاقصی۔ وروی عن کعب کما فی الانس الجلیل ج ۱ ص۲۰۸ صوم یوم فی بیت المقدس براءۃ من النار۔

وروی الخطیب کما فی الاعلام ص۲۹۴ من حدیث جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً اول من یدخل الجنۃ الانبیاء ثم مؤذنو البیت المقدس ثم مؤذنو مسجدی ثم سائر المؤذنین قال الخطیب غریب تفرد بہ محمد بن عیسیٰ فی الانس الجلیل ج ۱ ص۲۰۸ فی بعض الروایات ثم الشہداء بعد الانبیاء۔ وعن ابی امامۃ ان النبی علیہ السلام قال لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خالفہم قیل ماہم وفی روایۃ فاین ہم یا رسول اللہ؟ قال ببیت المقدس واصل ہذا الحدیث فی صحیح البخاری وروی انہم بالشام۔ راجع عمدۃ القاری ج ۱۶ ص۱۶۴

ز۔ روی النسائی وابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمرو عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سلیمان بن داؤد لما بنی بیت المقدس سأل اللہ ثلاثا فاعطاہ اثنتین وارجو ان یکون قد اعطاہ الثالثۃ سألہ ملکاً لا ینبغی لاحد بعدہ فاعطاہ ایاہ وسألہ حکماً یواطئ حکمہ تعالیٰ فاعطاہ ایاہ وسألہ من اتی ہذا البیت یرید بیت المقدس لا یرید الا الصلاۃ فیہ ان یخرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ارجو ان یکون قد اعطاہ الثالثۃ۔ راجع ابن ماجہ ج ۱ ص۴۵ والاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ ص۸ ومجمع الزوائد ج ۴ ص۸۔

ح۔ مسجد اقصیٰ میں نماز و دیگر اعمالِ صالحہ کا بہت ثواب ملتا ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجدی ھذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ رواہ الشیخان۔ وعن ابی الدرداء مرفوعاً فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام علی غیرہ بمائۃ الف صلاۃ وفی مسجدی الف صلاۃ وفی مسجد بیت المقدس خمسمائۃ صلاۃ اخرجہ البزار۔ وعن ابن عباس مرفوعاً صلاۃ فی مسجدی ھذا بعشرۃ آلاف صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الحرام بعشرۃ امثالھا مائۃ الف صلاۃ وصلاۃ الرجل فی بیت المقدس بالف صلاۃ۔ رواہ الطبرانی۔ وعن انس مرفوعاً صلاۃ الرجل فی بیتہ بصلاۃ وصلاتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاۃ وصلاتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمسمائۃ صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الاقصیٰ ومسجد المدینۃ بخمسین الف صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الحرام بمائۃ الف صلاۃ۔ اخرجہ ابن ماجۃ۔

ط۔ مشہور ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی اور اس کی تکمیل سلیمان علیہ السلام نے کی۔ راجع تاریخ الامم والملوک۔ ج ۱ ص ۲۵۲ وفی الصحیحین عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول مسجد وضع علی الارض فقال المسجد الحرام قلت ثم ای؟ قال المسجد الاقصیٰ قلت وکم بینھما؟ قال اربعون عاماً ثم الارض کلھا لک مسجد فحیثما ادرکتک الصلاۃ فصل۔ قال اللہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا۔

حدیث ہذا میں یہ اشکال ہے کہ بیت المقدس کے بانی سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں اور کعبۃ اللہ کے بانی ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور دونوں کے درمیان مدت ہزار سال سے بھی زیادہ ہے۔ اس اشکال کے کئی جوابات ہیں۔

جوابِ اول یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کے مؤسس نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف تجدیدِ عمارت کی تھی اور مؤسس دراصل یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیرِ ابراہیمی کے چالیس سال بعد بحکم اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کی تعمیر کی تھی پھر جب وہ عمارت گر گئی تو سلیمان علیہ السلام نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ قالہ الزرکشی وغیرہ۔

جوابِ دوم۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے اول معمار و مؤسس نہیں ہیں بلکہ بیت اللہ شریف کو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ پھر چالیس سال بعد بعض اولادِ آدم علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ حکاہ ابن الجوزی وغیرہ۔

جوابِ سوم، ابن ہشام متوفی ۲۲۳ھ نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ دونوں کے اول بانی و مؤسس آدم علیہ السلام ہیں اور دونوں کی تعمیر میں چالیس سال کا زمانہ فاصل تھا۔ قال ان آدم علیہ السلام لما بنی البیت امرہ جبریل علیہ السلام بالمسیر الی بیت المقدس ان یبنیہ فبناہ ونسک فیہ اھ۔

ی۔ قال فی الانس الجلیل روی عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال وسط الدنیا بیت المقدس ارفع الارضین کلھا الی السماء بیت المقدس وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ومعاذ بن جبل ؓ ان بیت المقدس اقرب الی السماء باثنی عشر میلاً وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵ ان بیت المقدس اقرب الی السماء بثمانیۃ عشر میلاً قال بعض الحفاظ وفیہ نظر اھ۔

بغداد۔ شہر بغداد مرکز اسلام رہا ہے۔ ابن کثیر بدایہ میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں چار لغات ہیں۔ بغداد بالدال بغداذ بالذال۔ بغدان بالنون۔ مغدان بالمیم فی الاول والنون فی الآخر۔ لیکن معجم البلدان ج ۱ ص ۴۵۶ پر سات لغات درج ہیں۔ یہ کلمہ عجمی ہے جو مرکب ہے بَغ و دَاد سے۔ بغ ھو البستان وداد اسم رجل او داد بمعنی عطیۃ وبغ اسم صنم ای عطیۃ الصنم اسی وجہ سے یہ نام ابن المبارکؒ و اصمعی مکروہ سمجھتے تھے اور اسے مدینۃ السلام کہتے تھے۔ اس کے بانی منصور نے اس کا نام مدینۃ السلام ہی رکھا تھا۔ کیونکہ اس کے قریب دجلہ کا نام وادی السلام ہے کذا فی البدایۃ والنہایۃ وقال یاقوت فی معجم البلدان بغ اسم للصنم فذکر انہ اُھدی الی کسریٰ خصی من المشرق فاقطعہ ایاہ وکان الخصی من عباد الاصنام ببلدہٖ فقال بَغ داد ای الصنم اعطانی وقیل ان کسریٰ قد وھب لھذا الخصی بُستاناً ھھنا وبغ ھو البستان وداد اعطی فقال بغداد فسمیت بہ۔

خطیب بغدادی نے یہ حدیث ذکر کی ہے عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تُبنیٰ مدینۃ بین دجلۃ ودجیل وقطربل والصراۃ تُجبیٰ الیھا خزائن الارض وملوکھا جبابرۃ فلھی اسرع ذھاباً فی الارض من الوتد الحدید فی الارض الرخوۃ۔ قال وھو حدیث ضعیف۔

متعدد ائمہ اسلام نے اس کی مدح کی ہے عن یونس قال قال لی الشافعیؒ ھل رأیتَ بغداد؟ قلتُ لا، قال ما رأیتَ الدنیا وقال بعضھم الدنیا بادیۃ وبغداد حاضرتھا۔ وقال ابن علیۃ ما رأیتُ اعقل فی طلب الحدیث من اھل بغداد ولا اَحسنَ دعۃ منھم قال ابن مجاھد رأیتُ ابا عمرو بن العلاء فی النوم فقلتُ ما فعل اللہ بک فقال لی دعنی من ھذا مَن اَقام ببغداد علی السنۃ والجماعۃ نُقِل من جنۃ الی الجنۃ وقیل من محاسن الاسلام یومُ الجمعۃ ببغداد وصلاۃ التراویح بمکۃ ویومُ العید بطرسوس وقال بعضھم رأیتُ ای فی المنام کانّ ملکین اَتیا بغدادَ فقال احدھما لصاحبہ اقلبھا فقد حق القول علیھا فقال الآخر کیف اقلب ببلد یُختَم فیھا القران کل لیلۃ خمسۃ اٰلاف ختمۃ۔

شہر بغداد کی تعمیر کی ابتداء خلیفہ منصور نے ۱۴۵ھ میں کی تھی۔ اور ۱۴۶ھ میں تکمیل ہوئی۔ پھر منصور اس میں منتقل ہوا۔ اس سے پہلے کوفہ کے قریب ہاشمیہ میں مقیم تھا۔ وقال یاقوت شرع فی عمارتھا ۱۴۵ھ ونزلھا ۱۴۹ھ۔

بغداد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے منجمین کے مشورے سے ایک مبارک ساعت کا انتخاب کیا گیا ان میں

ایک منجم کا نام نوبخت تھا۔ منجموں نے بتایا کہ اس وقت مشتری قوس میں ہے جو اس شہر کی سعادت وطول زمانہ و کثرتِ عمارات و کثرتِ دولت و ثروت پر دلالت کرتا ہے۔ قال بعضهم قلتُ له و اُبشرك یا امیرالمؤمنین انه لا یموت فیها احد من الخلفاء ابدًا فرأیتُه یبتسم۔

مگر اہل نجوم کی یہ بات بعد میں غلط ثابت ہوئی۔ کتنی خلفاء اس میں مرے اور امین الرشید وغیرہ کئی اس میں قتل ہوئے۔ ابن زریق کوفی مدح بغداد میں کہتا ہے ؎

سافرتُ أبغی لبغدادٍ و ساکنِها — مثلًا فقد اخترتُ شیئًا دونه الیاس

هیهات بغداد و الدنیا بجمعها — عندی و سکّانُ بغدادٍ هم الناس

بعض نے بغداد کی مذمت میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

بغداد ارضٌ لأهلِ المال طیّبةٌ — و للمفالیسِ دارُ الضنكِ و الضیق

اصبحتُ فیها مضاعًا بین اظهرهم — کأننی مصحفٌ فی بیت زندیق

بدر۔ یسئلونك عن الشهر الحرام کی شرح میں مذکور ہے۔ بدر بفتح بار و سکونِ دال کا اصلی معنی کمال و امتلاء ہے یقال غلام بدرٌ اذا کان ممتلئًا شابًا لحمًا و سُمّی بدر القمر بدرًا لتمامه وعظمه۔ بدر مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ کے مابین ایک کنویں یا چشمے کا نام ہے جو ساحلِ بحر سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ بعدہٗ اس مقام کا نام بھی بدر مشہور ہوا۔

اسی مقام بدر پر مشرکینِ مکہ اور صحابہؓ کے درمیان اسلام کی اوّلین جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتے نازل ہوئے تھے۔ یہ دو پہاڑوں کے مابین جگہ ہے بلکہ ہر طرف پہاڑ ہیں۔ اب یہاں پر ایک شہر آباد ہے۔ بدر میں جو مسجد اب موجود ہے وہ نبی علیہ السلام کے عریش کی جگہ پر تعمیر ہوئی ہے۔ کذا اخبرنی بعض سکّان بدر۔

بدر کا نام منسوب ہے بدر بن یخلد بن النضر بن کنانہ کی طرف وقیل هو اسم رجل من بنی ضمرة سکن هذا الموضع فنسب الیه فقیل بدری ثم غلب اسمه علیه ای بغیر النسبة فقیل بدر۔ راجع تاج العروس ج۳ ص۳۴۔

اور بقول مؤرخ زبیر بن بکار یہ مقام منسوب ہے بدر بن قریش بن حارث بن یخلد کی طرف۔ لانه کان احتفر هذه البئر۔ یہ وہی قریش ہے جس کے نام سے حسب قول بعض علماء قریشِ مکہ قریش کہلاتے ہیں۔ کذا فی معجم البلدان وقیل بدر بئر حفرها رجل من غفار ثم من بنی النار اسمه بدر و روی یونس عن ابن ابی زکریا عن الشعبی قال بدر اسم رجل کانت له بدر کذا فی الروض الانف ج۲ ص۶۱

لفظ بدر پہ الف لام داخل کرنا صحیح نہیں۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں یہاں پر ایک بازار یعنی میلہ لگتا تھا یکم ذو القعدہ سے آٹھ ذو القعدہ تک جس میں بہت سے لوگ شریک ہوتے تھے۔ کذا قیل۔ قال فی المفصّل

فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۷۶ واما بدر فکان موضعا فیہ ماء وکان موسما من مواسم العرب تجتمع لہم بہا سوق کل عام یجتمعون فیہ للتجارۃ وللتنزہ فکانوا ینحرون ویطعمون ویشربون ویسمعون الغناء انتہی. راجع تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۷۹ والبلدان ج ۲ ص ۵۵۔

جنگ بدر رمضان شریف سنہ ۲ھ میں واقع ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۳۱۳ تھی۔ ان میں ۸۰ سے کچھ کم مہاجرین تھے اور انصار ۲۴۰ کے لگ بھگ تھے ذکر الامام الدانی وغیرہ انہ سمع من مشایخ الحدیث ان الدعاء عند ذکر اسماء اصحاب بدر مستجاب وقد جرب ذلک۔

صحابہؓ کے پاس صرف پانچ گھوڑے تھے مقداد و زبیر و مرثد رضی اللہ عنہم کے تین اور دو گھوڑے نبی علیہ السلام کے تھے وقیل لم یکن فی الجیش الا فرسان فرس المقداد و فرس الزبیر وعن علی رضی اللہ عنہ ما کان فینا فارس یوم بدر غیر المقداد ویمکن ان یقال فی الجمع انہ لم یقاتل یوم بدر فارساً الا المقداد وغیرہ ممن کان لہ فرس قاتل راجلاً۔ مسلمانوں کے پاس ۷۰ اونٹ تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب نبی علیہ السلام کے حکم سے فوجِ مسلمین کی گنتی ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ ۳۱۳ ہیں تو آپؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا عدۃ اصحاب طالوت الذین جازوا معہ النہر۔

مشرکین ۹۵۰ یا ۱۰۰۰ تھے اور پوری طرح مسلح تھے۔ ان کے ساتھ ۱۰۰ گھوڑے تھے گانے والی عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ ابلیس بھی بصورت سراقۃ بن مالک مدلجی ان کے ساتھ تھا۔ سراقۃ بن مالک قبیلہ بنوکنانہ کا رئیس تھا۔ بنوکنانہ اور قریش میں دشمنی تھی۔ قریش کو خطرہ تھا کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں بنوکنانہ مکہ مکرمہ پر حملہ نہ کر دیں۔ اسی وجہ سے ان کی تسلی کی خاطر شیطان سراقۃ بن مالک کی شکل میں ان کے ساتھ آیا اور کہا کہ بنوکنانہ کی فکر نہ کرو بلکہ بنوکنانہ بھی تمہاری مدد کے لیے آرہے ہیں وقال ابلیس لہم لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم۔

مدینہ منورہ سے نکل کر نبی علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اللہم انہم حفاۃ فاحملہم وعراۃ فاکسہم جیاع فاشبعہم عالۃ فاغنہم من فضلہم یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور شرکاءِ بدر کو غنیمت میں کافی مال ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں عشق و محبت جرأتِ صحابہؓ اور قدرتِ باری تعالیٰ کے عجیب و غریب ایمان افروز مناظر سامنے آئے نبی علیہ السلام نے بوقتِ جنگ صحابہ کی صفیں بنائیں تو ایک شخص سواد بن غزیۃ حلیف بنی النجار صف سے قدرے باہر نکلے ہوئے تھے نبی علیہ السلام نے لوہے کے بغیر تیر کی لکڑی سے سوادؓ کے ننگے پیٹ پر آہستہ سے ٹھوکا دیا اور فرمایا استو یا سواد فقال یا رسول اللہ اوجعتنی وقد بعثک اللہ بالحق والعدل فاقدنی ای مکنی من القود ای القصاص من نفسک فکشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطنہ وقال استقد ای خذ القود فاعتنق سواد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقبل بطنہ فقال ما حملک علی ہذا یا سواد فقال یا رسول اللہ حضر ما تری فاردت ان یکون اٰخر العہد بک ان یمس جلدی جلدک فدعا لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر۔ وسواد ہذا جعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر عاملاً علی خیبر۔ کذا فی کتب التاریخ۔

اقول ووقع له صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض الانصار وھو سواد بن عمرو مثل الذی وقع له مع سواد بن غزیة ففی ابی داؤد ان رجلا من الانصار کان فیه مزاح فبینما ھو یحدث القوم یضحکھم اذ طعنه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصرته بعود کان فی یدہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی لفظ بعرجون وفی اخر بعصا فقال اصبرنی یارسول اللہ ای اقدنی ومکنی من نفسك لاقتص منك فقال اصبر ای اقتص قال ان علیك قمیص ولیس علی قمیص فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قمیصه فاحتضنه وجعل یقبل کشحه۔

ومن خصائصه صلی اللہ علیہ وسلم انه ما التصق ببدنه مسلم وتمسه النار کذا فی الخصائص الصغری وفیھا فی محل اخر ولا تاکل النار شیئا مس جسدہ وکذلك الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے اول شہید عمر رضی اللہ عنہ کا غلام مہجع تھا پھر حارثۃ بن سراقہ شہید ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے ہزار فرشتے آئے تھے ۵۰۰ جبریل علیہ السلام کے ساتھ اور ۵۰۰ میکائیل علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ بعض روایات میں تین ہزار اور بعض میں پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کان مع المسلمین من مؤمن الجن سبعون لکن لم یثبت انھم قاتلوا بل کانوا مددا فقط۔

جنگ بدر میں ۷۰ کفار قتل اور ۷۰ گرفتار کیے گئے۔ ان میں سے ۲۴ اور بقول بعض ۲۳ رؤسا مکہ کی لاشیں وہاں پر قلیب گڑھے میں ڈالی گئیں۔ یعنی ابوجہل، عتبۃ بن ربیعہ، شیبۃ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، حرث بن عامر وغیرہ۔

مسلمانوں میں ۱۴ شہید ہوئے چھے مہاجر اور آٹھ انصار جن میں چھے خزرج کے اور دو اوس کے تھے۔

چھے مہاجرین یہ ہیں:۔

(۱) عبیدۃ بن الحارث بن عبد المطلب۔ یہ سخت زخمی ہو گئے تھے۔ بدر سے واپس آتے ہوئے مقام صفرا میں وفات پاگئے۔ (۲) مہجع مولی عمر بن الخطاب۔ وھو اول قتیل تری انه اول من یدعی یوم القیامة من شھداء ھذہ الامة۔ کذا فی السیرۃ النبویة لاحمد بنی ج ۱ ص ۲۱۷۔

قال فی السیرۃ الحلبیة ج ۲ ص ۱۶۱ ونقل بعض المشائخ انه اول من یدعی من شھداء ھذہ الامة وانه علیه السلام قال یومئذ مھجع سید الشھداء ای من ھذہ الامة فلاینافی ماجاء ان سید الشھداء یوم القیامة یحیی بن زکریا علیھما السلام وقائدھم الی الجنة وذابح الموت یوم القیامة یضجعه ویذبحه بشفرۃ فی یدہ والناس ینظرون الیه لکن جاء سید الشھداء ھابیل الاان تجعل الاولیة اضافیة فیراد اول اولاد ادم لصلبه انتھی۔ وفی الحدیث المرفوع سید الشھداء حمزۃ رضی اللہ عنه۔

(۳) عمیر بن ابی وقاص۔ (۴) عاقل بن بکیر لیثی (۵) صفوان بن بیضاء فہری (۶) ذوالشمالین۔ ان کا نام عمیر ہے۔ وقیل الحرث وقیل عمرو بن عبد عمرو الخزاعی۔ انھیں ذوالیدین بھی کہا جاتا تھا۔

انصار کے آٹھ شہداء کے نام یہ ہیں۔ (۱) عوف بن عفراء (۲) معوذ بن عفراء یہ دونوں بھائی ہیں (۳) حارثہ ابن سراقہ (۴) یزید بن الحرث بن قیس (۵) رافع بن المعلی (۶) عمیر بن الحمام بن الجموح۔ یہ چھئے خزرجی ہیں (۷) سعد بن خیثمہ (۸) مبشر بن عبد المنذر۔ یہ دو اوسی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ سب شہداء عبیدہ کے سوا بدر میں مدفون ہیں۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ صفراء میں یا مقام روحاء میں مدفون ہیں کیونکہ وہ زخمی حالت میں یہاں سے اٹھائے گئے تھے۔

فتح بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے اہل مدینہ کو خوش خبری پہنچانے اور اطلاع دینے کے لیے عبداللہ بن رواحہ و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا۔ چنانچہ اہل مدینہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے اور نبی علیہ السلام کے استقبال کے لیے مقام روحاء تک گئے۔ شہر کے بچوں اور چھوٹی بچیوں نے استقبال کرتے ہوئے کہا ؎

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ایہا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

جنگِ بدر میں فتحِ عظیم کے بعد یہودِ مدینہ اور دیگر دشمنانِ اسلام خائف ہوئے اور بہت سے مسلمان ہوگئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بھی بظاہر اسلام میں داخل ہوگیا۔ وقالت الیھود تیقنا انہ النبی الذی نجد نعتہ فی التوراۃ وامن منھم جماعۃ۔

بدر سے آتے ہوئے مقامِ صفراء سے گزر کر نبی علیہ السلام نے مالِ غنیمت میں سے خُمس نکال کر باقی مال فوج میں تقسیم فرما دیا۔ مالِ غنیمت ۱۵۰ اونٹوں ۱۰ گھوڑوں اور اسلحہ اور کپڑوں، قیمتی چمڑوں اور نقد دراہم و دنانیر وغیرہ مختلف اشیاء پر مشتمل تھا۔ آپؐ نے اعلان فرمایا من قتل قتیلاً فلہ سلبہ ومن اسر اسیراً فھو لہ۔

جو صحابہ بحکم نبی علیہ السلام جنگ بدر میں غیر حاضر تھے ان کا حصہ بھی مالِ غنیمت میں سے مقرر فرمایا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اول، عثمان رضی اللہ عنہ جو نبی علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ فتحِ بدر کی خوش خبری مدینہ منورہ میں اس وقت پہنچی جب کہ حضرت رقیہؓ دفنائی جا رہی تھیں۔ بوقتِ وفات ان کی عمر بیس سال تھی۔ اس واسطے عثمان رضی اللہ عنہ بھی بدریین میں شمار ہوتے ہیں۔ دوم ابولبابہ رضی اللہ عنہ جنھیں مدینہ منورہ میں آپ نے نائب مقرر فرمایا تھا۔ سوم عاصم بن عدی جو اہل قبا پر نائب مقرر ہوئے تھے۔ چہارم و پنجم، طلحۃ بن عبیداللہ وسعید بن زید جنھیں نبی علیہ السلام نے دشمن یعنی قافلہ ابوسفیان وغیرہ کی جاسوسی اور پتہ کرنے کے لیے جنگ سے پہلے بھیجا تھا اور پھر وہ اس وقت واپس آئے جب کہ جنگ ختم ہو چکی تھی۔ ششم حرث بن حاطب رضی اللہ عنہ جن کو بنو عمرو بن عوف پر نائب مقرر فرمایا تھا۔

راستہ میں قیدیوں میں سے نضر بن الحرث کے قتل کا آپؐ نے حکم دیا۔ اس کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں

اور اسی طرح عقبۃ بن ابی معیط بن ذکوان کو بھی قتل کروایا۔ یہ مستہزئین میں سے تھا۔ نبی علیہ السلام کے چہرۂ انور پر عقبہ نے مکہ مکرمہ میں تھوکا تھا ولما بزق فی وجهه رجع بزاقه اليه واحترق وجهه وصار اثر ذلك باقيا فی وجهه الى موته وهو الذی وضع سلا الجزور على ظهر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو ساجد وكان شديد السفه الفجور ويروى ان النبی علیہ السلام قال له بمكة لا القاك خارج مكة الا علوت راسك بالسيف۔ عقبہ کے قاتل کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض اس کے قاتل عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں وہو الصحیح اور عند البعض علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قاتل ہیں۔ قيل انه بعد قتله صلب على شجرة۔ كذا فی سیرۃ احمد زینی دحلان۔ ج ۱ ص ۴۰۶۔

قال ابن حبيب المؤرخ فی كتابه المحبر ص ۴۷۷ قتل رسول الله صلى الله عليه وسلم عقبة بن ابی معيط بعرق الظبية منصرفه من بدر فامر بصلبه فهو اول مصلوب فی الاسلام واسرت هذيل يوم الرجيع خبيب بن عدی الانصاری وابن الدثنة الانصاری رضی الله عنهما بعد ما اعطوهما امانا ووثقوا لهما الا يغدروا بهما فلما صارا فی ايديهم غدروا بهما وباعوهما من قريش فصلبوهما بالتنعيم رحمهما الله ورضی عنهما۔

وفی انسان العيون ج ۲ ص ۱۸۱ قال ابن حبيب هو ای عقبة اول مصلوب فی الاسلام ورده ابن الجوزی بان اول من صلب فی الاسلام خبيب بن عدی وقد يقال لا مخالفة لان المراد بالثانی اول مصلوب من المسلمين وبالاول اول مصلوب من الكفار وذكر ان اول من استعمل الصلب فرعون ولعل المراد به فرعون موسى بن عمران عليه السلام لا فرعون ابراهيم عليه السلام وهو اول الفراعنة ولا فرعون يوسف عليه السلام وهو ثانی الفراعنة وفی قول ان فرعون يوسف هذا هو فرعون موسى عليه السلام بمعنى انه بقی الى زمن موسى عليه السلام اھ۔

روى الطبرانی وابن ابی منده عن ابن عمر رضی الله عنهما قال بينما انا سائر بجنبات بدر اذ خرج رجل من حفرة فی عنقه سلسلة فنادانی يا عبد الله اسقنی فلا ادری اعرف اسمی او دعانی بدعاية العرب وخرج رجل من تلك الحفرة فی يده سوط فنادانی يا عبد الله لا تسقه فانه كافر ثم ضربه بالسوط فعاد الى حفرته فاتيت النبی صلى الله عليه وسلم مسرعا فاخبرته بذلك فقال لی قد رايته قلت نعم قال ذاك عدو الله ابو جهل وذاك عذابه الى يوم القيامة۔

مقامِ بدر میں لوگ آج تک بعض پُراسرار طبل ونقّارے کی آواز سنتے رہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ جنگِ بدر کی فتح کی خوشی کے نقارے ہیں۔ زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۴۳۸ پر لکھتے ہیں قال الامام المرجانی وضربت طبل خانة النصر ببدر فهی تضرب الى يوم القيامة۔

علامہ محمد بن محمد بن مرزوق تلمسانی متوفی ۷۸۱ھ شرح بردہ میں لکھتے ہیں ومن آيات بدر الباقية

ماكنتُ اسمعه من غير واحد من الحجاج انهم اذا اجتازوا ببدر يسمعون هيئة الطبل كهيئة طبل ملوك الوقت ويعتقدون ان ذلك لنصر اهل الايمان قال وربما انكرتُ ذلك وربما تأوّلتُه بان الموضع صلب فتستجيب فيه حوافر الدواب وكان يقال لى انه دهس (اى سهل برمل ولا تراب ولا طين) غير صلب وغالب ما يسير هنالك الابل واخفافها لا تصوت فى الارض الصلبة فكيف بالرمال۔

قال ثم لما منَّ الله علىَّ بالوصول الى ذلك الموضع المشرق نزلت عن الراحلة امشى وبيدى عود طويل من شجر السعدان المسمى بام غيلان وقد نسيتُ ذلك الخبر الذى كنتُ اسمع فما راعنى وانا سائر فى الهاجرة الا واحدٌ من عبيد الاعراب الجمالين يقول اتسمعون الطبل فاخذتنى لما سمعتُ كلامه قشعريرةٌ بيّنة وتذكّرتُ ماكنتُ اُخبرتُ به وكان فى الجوّ بعض ريح فسمعت صوت الطبل وانا دهِشٌ متحيّر مما اصابنى من الفرح او الهيبة او ما الله اعلم به فشككتُ وقلتُ لعلّ الريح سكنت فى هذا العود الذى فى يدى اوجدت مثل هذا الصوت وانا حريص على طلب التحقيق لهذه الآية العظيمة فالقيت العود من يدى وجلستُ على الارض او ثبتُّ قائمًا او فعلتُ جميع ذلك فسمعتُ صوتَ الطبل سماعًا محققا وصوتا لا اشك انه صوت طبل وذلك من ناحية اليمين ونحن سائرون الى مكة المشرفة ثم نزلنا ببدر فظللت اسمع ذلك الصوت يومى اجمع المرة بعد المرة قال ولقد اُخبرتُ ان ذلك الصوت لا يسمعه جميع الناس انتهى كلام ابن مرزوق۔

قال صاحب الخميس ولما نزلتُ بدرًا سنة ست وثلاثين وتسعمائة وصليتُ الفجر يوم الاربعاء اوائل شعبان واقمنا يومًا ابتكرتُ نحو ذلك الصوت يجئ من كثيب ضخم طويل مرتفع كالجبل شمالى بدر فطلعتُ اعلاه وتتابعَ الناس لسماعه وكانوا زهاء مائة من رجال ونساء فما سمعتُ شيئا فنزلتُ اسفله فسمعتُ من سفح الكثيب صوتًا كهيئة الطبل الكبير سماعًا محققا بلا شك مرارًا متعددة وسمعه الناس كلهم كما سمعتُ وكان الصوت يجئ تارةً من تحتنا ثم ينقطع وتارةً من خلفنا ثم ينقطع وتارةً من قدامنا وتارةً من شمالنا فسمعنا سماعًا محققا وكان الوقت صحوًا لا ريح فيه انتهى۔

بابل۔ قرآن مجید میں مذکور ہے وما انزل علی الملکین ببابل۔ بابل بکسر باء بر وزن فاتل ہے۔ یہ ایک قدیم شہر کا نام ہے جو کوفہ و حلہ کے آس پاس تھا۔ بقول بعض یہ ایک علاقہ کا نام تھا جس میں کوفہ بھی داخل ہے۔ عند الاخفش یہ غیر منصرف ہے علمیت و تانیث کی وجہ سے۔

قرآن میں بابل مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت۔ شہر بابل کو نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد تعمیر کیا تھا۔ لہٰذا طوفان کے بعد یہ پہلا شہر ہے جو آباد ہوا۔ نوح علیہ السلام بمع دیگر رفقاء کے اس میں مقیم ہو گئے۔ اس کے بعد مدت تک یہ دار المملکت رہا۔ اس میں کلدانی لوگ آباد تھے۔ ان کا آخری

بادشاہ تھا۔ دارا کے قتل کے بعد ان کی قوت ختم ہوگئی۔ عند البعض اس شہر کا بانی ضحاک بادشاہ تھا جسے افریدون بادشاہ نے گرفتار کر کے مقام دُنباوند میں قید کر دیا۔ اس کی گرفتاری کے دن کو مجوس نے عید کا دن بنالیا۔ جسے عید مہرجان کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ ضحاک کے تین منہ اور چھ آنکھیں تھیں اور ہزار سال تک وہ حاکم اور بادشاہ رہا۔ ابو المنذر کہتے ہیں کہ شہر بابل کی اول تعمیر بیوراسب جبار بادشاہ نے کی واشتق اسمها من اسم المشتری لان بابل بلسانهم اسم للمشتری استتم بناؤها جمع الیها کل من قدر علیه من العلماء وبنی لهم اثنی عشر قصرا علی عدد البروج وسماها باسمائهم فلم تزل عامرة حتی خربها الاسکندر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بابل میں جب بہت سے قبائل جمع ہوئے اور بہ حکم خداوندی ان کی زبانیں مختلف ہوئیں قال حتی افترقوا علی اثنین وسبعین لسانا وانقطع الصوت وتبلبلت الالسن فسمیت بابل۔ کذا فی المعجم۔ بابل زمانہ قدیم میں سحر ونجوم کا مرکز تھا۔ اب تباہ شدہ حالت میں اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔

وقال یاقوت ذکر اهل التوراة ان مقام آدم علیه السلام کان بها بابل فلما قتل قابیل هابیل مقت آدم قابیل فهرب قابیل باهله الی الجبال عن ارض بابل فسمیت بابل یعنی به الفرقة ثم بعد مدة حینما کثرت اولاد قابیل نزلت اولاد قابیل بمصر۔

فائدہ ۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ بابل یعنی عراق کے حکمران دنیا کے اولین بادشاہ تھے جنھوں نے زمین آباد کی اور اس میں شہر تعمیر کیے۔ فُرس اولیٰ نے حکومت ملوکِ بابل سے لی جس طرح رومیوں نے یونانیوں سے حکومت چھین لی تھی۔ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں کہ نمرود جبار بابل کا پہلا حاکم ہے نمرود کے زمانے میں ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اور اسی نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ نمرود نے عراق میں متعدد نہریں کی کھدائی کا حکم دیا۔ ان میں ایک نہر کوثی ہے جو طریق کوفہ میں ہے اور قصر ابن ہبیرہ وبغداد کے درمیان سے گزرتی ہے۔ لیکن بعض اہل تاریخ مسعودی کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ نمرود بابل کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔

مسعودی کی تحقیق کے مطابق ملوک بابل کے بادشاہوں کے اسماء اور مدتِ حکومت مندرجہ ذیل جدول سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

عدد	اسماء الملوك مع ذكر بعض الاحوال	مدة الملك
۱	نمرود الجابر المشهور۔	۶۰ سنة

۲	ثم ملك بعده بولوس وكان متجبّرًا وصاحب حروب۔	۷۰ سنة
۳	ثم فيومنوس وكان باغيًا على الناس۔	۱۰۰ ″
۴	ثم سوسوس۔	۹۰ ″
۵	ثم كورش۔	۵۰ ″
۶	ثم اذفر وقيل اسمه انمر۔	۲۰ ″
۷	ثم سملا وقيل اسمه شبرم۔	۴۰ ″
۸	ثم بوسميس وقيل فرسميس۔	۷۰ ″
۹	ثم انيوس۔	۳۰ ″
۱۰	ثم افلاوس وقيل ابلاوس۔	۱۵ ″
۱۱	ثم الحلوس۔	۴۰ ″
۱۲	ثم اورنوس وقيل اومونوس۔	۳۰ ″
۱۳	ثم كلوس وقيل بعتكلوس۔	۳۰ ″
۱۴	ثم سيبفروس وقيل سفروس۔	۴۰ ″
۱۵	ثم مارنوس۔	۳۰ ″
۱۶	ثم وسطاليم۔	۴۰ ″
۱۷	ثم امنوطوس وقيل اميرطوس۔	۶۰ ″
۱۸	ثم تباوليوس۔	۵۰ ″
۱۹	ثم العداس۔	۳۰ ″
۲۰	ثم اطيروس۔	۶۰ ″
۲۱	ثم ساوساس۔	۲۰ ″
۲۲	ثم فارينوس۔ ملك ۵۰ سنة وقيل ۴۵ سنة۔	۵۰ ″
۲۳	ثم سوساآدرينوس فغزاه ملك من ملوك فارس من عقب ارا ملك فارس.	۴۰ ″
۲۴	ثم مسروس۔	۵۰ ″
۲۵	ثم طاطايوس۔	۳۰ ″
۲۶	ثم طاطاوس۔	۴۰ ″
۲۷	ثم افروس۔	۴۰ ″

عدد	اسماء الملوک وذکر بعض احوالهم	مدۃ الملک
۲۸	ثم لاوسیس۔	۵۰
۲۹	ثم افریقرابیں ملک ۳۰ سنۃ او ۵۰ او ۳۲ سنۃ۔	۳۰
۳۰	ثم منطورس۔	۲۰
۳۱	ثم قولاتسما۔	۶۰
۳۲	ثم هنقلس ملک ۳۵ سنۃ او ۵۰ سنۃ وکانت لہ حروب مع بعض ملوک الصابئۃ۔	۳۵
۳۳	ثم مرجد وقیل اسمہ سیموجد۔	۳۰
۳۴	ثم مردوج۔	۴۰
۳۵	ثم سنجاریب وهو الذی اتی بیت المقدس۔	۳۰
۳۶	ثم نشوۃ منوشا وقیل اسمہ سوسا۔	۳۰
۳۷	ثم بختنصر الجبار المشهور مخرب بیت المقدس وقاتل بنی اسرائیل۔	۴۵
۳۸	ثم فرمودوج وقیل قرمودح۔	۱
۳۹	ثم بنطسفر وقیل نیطعر۔	۶۰
۴۰	ثم منسوس۔	۸
۴۱	ثم مسوسا۔	۱
۴۲	ثم داونوس۔	۳۱
۴۳	ثم کسرجوس۔	۲۰
۴۴	ثم مرطیاسۃ ملک ۹ اشهر وقتل۔	۹ من الاشهر
۴۵	ثم فنحست۔	۴۱ سنۃ
۴۶	ثم احترست۔	۳
۴۷	ثم شعریاس۔	۱
۴۸	ثم داریوس۔	۲۰
۴۹	ثم الطحست۔	۲۹
۵۰	ثم دارا الیسع	۱۵

هذا ما رسمت اسماء هؤلاء الملوک فی کتب التواریخ وللمورخین فی هذا الباب اختلاف کثیر قال المسعودی

قالوا وهم الذین شیّدوا البنیان ومدّنوا المدن وحفروا الانهار وغرسوا الاشجار واستخرجوا المعادن من الحدید والرصاص والنحاس وغیر ذلك وطبعوا السیوف واتخذوا اعدّة الحرب وغیر ذلك من الحیل ونصبوا قوانین الحرب بالقلب والمیمنة والمیسرة والاجنحة وجعلوا ذلك مثالاً لاعضاء جسد الانسان وقد ذهبت طائفة من الناس الی ان هؤلاء کانوا من النبط وغیرهم من الامم۔

علم نجوم میں اہل بابل نے قدیم زمانے میں بڑی ترقی کی تھی سیارات وثوابت کے بارے میں ان کی متعدد تحقیقات آج تک صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ آج کل دوربینوں کے ذریعے کواکب کی تفصیل معلوم کی جاتی ہے لیکن زمانہ قدیم میں بعض اہل بابل نے ایسا سرمہ ایجاد کیا تھا جس کے استعمال سے وہ خالی آنکھ سے دور دراز ستاروں کی حرکات واحوال دیکھ سکتا تھا۔ حکی الامام فخر الدین فی اول السرّ المکتوم قال قال ثابت ابن قرۃ ذکر بعض الحکماء کحلاً یقوّی البصر الی حیث یری مابعد عنہ کأنہ بین یدیہ قال فعل بعض اهل بابل فحکی انہ رأی جمیع السیارۃ والثابتۃ فی مواضعها وکان ینفذ نور بصرہ فی الاجسام الکثیفۃ فکان یری ما وراءها فامتحنتہ انا وقسطا بن لوقا ودخلنا بیتاً وکتبنا کتاباً فکان یقرأہ علینا ویعرفنا اول سطر من الکتاب واخرہ کانہ معنا وکنا نأخذ القرطاس نکتب بیننا وبینہ جدار وثیق فاخذ ھو قرطاساً ونسخ ما کنا نکتبہ کأنہ ینظر فیما نکتب سألہ قسطا عن اخ لہ ببعلبك فنظر ثم اخبر انہ علیل وانہ لہ مولود وطالعہ ثلاثۃ اجزاء من الثور ففحصنا عنہ فکان کما قال انتهی۔

بصرہ ۔ شرح تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ شہر بصرہ عراق کا معروف شہر ہے۔ زمانہ قدیم میں بصرہ وکوفہ علمی مرکز تھے۔ بصرتان کوفہ وبصرہ کو کہا جاتا ہے۔ بصرہ وکوفہ دونوں شہروں کی تعمیر خلافت عمرؓ میں ہوئی۔ عتبۃ بن غزوان نے بحکم عمر رضی اللہ عنہ افواجِ اسلام کے لیے ایک مناسب جگہ تلاش کی تو یہ جگہ جس میں اب بصرہ ہے منتخب کی۔

قال الاصمعی عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃ اول مولود ولد بالبصرۃ فنحر ابوہ جزوراً اشبع اهل البصرۃ وکان تمصیر البصرۃ فی سنۃ ۱۴ھ قبل الکوفۃ بستۃ اشهر وکان ابوبکرۃ اول من غرس النخل بالبصرۃ۔

بصرہ کے معنی لغوی ووجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قولِ اول۔ ابن انباری کہتے ہیں البصرۃ فی کلام العرب الارض الغلیظۃ وقال قطرب هی الارض الغلیظۃ التی فیها حجارۃ تقلع وتقطع حوافر الدواب۔ تعمیر شہر سے قبل چونکہ بصرہ کی زمین سخت اور پتھریلی تھی اسی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔

قولِ ثانی۔ قیل البصرۃ حجارۃ رخوۃ فیها بیاض۔

قولِ ثالث ۔ قال ابن الاعرابی البصرۃ حجارۃ صلابٌ وسُمّیت بصرۃ لغلظها وشدّتها کما تقول ثوب ذوبصر اذا کان شدیدًا جیدًا قال ورأیتُ فی تلك الحجارۃ فی اعلی المربد بیضًا صلابًا ۔

قولِ رابع ۔ ذکر الشرقی بن القطامی ان المسلمین حین وافوا مکان البصرۃ للنزول بها نظروا الیها من بعید وابصروا الحصی علیها فقالوا انّ هذہ ارض بصرۃ یعنون حَصبَۃ فسمیت بذلك ۔

قولِ خامس ۔ قیل البصرۃ الطین العلك ۔

قولِ سادس ۔ قیل هی الارض الطیبۃ الحمراء ۔

قولِ سابع ۔ قال احمد بن محمد الهمدانی حکایۃ عن محمد بن شرحبیل بن حسنۃ انما سُمّیت البصرۃ لانّ فیها حجارۃ سوداء صلبۃ ۔

قولِ ثامن ۔ قال حمزۃ بن الحسن الاصبهانی سمعتُ مُوبَذ بن اسوهشت یقول البصرۃ تعریب بَس راہ لانها کانت ذات طرق کثیرۃ انشعبت منها الی اماکن مختلفۃ ۔

بصرہ و کوفہ دین اسلام وعلم وجیوشِ اسلام ومجاہدین کے مرکز تھے لہٰذا دونوں کی افضلیت میں اہلِ کوفہ وبصرہ میں مقابلے ومفاخرے ہوتے رہتے تھے ۔ طرفین کا تھوڑا سا کلام یہاں پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے بعض اہل کوفہ نے کہا ان البصرۃ اَسرع الارضِ خرابًا واَخشنُها ترابًا وابعدُها من السماءِ واَسرعُها غرقًا ۔ اس کے جواب میں اہلِ بصرہ نے کہا کیف یکون باسرع غرقًا ؟ ومغیضُ مائها فی البحر ثم یخرج ذلك الی البحر الاعظم ثم اذا جاوزَ الابلۃ بعدۃ فراسخ یصبُّ فی دجلۃ سامرا ودجلۃ عبادان ولم یدخل لبصرۃ ماء قط فکیف تکون اسرع خرابًا ؟

احنف بن قیس بصری نے اہل کوفہ کو کہا نحن اَغذیٰ منکم بریۃً واکثر منکم بحریۃً وابعد منکم قریۃً واکثر منکم ذریۃً ۔

اہل بصرہ میں سے بعض لوگوں نے فقہاء اہل کوفہ کے بارے میں کہا ابحثُ الناسِ لصغیرٍ واترکہ لکبیرٍ یتکلّف احدهم القول فی الدّور والدین والعین وهو لم یحکم طلاق السنّۃ ۔ اھ ۔ راجع لحساب الدّور مبسوط السرخسی ج ۲۹ ص ۱۳۵ وما بعد وجواب اهل الکوفۃ انّ هذا کذب فنحن بیّنا احکام کبیرٍ وصغیرٍ واذا بحثنا لصغیر فبحثنا لکبیر بطریق الاولی والتحقیق شعارنا وتفصیلُ انواع الاحکام دثارنا وابوحنیفۃ امامنا وابن مسعود وعلیّ وغیرهما من الالاف الصحابۃ رضی اللّٰہ عنهم قدوتنا وفی سنۃ رسول اللّٰہ علیہ وسلم اُسوتنا فنحن نفضل الشیخین ونحب الختنین ونری المسح علی الخفین ۔

وعاب الکوفیون بعض فقهاء البصریین فقال کان الحسن اَزرق وقتادۃ اعمیٰ وابن ابی عروبۃ اعرج وهشام اعمیٰ وواصل احدب وعبد الوارث اَبرص ویحیی بن سعید احول ۔

فقال بعض البصريين يعيب فقهاء الكوفيين كان علقمة اعرج وابراهيم اعلى وسليمان اعمش ورشيد اعرج وابو معاوية اعمى ومسروق مفلوجًا وشريح سناطًا اى لا لحية له۔ كذا فى كتاب معدن الجواهر بتاريخ البصرة والجزائر لنعمان بن محمد بن العراق من علماء القرن العاشر ومن هذا الكتاب نقلتُ اكثر هذه المقالات فى المناضلة والمفاخرة بين اهالى المصرين۔

وفيه فقال بعض البصريين يهجى اهل الكوفة ؎

اذا سقى الله قومًا صوب غادية ... فلا سقى الله اهل الكوفة المطرا

السارقون اذا ما جنّ ليلهم ... والدارسون اذا ما اصبحوا السورا

وارسل الريح تذرى فى وجوههم ... حتى اذا لم يروا عينًا ولا اثرا

ألقى العداوة والبغضاء بينهم ... حتى يكون لمن عاداهم جررا

وقال اليعقوبى منتصرًا لاهل الكوفة۔ اهل الكوفة على قلة اموالهم اهل تجمل وتستر وكفاف و عفاف وليس فى البلدان اشد عفافًا منهم ولا اشد تجملًا وهى طيبة الهواء عذبة الماء ماؤها الفرات الاعظم وهى دار العرب ومادة الاسلام ومعدن العلم بها ائمة القراء والفصحاء الذين ترجع عامة الناس الى قراءتهم وفقهاؤها الذين عليهم المعتمد هم اهل العلم بالشعر فصيح اللغة لان اهلها عرب كلهم لا تخالطهم الانباط ولا الفرس ولا الخزر ولا السند ولا الهند ولا يتناكحون فى هذه الاجناس فيفسدوا لغاتهم وانّ اصل الرواية ومعرفة اللغة كان فيهم ومن روايتهم صار الى اهل البصرة وغيرها لان اهل الحيرة كان اول من دوّن الشعر وكتبه وكان ذلك فى ايام آل المنذر وكانت شعراء الجاهلية تفد عليهم وكان آل المنذر يامرون كتابهم من اهل الحيرة ان يكتبوا اشعارهم فاخذ الناس عنهم اھ۔ كذا فى معدن الجواهر۔

وحكى ابن جنى باسناده عن حماد الراوية قال امر النعمان فنسخت له اشعار فى الطنوج وهى الكراريس فكتبت له ثم دفنها فى قصره الابيض فلما كان المختار بن ابى عبيد قيل له ان تحت القصر كنزًا فاحتفره فاخرج تلك الاشعار فمن ثم اهل الكوفة اعلم بالاشعار من اهل البصرة۔

قال الجاحظ من عيوب البصرة اختلاف هوائها فى يوم واحد لانهم يلبسون القميص مرة والمبطنات مرة لاختلاف جواهر الساعات ولذلك سميت الرعناء۔

وقال الجاحظ بالبصرة ثلاث اعجوبات ليست فى غيرها منها ان عدد المد والجزر فى جميع الدهر شئ واحد فيقبل عند حاجتهم اليه ويرتد عند استغنائهم عنه ثم لا يبطئ عنها الا بقدر هضمها واستمرائها وجمامها واستراحتها لا يقتلها غطسًا ولا غرقًا ويجئ على حساب معلوم وعادة قائمة يزيدها القمر فى امتلائه كما يزيدها فى نقصانه فلا يخفى على اهل الغلات متى يتخلفون۔

والاعجوبة الثانية ادّعاء اهل انطاكية واهل حمص وجميع بلاد الفراعنة الطلسمات وهذه البلاد بدُون ما لاهل البصرة وذلك ان لو التمست فى جميع بيادرها وربطها المعوذة وغيرها على نخلها فى جميع معاصرد بسها ان تصيب ذبابةً واحدةً لما وجدتها الّا فى الفرط ولوان معصرة دون الغيظ اوثمرة منبوذة دون المسناط لما استبقيتها من كثرة الذبان۔

والاعجوبة الثالثة ان الغربان القواطع فى الخريف يجئ منها ما يُسوّد جميع نخل البصرة واشجارها ثم لم يوجد فى جميع الدهر غرابٌ واحدٌ ساقطٌ الّا على نخلة مصرومة ولم يبق منها عذق واحد ومناقير الغربان معاول وثمر الاعذاق فى ذلك الوقت غير متماسكةٍ فلو خلاها الله تعالى ولم يمسكها بلطفه لاكتفى كل عذق منها بنقرة واحدة حتى لم يبق عليها الا اليسير ثم الغربان فى ذلك تنظرُ أن تصرم وبعد الصرم وقطع كل عذق ترى النخلة تسودّ من كثرة الغربان۔ فسبحان من قدّر لهم ذلك وارام هذه الاعجوبة۔ اھ بتصرف وحذف۔

بصرہ کے اوّل گورنر اس کے معمار تھے یعنی عتبۃ بن غزوان۔ ان کے بعد مجاشع بن مسعود یا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہم۔ اور بقول بعض علما۔ عتبہ کے بعد بصرہ کے والی ابو سبرۃ بن رہم تھے ان کے بعد عبدالرحمٰن بن سہل ان کے بعد مغیرۃ بن شعبہ پھر وہ معزول ہوئے اور ابو موسیٰ اشعری گورنر مقرر ہوئے۔ رضی اللہ عنہم۔

قال المورخ المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص۲۵۹ بعد ما ذکر ان الخلیفة الهادی دعا ابن دأب ذو وقت من اللیل وجری بینهما کلام طویل۔ قال ابن دأب ثم قال الهادی دع عنك ذکر المغرب و اخباره وهلم بنا الی ذکر فضائل البصرة والکوفة وما زادت به کل واحدة منهما علی الاخری قال قلتُ ذکر عن عبد الملك بن عمیر انه قال قدم علینا الاحنف بن قیس الکوفة مع مصعب بن الزبیر فما رأیتُ شیئًا قبیحًا الّا ورأیت فی وجه الاحنف منه شبهًا کان صعل الرأس مائل الشدق ولکنه کان اذا تکلم جلّی عن نفسه فجعل یفاخرنا ذات یوم بالبصرة ونفاخره بالکوفة۔

فقلنا الکوفة اغذی وامرأ وافسح واطیب فقال له رجل والله ما اشبه الکوفة الّا بشابةٍ صبیحة الوجه کریمة الحسب ولا مال لها فاذا ذکرت ذکرت حاجتها فکفّ عنها طالبها وما اُشبه البصرة الّا بعجوز ذات عوارض موسرة فاذا ذکرت ذکرت یسارها وذکرت عوارضها فکفّ عنها طالبها۔

فقال الاحنف اما البصرة فان اسفلها قصب واوسطها خشب واعلاها رطب نحن اکثر ساجًا وعاجًا ودیباجًا ونحن اکثر قندًا ونقدًا والله ما اتی البصرة الّا طائعًا ولا اخرج منها الّا کارهًا فقام الیه شابٌ فقال یا ابا بحر بم بلغتَ فی الناس ما بلغتَ فوالله ما انت باجملهم ولا باشرفهم فقال یا ابن اخی بترکی ما لا یعنینی کما عناك من امری ما لا ینبغی ان یعنیك اھ۔

فائدہ گورنر بصرہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ نے وہ عظیم تاریخی خط بھیجا جس میں آداب قضاء و سیاستِ عدل کے نصائح درج ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح ہر خلیفہ راشد کا خط گورنروں اور وُلاۃ کے نام احکامِ شرعیہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن ان میں سے بیشتر ضائع ہو گئے

مذکورہ صدر خط متعدد کتب میں مذکور ہے نیز کئی محققین نے اس کی سند و صحت کے بارے میں بڑی مفید تحقیقات پیش کی ہیں۔ مؤطا میں اور کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۴۰ و مصنف عبدالرزاق میں ہے عن معمر عن قتادۃ ان عمر کتب الخ۔ کتاب البیان والتبیین للجاحظ ۲؍ص ۱۲۹ و عیون الاخبار ج ص ۶۶ میں ہے قال ابن قتیبۃ بلغنی عن کثیر بن هشام عن جعفر بن برقان قال کتب عمر الخ کتاب الانساب للبلاذری مخطوط ج ۲ ص ۳۲۳ و کتاب الکامل للمبرد، ص ۹ میں اس خط کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ نے عقد فرید ج ۱ ص ۳۳ میں اس خط کا ذکر کیا ہے۔ دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ نے سنن ج ص ۵۱۲ میں، امام ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ نے بغیر اسناد اعجاز القرآن ص ۲۱۴ میں۔ علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ نے بغیر اسناد کتاب احکام سلطانیہ ص ۱۱۹ میں۔ بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۹ میں اور ص ۱۵۰ پر۔ شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے مبسوط ج ۱۶ ص ۶۰ و ۶۵ پر۔ علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ نے بغیر اسناد بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹ پر۔ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے تاریخ عمر ص ۹۵ پر۔ علامہ نویری متوفی ۷۳۲ھ نے بغیر اسناد نہایۃ الارب فی فنون الادب ج ۶ ص ۲۵۷ پر۔ ابن القیم متوفی ۷۵۱ھ نے اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۷ پر ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے مقدمہ ج ۱ ص ۱۸۴ پر قلقشندی متوفی ۸۲۱ھ نے صبح الاعشیٰ ج ۱۰ ص ۱۹۳ پر علی متقی متوفی ۹۷۵ھ نے کنز العمال ج ۳ رقم حدیث ۲۶۳۲ میں۔ ابن فرحون متوفی ۷۹۹ھ نے تبصرۃ الاحکام فی اصول الاقضیۃ و مناہج الاحکام ج ۱ ص ۲۱ پر رسالہ عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام وہ خط یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین الی عبد اللہ بن قیس سلام علیك۔ اما بعد فان القضاء فریضۃ محکمۃ وسنۃ متبعۃ فافہم اذا اُدلی الیك فانہ لا ینفع تکلم بحق لا نفاذ لہ۔ آسِ بین الناس فی مجلسك ووجہك وعدلك حتی لا یطمع شریف فی حیفك ولا یخاف ضعیف جورك البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ والصلح جائز بین المسلمین الا صلحا حرم حلالا او احل حراما لا یمنعك قضاء قضیتہ بالامس راجعت فیہ الیوم نفسك وھدیت لرشدك ان تراجع الحق فان الحق قدیم ومراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل۔ الفہم الفہم فیما یختلج فی صدرك مما لم یبلغك فی الکتاب والسنۃ واعرف الامثال والاشباہ وقس الامور عند ذلك ثم اعمد الی احبہا الی اللہ تعالیٰ واشبہہا بالحق فیما تری۔ اجعل للمدعی امدا ینتہی الیہ فان احضر بینۃ اخذ بحقہ والا وجہت القضاء

علیه فانّ ذلک أجلی للعمی وابلغنی العذر۔

المسلمون عدول بعضہم علی بعض الا محدود حدًا او مجرب علیه شہادۃ زور اوظنین فی ولاء او قرابۃ۔ فانّ اللہ تولّی منکم السرائر ودرأعنکم بالبینات۔ ثم ایاک والزجر (الضجر) والقلق والتأذی بالناس والتنکر للخصوم فی مواطن الحق التی یوجب اللہ بہا الاجر ویحسن بہا الذخر فانہ من یخلص نیتہ فیما بینہ وبین اللہ ولو علی نفسہ یکف اللہ ما بینہ وبین الناس ومن یتزین للناس بما یعلم اللہ منہ خلافہ یشنہ اللہ فما ظنّک بثواب غیر اللہ فی عاجل رزقہ وخزائن رحمتہ والسلام۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس متبرک وشہیر عالم خط کی روایات میں قدرے اختلاف ہے۔ اختلاف کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الوثائق السیاسیہ تالیف محمد حمید اللہ۔

بَعلَبَکّ بفتح فسکون ففتح ثم فتح وتشدید الکاف۔ بحث المرّ کے اواخر میں بعلبک مذکور ہے۔

بعلبک قدیم شہر ہے۔ دمشق سے ۱۲ فرسخ دور ہے۔ اس کا طول بلد ۶۸ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے اقلیم رابع میں ہے بعض علماء کی رائے میں اس کا طول ۶۲ درجہ ۲۰ دقیقہ اور عرض ۳۷ درجہ ۳۰ دقیقہ ہے۔ قال یاقوت ھو اسم مرکب من بَعل اسم صنم وبکّ من بکّ عنقہ ای دقّہا فاما ان یکون نسب الصنم الی بک وھو اسم رجل او جعلوہ یبکّ الاعناق ھذا ان کان عربیًا والا فلا اشتقاق اھ۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے علمیت وترکیب کی وجہ سے کما قال یاقوت وغیرہ یا علمیت وعجمہ کی وجہ سے کما قال غیر واحد من العلماء۔ بعلبک میں بناء آخر اسمین بالفتح مثل خمسۃ عشر بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ لام معرب ہو حسب عوامل اور مضاف ہو بک کی طرف فتقول ھذا بعلُبکٍّ ورایتُ بعلَبکّ ومررت ببعلِبکٍّ برفع اللام ونصب وجرہ۔

قیل ان بعلبک کانت مہر بلقیس وبہا قصر سلیمان علیه السلام وھو مبنی علی اساطین الرخام وبہا قبر الیاس النبی علیه السلام وبقلعتہا مقام ابراھیم الخلیل علیه السلام۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب ۱۴ھ میں دمشق کو فتح کیا اور حمص جانے لگے تو بعلبک پر گزرے تو اس کے باشندوں سے صلح ہوئی اور بغیر جنگ کے انہوں نے مسلمانوں کی حکومت تسلیم کرلی۔

بحر روم۔ آیت ومالنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا الخ کے بیان میں مذکور ہے۔ بحر روم کو بحر شام ومصر بھی کہتے ہیں کما فی مروج الذہب ج ۱ ص ۹۳۔ بحر روم کے ساحل پر یا اس کے قریب یہ بلاد وممالک واقع ہیں روم۔ شام۔ مصر۔ طرابلس۔ صیدا۔ انطاکیہ۔ لاذقیہ۔ حلب۔ اسکندریہ وغیرہ۔ بحر روم کا مبدا ایک خلیج ہے جو بحر اوقیانوس سے متعلق ہے۔ بحر روم سے ایک خلیج نکلتی ہے جو شہر رومیہ سے متصل ہے کہتے ہیں کہ اس سمندر کا طول ۵۰۰۰ میل ہے اور چوڑائی کہیں ۷۰۰ میل کہیں ۸۰۰ میل اور کہیں ۶۰۰۔ اور کہیں اس سے بھی کم ہے۔ کم از کم چوڑائی بلاد مغرب میں سے شہر طنجہ وسبتہ کے اور ساحل اندلس کے مابین ہے جو تقریبًا

دس میل ہے۔

اسی مقام سے اندلس و مغرب والے ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں۔ ساحلِ سبتہ کے بالمقابل بجانبِ اندلس جبلِ طارق واقع ہے۔ یہ پہاڑ موسٰی بن نصیر رحمہ اللہ کے غلام طارق کے نام سے موسوم ہے۔ کیونکہ یہاں سے طارق رحمہ اللہ نے بحرِ روم کو عبور کرکے ارضِ اندلس کو فتح کیا تھا۔ جزیرۂ قبرص اسی بحرِ روم میں ساحلِ شام و ساحلِ روم کے مابین واقع ہے۔ بحرِ روم میں بہت سے جزائر واقع ہیں قال الامام الرازی فی تفسیرہ الکبیر ج ۲ ص ۶۹ وفی ھذا البحر بحر الروم مائۃ واثنتان وستون جزیرۃ عامرۃ منھا خمسون جزیرۃ عظام اھ

اسی بحرِ روم و شام کے ذریعہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے غزوہ بحر شروع کیا تھا چنانچہ ۲۸ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت معاویہؓ نے غزوہ بحر شروع کرتے ہوئے بحرِ روم کے اہم جزیرہ قبرص کو فتح کرلیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافتِ عمر و خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہما میں ملکِ شام کے گورنر تھے۔ بقولِ بعض علماء جزیرۂ قبرص جنگ سے اور بقولِ بعض صلح سے فتح ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ کچھ حصہ صلح سے اور کچھ حصہ جنگ سے مفتوح ہوا ہو۔ بعض مورخین کی رائے میں غزوۂ قبرص ۳۳ھ میں ہوا تھا۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم ج ۵ ص ۴۵ مما ذکر انہ کان فیھا ای فی سنۃ ۲۸ من الھجرۃ فتح قبرس علی ید معاویۃؓ غزاھا بامر عثمانؓ ایاہ وذلک فی قول الواقدی فاما ابو معشر فانہ قال کانت قبرس ۳۳ھ غزاھا فیما ذکر جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم ابوذر وعبادۃ بن الصامت ومعہ زوجتہ ام حرام والمقداد وابو الدرداء وشداد بن اوس رضی اللہ عنھم ثم قال ان صلح قبرس وقع عن جزیۃ سبعۃ آلاف دینار یؤدونھا الی المسلمین فی کل سنۃ ویؤدون الی الروم مثلھا لیس للمسلمین ان یحولوا بینھم وبین ذلک وعلیھم ان یؤذنوا المسلمین بمسیر عدوھم من الروم الیھم قال الواقدی غزا معاویۃ فی سنۃ ۲۸ھ قبرس وغزاھا اھل مصر وعلیھم عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح حتی لقوا معاویۃ فکان علی الناس۔

وعن جبیر بن نفیر قال لما سبیناھم ای اسرنا رجال قبرس ونساءھم نظرتُ الی ابی الدرداء یبکی فقلتُ ما یُبکیک فی یوم اعزّ اللہ فیہ الاسلام واھلہ واذلّ فیہ الکفر واھلہ قال فضرب بیدہٖ علی منکبی وقال ثکلتک اُمک یا جبیر ما اھون الخلق علی اللہ اذا ترکوا امرہ بینا ھی امۃ ظاھرۃ قاھرۃ للناس لھم الملک اذ ترکوا امر اللہ فصاروا الی ما تری فسلط اللہ علیھم السباء واذا سلط السباء علی قوم فلیس للہ فیھم حاجۃ۔ قال الواقدی ان معاویۃ صالح اھل قبرس فی ولایۃ عثمان وھو اوّل مَن غزا الروم وفی العھد الذی بینہ وبینھم الا یتزوجوا فی عدونا من الروم الا باذننا۔ وفی ھذہ السنۃ غزا حبیب بن مسلمۃ سوریۃ من ارض الروم۔ جزیرۂ قبرص کے بارے میں چند سال قبل (اس وقت ۱۴۰۲ھ ہے) حکومت ترکی اور یونان کے مابین بڑا نزاع پیدا ہوگیا تھا۔ یہ جزیرہ ترکی کے قریب ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غزوہ بحر روم کی اجازت مانگی مگر آپ نے اجازت نہ دی۔ کیونکہ سمندری جنگ میں خطرات بہت ہوتے ہیں نیز اس کے لیے بحری تیاری ضروری ہوتی ہے اور وہ حسبِ خواہ نہ تھی۔ پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت میں بایں شرط اجازت ملی جو طبری نے ذکر کی ہے قال لہ عثمانؓ لا تنتخب الناس و خیّرھم فمن اختار الغزو طائعًا فاحملہ واعِنْہ۔ معاویہؓ نے سمندری فوج کا امیر عبداللہ بن قیس حارثی کو مقرر کیا۔ ابن قیس نے ۵۰ غزوات کیے اور یہ دعا مانگتے رہے کہ سمندر میں کسی مسلمان فوجی کو نقصان نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ذکر الطبری ان معاویۃ کتب الی عمرؓ کتابا فی غزو البحر یُرغّبہ فیہ و یقول یا امیرالمؤمنین انّ بالشام قریۃ یسمع اھلھا نباح کلاب الرّوم وصیاح دیوکھم وھم تلقاء ساحل من سواحل حمص فکتب عمرؓ الی عمرو بن العاصؓ یستشیرہ ان صِفْ لی البحر فکتب الیہ عمرو یا امیرالمؤمنین انی رأیت خلقًا عظیما یرکبہ خلقٌ صغیر لیس الّا السماء والماء وانما ھم کدُودٍ علی عودٍ ان مال غرق وان نجا برق فلما قرأہ عمرؓ کتب الی معاویۃ لا واللہ لا احمل فیہ مسلمًا ابدًا و کتب ایضًا الیہ انا سمعنا ان بحر الشام یُشرف علی اطول شئ علی الارض یستأذن فی کل یوم ولیلۃ فی ان یفیض علی الارض فیُغرقھا فکیف احمل الجنود فی ھذا الکافر المستصعب وتاللہ لمسلمٌ احب الیّ مما حوت الرّوم فایّاک ان تعرّض لی وقد تقدّمتُ الیک وقد علمتَ مالقی العلاء الحضرمی منّی۔

البحر۔ تفسیر آیت تجری من تحتھا الانھٰر میں اور قرآن شریف میں بھی مذکور ہے۔ بحر لغت عربی میں سمندر کو کہتے ہیں۔ دریا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا الا مجازاً۔ سمندر کو محیط بھی کہتے ہیں۔ چھوٹے سمندر بہت ہیں۔ البتہ بڑے سمندر علماء طبقاتِ ارض کی تصریح کے مطابق پانچ ہیں۔

۱۔ محیط باسفیکی۔ اسے بحر الکاہل و بحر محیط بھی کہتے ہیں۔ اس کی وسعت ۶۴۰۰۰۰۰۰ مربع میل ہے یہ سب سے بڑا سمندر ہے۔ بقول علماء ہیئتِ جدیدہ اسی مقام و محل وقوع سے چاند جدا ہوا تھا۔

۲۔ محیط اطلنطی۔ بحر اوقیانوس و بحر ظلمات بھی اس کے نام ہیں۔ اس کی وسعت ۳۱۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ جزائر خالدات اسی بحر میں واقع ہیں۔ ارسطو وغیرہ علماء ہیئت کے نزدیک یہی جزائر مبدأ طول بلاد ہیں۔ لیکن قدیم علماء ہند کی رائے میں مقام گنگدز مبدأ طول بلاد ہے۔

۳۔ بحر ہند۔ اس کے ساحل پر ہندستان وغیرہ بہت سے ممالک واقع ہیں۔ اس سے کئی خلیجیں نکلتی ہیں۔ مثلاً خلیج حبش جو ارضِ بربر تک پہنچتی ہے۔ خلیج بحر ایلہ جسے بحر قلزم بھی کہتے ہیں۔ اس خلیج کے مشرق میں یمن و عدن اور مغرب میں ارضِ حبشہ واقع ہے۔ خلیج بحر فارس۔ جسے خلیج فارس بھی کہتے ہیں۔ یہی خلیج بحر بصرہ و فارس ہے۔ اس کے مشرق میں مکران اور مغرب میں عمان واقع ہیں۔ بحر ہند کی وسعت ۲۸۹۲۹۰۰ مربع میل اور بعض ماہرین کے نزدیک ۲۸۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔

۴۔ بحر منجمد شمالی۔ اس کی وسعت ۵۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ منجمد ہے اور قطب شمالی کے اردگرد واقع ہے۔

۵۔ بحر منجمد جنوبی۔ اس کی وسعت ۵۷۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ قطب جنوبی پر محیط ہے اور منجمد ہے۔

فائدہ۔ بعض ماہرین طبقات الارض کی رائے ہے کہ سمندر میں سب سے گہری جگہ فلپائن کے قریب ہے۔ اس جگہ پر گہرائی ۳۴ ہزار ۴ سو ۳۰ فٹ ہے۔ یعنی تقریباً ساڑھے چھے میل سے کچھ زیادہ۔ راجع التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۶۹ وکتابی المسمی فلکیات جدیدہ ص ۲۵۷ ومروج الذھب ج ۱ ص ۱۲۴ وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۴۶ ان قاع البحر یختلف فی البعد باختلاف الجهات ففد صادفوا جهات منه لم یسبر غورها المسبار مطلقًا ویظن انها تبلغ من اثنی عشر الف متر الی خمسة عشر الف متر اھ۔ میٹر ایک گز یعنی تین فٹ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

بنو ہاشم۔ تلک امۃ قد خلت لها ما کسبت الآیۃ کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے خصوصی خاندان وقبیلہ کا نام بنو ہاشم ہے۔ بنو ہاشم قریش میں ایک بطن (خاندان) ہے لہذا نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی۔ لغتِ عربی میں چھوٹے قبیلے بالفاظ دیگر خاص خاندان کو بطن کہتے ہیں۔ قریش بڑا قبیلہ ہے اس میں متعدد بطون ہیں۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۳۹۶ پر لکھتے ہیں کہ قریش میں ۲۵ بطون تھے۔ ان میں سے چند بطون کے نام یہ ہیں۔ (۱) بنو ہاشم (۲) بنو اسد بن عبد العزی (۳) بنو عبد الدار۔ یہ کعبۃ اللہ کے حجبۃ تھے (۴)۔ بنو زہرۃ بن کلاب (۵) بنو تیم بن مرۃ (۶) بنو مخزوم (۷) بنو یقظہ وغیرہ وغیرہ۔ ہاشم ہمارے نبی علیہ السلام کے دادا عبد المطلب کے والد ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف بن قصی۔ ہاشم اپنے والد عبد مناف کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوکر اپنی قوم کے سردار اور بڑے محترم ہوئے۔ وفاتِ عبد مناف کے بعد سقایہ ورفادہ ان کے سپرد ہوا۔ سقایہ ورفادہ کا مطلب ہے حجاجِ بیت اللہ کو کھلانا پلانا۔ ہاشم تنگ دست حاجیوں کو کھلاتے تھے۔ ایک سال قحط ہوا تو ہاشم نے ملکِ شام کا سفر کیا وہاں سے آٹا وغیرہ خرید کر لائے اور مکہ مکرمہ میں اونٹوں کو ذبح کرکے سب لوگوں کو ثرید کھلانے لگے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ہاشم رکھا گیا۔

دراصل ان کا نام عمرو تھا۔ ہاشم کا معنی ہے توڑنے والا۔ ثرید روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بنتا ہے اسی وجہ سے انھیں ہاشم کہا گیا یقال هشم الشئ کسرہ وهشم الثرید لقومه ای کسر الخبز وفتّه وبلّه بالمرق وجعله ثریدًا۔

قیل سمی به لانه اول من هشم الثرید بعد جدہ ابراهیم فان ابراهیم اول من ثرّد الثرید اطعمه

المساکین وفیہ ان اول من ثرّد واطعمہ بمکۃ قصیّ جدّ ہاشم قال فی کتاب الامتاع وقصیّ اول من ثرّد الثرید واطعمہ بمکۃ وفیہ ایضاً ان ہاشما اول من اطعم الثرید بمکۃ وقیل ان اول من فعل ذلک عمرو ابن لحیّ وقد یقال لا منافاۃ فالاولیۃ اضافیّۃ فاولیۃ قصیّ لکونہ من قریش واولیۃ عمرو بن لحی لکونہ من خزاعۃ واوّلیۃ ہاشم باعتبار شدۃ مجاعۃ حصلت لقریش۔

ہاشم کے تین بھائی تھے نوفل وعبدشمس ومطلب۔ چاروں بھائی قوم قریش میں اشراف شمار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے انھیں مُجیرون کہا کرتے تھے ای لکرمھم وفخرھم وسیادتہم علی سائر العرب۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ چاروں بھائیوں کی قبریں مختلف ملکوں میں ہیں۔ ہاشم کی مقام غزہ (مصر) میں۔ عبدشمس کی مکہ میں۔ نوفل کی عراق میں اور مطلب کی یمن میں مقام برعار میں قال بعضہم ولا یعرف بنواب تباینوا فی محال موتھم مثلھم کذا فی انسان العیون۔ ج ۱ ص۵ تاریخ طبری ج ۲ ص میں ہے کہ چاروں بھائیوں کو مُجیرون (بالباء دون الیاء) کہا جاتا تھا۔

ہاشم کو عمرو العُلا کہا کرتے تھے لعلو مرتبتہ۔ اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بنو عبدمناف قریش میں بلکہ سارے عرب میں بلکہ آس پاس کے ممالک عراق ویمن وشام کے سلاطین کے درباروں میں نہایت شریف ومفخم اور بڑے بلند مراتب واعزازات کے مالک سمجھے جاتے تھے خصوصاً ہاشم بن عبدمناف کہ جن کی شرافت وعزت وسخاوت ضرب المثل تھی اور شعراء اشعار میں ان کی شرافت وسخاوت وعزت وخوش اخلاقی بطور مدح وضرب المثل ذکر کرتے تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

وَاَطعمَ فی المَحْلِ عَمْرُو العُلا   فَلِلْمُسْنِتِیْنَ بِہٖ خِصْبٌ عَام

نیز ہاشم کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

عَمْرُو العلاء والنّدیٰ من لا یُسَابِقُہٗ   مَرُّ السَّحَابِ ولا رِیْحٌ تُجَارِیْہٖ

جِفانُہٗ کالجوابی للوُفُودِ اِذا   لَبّوا بمکّۃ ناداھم منادِیْہٖ

اَوْ اَمْحَلُوا اَخصبُوا منہا وقد مُلِئتْ   قُوتاً لِلحاضرِ منہم وبادِیْہٖ

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

قل للذی طَلَبَ السماحۃَ والندٰی   ھلا مررتَ بآل عبدِ مناف

الرائشونَ ولیس یُوجَدُ رائشٌ   والقائلون ھَلُمَّ للأضیاف

حدیث مرفوع ہے السخیُّ قریب من اللّٰہ وقریب من الجنۃ وبعید من الشیطان بعید من النار۔

ہاشم ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں آپؐ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہاشم میں وہ کمالات واخلاق جمع فرما دیے تھے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ اسی وجہ سے ہاشم تمام قریش میں بے نظیر شخص سمجھے جاتے تھے اور

ان کی شرافت وعظمت مسلّم تھی۔ چنانچہ ہاشم کا لقب عرب نے ابوالبطحاء وسید البطحاء رکھا تھا۔ یعنی کل مکہ وتہامہ کا سردار وسید۔

سبحان اللہ نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے شریف ومکارم اخلاق سے متصف تھے۔ یہ سب امور نبی علیہ السلام کی برکات اور آپؐ کی نبوت ورسالت کی تمہید تھے۔ کیونکہ ان کی پشت سے اللہ جل جلالہٗ سید الکونینؐ کو پیدا فرمانے والا تھا۔ کل مؤرخین کا ہاشم کی شرافت وعلو مرتبہ پر اتفاق درحقیقت نبی علیہ السلام کی مندرجہ ذیل احادیث کی شرح وتفسیر ہے۔ اخرج مسلم والترمذی عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی من ولد ابراہیم اسماعیل واصطفی من ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفی من بنی کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم۔ واخرج ابن سعد فی طبقاتہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر العرب مضر وخیر مضر بنو عبد مناف وخیر بنی عبد مناف بنو ہاشم وخیر بنی ہاشم بنو عبد المطلب واللہ ما افترق فرقتان منذ خلق اللہ آدم الا کنتُ فی خیرہما۔

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبریل قلّبتُ الارض مشارقہا ومغاربہا فلم اَجد رجلاً افضل من محمد ولم اجد بیتاً افضل من بنی ہاشم واخرج البزار فی مسندہ والطبری فی کتابہ ذخائر العقبی عن ابن عباس قال دخل ناسٌ من قریش علی صفیۃ بنت عبد المطلبؓ فجعلوا یتفاخرون ویذکرون الجاہلیۃ فقالت صفیۃ منا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا تنبت النخلۃ والشجرۃ فی الارض اللّباء (اللباء حبٌ ابیض کالحمص یؤکل لعل المراد شور زمین) فذکرت ذلک للنبی علیہ السلام فغضب وامر بلالاً فنادی فی الناس فقام علی المنبر فقال ایہا الناس مَن انا؟ قالوا انت رسول اللہ۔ قال انسبونی قالوا محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب قال فما بال اقوام یُنزِلون اَصْلِی فواللہ انی لافضلہم اصلاً وخیرہم موضعًا۔

نبی علیہ السلام کی ان احادیث کی شرح وتصدیق کے لیے اور ناظرین کے اطمینان قلب وازدیاد ایمان کے طور پر ہم ہاشم کے مزید چند فضائل واخلاق کریمہ ذکر کرتے ہیں۔

قال بعضہم لم تزل مائدۃ ہاشم منصوبۃ لا ترفع فی السراء والضراء وقال ابن الصلاح رُوینا عن الامام سہل الصعلوکی رضی اللہ عنہ انہ قال فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام اراد فضل ثرید عمرو العلا ای ہاشم الذی عظم نفعہ وقدرہ وعمّ خیرہ وبرہ وبقی لہ ولعقبہ ذکرہ انتہی۔ وفی انسان العیون کان ہاشم یحمل ابن السبیل ویؤمن للخائف۔ اس سلسلہ میں ہاشم کی تقریر وخطبہ قابل ذکر ہے جو وہ ہمیشہ ایام حج سے کچھ قبل بیت اللہ شریف کے سامنے قریش کے

مجمع میں فرماتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کان اذا اھلّ ھلال ذی الحجۃ قام صبیحتہ واسند ظھرہ الی الکعبۃ من تلقاء بابھا ویخطب ویقول فی خطبتہ یا معشر قریش انکم سادۃ العرب واحسنھا وجوھا واعظمھا احلاما و اوسط العرب ای اشرفھا انسابا واقرب العرب بالعرب ارحاما یا معشر قریش انکم جیران بیت اللہ تعالیٰ اکرمکم اللہ بولایتہ وخصکم بجوارہ دون بنی اسمٰعیل وانہ یأتیکم زوار اللہ یعظمون بیتہ فی اضیافہ واحق من اکرم اضیاف اللہ انتم فاکرموا ضیفہ وزوارہ فانھم یاتون شعثا غبرا من کل بلد علی ضوامر کالقداح فاکرموا ضیف وزوار بیتہ فورب ھذہ البنیۃ لوکان لی مال یحتمل ذلک لکفیتکموہ و انا مخرج من طیب مالی وحلالہ مالم یقطع فیہ رحم ولم یؤخذ بظلم ولم یدخل فیہ حرام فمن شاء منکم ان یفعل مثل ذلک فعل واسالکم بحرمۃ ھذا البیت ان لایخرج رجل منکم من مالہ لکرامۃ زوار بیت اللہ وتقویتھم الا طیبا لم یؤخذ ظلما ولم یقطع فیہ رحم ولم یؤخذ غصبا۔

ہاشم کی یہ تقریر بڑی اہم باتوں پر مشتمل ہے۔ اوّل یہ کہ جوارِ بیت اللہ بڑی سعادت و نعمت ہے لہٰذا جیرانِ بیت اللہ یعنی اہلِ مکہ پر اس کا شکر واجب ہے۔ دوم اسی وجہ سے اہلِ مکہ پر خصوصاً مکارمِ اخلاق کی پابندی کرنا لازم ہے۔

سوم۔ حجاج بیت اللہ واجب الاحترام ہیں۔ چہارم۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں لہٰذا ان کی خدمت کرنا اور انھیں خوش رکھنا اہلِ مکہ کا فرض ہے۔ پنجم۔ ہاشم خود بھی مکارمِ اخلاق سے متصف تھے اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے تھے اور یہی ہمارے اسلام کا حکم ہے۔ ششم۔ مہمان کو کھلانا اور اس کا اکرام کرنا ضروری امور میں سے ہے۔

ہفتم۔ ہاشم حلال و حرام مال برابر نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ بعض اہلِ جاہلیت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے تھے۔ ہاشم ظلم و قطع رحم سے حاصل کردہ مال کو حرام سمجھتے تھے خود بھی اس قسم کے مالِ حرام سے بچتے اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتے تھے۔

ہشتم۔ اسی طرح وہ یہ اہتمام بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کو حلال کھلایا جائے اور حرام کھانے سے انھیں بچانا ضروری ہے۔ اور یہ سب وہ اخلاق ہیں جن کی تاکید ہمارے نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں قریش کے جن رحلتین فی الشتاء والصیف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بطورِ انعام و احسان کیا ہے ان کے اوّل جاری کرنے والے ہاشم ہی ہیں قال اللہ تعالیٰ لایلٰف قریش ایلٰفھم رحلۃ الشتاء والصیف۔ ابن حبیب مؤرخ لکھتے ہیں وکان ھاشم اول من رحل الرحلتین اھ وقال الطبری فی تاریخہ ج ۲ صفحہ ۱۸۰ ان ھاشما اول من سن الرحلتین لقریش رحلۃ الشتاء ورحلۃ الصیف اھ۔

ہاشم اس زمانے کے سلاطین کے ہاں بھی بڑے معزز و محترم تھے اور وہ ہاشم کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔

ہاشم کے دیگر تین بھائی بھی بڑے شریف و محترم تھے۔ سب تاجر تھے اور چاروں بھائیوں نے اپنی قوم قریش کے لیے مختلف بادشاہوں سے ان کے ملک میں آنے جانے کی سہولت و حفاظت کی خصوصی اجازت حاصل کی تھی۔ ان بھائیوں کی وجہ سے قریش کی قدر و منزلت بلند ہوگئی تھی۔ کتاب محبر میں ہے اصحاب الایلاف من قریش الذین رفع اللہ بھم قریشا ونعش فقرائھا والایلاف العھود ھاشم وعبد شمس والمطلب ونوفل بنو عبد مناف فکان متجر ھاشم الی الشام فھلک بغزۃ وکان متجر عبد شمس الی الحبشۃ فمات بمکۃ وکان متجر المطلب الی الیمن فمات بموضع یقال لہ ردمان وکان متجر نوفل الی العراق فمات بموضع یقال لہ سلمان وکان کل من ھؤلاء رئیس من یخرج معہ ممن یتجر فی وجھہ وکان اخذ لھم الایلاف من الملوک ومن اشراف القبائل فھؤلاء سادۃ قریش وناعشوھم۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص۱۸۰ کان ھاشم وعبد شمس وھو اکبر ولد عبد مناف والمطلب وکان اصغرھم امھم عاتکۃ بنت مرۃ ونوفل وامہ واقدۃ بنی عبد مناف فسادوا بعد ابیھم جمیعا وکان یقال لھم المجبرون فکانوا اول من اخذ لقریش العصم فانتشروا من الحرم، اخذ لھم ھاشم حبلا من ملوک الشام والروم وغسان واخذ لھم عبد شمس حبلا من النجاشی الاکبر واخذ لھم نوفل حبلا من الاکاسرۃ فاختلفوا بذلک السبب الی ارض الحبشۃ والعراق وارض فارس اخذ لھم المطلب حبلا من ملوک حمیر فاختلفوا بذلک السبب الی الیمن فجبر اللہ بھم قریشا فسموا المجبرین انتھی۔ وسموا المجیرین بالیاء اذ کانوا یؤلفون للجوار یتبعون بعضھم بعضا یجیرون قریشا بمیرھم۔

دیکھیے المفصل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۰۲ و تاج العروس، ج ۶ ص ۴۴۔ وذیل الامالی ص ۱۹۹

عبد شمس حسب قول بعض مورخین ہاشم سے بلکہ سب بھائیوں سے بڑا تھا۔ لیکن بعض کتب تاریخ میں ہے کہ دونوں توأمین ہیں۔ بوقت ولادت ایک کے قدم کی انگلی دوسرے کے ماتھے سے قدرتی طور پر پیوست تھی۔ انگلی کو جب الگ کرنے لگے تو خون نکل آیا۔ اس سے لوگوں نے بدفالی کے طور پر کہا کہ دونوں کے مابین جھگڑے ہوں گے اور خون بہے گا۔ قال فی تاریخ الامم وقیل ان عبد شمس وھاشما توأمان ان احدھما ولد قبل صاحبہ واصبع لہ ملتصقۃ بجبھۃ صاحبہ فنحیت عنھا فسال من ذلک دم فتطیر من ذلک فقیل تکون بینھما دماء اھ۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۳ وکانت رجل ھاشم ای اصبعھا ملصقۃ بجبھۃ عبد شمس ولم یمکن نزعھا الا بسیلان دم فکانوا یقولون سیکون بینھما دم فکان بین ولدیھما ای بین بنی العباس وبین بنی امیۃ سنۃ ثلاث وثلاثین ومائۃ من الھجرۃ وقعت العداوۃ

بین ھاشم وبین ابن اخیہ امیۃ بن عبد شمس۔

اصحابِ تاریخ لکھتے ہیں کہ ہاشم کی عزت بہت زیادہ ہونے لگی۔ قریش انہیں افضل قریش سمجھنے تھے۔ توہاشم کے رشتہ داروں کو حسد ہونے لگا۔ چنانچہ جو کام ہاشم کرتے وہ بھی بطور مقابلہ وہی کام کرتے تھے۔ مگر ہاشم کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکے۔ ایک سال مکہ میں سخت قحط پڑ گیا تو ہاشم نے شام سے گندم آٹا وغیرہ منگایا اور اونٹوں کو ذبح کر کے سب قریش کو کھلاتے رہے اس سے ان کی بہت شہرت ہوئی اور شعراء نے ہاشم کی مدح میں اشعار کہے تو ان کے بھتیجے امیۃ بن عبد شمس نے حسد کیا۔

قال ابن جریر فحسدہ امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف وکان ذا مالٍ فتکلف ان یصنع صنیع ھاشم فعجز عنہ فشمت بہ ناس من قریش فغضب ونال من ھاشم ودعاہ الی المنافرۃ فکرہ ھاشم ذلک لسنہٖ وقدرہ ولم تدعہ قریش واحفظوہ قال فانی انافرک علی خمسین ناقۃ سود الحدق تنحرھا ببطن مکۃ والجلاء عن مکۃ عشر سنین فرضی بذلک امیۃ وجعلا بینھما الکاھن الخزاعی فنفر ھاشماً علیہ فاخذ ھاشم الابل و اطعمھا من حضرہ وخرج امیۃ الی الشام فاقام بھا عشر سنین فکانت ھذہ اول عداوۃ وقعت بین ھاشم و امیۃ۔ اھ۔

وقال فی انسان العیون ان ھاشماً لما ساد قومہ بعد ابیہ حسدہ امیۃ ابن اخیہ فتکلف ان یصنع کما یصنع ھاشم فعجز فعیرتہ قریش وقالوا لہ اتتشبہ بھاشم ثم دعا ھاشماً للمنافرۃ فابی ھاشم ذلک لسنہ وعلو قدرہ فلم تدعہ قریش فنافرہ ھاشم بما ذکر وجعلا بینھما الکاھن الخزاعی وکان بعسفان فخرج کل منھما فی نفر فنزلوا علی الکاھن فقال الکاھن قبل ان یخبروہ خبرھم۔ والقمر الباھر والکوکب الزاھر والغمام الماطر وما بالجو من طائر وما اھتدی بعلم مسافر من منجد وغائر لقد سبق ھاشم امیۃ الی المفاخر فنصر ھاشم علی امیۃ ثم ذکر بقیۃ القصۃ۔

اس قصہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفاخر و کمالات و مکارم اخلاق و شرافت میں ہاشم بے نظیر تھے۔ حتیٰ کہ کاہنوں کے نزدیک بھی وہ سب پر فائق تھے جبھی تو نبی علیہ السلام فرماتے ہیں ماافترق فرقتان منذ خلق اللہ تعالیٰ آدم الا کنت فی خیرھما۔

جس شخص کی پشت میں جوہر سیدِ عالم ہو اس کا مقابلہ کوئی اور شخص نہیں کر سکتا۔ یہ منافرت و تخاصم و مسابقت مذکورہ صدر قصہ کے بعد ان کی اولاد میں بھی جاری رہی۔ چنانچہ عبد المطلب بن ہاشم اور حرب بن امیۃ بن عبد شمس میں بھی اسی طرح مقابلہ ہوا مفاخر و مکارم میں جس میں عبد المطلب جیت گئے۔

طبری لکھتے ہیں تنافر عبد المطلب بن ھاشم وحرب بن امیۃ بن عبد شمس الی النجاشی الحبشی فابی ان ینفر بینھما فجعلا بینھما نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط فقال لحرب یا ابا عمرو

اَتُنافر رجلاً هو اطول منك قامۃً و اعظم منك هامۃً واوسم منك وَسامۃً واقلّ منك لامۃً و اکثر منك ولدًا و اجزل منك صفدًا و اطول منك مذودًا فنفره علیه فقال حرب انّ من انتکاث الزمان أن جعلناك حکمًا اھ۔

ان چاروں بھائیوں میں پہلے ہاشم کا انتقال مقام غزہ میں ہوا جو ملک شام میں ہے۔ پھر عبدشمس مکہ میں مرا اس کی قبر اجیاد میں ہے۔ پھر نوفل اور آخر میں مطلب مرا۔ ابن قتیبہ معارف ص ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ ہاشم کے کئی بیٹے تھے۔ عبدالمطلب بن ہاشم و اسد بن ہاشم وغیرہ۔ پھر اسد بن ہاشم کا ایک بیٹا تھا حنین بن اسد اور ایک بیٹی فاطمہ بنت اسد۔ فاطمہ زوجۂ ابوطالب تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ۔ لہذا حنین علی رضی اللہ کا ماموں ہے۔ حنین لاولد مرا۔ اس لیے دنیا میں جوبھی ہاشمی ہیں وہ سب اولاد عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ ہاشم کے اور بیٹے بھی تھے لیکن کسی کی نسل آگے نہیں چلی۔ سب لاولد مرے۔

ہاشم کے مذکورہ صدر احوال سے ناظرین کو معلوم ہوگیا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے شریف اور مکارم اخلاق سے موصوف تھے۔ کتبِ تاریخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہاشم کو یہ مکارم و مفاخر اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ملے تھے۔ چنانچہ ہاشم کے والد عبدمناف بن قصی اور دادا قصی بھی ان پاکیزہ اخلاق وممتاز کمالات سے متصف تھے۔ روایت ہے کہ قصی بن کلاب بن مرہ بھی ایام حج کی ابتداء میں قریش کو جمع کرکے انھیں نصیحت کرتے تھے کہ تم جیرانِ بیت اللہ ہو اور حجاج کرام اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں جن کی مہمان نوازی واکرام تم سب کا فرض ہے لہذا انھیں خوب کھلاؤ اور پلاؤ۔ کاش کہ آج بھی اہل حرم و اہلِ مکہ حجاج و زوّارِ بیت اللہ کی ایسی تعظیم کرتے ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قال محمد بن اسحاق ان قصی بن کلاب بن مرّۃ قال لقریش، یا معشر قریش انکم جیرانُ اللہ واھلُ الحرم وان الحاجّ ضِیفانُ اللہ وزوّار بیته وھم احقّ الضیفِ بالکرامۃ فاجعلوا لھم طعامًا و شرابًا ایام ھذا الحج حتی یصدروا عنکم ففعلوا فکانوا یخرجون لذٰلك کل عام من اموالھم خرجًا تخرج قریش فی کل موسم من اموالھم فید فعونه الی قصی فیصنعه طعامًا للحاج ایام الموسم بمکۃ ومنی فجری ذٰلك من امرہ فی الجاھلیۃ علی قومه وھی الرفادۃ حتی قام الاسلام الی یومك ھذا وھو الطعام الذی یصنع السلطان بمکۃ ومنی للناس حتی ینقضی الحج انتھی۔

بنوسلمہ۔ آیت قد نریٰ تقلّبَ وجھك فی السماء فلنولّینّك قبلۃً ترضٰھا فول وجھك شطر المسجد الحرام کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ بنوسلمہ قبیلہ خزرج کے اندر ایک قبیلہ وخاندان ہے۔ سعد بن علی بن اسد رضی اللہ عنہ بنوسلمہ میں سے ہیں۔ سعد بن علی انصار کے اُن چھے آدمیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے

سب سے پہلے نبی علیہ السلام سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر ان چھے آدمیوں کی کوشش سے دوسرے سال عقبۂ اولیٰ کے بارہ انصار مدینہ منورہ سے مکہ آکر مسلمان ہوئے۔ عقبۂ اولیٰ کے بارہ انصار میں بھی سعد بن علی موجود تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ نبی علیہ السلام بنو سلمہ میں تھے۔ بنو سلمہ میں آپ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ابھی دو رکعتیں پڑھی گئی تھیں کہ نماز کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ نبی علیہ السلام نماز کے اندر ہی گھوم کر عورتوں کی صفوں کی جگہ پر آگئے۔ اور مرد اور عورتوں نے بھی اسی طرح اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ تفسیر بیضاوی میں بھی یہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۱۲۸ وخرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم زائرًا امّ بشر بن البراء بن معرور فی بنی سلمۃ فصنعت لہ طعامًا وکانت صلاۃُ الظھر فصلی رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم باصحابہ فی مسجد ھناک فلما صلی رکعتین نزل جبریل فاشار اَن صلِّ الی الکعبۃ واستقبلِ المیزابَ فاستدار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی الکعبۃ ای فاستدار النساء مکان الرجال والرجال مکان النساء ای فقد تحوّل مَن مقدّم المسجد الی مؤخرہ لانّ من استقبل الکعبۃ فی المدینۃ یلزم ان یستدبر بیت المقدس قیل وکان ذلک وھم راکعون وکان ھذا قبل تحریم العمل الکثیرۃ فی الصلاۃ او انّ ھذا العمل لم یکن علی التوالی انتھیٰ۔ وفی تفسیر البیضاوی کان ذلک قبل قتال بدر بشھرین وفیہ فسمی المسجد مسجد القبلتین۔

ویعلم من کتب الحدیث ان بیوت بنی سلمۃ فی المدینۃ کانت بعیدۃ من المسجد النبوی۔ فاخرج الترمذی فی تفسیر سورۃ یٰس من جامعہ ج ۲ ص ۱۶۷ عن ابی سعید الخدری قال کانت بنو سلمۃ فی ناحیۃ المدینۃ فارادوا النقلۃ الی قرب المسجد فنزلت ھذہ الاٰیۃ انا نحن نحیی الموتیٰ ونکتب ما قدموا واٰثارھم فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اٰثارکم تکتب فلا تنتقلوا۔ ھذا واللّٰہ اعلم بالصواب۔

ثقیف ۔ آیت واذا تولّٰی سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث الاٰیۃ وآیت وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثقیف عرب میں مشہور قوم ہے۔ شہر طائف ان کا مرکز تھا۔ حجاج ظالم ثقفی تھا۔ کذاب مختار بن ابی عبیدہ بھی ثقفی تھا۔ ثقیف اس قوم کا جد اعلیٰ ہے۔

ثقیف کون تھا۔ اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض اہلِ اخبار کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ثقیف ایک آوارہ مسکین شخص تھا وہ ایک شخص ابن خالہ کے ساتھ طلب رزق میں نکلا۔ اس کا ساتھی ابن خالہ جس کا نام نخع تھا یمن چلا گیا اور ثقیف وادی القریٰ میں ایک بوڑھی لاولد یہودی عورت کے پاس مقیم ہوا۔ اس نے ثقیف کو بیٹا بنالیا۔ مرتے وقت اس عورت نے اپنے مال کی جو دنانیر وغیرہ پر مشتمل تھا ثقیف کے لیے وصیت کردی۔ ثقیف یہاں سے نکل کر طائف کے امیر عامر بن ظرب عدوانی کی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ عامر نے بڑا مال دیا اور اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کردیا۔ مدت کے بعد ثقیف کی اولاد کثیرہ نے اپنی ننھیال بنو عامر کا مقابلہ شروع کردیا۔ طرفین میں لڑائیاں ہوئیں اور بالآخر بنو ثقیف غالب ہوئے انھوں نے بنو عامر کو طائف سے نکال دیا اور خود طائف کے مالک ہوگئے۔ طائف کے باغات واموال کو دیکھ کر عرب کے دیگر کئی قبائل حسد کی بنا پر ثقیف سے لڑنے لگے مگر ثقیف جمے رہے تا آنکہ اسلام آیا۔ شہر طائف کا بیان ہماری اسی کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ابرہہ مکہ پر حملہ کے ارادے سے جاتے ہوئے طائف پر گزرا تو طائف کے امیر مسعود بن معتب ثقیف کا وفد لے کر اس سے ملا اور اطاعت قبول کرتے ہوئے رہنمائی کے لیے ایک شخص ابو رغال کو ساتھ بھیج دیا۔ مقام مغمّس میں ابو رغال ہلاک ہوا۔ وہیں اس کی قبر موجود ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ج ۴ ص ۱۴۸ و ۱۴۶۔

بقول بعض اہل اخبار ثقیف کا نام قسیّ تھا۔ اور بنو ثقیف بنو ہوازن میں سے ایک قبیلہ ہے سلسلۂ نسب یہ ہے قسیّ بن منبّہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس عیلان۔ دیکھو تاج العروس ج ۶ ص ۵۱ وغیرہ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے۔ اور ابو رغال قوم ثمود میں سے تھا۔ حماد الراویۃ کہتے ہیں کہ ابو رغال طائف کا ایک ظالم بادشاہ تھا۔ فمرّ ابو رغال فی سنۃٍ مجدبۃٍ بامرأۃٍ تُرضِع صبیًّا یتیمًا بلبن عنزٍ لھا فاخذھا منھا فبقی الصبیُّ بلا مُرضِعۃٍ فمات فرماہ اللہ بقارعۃٍ فأھلکہ فرجمت العربُ قبرَہ وصار رجم قبرہ سنۃً للناس۔ راجع الاغانی ج ۴ ص ۷۴ والمفصل ج ۴ ص ۱۴۹۔ بہرحال بعض علماء اخبار کے نزدیک ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے اور ابو رغال میں علماء کے متعدد اقوال ہیں ایک قول حماد راویہ کا ہے جو گزر گیا۔

اور عند البعض یہ شعیب نبی علیہ السلام کا اور عند البعض صالح نبی علیہ السلام کا غلام تھا۔ یا قدیم زمانہ میں عشّار تھا یعنی حکومت کی طرف سے مال وصول کرنے والا تھا۔ اور عند البعض یہ ابرہہ حبشی کا دلیل تھا جریر کہتا ہے ؎

اذا مات الفرزدق فارجموه   كما ترمون قبر ابی رغال

قال ابن سیدۃ کان عبدًا لشعیب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام وکان عشارًا جائرًا فقبرہ بین مکۃ و الطائف یرجم الیوم۔

وقال ابن المکرم ورأیتُ فی ہامش الصحاح ما صورتہ ابورغال اسمہ زید بن مخلف عبد کان لصالح النبی علیہ السلام بعثہ مصدقًا انہ اتی قومًا لیس لہم لبن الا شاۃ واحدۃ ولہم صبیّ قد ماتت اُمّہ فھم یعاجونہ بلبن تلک الشاۃ یعنی یغذونہ فابی ان یأخذ غیرھا فقالوا دعہا نحایی ھذا الصبیّ فابی فیقال انہ نزلت بہ قارعۃٌ من السماء ویقال بل قتلہ ربُّ الشاۃ فلما فقدہ صالح علیہ السلام قام فی الموسم ینشد الناس فأخبر بصنیعہ فلعنہ فقبرہ بین مکۃ والطائف یرجمہ الناس۔ راجع تاج العروس ج ۷ ص ۳۴۸۔

احادیث وسنن میں ابورغال کا ذکر موجود ہے۔ فعن انس رضی اللہ عنہ قال سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین خرجنا معہ الی الطائف فمررنا بقبر فقال ھذا قبر ابی رغال وھو ابو ثقیف وکان من ثمود وکان بھذا الحرم یدفع عنہ فلما خرج منہ اصابتہ النقمۃُ التی اصابت قومہ بھذا المکان فدفن فیہ الحدیث وبسطہ شراح المواھب۔

معارف ابن قتیبہ ص ۴۱ میں ہے کہ ثقیف بیٹا ہے منبہ بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ کا۔ اور اسی ثقیف کا نام قسی بھی ہے۔ اور یہی ثقیف قاتلِ ابی رغال ہے۔ وکان ابورغال مصدقًا فمر بہ ثقیف فقتلہ فقیل قسا علیہ فسمّی قسیًّا اھ مغیرۃ بن شعبہ مشہور صحابی ثقفی ہیں۔ امیۃ بن ابی الصلت شاعر و زاہدِ جاہلیت بھی ثقفی ہے۔ اسے خود کو نبوت ملنے کی توقع تھی۔ اس کا حال اسی کتاب میں دوسری جگہ پر ملاحظہ کرلیں۔

حدیبیہ فان اُحصِرتم فما استیسر من الھدی کے بیان میں حدیبیہ مذکور ہے۔ حدیبیہ بضم اول و فتحِ ثانی وکسرِ بار ہے۔ اور یار میں تخفیف وتشدید دونوں صحیح ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تشدید کو لازم قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں جعرانہ میں تخفیف ہی صحیح ہے۔ حدیبیہ مسجد حرم سے نو میل دور ہے۔ قال النحاس سالت کل من اثق بعلمہ عن الحدیبیۃ فلم یختلفوا فی انہا بالتخفیف وقیل اھل العربیۃ یخففون والمحدثون یشددون۔

وجوہِ تسمیہ یہ ہیں۔ (۱) سُمّیت ببئرٍ ھناک عند مسجد الشجرۃ التی بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحتھا۔ (۲) قال الخطابی سمیت بشجرۃ حدباء کانت فی ذلک الموضع وفی الحدیث انہا بئر۔ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں اور کچھ حل میں ہے وھو ابعد الحل من البیت وعند مالک رضی اللہ عنہ انہا جمیعہا من الحرم

اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مشرکینِ مکہ کے مابین معاہدہ صلح ہوا تھا۔ اور اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے احرام عمرہ سے احلال کیا تھا جب کہ مشرکین نے انھیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ صلح کے وقت ہجرت کے پانچ سال اور دس ماہ گزر چکے تھے۔ کذا فی المعجم لیاقوت ج ۲ ص ۲۳۰۔ یہ صلح ذوالقعدہ میں ہوئی اور اسلام کی فتح واشاعت کا عظیم سبب بن گئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اپنے صحابہ سمیت بیت اللہ وحرم میں امن سے حلق وتقصیر کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ تو سوموار کے دن یکم ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری میں بہ نیت عمرہ ہدی ساتھ لیے ہوئے روانہ ہوئے۔ صحابہ رفقاء کی تعداد ۱۴۰۰ اور ۱۵۰۰ کے درمیان تھی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ ثنیہ حدیبیہ کے قریب پہنچ کر نبی علیہ السلام کی اونٹنی قصواء بامرِ خداوندی بیٹھ گئی۔ پھر کئی دن کے بعد اسی مقام پر صلح ہوئی جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ اس سفر پر روانہ ہوتے وقت آپؐ نے مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ نمیلہ بن عبداللہؓ یا ابن ام مکتومؓ کو مقرر فرمایا۔

الحجاز بکسر حاء۔ وقولوا للناس حسنًا کی شرح میں مذکور ہے۔ حجاز جزیرۂ عرب میں ایک خِطّہ وعلاقہ کا نام ہے۔ ابن الانباری حجاز کے اشتقاق میں دو قول ذکر کرتے ہیں الاول انہ ماخوذ من حجز الرجل بعیرہ اذا شدّہ شدًّا یُقیِّدہٗ بہ ویقال للحبل حجاز او سُمِّیَ حجازًا لانہ یحتجز بالجبال۔ مگر ابن الانباری کے یہ دونوں قول مبہم ہیں۔

دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے حجز بمعنی منع سے یقال حجزہ ای منعہ والحجاز جبلٌ ممتدّ حائل بین الغور غورِ تہامۃ ونجدٍ فکانّہ منع کل واحد منہما ان یختلط بالآخر فھو حاجز بینھما۔ خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں سُمِّیَ حجازًا لانہ فصل بین الغور والشام وبین البادیۃ۔

اصمعی کہتے ہیں خطّہ حجاز کی تحدید کے بیان میں کہ مدینہ منورہ۔ خیبر۔ فدک۔ ذوالمرہ۔ دار اشجع۔ دارِ مزینہ۔ دار جہینہ وغیرہ علاقے حجاز میں داخل ہیں صنعاء سے لے کر شام تک علاقہ حجاز کہلاتا ہے سُمِّی بذلک لانہ حجز بین تہامۃ ونجد۔ پس مکہ تہامی ہے اور مدینہ حجازی ہے اور طائف بھی حجازی ہے قالہ الاصمعی۔ اور عند البعض مدینہ طیبہ کی نصف زمین حجازی اور نصف تہامی ہے۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں تبوک وفلسطین حجازی ہیں۔ تہامہ پست خطے کو کہا جاتا ہے اسے غور بھی کہتے ہیں اور نجد ظاہر و بلند خطے کو کہا جاتا ہے۔ کذا فی المعجم لیاقوت وغیرہ۔

مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کا خطہ سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے پست ہے۔ اسی وجہ سے وہ تہامہ میں داخل ہے۔ طائف سے مکہ کو جاتے ہوئے گزریں تو آگے علاقہ تہامہ ہے۔ مکہ سے عسفان تک تہامہ ہے عسفان مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ کے مابین ہے۔

وقیل سمیت تہامۃ لشدۃ حرّھا ورکود ریحھا وھو من التھم وھو شدۃ الحرّ ورکود الریح یقال تہم الحرُّ اذا اشتدّ وقیل سمیّ بذلک لتغیّر ھوائھا یقال تھم الدُّھنُ اذا تغیّر ریحہ وقال الاصمعی التھمۃ الارضُ المتصوّبۃ الی البحر۔

امام شافعیؒ کا قول ہے الحجاز مکۃ والمدینۃ والیمامۃ ومخالیفھا ای قُراھا۔ کذا فی اعلام الساجد للزرکشی ص ۲۴۲ ۔

الحَرَم وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حَرَم بفتح حا ورار ارضِ مکہ کا نام ہے۔ حرم دو ہیں حرم مکہ و حرم مدینہ۔ حرم کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں۔ اوّل حِرْمیّ بکسر حا، وسکون را علی غیر القیاس۔ دوّم، حُرْمی بضم حا، وسکون را، علی غیر القیاس۔ سوم حَرَمیّ بفتح حا، ورا، موافق قیاس۔

حَرَم وحَرام کا ایک معنی ہے مثل زمن وزمان۔ سُمّی الحرم حراماً لانہ حرام انتھاکُہ وحرام صیدُہٗ ورفثُہ۔ حرم مکہ کی حدود معروف ہیں۔ ان پر علامات ومنارات زمانہ قدیم سے قائم ہیں۔ جو دراصل ابراہیم علیہ السلام نے مقرر فرمائے تھے۔ جاہلیت والے بھی ان منارات وحدود کو جانتے تھے۔ ظہور اسلام کے بعد بھی انہی حدود کو برقرار رکھا گیا۔ نبی علیہ السلام نے زید بن مربع انصاری کو خط دے کر اس میں یہ لکھا اَن قرّوا قریشاً علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابراھیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو حرم محترم ومقام امن بنایا ہے قال اللہ تعالیٰ اولم یروا انا جعلنا حرماً اٰمناً ویتخطف الناس من حولھم۔

یاقوت معجم البلدان ج ۲ ص ۲۴۸ پر لکھتے ہیں البیت الحرام والمسجد الحرام والبلد الحرام کلہ یراد بہ مکۃ۔ علامہ بشاری لکھتے ہیں حدودِ حرم پر سفید علامات محیط ہیں۔ بطرف مغرب تنعیم تین میل ہے اور طریق عراق میں ۹ میل اور طریق یمن میں ۷ میل اور طریق طائف میں ۲۰ میل اور ایک طرف ۱۰ میل یہ حدود حرم ہیں۔

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ ج ۲ ص ۱۰۱ پر اس پر بحث کی ہے فذکر باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال اول من نصب اَنصابَ الحرمِ ابراھیم علیہ السلام یُریہ ذلک جبریل علیہ السلام فلما کان یوم فتح مکۃ بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمیم بن اسد الخزاعی فجدّد ما رثّ منھا۔ بعض احادیث میں ہے کہ زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حرم مقرر فرمایا یعنی اسے محترم اور امن کی جگہ بنایا۔ فقد قال النبی علیہ السلام فی الخطبۃ للغد من یوم الفتح ایھا الناس ان اللہ سبحانہ قد حرّم مکۃ یوم خَلَقَ السموٰت والارضَ ویوم خلق الشمس والقمر ووَضَعَ ھذین الجبلین

فہی حرام الی یوم القیامۃ الحدیث۔

بعض احادیث میں ہے کہ حرم شریف کا محاذی حصہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا حصہ بھی حرم ومحترم ہے اور اس کا حکم آسمانوں اور بقیہ زمینوں میں وہی ہے جو حکم ہماری اِس زمین پر حرم شریف کا ہے۔ فاخرج الازرقی عن مجاھد قال ان ھذا الحرم حرم ماحذاءہ من السموت السبع والارضین السبع وان ھذا البیت رابع اربعۃ عشر بیتاً فی کل سماءٍ بیت وفی کل ارضٍ بیتٌ۔

حرم کی ان حدود کی تقرری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے۔ آدم علیہ السلام کی حفاظت کے لیے مکہ مکرمہ میں ان کے ارد گرد فرشتوں کی صفیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہوئیں۔

فعن عبد الرحمٰن بن حسن بن القاسم عن ابیہ قال سمعت بعض اھلِ العلم یقول ان لما خاف آدم علیہ السلام علی نفسہ من الشیطان فاستعاذ باللّٰہ سبحانہ فارسل اللّٰہ عز وجل ملائکۃً حفّوا بمکۃ من کل جانبٍ ووقفوا حوالیھا قال فحرّم اللّٰہ تعالیٰ الحرم من حیث کانت الملائکۃ علیھم السلام وقفتْ۔

بعض روایات میں ایک اور وجہ مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تعمیر بیت اللہ کے وقت جبریل علیہ السلام جب مقام ابراہیم کا پتھر لائے تو چاروں طرف اس کی روشنی پھیل گئی۔ پس جہاں تک اس کی روشنی پہنچی اس کے منتہیٰ کو حدودِ حرم مقرر فرمادیا گیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے بعد میں ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے جاکر وہ حدود بتلادیں اور ابراہیم علیہ السلام نے چاروں طرف ان پر علامات مقرر فرمائیں۔ بہرحال حرم مکہ شریف انوارِ الٰہی کا مرکز ہے جہاں پر ہر وقت انوار برستے رہتے ہیں۔

الحماسۃ۔ تفسیر الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین میں مذکور ہے۔ دیوان حماسہ اشعار جاہلیت وعرب عرباء کا مشہور مجموعہ ہے۔ اس کا مؤلف مشہور شاعر ابوتمام حبیب بن اوس طائی متوفی ۲۳۱ھ ہے دیوان حماسہ دس ابواب پر مرتب ہے۔ حماسہ۔ مراثی۔ ادب۔ نسیب۔ ہجاء۔ اضافات۔ صفات۔ سیر۔ ملح۔ مذمۃ النساء۔

باب اول یعنی حماسہ کے نام سے یہ کتاب مشہور ومعروف ہے۔ حماسہ کا معنی ہے شجاعت دیوان حماسہ کے باب اول میں شجاعت وجنگ وجدال سے متعلق اشعار جمع ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت وشہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابوتمام کے بعد حماسہ علماء وائمہ عربیت کے مابین ایک اصطلاحی لفظ بن گیا ہے۔ چنانچہ ان کی اصطلاح میں اب ہر اس کتاب کو حماسہ کہا جاتا ہے جس میں قدیم یا غیر قدیم شعراءِ عرب کے اشعار جمع ہوں مثل حماسۃ البحتری وحماسۃ ابی الحجاج یوسف الاندلسی وغیر ذلک۔ اس کی نظیر علامہ مجد الدین فیروزآبادی کی کتاب قاموس اللغات ہے۔ زیادہ شہرت وقبولیت کی وجہ سے آج کل

لغت عربیہ میں ہر کتاب لغت پر قاموس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثل قاموس الجیب۔ قاموس المدارس۔
وفی مجلۃ المشرق الحماسۃ فی اللغۃ الشدۃ والبأس وفی اصطلاح ارباب الادب مجامیع شعریۃ ضمنوھا کثیراً من منظومات الاقدمین لاسیما التی غلبت علیھا المعانی الدالۃ علی التحمس والبسالۃ فی الحروب وکان اول من طرق ھذا الباب حبیب بن اوس الشاعر الشھیر بابی تمام الطائی صنع حماستہ فی عشرۃ ابواب افتتحھا بالشعر الحماسی فکان لمجموعہ من الرواج ماضاعف شھرتہ حتی قیل ان ابا تمام فی اختیارہ الشعر اشعر منہ فی نظمہ انتہی۔

دیوان حماسہ کی تالیف کا سبب ایک اتفاقی واقعہ ہے۔ وہ یہ کہ ابوتمام امیر عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں قصیدہ مدحیہ پیش کرنے کے لیے خراسان گیا۔ ابن طاہر کی ملاقات اور اس کی مدح کرنے اور انعام وصول کرنے کے بعد واپس عراق لوٹا تو راستے میں ہمدان شہر پہنچ کر ابوالوفا بن سلمہ کا مہمان ہوا۔ ابن سلمہ نے بڑا اکرام کیا۔ قیام ہمدان کے دوران سخت برف باری سے باہر نکلنا مشکل ہوگیا۔ راستے برف سے بند ہوگئے۔ ابوتمام غمگین ہوا مگر ابوالوفا خوش ہوا کیونکہ ابوتمام سے علمی خدمت لینے کا موقع مل گیا چنانچہ ابوالوفا نے اپنا کتب خانہ اسے مطالعہ کے لیے اور تالیف کے لیے پیش کر دیا۔ ابوتمام مطالعہ کتب میں مشغول ہوگیا اور شعر و شاعری سے متعلق پانچ کتابیں تصنیف کیں۔ کتاب الحماسۃ کتاب الوحشیات وغیرہ۔ دیوان حماسہ کا قلمی نسخہ مدت تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا انھوں نے اسے قیمتی سرمایہ سمجھتے ہوئے مدت تک چھپائے رکھا۔ جب آل سلمہ کے احوال دگرگوں ہوئے اور ابوالعواذل دینور سے ہمدان آئے تو اسے دیوان حماسہ کا نسخہ مل گیا وہ اسے اصبہان ساتھ لے آیا۔ اصبہان کے ادبار و علمار نے یہ کتاب بہت پسند کی اور اس موضوع سے متعلق دیگر کتب سے توجہ ہٹا کر صرف حماسہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس طرح دیوان حماسہ کو مشرق و مغرب میں شہرت حاصل ہوئی۔ بہت سے علمار نے اس کے حواشی اور شروح لکھیں۔

ابن جنی متوفی ۳۹۲ھ جیسے امام عربیت بھی حماسہ کے شراح میں سے ہیں۔ حماسہ کی چند شروح یہ ہیں (۱) شرح عثمان بن جنی (۲) شرح علی بن سید اللغوی متوفی ۴۵۸ھ یہ چھے جلدوں میں ہے (۳) شرح حسن بن بشر آمدی متوفی ۳۷۱ھ وقیل ۳۳۵ھ (۴) شرح ابوبکر محمد بن یحییٰ صولی متوفی ۳۳۶ھ (۵) شرح ابوالفضل عبداللہ بن احمد میکالی متوفی ۴۷۵ھ (۶) شرح عبداللہ بن ابراہیم شیرازی متوفی ۴۷۶ھ وقیل ۵۸۴ھ (۷) شرح ابراہیم بن محمد بن ملکون اشبیلی متوفی ۵۸۴ھ (۸) شرح حسن بن علی استرابادی نحوی متوفی ۶۸۱ھ (۹) شرح ابونصر قاسم بن محمد واسطی بیہقی متوفی ۵۴۴ھ (۱۰) شرح شیخ اعلم ابوالحجاج یوسف بن سلیمان شنتمری متوفی ۴۷۶ھ پانچ جلدوں میں (۱۱) شرح ابوالبقار عبداللہ بن حسین عکبری متوفی ۶۱۶ھ یہ مختصر شرح ہے (۱۲) شرح ابوزکریا یحییٰ بن علی مشہور بہ خطیب تبریزی متوفی ۵۰۲ھ۔ انھوں نے حماسہ کی تین شرحیں لکھی ہیں

اصغر۔ متوسط۔ اطول (۱۳) شرح ابوعلی احمد بن محمد مرزوقی متوفی ۴۲۱ھ یہ شرح مشہور و معروف ہے۔
(۱۴) عنوان النفاسة فی شرح الحماسة لمحمد بن قاسم بن زاکور الفقیه المالکی المتوفی ۱۱۲۰ھ کما فی کتاب هدیة العارفین ج ۲ ص ۱۵۵۔

دیوان حماسہ کی شہرت اور اس کے طریقہ تالیف کی مقبولیت جب بہت بڑھ گئی تو کئی علماء وائمہ فن عربیت نے اسی طرز کی کتابیں تالیف کر کے ان کا نام حماسہ رکھا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ کاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون میں تقریباً چھ حماسوں کا ذکر کیا ہے جو ابوتمام کے دیوان حماسہ کے مقابلے میں تصنیف کیے گئے تھے۔ ان میں سے کئی اس بندۂ عاجز کی نظر سے گزرے ہیں اور کئی تلف ہو گئے جن کا صرف نام باقی ہے اور کئی ایسے بھی ہوں گے جن کا نام بھی کتابوں میں نہیں آسکا۔

منها[۱] الحماسة لابی عبادة ولید بن عبد الله البحتری المتوفی ۲۸۴ھ ومنها[۲] الحماسة لابی الحسن علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی المتوفی ۶۰۱ھ رتبها علی اربعة عشر بابا۔ ومنها[۳] الحماسة لابی الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الاندلسی المتوفی ۶۵۳ھ وهی فی مجلدین صنفها بتونس فی شوال ۶۴۶ھ جمع فیها ما استحسنه من اشعار العرب جاهلیها ومخضرمیها واسلامیها ومولدیها وغیر ذلك ومنها[۴] الحماسة لابن الشجری النحوی المشهور اللغوی المتوفی ۵۴۲ھ وهو کتاب غریب مطبوع ونسخة منها موجودة فی مکتبة خانقاه السراجیة من مضافات بلدة کندیاں مدیریة میانوالی طالعتها واستفدت منها ، ومنها[۵] الحماسة لابی الحسن علی بن ابی الفرج البصری المتوفی ۶۵۶ھ وحماسة تعرف بالحماسة البصریة ومنها[۶] الحماسة العسکریة۔

مجلہ مشرق جو بیروت سے شائع ہوتا تھا اس کے ص ۵۲۵ پر کشف الظنون کی طرف دس سے زائد حماسوں کے ذکر کرنے کا حوالہ محض غلط ہے۔ کیونکہ اس میں چھ سات حماسوں کا ذکر ہے۔ دیکھئے کشف الظنون ج ۱ ص ۳۴۶ عمود عدد ۶۹۲۔ ان حماسوں میں سے اکثر غیر مطبوع ہیں۔ بعض ضائع ہو چکے ہیں اور بعض کے قلمی نسخے مختلف ملکوں کے قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں۔ قال فی مجلة المشرق فی ذکر حماسة ابی تمام۔ وذلك ما حدا بغیره من الادباء الی ان یقتصوا آثاره ویجاوروه فی العمل فتعددت الحماسات حتی ان الحاج الخلیفة فی کتابه کشف الظنون عدّ منها بضع عشر۔ صاحب مجلہ کا یہ قول کہ کشف الظنون میں بضع عشر حماسوں کا ذکر ہے درست نہیں ہے۔ بہرحال کئی علماء نے حماسہ کے نام سے ابوتمام کے مقابلے میں کتابیں لکھیں۔ جن میں سے اکثر ضائع ہو چکی ہیں۔

وقد اخنی الدهر علی بعضها فاخذ تهاید الضیاع کحماسة الاعلم الشنتمری المتوفی فی اشبیلة ۴۷۶ھ ۱۰۸۳ء وحماسة علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی والحماسة العسکریة وقد نجا بعضها الآخر

معرّزة وجودها فی خزائن الکتب کحماسة الخالدیّین هما اخوان ابو عثمان سعیدٌ ابو بکر محمد ابنا هاشم اللذان اشتهرا فی خدمة سیف الدولة الحمدانی صاحب حلب فی القرن الرابع الهجری حماستهما مشهورة بالاشباه والنظائر منها نسخة فی المکتبة الخدیویة فی قائمتها ج ۳ ص ۲۰۳ وکالحماسة البصریة فی هذه المکتبة ج ۳ ص ۲۲۹ لصدر الدین علی بن ابی الفرج البصری الذی قتل بامر ملک المغول هولاکو سنہ ۶۵۹ھ ۱۲۶۱ء بعد ان خدم مدة امیر حلب الملک الناصر صلاح الدین ابا المظفر یوسف حماستہ تضاهی حماسة ابی تمام وکحماسة ابی الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الذی ولد فی بیاس مدینة الاندلس ثم رحل الی تونس حیث توفی ۶۵۳ھ ۱۲۵۵ء ولم یبق من حماستہ سوی بعض الفصول فی احد مخطوطات خزانة غوطا من اعمال المانیا۔

نعم بقیت من تیار الزمان الحوادث حماسة ابی عبادة الولید بن عبید الشهیر بالبحتری فالبحتری اسمی ما نال الیہ رصیفہ و قرنہ ابو تمام من السمعة الطیبة بتالیف الحماسة فقصد مجاراتہ فوضع لوزیر الخلیفة المتوکل الفتح بن خاقان حماسة عارض فیها حماسة ابی تمام وقد ذکر ابن خلکان حماسة البحتری فی تالیف هذا الشاعر فی ترجمتہ کاد یتلف هذا التالیف فی جملة ما طمس من الآثار لولا اهتمام احد المستشرقین الهولندیین ان قورنہ الذی عثر فی القرن السابع عشر علی نسخة منہ فی الاستانة فابتاعها وارسلها الی وطنہ فخزانة دولتہ فی لندن هذه النسخة موجودة فی خزانة کتب لندن حلی وجهها الاول بالذهب والنقوش هی فی ۳۰۰ صفحة وفی کل صفحة ۱۵ سطراً۔ وقد امتازت حماسة البحتری بعدة امور منها وفرة ابوابها فان البحتری جعلها ۱۷۴ باباً ضمنها معظم المعانی الادبیة التی دارت فی السنة شعراء العرب ومنها ان عدد الشعراء الذین روت اشعارهم فیها یبلغ نحو الستمائة واکثرهم من شعراء الجاهلیة و المخضرمین لم یذکر من شعراء العهد العباسی سوی نفر قلیلین مثل صالح بن عبد القدوس وکفی بذلک دلیلاً علی سعة محفوظات البحتری للشعر القدیم ومنها التحاشی لکل معنی بذی تنبو عنہ الاسماع فلا تجد فیها شیئاً من المجون. طبعت حماسة البحتری فی ۱۹۰۹ء بمصارف بعض المستشرقین المسیحیین فی بیروت۔

الخزرج ۔ آیت وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار کے دو گروہوں میں سے ایک کا نام خزرج تھا۔ یہ قبیلہ مآرب یمن سے آکر مدینہ منورہ میں آباد ہوا تھا۔ ان کے نسب و دیگر احوال کی تفصیل بیانِ اوس میں ملاحظہ کریں۔ خزرج اوس کا بھائی تھا۔

ظہورِ اسلام کے وقت قبیلہ اوس کے سردار کا نام سعد بن عبادہ تھا۔ ابو ایوب انصاریؓ خزرجی ہیں اسی طرح ثابت بن قیسؓ خطیب النبی علیہ السلام بھی خزرجی ہیں۔ رافع بن عجلانؓ خزرجی تمام انصار میں اول اسلام لانے والے ہیں۔ کذا فی المفصل ج ۴ ص ۱۳۸۔

قبیلہ خزرج کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ ان کی برکت سے اسلام مدینہ منورہ میں آیا۔ کیونکہ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے افرادِ خزرج نے نبی علیہ السلام سے ملاقات کرکے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ میں مہاجرین کو پناہ دینے کا عہد کیا۔ پھر ان کی محنت سے قبیلہ اوس میں بھی اسلام داخل ہوا۔ بیانِ انصار میں اس بحث کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

اوس وخزرج کے مابین جس طرح اسلام سے پہلے سلسلۂ تفاخر جاری تھا اسی طرح ظہورِ اسلام کے بعد بھی امورِ دین میں اور اسبابِ مقربہ الی اللہ ورسولہ میں مسابقت کا سلسلہ قائم تھا۔ امورِ ایمانیہ وتحصیل اسبابِ رضاء اللہ ورضاء رسولہ میں مسابقت قوتِ ایمان وکمالِ ایمان کی علامت ہے۔

اخرج ابن جریر باسنادہ عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ قال افتخر الحیان الاوس والخزرج فقال الاوس منا اربعۃ من اهتز له العرش سعد بن معاذ ومن عدلت شهادته شهادة رجلين خزيمة بن ابی ثابت ومن غسلته الملائکۃ حنظلۃ بن ابی عامر ومن حمته الدبر عاصم بن ابی ثابت ای ابن ابی الافلح فقال الخزرج منا اربعۃ جمعوا القرآن لم يجمعه غيرهم كذا فی الاتقان ج ۱ ص۷۱۔ ثم ان حدیث جامعی القرآن اخرجه البخاری وغیرہ عن قتادۃ قال سالت انس بن مالک رض من جمع القرآن علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اربعۃ کلهم من الانصار ابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید قلت من ابو زید قال احد عمومتی وروی ایضًا من طریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ قال مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القرآن غیر اربعۃ ابو الدرداء ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید۔ ثم ان ابا زید هذا اسمه قیس بن السکن کما روی ابن ابی داؤد عن انس ان ابا زید الذی جمع القرآن اسمه قیس بن السکن قال وکان رجلًا منا من بنی عدی بن النجار احد عمومتی ومات ولم یدع عقبًا ونحن ورثناہ قال ابن ابی داؤد مات قریبًا من وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذهب علمه ولم یؤخذ عنه وکان عقبیًا بدریًا۔

اوس وخزرج کے مابین مسابقت کی تصریح صحیح احادیث میں مروی ہے۔ اسلام کے عظیم دشمن ابو رافع یہودی کا قتل اسی اسلامی مقابلہ واغتباط کا نتیجہ تھا۔ صحیح احادیث میں ہے کہ کعب بن الاشرف یہودی مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا۔ شرانگیزی کرتا رہتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ کا باشندہ تھا۔ یہود بنی نضیر میں شمار ہوتا تھا کیونکہ اس کی ماں یہود بنی نضیر میں سے تھی۔ دراصل وہ قبیلۂ طیّ کا فرد تھا۔ جنگ بدر کے بعد اُم الفضل زوجۂ عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ مسلمان عورتوں کے نام اشعار میں ذکر کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام کے حکم سے اوس میں سے محمد بن مسلمہ وابو نائلہ وعباد بن بشر وحارث بن اوس بن معاذ وابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہم نے جاکر ایک رات کعب بن الاشرف کو قتل کر دیا۔ یہ ربیع الاول ۳ھ کا قصہ ہے۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۳ ص ۴۔

قتل کعب کے بعد انصارِ خزرج نے چاہا کہ ہم بھی اوس کے مقابلہ میں کسی بڑے دشمنِ اسلام کو قتل کریں تاکہ ہمیں بھی دربارِ نبوت میں اس قسم کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے ابو رافع یہودی کے قتل کا ارادہ کیا۔ ابو رافع بڑا شیطان تھا۔ نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔ مدینہ منورہ سے بہت دور ارضِ حجاز میں یعنی خیبر میں اپنے ایک مضبوط قلعہ میں رہتا تھا۔ نبی علیہ السلام کی اجازت وحکم سے

ابورافع بن ابی الحقیق کے قتل کے لیے انصارِ خزرج کی ایک جماعت جمادی الآخرہ ۳ھ میں عبداللہ بن عتیک یا عبداللہ بن عقبہ کی امارت میں روانہ ہوئی اور کئی دن کے سفر کے بعد وہاں پہنچ کر ایک عجیب حیلہ سے اُسے قتل کر دیا۔

اخرج الامام الطبری فی تاریخہ ج ۳ ص ۲ باسنادہ عن عبداللہ بن کعب بن مالک قال کان مما صَنَعَ اللہ بہ لرسولہ اَنّ ھذَین الحیّین من الانصار الاوس والخزرج کان یتصاولان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصاوُلَ الفحلَین لا تصنَع الاوسُ شیئاً فیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غناء الا قالت الخزرجُ واللہ لا یَذھبون بھذہ فضلاً علینا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاسلام فلا ینتھون حتی یُوقِعُوا مثلھا قال واذا فعلت الخزرج شیئاً قالت الاوس مثل ذلک فلما اصابت الاوسُ کعبَ بن الاشرف فی عداوتہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الخزرج لا یَذھبون بھا فضلاً علینا ابداً قال فتذاکروا من رجلٌ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العداوۃ کابن الاشرف فذکروا ابن ابی الحقیق وھو بخیبر فاستأذَنوا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قتلہ فاذِن لھم۔

فخرج الیہ من الخزرج ثمانیۃُ نفرٍ عبداللہ بن عتیک ومسعود بن سنان وعبداللہ بن انیس وابوقتادۃ الحارث بن ربعیّ وخزاعیّ بن الاسود ثم ذکر قصۃ قتلہ بطولھا وعن البراء قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی رافع الیھودی وکان بارضِ الحجاز اھ۔

داوَردان ۔ بفتح واو وسکونِ رار۔ الم ترالی الذین خرجوا من دیارھم الآیۃ کی شرح میں متکرر الذکر ہے۔ داوردان ایک قریہ ہے شہر واسط سے ایک فرسخ مشرق کی طرف۔ یہ آیت الم ترالی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت قریہ داوردان سے متعلق ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قریۂ داوردان میں طاعون واقع ہوا فھرب عامۃُ اھلھا فنزلوا ناحیۃً منھا فھلک بعض من اَقام فیھا وسَلِم الآخرون فلما ارتفع الطاعون ورجعوا سالمین قال من بقی فیھا اَصحابُنا الھاربون کانوا احزم منا ولئن وقع الطاعون ثانیاً لنخرجنّ فوقع فخرجوا وھم بضعۃُ وثلاثون الفاً حتی نزلوا ذلک المکان وھو وادٍ أفیح فناداھم مَلَکٌ من اسفل الوادی وآخر من اَعلاہ ان موتُوا فماتوا فاحیاھم اللہ تعالی بحزقیل فی ثیابھم التی ماتوا فیھا وبُنِی فی موضع حیاتھم دَیر یُعرف بِدَیر ھزقِل وانما ھو حزقیل۔ کذا فی معجم البلدان۔

روم ۔ آیت واذ نجینا کم من آل فرعون کے بیان میں مذکور ہے۔ روم مشہور قوم ہے یہ جمع ہے رومیؔ کی مثل عرب وعربیؔ وزنج وزنجیؔ۔ روم کے نسب اور وجہ تسمیہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں

(۱) سُمُّوا بذلک لانّھم من وُلدِ رُوم بن سماحیق بن ھربیان بن علفان بن العیص بن اسحاق بن

ابراھیم علیہ السلام۔ (۲) وقیل انہم من ولد رومیل بن الاصفر بن الیفز بن العیص بن اسحاق (۳) وقیل ھم بنو رومی بن بزنطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام۔ (۴) بعض کے نزدیک روم عیص بن اسحق کا بیٹا تھا۔ قالہ الجوھری وقیل تزوّج عیصو بن اسحاق بسمۃ بنت اسماعیل علیہ السلام وکان رجلاً اشقر فولدت لہ الروم۔

(۵) یہ نام ماخوذ ہے راموا فعل ماضی بمعنی قصدوا سے فقد حکی ابن الکلبی انما سمّیت الروم لانھم کانوا سبعۃ راموا فتح دمشق ففتحوھا وقتلوا اھلھا۔ وسمّوا بنی الاصفر لشقرتھم لانّ الشقرۃ اذا افرطت صارت صفرۃ صافیۃ وقیل انّ عیصو کان اصفر لمرض کان ملازماً لہ۔

(۶) رومیہ ایک بڑا شہر ہے اہل روم کا۔ اس کے باشندے کو رومی کہتے ہیں۔ اور رومی کی جمع روم ہے۔ قال البعض انما سمیت الروم روماً لاضافتھم الی مدینۃ رومیۃ فسمّی من کان بھا رومیا۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

الشام۔ بسملہ کی شرح کی ابتدا میں مذکور ہے۔ شام مشہور قدیم ملک ہے۔ اس میں چار لغات ہیں۔ (۱) شأم بفتح شین وسکون ہمزہ (۲) شَأم بفتح ہمزہ (۳) شام بالالف بعد الشین (۴) شآم بالمد عربی میں لفظ شام مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ یقال اشأم الرجل اذا اتی الشام وتشاءم انتسب الی الشام۔ وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) شام جمع شامۃ ہے سمیت بذلک لکثرۃ قراھا وتدانی بعضھا من بعض فشبّھت بالشامات۔ (۲) یہ شمال مقابل یمین سے مشتق ہے سمیت بذلک لان قوماً من کنعان بن حام خرجوا عند التفریق فتشاءموا الیھا ای اخذوا ذات الشمال فسمّیت بالشام۔

(۳) سمیت بسام بن نوح علیہ السلام لانہ اول من نزلھا فجعلت السین شیناً۔ (۴) زمانہ قدیم میں یہاں پر ایک قریہ کا نام شامین تھا۔ بنی اسرائیل کے تقریباً نواسباط داود علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد منتشر ہو کر اس میں آباد ہوئے۔ پھر تغیر وتصرف کے بعد شامین شام ہوگیا۔ اس سے قبل اس کا نام سُوری تھا۔ (۵) وقیل سمیت بذلک لانھا علی شمال کعبۃ اللہ۔ والیمن سمیت بذلک لانھا علی یمین الکعبۃ۔

قدیم شام کے چند مشہور شہر یہ ہیں۔ بیت المقدس۔ انطاکیہ۔ طرسوس۔ عرش۔ بلقاء۔ دمشق۔ حمص۔ حماۃ۔ حلب۔ منبج۔ معرّہ۔ عسقلان وغیرہ۔ فلسطین بھی اسی کا حصہ ہے۔ آج کل شام ایک چھوٹے سے خطہ کا نام ہے۔ نیز زیادہ تر مشہور نام آج کل سُوریا ہے۔

شام کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام شام میں یعنی دمشق کی جامع مسجد کے منارہ پر آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ (۲) اور دمشق کے باب لُدّ کے پاس آپ دجال کو قتل کریں گے۔ کما جاء

فی الاثر۔ (۳۱) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انہ قال قُسِم الخیر عشرۃ اعشار فجُعِل تسعۃ اعشار فی الشام وعُشر فی سائر الارض وقُسِم الشر عشرۃ اعشار فجُعِل عُشرٌ بالشام وتسعۃ اعشار فی سائر الارض۔

(۳۲) وعن النبی علیہ السلام الشام صَفوۃُ اللہ من بلادِہ والیہ یُجتبیٰ صفوتہ من عبادہ یا اھل الیمن علیکم بالشام فان صَفوۃ اللہ من الارض الشام الا من ابیٰ فان اللہ تعالیٰ قد تکفّل لی بالشام۔

الشہر الحرام۔ قرآن شریف وتفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یسئلونک عن الشھر الحرام شہر حرام مفرد ہے۔ اس کی جمع اَشہُر حرم ہے۔ اشہر حرم کا معنی ہے محترم ومعظم مہینے۔ یہ چار مہینے ہیں تین متصل ہیں یعنی ذوالقعدہ وذوالحجہ والمحرم اور ایک جدا ہے یعنی رجب۔ عرب ان چار مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جنگ وجدال وغیرہ امور قبیحہ سے بچتے تھے یہاں تک کہ وہ ان مہینوں میں اپنے دشمن اور باپ، بھائی بیٹے کے قاتل کو تنہا پاکر بھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ ان مہینوں کی حرمت ان کے عقیدے اور عمل میں اتنی مسلّم و ثابت تھی جس طرح ایک مسلمان کے قلب میں بیت اللہ شریف وکتاب اللہ وغیرہ شعائر اللہ کی حرمت و عظمت مسلّم وثابت ہے۔ بلکہ جاہلیت کے کفار اس سلسلے میں کئی مسلمانوں سے بھی بہت آگے تھے چنانچہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مسلمان مساجد میں چوریاں اور قتل کرتے ہیں۔ حرمین میں رہتے ہوئے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مگر زمانۂ جاہلیت میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جنھوں نے ان مہینوں کے احترام کا عقیدہ رکھتے ہوئے ان میں قتل وجدال کیا ہو۔

اشہر حرم کی حرمت وتعظیم اہل جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اور بڑی نعمت تھی۔ وہ تو جنگ جو قبائل تھے۔ قتل کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ اکثر قبائل ڈاکو تھے۔ ادنیٰ سی چیز کے لیے قتل کر دینا ان کا معمول تھا۔ جنگ وجدال اور ایک دوسرے قبائل پر انفرادی واجتماعی صورت میں حملے کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ایسی حالت میں ایک شریف انسان کو کسی سے ملنے یا تجارت وغیرہ اغراض کے لیے ضروری سفر کرنا بھی خطرے کے پیش نظر ناممکن تھا۔ اگر ہمیشہ اور سارے سال یہی حال رہا کرتا تو بھوک وافلاس سے تباہ ہو جاتے۔ زندگی کا سارا نظام معطل رہتا اور نہ کبھی حج وعمرہ ادا کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ رزاق ہیں اور اسباب کے تحت رزق ہم پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اشہر حرم کے چار ماہ کی شدید حرمت وعظمت ان کے قلوب میں ڈال دی اس طرح ان چار ماہ میں سارا عرب آزادی سے بے خوف وخطر متحرک ہو جاتا اور ہر شخص ان مہینوں میں قائم ہونے والی منڈیوں بازاروں میں تجارت وغیرہ اغراض کے لیے شریک ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ان اشہر حرم کے امن واطمینان والے زمانے میں جزیرۂ عرب کے باشندے دوسرے قبائل کو دیت ادا کرنے یا ان سے وصولی کے لیے یا دیگر مشکلات کے حل کے لیے یا کسی قبیلہ سے مصالحت یا

ان کی مدد لینے کیلیے اور حج کعبۃ اللہ ادا کرنے کے لیے اطمینان سے سفر کر سکتے تھے۔ اگر یہ اشہر حرم نہ ہوتے تو سارا جزیرۂ عرب ایک عظیم جیل خانے کا نمونہ ہوتا۔

ان چار مہینوں کی غایبت حرمت کا عقیدہ ملت ابراہیمیہ سے عرب نے پایا تھا۔ یہ آسمانی و ربانی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا اور نصوص قرآن و سنت میں ان کی تعظیم و حرمت مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ذلک الدین القیم۔ توبہ۔ وذلک ان تحریم القتال فی الاشھر الحرم کان حکما معمولا بہ من عھد ابراھیم و اسمعیل وکان من حرمات اللہ و مما جعلہ مصلحۃ لاھل مکۃ قال اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس والشھر الحرام وذلک لما دعا ابراھیم علیہ السلام لذریتہ بمکۃ اذ کانوا بواد غیر ذی زرع ان یجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم فکان فیما فرض علی الناس من حج البیت قواما لمصلحتھم ومعاشھم اھ۔ کذا قال العلامۃ السھیلی فی الروض۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۸۸۔ تفسیر نیسابوری ج ۱۰ ص ۳۷ علی ہامش الطبری۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۴۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۹۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ص ۲۲۱۔ بلوغ الارب ج ۳ ص ۸۲۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۸ ص ۲۷۴۔ الروض الانف ج ۲ ص ۶۰۔

قال الآلوسی واختلف فی ترتیبھا فقیل اولھا المحرم و آخرھا ذو الحجۃ فھی من شھور عام وظاھر ما اخرج سعید بن منصور وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما یقتضیہ وقیل اولھا رجب فھی من عامین واستدل بما اخرجہ ابن جریر وغیرہ عن ابن عمر قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع بمنی فی اواسط ایام التشریق فقال یا ایھا الناس ان الزمان قد استدار فھو الیوم کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض وان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم اولھن رجب مضر بین جمادی وشعبان وذو القعدۃ وذو الحجۃ والمحرم وقیل اولھا ذو القعدۃ وصحح النووی لتوالیھا واخرج الشیخان الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض السنۃ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیات ورجب مضر الحدیث۔

سوال:۔ اشہر حرم کے تین ماہ متوالی و متصل ہیں اور ایک یعنی رجب مضر منفرد و منفصل ہے۔ اس کی حکمت و وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ چونکہ ان کی تقرری کا سبب وحی اور تعلیم انبیاء علیہم السلام ہے اس لیے اولاً تو یہ مفوض الی اللہ تعالیٰ ہے لہذا توقف کر کے تفویض الی اللہ اسلم طریقہ ہے واللہ عالم باسرار الامور۔ ثانیاً، اشہر حرم کی تقرری کا بڑا سبب حسب قول علماء حج وعمرہ کی ادائیگی ہے۔ حج کے لیے دور دراز اطراف عرب سے لوگ آتے تھے

اس واسطے اشہر حرم میں سے تین ماہ متصل مقرر کرنا قرین عقل ہے تاکہ دور دراز علاقوں والے آسانی سے حج کے لیے آسکیں اور پھر حج کے بعد واپس اپنے گھروں میں بھی پہنچ سکیں۔ اور عمرہ کے لیے رجب کو اشہر حرم میں داخل کیا گیا۔ جاہلیت والے اشہر حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں وانما کانت الاشهر المحرمة اربعة ثلاثة سرد وواحد فرد لاجل اداء مناسك الحج والعمرة فحرم قبل اشهر الحج شهرا وهو ذو القعدة لانهم يقعدون فيه عن القتال وحرم شهر ذي الحجة لانهم يوقعون فيه الحج ويشتغلون فيه باداء المناسك وحرم بعده شهرا آخر وهو المحرم ليرجعوا فيه الى اقصى بلادهم آمنين وحرم رجب في وسط الحول لاجل زيارة البيت والاعتمار به لمن يقدم اليه من اقصى جزيرة العرب فيزوره ثم يعود الى وطنه فيه آمنا انتهى تفسير ابن كثير ج ۲ ص۳۵۵۔

صاحب مفصل اس وجہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تحریم رجب کی وجہ عمرہ ہو تو پھر تو یہاں پر بھی حج کی طرح مدت طویلہ ہونی چاہیے۔ قال في المفصل ج ۸ ص۴۷۷ تعليل اهل الاخبار لحرمة رجب لا يتناسب مع تعليلهم لحرمة الاشهر الثلاثة المحرمة اذ ذلك يستوجب اعطاء المعتمرين ايضا مدة مناسبة قبله وبعده للاعتمار فيه حتى يضمنوا ذهابهم الى مكة وعودتهم منها بامان فالسفر سفر واحد لا يتغير من حيث الطول او القصر في موسم الحج او في موسم العمرة اذ لا يعقل ابدا بلوغ مكة والعودة الى المواطن في العربية او الخليج او العراق والبلاد القاصية في خلال شهر واحد هذا حاصل كلامه۔

اس اعتراض کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ حج کے لیے تین ماہ کی تعیین میں کچھ دیگر عوامل بھی کار فرما تھے مثل امور اقتصادیہ و منافع مادّیہ و اسواقِ عکاظ و ذوالمجاز وغیرہ میں تجارت کرنا اور اپنے مفاخر و فضائل سے قبائلِ عرب کو آگاہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ثانیاً یہ کہ عمرہ کے لیے عموماً اطرافِ عرب اور بلادِ بعیدہ سے لوگ نہیں آتے تھے بلکہ قریب کے علاقوں کے ہی باشندے آتے تھے۔ اس لیے عمرہ کے لیے ایک ماہ کافی ہے۔ البتہ حج کے لیے جزیرۂ عرب و یمن و عراق وغیرہ بعید تر علاقوں سے بھی لوگ آیا کرتے تھے اس لیے حج کے لیے مدتِ وسیعہ یعنی تین ماہ اور عمرہ کے لیے ایک ماہ کی تقرری مناسب و قرینِ عقل ہے۔

وفي السيرة الحلبية ج ۳ ص۱۵۶ جعل الله الاشهر الحرم اربعة ثلاثة سردا وواحد فردا وهو رجب اما الثلاثة فليأمن الحاج فيها واردين لمكة وصادرين عنها شهرا قبل شهر الحج وشهرا آخر بعده قدر ما يصل الراكب من اقصى بلاد العرب ثم يرجع واما رجب فكان للعمار يأمنون فيه مقبلين ومدبرين راجعين نصف الشهر للاقبال ونصفه الآخر للاياب لان العمرة لا تكون من اقاصي بلاد العرب كالحج واقصى

منازل بلاد المعتمرين خمسة عشر يومًا اھ وھذا مأخوذ من السھیلی فانہ قال فی الروض الانف ج ۲ ص ۶ بعد ذکر العبارۃ المذکورۃ۔ اذ لا تکون العمرۃ من اقاصی بلاد العرب کما یکون الحج الا تری انا لا نعتمر من بلاد المغرب فاذا اردنا عمرۃً فانما تکون مع الحج واقصی منازل المعتمرین بین مسیرۃ خمسۃ عشر یومًا فکانت الاقوات تأتیھم فی المواسم وفی سائر العام تنقطع عنھم ذؤبان العرب وقطاع السبل فکان فی رجب امان للسالکین الیھا مصلحۃ لاھلھا ونظرًا من اللہ لھم دبرہ وابقاہ من ملۃ ابراھیم اھ۔

سوال۔ مذکورہ صدر حدیث مبارک میں ہے رجب مضر اور ایک حدیث میں ہے رجب الذی بین جمادی وشعبان پس مضر کی طرف اضافت اور بین جمادی وشعبان سے وصف کی وجہ کیا ہے؟

جواب اوّل۔ رجب کا معنی ہے عزت وعظمت۔ والترجیب ھو التعظیم۔ وانما نسب رجب الی مضر لان مضر وھی قبیلۃ کانوا اشد تعظیمًا لہ من غیرھم وکانھم اختصوا بہ قال العلماء وانما اضیف رجب الی ھذہ القبیلۃ لانھم کانوا یحافظون علی تحریمہ اشد من سائر العرب وذکروا انھم کانوا یرجبون فیہ فیقدمون الرجبیۃ وتعرف عندھم بالعتیرۃ وھی ذبیحۃ تنحر فی ھذا الشھر وکانوا یقولون ھذہ ایام ترجیب وتعتیر راجع عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳، تاج العروس ج ۱ ص ۲۶۶ والمفصل ج ۸ ص ۴۲۳۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۹۵ وص ۹۱ رجب کا ذکر کئی آیات میں مستقل طور پر موجود ہے قال اللہ تعالی یا ایھا الذین آمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام۔ قال الالوسی واختلف فی المراد منہ فقیل رجب وقیل ذو القعدۃ وروی ذلک عن عکرمۃ وقیل الاشھر الاربعۃ الحرم اھ۔ روح المعانی ج ۶ ص ۵۳ راجع تفسیر الطبری ج ۶ ص ۳۶۔ وقال اللہ تعالی یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ۔ بقرہ آیت ۲۱۷۔ المراد عند المفسرین شھر رجب وان الآیۃ نزلت فی امر قتل ابن الحضرمی من قریش فی آخر یوم من جمادی الآخرۃ اوفی اول یوم من شھر رجب علی الشک۔

جواب ثانی۔ مضر کی طرف حدیث مذکور میں اضافتِ رجب احتراز ہے رجب ربیعہ سے۔ کیونکہ قبیلہ ربیعہ رمضان شریف کو اشہر حرم میں داخل کرتے تھے وہ حرمتِ رجب کے قائل نہ تھے۔ واضیف رجب الی مضر لان ربیعۃ کانوا یحرمون رمضان ویسمونہ رجب ولھذا بین فی الحدیث بما بین اھ کذا فی الروح ج ۱۰ ص ۹۱۔ اس جوابِ ثانی سے نبی علیہ السلام کے قول بین جمادی وشعبان کا فائدہ بھی معلوم ہوگیا۔ قال فی المفصل ویذکر علماء الاخبار ان تاکید الرسول صلی اللہ علیہ وسلم علی رجب مضر الذی بین جمادی وشعبان فی خطبۃ حجۃ الوداع ھو ان ربیعۃ کانت تحرم فی رمضان وتسمیہ رجبًا فعرف من ثم برجب ربیعۃ فوصفہ بکونہ بین جمادی وشعبان تاکید علی انہ غیر رجب ربیعۃ المذکور الذی ھو بین شعبان وشوال وھو رمضان الیوم فرجب اذًا عند الجاھلیین رجبان رجب مضر ورجب ربیعۃ وبین الطائفتین اختلاف فی مسائل اخری کذلک اھ۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۲ ص ۳۵۱ وقولہ علیہ السلام فی خطبۃ الوداع ورجب مضر

الذی بین جمادی وشعبان۔ انما قال ذلک لان ربیعۃ کانت تحرم فی رمضان وتسمیہ رجبا من رجبت الرجل ورجبتہ اذا اعظمتہ ورجبت النخلۃ اذا دعمتہا فبین علیہ السلام ان رجب مضر لا رجب ربیعۃ وانہ الذی بین جمادی شعبان اھ دیکھیے بلوغ الارب ج ۳ ص ۲، تفسیر الطبری ج ۱۰ ص ۸۸ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۵۔

فائدہ۔ اشہر حرم میں حرمت قتال وجنگ کا حکم اولاً اسلام میں بھی باقی رہا اور مسلمانوں کیلئے ان مہینوں میں قتال حرام قرار دیا گیا تھا الا یہ کہ کوئی اور قوم ان سے جنگ شروع کر دے تو مسلمان ان سے جنگ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ سریۂ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث وکتب تاریخ میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبد اللہ بن جحش کو چند صحابہ کے ساتھ جن کی تعداد آٹھ تھی بطرف نخلہ قریش کے احوال معلوم کرنے کے لیے بھیجا یہ ۲ھ غزوۂ بدر سے دو ڈھائی ماہ قبل کا واقعہ ہے۔ مقام نخلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے قریش کا چھوٹا سا قافلہ پایا۔ صحابہ نے بڑے تردد کے بعد حملہ کر کے عمرو بن الحضرمی کو قتل اور عثمان بن عبد اللہ وحکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ اور قافلہ کے مال اور اونٹوں کو قبضہ میں لے لیا۔ یہ واقعہ یکم رجب کا تھا۔ دراصل یہ حضرات شک میں پڑ گئے تھے کہ یہ جمادی ثانیہ کا آخری دن ہے یا رجب کا پہلا روز ہے۔ ابن سیدہ کا قول ہے کہ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی نہ کہ جمادی الآخرہ کی آخری تاریخ۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس پہنچے تو نبی علیہ السلام نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا واللہ ما امرتکم بقتال فی الشہر الحرام نیز مال غنیمت قبول کرنے سے انکار فرماتے ہوئے اس معاملہ کو وحی آنے تک موقوف کر دیا ولے ان یستلم العیر والاسیرین اسی عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ بدر کا سبب بنا کما ہو مسطور فی الکتب۔ ابن جحش اور ان کے رفقاء بڑے مغموم ہوئے وسقط فی ایدیہم ای ندموا وظنوا ان قد ہلکوا وعنفہم اخوانہم من المسلمین قالت قریش قد سفک محمد صلی اللہ علیہ وسلم الدم الحرام واستحل الشہر الحرام وصارت قریش تعیر بذلک من بمکۃ من المسلمین یقولون لہم یا معشر الصباۃ قد استحللتم الشہر الحرام وقاتلتم فیہ۔ انسان العیون ج ۳ ص ۱۵۶۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل تو اس آیت کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام نے غنیمت قبول کرتے ہوئے اس میں سے خمس نکال کر باقی مال اصحاب سریہ میں تقسیم فرما دیا۔ روح المعانی ج ۲ ص ۱۰۸۔ اس کے بعد اصحاب سریہ خوش ہو گئے بعض روایات میں ہے کہ جنگ بدر سے واپسی پر سریۂ ہذا کا مال تقسیم فرمایا۔ یہ حکم اسلام میں اولاً تھا بعدہ اشہر حرم میں حرمت قتال کا حکم منسوخ ہوا۔ وبہ قال سفیان الثوری رحمہ اللہ۔ علماء کا اس حکم کے نسخ میں اختلاف ہے بعض علماء نسخ حکم ہذا کے منکر ہیں۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حکم تحریم قتال فی الاشہر الحرم تا قیامت باقی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی حرمت و تعظیم تو تا قیامت باقی ہے منسوخ نہیں ہے البتہ حکم تحریم قتال منسوخ ہے۔ قال الآلوسی فی روح المعانی فالانصاف ان القول بالنسخ لیس بضروری نعم ہو ممکن وبہ قال ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما کما روی عنہ الضحاک۔ واخرج ابن ابی حاتم عن سفیان الثوری انہ سئل عن ہذہ الآیۃ فقال ہذا شئ منسوخ ولا باس بالقتال فی الشہر الحرام خالف عطاء فی ذلک فقد روی عنہ انہ سئل عن القتال فی الشہر الحرام فحلف باللہ تعالیٰ ما یحل للناس ان یغزوا فی الحرم ولا فی الشہر الحرام الا ان یقاتلوا فیہ

جعل ذلك حكماً مستمراً الی یوم القیامۃ والامۃ الیوم علی خلافہ فی سائر الامصار اھ۔ خلفاء راشدین اور ان کے بعد مسلمانوں نے غزوات میں اشہر حرم کا خیال کبھی نہیں رکھا۔ یہ گویا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ ان مہینوں میں حرمت قتال کا حکم منسوخ ہے۔ قال السہیلی فی الروض ج ۲ ص ۶۱ فی بیان تحریم القتال فی الاشہر الحرم وابقاہ اللہ تعالیٰ من ملۃ ابراہیم علیہ السلام لم یغیر حتی جاء الاسلام فکان القتال فیہ محرماً فکذلک صدراً من الاسلام ثم اباحتہ آیۃ السیف وبقیت حرمۃ الاشہر الحرم لم تنسخ قال اللہ تعالیٰ منہا اربعۃ حرم فلا تظلموا فیہن انفسکم۔ فتعظیم حرمتہا باق وان ابیح القتال وقد روی عن عطاء ان تحریم القتال فیہا حکم ثابت لم ینسخ اھ۔ ھذا واللہ اعلم۔

الصفا۔ بفتح صاد مقصوراً۔ قرآن شریف میں صفا مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا شعائر اللہ میں سے ہے اور واجب الاحترام ہے۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے آجکل یہ مسجد حرم کی عمارت میں داخل ہے۔ پہاڑی باقی نہیں ہے۔ صرف تھوڑا سا نشان اس کا باقی ہے پہلے یہ پہاڑی جبل ابوقبیس کا حصہ تھی۔

صفا جمع ہے صفاۃ کی قال یاقوت الصفا والصفوان والصفوا کلہ العریض من الحجارۃ الملس الصفا والمروۃ ھما جبلان بین بطحاء مکۃ والمسجد اما الصفا فمکان مرتفع من جبل ابی قبیس بینہ وبین المسجد الحرام عرض الوادی الذی ھو طریق وسوق ومن وقف علی الصفا کان بحذاء الحجر الاسود والمشعر الحرام بین الصفا والمروۃ۔

اسلام سے قبل صفا پر ایک بت رکھا ہوا تھا جس کا نام تھا نہیک مجاود الریح۔ صفا و مروہ کے مابین فاصلہ تقریباً ۷۶۶ گز ہے اور حجر اسود سے صفا تک فاصلہ ۲۶۲ گز ہے۔

صفا و مروہ پر زمانہ جرہم سے دو بُت نصب تھے ایک کا نام اِساف تھا دوسرے کا نام نائلہ تھا۔ یہ دونوں دراصل انسان تھے جو بیت اللہ شریف میں بدفعلی کے مرتکب ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی تولیت نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد مدت تک قبیلہ جرہم کے قبضہ میں تھی۔ جرہم کے ایک شخص اساف اور ایک عورت نائلہ نے بیت اللہ شریف کے اندر زنا کا ارتکاب کیا اس جرم میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ جرہم نے دونوں کو صفا و مروہ پر اس نیت سے رکھ دیا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور آیندہ کوئی اس قسم کے گناہ کی جرأت نہ کرے تاآنکہ عمرو بن لحی کا زمانہ آیا۔ وہ اہل مکہ کا رئیس تھا اس نے لوگوں کو اُن دونوں پتھروں کی عبادت پر لگا دیا اور کہا کہ تمہارے آباء واجداد ان دونوں کی پرستش کرتے تھے۔ پھر کئی صدیوں کے بعد قُصَی بن کلاب نے دونوں پتھروں کو وہاں سے اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے زمزم کے قریب رکھ دیا تاکہ لوگ ان کے لیے یہاں پر جانوروں کی قربانی کریں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی علیہ السلام نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔

وقال بعض اھل العلم انہ لم یفجر بہا فی البیت وانما قبّل نائلۃ فمسخہما اللہ تعالیٰ حجرین۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ جرہم سے قبل بیت اللہ شریف کے متولی قوم عمالقہ تھی۔ جب ان کی سرکشی اور شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کر کے مکہ سے نکال دیا اور جرہم بیت اللہ شریف کے متولی ہوئے۔ پھر جب جرہم نے بھی کچھ مدت کے بعد اس قسم کا فسق شروع کر دیا جس کا نمونہ قصہ اساف و نائلہ ہے تو انھیں بھی ذلت سے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور پھر قبیلہ خزاعہ کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحی قبیلہ خزاعہ کا سردار و رئیس تھا اور اس عمرو بن لحی نے ہی پہلے پہل مکہ مکرمہ میں بت پرستی شروع کرائی اور بت نصب کیے۔

الطور۔ آیت واذ وٰعدنا موسٰی اربعین لیلۃ کی شرح میں بلکہ خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ طور ایک مبارک پہاڑ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا نام آیا ہے۔ یہود اس پہاڑ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کا یہ زعم ہے کہ اسی پہاڑ میں ابراہیم علیہ السلام کو ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا حکم ہوا تھا اور ان میں سے بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں نہ کہ اسماعیل علیہ السلام۔ کوہ طور مصر کے قریب مقام مدین کے پاس ہے۔

کہتے ہیں کہ اس پہاڑ میں اولیاء اللہ رہتے ہیں اور وہ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہتا اور اسی پر بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ثانی ہوا تھا قیل سمی طورًا باسم بطور بن اسماعیل علیہ السلام اسقطت باؤہ للاستثقال۔ وقیل سمی باسم طور بن اسمٰعیل ابن ابراھیم علیھما السلام وکان یملکہ فنسب الیہ وقد ذکر العلماء ان الطور ھذا الجبل المشرف علی نابلس ولذا یحجہ السامرۃ من الیھود۔ وقیل الطور فی کلام العرب الجبل ولا یسمی طورًا حتی یکون ذا شجر ولا یقال للاجرد طور وقیل کل جبل یقال لہ بلسان النبط طور فاذا کان علیہ نبط و شجر قیل طور سیناء۔ اس پہاڑ کو طور سیناء بھی کہتے ہیں۔ سیناء میں فتح سین و کسر سین دونوں جائز ہیں۔ یہ ممدود ہے۔ سیناء ایک خاص قسم کے پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ سینا مقصور بھی پڑھا جاتا ہے۔ عند البعض یہ مصر میں ہے۔ وقال الجوھری طور سیناء جبل بالشام وھو طور اضیف الی سیناء وھو شجر وکذلک طور سینین۔ وقال الاخفش السینین شجر والفتح فی سین سیناء اجود۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

طائف۔ یسئلونک عن الشھر الحرام کے بیان میں مذکور ہے۔ شہر طائف مکہ مکرمہ کے قریب مشہور شہر ہے۔ اقلیم ثانی میں ہے۔ اس کا عرض بلد ۲۱ درجہ ہے۔ شہر طائف کا پرانا نام وَجّ تھا سمیت بوج بن عبد الحی من العمالیق وھو اخو اجأ الذی سمی بہ جبل طی وھو من الامم الخالیہ۔

وجہ تسمیہ بہ طائف عند بعض العلماء یہ ہے کہ قبیلہ صدف کا ایک شخص مسمی بہ دَمُّون بن عبد الملک اپنا ابن عم قتل کر کے مسعود بن معتب ثقفی کے پاس پناہ لینے کے لیے آیا۔ قاتل کے پاس بہت زیادہ مال تھا۔

کیونکہ وہ تاجر تھا۔ فقال القاتل أُحالِفکم لتزوّجُونی واُزوّجکم وأبنی لکم طوفاً علیکم مثل الحائط لایصل الیکم احدٌ من العرب قالوا فابن فبَنیٰ بذلک المال طوفاً علیھم فسمیت الطائف اھ۔ طائف ٹھنڈا اور سرسبز و آباد علاقہ ہے۔ اس میں باغات بکثرت ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک اور وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ سُمّیت الطائف لان ابراھیم علیہ السلام لما أسکن ذریتہ مکۃ وسأل اللہ تعالی ان یرزق ولدہ واھلھا من الثمرات امر اللہ قطعۃً من الارض أن تَسِیر بشجرھا حتی تستقرّ بمکان الطائف فاقبلت وطافت بالبیت ثم اقرّھا اللہ بمکان الطائف فسمیت الطائف لطوافھا بالبیت۔ ابن عباسؓ طائف میں مدفون ہیں۔

شوال ۸ھ میں غزوۂ حُنین سے واپسی پر مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا تو اہل طائف قلعہ بند ہوگئے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں چھوڑ دیا اور جعرانہ تشریف لے گئے تاکہ حنین کی غنیمت و گرفتار لوگوں کو تقسیم کر دیں۔ اہل طائف نے ڈر کر صلح کے لیے وفد بھیجا فصالحھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان یُسلموا وعلی أن لا یزنوا ولا یربوا وکانوا اھل زنا وربا۔

الطاعون ۔ آیت فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء اور آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الخ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ احوال طاعون میں اس فقیر روحانی بازی کا مستقل رسالہ ہے موسوم بہ الطاحون فی زمن الطاعون۔ اس رسالہ کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ وہ رسالہ یہ ہے:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ طاعون ایک سخت مہلک وبا کا نام ہے بہت سی قومیں طاعون کی وجہ سے تباہ ہوچکی ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری چند گھنٹوں میں مریض کو ختم کر دیتی ہے۔

دائرۃ المعارف ج ۵ ص ۳۷ پر ہے الطاعون مرضٌ من أنواع الحمّی الخبیثۃ سریع العدوی وصفہ الممیّزلہ ظھورُ دُمّلٍ کبیر للمصاب قد عُلم انہ یتولّدُ من الجراثیم المضرّۃ المتسببۃ من البقاع الحیوانیۃ المتعفنۃ ویُعرف الطاعون بوجود الجراثیم فی الدم علی شکل الضمۃ ینتشر الطاعون بسرعۃٍ بدخول جراثیمہ الی الاجسام وتکاثرھا فیھا۔ ومما یجب الانتباہ لہ إنّ الفیرانَ بجولانھا فی الاماکن القذرۃ تتلوّثُ بہ فیشتد فتکُ الطاعونِ بھا عند ظھورہ فی بلدٍ وقد یتعدّی الطاعونُ من الفیران الی الناس من وُلوغھا فی مأکلھم اومشربھم فیجب اتقاؤھا بحمایۃ المواد الغذائیۃ من عبث الفیران فیھا۔ انتھی۔

ثم قال فی بیان ابتداء الطاعون وکیفیۃ بدئہ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ جراثیم طاعونیہ بدن میں تین یا سات دن تک پوشیدہ رہتے ہیں اس کے بعد بدن کی صحت بدلنی شروع ہوجاتی ہے اور اعضا میں رعشہ و درد سر شروع ہوجاتا ہے پھر چہرے کا رنگ پیلا ہوکر آنکھیں پھر جاتی ہیں کلام میں لُکنت اور چلنے میں اضطراب

اور میلان الی النوم شروع ہو جاتا ہے۔ پیاس زیادہ لگتی ہے اور زبان سفید ہو کر اس میں تشقق یا چھالوں جیسے نشان پیدا ہو جاتے ہیں پھر دماغ چکرانا، قے واسہال شروع ہو جاتا ہے اور تنفس میں تیزی اور سینے اور پھیپھڑوں میں جلن اور بول کی قلت شروع ہو جاتی ہے اور مریض کے تھوک کے ساتھ خون آنے لگتا ہے اور کبھی بدن پر پھوڑے اور دیگر سرخ جلتے ہوئے نشان ظاہر ہو جاتے ہیں۔ بغلوں میں سخت تپش اور جلن ہوتی ہے گردن ایک طرف مڑ جاتی ہے اور ساتویں دن میں مریض مر جاتا ہے اور کبھی یہ مرض بارہ دن تک بھی رہتا ہے اور بارھویں دن موت کا سبب بنتا ہے اور اگر طاعون سخت ہو تو بہت جلد انسان کو موت کی آغوش میں پہنچا دیتا ہے۔

ومما جرب فی علاج هذا المرض ان یکثر الانسان فی اثناء انتشاره من اکل الزیت والادهان به اذ قد ثبت بالتجربة ان العمال الذین یشتغلون باخراج الزیت لایموت منهم احدٌ فی هذا الوباء۔ ومن الوسائل الواقعة منه تنظیف البیوت والمراحیض بالقاء المواد المطهرة فیها واغلاء الماء قبل شربه لقتل ما فیه من الجراثیم ورش الحوائط بالجیر وتطهیر الشوارع۔ بہرحال طاعون کی اصل علامت ایک خاص پھوڑا ہے جو گردن میں یا بدن کے کسی حصے میں ظاہر ہوتا ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ طاعون و دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ بھی ان دونوں کے دخول سے محفوظ رہے گا۔ بعض اہل تاریخ کا یہ قول کہ ۷۴۹ھ کا طاعون مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا تھا درست نہیں ہے۔ علی التسلیم ممکن ہے کہ معمولی اثر پہنچا ہو۔ بنا بریں طاعون سے مکہ مکرمہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہوگا کہ طاعون کی شدت سے مکہ محفوظ ہوگا۔ لہٰذا اگر طاعون کا معمولی اثر مکہ میں پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اخرج احمد عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة ومکة محفوفتان بالملائکة علی کل نقب منهما ملك لایدخلها الطاعون ولا الدجال وفی الصحیحین والموطأ من حدیث ابی هریرة مرفوعًا علی انقاب المدینة ملائکة لایدخلها الطاعون ولا الدجال۔ قال بعض العلماء هذه معجزة له صلی الله علیه وسلم لان الاطباء من اولهم الی اخرهم عجزوا عن ان یدفعوا الطاعون عن بلد من البلاد بل عن قریة من القری وقد امتنع الطاعون من المدینة بدعائه وخبره صلی الله علیه وسلم هذه المدة المتطاولة۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۸۲۔

طاعون کے ظاہری اسباب پر اطباء نے بڑی بحثیں کی ہیں اور باطنی سبب گناہوں اور زنا و منکرات کی کثرت و انتشار ہے۔ ایک اور حدیث میں اس کا سبب وخز شیاطین وجن قرار دیا ہے اخرج ابن ماجه والبیهقی عن ابن عمرؓ مرفوعًا لم تظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها الا فشا فیهم طاعونٌ وفی روایة الا ابتلاهم الله بالاوجاع التی لم تکن فی اسلافهم واخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

ما فشا الزنا فی قوم قط الا کثر فیہم الموت۔ واخرج احمد والحاکم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون قیل یا رسول اللہ ھذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال وَخزُ اَعدائکم من الجنّ و فی کلٍ شہادۃٌ۔ طعن کا معنی ہے نیزہ مارنا یہ کنایہ ہے حرب سے۔ اور وخز کا معنی ہے تیز چیز سے کسی کو مارنا یقال وَخزَہٗ وَخزًا طَعَنَہٗ طعنۃً غیر نافذۃ بابرۃٍ اَو رُمحٍ او نحو ذلک طاعون بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بطور عذاب بھیجا تھا لیکن امتِ محمدیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت یعنی حصولِ شہادت کا ذریعہ بنایا۔

طاعون سے مرنے والا مسلمان شہید ہے اور یہ ہمارے نبی علیہ الصلٰوت والسلام کی برکاتِ خصوصیات میں سے ہے اخرج الشیخان عن اسامۃ بن زید رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطاعون رجس (ای عذاب) اُرسل علی طائفۃ من بنی اسرائیل وعلی من کان قبلکم و اخرج البخاری عن عائشۃ سألتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون فاخبرنی انہ عذاب یبعثہ اللہ علی من یشاء و ان اللہ جعلہ رحمۃً للمؤمنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرًا محتسبًا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شہید۔ وفی حدیث اخر الشہداء خمسۃ المطعون (ای المیت بالطاعون) والمبطونُ والغریق وصاحب الھدم والشہید فی سبیل اللہ۔ وفی بعض الروایات زیادۃ وھی المرأۃ تموت بجمع ای النفاس ومَن قُتِل دون مالہ او دینہ او عرضہ او دمہ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شہر میں طاعون واقع ہو جائے اور تم اس میں مقیم ہو تو اس شہر سے طاعون کے خوف سے نہ نکلو اور اگر تم اس شہر سے باہر ہو تو اس میں مت جاؤ۔ چونکہ طاعون امتِ محمدیہ کے لیے رحمت اور حصولِ شہادت کا ذریعہ ہے اس لیے بعض احادیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کے لیے طاعون کی دعا مانگی ہے۔

ففی الحدیث عن ابی بکر الصدیق رضی قال کنتُ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اللھم طعنًا وطاعونًا۔ اخرجہ ابو یعلی واخرج احمد عن معاذ بن جبل قال ان الطاعونَ شہادۃٌ ورحمۃٌ ودعوۃُ نبیکم قال ابو قلابۃ فعرفتُ الشہادۃ وعرفت الرحمۃ ولم ادر مادعوۃ نبیکم حتی انبئتُ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما ھو ذات لیلۃ یصلی اذ قال فی دعائہ فحمّی اِذن وطاعونًا ثلاثَ مرات فلما اَصبح قال لہ انسانٌ مِن اَھلِہ یا رسول اللہ قد سمعتک اللیلۃ تدعو بدعاء قال وسمعتَہ قال نعم قال انی سألتُ ربی اَن لا یُھلِکَ اُمتی بسنۃٍ فاَعطانیھا وسألتُ اللہ ان لا یسلّط علیھم عدوًّا غیرھم فاعطانیھا وسألتُہ ان لا یلبسھم شِیعا ولا یذیق بعضھم بأس بعض فابیٰ علیَّ فقلتُ فحمّی اِذن او طاعونًا ثلاث مرات واخرج احمد والطبرانی عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعل فناء امتی قَتلاً فی سبیلک بالطعن والطاعون۔ کذا فی الحاوی ج ۱ صفحہ ۳۸۔

بعض احادیث میں ہے کہ قیامت سے قبل چھے بڑی علامتیں واقع ہوں گی ایک موتِ نبی علیہ السلام ہے۔ دوم فتح بیت المقدس اور سوم طاعون ہے۔ واخرج البیھقی فی دلائل النبوۃ عن عوف بن مالک رضؓ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک وھو فی خباء من ادم فقال یاعوف احفظ خلالا ستا بین یدی الساعۃ احدٰھن موتی ثم فتح بیت المقدس ثم موتان یظھر فیکم یستشھد اللہ بہ ذراریکم وانفسکم ویزکی بہ اعمالکم ثم استفاضۃ المال بینکم الحدیث۔ الموتان علی وزن بطلان الموت الکثیر۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعونِ عمواس کے وقوع کی طرف نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے حدیثِ متقدم میں اشارہ فرمایا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی مہلک وبا تھی طاعون کی جو خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں واقع ہوئی تھی۔ عمواس بیت المقدس اور رملہ کے مابین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اوّلاً یہ طاعون اس شہر میں ظاہر ہوا اور پھر سارے ملک شام میں پھیل گیا۔ اس طاعون میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کی وفات ہوئی اور اس وبا میں صرف مسلمان غازیوں میں سے تیس ہزار اشخاص لقمۂ اجل بنے۔ یہ وبا ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں پھیلی تھی۔ اخرج الحاکم عن عوف بن مالک انہ قال فی طاعون عمواس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعدد ستا بین یدی الساعۃ قال قد وقع منھن ثلاث یعنی موتہ وفتح بیت المقدس والطاعون قال وبقی ثلاث۔

حافظ سیوطیؒ خصائص ج ۲ ص ۷۷ پر لکھتے ہیں باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالطاعون الذی وقع بالشام ثم احال علی حدیث عوف بن مالک ثم قال اخرج احمد عن معاذ بن جبلؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستھاجرون الی الشام فتفتح لکم ویکون فیکم داء کالدمل اوالحزۃ یاخذ بمراق الرجل یستشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم۔ واخرج الطبرانی عن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنزلون منزلا یقال لہ الجابیۃ یصیبکم فیہ داء مثل غدۃ الجمل یستشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم۔ الحزۃ الحجزۃ والعنق وقطعۃ من اللحم قطعت طولا والغدۃ طاعون الابل یقال غد البعیر غدا اصابہ داء الغدۃ وھو طاعون الابل والغدۃ قطعۃ لحم صلبۃ تحدث عن داء بین الجلد واللحم۔

ابن ابی حجلہ اپنی تالیف فی الطاعون میں لکھتے ہیں کہ اسلام میں پہلا طاعون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملک فارس کے شہر مدائن میں پھیلا۔ یہ طاعونِ شیرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں کوئی مسلمان نہیں مرا۔ شیرویہ بادشاہِ ایران اس میں مرگیا تھا۔ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں۔ لم یکن طاعون اشد من ثلاثۃ طواعین طاعون ازدجرد وطاعون عمواس وطاعون الجارف انتہی۔ طاعونِ جارف بصرہ میں واقع ہوا تھا۔ اسے جارف اس لیے کہتے ہیں کہ جرف کا معنی ہے زمین کھودنا تو اس طاعون نے انسانوں کو

اس طرح تباہ کر دیا تھا جس طرح پانی کا ریلا زمین میں گڑھے بنا کر ویران کر دیتا ہے فسمی بذلك لانہ جرف الناس کما یجرف السیل الارض فیاخذ معظم الارض۔

طاعونِ جارف کی تاریخ وقوع میں اختلاف ہے۔ عند البعض یہ ۶۴ھ میں اور عند البعض شوال ۶۹ھ میں واقع ہوا تھا قال ابن کثیر هذا هو المشهور الذی ذکرہ شیخنا الذهبی اور عند البعض ۷۶ھ اور عند البعض ۷۰ھ میں اور عند البعض ۸۰ھ میں واقع ہوا تھا۔ واقدیؒ لکھتے ہیں کہ طاعون جارف میں انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۸۳ اشخاص مر گئے تھے اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۴۰ اشخاص مرے تھے۔

آگے ہم طواعین کبار کے زمانۂ وقوع اور ان کے بعض احوال کے بارے میں مؤرخین و محدثین کی کتابوں سے چند حوالے ذکر کرتے ہیں۔ ان حوالوں میں ایک دانا شخص کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ ان سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان کی یہ زندگی کس قدر فانی اور غیر باقی ہے اور موت ہر وقت انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ۔۔۔ سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے تقویٰ والی زندگی اختیار کی۔

قال المدائنی کانت الطواعین العظام المشهورة فی الاسلام خمسة طاعون شیرویه فی المدائن فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم طاعون عمواس ثم طاعون الجارف ثم طاعون الفتیات ثم طاعون الاشراف انتهی۔ وذکر سیف بن عمر عن شیوخه قالوا لما کان طاعون عمواس وقع مرتین لم یر مثلهما وطال مکثه وذلك انه وقع بالشام فی المحرم وصفر ثم ارتفع ثم عاد دفنی فیه خلق کثیر من الناس حتی طمع العدو وتخوفت قلوب المسلمین لذلك قال سیف واصاب اهل البصرة ایضاً تلك السنة طاعون فمات بشرٌ کثیرٌ وجمٌّ غفیر۔

وفی مرآة الزمان لما کان سنة ثمان عشرة اصاب جماعة من المسلمین بالشام الشراب فجلدهم ابوعبیدة بامر عمر وقال عمر عند ذلك لیحدثن فی هذا العام حادث فوقع الطاعون۔ قال هشام انما حدث الطاعون بالشام لاجل هؤلاء الذین شربوا الخمر وممن مات فی طاعون عمواس من مشاهیر الصحابة ابوعبیدة بن الجراح ومعاذ بن جبل وشرحبیل بن حسنة والفضل بن العباس وهو ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابومالك الاشعری ویزید بن ابی سفیان اخو معاویة والحارث بن هشام اخو ابی جهل وابوجندل الذی جاء یوم الحدیبیة یرسف فی قیوده وسهیل بن عمرو الذی قام بمکة یوم مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فثبت الناس وهو والد ابی الجندل۔ رضی اللہ عنهم اجمعین۔ واخرج الحاکم عن عوف بن مالك انه قال فی طاعون

عمواس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعدد ستا بین یدی الساعۃ قال فقد وقع منھن ثلاث یعنی موتہ علیہ السلام وفتح بیت المقدس والطاعون قال وبقی ثلاث فقال معاذ ان لھا امدا ثم وقع الطاعون بالکوفۃ سنۃ تسع واربعین فخرج المغیرۃ بن شعبۃ منھا فارا فلما ارتفع الطاعون رجع الیھا فاصابہ الطاعون فمات فی سنۃ خمسین ذکرہ ابن کثیر فی تاریخہ ثم وقع فی سنۃ ثلاث وخمسین ومات فیھا زیاد ذکرہ فی مرأۃ الزمان۔

وقال ابن کثیر فی سنۃ ثلاث وخمسین فی رمضان توفی زیاد بن ابی سفیان ویقال لہ زیاد بن ابیہ وزیاد بن سمیۃ وھی امہ مطعونا وکان سبب ذلک انہ کتب الی معاویۃ یقول لہ انی قد ضبطت لک العراق بشمالی ویمینی فارغۃ وھو یعرض لہ ان یستنیبہ علی بلاد الحجاز ایضا فلما بلغ اھل الحجاز جاؤا الی عبد اللہ بن عمر فشکوا الیہ ذلک وخافوا ان یلی علیھم زیاد فیعسفھم کما عسف اھل العراق فقام ابن عمر فاستقبل القبلۃ فدعا علی زیاد والناس یؤمنون فطعن زیاد بالعراق فی یدہ فضاق ذرعا بذلک استشار شریحا القاضی فی قطع یدہ فقال لہ شریح انی لا اری لک ذلک فانہ ان لم یکن فی الاجل فسحۃ لقیت اللہ اجزم قد قطعت یدک خوفا من لقائہ وان کان لک اجل بقیت فی الناس اجذم فیعیر ولدک بذلک فصرفہ عن ذلک ویقال ان زیادا جعل یقول انام انا والطاعون فی فراش واحد واخرج ابن ابی الدنیا عن عبد الرحمن بن السائب الانصاری قال جمع زیاد اھل الکوفۃ فملأ منھم المسجد الرحبۃ والقصر لیعرضھم علی البراءۃ من علی بن ابی طالب قال عبد الرحمن فانی لمع نفر من اصحابی من الانصار والناس فی امر عظیم فھومت تھویمۃ فرأیت شیئا اقبل طویل العنق مثل عنق البعیر اھدب اھدل فقلت ما انت فقال انا النقاد ذو الرقبۃ بعثت الی صاحب ھذا القصر فاستیقظت فزعا فقلت لاصحابی ھل رأیتم ما رأیت قالوا لا فاخبرتھم وخرج علینا خارج من القصر فقال ان الامیر یقول لکم انصرفوا عنی فانی عنکم مشغول واذا الطاعون قد اصابہ۔

ثم وقع بالبصرۃ طاعون الجارف وسمی بذلک لانہ جرف الناس کما یجرف السیل الارض فیأخذ معظمھا واختلف فی سنتہ فقیل وقع فی سنۃ اربع وستین وجزم بہ ابن الجوزی فی المنتظم وقیل کان فی شوال سنۃ تسع وستین قال ابن کثیر وھذا ھو المشھور الذی ذکرہ شیخنا الذھبی وغیرہ وقیل سنۃ سبعین وقیل سنۃ ست وسبعین وقیل سنۃ ثمانین قال ابن کثیر حکاہ ابن جریر عن الواقدی ومات فیہ لانس بن مالک ثلاثۃ وثمانون ولدا ولابی بکرۃ اربعون ولدا۔ قال ابن کثیر کان ثلاثۃ ایام مات فی اول یوم منہ من اھل البصرۃ سبعون الفا وفی الیوم الثانی منہ احد وسبعون الفا وفی الیوم الثالث منہ ثلاثۃ وسبعون الفا واصبح الناس فی الیوم الرابع موتی الا القلیل من احاد الناس حتی ذکر ان ام الامیر بھا ماتت فلم یجد من یحملھا۔ وقال صاحب المرأۃ مات فیہ اھل الشام الا الیسیر۔

وقال الحافظ ابونعيم الاصفهانى حدثنا عبيد الله حدثنا احمد بن عصام حدثنى معدى عن رجل يكنى ابا الفضل وكان قد ادرك زمن الطاعون قال كنا نطوف فى القبائل وندفن الموتى فلما كثروا لم نقدر على الدفن فكنا ندخل الدار قد مات اهلها فنسد بابها قال فدخلنا دارًا نفتشها فلم نجد فيها احدًا حيًا فسددناها فلما مضت الطواعين كنا نطوف فننزع تلك السد عن الابواب ففتحنا سدة الباب التى كنا قد فتشناها فاذا نحن بغلام فى وسط الدار طرى دهين كانما اخذ ساعتئذ من حجر امه قال فنحن وقوف على الغلام نتعجب منه قد دخلت كلبة من شق الحائط فجعلت تلوذ بالغلام والغلام يحبو اليها حتى مص من لبنها قال معدى و انا رأيت ذلك الغلام فى مسجد البصرة وقد قبض على لحيته وقال ابن ابى الدنيا فى كتاب الاعتبار حدثنى يحيى بن عبد الله الخثعمى عن محمد بن سلام الجمحى قال زعم يحيى انه لما وقع الطاعون الجارف بالبصرة وذهب الناس فيه وعجزوا عن موتاهم وكانت السباع تدخل البيوت فتصيب من الموتى وذلك سنة سبعين ايام مصعب وكان يموت فى اليوم سبعون الفًا فبقيت جارية من بنى عجل ومات اهلها جميعًا فسمعت عواء الذئب فقالت ؎

الا ايها الذئب المنادى بسحرة ‌ ‌ ‌ هلم انبئك الذى قد بدا ليا

بدالى انى قد يتمت و اننى ‌ ‌ ‌ بقية قوم اورثونى المباكيا

ولا ضير انى سوف اتبع من مضى ‌ ‌ ‌ ويتبعنى من بعد من كان تاليًا

وقال ابن ابى الدنيا حدثنى الفضل بن جعفر حدثنا احمد بن محمد العجلى حدثنى محمد بن ابراهيم التيمى قال نزل بنا حى من العرب فاصابهم الطاعون فماتوا و بقيت جويرية مريضة فلما افاقت جعلت تسأل العرب عن ابيها وامها واختها فيقال مات مات مات فرفعت يديها وقالت ؎

لولا الاسى ماعشت فى الناس ساعة ‌ ‌ ‌ ولكن متى ناديت جاوبنى مثلى

قال الحافظ ابن حجر وكان بمصر سنة ست وستين طاعون، ثم فى سنة وفاة عبد العزيز بن مروان سنة خمس و ثمانين وقيل سنة اثنين وقيل سنة اربع وقيل سنة ست وكان بالشام طاعون سنة تسع وسبعين ذكره ابن جرير وغيره ثم وقع بالبصرة طاعون الفتيات سنة سبع وثمانين وسمى بذلك لكثرة من مات فيها من النساء الشواب والعذارى قال ابن ابى الدنيا فى الاعتبار حدثنى محمد بن على بن عثام الكلابى قال سمعت حامد ابن عمر بن حفص البكراوى قال حدثنى ابوعمر البكراوى عن امه قالت خرجنا هاربين من طاعون الفتيات فنزلنا قريبا من سنام قالت وجاء رجل من العرب معه بنون له عشرة فنزل قريبا منا فلم يمض الا ايام حتى مات بنوه اجمعون وكان يجلس بين قبورهم فيقول ؎

بنفسى فتية هلكوا اجميعًا ‌ ‌ ‌ برابية مجاورة سناما

اقول اذا ذكرتُ العهد منهم   بنفسي تلك أصداء وهاما
فلم ار مثلهم هلكوا جميعا   ولم ار مثل هذا العام عاما

قالت وكان يبكي من سمعه ثم طاعون الاشراف وقع والحجاج بواسط حتی قیل فیه لایکون الطاعونُ الجاج في بلد واحد سمي بذلك لكثرة من مات فيه من اشراف الناس۔

ثم وقع بالشام طاعون مات فيه ولي العهد ايوب ابن الخليفة سليمان بن عبد الملك اخرج ابن ابی الدنيا في الاعتبار من طريق عبد الله بن المبارك عن ابي كنانة قال اخبرني يزيد بن المهلب قال حملت حملين مسكًا من خراسان الى سليمان بن عبد الملك فانتهيت الى باب ابنه ايوب وهو ولي العهد فدخلت عليه فاذا دار مجصصة حيطانها وسقوفها خضر واذا وصيفٌ وصائف عليهم حلل خضرٌ حلي من الزمرد فوضعت الحملين بين يدي ايوب وهو قاعد على سريره فانتهب المسك من بين يديه ثم عدت بعد احد عشر يومًا فاذا ايوب وجميع من معه في داره قد ماتوا اصابهم الطاعون واخرج ابن ابي الدنيا عن حاتم بن عطارد قال حدثني ابو البطال قال بعثت الى سليمان بن عبد الملك ومعه ستة احمال مسك فمررت بدار ايوب ابن سليمان فأدخلت عليه فمررت بدار ما فيها من الثياب والنجد بياض ثم دخلت منها الى دار اخرى صفراء وما فيها كذلك ثم ادخلت منها الى دار حمراء وما فيها كذلك ثم ادخلت منها الى دار خضراء وما فيها كذلك فاذا انا بأيوب على سرير ولحقني من كان في تلك الدورِ فانتهبوا ما معي من المسك ثم مررت بدار ايوب بعد سبعة عشر يوما فاذا الدار بلاقع فقلت ما هذا قالوا طاعون اصابهم۔

وقال الحافظ ابن حجر وقع بالشام طاعون عدي بن ارطاة سنة مائة قلت وذلك في خلافة عمر ابن عبد العزيز واخرج ابن سعد عن ارطاة بن المنذر قال كان عند عمر بن عبد العزيز نفر يسألونه أن يتحفظ في طعامه ويسألونه ان يكون له حرس اذا صلى لئلا يثور ثائر فيقتله ويسألونه ان يتنحّى عن الطاعون ويخبرونه ان الخلفاء قبله كانوا يفعلون ذلك قال لهم عمر فاين هم فلما اكثروا عليه قال اللهم ان كنت تعلم اني اخاف يوما دون يوم القيامة فلا تؤمن خوفي واخرج محمد بن خلف المعروف بوكيع في كتاب الغرر من الاخبار عن ابي الزناد قال قال عبد الله بن حسن كنت عند عمر بن عبد العزيز فوقع بالشام طاعون فقال ارحل فانك لن تغنم اهلك مثل نفسك تقضي حوائجي واتبعني إياها۔

قال الحافظ ابن حجر ثم وقع ايضا بالشام في سنة سبعمائة ثم في سنة خمس عشرة وكذا في تاريخ ابن كثيرٌ في المرأة وقع في سنة ست عشرة طاعون شديد بالشام والعراق وكان اعظم ذلك في واسط ذكره ابن كثير ايضًا ثم وقع بالبصرة طاعون غراب وهو رجل مات فيه سنة سبع وعشرين ومائة ثم وقع بالبصرة طاعون مسلم بن قتيبة في رجب وشعبانٌ ورمضان سنة احدى وثلاثينُ ومائة ثم خفّ في شوال وبلغ في كل يوم الف جنازة. قال ابن سعدٌ توفي فيه

اسحق بن سويد العدوی وفرقد بن يعقوب السبخی وايوب السختيانی قال ابن سعد اخبرنا علی بن عبدالله حدثنا سفيان قال سمعت داؤد بن ابی هند يقول اصابنی الطاعون فاغمی علی فكان اثنين اتيانی فغمز احدهما عكوة لسانی وغمز الآخر اخمص قدمی فقال ای شئ تجد قال تسبيحا وتكبيرا وشيئا من خطوة الی المسجد وشيئا من قراءة القرآن قال ولم اكن اخذت القرآن يومئذ قال فكنت اذهب فی الحاجة فاقول لو ذكرت الله حتی آتی حاجتی قال فعوفيت فاقبلت علی القرآن فتعلمته۔

هذا كله فی الدولة الاموية بل نقل بعض المؤرخين ان الطواعين فی زمن بنی امية كانت لا تنقطع بالشام حتی كان خلفاء بنی امية اذا جاء زمن الطاعون يخرجون الی الصحراء ومن ثم اتخذ هشام بن عبدالملك الرصافة منزلا ثم خف ذلك فی الدولة العباسية فيقال ان بعض امرائهم خطب بالشام فقال احمد الله الذی رفع عنكم الطاعون منذ ولينا عليكم فقام بعض من له جراءة فقال الله اعدل من ان يجمعكم علينا والطاعون فقتله واخرج ذلك ابن عساكر فی تاريخه وسمی الذی قام جعونة الحارث واخرج ابن عساكر عن الاصمعی قال لقی المنصور اعرابيا بالشام فقال احمد الله يا اعرابی الذی رفع عنكم الطاعون بولايتنا اهل البيت قال ان الله لم يجمع علينا حشفا وسوء كيل وولايتكم والطاعون ثم كان فی سنة اربع وثلاثين بالری ثم فی سنة ست واربعين ببغداد ثم فی سنة احدی وعشرين ومائتين بالبصرة قلت كذا ذكره الحافظ ابن حجر والمؤرخون قبله۔

فكان بين هذين الطاعونين خمس وسبعون سنة وفی هذه المدة كان مولد الامام الشافعی رضی الله عنه ووفاته فلم يقع فی حياته طاعون بذلك يعرف ان قوله السابق لم ار للوباء انفع من البنفسج لم يرد به الطاعون لان الوباء غير الطاعون ويحتمل انه اراد الطاعون والمراد الذی نصل صاحبه وقام احتاج الی علاجه فيدهن به كما يستعمل الناس الآن فی علاجه الدهان بزبد اللبن البقری ودهن اللوز وظن طائفة من الناس ان مراد الامام ان الادهان بدهن البنفسج يمنع الطاعون من اصله وليس كما ظنوا والله اعلم ثم فی سنة تسع واربعين ومائتين بالعراق ثم فی سنة ثمان ومائتين باذربيجان وبرذعة فمات لمحمد بن ابی الساج ثمانون ولدا ذكره صاحب المرآة ثم فی سنة تسع وتسعين ومائتين بارض فارس ثم فی سنة احدی وثلث مائة ببغداد ثم فی سنة اربع وعشرين وثلاثمائة باصبهان ثم فی سنة اربعين وثلاثمائة بالعراق۔

وكثر فيه موت الفجأة حتی ان القاضی لبث ثيابه ليخرج الی الحكم فمات وهو يلبس احد خفيه قلت رأيت فی كتاب نشوار المحاضرة للتنوخی ان موت الفجأة وقع للناس فی كل حال منهم من مات وهو يصلی ومنهم من مات وهو يأكل ومنهم من مات وهو يمشی ومنهم من مات بالجامع ومنهم من مات فی الحمام وفی جميع الاحوال الا حالة واحدة وهی الخطبة فلم ينقل قط ان خطيبا مات فجأة علی منبر ثم وقع فی سنة اربعمائة بالبصرة ثم وقع فی سنة ثلاث وعشرين واربعمائة طاعون عظيم ببلاد الهند والعجم وبلاد الجبل وامتد الی بغداد وفنی الناس ولم يشاهدوا

مثلہ ومات بالموصل فی ھذہ السنۃ اربعۃ آلاف صبی بالجدری ثم وقع بشیراز سنۃ خمس و عشرین واربعمائۃ ووصل الی البصرۃ وبغداد ثم فی سنۃ تسع وثلاثین واربعمائۃ بالموصل والجزیرۃ وبغداد بحیث صلی الجمعۃ بالبصرۃ اربعمائۃ نفس وکانوا اکثر من اربعمائۃ الف ثم وقع سنۃ ثمان واربعین بمصر والشام وبغداد ثم وقع بالعجم سنۃ تسع واربعین ثم وقع بمصر سنۃ خمس وخمسین واربعمائۃ ودام فیھا عشرۃ اشھر

ثم بدمشق سنۃ تسع وستین وکان اھلھا نحو خمسمائۃ الف فلم یبق منھم سوی ثلاثۃ الاف خمسمائۃ ثم وقع فی سنۃ ثمان وسبعین واربعمائۃ بالعراق ثم فی سنۃ اثنتین وخمسین وخمسمائۃ بالحجاز والیمن ثم فی سنۃ خمس و سبعین خمسمائۃ ببغداد ثم فی سنۃ تسع واربعین سبعمائۃ ولم یعھد نظیرہ فی الدنیا فانہ طبق الارض شرقاً وغرباً ودخل البلاد کلھا حتی دخل مکۃ المشرفۃ ووقع فی الحیوانات ایضًا۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

ھذا آخر رسالۃ الطاعون فی الطاعون

والحمد للہ رب العلمین

عدنان ۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتدا میں مذکور ہے۔ عدنان نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں عدنان اکیسویں جدّ واَب ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب آپ کے احوال میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ کل قبائلِ عرب کا نسب یا تو عدنان تک پہنچتا ہے یا قحطان تک۔ لہذا عرب دو قسم پر ہیں عدنانی و قحطانی۔ عرب میں جتنے قبائل ہیں وہ یا تو عدنانی ہوں گے یا قحطانی۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۱۷ قال بعضھم ولا یخرج عربی فی الانساب عن عدنان وقحطان وولد عدنان یقال لھم قیس وولد قحطان یقال لھم یمن اھ۔ باتفاقِ اہل علم عدنان سلالۂ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام سے ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ آباء عدنان تک صحیح طور پر اہل تاریخ کو معلوم ہے اور عدنان سے اوپر اسماعیل علیہ السلام تک سلسلۂ نسب صحیح ویقینی طور پر کسی معلوم نہیں ہے۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلۂ نسب بھی مجہول ہے۔ ترجمۂ شالخ میں تفصیل گزر چکی ہے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں۔ لاخلاف ان عدنان من سلالۃ اسماعیل بن ابراھیم علیھما السلام واختلفوا فی عِدّۃ الآباء بینہ وبین اسماعیل علی اقوال کثیرۃ فاکثر ما قیل اربعون ابا وھو الموجود عند اھل الکتاب اخذوہ من کتاب ارمیا بن حلقیا وقیل بینھما ثلاثون وقیل عشرون وقیل خمسۃ عشر وقیل عشرۃ وقیل تسعۃ وقیل ان اقل ما قیل فی ذلک اربعۃ لما روت ام سلمۃ رضی اللہ عنھا مرفوعًا انتھٰی۔ ام سلمہؓ کی روایت بیانِ ترجمۂ شالخ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ بعض مورخین نے

نبی علیہ السلام کا شجرۂ آبار آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے۔ کما بیّنا فی ترجمۃ شائخ۔ لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک صرف عدنان تک یہ شجرہ صحیح ہے۔

نزار بن معد بن عدنان تک سلسلۂ آبار کے بارے میں ابو جعفر بن جریر طبری نے انس وابو بکر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہما وغیرہ کی ایک مرفوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے روی الطبری باسناده الی انس وابی بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام قال بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجالا من كندة یزعمون انهم منه وانه منهم فقال انما يقول ذلك العباس وابو سفیان بن حرب فیأمنا بذلك و انا لن ننتفی من اٰبائنا نحن بنو النضر بن كنانة۔

قال وخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤی بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن الياس بن مضر بن نزار۔ وما افترقَ الناسُ فرقتين الاجعلنی اللہ فی خیرهما فاُخرجتُ من بين ابوىّ فلم يصبنی شیٔ من عهد الجاهلية وخرجتُ من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن اٰدم حتى انتهيت الى ابی و امی فانا خيركم نفسًا وخيركم ابًا۔ قال ابن كثير فی البداية ج ۱ ص۲۵۵ وهذا حديث غريب جدًا من حديث مالك تفرد به القدامی وهو ضعيف ثم ذكر له شواهد من وجوه اخر۔

قال ابو بكر بن سليمان وكان اعلم قريش باشعارهم وانسابهم يقول ما وجدنا احدًا يعرف ما وراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم اه۔ وعن عائشة رضی اللہ عنها انها قالت ما وجدنا احدًا يعرف ما وراء عدنان ولا قحطان الا تخرّصًا۔ ارادت عائشة رضی اللہ عنها المبالغة للتنفير عن الخوض فی ذلك وعن عمرو بن العاص رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتسب حتى بلغ النضر بن كنانة ثم قال لمن قال غير ذلك ای مما زاد على ذلك فقد كذب نقول اطلاق الكذب على من زاد على كنانة الى عدنان يخالف ما سبق من ان المجمع عليه الى عدنان الا ان يقال لا مخالفة لانه يجوز ان يكون اللہ اوحى اليه بالزيادة وعمرو بن العاص لم يسمع ما زاد على النضر بن كنانة الى عدنان مع ذكره صلی اللہ علیہ وسلم له الذی سمعه غيره وفی الجامع الصغير للسيوطی عن البيهقی انه صلی اللہ علیہ وسلم انتسب فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الى ان قال ابن مضر بن نزار۔

معد بن عدنان بخت نصر کے زمانے میں تھے۔ وقیل له معد لانه كان صاحب حروب و غارات على بنی اسرائيل ولم يحارب احدًا الا رجع بالنصر و الظفر. كذا ذكره الحلبی۔ انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ میں ہے ولما سلط اللہ بخت نصر على العرب امر اللہ تعالى ارمياء النبی علیہ السلام ان يحمل معه

معد بن عدنان على البراق كيلا تصيبه النقمة وقال فانى سأخرج من صلبه نبيا كريمًا اختم به الرسل ففعل ارمياء ذلك واحتمله معه الى ارض الشام فنشا مع بنى اسرائيل ثم عاد بعد ان هدأت الفتن بموت بخت نصر۔

وايضا فيه وكان عدنان فى زمن عيسى عليه السلام وقيل فى زمن موسى عليه السلام قال الحافظ ابن حجر وهو اولى ومما يضعّف القول الاوّل ما فى الطبرانى عن ابى امامة الباهلى رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لما بلغ وُلد معد بن عدنان اربعين رجلًا وقعوا فى عسكر موسى عليه السلام فانتهبوه فدعا عليهم موسى عليه السلام فاوحى الله اليه لا تدع عليهم فان منهم النبى الامى البشير النذير الحديث اذ يبعد بقاء معد الى زمن عيسى عليه السلام و معلوم انه لا خلاف فى ان عدنان من وُلد اسماعيل عليه السلام اھ۔

عرفات ۔ قرآن شریف میں مذکور ہے فاذا افضتم من عرفات الآیۃ ۔ لفظ عرفات مفرد ہے صورتِ جمع میں ۔ عرفات معروف ومشہور جگہ ہے ۔ جہاں پر ۹ ذوالحجہ کو حجاج کا جانا از روئے شرع فرض ہے اس جگہ کا نام عرفہ بھی ہے ۔ یوم عرفہ کا معنی ہے یوم القیام بعرفۃ ۔

لفظ عرفات منصرف ہے ۔ مگر تانیث وعلمیت کی وجہ سے اسے غیر منصرف ہونا چاہیے تھا ۔ اخفش کہتے ہیں انما صُرِفَ لانَّ التاء صارت بمنزلۃ الیاء والواو فی مسلمِینَ وصار التنوین بمنزلۃ النون فلما سُمّی بہ ترك علی حاله وكذلك القول فی اذرعات ۔ فراء کے نزدیک عرفات کا واحد نہیں ہے ۔ اور لوگوں کا یہ قول یوم عرفۃ مولد ہے اصلی عربی نہیں ہے ۔ لیکن اکثر علماء عربیت کے نزدیک یوم عرفۃ بھی صحیح عربی لفظ ہے ۔ وجہ تسمیہ میں بعض علماء کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو مناسکِ حج بتلاتے ہوئے وقوفِ عرفہ کے وقت فرمایا عرفتَ ؟ قال نعم فسُمّیت عرفۃ ۔

اور عند البعض وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جنت سے نزول و خروج کے بعد آدم وحوا علیہما السلام میں ایک مدت تک جدائی رہی ۔ پھر اسی مقام پر دونوں کی پہلی ملاقات ہوکر تعارف حاصل ہوا تو عرفہ نام رکھا گیا ۔ و قیل ان الناس یعترفون بذنوبهم فی ذلك الموقف وقیل بل سمی بالصبر علی ما یكابدون فی الوصول الیها لان العرف الصبر واقول او سمی بذلك لما یحصل للناس فی هذا الموقف من معرفة الله او معرفة انفسهم بالخشوع والدعاء وفی الحدیث من عرف نفسه فقد عرف ربّه ۔

العمالقہ ۔ آیت واذ نجینکم من اٰل فرعون وآیت ومالنا الّا نُقاتِل فی سبیل الله وقد اُخرجنا من دیارنا کی شرح میں مذکور ہے ۔ عمالقہ کو عمالیق بھی کہا جاتا ہے ۔ عمالقہ عرب بائدہ کو کہتے ہیں یعنی عرب بائدہ میں سے ایک قسم کا نام ہے ۔ عرب بائدہ قدیم عرب کو کہا جاتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں بلکہ وہ ختم ہو چکے ہیں

عرب بائدہ میں شامل ہیں عاد۔ ثمود۔ عمالقہ۔ طسم۔ امیم۔ جدیس و جرہم وغیرہ۔ کما قیل۔ یہ ابناءِ سام بن نوح ہیں۔ بنو حام سے مقابلہ کے بعد شکست کھاکر بنو سام بابل سے جزیرۂ عرب میں منتقل ہوئے۔

بہت سے مؤرخین کے نزدیک عرب بائدہ کی تقسیم دو قسموں کی طرف ہے۔ اوّل عمالیق اور یہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ دوّم وہ قبائل جو نسل ارم بن سام بن نوح میں سے ہیں عاد۔ ثمود۔ نمرود وغیرہ ارمی یعنی نسل ارم بن سام میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عرب بائدہ سامی تھے اور اکثر آرامی تھے یعنی نسل ارم بن سام سے سوائے عمالقہ کے کہ وہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ وہ بابل کے حکمران تھے۔ پھر جزیرۂ عرب میں آئے۔

فراعنۂ مصر عرب بائدہ یعنی عمالقہ تھے۔ عمالقہ وغیرہ نے مصر، شام۔ عراق۔ بابل۔ حجاز۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ پر مدت تک حکومت کی ہے۔ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں تھیں ایک عراق میں اور ایک مصر میں۔

مصر میں اوّلاً نسل حام بن نوح آباد تھی۔ پھر سامی یعنی عمالقہ نے سنہ ۲۳۰۰ قبل المیلاد حملہ کرکے مصر کو فتح کیا اور ان میں اپنی حکومت قائم کی اور قبطیوں کی حکومت ختم کی۔ سب سے پہلے عمالقہ میں سے ولید بن دومغ نے حکومت قائم کی ویقال ثوران بن اراشتہ بن فادان بن عمرو بن عملاق۔ اور انہی میں سے تھا فرعونِ ابراہیم علیہ السلام جس نے سارۂ زوجہ ابراہیمؑ کو بری نگاہ سے دیکھا تھا اور پھر انھیں ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام بخش دی تھیں۔ کما فصل فی التفاسیر۔ واسم فرعونِ ابراھیم علیہ السلام سنان بن الاشل و منہم فرعون یوسف علیہ السلام واسمہ ریان بن الولید و فرعون موسیٰ علیہ السلام و ھو الولید بن مصعب و ذکر البعض ان الریان بن الولید یسمیہ القبط نفراوش وان وزیرہ کان اطفیر وھو العزیز صاحب قصۃ یوسف علیہ السلام۔ راجع ابن خلدون۔ ج ۲ ص ۲۷۔

بہرحال کتب تاریخ میں اس سلسلہ میں بڑا اختلاط و اختلاف ہے۔ قیل ان یوسف علیہ السلام جاء مصر فی زمن ملک من العمالقۃ اسمہ نوب سنۃ ۱۷۰۰ ق م۔ کذا فی تاریخ العرب قبل الاسلام لجرجی زیدان۔ ج ۱ ص ۵۲ و ص ۵۹ لفظ مصر کے بیان میں عمالقہ کی حکومت کے کچھ احوال بیان ہو چکے ہیں۔ فراجعہ۔ مؤرخین کے اقوال و تحقیقات اس بارے میں متضاد و مختلف ہیں۔ میرے اس بیان میں جو تھوڑا اختلاف نظر آتا ہے اس کا سبب اہل تاریخ کا اختلاف ہے۔ ہم ان کے چند حوالے یہاں ذکر کرتے ہیں

حجاز و تہامہ یعنی مکہ و مدینہ و طائف وغیرہ پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل کی فوج بھیجی۔ بنی اسرائیل نے فتح حاصل کی اور عمالقہ کے بادشاہ ارقم بن ابی الارقم کو قتل کیا۔ پھر خود بنی اسرائیل میں سے کئی افراد جو فوجی تھے یثرب یعنی مدینہ شریفہ میں آباد ہو گئے اور بڑے بڑے

قلعے بنائے۔

مدینہ منورہ میں یہود کی یہ پہلی آمد اور ابتدائی رہائش کا قصہ ہے۔ یہ قصہ سیلِ عَرِم سے پہلے کا ہے۔ سیل عرم جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اس کے بعد یا اس کے قریب اوس وخزرج مدینہ منورہ میں آکر آباد ہوئے۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ عرب دو قسم پر ہیں۔ اول عرب بائدہ یعنی وہ قدیم قبائل جو تقریباً ختم ہوگئے۔ دوم عرب باقیہ۔ عرب بائدہ یہ قبائل ہیں عمالقہ۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ امیم۔ جرہم۔ حضرموت وغیرہ۔ پھر عرب بائدہ دو قسم پر ہیں۔ اول عمالیق اولاد لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ دوم بقیہ سارے قبائل۔ اور یہ نسل ارم بن سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہیں۔ عمالقہ شمالی حجاز جزیرۂ سیناء کے قریب رہتے تھے۔ پھر انہوں نے مصر پر قبضہ کر کے حکومت قائم کی۔ عمالقہ کی حکومت مصر پر ۲۲۱۳ق تا ۱۷۰۳ق قائم رہی۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی۔ ج ۶ ص ۲۳۲۔

بلعم بن باعوراء بن سنور قوم عمالقہ سے تھا یا ان میں ویسے مقیم تھا۔ بلعم کی طرف قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے۔ یوشع بن نون یا موسیٰ علیہما السلام کی فوج جو بنی اسرائیل پر مشتمل تھی پر بلعم نے بددعا کی کوشش کی تھی۔ بلعم مستجاب الدعاء تھا۔ حسب قول بعض اہل تاریخ وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ یوشع بن نون علیہ السلام بعد وفات موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی فوج لے کر ملک شام کے بادشاہ سمیدع سے جنگ کے لیے آگے بڑھے۔ سمیدع عمالقہ میں سے تھا۔ جنگ کے دوران سمیدع قتل ہوا۔

عمالقہ نے بلعم بن باعوراء سے بنی اسرائیل پر بددعا کرنے کی درخواست کی۔ بلعم چونکہ صالحین وزاہدین میں سے تھا اسی وجہ سے اس نے اولاً تردد کیا اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یا یوشع علیہ السلام کے خلاف کفار کی نصرت وکامیابی کے لیے دعا نہیں کرنی چاہیے لیکن بعدہ عمالقہ کی کامیابی کے لیے دعا شروع کر دی۔ دعا الٹی زبان سے نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے درجہ ولایت چھین کر مردود کر دیا۔

مؤرخ مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص ۳۰ پر لکھتے ہیں وسار ملك الشام وهو السميدع بن هوبر الى يوشع بن نون فكانت بينهما حروب الى ان قتله يوشع عليه السلام واحتوى على جميع ملكه ولحق به غيره من الجبابرة والعماليق وكانت مدة يوشع بن نون فى بنى اسرائيل بعد وفاة موسى عليه السلام تسعًا وعشرين سنة وكان بقرية من قرى البلقاء من بلاد الشام رجل يقال له بلعم بن باعوراء بن سنور بن وسيم وكان مستجاب الدعوة فحمله قومه على الدعاء على يوشع بن نون عليه السلام فلم يتأت له ذلك وعجز عنه فأشار على بعض ملوك العماليق ان يبرزوا الحسان من النساء نحو عسكر يوشع ففعلوا فانتشروا اى بنواسرائيل الى النساء فوقع فيهم الطاعون فهلك منهم سبعون الفا وقيل ان

یوشع علیہ السلام قُبِض وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃ انتھی۔ قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۱ قیل ان من العمالیق فرعون موسی علیہ السلام ومنھم الریان بن الولید فرعون یوسف علیہ السلام اھ۔
ابن اسحق فرماتے ہیں کہ عملیق بن لاوِذ پوتا ہے سام بن نوح علیہ السلام کا۔ اسی عملیق کی نسل عمالقہ ہیں۔
سام بن نوحؑ کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) ارفخشد (۲) لاوِذ (۳) اِرم (۴) اَشوذ (۵) غلیم۔ کذا فی التوراۃ۔
پھر لاوِذ کے چار بیٹے تھے۔ (۱) طسم (۲) عملیق (۳) جرجان (۴) فارس۔ قال ابن اسحٰق ومن العمالقۃ امۃ جاسم فمنھم بنو لف وبنو ھزان وبنو مطر وظفار ومنھم الکنعانیون وبرابرۃ الشام وفراعنۃ مصر وکانت طسم والعمالیق وامیم وجاسم یتکلمون بالعربیۃ وفارس یجاورونھم الی المشرق ویتکلمون بالفارسیۃ۔ وفی لقطۃ العجلان ص۳ لنواب صدیق حسن خان وعن غیر ابن اسحق ان عبد بن ضخم وامیم من ولد لاوذ اھ۔

اس بات کا ذکر پہلے اجمالاً ہو چکا ہے کہ عمالقہ عرب بائدہ میں سے ہیں۔ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ وباقیہ عرب باقیہ ابھی تک موجود ہیں اور عرب بائدہ زمانہ حال میں موجود نہیں ہیں بائدہ کے قبائل فنا ہو چکے ہیں۔
العمالقۃ ھم اھل شمال الحجاز مما یلی جزیرۃ سیناء فتحوا مصر مدۃ الفراعنۃ واسّسوا فیھا اُسرۃً ملکیۃً اما دولۃ العمالقۃ فی مصر فتبتدئ من سنۃ ۲۲۱۳۔ الی ۱۷۰۳ قبل المیلاد جاؤھا من طریق برزخ السویس اوالبحر الاحمر فاقاموا بھا وکثر عددھم فیھا ثم سنحت لھم الفرصۃ وثبوا علی ملوکھا وملکوا البلاد دونھم وکان اوّل ملوکھم سلاطیس وحکم بعدہ بنوہ الی سنۃ ۱۷۰۳ قبل المیلاد۔ فتمکن المصریون من انتزاع الملک من ایدیھم وطردھم فتفرقوا فی جزیرۃ العرب قبائل واتخذ وانشأوا دُوَلاً فی الیمن والحجاز وسائر جزیرۃ العرب۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص۲۳۲ وایضاً فیھا ص۲۳۵۔ اقدم الامم التی غزت بلاد العرب المصریون فی عھد احمس منقذ مصر من حکم العمالقۃ فانہ بعد أن أخرجھم من مصر طاردھم الی اواسط جزیرۃ سیناء نحو سنۃ ۱۷۰۰ قبل المیلاد اھ۔
قدماء عرب کو عمالقہ کہنے کی وجہ تسمیہ بیان سابقہ سے معلوم ہوگئی۔ وہ یہ کہ اس میں عملیق بن لاوذ بن سام ابن نوح علیہ السلام کا نام ملحوظ ہے۔ عرب عملیق کی جمع عمالقہ یا عمالیق بنا کر قدماء عرب کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔

اور بعض مستشرقین مذکورہ صدر بات سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں واصل لفظ العمالقۃ مجھول والغالب فی نظرنا انھم نحتوہ من اسم قبیلۃ عربیۃ کانت مواطنھا بجھات العقبۃ اوشمالیھا حیث کان العمالیق علی قول التوراۃ ویسمیھا البابلیون مالیق اومالوک۔ فاضاف الیھا الیھود لفظ عم۔ ای الشعب اوالامۃ فقالوا "عم مالیق" او "عم مالوق" فقال العرب عمالیق اوعمالقۃ۔ ثم اطلقوہ علی

طائفة کبیرة من العرب القدماء. کذا فی کتاب العرب قبل الاسلام تالیف جرجی زیدان ج ۱ ص ۳۵۔

سابقہ بیان طویل میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عمالقہ یعنی عرب قدماء نے عراق پر بھی اور مصر پر بھی اور یمن و حجاز و تہامہ و نجد وغیرہ پر بھی حکومت کی ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں گزری ہیں۔ اول حکومتِ عراق۔ دوم حکومتِ مصر۔

عراق پر عرب یعنی عمالقہ نے تقریباً ۲۴۵ سال حکومت کی۔ ان کے بادشاہوں کی تعداد ۹ ہے اور عند البعض ۱۱ بادشاہوں نے ۳۳۴ سال حکومت کی۔ مؤرخین کے نزدیک عمالقہ کے اس دور حکومت کا نام حکومت دولت بابلیہ اولیٰ یا دولت حمورابی ہے۔ یہ نسبت ہے ان کے بڑے بادشاہ حمورابی نامی کی طرف۔ حمورابی کی حکومت سے پہلے عراق پر کلدانیوں کے ۴۹ بادشاہوں نے ۴۵۸ سال تک حکومت کی۔ یہ دولت کلدانیہ کہلاتی ہے۔ حکومتِ حمورابی کے زوال کے بعد دولت اشوریین تھی۔ اشوریین کے ۴۵ بادشاہوں نے ۵۲۶ سال تک عراق و بابل وغیرہ پر حکومت کی۔

عرب قدماء یعنی عمالقہ میں سب سے پہلے عراق کا جو حاکم و بادشاہ بنا اس کا نام ساموابی ہے۔ اس نے حکومت عراق پر سنہ ۲۴۶۰ ق م میں قبضہ کیا۔ بعدہٗ اس کا بیٹا ساموليلا بادشاہ ہوا۔ بعدہٗ زابوم بادشاہ ہوا بعدہٗ امیل سین بعدہٗ سینموبلیت بعدہ حمورابی وغیرہ وغیرہ۔ بعض مستشرقین کے نزدیک ان کی حکومت کی ابتداء سنہ ۲۴۱۶ ق م میں ہوئی۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔

اسم بادشاہ	مدت حکومت	از تاریخ ق م	تا تاریخ ق م
ساموابی	۳۱ سال	۲۴۱۶	۲۳۸۵
ساموليلو	۱۵ ؍؍	۲۳۸۵	۲۳۷۰
زابوم	۳۵ ؍؍	۲۳۷۰	۲۳۳۵
امیل سین	۱۸ ؍؍	۲۳۳۵	۲۳۱۷
سینموبلیت	۳۰ ؍؍	۲۳۱۷	۲۲۸۷
حمورابی	۵۵ ؍؍	۲۲۸۷	۲۲۳۲
شمسوایلونا	۳۵ ؍؍	۲۲۳۲	۲۱۹۷
ابیشوع	۲۵ ؍؍	۲۱۹۷	۲۱۷۲
عمی دیتانا	۲۵ ؍؍	۲۱۷۲	۲۱۴۷
عمی صادوفا	۳۴ ؍؍	۲۱۴۷	۲۱۱۳
شمسو دیتانا	۳۱ ؍؍ کل ۳۳۴	۲۱۱۳	۲۰۸۲

العُزّٰی ۔ فلا تجعلوا للہ اندادًا کی شرح میں مذکور ہے ۔ عُزّٰی ایک بُت یا بُت خانہ کا نام ہے ۔ یہ قبیلہ غطفان کا بُت تھا۔ بقول بعض عزیٰ کیکر کے ایک درخت کا نام تھا جس کی پرستش غطفان کرتے تھے سب سے پہلے اس کی عبادت ظالم بن اسعد بن ربیعہ بن مالک بن مرۃ بن عوف نے شروع کی تھی اور اس کے پاس ایک کمرہ تعمیر کیا جس کا نام بُس رکھا تھا۔ گویا کہ یہ کعبہ تھا عزیٰ کا۔ اس بیتِ عزیٰ کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی۔ اس کی خدمت کے لیے متعدد لوگ بطور خادم مقرر کیے گئے تھے۔ عزّیٰ تانیثِ اعزّ ہے مثل کُبریٰ مؤنث اکبر ہے۔ پس عزیٰ بمعنی عزیزۃ ہے۔

ابن حبیب مؤرخ مُحبّر، ص ۳۱۵ پر لکھتے ہیں وکانت ھذہ الاصنام کلھا فی بلاد العرب تعبد مع اللہ عزوجل ولا الٰہ الا ھو وکانت العزی شجرۃً بنخلہ عندھا وثنٌ تعبدُھا غطفان سدنتھا من بنی صرمۃ بن مرۃ وکانت قریش تعظمھا وکانت غنیٌّ وباھلۃ تعبدھا معھم فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید فقطع الشجرۃ وھدم البیت وکسر الوثن اھ وکان بعث خالد سنۃ کما فی المحبّر ص۱۲۴ ۔

وکانت تلبیۃ مَن نسکَ للعزّی لبّیک اللھم لبیک لبیک وسعدیک ما احبّنا الیک ۔ کذا فی المحبّر ص۳۱۱ ۔ وکانت العزی بوادٍ من نخلۃ الشامیۃ یقال لہ حُراض وذلک فوق ذاتِ عرقٍ الی البستان بتسعۃ امیالٍ فبنیٰ ظالم بنُ اسعد علیھا بُسًّا ای بیتًا وکانوا یسمعون فیہ الصوت و کانت اعظم الاصنام عند قریش وکانوا یزورونھا ویُھدون لھا ویتقرّبون عندھا بالذبائح ۔ کذا فی معجم البلدان ج۴ ص۱۱۶ ۔

قریش نے عزیٰ کی تعظیم کے لیے ایک خطہ مثلِ حرم مقرر کیا تھا۔ اس میں بت کے نام پر ذبائح پیش کرتے تھے۔ مذبح و منحر کا نام غبغب تھا۔

اس میں اہل تاریخ کا اختلاف ہے کہ عزیٰ بُت کا نام تھا یا درخت کا یا تین درختوں کا یا بیت کا نام تھا۔ قیل والذی اراہ انہ کان للعزی بیت ھو بُسّ فیہ صنم العزّی وکان حولہ حرم کحرم مکۃ بہ سَمُرۃ او ثلاث سمرات کان الناس یُقدِّسونھا ۔ کذا قال الدکتور جواد علی فی کتاب المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج۶ ص۲۴۵ ۔

قریش عزیٰ کی کتنی تعظیم کرتے تھے اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل قصہ سے ہو سکتا ہے ۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ قریش میں ابواُحیحہ سعید بن العاصی بن امیہ مرض وفات میں زار وقطار رو رہا تھا۔ ابولہب عیادت کے لیے آیا اور اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس غم سے رو رہا ہوں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری موت کے بعد لوگ عزیٰ جیسے محترم بُت کی پرستش ترک نہ کر دیں۔ ابولہب نے اس کو تسلی دی اور کہا

ما عبدت فی حیاتك لاجلك ولا تترك عبادتها بعدك لموتك فقال ابو احیحة الآن علمت ان لی خليفة الا
وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال كانت العزی شیطانة تأتی ثلاث سمرات ببطن نخلة فلما افتتح
النبی علیه السلام مکة بعث خالد بن الولید فقال له ائت بطن نخلة فانك تجد ثلاث سمرات فاعضد
الاولی فاتاها فعضدها فلما عاد الیه قال هل رأیت شیئا؟ قال لا قال فاعضد الثانیة فاتاها فعضدها
فلما عاد الیه قال هل رأیت شیئا؟ قال لا قال فاعضد الثالثة فأتاها فاذا هو بحناسیة نافشة شعرها واضعة
یدیها علی عاتقها تصرف بانیابها وخلفها دبیة بن حرمی السلمی سادنها فقال خالد ؎

یا عز کفرانك لا سبحانك　　　　انی رأیت الله قد اهانك

ثم ضربها ففلق رأسها فاذا هی حممة ثم عضد الشجر وقتل دبیة السادن ۔ کذا فی المعجم ۔

تم الجزء الاول من اثمار التکمیل

ویلیه الجزء الثانی اوله ۔ العرب

فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزء اول)

مقدمة شرح البيضاوي

المسمّاة

اثمار التكميل

لما في

انوار التنزيل

للعبد الضعيف محمد موسیٰ الروحانی البازی عفا الله عنه وعافاه
استاذ الحدیث و التفسیر بالجامعة الاشرفیة، لاهور

الجزء الثاني

مکتبہ مدنیہ
فون ۷۲۴۲۲۶۹ اردو بازار لاہور فون ۷۲۲۸۹۷۷

الجزء الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

العرب۔ یہ لفظ تفسیر ہذا میں متکرر الذکر ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل کتاب ہے، موسوم بتحبیر الحسب بمعرفۃ اقسام العرب۔ اس کا محصل پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اصحاب تاریخ کہتے ہیں کہ کل عرب تین طبقات پر منقسم ہیں ہر عربی شخص ان تین طبقات میں سے کسی ایک میں ضرور داخل ہوگا۔ گویا کل عرب تین بڑے قبائل پر منقسم ہیں۔

طبقۂ اولیٰ کو عرب بائدہ کہتے ہیں۔ یہ قدیم تر طبقہ ہے جو ختم ہو چکا ہے۔ اس طبقہ کا ایک قبیلہ بھی اب روئے زمین پر موجود نہیں ہے

طبقۂ ثانیہ عرب عاربہ ہے۔ یہ قحطانیہ بھی کہلاتا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب قحطان تک پہنچتا ہے قحطانیین کا اصل وطن و مسکن یمن ہے۔ اہل یمن و بادشاہان یمن سارے اولادِ قحطان ہیں۔

طبقۂ ثالثہ عرب مستعربہ کے نام سے موسوم ہے۔ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب مستعربہ و عدنانیین کہتے ہیں۔ عرب مستعربہ سارے کے سارے اولاد عدنان ہیں اور عدنان کا سلسلۂ نسب اسمٰعیلؑ تک جا پہنچتا ہے۔ عدنان ہمارے نبی علیہ السلام کا جدّ اعلیٰ ہے۔ لہٰذا ہمارے نبی علیہ السلام اور تمام قبائل قریش و قبائل حجاز عدنانی یعنی عرب مستعربہ ہیں۔

ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک عرب کے صرف آخری دو طبقے موجود تھے یعنی عدنانیہ و قحطانیہ۔ لہٰذا آپ یوں بھی تقسیم کر سکتے ہیں کہ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ و باقیہ۔ بائدہ کی نسل ختم ہو چکی ہے اور اگر کہیں شاذ و نادر موجود ہو تو وہ عاربہ و مستعربہ میں داخل ہو گئی ہے۔ و باقیہ کی دو قسمیں ہیں قحطانیہ و عدنانیہ۔ پس موجودہ دور میں عرب یا قحطانی ہونگے یا عدنانی۔ ان دو قسموں سے کوئی عربی باہر نہیں ہے۔ کتاب ہذا میں ہم نے قحطان و عدنان کا الگ الگ ترجمہ ذکر کیا ہے۔ فراجع ذلک ان شئت التفصیل۔

بیان عرب بائدہ۔ عرب بائدہ کے بعض قبائل کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ بائدہ کے قبائل یہ ہیں عاد، ثمود، طسم، جدیس، امیم، جاسم، عبیل، عبد بن ضخم، جرہم اولیٰ، عمالقہ۔ وحضورا۔ راجع تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۰۳۔ قوم عاد و قوم ثمود کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ عرب بائدہ سام بن نوحؑ کی اولاد ہیں۔ سام کے کئی بیٹے تھے اول ارم بن سام بن نوحؑ دوم لاوذ بن سام بن نوحؑ سوم ارفخشد (بالذال وقیل بالدال المہملۃ) ابن سام بن نوحؑ۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۳۔ فاما عاد فہو عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون

الاحقاف من الرمل فارسل اللہ الیھم ھوداً علیہ السلام واما ثمود فھو ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون الحجر فارسل اللہ الیھم اخاھم صالحاً علیہ السلام واما طسم وجدیس فھما ابنا لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزلوا الیمامۃ (لاوذ بالذال الدال المھملۃ)۔

واما اخوھما عملیق فھو عملیق بن لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بعضھم بالحرہ وبعضھم بالشام وجمع عملیق عمالقۃ فالعمالقۃ امم تفرقوا فی البلاد ومنھم فراعنۃ مصر والجبابرۃ ومنھم ملوک فارس و اھل خراسان۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص۱۳۔ اس کتاب میں ایک اور جگہ پر عمالقہ کی کچھ تفصیل مذکور ہے فراجع ذلک۔

فرعون موسیٰ وفرعون ابراہیم وفرعون یوسف علیہم السلام عمالقہ میں سے تھے۔ یہ تین مشہور ہیں۔ ان تین کے بارے میں مؤرخ محمد بن حبیب بغدادی متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب المحبر۔ ص ۳۶۶ پر لکھتے ہیں الفراعنۃ وھم ثلاثۃ نفر اولھم سنان بن الاشل بن علوان بن العبید بن عزیج بن عملیق بن یلمع بن عابر بن اسلیحا ابن لوذ بن سام بن نوح علیہ السلام ویکنی اباالعباس وھو فرعون ابراھیم علیہ الصلاۃ والسلام۔ والثانی الریان بن الولید بن لیث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون یوسف علیہ السلام۔ والثالث الولید بن مصعب بن ابی اھون بن الھلواث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون موسیٰ علیہ السلام قال (لعلہ قیل) کان فرعون یوسف جد فرعون موسیٰ علیھما السلام واسمہ برخون انتھی۔ معارف ومحبر کی عبارتوں میں باعتبار اسماء وغیرہ کچھ اختلاف ہے۔ اسی طرح دیگر کتب تاریخ میں بھی ان اقوام قدیمہ کے نسب وبعض تفصیلات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قومیں زمانۂ انضباط تاریخ سے بہت پہلے گزری ہیں اس واسطے اہل تاریخ اس قسم اختلاف میں معذور رہیں۔

ملاحظہ ہوں تاریخ طبری، ج ۱ ص ۱۰۲ ومروج الذہب للمسعودی ج ۱ ص ۹۲۔ المعارف لابن قتیبۃ۔ ص ۱۳۔

واما امیم فھو امیم بن لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بارض فارس فاجناس الفرس کلھم من ولد امیم ثم قال ابن قتیبۃ فی المعارف والانبیاء کلھم عجمیھم وعربیھم والعرب کلھا یمنیھا ونزاریھا من ولد سام بن نوح علیہ السلام اھ۔ قال الامام الطبری فی تاریخہ الکبیر ج ۱ ص۱۰۲ عن وھب بن منبہؒ یقول ان سام بن نوحؑ ابوالعرب وفارس والروم وان حام بن نوحؑ ابو السودان وان یافث بن نوح علیہ السلام ابوالترک ویاجوج وماجوج۔

ثم قال الطبری فی احوال بنی جاسم وغیرھم وکان اھل البحرین واھل عمان منھم امۃ یسمون جاسم وکانوا ساکنی المدینۃ منھم بنوھف وسعد بن ھزان وبنو مطر وبنو الازرق وکان بنو امیم بن لاوذ بن سام بن نوحؑ اھل وبار بارض الرمل رمل عالج فاصابتھم من اللہ عزوجل نقمۃ من معصیۃ اصابوھا

فهلکوا وبقیت منہم بقیۃ وہم الذین یقال لہم النسناس (قلتُ وقد ذکرنا بعض احوال النسناس فی بیان عنقاء مغرب من فصل الحیوان فی ھذا الکتاب فراجعہ) فکانت طسم والعمالیق وامیم وجاسم قوماً عرباً لسانہم الذی جبلوا علیہ لسان عربی وکانت فارس من اھل المشرق ببلاد فارس یتکلمون بھذا اللسان الفارسی اھ مافی تاریخ الطبری۔

وعن سمرۃ بن جندب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وُلدُ نوحٍ ثلاثۃٌ سام وحام ویافث فسام ابو العرب وحام ابو الزنج ویافث ابو الروم۔ وعن سعید بن المسیّب یقول وُلد نوح علیہ السلام ثلاثۃٌ و وُلدُ کلِ واحدٍ ثلاثۃٌ سام وحام ویافث فولد سام العرب وفارس والروم وفی کل ھؤلاء خیرٌ وولد یافث الترک والصقالبۃ ویأجوج ومأجوج ولیس فی واحدٍ من ھؤلاء خیرٌ ووُلد حام القبطُ والسودانُ والبربر۔ اثر سعید بن المسیّبؒ مذکورہ صدر مرفوع روایتِ سمرۃ بن جندبؓ کے خلاف ہے اور روایتِ مرفوعہ بہرحال اَولیٰ ہے غیر مرفوع روایت سے۔

سوال۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے چنانچہ خود مجھ سے کئی طلبہ وعلماء نے سوال کیا کہ اہلِ پاکستان وہندستان نوح علیہ السلام کی اولادِ ثلاثہ میں سے کس کی نسل سے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ پاکستان وہندستان اولاد حام بن نوح علیہ السلام ہیں قال ابن اسحاق کما حکی عنہ الامام الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص۱۰۱ ومن وُلد حام بن نوح علیہ السلام النوبۃ والحبشۃ وفزّان والھند والسند واھل السواحل فی المشرق والمغرب۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جدّ وہی ہے جو عرب کا ہے یعنی سام بن نوح۔ فذکر ابنُ جریر باسنادِہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اَوحی اللہ الی موسیٰ علیہ السلام انّک یا موسیٰ قومک واھل الجزیرۃ واھل العال من وُلدِ سام بن نوح۔ وقال ابن عباس والعرب والنبط والھند والسند من ولد سام بن نوح علیہ السلام انتھی ماذکرہ ابن جریر فی تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص۱۰۵ اور ہند وسند میں بلاریب اہل پاکستان یعنی پنجاب وسرحد وبلوچستان داخل ہیں۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ہند وسند اولاد یافث بن نوح علیہ السلام ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حام کے تین بیٹے تھے قوط بن حام وکنعان بن حام وکوش بن حام۔ اور حبشہ وہند وسند اولاد کوش بن حام ہیں۔ ایک اور روایت ہے کہ ہند وسند اولاد قوط بن حام ہیں۔ کذا فی تاریخ الطبری۔ قال القزوینی فی آثار البلاد ص۹۳ قالوا السند والھند کانا اَخوین من ولد توقیر بن یقطن بن حام بن نوح علیہ السلام انتہیٰ

یہ تین اقوال ہوئے۔ اول یہ کہ ہمارا جدّ حام ہے دوم یہ کہ سام ہے سوم یہ کہ یافث ہے۔ ہم پاک وہند کے

باشندوں کے لیے اولادِ یافث یا اولادِ حام ہونے کی بجائے اولادِ سام ہونا موجب فخر و مسرت ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ اس طرح ہم عرب کے قریب ہو کر ان کے ابناء عم ہو جائیں گے۔ اور عرب کی فضیلت مسلّم ہے۔ مرفوع احادیث میں ان کے فضائل مروی ہیں۔ لہٰذا ان کا قرب یا قریب تر ہونا باعثِ مسرت ہے۔

ثانیاً اس طرح ہم نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے قریب تر ہو جاتے ہیں جو موجب فخر ہے آپ بھی سامی ہیں اور ہم بھی سامی۔

ثالثاً۔ سامی النسل ہونے میں ہم کل انبیاء اللہ و رسل اللہ صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہم کے نسلاً قریب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کل انبیاء علیہم السلام سامی النسل تھے کما قدمنا آنفاً۔ اور یہ عظیم سعادت ہے۔ قال غیر ابن اسحاق من المؤرخین ان نوحًا دعا لسام بان یکون الانبیاء والرسل من ولدہ ودعا لیافث بان یکون الملوک من ولدہ۔

رابعاً۔ سامی ہونے کے طفیل ہم خیر و برکات والی نسل و جماعت میں داخل ہوتے ہیں جیسا کہ سعید بن المسیبؒ کی مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سام کی اولاد ہی خیر و برکت والی جماعت ہے بخلاف اولادِ یافث کہ عموماً شر والی جماعت ہے۔

خامساً۔ حامی النسل ہونے میں ہم حبش و سوڈان و بربر و قبط کے اخوان و ابناء عم ہوں گے اور یہ بات ہمارے لیے موجب برکت و باعثِ مسرت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان اقوام کو دنیا میں دیگر قومیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں۔ یافثی النسل ہونا بھی ایسا ہی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حبش اولادِ یافث ہیں۔

سادساً۔ یافثی النسل ہونے میں ہم رومیوں کے ابناء عم اور بجائے عرب کے رومیوں سے قریب تر ہوں گے اور یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔ رومی ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی اسلام دشمنی میں آگے آگے ہیں۔

سابعاً۔ یافث ابوالترک ہے۔ تو یافثی ہونے میں ہم روس و تاتار و ترک و چین کے قریب ہوں گے کیونکہ عربی کی قدیم تاریخ میں لفظ ترک سے صرف موجودہ ترک مراد نہیں ہیں بلکہ لفظ ترک صقالبہ اہل روس و قوم تاتار و چین وغیرہ سب کو شامل ہے۔ کما صرح بہ اصحاب التاریخ۔ ظالم و جابر چنگیز تاتاری ہی تھا۔ اور یہ قرب و رشتہ ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔

ثامناً۔ یافثی النسل ہونے کی صورت میں ہم بعض خاص خیر و برکات سے محروم ہوں گے اور بعض خاص قسم کے شر و فساد کی حامل نسل سے وابستہ ہوں گے۔ کیونکہ ابن المسیب کی مذکورہ روایت سے اولادِ یافث کا

مسلوب الخیر ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ قرابت و تعلق ہمارے لیے روح فرسا ہے۔

تاسعًا۔ یافثی النسل ہونے کی حالت میں ہم نسلِ یاجوج و ماجوج سے وابستہ ہوں گے اور ان کے ابناء عم ہوں گے۔ کیونکہ یاجوج و ماجوج اولادِ یافث ہیں۔ اور یہ رشتہ ہم مسلمانوں کے لیے سوہان روح و قلب ہے۔

عاشرًا۔ حامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بد دعا کی زد میں آتے ہیں یا اس کی زد میں آنے کا خطرہ ہے اور یہ نہایت دکھ اور بڑی خطرناک بات ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے حام اور اولادِ حام کو یہ بد دعا دی تھی کہ وہ اولادِ سام و یافث کے ماتحت یا غلام رہیں۔ اسی طرح اگر ہم سامی النسل ہوں تو نوح علیہ السلام کی نیک دعا کا مصداق بنتے ہیں اور یہ بات ایمان افزا و سعادتِ عظیم ہے۔

روی ضمرۃ بن ربیعۃ عن ابن عطاء عن ابیہ قال وُلدُ حامٍ کلھم اسودُ جعدُ الشعر وولدِ یافث کلُ عظیمُ الوجہ صغیرُ العینین وولدُ سامٍ کلُ حسن الوجہ حسن الشعر قال ودعا نوح علیہ السلام علی حام ان لا یعدُو شعرُ ولدہ اذانھم وحیث ما لقی ولدُہ ولدَ سامٍ استعبدوھم۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۰۱۔

اسی بد دعا کا اثر ہے کہ حام کی اولاد کے بعض قبائل کالے ہیں اور جو کالے رنگ والے نہیں ان میں اس بد دعا کا ظہور کسی اور صورت میں ہوگا۔ قال ابن اسحاق ویزعم اھل التوراۃ ان ذلک السواد فی اولادِ حام لم یکن الا عن دعوۃٍ دعاھا نوحٌ علی ابنہ حام وذلک ان نوحًا علیہ السلام نام فانکشف عن عورتہ فراٰھا حام فلم یغطّھا وراٰھا سام ویافث فالقیا علیھا ثوبًا فواریا عورتہ فلما ھبّ من نومتہ علم ما صنع حامٌ وسام ویافث فقال ملعون کنعان بن حام یکونون عبیدًا لاخوتہ وقال یبارک اللہ ربی فی سام ویکون حامٌ عبدَ اخویہ ویقرض اللہ یافث ویحلّ فی مساکن سام ویکون حام عبدًا لھم انتھی ما ذکرہ ابن اسحاق بتاریخ الامم ج ۱ ص ۱۰۲۔ ومثل ذلک فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۲۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۲ ان السفینۃ لنوح علیہ السلام طافت ببیت المقدس اسبوعًا وطافت ببیت اللہ۔ وروی ان نوحًا علیہ السلام قال لاھل السفینۃ وھی تطوف بالبیت العتیق انکم فی حرم اللہ وحول بیتہ لا یمس احد امرأۃ وجعل بینھم وبین النساء حاجزا ویذکر ان ولدہ حامًا تعدیٰ وطئ زوجتہ فدعا علیہ بان یسوّد اللہ لون بنیہ فاجاب اللہ دعاءہ فی اولادہ فجاء ولدہ اسود وھو ابو السودان۔

حادی عشر۔ سامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام کی مذکورہ صدر دعا کے مصداق ہونگے اور قیامت تک اولادِ حام کے مقابلے میں بلند مناصب اور دیگر فوائد و ثمراتِ طیبات کے قابل و مستحق

بنتے ہیں۔ اور یہ وہ بے بہا سعادت ہے جو بزورِ بازو حاصل نہیں ہوسکتی۔

ثانی عشر۔ سامی النسل ہونے کی تقدیر پر ہم باعتبار اصل حرمی یعنی باشندگانِ حرم شریف ہوں گے اور حرم مکہ شریفہ ہی ہمارا وطنِ اصلی ہوگا اور ہم اجدادِ قدیمہ کے پیشِ نظر جیران بیت اللہ ہوں گے اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں میں سے سام اور اس کی اولاد نے مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن و وطن اختیار کیا تھا۔ بعدہ مکہ مکرمہ سے نکل کر ادھر ادھر اطرافِ عالم میں منتشر ہوئے قال ابن جریر فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۳۰ فولِدَ لسام عابر وأشوذ وأرفخشد ولاوذ وإرم وکان مقامہ بمکۃ قال فمن وُلِدَ أرفخشد الانبیاء والرسلُ وخیارُ الناس والعرب کلھا والفراعنۃُ بمصر اھ۔

بیان "عرب عاربہ"۔ عرب کا دوسرا طبقہ عرب متعربہ و قحطانیہ کہلاتا ہے۔ ان میں سے اکثر یمن کے باشندے تھے۔ یمن میں یعرب بن قحطان اور اس کی اولاد مدت مدید تک حکمران رہی۔ انہوں نے یمن کے سابق حکمران عرب بائدہ سے سخت لڑائیاں لڑ کر حکومت حاصل کی تھی۔ یمن کے بادشاہان تبابعہ (جمع تبع) قحطانی النسل تھے۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ و دیگر ارضِ حجاز پر بھی انھوں نے حکومت کی ہے۔ مؤرخین نے ان کی حکومت کے احوال بسط سے ذکر کیے ہیں لیکن ان کے اقوال میں بڑا اختلاف ہے۔

قحطان کا نام توراۃ سفر تکوین میں یقطان ہے۔ نسابین کا اس کے سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ قحطان مثلِ عدنان سامی النسل یعنی اولاد سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہے۔ فقیل ھو قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ (بالذال وروی بالدال المھملۃ ایضًا) بن سام بن نوح علیہ السلام یہ اکثر نسابین کی رائے ہے۔

ملاحظہ ہوں المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۳۵۴ ومروج الذھب ج ۱ ص ۲۷۶ وابن ھشام ج ۱ ص ۷ ونھایۃ الارب ج ۲ ص ۲۷۵ وتاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۲۰۵ وتاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹ والاکلیل ج ۱ ص ۵۸ وکتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاخبار الطوال ص ۹ والتنبیہ ص ۷۔

اور تورات میں قحطان کا نسب یوں ہے یقطان بن عابر بن شالح بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ کذا فی سفر التکوین۔ الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدھا۔ وقال ابن سعد فی طبقاتہ ج ۱، القسم الاول ص ۱۱ وابن خلدون فی تاریخہ ج ۱ ص ۹ ویقطن ھو قحطان بن عابر بن شالخ اھ۔ بعض اہل تاریخ کے نزدیک قحطان ہود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں اور بقول بعض قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے۔ راجع ترجمۃ قحطان من ہذا الکتاب۔

بہرحال عرب باقیہ دو قسم پر ہیں۔ قحطانیہ و عدنانیہ۔ موجودہ زمانہ میں کوئی عربی شخص ان دو طبقوں سے خارج نہیں ہے۔ بس وہ یا عرب عاربہ یعنی قحطانی ہوگا یا عرب مستعربہ میں شمار ہوگا یعنی عرب عدنانی اسمٰعیلی ہوگا۔

عدنانی کو اسماعیلی بھی کہتے ہیں۔ عدنان کا سلسلۂ نسب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک جا پہنچتا ہے۔
بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اولادِ قحطان کی زبان عربی تھی اور اوّل اوّل عربی بولنے والے یعرب بن قحطان ہیں۔ قیل اوّل من تکلّم بالعربیۃ یعرب بن قحطان وقحطان اوّل من قیل لہ انعم صباحًا ومن قیل لہ أبیت اللعن۔ راجع السیرۃ الحلبیۃ ج۱ ص۱۰ ومروج الذہب للمسعودی ج۱ ص۲۷۷۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ قحطانیہ اصل عرب ہیں اور عربی زبان میں بھی وہ اصل ہیں۔ اور عدنانیہ طبقہ تابع ہے قحطانیہ کا۔ اور قحطانیوں سے انھوں نے عربی زبان سیکھی تھی۔ اسی وجہ سے انھیں مستعربہ کہتے ہیں ای التابعۃ للعرب۔ اور قحطانیوں کو عرب عاربہ کہتے ہیں۔ یعنی اصل العرب فی العربیۃ۔

لیکن یہ قول تحقیق کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ عربی زبان کے اوّل متکلم اسماعیل علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام و وحی اسماعیل علیہ السلام کو یہ زبان سکھا دی تھی۔ یاد رکھیں نسب عربیت یعنی عربی قومیت اور چیز ہے اور زبانِ عربی اور چیز ہے یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ عرب بائدہ و مستعربہ اگرچہ قومیت کے لحاظ سے عرب ہیں یعنی سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ عرب بائدہ کی زبان ہرگز عربی نہ تھی۔ اسی طرح عرب عاربہ کی زبان بھی عربی نہ تھی۔ علی التسلیم ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ یعرب اور اس کی اولاد کی زبان کے بعض کلمات و لہجات کچھ کچھ عربی زبان سے مشابہ ہوں لیکن موجودہ قرآنی فصیح عربی سے وہ ناآشنا تھے۔ محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے۔

اس بات کی تائید ان کتباتِ حجریہ سے ہوتی ہے جو ماہرینِ آثار قدیمہ و مستشرقین کو تبابعۂ یمن و بادشاہانِ حمیر کے محلّات و ملوکِ سبائیین کے قلعوں سے زمانۂ حال میں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کتبات کی لغت ہرگز لغتِ عربیہ قرآنیہ کے موافق نہیں ہے۔ والتفصیل فی کتابی المستقل فی بیان اللغۃ العربیۃ واول متکلم بھا ان شئت التحقیق فراجعھا۔

بیان "عرب مستعربہ" عرب کا یہ طبقہ اسماعیلیہ و عدنانیہ کہلاتا ہے۔ اولادِ عدنان و قبائلِ اولادِ عدنان عرب مستعربہ ہیں۔ ان کا اصل وطن مکہ۔ مدینہ۔ طائف۔ جدہ۔ خیبر وغیرہ سرزمینِ حجاز ہے۔ قریش عدنانی ہیں ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔ عدنان کا شجرۂ نسب اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

عدنان کا مشہور بیٹا معد بن عدنان ہے۔ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ عدنان و معد بن عدنان مشہور ظالم بادشاہ بخت نصر کے معاصر ہیں۔ جب عرب اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی میں حد سے آگے نکلے اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بنی اسرائیل پر بخت نصر بادشاہِ بابل و عراق کو مسلط کر دیا۔ بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تباہ کرنے کے بعد بخت نصر اپنی افواج کو لے کر عرب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں عدنان فوج لے کر آیا۔ عدنان کو شکست ہوئی۔ بخت نصر

ہزار ہا عرب مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے واپس بابل لوٹا۔ یہ جنگ مقام ذات عرق میں ہوئی۔ عدنان صحیح و سالم بچ گیا۔ بخت نصر کی واپسی کے بعد عدنان مر گیا۔

اس جنگ و تباہی سے قبل اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان کو بعض انبیاء کے ساتھ ملک شام پہنچا کر محفوظ رکھا۔ کیونکہ معد بن عدنان کی نسل سے اللہ تعالیٰ کو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا۔ تاریخ طبری ج ا ص ۲۹۲ میں ابن جریر لکھتے ہیں وان اللہ تعالیٰ اوحیٰ الی ارمیا و برخیا ان اللہ قد انذر قومکما فلم ینتھوا فعادوا بعد الملک عبیدًا وبعد نعیم العیش عالۃً یسألون الناس وقد تقدمت الی اھل عربۃ بمثل ذلک فأبوا الا لجاجۃً وقد سلطت بخت نصر علیھم لانتقم منھم فعلیکما بمعد بن عدنان الذی من ولدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی اخرجہ فی اخر الزمان اختم بہ النبوۃ وارفع بہ من الضعۃ فخرجا تطوی لھما الارض حتی سبقا بخت نصر فلقیا عدنان قد تلقاھما فطویاہ الی معد ولمعد یومئذ اثنتا عشرۃ سنۃ فحملہ برخیا علی البراق وردف خلفہ فانتھیا الی حران من ساعتھما وطویت لارمیا الارض فاصبح بحران فالتقی عدنان وبخت نصر بذات عرق فھزم بخت نصر عدنان۔ اھ۔

تو عدنان معاصر بخت نصر ہے اور بخت نصر بن نابو بولصر بادشاہ بابل کی وفات ۵۵۱ھ قبل میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں ہوئی۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۵۱۔ یہ محققین و زمانہ حال کے مستشرقین کی رائے ہے اور بعض مؤرخین کے نزدیک بخت نصر عیسیٰ علیہ السلام کا معاصر بلکہ ان سے کچھ مؤخر ہے۔

عکاظ ۔ آیت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم کی شرح میں مذکور ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل تصنیف ہے مسمی بہ غایۃ الطلب فی اسواق العرب اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مقام عکاظ میں ایک بڑا بازار اور میلہ لگتا تھا۔ اسے عرب سوق عکاظ کہتے تھے۔ جزیرہ عرب میں اسی طرح کئی بازار لگتے تھے جن میں مختلف قبائل تجارت اور دیگر کئی مقاصد کے لیے شرکت کرتے تھے۔ یہ بازار عربوں کی تجارت اور شان و شوکت کے مظہر ہوتے تھے۔ ان میں سب سے بڑا سوق عکاظ تھا۔ یہ درحقیقت ایک بڑا میلہ ہوتا تھا جس میں قبائل مختلف اغراض کے لیے کثرت سے شرکت کرتے تھے بعض کا مقصد تجارت ہوتا اور شعراء اپنے اشعار کی تشہیر کرانے کی غرض سے آتے تھے۔

عکاظ میں جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں ہر قبیلہ والے اپنے شعراء پیش کرتے تھے۔ شعراء اپنے اشعار میں اپنی بڑائی اور اپنے آباء و قبیلہ کے مناقب و مفاخر بیان کرتے تھے۔ پھر ان اشعار پر تنقید یا تحسین و داد کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ کسی قبیلہ کے مفاخر و خوبیوں کے اظہار کے لیے شعر سب سے مؤثر اور عظیم ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اس واسطے ہر قبیلہ اپنے شاعر کی بادشاہ کی طرح تعظیم کرتا تھا۔ شاعر بے تاج بادشاہ ہوتا تھا۔

سبع معلقات مشہور قصائد اسی بازار عکاظ میں عظیم فصاحت و سلاست و بلاغت کی وجہ سے بازار کے خاص حصے میں لٹکائے گئے تھے۔ بازار عکاظ والوں کا انتخاب آج بھی مسلّم ہے اور آج تک یہ سبع قصائد

ابلغ و افصح و احسن شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح خطباء و فصحاء عرب اپنے خطبوں میں اپنے قبائل کی تعریف کرتے ہوئے اپنی فصاحت و بلاغت پر اتراتے تھے۔ چنانچہ ان جلسوں میں خطیبوں کے مقابلے بھی ہوتے تھے۔ تاہم نثر کے مقابلے میں نظم کا چرچا زیادہ تھا۔ سوقِ عکاظ خصوصاً اور دیگر بازار عموماً لغتِ عربیہ کی فصاحت و بلاغت کی تہذیب و تنقیح و عظمت کا منبع تھے۔

دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص ۵۳۵ میں ہے عکاظ نخل بقرب الطائف فکانت قبائل العرب تقصدها لانها فی طریقها الی الحج فیجتمعون منه فی مکان یقال له الابتداء فتعمر اسواقهم بالناس فینتهز الشعراء هذه الفرصة فیعرضون ما قالوه من نخب قصائدهم علی نقدة القریض هناك ویکون لذلك احتفال حافل یشهده الجماهیر فتشیع قصائدهم شیوعا تاما ویترنم بها الرکبان فی کل صقع وفی ذلك غایة ما یتمناه شاعر لشعره۔

ولقد کان لهذه السوق العظیمة وغیرها من اسواق العرب تاثیر کبیر فی تهذیب اللغة العربیة فان کل شاعر و خطیب کان یفضی باحسن ما فتح الله به علیه من المعانی العالیة فی العبارات الجزلة المنخلة فیتلقفها السامعون ویدخلونها الی کلامهم ویلفظون ما سواها من وحشی الکلمات ومتنافر التراکیب و فی ذلك من اثر التهذیب اللغوی ما لا یستهان به وکانت قریش لقربها من تلك السوق (سوق عکاظ) اسبق القبائل لالتقاط کل معنی حسن ولفظ جزل وعبارة شاردة فنسب الیها التهذیب الاخیر للغة واستأهلت الشرف العظیم بنزول القرآن الکریم بلغتها واعتبرت لهجتها اخلص لهجات العرب من التعقید والتنافر اه۔

وقال فی المفصّل ج ۷ ص ۳۷۷ واشهر الاسواق واعرفها سوق عکاظ وهی سوق تجارة وسیاسة وادب فیها کان یخطب کل خطیب مصقع وفیها علقت القصائد السبع الشهیرة افتخارا بفصاحتها علی کل من یحضر الموسم من شعراء القبائل علی ما یذکره بعض اهل الاخبار وفیه ص ۳۸۱ ویظهر من الروایات ان حظ المفاخرة والمباهاة والتمدح والذم لم یکن باقل من حظ البیع والشراء فی سوق عکاظ فقد کان الشعراء یعرضون اجود واحدث ما عندهم من شعر علی الحاضرین وکان کثیر من الحاضرین انما یفدون الیها للوقوف علی احدث ما یقال من صنوف الشعر وهو صنف رائج اکثر من رواج النثر بالطبع لما فیه من ایقاع وموسیقی ووزن وسهولة فی الحفظ واثر فی النفس لذلك کان للشاعر فی هذه السوق مکانة تزید کثیرا علی مکانة التاجر فیها لما للشعر من اثر فی الحیاة العامة لمجتمع ذلك الیوم۔

ویقال ان الشاعر الشهیر النابغة الذبیانی کان یحضر سوق عکاظ فتضرب له قبة من ادم یجلس تحتها فیفد الیه الشعراء من یرید ان یفتخر بشعره علی غیره لینشد امامه شعره فیحکم علی شعره برأیه لما رأیه من

اثر فی الناس وکان الشاعران الاعشی وحسان بن ثابت ممن احتکما الیہ وکذلک الشاعرۃ الخنساء اھ۔

راجع الاغانی ج ۹ ص ۱۵۶ وشعراء النصرانیۃ ج ۵ ص ۶۴۰ وتاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴ واللسان ج ۹ ص ۲۴۶ و البلدان ج ۶ ص ۲۰۳ وابن خلدون ص ۶۳۲۔

بازار عکاظ کے محل وقوع و زمانۂ انعقاد میں متعدد اقوال ہیں۔ مؤرخ ابن حبیب محبّر میں لکھتے ہیں کہ عکاظ عرفات کے قریب ہے۔ قال وعکاظ باعلی نجد قریبًا من عرفات اھ محبر ص ۲۶۷۔ بعض مؤرخین کی رائے میں عکاظ ایک نخلستان (نخل) کا نام ہے۔ جو طائف سے ایک رات اور مکہ مکرمہ سے تین رات کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی مقام پر یہ میلہ لگتا تھا۔

کتاب مفصّل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۷۸ میں ہے وذکر ان عکاظ نخل فی واد بینہ وبین الطائف لیلۃ وبینہ وبین مکۃ ثلاث لیال وبہ کانت تقام سوق العرب وقیل عکاظ ماء ما بین نخلۃ و الطائف الی بلد یقال لہ الفتق کانت موسمًا من مواسم الجاھلیۃ تقوم ھلال ذی القعدۃ وتستمر عشرین یومًا وکانت تجتمع فیہ قبائل العرب فیتعاکظون ای یتفاخرون ویتناشدون ما احدثوا من الاشعار یقیمون علی ذلک شھرًا یتبایعون ثم یتفرقون فلما جاء الاسلام ھدم ذلک انتھی۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴۔ وفی المفصل وانّ للباحثین فی موضع سوق عکاظ اٰراء متباینۃ فیہ ولا زالت ھذہ الاٰراء متباینۃ حتی الیوم اھ۔

راجع لسان العرب ج ۷ ص ۲۴۷۔ البکری ج ۳ ص ۹۶۱ القاموس ج ۲ ص ۳۹۶ تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۵ مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳ شرح دیوان الحماسۃ ج ۳ ص ۱۵۱۳ اخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۱۲۳ قال فی اخبار مکۃ وعکاظ وراء قرن المنازل بمرحلۃ علی طریق صنعاء فی عمل الطائف علی برید منھا وھی سوق لقیس بن عیلان وثقیف وارضھا لنصر اھ۔

سوق عکاظ کا انعقاد ہر سال ۱۵ ذوقعدہ سے آخر ذوقعدہ تک ہوتا تھا۔ محبر۔ ص ۲۶۷ میں ہے کہ سوق رابیہ وسوق عکاظ دونوں ایک ہی دن یعنی نصف ذی قعدہ سے شروع ہوتے تھے۔ رابیہ مکہ مکرمہ سے بہت دور ایک مقام کا نام ہے۔ رابیہ تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ قال فی المحبر وکانتا ای سوق عکاظ ورابیہ تقومان فی یوم واحد للنصف من ذی القعدۃ الی اٰخر الشھر وکانت عکاظ من اعظم اسواق العرب ۔ ۔نت قریش تنزلھا وھوازن وطوائف من افناء العرب اھ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ سوق عکاظ یکم ذی قعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص ۱۲۱ فاذا کان الحج فی الشھر الذی یسمونہ ذا الحجۃ خرج الناس الی مواسمھم فیصبحون بعکاظ یوم ھلال ذی القعدۃ فیقیمون بہ عشرین لیلۃ تقوم فیھا اسواقھم بعکاظ والناس علی مداعیھم ورایاتھم منحازین فی المنازل تضبط کل قبیلۃ اشرافھا وقادتھا فاذا مضت العشرون انصرفوا الی مجنۃ

فاقاموا بها عشرًا أسواقهم قائمة فاذا رأوا هلال ذی الحجة انصرفوا الی ذی المجاز فاقاموا بها ثمان لیال اسواقهم قائمة ثم یخرجون یوم التروية من ذی المجاز الی عرفة فیتروّون ذلك الیوم من الماء لانه لا ماء بعرفة ولا بالمزدلفة یومئذٍ وکان یوم الترویة آخر اسواقهم انتهی ۔

تفصیل کے لیے دیکھیے مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳ ۔ قاموس ج ۲ ص ۲۹۶ ۔ صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰ ۔ البلدان ج ۳ ص ۷۰۴ ۔ الازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۵ ۔ الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ ۔ المفصّل ج ۷ ص ۳۷۸ ۔

بعض علماء کے نزدیک یہ بازار شوال میں لگتا تھا محققین کی رائے میں یہ قول خطا ہے ۔ بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۷۰ پر ہے وکانت تقوم هذه السوق فی قول اوّل ذی القعدة الی عشرین منه ثم یتوجّهون الی مكة فیقفون بعرفات ویقضُون مناسك الحج ثم یرجعون الی أوطانهم وفی قول آخرانهم کانوا یقیمون به جمیع شوال الی غیر ذلك من الاقوال المختلفة ولعل ذلك لاختلاف العادة فی السنین أو لاختلاف القبائل فی الاقامة فی هذا الموسم والذی علیه صاحب قبائل العرب انهم کانوا یقیمون فی هذه السوق من نصف ذی القعدة الی آخره انتهی ۔

وفی المفصّل وغیره وهم یخطّئون رأی مَن یذهب الی انّ انعقاد السوق کان فی شهر شوّال ویحتجّون ان انعقاد السوق کان فی الشهر الحرام لیراعی الناس حرمة تلك الایام فلا یعتدُون علی من یقصد السوق وشهر شوال لا یدخل فی جملة اشهر الحرم ویستدلّون بدلیل آخر هو تقاتل بعض العرب فی ایام عکاظ فانهم اطلقوا علی تلك الحروب والایام ایام الفجار وهی اربعة ایام یوم شمطه ویوم العبلاء ویوم الحریرة ویوم شرب وهذه الاسماء اسماء اماکن فی عکاظ وما کان العرب لیطلقوا علی تلك الایام ایام الفجار لو لم تکن قد وقعت هذه الایام والحروب فی شهر الحرام انتهی بتصرف ۔

ملاحظہ ہوں الاغانی ج ۹ ص ۱۷۶ ، ج ۱۰ ص ۹ ۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۳۷۷ ۔ الکامل لابن الاثیر ج ۱ ص ۳۵۸ ۔ المفصل ج ۷ ص ۳۷۸ ۔

عرب کے عام بازاروں میں بازار کے نگراں اور منتولی تاجروں سے باقاعدہ ٹیکس اور کسٹم وصول کرتے تھے ۔ جسے عربی میں عشور کہتے ہیں ۔ اسی طرح بازاروں تک پہنچنے اور واپسی کے لیے خفارہ کی ضرورت ہوتی تھی خفارہ کے معنی ہیں حفاظت کی ذمہ داری ۔ راستے میں متعدد قبائل شرکاء کی حفاظت اور بخیریت پہنچنے کی ذمہ داری لیتے تھے ۔ تاکہ چوروں اور ڈاکوؤں سے وہ شرکاء محفوظ رہیں ۔ اس کے برخلاف سوق عکاظ میں نہ عشور تھے اور نہ خفارہ کی ضرورت ۔ یہ محفوظ مقام تھا اور اشہر حرم کی وجہ سے کسی کا خطرہ نہیں تھا ۔ عکاظ میں ہر قسم کی تجارت ہوتی تھی ۔ یعنی چمڑے ، غلّہ ، کپڑوں ، جانوروں اور غلاموں ، باندیوں وغیرہ مختلف اشیاء کی خرید وفروخت ہوتی تھی

چمڑے کی تجارت اس میں بہت زیادہ ہوتی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّیٰ زید بن حارثہؓ کو اسی سوق عکاظ میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خریدا گیا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زیدؓ نبی علیہ السلام کو ہبۃً دے دیا۔ قال ابن قتیبۃ فی المعارف ص۶۳ ثم ان خدیجۃ ملکت زید بن حارثۃ اشتراہ لھا حکیم بن حزام بسوق عکاظ باربعمائۃ درھم فسألھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تھب لہ زیدًا وذلک بعد ان تزوّجھا فوھبتہ لہ فاعتقہ وزوّجہ أمّ ایمن فولدت لہ أسامۃ بن زیدؓ اھ۔ اخبار مکہ ج ۱ ص ۱۲۵ پر ازرقی لکھتے ہیں، وکانوا یرون ان افجر الفجور العمرۃ فی اشھر الحج تقول قریش وغیرھا من العرب لا تحضروا سوق عکاظ ومجنّۃ وذی المجاز الا محرمین بالحج وکانوا یعظمون ان یأتوا شیئًا من المحارم او یعدو بعضھم علی بعض فی الاشھر الحرم وفی الحرم۔

عکاظ کے اس بازار اور میلے کے انعقاد واجراء کی ابتداء واقعہ فیل کے پندرہ سال بعد ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ قال فی المفصل ولو اخذنا بھذہ الروایۃ نکون قد جعلنا مبدأ ھذا السوق سنۃ ۵۸۵م او سنۃ ۵۸۶ للمیلاد تقریبًا ای ان تاریخ عکاظ لم یکن بعید عھد عن الاسلام فھو قبلہ بنحو ربع قرن وقد اقیمت وعمر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انذاک ۱۵ سنۃ ویذھب الناس بعد سوق عکاظ الی سوق اخری ھی سوق مجنۃ فیقیمون بھا عشرۃ ایام فاذا رأوا ھلال ذی الحجۃ فی نھایۃ ھذہ الایام العشرۃ قصدوا سوق ذی المجاز وھی سوق جاھلیۃ فیقیمون فیھا ثمانیۃ ایام یبیعون و یشترون ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ اھ۔

بعض محققین کی رائے میں سوق عکاظ کی ابتداء ۵۴۰ء میں ہوئی اور ظہور اسلام کے بعد ۱۲۹ھ تک ہر سال باقاعدہ اس کا انعقاد ہوتا رہا۔ ۱۲۹ھ میں خوارج کے خوف سے یا ان کے حملے اور لوٹنے کے بعد یہ ختم ہوا اور پھر کبھی اس کا اجراء نہ ہوسکا۔ دائرۃ المعارف میں ہے عکاظ اشھر اسواق العرب فی الجاھلیۃ واعظمھا اتخذت سوقًا بعد عام الفیل بخمس عشرۃ سنۃ ای سنۃ ۵۴۰ للمیلاد ثم بقیت فی الاسلام الی ان نھبھا الخوارج الحروریۃ حین خرجوا بمکۃ مع المختار بن عوف سنۃ ۱۲۹ للھجرۃ اھ۔

علامہ ازرقی لکھتے ہیں قال الکلبی وکانت ھذہ الاسواق بعکاظ ومجنۃ وذی المجاز قائمۃ فی الاسلام حتی کان حدیثًا من الدھر فاما عکاظ فانما ترکت عام خرجت الحروریۃ بمکۃ مع ابی حمزۃ المختار بن عوف الازدی الاباضی فی سنۃ ۱۲۹ھ خاف الناس ان ینھبوا وخافوا الفتنۃ فترکت حتی الان ثم ترکت مجنۃ وذو المجاز بعد ذلک واستغنوا بالاسواق بمکۃ وبمنی وبعرفۃ اھ۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال کانت عکاظ ومجنّۃ وذو المجاز اسواقًا فی الجاھلیۃ فلما کان

الاسلام تاثموا من التجارة فیها فانزل اللہ لیس علیکم جناح فی مواسم الحج قرأ ابن عباس کذا۔ کذا فی ارشاد الساری ج ۴ ص ۳۷ ۔ وفی تفسیر الطبری قال ابن عباس کان ذو المجاز وعکاظ متجر الناس فی الجاھلیۃ فلما جاء الاسلام ترکوا ذلک حتی نزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم فی مواسم الحج۔ طبری ج ۲ ص ۱۶۴ ۔

سوق عکاظ کے انعقاد میں اگرچہ قریش کا بہت زیادہ دخل تھا۔ لیکن اس بازار و میلہ کے اصل سرپرست ونگرانِ اعلیٰ بنوتمیم تھے۔ اس میلہ میں جھگڑوں اور خصومات کے فیصلے بنوتمیم کا رئیس اعلیٰ کرتا تھا۔ اسی طرح تجارت کی بعض اشیاء کے نرخ میں جب نزاع پیدا ہوتا تو بنی تمیم کا رئیس ہی نرخ طے کرتا تھا۔ بنوتمیم کے رئیس کی یہ عدالت بڑی محترم وبارعب ہوتی تھی اور سب شرکاء عکاظ اس کی تعظیم کرتے اور اس کے ہر فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے تھے۔

قال فی صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱ والمفصل ج ۷ ص ۳۸۳ کانت فی ھذہ الاسواق مجتمعات تعقد فیھا العقود والمعاھدات والاتفاقات القبلیۃ والعائلیۃ ومواضع یعلن فیھا عن التبنی وعن الخلع ای خلع الافراد لجرائم یرتکبونھا ویجب ان لا ننظر الی ھذہ الاسواق نظرتنا الی السوق بالمعنی المفھوم من ھذہ اللفظۃ فی الوقت الحاضر فقد کانت اسواق الجاھلیۃ اوسع مجالاً من ذلک بکثیر کانت مجامع لاھل اللسان من شعراء ومن خطباء من مرموقین معروفین ومن مغمورین طلاب شھرۃ وھی ساحات محاکم یجلس فیھا المتخاصمون للاستماع الی قرار حاکم مھاب محترم وقد کانت الحکومۃ فی ھذہ السوق الی بنی تمیم وکان اٰخر من حکم منھم بھا الاقرع بن حابس التمیمی الصحابی رضی اللہ عنہ انتھی بتصرف۔

سوق عکاظ میں وعظ و تبلیغ و اصلاح معاشرہ وغیرہ مقاصد کے لیے بڑے بڑے معزز و بزرگ بھی تشریف لے جاتے تھے۔ مشہور موحد و واعظ جاہلی قس بن ساعدہ بھی اسی بازار میں تشریف لے جاتے تھے اور وعظ کی مجلس منعقد کراتے ہوئے لوگوں کو توحید و آخرت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی سوق عکاظ ومجنہ وذو المجاز وغیرہ مواسم میں دعوتِ اسلام کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ وقیل انہ علیہ السلام مکث سبع سنین یتبع الناس فی مواسمھم فی سوق عکاظ وکان فیمن دعاھم وکلمھم ودعاھم الی الاسلام بنو عامر بن صعصعۃ۔ البکری ج ۵ ص ۲۵۹ والبدایۃ لابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۱ ۔

قس بن ساعدہ بازار میں وعظ کرتے ہوئے اور نبی آخر الزمان کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے اور عن قریب وہ ظاہر ہوں گے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں بازار عکاظ میں وعظ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تاہم ظہور اسلام سے قبل ہی قس وفات پاگئے۔

قالوا قس بن ساعدۃ اول من قال البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر واوّل من تألّہ من العرب ای ترک عبادۃ الاوثان واوّل من قال اما بعد واوّل من کتب من فلان الی فلان و

اوّل من اتکأ علی عصا اوقوس اوسیف عند الخطبة۔ روی ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان قس بن ساعدۃ کان یخطب قومہ بسوق عکاظ فقال سیأتیکم حق من ھذا الوجہ واشار بیدہ الی نحو مکۃ۔ قالوا له وماھذا الحق ؟ قال رجل ابلج احور من ولد لؤی بن غالب یدعوکم الی کلمۃ الاخلاص وعیشٍ ونعیمٍ لاینفد ان فاذا دعاکم فاَجیبوہ ولو علمتُ اَن اَعیش الی مبعثه لکنتُ اوّل من یسعی الیه۔ قد رویت ھذہ القصۃ من طرق متعددۃ قال الحافظ ابن کثیر ھذہ الطرق کلھا علی ضعفھا کالمتعاضدۃ علی اثبات اصل القصۃ وقال ابن حجر طرق ھذا الحدیث کلھا ضعیفۃ۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قدم وفد عبد القیس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایکم یعرف القسّ بن ساعدۃ الایادی قالوا کلنا یارسول اللہ نعرفہ قال فما فعل قالوا ھلک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انساہ بعکاظ علی جمل احمر وھو یقول ایھا الناس اجمعوا واسمعوا وعوا مَن عاشَ ماتَ ومن مات فات وکل ماھو اٰتٍ اٰت اِنّ فی السماء لخبرًا وانّ فی الارض لعِبرًا مھادٌ موضوعٌ وسقفٌ مرفوعٌ ونجوم تمور وبحار لا تغور اَقسم قسّ قسمًا حاتمًا لان کان فی الامر رضا لیکونن سخطًا ان للہ دینًا ھو احبُّ الیه من دینکم۔ الذی انتم علیه مالی اری الناس یذھبون ولا یرجعون اَرَضُوا بالمقام فقاموا اَم تُرِکوا ھنالکَ فناموا ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم ایکم یَروِی شعرَہ فانشدُہ علیه الصلاۃ والسلام

فی الذاھبِینَ الاوّلـــینَ من القرُون لنا بصائرُ
لما رَاَیتُ موارِدًا — للموت لیس لھا مصادِر
ورأیتُ قومی نحوھــا — تَسعی الاصاغِر والاکابِر
لا یرجِع المــاضی اِلیّ — ولا من الباقین غابِر
اَیقنتُ انّی لا محــا — لۃ حیث صار القوم صائرُ

راجع لتفصیل ترجمۃ قس رسالتی النجم السعد فی مباحث اما بعد وانسان العیون ج ۱ ص ۱۹۶ والبدایۃ لابن کثیر۔ روی بعض الناس ان القسّ کان من اسباط العرب ای من ولد ولدھم شیخًا عمّر سبعمائۃ سنۃ وقیل ستمائۃ سنۃ ادرکہ من الحواریین سمعان ھذا واللہ اعلم۔

اسی سوق عکاظ کے سفر کے دوران جنات نے نبی علیہ السلام کا قرآن سنا تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں وارد ہے۔ وفی الصحیحین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ما قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجن ولا رآھم انطلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی طائفۃ من اصحابہ عامدین الی سوق عکاظ وقد حیل بین الشیاطین وخبر السماء فرجعتِ الشیاطین الی قومھم فقالوا مالکم ؟ قالوا حیل بیننا وبین خبر السماء واُرسِلت علینا الشھب فقالوا ماذاک الّا من شیٔ حَدَثَ فاضربوا مشارقَ الارض ومغاربَھا

فالتقى الذين اخذ وانحو تهامة النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه وهم بنخلة عامدين الى سوق عكاظ وهو صلى الله عليه وسلم يصلي باصحابه صلاة الفجر فلما سمعوا القرآن انصتوا له وقالوا هذا الذي حال بيننا وبين خبر السماء ورجعوا الى قومهم فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا يهدي الى الرشد - الآيتين -

وهذا الذي ذكره ابن عباس في اول ماكان من امر الجن مع النبي صلى الله عليه وسلم ولم يكن النبي عليه السلام راهم اذ ذالك انما اوحي اليه بما كان منهم - وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال في قوله تعالى و اذ صرفنا اليك نفراً - الاية - قال كانوا سبعة من جن نصيبين فجعلهم رسول الله صلى الله عليه وسلم رسلاً الى قومهم فعلم ان ابن عباس لم ينف كلامه صلى الله عليه وسلم الاجيث استمعوا في صلاة الفجر ولم يرد نفي الكلام بعد ذالك وقوله فجعلهم رسول الله صلى الله عليه وسلم رسلاً الى قومهم دل على انه كلمهم بعد ذلك ولهذا قالوا يا قومنا اجيبوا داعي الله فدل على انهم اجتمعوا به صلى الله عليه وسلم قبل عودهم الى قومهم -

واخرج البيهقي باسناده عن ابن مسعود رضي الله عنه قال هبطوا على النبي صلى الله عليه وسلم وهو يقرأ القرآن ببطن نخلة فلما سمعوا قالوا انصتوا قالوا صه وكانوا تسعة احدهم زوبعة فانزل الله و اذ صرفنا اليك نفراً من الجن الى قوله مبين - وفي الصحيحين من حديث ابن مسعود انه صلى الله عليه وسلم اذنته بهم شجرة -

فائدہ - ارضِ عرب میں سوق عکاظ کے علاوہ کئی بازار لگا کرتے تھے - سوق عکاظ ومجنّۃ وذوالمجاز کے علاوہ اکثر بازاروں کا نگران وسرپرست قبیلہ تاجروں سے ٹیکس (عشور) وکسٹم وصول کرتا تھا - ہر بازار کا ضامن وذمہ دار ایک خاص قبیلہ ہوتا تھا جس کی کوشش سے وہ بازار کامیاب رہتا تھا - وہ ضامن قبیلہ ہی شرکاء بازار اور ان کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا تھا کیونکہ بازار کے اندر چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا - اس ضامن قبیلہ کے رئیس کے کارندے بازار کے اندر اور ارد گرد حفاظت پر مامور ہوتے تھے تاہم بازار تک دور دراز علاقوں پر سے گزرنے کے لیے خفارہ کے بغیر پہنچنا مشکل تھا - اس واسطے راستہ میں واقع قبائل کی حفاظت ومدد سے یہ کام آسان ہوسکتا تھا -

یعقوبی لکھتے ہیں کہ عرب کے مشہور بازار دس ہیں - قال اليعقوبي في كتابه ج ۱ ص ۲۳۹ ان اسواق العرب كانت عشرة اسواق يجتمعون بها في تجاراتهم ويجتمع فيها سائر الناس ويأمنون على دمائهم واموالهم اھ - وفي المفصل ج ۷ ص ۳۶۹ وتقع هذه الاسواق في مواضع مختلفة متناثرة من جزيرة العرب فهي اذن اسواق عربية وهنالك اسواق اخرى تقصدها العرب للاتجار في مواسم في اوقات مختلفة كانت خارج جزيرة العرب في العراق او في بلاد الشام او في الحبشة اھ -

ان اسواق کے احوال کے لیے دیکھیے بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۶۴۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۱۔ المفضلیات ص ۲۰۸۔ معجم البکری ج ۳ ص ۹۵۹۔ النقائض ج ۱ ص ۱۳۹۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۱۶ و ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ الاغانی ج ۱۴ ص ۱۴۵۔ المحبر ص ۲۶۳۔ البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۰۰ الاغانی ج ۱۴ ص ۲۳۔ ج ۱۱ ص ۶، ۸۲ ج ۱۲ ص ۱۶ ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ اُسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۲۴۔

ان بازاروں کی حفاظت کرنے والے محرمون اور ان میں فساد کرنے والے اور ظلم و لُوٹ مار کرنے والے محلّون کہلاتے تھے۔ قال الیعقوبی فی کتابہ ج ۱ ص ۲۷۰ وکان فی العرب قوم یستحلّون المظالم اذا حضروا هذه الاسواق فسمّوا المحلّون وکان فیہم من ینکر ذلك وینصب نفسه لنصرة المظلوم والمنع من سفك الدماء فیسمّون الذادة المحرمون واما المحلون فکانوا قبائل من اسد وطیٔ وبنی بکر وقوم من بنی عامر بن صعصعة واما الذادة المحرمون فکانوا من بنی عمرو بن تمیم وبنی حنظلة بن زید مناة وقوم من هذیل وقوم من بنی شیبان وقوم من بنی کلب بن وبرة فکانوا هؤلاء یلبسون السلاح لدفعهم عن الناس۔ انتہی۔ وراجع عقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۶ والبیان والتبیین ج ۳ ص ۱۰۱۔

عرب کے مشہور بازاروں کے نام یہ ہیں ۱۔ سوق دومۃ الجندل۔ ۲۔ سوق ہجر ۳ سوق عمان۔ ۴ سوق المشقر۔ ۵۔ سوق عدن ابین۔ ۶۔ سوق صنعاء۔ ۷ سوق حضرموت۔ ۸ سوق ذی المجاز۔ ۹ سوق مجنّۃ۔ ۱۰ سوقِ عکاظ۔ ۱۱ سوق جباشۃ۔ ۱۲ سوق صحار۔ ۱۳ سوق بدر۔ ۱۴ سوق بنی قینقاع۔ ۱۵ سوق الشحر۔ ۱۶ سوق عثر۔

یہ تو عام بازار تھے۔ ان کے علاوہ بعض چھوٹے بازار بھی تھے جو کسی خاص قبیلے سے متعلق ہوتے تھے۔

وقد ذکر بعض اهل الاخبار ان اسواق العرب الکبیرة کانت فی الجاهلیة ثلاث عشرة سوقًا واوّلها تیامًا دومة الجندل قاله المرزوقی فی الازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۱ ـ راجع لبیانها الطبری ج ۲ ص ۲۷۶ صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۰۱ کتاب الصفة ص ۱۷۹۔

تکمیل افادہ کی غرض سے ہم یہاں پر مذکورہ بالا بازاروں میں سے چند مشہور بازاروں کے مختصر احوال ذکر کرتے ہیں:-

(الف) سوق دومۃ الجندل۔ یہ شام و حجاز کے مابین ایک مقام ہے۔ ہر سال یکم ربیع الاوّل کو اس کا انعقاد ہوتا تھا اور ۱۵ دن تک زور شور کے ساتھ جاری رہتا۔ ویسے تھوڑا بہت ربیع الاول کے آخر تک جاری رہتا تھا۔ بنو کلب و جدیلۃ طیٔ اس سوق کے جیران تھے۔ اس سوق کی تولیت و حکومت دو رئیسوں یعنی اُکیدر عبادی ثم سکونی اور قُنافۃ الکلبی میں بدلتی رہتی تھی۔

قال فی المحبّر ص ۲۶۳ فکان العبادیّون اذا غلبوا ولیها اُکیدر واذا غلب الغسّانیون وَلّوها قُنافة وکانت غلبتهما ان الملکین کانا یتحاجیان فایما مَلِكٌ غلَب صاحِبَه باخراج ما یُلقی علیه ترکه والسوق فصنع فیها

ماشاء ولم يبع فيها احد شيئا الا باذنه حتى يبيع الملك كلما اراد بيعه معما يصل اليه من عشورها وكان لكلب فيها قن كثير فى بيوت الشعر فكانوا يكرهون فتياتهم على البغاء وكانوا اكثر العرب وكانت مبايعة العرب فيها القاء الحجارة وذلك انه كان ربما اجتمع على السلعة نفر يساومون بها صاحبها فايهم رضى القى حجره فربما اتفق فى السلعة رهط فلا يجدون بدا من ان يشتركوا وهم كارهون وربما اتفقوا فالقوا الحجارة جميعا اذا كانوا عدداً على امر بينهم فوكسوا صاحب السلعة اذا طابقوا عليه ـ اهـ۔

عبارتِ مجرّ سے معلوم ہوا کہ سوق دومة جندل میں بیع القاء الحصاة والحجر رائج تھی۔ یہ وہ بیع ہے کہ جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا اور اسے ختم کر دیا۔ فروی مسلم عن ابی هریرة رض قال نهی رسول الله صلی الله علیہ وسلم عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر۔ قال النووی فی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص۲ واما بیع الحصاة ففیه ثلاث تأویلات احدها ان یقول بعتك من هذه الاثواب ماوقعت علیه الحصاة التی ارمیها او بعتك من هذه الارض من هنا الی ما انتهت الیه هذه الحصاة۔ والثانی ان یقول بعتك علی انك بالخیار الی ان ارمی بهذه الحصاة والثالث ان یجعلا نفس الرمی بالحصاة بیعا فیقول اذا رمیت هذا الثوب بالحصاة فهو مبیع منك هكذا اهـ۔

قال فی المفصل ج ۷ ص۳۷۰ وكان اكیدر صاحب دومة الجندل یرعی الناس ویقوم بامرهم اول یوم وتدوم سوقهم الی نصف الشهر وكان اكیدر یعشر الناس (تعشیر کا معنی ہے ٹیکس لینا یا مال پر کسٹم وصول کرنا۔ بہرحال وہ شرکاء سوق سے کچھ مال وصول کرتا تھا) وربما یتولاها بنو كلب الذین یأتونها متأخرین فیتولونها وتدوم عند قدوم بنی كلب الی اٰخر الشهر ویتولون هم حینئذٍ تعشیر الناس اهـ۔

راجع البلدان ج ۴ ص۱۰۶، ج ۲ ص۶۲۵ والیعقوبی ج ۱ ص۲۲۶ وابن خلدون ج ص۲۴۳۔

ویعرف البیع فیها ببیع الحصاة وهو نوع من انواع المقامرة ابطله الاسلام وكان مكس هذه السوق لمن یتولی الاشراف علیها ودومة الجندل فی غائط من الارض خمسة فراسخ ومن مغربه عین تثج فتسقی ما به من النخل والزرع ودومة ضاحیة بین غائطها واسم حصنها مارد۔ كما فی تاج العروس ج ۸ ص۲۹۷ ج ۲ ص۵۰۰ وهو حصن قدیم ورد ذكره فی الشعر الجاهلی وقد اكتسب شهرة كبیرة بین الجاهلیین حتی ضربوا به وبالابلق حصن السموأل المثل فی العز والمنعة فقالوا "تمرد مارد وعز الابلق" قالوا قصدهما الزباء فعجزت عن قتالهما فقالت تمرد مارد وعز الابلق وذهب مثلاً لكل عزیز ممتنع۔ ودومة الجندل مفرق من مفارق الطرق مهم یقصده اصحاب القوافل الذاهبون الی العراق والی الشام وبالعكس لوجود العذب بها وهی الیوم یسمی الجوف فی المملكة السعودیة۔

راجع المفصل ج ۷ ص۳۶۲ و الازمنة والامكنة للمرزوقی ج ۲ ص۱۶۱ ومراصد الاطلاع ج ۲ ص۵۳۶ و

التاریخ الکبیر ج ا ص۹۵ والمسالک والممالک ص۱۵۱ والکامل ج ۲ ص۱۹۲۔
یعض بعید قبائل سوق دومۃ الجندل تک راستے میں واقع قبائل کی مدد وتعاون ہی سے جسے خفارہ کہتے ہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر تاجر دشر کا سوق چوروں اور ڈاکوؤں کے خطرے کے پیش نظر شریک سوق نہیں ہوسکتے تھے۔ محبّر میں ہے وکان کل تاجر یخرج من الیمن والحجاز یخفر بقریش ما داموا فی بلاد مضر لان مضر لم تکن تعرض لتجار مضر ولا یھیجھم حلیف لمضری کان ذلک بینھم فکانت کلب لا یھیجھم لحلفھم بنی تمیم وطی لا تھیجھم لحلفھم بنی اسد وکانت مضر تقول قضت عنا قریش مذمۃ ما اورثنا اسمٰعیل علیہ السلام من الدین اھ۔
(ب) سوق المشقر۔ یہ سوق مقام ہجر میں تھا۔ سوق دومۃ الجندل کے بعد لوگ اس بازار میں چلے جاتے تھے۔ سوقِ مُشقر یکم جمادی الآخرہ سے آخر ماہ تک پورا ایک مہینہ جاری رہتا تھا۔ اس بازار میں اہل فارس بھی سمندر پار کر کے شریک ہوتے تھے۔ بنو عبد القیس وتمیم اس بازار کے جیران تھے۔ اس بازار کے بادشاہ ونگران بنو تمیم میں سے ہوتے تھے۔ ملوکِ فارس ہی نے یہاں پر مختلف قبائل کے اپنی طرف سے بادشاہ ورؤسا مقرر کیے تھے۔ بازار مشقر کا انتظام بھی دومۃ الجندل کی طرح تھا یہاں کا رئیس تجار سے عشور وصول کرتا تھا۔ وکان من یؤمھا من التجار یتخفرون بقریش لانھا لا تؤتی فی بلاد مضر وکان بیعھم فیھا الملامسۃ والھمھمۃ اما الملامسۃ فھی الایماء یؤمئ بعضھم الی بعض فیتبایعون ولا یتکلمون حتی یتراضوا ایماءً واما الھمھمۃ فکیلا یحلف احدھم علی کذب ان زعم المشتری انہ قد بدا لہ۔ کذا فی المحبر۔
وفی المفصل ویحمی المشقر حصن قدیم قدیم یقال ورثہ امرؤ القیس وقد اشیر الیہ فی الشعر۔
یہ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں بادشاہِ فارس کی کچھ فوج رہتی تھی۔ اور غلہ جمع کرنے کے گودام تھے جو بوقتِ ضرورت عرب میں وہ تقسیم کرتے تھے اور اسی قلعہ کے ذریعہ وہ اعراب کی شرارتوں سے مملکت فارس کی سرحدات کی حفاظت کرتے تھے۔
دیکھیے کتاب الیعقوبی ج ا ص ۲۲۶۔ معجم البکری ج ۴ ص ۱۱۹۳۔ الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۲۔ آثار البلاد واخبار العباد ص ۷۳۔ مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۲۷۵۔
فائدہ۔ بیع ملامسہ کو نبی علیہ السلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ ففی صحیح مسلم روی ابو ھریرۃ رضی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الملامسۃ والمنابذۃ قال النووی فی شرحہ ج ۲ ص۲ ولاصحابنا ثلاثۃ اوجہ فی تأویل الملامسۃ احدھا تاویل الشافعی وھو ان یأتی بثوب مطوی او فی ظلمۃ فیلمسہ المستام فیقول صاحبہ بعتکہ بکذا بشرط ان یقوم لمسک مقام نظرک ولا خیار لک اذا رأیتہ والثانی ان یجعلا نفس اللمس بیعا فیقول اذا لمستہ فھو مبیع لک والثالث ان یبیعہ شیئا علی انہ متی لمسہ انقطع

خیار المجلس وغیرہ وهذا البیع باطل علی التاویلات کلها اھ۔

(ج) سوق صُحار۔ یہ سوق عمان میں یکم رجب سے صرف پانچ دن تک قائم رہتا تھا۔ جلندی بن مستکبر اس کا متولی وحاکم تھا اور وہی اس بازار کے عشور وصول کرتا تھا۔ یہ سوقِ صُحار سوقِ مشقر کے فوراً بعد منعقد ہوتا تھا۔ کذا فی محبر۔ ص ۲۶۵۔ ویذکر بعض اهل الاخبار ان البیع فی سوق صحار هو بالقاء الحجارة۔ راجع الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶۔ الازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۳۔ المفصل ج ۷ ص ۳۷۶۔

(د) سوق دَبا۔ یہ عرب کا خاص سوق تھا۔ کیونکہ اس میں عرب کے علاوہ خارج عرب یعنی سندھ و ہند وچین واہل مشرق ومغرب کے تاجر بھی شرکت کرتے تھے۔ سوقِ دَبا سوق صحار کے بعد منعقد ہوتا تھا۔ یہ بازار ماہِ رجب کے آخری دن شروع ہوتا تھا قال فی المحبر وکان بیعهم فیها المساومة وکان الجلندی بن المستکبر یعشرهم فیها وفی سوق صحار ویفعل فی ذلك فعل الملوك بغیرها۔ اھ۔ ودبا احدی فرضتی العرب۔

(ﮦ) سوق الشحر شحر مهرة۔ سوق دبا کے بعد سوق شحر اس پہاڑ کے دامن میں منعقد ہوتا تھا جس میں بقول بعض اہل تاریخ ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ ولم تکن بها عشور لانها لیست بارض مملکة وکانت التجار تخفر فیها بنی محارب بن حرب من مهرة وکان قیامها للنصف من شعبان وکان بیعهم بها القاء الحجارة۔ کذا فی المحبر ص ۲۶۶۔ وکان غالب مایعرض فیها الادم والبز وسائر المرافق ویشترون بها الکندر والصبر ویقصدها تجار من البر والبحر۔

راجع الازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۳ والیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶ وتاج العروس ج ۶ ص ۲۹۳ والمفصل ج ۷ ص ۳۷۷۔

(و) سوق عدن۔ سوق شحر کے بعد سوق عدن یکم رمضان سے دس دن تک منعقد کیا جاتا تھا وکانوا لا یتخفرون هنا باحد لانها ارض مملکة وامرها محکم وکانت الابناء تعشرهم بها ولا تشترون فی اسواقهم ولا تبیع والابناء ابناء الفرس الذین فتحوا الیمن مع وهرز وقتلوا الحبشة۔ کذا فی المحبر۔ واما ما قبل حکم الابناء فقد کان یعشر هذه السوق ملوك حمیر ثم من ملك الیمن من بعدهم واشهر ما یباع فیها الطیب ولم یکن احد یحسن صنع الطیب من غیر العرب حتی ان تجار العرب ترجع بالطیب المعمول تفخر به فی السند الهند ویرحل به کذلك تجار البر الی فارس والروم۔

راجع الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ والازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۵ والمفصل ج ۷ ص ۳۷۵۔

(ز) سوق صنعاء۔ سوق عدن کے بعد سوق صنعاء ۱۵ رمضان کو شروع ہوتا اور آخر رمضان تک جاری رہتا تھا۔ وکان بیعهم بها الجس جس الایدی انتهی ما فی المحبر۔ وقد اشتهرت هذه السوق ببیع الخرز والادم والبرود وکانت تجلب الیها معافر والقطن والکتان والزعفران والاصباغ ویشترون بها من البر والحدید وحاصلات الیمن۔

راجع صبح الاعشیٰ ج ۱ ص۴۱۰ والازمنۃ والامکنۃ ج ۵ ص۱۶۵ الیعقوبی ج ۱ ص۲۳۶۔
بیع جس ایدی کو بیع الملامسہ کہتے ہیں۔ بیع الملامسہ سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔
(ح) سوق الرابیہ۔ سوق رابیہ وعکاظ ایک ہی دن یعنی ۱۵ ذوالقعدہ کو شروع ہوتے تھے۔ سوق عکاظ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ رابیہ حضر موت یعنی یمن میں ایک مقام کا نام ہے۔ قال فی المحبر فاما الرابیۃ فلم یکن یصل الیھا احد الا بخفارۃ لانھالم تکن ارض مملکۃ وکان من عزّ فیھا بزّ صاحبہ فکانت قریش تخفر فیھا ببنی اٰکل المرار وسائر الناس یتخفرون بآل مسروق بن وائل من کندۃ۔ اھ۔
(ط) سوق مجنۃ۔ سوق عکاظ بقول بعض یکم ذوقعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا۔ پھر ۲۱ ذوقعدہ سے لوگ سوق مجنۃ میں چلے جاتے تھے۔ سوق مجنۃ دس دن تک قائم رہتا تھا۔ قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص۱۲۳ ومجنۃ سوق باسفل مکۃ علی بریدمنھا وھی سوق لکنانۃ وارضھا من ارض کنانۃ وھی التی یقول فیھا بلال رضی اللہ عنہ بعد الھجرۃ ؎

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃً — بفخٍ وحولی اذخرٌ وجلیلُ
وھل اردن یوماً میاہ مجنۃٍ — وھل یبدون لی شامۃٌ وطفیلُ

وشامۃ وطفیل جبلان مشرفان علی مجنۃ انتھی۔
(ی) سوق ذوالمجاز۔ سوق مجنۃ کے بعد یکم ذوالحجہ سے آٹھ دن تک جاری رہتا تھا۔ ذوالمجاز ایک مقام کا نام ہے جو عرفات سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ذوالمجاز سے ۸ ذوالحجہ کو لوگ تجارت بند کر کے حج کے لیے عرفات ومنیٰ کی طرف چلے جاتے تھے۔
(یا) سوق حُباشۃ۔ یہ عرب کے مشہور وقدیم اسواق میں سے ہے۔ وھی سوق بتھامۃ یُتاجر فیھا اھل الحجاز واھل الیمن وکان فی جملۃ من حضرھا وتاجر فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تقام فی شھر رجب وحباشۃ سوق اُخریٰ کانت لبنی قینقاع۔ کذا فی المفصل۔
وقال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص۱۲۴ وحباشۃ سوق الازد وھی فی دیار الاوصام من بارق من صدد قنونا وحلی من ناحیۃ الیمن وھی من مکۃ علی ست لیال وھی اٰخر سوق خربت من اسواق الجاھلیۃ وکان والی مکۃ یستعمل علیھا رجلاً یخرج معہ بجند فیقیمون بھا ثلاثۃ ایام من اول رجب متوالیۃ حتی قتلت الازد والیاً کان علیھا من غنی بعثہ داؤد بن عیسی بن موسی فی ۱۹۷ھ فاشار فقھاء مکۃ علی داؤد بن عیسی بتخریبھا فخربھا وترکت الی الیوم وانما ترک ذکر حباشۃ مع ھذہ الاسواق لانھا لم تکن فی مواسم الحج ولا فی اشھرہ وانما کانت فی رجب انتھی۔
حباشہ بضم حا مہملہ ہے۔ یہ حباشہ ہی بڑا باعث تھا تصنیف یاقوت لکتاب معجم البلدان کا۔ کما صرح

به فی خطبته ومقدمة کتابه۔ اسی لفظ حاشہ پر یاقوت بن عبداللہ حموی اور ایک محدث کے مابین مرو شاہجہاں شہر میں ایک مجلس علمی میں گفتگو ہوئی۔ یاقوت کہتا تھا کہ یہ بضم حاء ہے اور وہ محدث کہتے تھے کہ حاء مفتوح ہے۔ معجم البلدان ج ا صنا۔

فارس۔ آیت وقلنا یا آدم اسکن انت وزوجك الجنة کے بیان میں مذکور ہے۔

فارس ایک وسیع مملکت کا نام تھا قدیم زمانہ میں جو موجودہ مملکت ایران سے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ ایک طرف اس کی حدود مکران سے متصل تھیں دوسری طرف کرمان سے نیز عراق کا اکثر بلکہ تقریباً سارا حصہ ارض فارس میں داخل تھا۔ اور تقریباً سارا افغانستان بھی فارس کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ لفظ فارس عربی میں غیر منصرف ہے تانیث وعلمیت کی وجہ سے۔ یہ ایک شہر کا نام بھی تھا۔ فارس لفظ عربی ہے لیکن یہ دراصل فارسی لفظ ہے معرب پارس ہے تعریب کے بعد یہ فارس ہوا۔

ملک فارس کا اکثر حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کی ابتداء مشہور صاحب کرامات صحابی علاء حضرمیؓ نے کی تھی جو اولاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بحرین پر عامل تھے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بھی عامل رہے اسی پر۔ علاء حضرمیؓ نے فارس کے ایک جزیرے کو فارس کے قریب فتح کرلیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ ان کی اجازت کے بغیر یہ اقدام کیا تھا۔ وقال عمر غررت المسلمین وامره ان یلحق بسعد بن ابی وقاص بالکوفة فسار نحوه فلما بلغ ذا قارمات العلاء الحضرمیؓ۔

فائدہ۔ ارض فارس پر زمانۂ قدیم سے کئی خاندان حکمران رہے ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت فارس پر ساسانیوں کی حکومت تھی۔ دولت بنی ساسان کا ہر بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ملقب ہوتا تھا۔ ساسانی دولت وحکومت سے قبل فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ نہیں کہا جاتا تھا۔ حکومت ساسانی کا پہلا بادشاہ ازدشیر ہے اور یہ اردشیر بابکان کے نام سے مشہور ہے۔ یہی شخص دولت ساسانیہ کا مؤسس اول ہے۔ اردشیر بابکان نے سن ۲۳۰ء قبل میلاد المسیح علیہ السلام میں بڑی جنگ کے بعد حکومت حاصل کی اور اس طرح اکاسرہ کی حکومت قائم ہوئی اور پھر سیکڑوں برس اردشیر کے خاندان میں ہی حکومت چلتی رہی۔ تا آنکہ کسریٰ انوشیروان سن ۵۸۰ء میں حاکم ہوا۔ مشہور حکیم بزرجمہر اس کا وزیر تھا۔ نوشیروان کا عدل مشہور ہے۔ انوشیروان سن ۶۲۰ء میں فوت ہوا اور اسی کے زمانہ حکومت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ اکاسرہ کا آخری بادشاہ یزدجرد سن ۳۱ھ میں خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۵ ص۱۷۔

ملک فارس کی وجہ تسمیہ میں مؤرخین کہتے ہیں کہ فارس بن علم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ موسوم ہوا ہے۔ وقال ابن الکلبی سمیت بفارس بن ماسور بن سام بن نوحؑ۔ وقال ابوبکر احمد

الحلوانی سمیت بفارس بن مدین بن إرم بن سام بن نوح علیه السلام - وقیل سمیت بفارس بن طهمورث والیه ینسب الفرس لانہم من ولدہ وکان ملکاً عادلاً قریب العہد من طوفان نوح علیه السلام -

فائدہ - شاہانِ ملکِ فارس کے احوال میں اس فقیر روحانی بازی کا ایک مختصر مگر جامع ومفید تاریخی رسالہ ہے جس کا نام ہے عبرۃ السائس باحوال ملوک فارس - عام فائدہ کی خاطر قدرے تصرّف کے بعد اسے کتاب ہذا کا جزء بنانا اور یہاں پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے - وہ رسالہ یہ ہے :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم -

ملوک و شاہانِ فارس کے دو طبقے ہیں - اوّل قدماء جنھیں کینیہ کہا جاتا ہے - ان کا آخری بادشاہ دارا تھا، جس کو سکندر نے قتل کرایا - عند البعض کینیہ سے پہلے ملوک فارس کا ایک طبقہ اور بھی تھا - سکندر نے حکومتِ کینیہ ختم کر دی - دوّم متاخرین جو حکومت ساسانیہ و کسرویہ کے نام سے مشہور ہے - یہ حکومت، حکومتِ کینیہ کی طرح مدتِ طویل تک قائم رہی پھر مسلمانوں نے اسے ختم کر دیا - حکومت ساسانیہ کا بانی اور اوّل حاکم اردشیر ابن بابک شاہ تھا -

اہل فارس قدیم تر قوم ہے - ان کے قدماء کی تاریخ مختلف فیہ و مجہول ہے - علماء واصحاب تاریخ نے ان کے احوال اور ان کے حکمرانوں کے اسماء و کوائف ذکر کیے ہیں لیکن وہ احوال یقینی نہیں - اسی وجہ سے خود اصحاب تاریخ کے اقوال ان کے بارے میں باہم متضاد ہیں -

قتلِ دارا کے بعد فارسی لوگ یونانیوں کے ماتحت ہو گئے - سکندر کی موت کے بعد مدت تک طوائف الملوکی رہی - چھوٹے چھوٹے علاقوں اور صوبوں کے گورنر مستقل بادشاہت کے مدعی بن گئے - یہ طوائف الملوکی سکندر کی موت کے بعد حسب قول نصاریٰ واہل کتاب ۵۲۳ سال تک اور بقول مجوس ۲۶۶ سال تک جاری رہی - پھر اردشیر بن بابک شاہ نے بزور بازو طوائف الملوکی ختم کی اور متحدہ فارس کا حاکم و بادشاہ بن گیا اور شاہنشاہ سے موسوم ہوا - اس طرح ساسانی حکومت قائم ہوئی تا آنکہ اسلام نے اس کو ختم کر دیا - ساسانی دور کا آخری بادشاہ یزدجرد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قتل کیا گیا -

اہل فارس کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا - کیومرث سے یزدجرد تک کی مدت میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے - ابن سعید کتاب تاریخ الامم لعلی بن حمزہ اصفہانی سے نقل کرتے ہیں کہ کیومرث سے یزدجرد (یزدگرد) تک کا زمانہ ۴۲۸۱ سال پر مشتمل ہے - ہر ساسانی بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا ہے - اس سے متقدم شاہانِ فارس کسریٰ سے ملقب نہیں ہوتے تھے - فارسیوں کا دعویٰ ہے کہ ہماری بادشاہی کا سلسلہ دنیا میں قدیم تر ہے - مؤرخینِ فارس کے دعوے کے مطابق ان کا اول بلکہ کل اولادِ آدم میں اوّل بادشاہ کیومرث (بالثاء و التاء کما قیل) ہے -

قال فی لفظة العجلان ص۲۹ امة الفرس من اقدم امم العالم واشدهم قوة و اٰثاراً فی الارض و کانت لہم فی العالم دولتان عظیمتان طویلتان۔ الاولی منهما الکینیة وهی التی غلب علیها الاسکندر والثانیة الساسانیة الکسرویة وهی التی غلب علیها المسلمون و اما قبل هاتین الدولتین فبعید اخبارہ متعارضة ولاخلاف بین المحققین انہم من ولد سام بن نوح علیہ السلام وارض ایران هی بلاد الفرس ولما عربت قیل لها اعراق و قیل انہم من ولد ایران بن افریدون و هم ینسبون الفرس الی کیومرث و معناہ ابن الطین کانت ملوك الفرس من اعظم ملوك الارض فی قدیم الزمان۔

وهم اربع طبقات۔ الاولی یقال لہم الفیشدادیة ومعناها اول سیرة العدل وعدتها تسعة وهم اوشہنج و طہمورث وجمشید وبیوراسپ وهو الضحاك وافریدون بن اثفیان ومنوچہر وفراسیاب وزو وکرشاسف وهذہ الطبقة قدیمة وقد نقل فی مدة ملکهم وحروبهم امور یاباها العقل و یمجها السمع۔

والثانیة یقال لہم الکیانیة وهم الذین فی اول اسمائہم کی و هو لفظة التنویة قیل معناها الروحانی وقیل الجبار وعدة الکیانیة تسعة ایضا وهم کی کاؤس وکیخسرو وکیلہراسف، کی بشتاسف و کی ازدشیر وبہمن وخمانی بنت ازدشیر ودارا الاول ودارا الثانی وهو الذی قتلہ الاسکندر واستولی علی ملکہ۔

والثالثة۔ هم بعض ملوك الطوائف ویقال لهذہ الطبقة الاشغانیة وعدتہم احد عشر۔

الرابعة هم الاکاسرة لان کل واحد منہم یقال لہ کسری ویقال لہم ایضا الساسانیة نسبتہ الی جدہم ساسان وملك منہم عدة من النساء واولہم ازدشیر بن بابك وآخرہم یزدجرد الذی قتل فی ایام عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ انتہی بحذف۔

علامہ محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب محبر، ص ۳۹۲ پر لکھتے ہیں کہ جیومرت (کیومرث) جنسِ جن کا فرد تھا نہ کہ جنسِ انس کا۔ اور جیومرت یعنی کیومرث جنات کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کے بعد جنوں کا بادشاہ طہمورث بن کیومرث بنا۔ اس کے بعد اوشینک (اوسہنج) بادشاہ ہوا۔ اوشینک یعنی اوسہنج کے زمانے میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ فبعض المجوس یقول ان اٰدم ابن شینك ولیس کلہم یقول ذلك۔ اور نوعِ انس میں پہلا بادشاہ جم شاذ بن یونجہان من ولد قابیل تھا۔ وکان جمشاذ یقطع الدنیا کل یوم کما تقطعها الشمس یضحی بالمشرق ویمسی بالمغرب ملکہا والناس مائة نفس فیما بین نوح واٰدم علیہما السلام والثانی بعدہ نمرود بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام ملکہا والناس عشرة الاف نفس والثالث هو الضحاك بن قیس ذوالحیتین صدیق ابلیس ثم سلیمان بن داؤد علیہما السلام ثم ذوالقرنین هو هرمس بن میطون بن

سرومی بن لنطی بن کسلوحین بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام۔ انتہی۔

قال العبد الضعیف الروحانی انا لا اری صحۃ ما قال ابن حبیب من وجوہ۔ منہا[1] عدم ثبوت ما ادّعی بدلیل شاف اذ من اخبرہ من ملوک الجنّ ولم یثبت ذلک بنصّ۔ ومنہا[2] المشہور ان جیومرت واوسہنج من الانس لا من الجنّ ومنہا[3] ان قبل خلق اٰدم کانت الارض خالیۃ عن ملک الجن والملائکۃ اخلت عامۃ الارض عنہم وترکوھم فی الجبال والجزائر کما ثبت فی الاٰثار الصحیحۃ ولم یترک لہم احدًا برأس و یملک فکیف یصح قول ابن حبیب ان جیومرت واوشینک یعنی اوسہنج و طہموث ملکوا الارض کلہا۔ و منہا[4] ان اکثر المؤرخین صرّحوا بخلاف وقالوا ان اول ملک من البشر فی الارض غیرہم شاذ۔ ومنہا[5] ان کون الناس الی نوح علیہ السلام مائۃ نفس بعید عقلًا کیف وعمر اٰدم علیہ السلام الف سنۃ وکان نوح علیہ السلام طویل العمر وھذہ المدۃ الطویلۃ توجب العدد الکثیر من الانفس۔ ومنہا[6] ان قصر اولاد اٰدم الی زمن نوح علیہ السلام فی مائۃ نفس خطأ نقلا وخلاف ما صرح بہ الثقات من اھل التاریخ وقد اخرج الطبری فی تاریخہ باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لم یمت اٰدم حتی بلغ ولدہ وولد ولدہ اربعین الفًا بوخ۔ تاریخ طبری ج ۱ ص۹۴۔

مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۲۰ پر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فارسیوں کے دعوے کے مطابق ان کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث ایک مجہول شخص ہے۔ اس کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ (۱) یہ اصلِ نوعِ انسانی ہے یعنی کیومرث آدم علیہ السلام کا نام ہے۔ (۲) وہ ابنِ آدم یعنی ہابیل وقابیل کا بھائی ہے۔ (۳) کیومرث کا نام اُمیم ہے۔ وہو امیم بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ امیم سب سے پہلے ارضِ فارس میں آباد ہوا تھا۔ (ایک چوتھا قول بھی ہے کہ وہ نوعِ جنّ میں سے تھا۔ کما قدمنا من ابن حبیب النسابۃ)۔

آدم علیہ السلام سے تا کیومرث کوئی بادشاہ نہ تھا۔ کیومرث بنی آدم میں پہلا بادشاہ ہے۔ یہ اپنے زمانے میں بڑا محترم ومکرم شمار ہوتا تھا۔ اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ انسانوں میں بغض وعناد۔ جھگڑوں۔ شرارتوں اور جنگ وجدال کا معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ طاقت ور کمزور کو ذلیل کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو یقین ہوگیا کہ صرف رعب وخوف کے ذریعہ سے ہی شریر کو شرارت سے روکا جاسکتا ہے۔ یہ تو عالم کبیر یعنی نوعِ انسانی کا حال تھا۔

پھر انہوں نے عالم کبیر کو عالم اصغر یعنی جسمِ انسانی پر قیاس کرکے بادشاہ کے وجود کو جو مرکزِ طاقت اور مرکزِ تدبیر ہو ضروری سمجھا۔ تفصیلِ مقام یہ ہے کہ انہوں نے صورت وجسمِ انسان حسّاس و درّاک پر غور کیا تو انہوں نے دیکھا کہ انسان کے مختلف افعال وگوناگوں تصرفات وخواصِ ظاہریہ وباطنیہ کا ایک مرکز ہے۔ جو

ان سب امور کا منبع ہے۔ اسی طرح انسان کے جملہ اعضا۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ ظاہری و باطنی محسوس وغیر محسوس ارکانِ بدن جسم کے اندر ایک مرکزی قوت سے مربوط ہیں۔ اس مرکزِ قوت و منبع تدبیر و انتظام کا نام دل ہے۔ دل تمام بدن اور جملہ اعضاء واجزاء بدن کا بادشاہ و حاکمِ اعلیٰ و مدبّر ہے۔ وہ مرکزِ قوت ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق ارکانِ بدن کو چلاتا اور روکتا ہے۔ باقی سب اعضاء دل کے تابع اور بمنزلہ رعایا و خدّام ہیں۔ دل کے طفیل جسم انسانی کے یہ اعضاء باہم مربوط ہیں۔ اچھے اور بُرے راستے پر ڈالنے والا یہی دل ہے۔ بہرحال قلب بدن کا امیر و حاکم ہے۔ عالمِ اصغر کے حسین وقوی نظم و ضبط سے دانشورانِ اہلِ فارس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عالمِ کبیر و نوعِ انسانی کے انتظام و اصلاح کے لیے ایک مختار صاحب قوت حاکمِ اعلیٰ اور بادشاہ کی تقرری ناگزیر ہے۔

چنانچہ انہوں نے کیومرث سے قوم کا امیر و حاکم بننے کی درخواست کرتے ہوئے اپنی وفاداری فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ کیومرث نے امارت و بادشاہت قبول کرتے ہوئے مجلس قوم میں جو خطبہ دیا اس کے چند قیمتی جملے یہ ہیں اِنّ النِعم لا تدوم الّا بالشکر و انّا نحمد اللہ علی آیادیہ و نشکرہ علی نِعَمِہ و نَرغَب الیہ فی مزیدہا ونسألہ المعونۃَ علی ما دُفِعنا الیہ وحسنَ الھدایۃِ الی العدل الذی بہ یجتمع الشملُ ویَصفو العیشُ فثِقُوا بالعدل مِنّا و اَنصِفُونا من اَنفسکم نُوردِکم الی افضل ما فی ھممکم والسلام۔

پھر کیومرث کے سر پر تاج رکھا گیا۔ وہ پہلا انسان ہے کہ جس کی تاج پوشی ہوئی۔ کیومرث نے آخر دم تک عدل و انصاف سے حکومت کی اور لوگ اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

کیومرث پہلا شخص ہے جس نے کھانا کھانے وقت خاموش رہنے کی تلقین کی وقال لتأخذ الطبیعۃ بقسطہا فیصلح البدن بما یرد الیہ من الغذاء وتسکن النفس عند ذلک فتدبّر کل عضو من الاعضاء تدبیرًا یؤدّی الی ما فیہ صلاحہ من اخذ صفو الطعام فیکون الذی یرد الی الکبد وغیرہ من الاعضاء القابلۃ للغذاء مایناسبہا وما فیہ صلاحہا فان الانسان متی شغل عن طعامہ بضرب من الضروب انصرف قسطٌ من التدبیر وجزءٌ من التغذی الی حیث انصباب الھمۃ و وقوع الاشتراک فأضرّ ذلک بالانفس الحیوانیۃ والقوی الانسانیۃ واذا کان ذلک ادی الی مفارقۃ النفس الناطقۃ لھذا الجسد المرئیّ وفی ذلک ترک للحکمۃ وخروج عن الصواب۔ کذا فی المروج۔ ج ۱ ص ۲۲۱۔

بعض نسّابین کہتے ہیں کہ بنی آدم کا پہلا حاکم و بادشاہ اوشہنج (اوشہنق) تھا۔ اوشہنج بطنِ حواء سے آدم علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۷۸ وکان بعضہم یزعم ان اوشہنج ھذا ھو ابن آدم علیہ السلام لصلبہ من حواء واما ھشام الکلبی فانہ فیما حُدِّثتُ عنہ قال بلغنا واللہ اعلم انّ اوّل مَلِکٍ مَلَکَ الارض اوشہنق بن

عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام قال والفرس تدعیہ وتزعم انہ کان بعد وفاۃ آدم بمائتی سنۃ قال وانما کان ھذا الملک فیما بلغنا بعد نوح بمائتی سنۃ فصیرہ اھل فارس بعد آدم بمائتی سنۃ ولم یعرفوا ما کان قبل نوح ثم رد الطبری قول الکلبی ورجح القول الاول ۔ وقال ان مُلک اوشھنج ھذا کان اربعین سنۃ ۔ مسعودی نے اوشہنج کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کیومرث کی اولاد یعنی نسل میں سے ہے اور کیومرث کے بعد بادشاہ بنا۔

سلسلۂ شاہان فُرس میں پانچواں بادشاہ ضحاک کے نام سے مشہور ہے۔ بقول مسعودی اس کا اصل نام بیوراسپ بن ارواد سب بن رسنوران بن نیاداس بن طلح بن فروال بن ساہر فرس بن کیومرث ہے۔ یہ عجوبۂ زمانہ شخص تھا۔ بعض کے نزدیک فرس میں سے تھا اور بعض کے نزدیک عرب میں سے تھا۔ یہ بڑا ساحر تھا۔ اقالیم سبعہ کا حکمراں تھا۔ بڑا جابر وسرکش وظالم تھا۔ ابونواس وغیرہ کی رائے میں وہ عرب یمن کا ایک فرد ہے۔ قالوا ھو الضحاک بن علوان بن عبید بن عویج من الیمن۔ ضحاک نے اپنے بھائی سنان بن علوان کو حاکم مصر مقرر کیا تھا۔ سنان بن علوان فراعنۂ مصر میں سے پہلا فرعون ہے۔ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری کے وقت یہی فرعونِ مصر تھا اور اسی کے ساتھ حضرت سارہ زوجۂ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پیش آیا تھا۔ پھر اس نے ہاجرہ امّ اسماعیل علیہ السلام سارہ کو دی۔ یہ اہل یمن کا بیان ہے۔ مگر فُرس اس بیان کے منکر ہیں۔ کما فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۹۸۔

فُرس کہتے ہیں الضحاک ھو الازدھاق وھو بیوراسب بن ارونداسب وقیل فی اسم ابیہ اروادسب وقیل اندرماسب۔

قدیم اسماء کے تلفظ میں عموماً ایسا اختلاف نظر آتا ہے۔ علماء تاریخ بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری اس کتاب میں اسماء قدیمہ کا اس قسم کا اختلاف موجود ہے۔ مصنف اس میں معذور ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضحاک کا نام قرشت تھا۔ یہ جابر تھا اللہ تعالیٰ نے اسے مسخ کر کے اژدہا بنا دیا جس کے سات سر تھے کہتے ہیں کہ اب بھی اس کی صورت و مورتی شہر دباوند میں موجود ہے۔ اقالیم سبعہ کا مالک تھا۔ روی الطبری عن الامام الشعبی قال ابجد وھوز وحطی وکلمن وسعفص وقرشت کانوا ملوکا جبابرۃ فتفکر قرشت یوما فقال تبارک اللہ احسن الخالقین (ای جعل نفسہ احسن الخالقین فمسخہ اللہ فجعلہ اجدھاق (وھو معرب اژدہا۔ سانپ) ولہ سبعۃ ارؤس فھو ھذا الذی بدنباوند و جمیع اھل الاخبار من العرب والعجم تزعم انہ ملک الاقالیم کلھا وانہ کان ساحرا فاجرا، اھ۔ ثم قال ملک الضحاک بعد جم فیما یزعمون الف سنۃ وسار بالجور وبسط یدہ فی القتل وکان اوّل من سنّ الصلب والقطع واول من وضع العشور (ای الخراج) وضرب الدراھم واوّل من تغنّی و

وغُنِیَ لہ اھ۔

وفی المروج ج ۱ ص۲۲۳ انہ کان ساحراً وملک الاقالیم السبعۃ وکان ملکہ الف سنۃ وبغی فی الارض وتمرّد وانہ مقید فی جبل دباوند بین الریّ وطبرستان اھ۔ قیدہ افریدون وفی تاریخ الطبری ج ۱ ص۱۰۱ کان عمرہ الف سنۃ ومُلکہ منہا کان ستمائۃ سنۃ وقیل کان عمرہ ۱۱۰۰ سنۃ الی ان خرج علیہ افریدون فقتلہ وزعم بعضہم ان نوحًا علیہ السلام کان فی زمانہ وانہ ارسل الیہ والی من فی مملکتہ۔

وقال الطبری ایضاً قبیل ھذا ان الضحاک کان عاصیًا وانہ غصب الارض واھلہا بسحرہ و خبثہ وھوّل علیہم بالحیّتین اللتین کانتا علی منکبیہ فلقی الناس منہ کل جھد وذبح الصبیانُ یقول البعض الذی کان علی منکبیہ کان لحمتین طویلتین نا تئتین علی منکبیہ کل واحد منہما کرأس الثعبان و انہ کان بخبثہ ومکرہ یسترھما بالثیاب ویقول للتھویل وترھیب الناس انہما حیّتان تقتضیانہ الطعام وکانتا تتحرّکان تحت ثوبہ اذا جاع کما یتحرّک العضو من الانسان عند التہابہ بالجوع والغضب وکان الناس منہ فی جھد شدید ویقال انہ خرج فی منکبہ سِلعتان فکانتا تضربان علیہ فیشتدّ علیہ الوجع حتی یطلیہما بدماغ انسان فکان یقتل لذلک فی کل یوم رجلین ویطلی سلعتیہ بدماغیہما فاذا فعل ذلک سکن ما یجد۔

قال ھشام بن محمد بلغنا ان افریدون وکان مولدہ بدنباوند خرج حتی ورد منزل الضحّاک وھو عنہ غائب بالھند فحوی علی منزلہ ومافیہ فاقبل الضحّاک وقد سلبہ اللہ قوّتہ فاوثقہ افریدون و صیّرہ بجبال دنباوند فالعجم تزعم انہ الی الیوم موثق فی الحدید یعذّب ھنالک وبعض المجوس تزعم انہ جعلہ اسیرًا فی تلک الجبال موکلاً بہ قومٌ من الجنّ ومنہم من یقول انہ قتلہ ھذا ما فی تاریخ الطبری وفی کتاب اللقطۃ ص۳۰ وغیرہ من الکتب ما حاصلہ ان اول من خرج علی الضحّاک رجل باصبہان اسمہ کابی وکان حدّادًا فدعا الناس الی مجاھدۃ الضحّاک فی ۲۹۳ سنۃ من ھبوط اٰدم علیہ السلام وکان معہ عصا فعلق باطرافہا جرابًا کان عندہ ثم نصب ذلک العلم فاسرع الناس الی اجابتہ لما کانوا فی فنون الجور فلما غلب کابی علی الضحّاک تفاءل الناس بذلک العلم فعظموا امرہ وزادوا فیہ حتی کان جمیع ملوک الفرس علمہم الاکبر الذی یتبرّکون بہ وسمّوہ درفش کابیان۔ فکانوا یظہرونہ فی الامور العظام وقال ھشام بعد ذکر قصۃ اخری لرفع العلم بلغنا ان ھذا العلم کان جلد اسدٍ انہ لم یزل محفوظاً عند ملوک فارس فی خزائنہم فالبسہ ملوک فارس الذھب والدیباج تیمّنًا بہ طبری ج ۱ ص۹۹ ثم بعد الفتح ملکوا علیہم افریدون۔

فائدہ۔ اتخذت الفرس بامر افریدون یوم قتل افریدون الضحّاک اوحبسہ فی جبل دباوند عیدًا ویوم نجاۃ من الاٰفات وسمّوا ھذا العید عید المھرجان وکان ذلک فی شھر مھر ماہ مھروز ذکرہ الطبری

فی التاریخ ج ۱ ص۹۹ وللفرس عیدان مشهوران وبقیا حتی فی الاسلام عند بعض ملوك العراق وایران کانوا یظهرون فیهما المسرّات وهما مهرجان ونیروز (نوروز) اما المهرجان فقد مرّ وجه تقریره۔

ومهر فی الفارسیة اسم الشمس قال القزوینی وذکروا ان فی هذا الیوم یوم مهرجان دحا الله الارض وجعل الاجساد قرار الارواح اھ ویوم مهرجان دائما هو یوم ۲۲ سبتمبر اذ فی هذا الیوم تکون الشمس فی الاعتدال الخریفی ویعتدل اللیل والنهار فی جمیع العالم اذ مدار الشمس یسامت فیه خط الاستواء وبعد هذا الیوم تصیر الشمس الی البروج الجنوبیة وتکون فیها الی ستة اشهر ثم بعد ستة اشهر تصل الشمس الی الاعتدال الربیعی فی ۲۱ من شهر مارس (مارچ) ویعتدل اللیل والنهار فی العالم لکون الشمس مسامتة لخط الاستواء ثم بعد ۲۱ مارس تدخل الشمس فی البروج الشمالیة وتکون فیها الی نحو ستة اشهر ویوم ۲۱ مارس هو یوم عید النیروز عند الفرس۔ نوروز معناه فی الفارسیة الیوم الجدید وهو اول یوم من السنة الفارسیة والفرس زعموا ان الله فی هذا الیوم ادار الافلاك وسیّر الشمس والقمر والکواکب۔

وقد ذکرنا فی ترجمة جمشید بالدال المعجمة والمهملة وجه بدء النیروز وذکرنا هنالك انهم کانوا یتزینون ویظهرون انواع الفرح فی النیروز الی ستة ایام فکان عیدهم الی ستة ایام۔ وکذلك مهرجانهم الی عدة ایام بل قال البعض انهم کانوا یجعلون جمیع الشهر عیدًا باظهار انواع الزینة والفرح۔

قال فی المروج ج ۲ ص۱۹۷ ان شهر تشرین الاول ۳۱ یومًا وفیه المهرجان وبین النیروز والمهرجان ۱۶۹ یومًا وعند الفرس فی معنی المهرجان انه کان لهم ملك فی قدیم الزمان من ملوك الفرس قد عمّ ظلمه خواصّ الناس وعوامّهم وکان یسمّی مهر وکانت الشهور تسمّی باسماء الملوك فقیل مهرماه ومعنی ماه هو الشهر وان ذلك الملك طال عمره واشتدّت وطأته فمات فی النصف من هذا الشهر وهو مهرماه فسمّی ذلك الیوم الذی مات فیه مهرجان وتفسیره نفس مهر ذهبت وبعض اهل العراق وغیرهم من العجم یجعلون هذا الیوم اول یوم من الشتاء اھ بتصرف۔

وفی بعض کتب التاریخ ان زرادشت الذی تزعم الفرس انه نبیهم وجاء بکتاب ادّعاه وحیًا من الله تعالی هو الذی رتّب لهم عیدین النیروز فی الاعتدال الربیعی والمهرجان فی الاعتدال الخریفی وکان زرادشت کما قیل فی ایام بشتاسف۔

مزید تفصیل مندرجہ ذیل نقشہ وجدول سے معلوم کی جاسکتی ہے:۔

هذا جدول ملوك فارس من بدء نوع الانسان الى ظهور الاسلام

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
١	كيومرث۔ هو اوّل من ملك الارض وتوّج بتاج قيل هو آدم وقيل ابن آدم وقيل من نسل نوح عليه السلام وقال ابن حبيب المؤرخ كان من الجنّ قبل آدم عليه السلام۔	٤٠
٢	ثم اوشهنج[1] بن فروال بن سيامك بن برنيق بن كيومرث وقيل هو اخ الكيومرث بن آدم كان ينزل الهند۔	٤٠
٣	ثم طهمورث بن نوبجهان بن ارفخشذ بن اوشهنج كان ينزل سابور وظهر في عهده بوذاسف الذي احدث مذاهب الصابئة والفرس تزعم ان الله اعطى طهمورث لطاعته قوة وقال الكلبي اعطي من القوة ما خضع له ابليس وشياطينه وقيل انه ابتنى مدينة سابور ونزلها وانه وثب على ابليس فركبه فطاف عليه في جميع الارض وانه اول من امر باتخاذ الكلاب لحفظ المواشي۔	٣٠
٤	ثم جمشيد[2] اخو طهمورث قيل كان في زمنه الطوفان وقيل كان قبل الطوفان۔ وهو اوّل من امر بغزل الابريسم والقطن	٩٠٠

[1] قال ابن حبيب كان من الجنّ ملك الارض كلها وحكى الطبري في تاريخه ج ١ ص١٦٥ انه اول من قطع الشجر وبنى البناء واول من استخرج المعادن والحديد وانه بنى مدينة "الري" وانه قهر ابليس وجنوده ومنعهم من الاختلاط بالناس وقتل مردتهم وملك الاقاليم كلها ١٢

[2] وشيد معناه عندهم الشعاع لقبوا به فقالوا جمشيد لجماله واسمه الاصلي جم ملك ٦٠٠ سنة وقيل ٩٠٠ سنة وستة اشهر كما في المروج ج ١ ص٢٢٣ وانه سخر الشياطين على ما زعمت الفرس وذللهم وامرهم بعمل الرخام والجص وصنعة النورة وامر بعجلة من زجاج فصعد فيها الشياطين وركبها واقبل عليها بمساعدة الشياطين في الهواء من بلده من دنباوند الى بابل في يوم واحد وذلك في يوم النيروز فاتخذ الناس للاعجوبة التي رأوه عيد نوروز وامرهم باتخاذ ذلك اليوم وخمسة ايام بعده عيدا وهو عيد الفرس المسمى بالنيروز (نوروز) ودفع الله عنه وعنهم الحرّ والبرد والاسقام والهرم والحسد الى مدة طويلة ثم ان جمشيد بطر وتكبر بعد ما كان مطيعا لله خاضعا له وجحد احسان الله واخبرهم

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۵	ثم بيوراسب[۳] بن ارواداسب وهو الضحاك وهو الذی قتل جمشید ۔	۱۰۰۰
۶	ثم افریدون[۴] بن اثقابان بن جمشید ملك الاقالیم السبعة وکانت دار مملکته بابل وهو اشهر ملوك الفرس ۔	۵۰۰

جمشید انه ولیهم وربهم والدافع عنهم بقوته الاسقام والهرم وغیرذلك فجاء النقص والهوان فی ملکه بعد ما ادعی الربوبیة و وثب علیه بیوراسب نغلبه علی ملکه وقتله ۔ کذا ذکر الطبری ج ۱ ص ۸۸ ۔

ف۳ وکان الضحاك ساحرا ملك الاقالیم السبعة وفی اللقطة ص ۴۰ انه یقال له الدهاك ومعناه عشر آفات فلما عرب قیل الضحاك وکان ابراهیم علیه السلام فی اواخر ایام الضحاك واول ملك افریدون والفرس یجعلون الضحاك قبل الطوفان لانهم یعترفون بالطوفان وفی الطبری ج ۱ ص ۹۹ قال بعض العلماء ان الضحاك هونمرود وهو الذی اراد احراق ابراهیم علیه السلام ۱۲ ۔

ف۴ وفی زمنه وزمن بیوراسب کان ابراهیم والخضر علیهما السلام کما فی الطبری ج ۱ ص ۱۹۴ ویقال کان افریدون قبل ابراهیم الخلیل علیه السلام بکثیر ویقال ان افریدون هو نوح النبی علیه السلام والصحیح انه من ولد جمشید بینهما تسعة آباء وانه الذی محا آثار ثمود وقیل هو ذو القرنین المذکور فی القرآن ویدل کلام الطبری فی تاریخه ج ۱ ص ۱۹۴ ان ابراهیم وموسی والخضر علیهم السلام وفرعون مصر کلهم کانوا فی زمن بیوراسب و افریدون وللمؤرخین فی ذلك اختلاف کثیر وافریدون هو الذی قتل الضحاك الذی کان اظلم الناس دجالا ساحرا وقیل حبسه وجعلوا یوم قتل الضحاك عیدا اسموه المهرجان وقد تقدم بیانه وبیان النیروز ۔

وافریدون اول من تسمی بکی ومعناه التنزیه ای مخلص متصل بالروحانیات وقیل معناه البهاء لانه کان یغشاه نور من یوم قتل الضحاك وقیل معناه مدرك الثار وفی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۰۱ قیل ان افریدون اول من سمی بالکیبیة فقیل له کی افریدون وتفسیر الکیبیة التنزیه کما یقال روحانی یعنون به ان امره مخلص منزه یتصل بالروحانیة وقیل ان معنی کی طالب الدخل وقیل معناه البهاء وان البهاء یغشی افریدون حین قتل الضحاك ۔

وکان افریدون رجلا جسیما بهیا مجربا عادلا فی ملکه وکان طوله تسعة ارماح کل رمح ثلاثة ابواع وعرض حجزته ثلاثة ارماح وعرض صدره اربعة ارماح ۔

وکان له ثلاثة ابناء اسم الاکبر سرم والثانی طوج والثالث ایرج وهو اصغرهم وقسم الارض بینهم

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۷	ثم منوجهر (منوچہر) بن ایران بن افریدون وکان ینزل بابل دار مملکته قیل کان فی زمنه موسیٰ وھارون ویوشع علیہم السلام -	۱۴۸
۸	ثم سہم بن ابان بن اثقبان بن یوح بن منوجھرکانت دار مملکته بابل قاله المسعودی	۶۰

اثلاثا وجعل ایرج مَلِكَ العراق والھند والحجاز وجعله صاحب التاج والسریر وفوّض الیه الولایة علی اخویه قیل وبه سمیت مملکة بابل وارضها وما حولها ایران فایران مصحف لفظة ایرج وقیل سمیت ارض بابل لهذا السبب ایران شہر قیل ان افریدون اوّل من نظر فی الطب والنجوم واول من ذلّل الفیلة وامتطاها ونتج البغال واول من اتخذ الاوز والحمام ویقال ان الترك من اولاد افریدن فان الترك الذی تنسب الیه الاتراك کان ابن ارشسب بن طوج بن افریدن ویقال فی ارشسب شہراسب -

۵ھ هو اوّل من خندق الخنادق وزعم البعض ان منوشہر هذا ابن منشخرنر بن افریقیس بن اسحاق بن ابراہیم علیهما السلام انتقل الیه الملك بعد ان مضی ۱۹۲۲ سنة من عہد جیومرث ذکرہ الطبری والفرس ینکر هذا النسب ولا تعرف لها ملکا الّا فی اولاد افریدن تملّك منوجهر (منوشہر) ۱۲۰ سنة ثم وثب علیه ابن لابن طوج الترکی فنفاه عن العراق ۱۲ سنة ثم غلب علیه منوشہر وتملّك بعد ذلك ۲۸ سنة فمدّة جمیع ملکه ۱۴۸ سنة وکان مَلِكُ الیمن فی عہدہ الرائش بن قیس بن صیفیّ بن سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان ویقال انّ موسی علیه السلام ظہر فی سنة ۶۰ من ملك منوشہر -

قال الطبری وقد یزعم بعض المجوس ان افریدن وطیٔ ابنة لابنه ایرج یقال لها کوشك فولدت لافریدن جاریةً اسمها فرکوشك ثم وطیٔ افریدن فرکوشك هذہ فولدت لافریدن جاریة اسمها زوشك ثم وطیٔ افریدون زوشك فولدت لافریدن جاریة اسمها فرزوشك ثم وطیٔ افریدن فرزوشك هذہ فولدت لافریدن جاریة اسمها بیتك ثم وطیٔ افریدن بیتك هذہ فولدت لافریدون جاریة اسمها ایرك ثم وطیٔ افریدن ایرك هذہ فولدت لافریدون جاریة اسمها ایرك ثم وطیٔ افریدن ایرك هذہ فولدت لافریدن جاریة اسمها ویرك ثم وطیٔ افریدن ویرك هذہ فولدت لافریدن ابنا اسمه منشجزفاغ وبنتا اسمها منشجزك ثم ان منشجزفاغ وطیٔ اخته منشجزك فولدت له ابنا اسمه منشخرنر وبنتا اسمها منشرارك ثم ان منشخرنر وطیٔ اخته منشرارك هذہ فولدت له منوشہر ای منوجھر وکان مولدہ بدنباوند وقیل بالرّیّ -

ثم ان منوشہر لما کبر صار الی جدّہ افریدن فتوسم فیه افریدن الخیر وتوجه بتاجه ۱۲ -

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٩	ثم فراسياب بن اطوج بن ياسر بن رامي بن ارس بن بولك بن ساساسب بن زسست بن نوح بن دوم بن سرور بن اطوج بن افريدون وكان عمره اربعمائة سنة -	١٢
١٠	ثم زوّ بن طهماسب وقيل في اسمه زاب وقيل زاغ وكان محمود السيرة محسنًا في رعيته وهو الذي طرد فراسيات بن فشنج بن رستم بن ترك وترك هذا جدّ سائر الترك الموجود بن اليوم -	٣
١١	ثم كيقباذ بن زاغ بن نوجياه بن ميسو بن نوذر بن منوشهر قيل ان الملوك الكيبية واولادهم من نسله -	١٠٠
١٢	ثم كيقاؤس بن كيبيّة بن كيقباذ الملك قيل ان الشياطين كانت مسخرة له عن امر سليمان بن داؤد عليهما السلام -	١٥٠

٥٦ قيل بعد موت منوشهر (منوجهر) غلب على مملكة فارس فراسيات (فراسياب) بن فتنج بن رستم بن ترك فهو من الترك لا من الفرس وقيل ان فراسيات من نسل افريدون فهو من الفرس وقيل ان الترك كلهم من اولاد افريدون وكان فراسيات جائرًا اجبارًا اعظم جوره وخرّب ماكان عامرًا من بلاد فارس ودفن الانهار والقنى ولم يزل الناس منه في اعظم البلايا والفتن الى ان ظهر عليه زوّ بن طهماسب من نسل منوجهر فطرده زوٌ الى تركستان فعمر زوٌ ماخرب وافسد ويوم طرد زوّ فراسيات اتخذه الفرس عيدًا ويوم سرور لما رفع الله عنهم شرّ فراسيات وجعلوه الثالث من اعيادهم النوروز والمهرجان ١٢ -

٥٧ كان كيقاوس في زمن سليمان عليه السلام قيل بنى كيقاوس بلدة كبيرة بمساعيّ الشياطين لها سور من صفر وسور من شبه وسور من نحاس وسور من فخار وسور من فضة وسور من ذهب وكانت الشياطين بنوا هذه البلدة مابين السماء والارض مع مافيها من الحيوانات والناس وكان كيقاوس لايحدث اى لايبول ولايتغوّط وهو يأكل ويشرب وكان منصورًا مظفرًا في كل امر فلما رأى عزّه تجبّر فغزا بلاد اليمن وعلى اليمن يومئذٍ ذو الاذعار بن ابرهة ذى المنار بن الرائش فظفر بكيقاوس وحبسه في بئر ثم جاء رستم واطلق كيقاوس - يقال لكيقاوس قابوس ايضًا ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
١٣	ثم كيخسرو بن سياوخش بن كيقاوس قيل انه زهد بعد مدّة فى الملك وتنسّك فغاب للعبادة فلا يدرى اين مات قيل ان سياوخش والد كيخسرو بنى فى حياة ابيه مدينة القندهار من ارض افغانستان وكيقاوس بنى مدينة كشمير فى ارض الهند ولم يكن لكيخسرو عقب ۔	٦٠
١٤	ثم لهراسف[٥٨] بن قنوج بن كيمس بن كيناسس بن كيناسة بن كيقباذ الملك و قد احسن وعدل فى الرعيّة وبنى بلدة بلخ ۔	١٢٠
١٥	ثم بشتاسب[٥٩] بن لهراسب وهو الذى اطلق سبايا بنى اسرائيل واسارهم واذن لهم بالذهاب الى ارضهم بلاد الشام وفلسطين وعمارة بيت المقدس بعد ما خرّبها بخت نصر فعمروها ۔	١٥٠
١٦	ثم بهمن بن اسفنديار بن بشتاسب كان دار مملكته بلخ ويقال له اردشير بهمن بن اسفنديار وكان متواضعًا مرضيًّا يكتب فى كتبه من اردشير عبد الله وخادم الله	

٥٨ وهو الذى غضب على بنى اسرائيل وأهلكهم وشتّت شملهم حيث عيّن بخت نصر مرزبان بابل والعراق ومعنى مرزبان النائب والحاكم على حصّة من الملك (اى گورنر) وكان اسمه بالفارسيّة بخترشه وهذا هو الاصحّ وقيل كان بخت نصر ملكًا مستقلًّا قال الطبرى فى تاريخه ج ا ص ۲۸۱ كان بختنصر فى زمان لهراسب وكان بختنصر اصبهذ (گورنر) ما بين الاهواز الى ارض الروم من غربى دجلة اه بحاصله وبختنصر هو الذى سبى بنى اسرائيل وقتلهم وخرّب بلادهم وكان ينزل بابل وكان فى زمانه ارميا النبى عليه السلام الذى مكث فى نومه ٧٠ سنة او مكث ١٠٠ سنة كما فى القرآن المجيد قاله الطبرى وقيل كان ذلك عزير النبى عليه السلام وكان بختنصر بعد داوٗد وقبل عيسى عليهما السلام ويؤرّخ كثير من القدماء كبطليموس صاحب المجسطى تاريخ الامم من عهد بختنصر وكانت نيابة بختنصر ۴۰ سنة وقيل عاش اكثر من ٣٠٠ سنة وكان فى خدمة لهراسب ثم فى خدمة بشتاسب بن لهراسب ثم فى خدمة بهمن ١٢

٥٩ وفى زمنه انتبه ارمياء او عزير عليهما السلام من النوم بعد ٧٠ سنة او ١٠٠ سنة فنظر الى بيت المقدس كيف تعمر ويبنى مسجدها وقال اعلم ان الله على كل شئ قدير و فى عهد بشتاسب وقيل اسمه بستاسف ظهر زرادشت الذى تزعم المجوس انه نبيّهم وكان زرادشت عند البعض من العلماء خادمًا لبعض تلامذة ارمياء النبى عليه السلام

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
	السائس لامرهم وهو ابو دارا الاكبر وابو ساسان ابى الملوك الساسانية من الفرس المتأخرة على ماسيأتى توفى بهمن وله ابنان دارا الاكبر وساسان وبنت اسمها خمانى وقيل حماية۔	١١٢
١٧	ثم حماية بنت بهمن بن اسفنديار كانت حسنة السياسة قاله المسعودى وقال الطبرى اسمها خمانى وتلقبت بشهرازاد وانما ملكت خمانى بعد ابيها لانها حملت من ابيها فسألته ان يعقد التاج له فى بطنها ففعل ذلك بهمن فلما رأى ساسان ذلك وكان كبيرًا حينئذ لحق باصطخر فتزهّد ولحق بالجبال يرعى الغنم ولذا قيل له الراعى۔	٣٠
١٨	ثم اخوها وابنها اى دارا بن بهمن وكانت دار مملكته بابل وهو دارا الاكبر اخو ساسان ابى الملوك الساسانية وبعد ما كبر دارا حوّلت اختها وامّها خمانى التاج عن راسها اليه وبنى هو مدينة بفارس سماها دارابجرد وكانت دار مملكته بابل كان ضابطا لملكه قاهرًا لمن حوله من الملوك وكان معجبا بابنه دارا الاصغر ومن حبّه اياه سمّاه باسم نفسه وصيّر له الملك من بعده۔	١٢
١٩	ثم دارا الاصغر[له] ابن دارا الاكبر ابن بهمن اساء السيرة فى رعيته وقتل رؤساءهم وكان غرًّا جبّارًا حقودًا۔	١٤

اثيرا عنده فكذب عليه فدعا عليه الله فبرص فلحق ببلاد اذربيجان فاظهر بها دين المجوسية ثم توجه الى بشتاسب وهو ببلخ فاعجبه ودخل بشتاسب فى المجوسيّة وقسر الناس على الدخول فيه وقتل فى ذلك رعيته مقتلة عظيمة وكان قبل هذا على دين الصابئين ١٢

[له] وهو آخر سلسلة ملوك الفرس القدماء وقد ملّه اهل فارس واحبّوا الراحة منه فغزا الاسكندر الرومى فلحق كثير من اعلامهم بالاسكندر فالتقيا ببلاد الجزيرة وقيل بناحية خراسان مما يلى الخزر فاقتتلا سنة قتالا شديدًا ثم ان دارا قتله اصحابه وتقربوا بذلك الى الاسكندر فقتل الاسكندر قاتليه وقال هذا جزاء من اجترأ على ملكه وكان الاسكندر امر باسر دارا وعدم قتله فلما اخبر بذلك ذهب اليه فوجده يجود بنفسه فوضع راسه فى حجره وبكى عليه وقال سلنى حوائجك فسأله دارا ان يتزوج ابنته روشنك ويقتل قاتليه فوفى له الاسكندر وتزوّج بروشنك وبعد قتل دارا سهل لاسكندر التسلّط على جميع ملوك الدنيا وملك فارس والروم و الشام ومصر وهدم كثيرًا من المدن والحصون وبيوت النيران فى فارس واحرق كتبهم ودواوين دارا

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٢٠	ثم الاسكندر[1] بن فيلفوس المقدونی اليونانی الرومی كان فيلفوس ابوه ملكا على اليونانيين وكان من بلدة مقدونية ـ	١٤
	ثم بعد موت الاسكندر ملك كل قطر و ناحية امراء الاسكندر وكان ابنه صغيرا وذكر الطبرى ان اسم ابنه الاسكندروس وانه ابى واختار النسك والعبادة فملك اليونانية عليهم بطليموس ابن لوغوس وكان على مصر والشام ونواحى المغرب ملكه وكل من ملك هذه البلاد يسمى بطليموس وكان ملكه ٣٨ سنة ـ	٣٨
	ثم ابنه اورغاطس	٢٩
	ثم بطليموس ساطر	١٧
	ثم بطليموس الاحسندر	١١
	ثم بطليموس الذى اختفى عن ملكه	٨
	ثم بطليموس دوسيوس	١٦
	ثم بطليموس قالوبطرى ـ وكل هؤلاء من اليونانيين ـ	١٧
	ثم ملك الشام فيما ذكره الروم المصاص فكان اول من ملك منهم جايوس يوليوس ـ	٥
	ثم ملك الشام اغوسطوس ولما مضى من ملكه ٤٢ سنة ولد عيسى عليه السلام و بين مولده وقيام الاسكندر ٣٠٣ سنة ـ	٥٦

ود فاتر علومهم وكان يعبد الاصنام ومعلمه ومشيره ارسطو الفيلسوف ١٢

[1] وكان ابوه يحمل الخراج الى ملك الفرس فلما ملك الاسكندر انكر عن اداء ذلك فوقعت الحرب بينه وبين دارا و كان ما كان قيل كان يونانيا وقيل روميا والطبرى حكى كل ذلك وغزا الهند ووصل الى فنجاب اقليم باكستان ثم رجع فمات بناحية السواد فحمل الى الاسكندرية فى تابوت من ذهب وكان ملكه ١٤ سنةً وقتل دارا كان فى اول السنة الثالثة من ملكه وبنى اثنتى عشرة مدينة وسماها كلها اسكندرية منها الاسكندرية بمصر ومنها مدينة اصبهان ومدينة هراة ومدينة مرو ومدينة سمرقند وقرر فى كل ناحية من فارس وغيرها نوابا له وخاطب كل واحد بالملك ونحو ذلك من الالقاب وكان مراد الاسكندر تشتيت كلمتهم وغلبة كل رئيس منهم على ناحيته فينعدم نظام الملك والانقياد الى ملك واحد على الاسكندر ليرجع الامر اليه وكان ذلك باشارة ارسطو معلمه ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٢١	ثم نرجع الى ملوك الفرس فنقول لم يجتمع ملك فارس لاحد بعد الاسكندر وكان الزمان زمان ملوك الطوائف الى مدة ٥٢٣ سنة او اقل لا يخضعون[12] لاحد.	٥٢٣
٢٢	ثم ملك[13] الفرس كلها اردشير بن بابك بن ساسان قيل كان من الفرس من نسل بهمن ابن اسفنديار اى من نسل افريدون وكان من ملوك الطوائف.	١٥ تقريبًا
٢٣	ثم كسرٰى سابور بن اردشير كتب اليه ملك الروم بلغني حسن سياستك لرعيتك وسلامة مملكتك وانى احببت ان اسلك طريقتك فكتب اليه سابور نلت ذلك بثمان خصال لم اهزل فى امر ولا نهى ولم اخلف وعدًا ولا وعيدًا قط وحاربت للغنى لا للهوى واجتلبت قلوب الناس ثقة بلا كره وخوفًا بلا مقت وعاقبت للذنب لا للغضب وعممت بالقوت وحسمت الفضول.	٣١
٢٤	ثم هرمز بن سابور كان حسن السيرة فى رعيته.	١
٢٥	ثم بهرام[14] بن هرمز وكان حليمًا فاستبشر الناس بولايته وفى عهده كان مانى بن يزيد الزنديق داعى المذهب الثنوى.	٣

[12] غيران من كان يملك بلاد الجبل يَعُدُّ ونه اكبرهم وهم الملوك الاشغانون الذين يُدعون ملوك الطوائف وكان هذا الافتراق قائمًا الى ملك اردشير بابكان وفى هذا الزمان كان رفع عيسٰى وقتل الانبياء منهم يحيٰى وزكريا عليهم الف الف صلاة وسلام قال الطبرى وكان ملك الاسكندر وملك سائر ملوك الطوائف فى النواحى ٥٢٣ سنة اه. وقيل ٢٦٦ سنة وقال المسعودى ٥١٧ سنة وذلك من ملك الاسكندر الى ان ظهر اردشير بن بابك بن ساسان الذى هو جدّ الملوك الساسانية ١٢۔

[13] قالوا ان اردشير غلب على جميع الملوك واسرهم وقتل البعض وخضع له البعض واجتمع به الفرس كلهم وكان ملك الفرس فى اسرته الى ان ظهر الاسلام وهم الملوك الساسانية وكل ملك ساسانى كان يلقّب بكسرٰى وآخر من ملك منهم يزدجرد قتل فى عهد عثمان رضى الله عنه وكانت مدّة ملكه اربع عشرة وعشرة اشهر ١٢

[14] قال الطبرى دعاه مانى الزنديق الى دينه فوجده داعية الشيطان فامر بقتله وسلخ جلده وحشوه تبنًا وتعليقه على باب من ابواب مدينة جندى سابور وقتل اصحابه اه. وفى المروج ج ١ ص ٢٥ ان مانى بن يزيد عرض على بهرام مذاهب الثنوية فاجابه احتيالًا منه عليه الى ان احضر دعاته المتفرقين فى البلاد فقتلهُ

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٢٦	ثم بهرام بن بهرام بن هرمز ملك ١٨ سنة او ١٧ سنة وكان فی اول ملکه مشغولاً فی اللذات واللهو والصید والنزهة فخربت البلاد وهلك الضعيف واقطع الضياع لخواصه فخلت من عمّارها وقلّ مال الخزانة۔	١٧
٢٧	ثم بهرام بن بهرام بن بهرام ملك ٤ سنين او تسعًا۔	٤
٢٨	ثم نرسی بن بهرام وهو اخو بهرام المذكور من قبل ای اخو بهرام الثالث۔	٩
٢٩	ثم هرمز بن نرسی۔ ثم هلك ولا ولد له فشقّ ذلك على الناس وكانت بعض نسائه حبلى فملّكوا حبلها فولدت تلك المرأة سابور ذا الاكتاف۔	٧

قتل الرؤساء من اصحابه۔ وفی ایام مانی هذا ظهر اسم الزندقة وذلك ان الفرس اتاهم زرادشت بكتاب اسمه البستاه ثم فسّره وسماه الزند ثم فسر الزند وسماه البازند وكان الزند بيانًا لتأويل المتقدّم المنزل فمن عدل منهم من البستاه الى التاويل الذی هو الزند قالوا هذا زندی ای منحرف عن ظواهر المنزل الى تأويل هو بخلاف المنزل فعرّبته العرب وقالوا زندیق والثنوية هم الزنادقة ١٢

ف١٥ قیل انه سار لیلة مع الموبذان (قاضی القضاة) فی منتزهاته وصیده نحو المدائن فتوسط خربات لا انيس بها الا البوم واذا بوم يصيح وآخر يجاوبه فقال بهرام للموبذان هل احد أُعطِی فهم منطق الطير فقال الموبذان انا افهمه فقال مايقول هذان الطائران قال الموبذان هذا بوم ذكر يخاطب بومة ويقول لها امتعينی من نفسك حتی يخرج منّا اولاد يسبّحون الله ويبقی لنا عَقِب يكثرون ذكرنا فاجابته البومة نعم هذا هو الحظّ الاوفر لكن بشرط خصال اوّلها ان تعطينی من خربات امهات الضياع عشرين قرية ممّا قد خرب فی ايام هذا الملك فقال البوم ان دامت هذا الملك اعطيتكِ ممّا يخرب من الضياع الف قرية فما تصنعين بها؟ قالت فی اجتماعنا ظهور النسل وكثرة الولد فنقطع كل واحد من اولاد ناقريةً من هذه الخربات فقال لها الذكر هذا اسهل امر سألتنيه وانا مَلِیٌّ بذلك فهاتی مابعد ذلك۔ فلما سمع بهرام هذا الكلام من الموبذان استيقظ من نومه قال ما الغرض الذی له قصدتَ بضربك المثل على لسان الطائر قال الموبذان ايها الملك ان الملك لايتم عزّه الا بالشريعة والقيام لله تعالى بطاعته والتصرف تحت امره ونهيه ولا قوام للشريعة الا بالملك ولا عزّ للملك الا بالرجال ولا قوام للرجال الا بالمال ولا سبيل الى المال الا بالعمارة ولا سبيل الى العمارة الا بالعدل والعدل الميزان المنصوب بين الخليقة نصبه الربّ وجعل له قيّما وهو الملك وانت انتزعت الضياع من عمّارها وهم ارباب

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٣٠	ثم سابور ذو الاكتاف وخلفه والده حملا وتقلد الوزراء والكتاب اعمال المملكة . [له]	٧٢
٣١	ثم اردشير بن هرمز بن نرسی فخلع بعد اربع سنين وكان جائرا مفسدا قتل العظماء .	٤
٣٢	ثم سابور بن سابور ذی الاكتاف مات تحت فسطاط كان ضرب عليه بعد ما قطع اطنابها وكان عادلا .	٥
٣٣	ثم اخوه بهرام بن سابور ذی الاكتاف كان حسن السياسة فرماه بعض الفتاك برمية نشابة فقتله وكان لقبه كرمان شاه .	١١
٣٤	ثم يزدجرد [له] بن بهرام كرمان شاه وقيل هو اخو كرمان شاه .	٢٢

الخراج واقطعتها الحاشية واهل البطالة فقلت العمارة والاموال فانتزع الملك الضياع وردها الى اربابها وتوجه الى امور الملك فحسنت ايامه حتى كانت تدعى ايامه اعيادا ١٢

له وضعف امر الفرس فطمعت فيها الترك والروم والعرب وغلبوا على كثير من النواحی والاقاليم فغلبت العرب على سواد العراق وملكهم الحارث بن الاغر الايادی فلما بلغ عمر سابور ١٦ سنة فتح جميع النواحی واكثر من القتل والسبی والتخريب وقتل العرب وغزا الروم وبنى فی هذه الغزوات مدينة بارض السواد وهی الانبار وبارض الاهواز مدينة السوس وبارض خراسان مدينة نيسابور وكل ملوك الفرس الثانية من نسل اردشير بن بابك بل اكثر الفرس الاولى قبل اردشير كانوا من المجوس يعبدون النار كانت لهم بيوت النار فی شتى المواضع وكانت دار مملكة بعض الفرس الثانية من نسل اردشير مدينة سابور وتسمى ايضا جنديسابور من بلاد خوزستان و فی المروج ج١ ص٢٥٩ ان ملوك الساسانية يسكنون بطيسون بغربی المدائن فسكن سابور بالجانب الشرقی من المدائن وبنى هناك الايوان المعروف بايوان كسرى وكان فی زمنه ملك الروم قسطنطين الذی بنى مدينة قسطنطينية وكان اول من تنصر من ملوك الروم ثم انما سمی سابور بذی الاكتاف لانه قتل العرب وخلع اكتافهم ظلما . فلما هلك سابور اوصى بالملك لاخيه اردشير بن هرمز ١٢

له وكان يلقب بالاثيم وكان جبارا جائرا شيطانا مريدا يقتل او يعاقب بادنى زلة سيئ الخلق منها للناس لا يأمن احدا على شئ وكان الناس من العظماء وغيره منه فی بلاء عظيم فتضرعوا الى الله بتعجيل انقاذهم منه فاتفق ان رمحه فرس على فؤاده رمحة هلك منها مكانه وغاب ذلك الفرس فی مكانه فكانوا يقولون لم نر هذا الفرس من قبل وان الله ارسل هذا الفرس من الغيب لاهلاكه ١٢

	اسماء الملوک و بعض احوالہم	مدۃ الملک بالسنین
۳۵	ثم بہرام جور[۱۸] بن یزدجرد الاثیم نشأ فی العرب فی الخورنق عند النعمان ملک وھو ابن عشرین سنۃ وکان ذا قوۃ وبطش شدید وجرأۃ کبیرۃ فغرق مع فرسہ فی جب الوحل ولم یجدوا جثتہ ۔	۲۳

فائدہ ملک فارس کی ارضِ عرب سے متصل سرحدات پر بادشاہِ فارس کی طرف سے بعض نائبین مقرر تھے یہ نائبین بظاہر خود مختار بادشاہ تھے لیکن درحقیقت وہ کسریٰ کے تابع تھے۔ ان نائبین میں سے ایک مشہور بادشاہ نعمان بن امرئ القیس البدء بن عمرو ملک الحیرۃ وھو صاحب الخَوَرْنَق والخَوَرْنَق قصر لہ اشھر من قفا نبک یضرب المثل ببانیہ سنمار وکان النعمان المذکور فی زمان یزدجرد الاثیم ھذا ۔

وکان سبب بناء الخورنق فیما ذکرہ الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص ۶۵ ان یزدجرد الاثیم کان لا یبقی لہ ولد فسأل عن منزل بری مری صحیح من الادواء والاسقام فدل علی ظہر الحیرۃ فدفع ابنہ بہرام جور الی النعمان ھذا وامرہ ببناء الخورنق مسکناً لہ وانزلہ ایاہ وامرہ باخراجہ الی البادیۃ من بوادی العرب وکان الذی بنی الخورنق رجلاً یقال لہ سِنِمّار فلما فرغ من بنائہ تعجبوا من حسنہ واتقان عملہ فقال لو علمت انکم توفوننی اجری وتصنعون بی ما انا اھلہ بنیتہ بناءً یدور مع الشمس حیث دارت فقال وانک لتقدر علی ان تبنی ما ھو افضل منہ ثم لم تبنہ فامر بہ فطرح من رأس الخورنق فمات سنمار اھ ۔ فضربوا بہ المثل لمن ظلم محسنہ ولمن کان مکفراً قال ابو الطمحان القینی ؎

جزاء سنمار جزاھا وربھا ۔۔۔ وباللات والعزی جزاء المکفر

وقال سلیط بن سعد ؎

جزی بنوہ ابا الغیلان عن کبرٍ ۔۔۔ وحُسنِ فعلٍ کما یُجزی سنمار

وقیل ؎

جزانی جزاہ اللہ شرّ جزائہ ۔۔۔ جزاء سنمار وما کان ذا ذنب

وقیل ان الذی امر ببناء الخورنق ھو المنذر بن النعمان وھو الذی استحضنہ یزدجرد ابنہ وکان اسم ھذا الابن بہرام جور بن یزدجرد الملک ۱۲

[۱۸] حکی من قوتہ انہ رکب یوماً قبل ان یتملک الی الصید فاذا ھو باسد قد شد علی عیر فتناول الاسد ظہر العیر بفیہ لیفترسہ فرماہ بہرام رمیۃ فی ظہرہ فنفذت النشابۃ من بطنہ ثم من ظہر العیر الی سرتہ حتی

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٣٦	ثم يزدجرد[١٩] بن بهرام جور سار فيهم باحسن سيرة وكان له ابنان احدهما فيروز والاٰخر هرمز۔	١٩

افضت الی الارض فساخت فیها الی قریب من ثلثها فتحرکت طویلاً فامر بهرام فصوّر ما کان منه فی امر الاسد العیر فی بعض مجالسه۔ ومما حکی من شدّة بأسه وشجاعته انه اخذ الرایة والتاج بین اسدین ضاریین و قتلهما من غیر سیف وذلك انه لما مات ابوه یزدجرد الاثیم وکان ظالماً تعاقد العظماء ان لا یملکوا احداً من ذرّیة یزدجرد لسوء سیرته فملکوا رجلاً من عترة اردشیر بن بابك یسمی کسریٰ فطلب بهرام جور ان یکون ملکاً فی مقام ابیه واجتمع بالوزراء والکبار القصّة طویلة وصالحوا علی ان یلقی التاج والرایة بین اسدین ضاریین مشبلین فمن تناولهما من بین الاسدین فهو الملك وبهرام جور هو الذی اشار بهذا الطریق من الصلح فجعلوا التاج والرایة بین اسدین مجوّعین وارخی وثاقهما وکان هذا بمحضر جمع عظیم ثم قال بهرام لکسریٰ دونك التاج والزینة فقال کسریٰ انت اولی بالبدء فلم یکره بهرام قوله ثقة ببطشه وحماسته وحمل جرزاً ومشی الی الاسدین فبدر الیه اسد فلما دنا من بهرام وثب وثبة فعلا بهرام ظهر الاسد وعصر جنبی الاسد بفخذیه عصراً اثخنه وجعل یضرب علی رأسه بالجرز ثم شدّ الاسد الاٰخر علیه فقبض علی اذنیه وعرکهما بکلتا یدیه فلم یزل یضرب رأسه برأس الاسد الاٰخر الذی کان راکبه حتی دمغهما ثم قتلهما بالجرز فتناول التاج والزینة وصار ملك الفرس کلها وکتب علی خاتمه بالافعال تعظم الاخبار۔ ولم یزل ملکا علی الفرس فرکب یوماً للصیّد فشدّ علی عیر (الحمار الوحشی) فغاص هو وفرسه فی حومة حمأة فغرق فسارت الدته الی ذلك الجبّ والحومة وامرت بنقل الطین فنقلوا طیناً کثیراً حتی جمعوا من ذلك آکاماً عظاماً ولم یقدروا علی جثّة بهرام کذا فی کتب التاریخ ١٢

[١٩] احضر یزدجرد هذا رجلاً من الحکماء لاقتباس الرأی منه بسوس به رعیّته فقال له یزدجرد ایها الحکیم الفاضل ما صلاح الملك ؟ فقال الرفق بالرعیّة واخذ الحق منهم من غیر مشقّة والتودّد الیهم بالعدل وامن السبل وانصاف المظلوم من الظالم قال فما صلاح امر الملك ؟ فقال وزراؤه واعوانه فانهم ان صلحوا صلح وان فسدوا فسد ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٣٧	ثم هرمز بن يزدجرد بن بهرام جور فنازعه اخوه فيروز فقتله فيروز وولى الملك	
٣٨	ثم فيروز[٢٠] بن يزدجرد تملك بعد ما قتل اخاه هرمز وثلاثة نفر من اهل بيته فاظهر العدل وحسن السيرة ۔	٢٧
٣٩	ثم بلاس (بلاش) بن فيروز نازعه فى الملك اخوه قباذ ففر قباذ الى خاقان ملك الترك يسأله المعونة وكان بلاس حسن السيرة وبنى بالسواد اى بقرب المدائن مدينة ساباط فمات بعد اربع سنين من ملكه ۔	۴
۴٠	ثم قباذ[٢١] بن فيروز وقيل فى اسمه قباد بالمهملة. وفى زمنه ظهر مزدك الزنديق واليه تنسب المزدكية ودخل قباذ فى المزدكية فقتل ابنه انوشروان هذا الزنديق ۔	۴٣

[٢٠] قحط الناس فى زمنه سبع سنين فاحسن التدبير وقسم الخزائن وكف عن الجباية واخذ الجزية وامر ان يكون حال الغنى والفقير والشريف والوضيع فى التأسى واحدًا واخبرهم انه ان بلغه ان انسيًّا مات جوعًا عاقب اهل المدينة او اهل القرية فلم يمت احد منهم جوعًا الا رجلا واحدًا ثم ابتهل الى ربه فانزل الغيث هلك فيروز فى الحرب على يدى ملك الهياطلة المسمى اخشنوار فى بلاد خراسان ۱۲

[٢١] كان قباذ عند النزاع مع اخيه بلاش ذهب الى خاقان مستنصرًا به على اخيه بلاش فمر بحدود نيسابور ومعه جماعة متنكرين فنزلوا عند رجل من الاساورة فتاق قباذ الى الجماع وامران تلتمس له امرأة ذات حسب فصار رفيق له الى امرأة صاحب المنزل وكان رجلًا من الاساورة وكانت له ابنة بكر فائقة فى الجمال فتكلم معها ان تبعث بابنتها الى قباذ فاعلمت زوجها ولم يزل ذلك الرفيق واسمه زرمهر يرغب المرأة وزوجها حتى فعلا وصارت الابنة الى قباذ واسمها نيوندخت فغشيها قباذ فحملت انوشروان وهو الملك المشهور بالعدل فامر لها بجائزة حسنة وحباها حباء جزيلا وما كانت تعلم ان قباذ من ابناء الملوك ۔

وقيل ان امّ تلك الجارية سألتها عن هيئة قباذ فقالت انها لا تعرف غير انها رأت سراويله منسوجًا بالذهب فعلمت امها انه من ابناء الملوك وسرّها ذلك ومضى قباذ الى خاقان فوجّه مع قباذ جيشا فلما انصرف قباذ بذلك الجيش وصار فى ناحية نيسابور استخبر من ام الجارية حالها فاخبرته انها ولدت غلامًا فاتته ومعها انوشروان وقد شابهه فى جماله وصورته وفى هذا الموضع ورد الخبر بموت بلاش فامر بحمله وحمل امّه على مراكب نساء الملوك ودخل المدائن ملكًا بغير حرب لموت بلاش ۔

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۴۱	ثم کسریٰ آنوشروان[۲۲] بن قباذ بن فیروز بن یزدجرد بن بهرام جور وهو الملك المعروف بالعدل اشهر ملوك الفرس الثانية الملوك الساسانية حارب ملوكاً۔	۴۸

وعمّر قباذ فی عهده مدناً منها مدینة الرجان (ارجان) ومدینة حلوان وظهر فی عهده مزدك رئیس المزدکیة الزنادقة وتابعه قباذ فبعد مضی عشر سنین من ملکه اجتمع العظماء فعزلوا قباذ وحبسوه لمتابعة مزدك والمزدکیة شیوعیة العهد القدیم کانت المزدکیة تقول الناس شرکاء سواء فی کل شئ من الاراضی والدور والمال والارزاق حتی النساء فدخل السفلة فی هذا الدین وتابعوا مزدك فوقع الناس منهم فی بلاء عظیم وقوی امر المزدکیة حتی کانوا یدخلون علی الرجل فی داره فیغلبونه علی منزله ونسائه وامواله لا یستطیع الامتناع منهم حتی کانت آفة عمیاء وفتنة دهیاء وصاروا لا یعرف الرجل منهم ولده ولا المولود اباه ولا یملك الرجل شیئا مما یتسع به۔

وکان مزدك ینهی الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما رای ان اکثر ذلك انما یقع بسبب النساء والاموال احلّ النساء واباح الاموال وجعل الناس شرکاء فیهما کاشتراکهم فی الماء والنار والکلاء ومذهب مزدك مثل مذهب المانویة فی القول بالاصلین النور والظلمة وکان یقول ان النور یفعل بالاختیار والظلمة تفعل علی الخبط والاتفاق والنور عالم حساس والظلام جاهل اعمی ویقول ان الارکان ثلاثة الماء والارض والنار ولما اختلطت هذه الثلاثة حدث عنها مدبر الخیر ومدبر الشر فما کان صفوها فهو مدبر الخیر وما کان من کدرها فهو مدبر الشر وروی عنه ان معبوده قاعد علی کرسیه فی العالم الاعلی هیئة قعود الملك فی العالم الاسفل وبعد عزلهم قباذ ملکوا اخاه جاماسب وکان ملك جاماسب ست سنین ثم فرّ قباذ من الحبس بحیلة وغلب علی اخیه فی الملك فتملك مرة ثانیة وکان زمن ملکه مع سنی ملك اخیه ثلاثا واربعین سنة وبغیر سنی ملك اخیه سبعاً وثلاثین سنةً ۱۲

[۲۲] فتح بلاداً کثیرة من ملك فارس التی قبض علیها بعض الملوك فی زمن من قبله وبلاداً من الترك والروم وکان منصوراً مظفراً قتل مزدك بن بامداد واصحابه وثبّت المجوسیة مذهب اجداده وردّ الاموال التی اخذتها اصحاب مزدك الی اهلها۔

کان انوشروان ذا رأفة برعیته شدیداً علی اعدائه فتح انطاکیة وکثیراً من بلاد الروم ومملکته تهابه جمیع الامم وکان مکرّماً للعلماء وزوّجه خاقان ملك الترك ابنته وهادنه ملوك السند والهند وغیرهما وکثر جنده وحملت الیه الهدایا من سائر الملوك۔

وفی زمانه کان مولد النبی علیه السلام ومولد ابیه عبد الله بن عبد المطلب وفی زمانه کان مُلك الحبشة علی الیمن ووقوع واقعة اصحاب الفیل الذین جاؤا لهدم بیت الله وکان مولد النبی علیه السلام لمضی ۴۲ سنة من ملك انوشروان قاله الطبری ولما کانت لیلة ولد فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم ارتجس ایوان کسری وسقطت منه اربع عشرة شرفة وخمدت نار فارس التی کانت الفرس تعبدها ولم تخمد قبل ذلك بالف عام وغاضت بُحیرة ساوة ورأی الموبذان ابلًا صعابًا تقود خیلًا عرابًا قد قطعت دجلة وانتشرت فی بلادها فافزع کسری ما رأی وجمع العظماء ثم ورد علیه کتاب بخمود النار وقصّ علیه الموبذان ما رأی فازداد غمًّا فقال حادث یکون من عند العرب۔

فکتب کسری الی النعمان ملك الحیرة ان یوجّه الیه عالمًا بما ارید ان اسأله عنه فوجه الیه عبد المسیح بن عمرو بن حیّان الغسانی فاخبره بما رأی فقال عبد المسیح لا علم لی بذلك وعلم ذلك عند خالی فی مشارف الشام یقال له سطیح قال فأته وأتنی بجوابه فرکب عبد المسیح حتی قدم علی سطیح وقد اشفی علی الموت فحیّاه۔

فقال سطیح له عبد المسیح علی جمل یسیح الی سطیح وقد ادنی علی الضریح بعثك ملك بنی ساسان لارتجاس الایوان وخمود النیران ورؤیا الموبذان یا عبد المسیح اذا کثرت التلاوة وبعث صاحب الهراوة وفاض وادی السماوة وغاضت بحیرة ساوه وخمدت نار فارس فلیست الشام لسطیح شأما یملك منهم (ای من الساسانیة) ملوك وملکات علی عدد الشرفات وکل ما هو اٰت اٰت ثم مات سطیح مکانه ثم قام عبد المسیح وقدم علی کسریٰ واخبره بقول سطیح فقال کسری الی ان یملك منا اربعة عشر ملکًا قد کانت امور فملك منهم عشرة فی اربع سنین وملك الباقون الی خلافة عثمان رضی الله عنه واٰخرهم یزدجرد قتل فی خلافة عثمان رضی الله عنه۔

کان وزیر انوشروان رجلًا حکیمًا اسمه بزرجمهر ولهذا الحکیم اقوال فی الادب والحکمة مشهورة و انوشروان کسریٰ هو الذی ورد علیه ابن ذی یزن من الیمن یَسْتَنْصِرهُ علی الحبشة الذین تملکوا علی الیمن فبعث معه جیشًا علیه قائد له اسمه وهرز فافتحوا الیمن ونفوا السودان وکان ملك انوشروان کما قال ابن قتیبة فی المعارف ص۲۹۲ سبعا واربعین سنة وسبعة اشهر اھ۔ وکان لانوشروان مائدة من الذهب عظیمة علیها انواع من الجواهر مکتوب علیها ما اکلته وانت تشتهیه فقد اکلته وما اکلته وانت لا تشتهیه فقد اکلك کان انوشروان یدعی کسری الخیر۔

وجلس یومًا للحکماء لیأخذ من اٰدابهم فقال لهم دلّونی علی حکمة فیها منفعة لخاصّة نفسی وعامة رعیتی فتکلم کل واحد منهم ثم قال بزرجمهر بن البختکان ایها الملك انا جامع لك ذلك فی اثنتی عشرة کلمة

فقال هات فقال اولهن تقوى الله فى الشهوة والرغبة والرهبة والغضب والهوى فاجعل من ذلك كله لله لا للناس والثانية[2] الصدق فى القول والعمل والوفاء بالعدات والشروط والعهود والمواثيق والثالثة[3] مشورة العلماء فيما يحدث من الامور والرابعة[4] اكرام العلماء والاشراف واهل الثغور والقواد والكتاب والخول بقدر منازلهم والخامسة[5] التعهد للقضاء والفحص عن العمال محاسبة عادلة ومجازاة المحسن منهم باحسانه والمسيئ على اساءته والسادسة[6] تعهد اهل السجون بالعرض لهم فى الايام لتستوثق من المسيئ وتطلق البرئ والسابعة[7] تعهد سبيل الناس واسواقهم واسعارهم وتجاراتهم والثامنة[8] حسن تأديب الرعية على الجرائم واقامة الحدود والتاسعة[9] اعداد السلاح وجميع الات الحرب والعاشرة[10] اكرام الولد والاهل والاقارب وتفقد ما يصلحهم والحادية عشرة[11] اذكاء العيون فى الثغور ليعلم ما يتخوف فيؤخذ له اهبته قبل هجومه والثانية عشرة[12] تفقد الوزراء والخول والاستبدال بذى الغش و العجز عنهم۔

فامر انوشروان ان يكتب هذا الكلام بالذهب وهذا مشتمل على سياسة المملكة وسئل انوشروان ما اعظم الكنوز وانفعها عند الاحتياج فقال معروف اودعته الاحرار وعلم تورثه الاعقاب و قيل له من اطول الناس عمراً فقال من كثر علمه فتأدب به من بعده اومعروفه فيشرف به عقبه انوشروان قال يوماً لبزرجمهر من يصلح من ولدى للملك فقال لا اعرف ولدك ولكن اصف لك من يصلح لذلك .

اسماهم للمعالى واطلبهم للادب واجزعهم من العامة وارأفهم بالرعية واوصلهم للرحم وابعدهم من الظلم۔

كان ملك اليمن فى ايام قباذ وانوشروان تبع واسمه تبان اسعد ابو كرب وتبع هذا فتح بلاداً كثيرة من المشرق وسار فى اطراف الاراضى فمر فى مسيره على المدينة المنورة فلم يهج اهلها وخلف بين اظهرهم ابناله فقتل غيلة فحارب الانصار وعليهم عمرو بن مبذول فكانوا يحاربونه بالنهار ويقرونه بالليل فيعجبه ذلك منهم ويقول والله ان قومنا هؤلاء لكرام فجاء حبران من اليهود حين سمعا ان تبع يريد اخراب المدينة الشريفة فقالا له ايها الملك لا تفعل والا لم نأمن عليك عاجل العقوبة لان هذه البلدة مهاجر نبى يخرج من قريش فى اخر الزمان فتناهى عما اراد وانصرف الى اليمن معه الحبران المذكوران ولما وصل الى مكة وكانت مكة فى طريق اليمن فاخبره نفر من الهذليين ان فى الكعبة مالاً داثراً من اللؤلؤ والزبرجد و اليا قوت والذهب والفضة واراد الهذليون هلاك تبع بطريق الحيلة اذ قد عرفوا من هلاك من اراد الكعبة وبغى عليها فاجمع ثم نهاه الحبران وقالا له انهم ارادوا هلاكك وامراه بتعظيم بيت الله والطواف و الخضوع عنده ففعل ۔

وارى فى المنام ان يكسوه فكساه فهو اول من كسا البيت كذا فى تاريخ الطبرى وكان تبع ممن يعبد الاوثان

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٤٢	ثم هرمز[٢٣] بن انوشروان وامه فاقم بنت خاقان ملك الترك كان عادلاً كثير الادب والاحسان الى المساكين والضعفاء وكثير الحمل على العظماء والاشراف لاستطالتهم على المساكين والوضعاء كما هو عادة العظماء فى التكبر والظلم على الضعفاء ۔	١٢

فتهود باشارة هذين الحبرين وحمل اهل اليمن على اختيار اليهودية ولبعض المؤرخين كلام فى من تبع هذا وحكى انه اخبره بعض الكهنة بظهور نبى من قريش وانه يملك ارض اليمن فقدم عليه مرة شافع بن كليب الصدفى الكاهن فقال له تبع مابقى من علمك فهل تجد لقوم ملكاً يوازى ملكى قال لا الا الملك غسان نجل قال فهل تجد ملكا يزيد عليه ۔

قال نعم قال ولمن ؟ قال اجده لبار مبرور ايد بالقهور ووصف فى الزبور وفضلت امته فى السفور يفرج الظلم بالنور احمد النبى طوبى لامته صلى الله عليه وسلم ۔

٢٣ قيل ان هرمز هذا كان عادلاً اريباً ردئ النية وانه كان مانعاً للاشراف من التجبر على الضعفاء مقصياً لهم وانه لاجل ذلك قتل من العلماء واهل البيوتات والشرف ١٣٦٠٠ رجلاً ولم يكن له رأى الا فى تألف المساكين والسفلة واستصلاحهم ففسد عليه كثير من الاشراف فخلع عن الملك وسمل المخالفون عينيه وصار الملك الى ابنه كسرى ابرويز بعد حوادث وحروب كثيرة جرت ثم قتل بعض الناس هرمز حينما كان ابرويز غائباً ۔

ثم لما ملك ابرويز بعد ابيه وبعد مضى مدة من ملكه وقعت بينه وبين قيصر ملك الروم حروب طالت الى عدة سنين وغلبت جيوش فارس على اكثر بلاد الروم واحتوت على مصر واسكندرية وبيت المقدس وفلسطين وحاصرت القسطيطينية دار مملكة الروم ثم ان هرقل بكى الى الله ودعا الله ان ينقذه ورعيته من جنود فارس ثم استعد لقتال جنود فارس وهزمهم هرقل وخلص منهم جميع بلاده وغلب على بلاد فارس حتى المدائن دار مملكة فارس وتحصن كسرى ابرويز فى المدائن خوفاً من جنود قيصر ملك الروم وكانت هذه الحروب بعد مضى اربع عشرة سنة من ملك كسرى ابرويز الى سنة ٢٨ من ملكه كما يعلم من كلام الطبرى ج ٢ ص١٢٠ وقيل اقل من ذلك وغير من ذلك من اقوال متعددة ۔

وفى هذه الحروب نزل قول الله تعالى الم غلبت الروم فى ادنى الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون فى بضع سنين لله الامر من قبل ومن بعد ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۴۳	ثم كسرى[٢٤] ابرويز بن هرمز بن انوشروان كان اشد ملوكهم بطشا وابعدهم غورا وابلغ من جمع البأس والنجدة والنصر والظفر وجمع الاموال ومساعدة القدر مبلغا كبيرا ولذلك سمي ابرويز ومعناه بالعربية المظفر وفي زمنه بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو صاحب الحرب مع قيصر التي نزلت فيها الم غلبت الروم الخ ثم قتله ابنه شيرويه بن ابرويز۔	۳۸

وَعْدَ اللهِ لا يخلف الله وعده ولكن اكثر الناس لا يعلمون۔ الروم۔ روي ان ادنى الارض يوم اذرعات بها التقوا فهزمت فارس الروم فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه وهم بمكة فشق ذلك عليهم وكان النبي صلى الله عليه وسلم يكره ان يظهر الاميون المشركون من المجوس على اهل الكتب من الروم وفرح الكفار من اهل مكة وشمتوا فقالوا للمسلمين انكم اهل كتاب مثل النصارى ونحن اميون مثل المجوس وقد غلب اخواننا على اخوانكم وانكم ان قاتلتمونا لنظهرن عليكم فانزل الله الم غلبت الروم الخ ففرح المسلمون بهذه الآية۔

فلقي ابوبكر الصديق رضي الله عنه ابي بن خلف الجمحي فقال والله ليغلبن الروم على فارس اخبرنا بذلك نبينا فقال ابي بن خلف كذبت فقال ابوبكر انت اكذب وخاطره عشر قلائص الى ثلاث سنين فان غلبت الروم على فارس غرمت وان غلبت فارس على الروم غرمت انا فاخبر ابوبكر النبي عليه السلام فقال ما هكذا ذكرت لك انما البضع ما بين الثلاث الى التسع فزايده في القلائص وماده في الاجل فلقي ابوبكر ابيا فجعلاها مائة قلوص اي ناقة الى تسع سنين فغلبت الروم على فارس قبل تمام المدة فاخذ ابوبكر القلائص من ورثة ابي بن خلف۔

٢٤ قال هشام بن محمد في سنة عشرين من ملك ابرويز بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم وهاجر في سنة ۳۳ من ملكه الى المدينة وقال الطبري ولمضي ۳۲ سنة وخمسة اشهر وخمسة عشر يوما من ملكه هاجر النبي صلى الله عليه وسلم اهلكه ابنه شيرويه واسم شيرويه قباذ وجاء خبر قتله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية ففرح۔

ثم ان ابرويز قد بنى على دجلة طاق مجلسه ولم ير له مثل وكان يعلق تاجه فيجلس فيه ثم اصبح ذات غداة وقد انقصمت طاق مجلسه من وسطها من غير ثقل وانخرقت عليه دجلة فاحزنه فسأل الكهنة والمنجمين فاخبروه ان هذا الامر حدث من السماء وانه قد بعث نبي او هو مبعوث فلذلك حيل بيننا وبين علمنا۔

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۴۴	ثم شیرویه[۲۵] بن ابرویز بن هرمز بن انوشروان وکان اسم شیرویه قباذ ملک بعد قتل ابیه والفرس تسمیه المشئوم وفی ایامه کان الطاعون بالعراق واقالیم فارس کان ملکه سنة وستة اشهر قاله المسعودی وقال الطبری کان ملکه ثمانیة اشهر۔	۸۔ اشهر

وعن الحسن البصریؒ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا یا رسول اللہ ما حجة اللہ علی کسریٰ فیک قال بعث اللہ الیه ملکا فاخرج یدہ من سور جدار بیته الذی هو فیه تلألأ نورا فلما رآها فزع فقال لم ترع یا کسریٰ ان اللہ بعث رسولا وانزل علیک کتابا فاتبعه تسلم دنیاک وآخرتک قال سانظر قال المسعودی فی المروج ج ۱ ص۲۷۔ ان ابرویز هو الذی قتل الوزیر الحکیم المشهور بزرجمهر بن البختکان حیث اتهمه بالمیل الی الزنادقة من الثنویة ومال بعد ذلک ابرویز الی الظلم وتجبر والناس منه فی بلاء عظیم وکانت عندہ اثنتا عشرة الف امرأة وجاریة ونحو الف فیل فملکوا شیرویه وحبسوا ابرویز ثم امر بقتل ابرویز۔ ثم ابرویز هذا هو الذی ارسل الیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الکتاب بدعوة الی الاسلام بید شجاع بن وهب وفی روایة بید عبد اللہ بن حذافة فمزقه فدعا علیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان یمزقوا کل ممزق وفی کتب الحدیث ان ارسال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الکتب الی الملوک کان بعد الحدیبیّة ونظرا الی هذا الاصح ان قتل شیرویه لابرویز کان بعد الحدیبیّة وما ذکر الطبری ان خبر قتله وصل الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوم الحدیبیّة کما قدّمنا فمشکل الا ان یقال ان المراد من یوم الحدیبیة فی کلام الطبری زمن قضاء عمرة الحدیبیه بعد عام صلح الحدیبیّة۔

۲۵ کانت الفرس تسمیة المشئوم لسوء سیرته وقبح افعاله وکان فی زمانه الطاعون فی فارس فهلک فیه مائتا الف من الناس فالمکثر یقول هلک نصف الناس والمقل یقول الثلث وبعد قتل الوالد ابرویز خرق جیبه وبکی بکاءً کثیرا ثم قتل اخوته وهم سبعة عشر اخا له وذلک بمشورة وزیرہ فیروز فابتلی بالاسقام ولم یلتذ بشئ من لذات الدنیا وجزع لقتل اخوته جزعا شدیدا وفی الیوم الثانی من قتل اخوته دخلت علیه اختاہ بوران وآزرمیدخت فاغلظتا له وقالتا حملک الحرص علی ملک لا یتم علی قتل ابیک و جمیع اخوتک فبکی بکاءً شدیدا ورمی بالتاج عن رأسه ولم یزل ایامه کلها مغموما مدنفا ویقال انه اهلک من قدر علیه من اهل بیته قاله الطبری وقال ابن قتیبة فی کتاب المعارف ص۲۹۳ ان شیرویه امر بابیه فسملت عیناہ وقتل من اخوته ثمانیة عشر رجلا وخفف المؤنة علی الناس ورفع الخراج وظهر الطاعون

	اسماء الملوک وبعض احوالھم	مدۃ الملک بالسنین
۴۵	ثم اردشیر بن شیرویہ بن ابرویز بن ھرمز بن انوشروان وکان اردشیر صغیراً ابن سبع سنین فقتلہ شھریار و سماہ الطبری شھر براز وسماہ ابن قتیبۃ خرھان وکان ملک اردشیر سنۃ و ستۃ اشھر قالہ الطبری وقال المسعودی وابن قتیبۃ کان ملکہ خمسۃ اشھر۔	۱½ سنۃ
۴۶	ثم شھر براز[۲۶] (شھریار) وھو فرخان ماہ اسفندار القاتل لاردشیر ولم یکن من بیت المملکۃ۔	۴۰ یوماً
۴۷	ثم بوران بنت ابرویز بن ھرمز بن انوشروان فقالت یوم ملکت البر انوی بالعدل امر واحسنت السیرۃ فی الرعیۃ ووضعت بقایا الخراج عن الناس وامرتھم بالطاعۃ والمناصحۃ۔	۱½ سنۃ
۴۸	ثم جشنشدہ وقال المسعودی اسمہ فیروز خشنشدہ من بنی عم ابرویز وکان ملک اقل من شھر وقال المسعودی کان ملک شھرین۔	شھران
۴۹	ثم ابنۃ[۲۷] لکسری ابرویز یقال لھا آرزمی دخت۔	۶ اشھر

فھلک فیمن ھلک فیہ وکان ملک خمس سنین واشھر مضت من مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وکان ملکہ سبعۃ اشھر ۱۲

۲۶ ولما جلس علی سریر الملک ضرب بطنہ علیہ وبلغ من شدۃ ذلک علیہ انہ لم یقدر علی اتیان الخلاء فدعا بطست فوضع امام السریر فتبرز فیہ فقتل بعد اربعین یوماً من ملکہ وقیل بعد ۲۲ یوماً منہ قیل احتالت لہ امرأۃ من اھل بیت الملک یقال لھا بوران فقتلتہ وقیل اسمھا آرزمید خت فملکوا علیھم بوران بنت کسری ابرویز ۱۲

۲۷ وقال الطبری اسمھا آزرمیدخت یقال ارسل الیھا عظیم فارس فرخ ھرمز یسألھا ان تزوجہ نفسھا فارسلت الیہ ان التزویج للملکۃ غیر جائز وقالت انک ترید قضاء الشھوۃ منی فصر الی لیلۃ کذا وکذا فرکب الیھا فی تلک اللیلۃ وامرت آزرمیدخت الی صاحب حرسھا ان یقتلہ لیلۃ التواعد فقتلہ فبلغ الخبر رستم بن فرخھرمز خلیفۃ ابیہ بخراسان فاقبل فی جند عظیم الی المدائن دار المملکۃ وسمل عینی آزرمیدخت قتلھا وقیل بل سممت وکان ملکھا ستۃ اشھر وقیل اربعۃ اشھر وقال المسعودی سنۃ واربعۃ اشھر وقیل غیر ذلک ۱۲

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك
٥٠	ثم كسرى بن مهر جشنس وكان من عقب اردشير بن بابك وقتل بعد ان ملك بايام۔	عدة ايام
٥١	ثم قيل ان الذى ملك بعد آزرميدخت اسمه خرزاد خسرو وقال المسعودى اسمه فرخاد خسرو بن كسرى ابرويز وهو طفل فكانت مدة ملكه شهراً وقيل عدة اشهر ثم خالفوه۔[٢٨]	عدة اشهر
٥٢	ثم فيروز بن مهرانجشنس وكان من نسل بعض بنات انوشروان جاؤا به فملكوه كرهاً وكان رجلاً ضخم الرأس فلما توّج قال ما اضيق هذا التاج فتطير العظماء من افتتاحه كلامه بالضيق وقتلوه ساعة تكلم بما تكلم به وقيل قتلوه بعد ايام۔	عدة ايام
٥٣	ثم فرخ زاد خسرو[٢٩] ابن كسرى ابرويز۔	٦ شهور
٥٤	ثم يزدجرد[٣٠] بن شهريار بن ابرويز بن هرمز بن انوشروان	٢٠ سنة

[٢٨] وقال الذين قالوا ملك بعد آزرميدخت كسرى بن مهرجشنس لما قتل كسرى هذا طلب عظماء فارس من له عنصر من اهل ذلك البيت ولو من قبل النساء فاتوا برجل يقال له فيروز بن مهرانجشنس ويسمى ايضاً جشنسده ١٢

[٢٩] وكان قد فر الى حصن الحجارة قريب من نصيبين فذهب اليه بعض العظماء فجاؤا به اذ لم يجدوا احداً من ابناء الملوك فملكوه ثم قتلوه بعد ستة اشهر۔ وقيل ملك بعد فرخاد خسرو رجل اسمه يزدجرد بن شهريار بن ابرويز وهو آخر الملوك ١٢

[٣٠] ظفر به اهل اصطخر وقد هرب اليها كما ذكر الطبرى حين قتل شيرويه اخوته فملكوه وكان حدثاً واقبلوا به الى المدائن وقتلوا فرخزاد خسرو وكان ملكه فى مقابلة ملك آبائه كالخيال والحلم وكانت الوزراء يدبرون امر المملكة لحداثة سنه وضعف امر المملكة الفارسية واجترأ على فارس اعداؤهم من كل وجه وغزت العرب المسلمون بلاده بعد ان مضت سنتان من ملكه وقيل اربع سنين وهو آخر ملوك الساسانية قتل فى خلافة عثمان رضى الله عنه بمرو من خراسان وكان عمره كله الى ان قتل ٢٨ سنة قال المسعودى وذلك لسبع سنين ونصف خلت من خلافة عثمان رضى الله عنه وهى سنة ٣١ھ وقيل غير ذلك وكان ملكه عشرين سنة وقيل غير ذلك اھ ويزدجرد هو الذى قاتل المسلمون افواجه فى خلافة عمر رضى الله عنه وبعده۔

فائدۃ قد اٰن لنا ان نذکرھنا تفصیل ماکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ عظیم فارس وغیرہ من الملوک فنقول وباللہ التوفیق ان الذی کتب الیہ النبی علیہ السلام من ملوک فارس اسمہ ابرویز ابن ھرمز بن انوشیروان وابرویز ھذا ھو جدّ یزدجرد۔ واختلفوا فی زمن کُتُب النبی علیہ السلام الی الملوک فذکر الواقدی انّ ذلک کان فی اٰخر سنۃ ستّ فی ذی الحجۃ بعد الحدیبیۃ وذکر البیھقی ھذہ الکتب بعد غزوۃ مؤتۃ التی کانت فی جمادی الاولی سنہ ۸ ولا خلاف بینھم ان بدء ھذہ الکتب کان قبل فتح مکۃ و بعد الحدیبیۃ۔ کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۲۔

قال الواقدی وفی سنۃ ستّ من الھجرۃ فی ذی الحجۃ منھا بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ نفر مصطحبین حاطب بن ابی بلتعۃ الی المقوقس صاحب الاسکندریۃ وشجاع بن وھب الی الحارث ابن ابی شمر الغسانی یعنی ملک العرب النصاریٰ ودحیۃ بن خلیفۃ الکلبی الی قیصر وعبداللہ بن حذافۃ السھمی الی کسریٰ وسلیط بن عمرو الی ھوذۃ بن علی الحنفی وعمرو بن امیۃ الی النجاشی اھ۔ وقد روی مسلم فی صحیحہ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب قبل موتہ الی کسریٰ وقیصر والی النجاشی والی کل جبار یدعوھم الی اللہ عزوجل ولیس بالنجاشی الذی صلّی علیہ۔

امّا کتابہ الی ھرقل فکتب فیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ امّا بعد فاَسلِم تَسلَم یُؤتِکَ اللہ اجرک مرتین فان ابیتَ فان اثم الاکاریین علیک۔ وفی روایۃ امابعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یُؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فانما علیک اثم الاریسیّین ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولّوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون قولہ بدعایۃ الاسلام ای بالکلمۃ الداعیۃ للاسلام وھی کلمۃ التوحید والاریسیون والاکارون ھم الفلاحون فی القریٰ۔

وامّا کتابہ الی النجاشی ففیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملک الحبشۃ سلم انت (ای انت سالم لان السلم یاتی بمعنی السلامۃ) فانی احمد الیک اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول (ای المنقطعۃ عن الرجال اوعن الدنیا والعفیفۃ) وانی ادعوک الی اللہ وحدہ لاشریک لہ والموالاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وانی ادعوک وجنودک الی اللہ وقد بلغت و نصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

وامّا کتابہ للمقوقس ملک القبط وھم اھل مصر والاسکندریۃ ففیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد بن عبد اللہ و رسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الھدیٰ امّا بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اَسلم تسلم یؤتک اللہ اَجرک مرتین فان تولیت فانما علیک اثم القبط ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

واما کتابہ الی المنذر بن ساوی التمیمی وکان بالبحرین ففیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی المنذر بن ساویٰ ففیہ سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الذی لا الٰہ الّا ھو واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہ امابعد فانی اذکرک اللہ عزوجل فانہ من ینصح فانما ینصح لنفسہ وانہ من یطع رسلی ویتبع امرھم فقد اطاعنی ومن نصح لھم فقد نصح لی وان رسلی قد اثنوا علیک خیرًا وانی قد شفعتک فی قومک فاترک للمسلمین ما اسلموا علیہ (ای من مال وزوجات) وعفوت من اھل الذنوب فاقبل منھم وانک مھما تصلح فلن نعزلک عن عملک ومن اقام علی یھودیتہ او مجوسیتہ فعلیہ الجزیۃ۔

قال اھل التاریخ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا فی جواب کتاب ارسلہ المنذر جوابًا لکتاب اٰخر ارسلہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ذلک یدعوہ الی الاسلام فاسلم المنذر وحسن اسلامہٗ۔ واما الکتاب الاوّل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للمنذر ففی شرح المواھب قال ولو نر احدًا ذکر لفظ ذلک الکتاب۔

واما کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الحرث بن ابی شمر الغسانی وکان بدمشق نائبًا من قیصر ففیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی الحرث بن ابی شمر سلام علی من اتبع الھدیٰ و اٰمن وصدّق فانی ادعوک الی اَنْ تؤمن باللہ وحدہٗ لاشریک لہ یبقی لک ملکک۔

واما کتابہ الی کسریٰ ملک فارس وھو ابرویز بن ھرمز بن انوشروان ففیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ واٰمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہ ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃً لِاُنذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین اَسلم تَسلم فان ابیت فعلیک اِثم المجوس۔

ارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب کسریٰ علی ید عبد اللہ بن حذافۃ لانہ کان یتردد علیہ کثیرًا وقیل بید اخیہ خنیس وقیل اخیہ خارجۃ وقیل شجاع بن وھب وقیل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنھم۔ وفی انسان العیون للحلبی ج ۳ ص ۲۴۷۔ قال عبد اللہ بن حذافۃ رضی اللہ عنہ فاتیت الی بابہ

وطلبت الاذن عليه حتى وصلت اليه فدفعت اليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرئ عليه فأخذه ومزقه اى وفى رواية ان كسرى لما أعلم بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فأذن بحامل الكتاب ان يدخل عليه فلما وصل امر كسرى ان يقبض منه الكتاب فقال لا حتى ادفعه اليك كما امرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كسرى ادنه فدنا فناوله الكتاب۔

فدعا من يقرؤه فقرأه فاذا فيه من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى كسرى عظيم فارس فأغضبه حين بدأ رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه وصاح ومزق الكتاب قبل ان يعلم ما فيه وامر باخراج حامل ذلك الكتاب فأخرج فلما رأى ذلك قعد على راحلته وسار فلما ذهب عن كسرى سورة غضبه بعث فطلب حامل الكتاب فلم يجده فلما وصل اليه صلى الله عليه وسلم واخبره الخبر قال صلى الله عليه وسلم مزق كسرى ملكه۔

وكتب كسرى الى بعض امرائه باليمن يقال له باذان انه بلغنى ان رجلا من قريش خرج بمكة يزعم انه نبى فسر اليه فاستتبه فان تاب والا فابعث الىّ برأسه يكتب الىّ هذا الكتاب اى الذى بدأ فيه بنفسه وهو عبدى اى وفى رواية ان تكفينى رجلا خرج بارضك يدعونى الى دينه والا فعلت فيك كذا يتوعده فابعث اليه برجلين جلدين فيأتيانى به فبعث باذان بكتاب كسرى الى النبى صلى الله عليه وسلم مع قهرمانه وبعث معه رجلا آخر من الفرس وبعث معهما الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمره ان ينصرف معهما الى كسرى فخرجا وقدما الطائف فوجدا رجلا من قريش فى ارض الطائف فسألاه عنه فقال هو بالمدينة فلما قدما عليه صلى الله عليه وسلم المدينة قالا له شاهنشاه ملك الملوك كسرى بعث الى الملك باذان يأمره ان يبعث اليك من يأتى بك وقد بعثنا اليك فان ابيت هلكت واهلكت قومك وخربت بلادك۔

وكانا على زى الفرس من حلق لحاهم واعفاء شواربهم فكره النبى صلى الله عليه وسلم النظر اليهما ثم قال لهما ويلكما من امركما بهذا قالا امرنا ربنا يعنيان كسرى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن امرنى ربى باعفاء لحيتى وقص شاربى ثم قال لهما ارجعا حتى تأتيانى غدا واتى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبر من السماء بان الله قد سلط على كسرى ابنه يقتله فى شهر كذا فى ليلة كذا فلما كان الغد دعاهما واخبرهما الخبر وكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى باذان ان الله قد وعدنى ان يقتل كسرى يوم كذا من شهر كذا فلما اتى الكتاب باذان توقف وقال ان كان نبيا فسيكون ما قال فقتل الله كسرى فى اليوم الذى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم على يد ولده شيرويه قيل قتله ليلا بعد ما مضى من الليل سبع ساعات فيكون المراد باليوم فى تلك الرواية مجرد الوقت اى وفى رواية قال صلى الله عليه وسلم لرسول باذان اذهب الى صاحبك وقل له ان ربى قد قتل ربك

الليلة ثم جاء الخبر بان كسرى قتل تلك الليلة فكان كما اخبر صلى الله عليه وسلم۔

فلما جاءه صلى الله عليه وسلم هلاك كسرى قال لعنہ الله كسرى اول الناس هلاكا فارس ثم العرب وعن جابر بن سمرة رضى الله عنهما انہ صلى الله عليه وسلم قال لتفتحن عصابة من المسلمين او رهط من امتى كنوز كسرى التى فى القصر الابيض فكنت انا وابى فيهم واصبنا من ذلك الف درهم وقدم على باذان كتاب ولد كسرى شيرويہ فيہ اما بعد فقد قتلت كسرى ولم اقتله الا غضبا لفارس فانہ قتل اشرافهم نتفرق الناس فاذا جاءك كتابى هذا فخذ لى الطاعة ممن قبلك وانظر الرجل الذى كان كسرى يكتب اليك فيه فلا تزعجه حتى ياتيك امرى فيہ فبعث باذان باسلامہ واسلام من معہ الى رسول الله صلى الله عليہ وسلم۔

وفى تاريخ ابن خلدون ج ۲ ص۳۷ لما اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان كسرى مزق كتابى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مزق الله ملكه وفيه انّ باذان بعث قهرمانہ بانويہ مع خرخرة من الفرس قال لقهرمانہ اختبر الرجل وعرفنى بامره وفيہ انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لهما ان الله سلط على كسرى ابنه شيرويه ليلة كذا من شهر كذا وذلك لعشر مضين من جمادى الاولى سنة سبع وقال إذهبا و اخبراه بذلك عنى وقولا له انّ دينى وسلطانى يبلغ ما بلغ ملك كسرے وان اسلمتَ اعطيتُك ما تحت يدك وملّكتُك على قومك۔

واعطى خرخرة منطقةً فيها ذهب وفضة وكان بعض الملوك اهداها له صلى الله عليه وسلم فقدما على باذان واخبراه فقال ما هذا كلام ملك ما ارى الرجل الا نبيًا كما يقول ونحن ننتظر مقالته وكانت حمير تسمى خرخرة ذا المفخرة للمنطقة التى اعطاه اياها النبى صلى الله عليہ وسلم والمنطقة بلسانهم المفخرة وقد كان بانويہ قال لباذان ما كلمت رجلا قط أهيب عندى منه فقال هل معه شرط قال لا انتهى وكذا فى البداية ج ۴ ص۲۷۔

وفى الحديث مرفوعًا عن ابى هريرةؓ اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده فو الذى نفسى بيده لتُنفقنّ كنوزهما فى سبيل الله اخرجہ مسلمؒ۔ وقال الشافعىؒ لما أُتى كسرى بكتاب رسول الله صلى الله عليہ وسلم مزقہ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يُمزّق ملكہ وحفظنا ان قيصر اكرم كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ووضعه فى المسك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثَبَتَ مُلكُہ فباد ملك الاكاسرة بالكلية وزال ملك قيصر عن الشام بالكلية وان ثبت لهم مُلكٌ فى الجملة ببركة دعاء رسول الله صلى الله عليہ وسلم لهم حين عظّموا كتابہ. قال ابن كثير وفى هذا بشارة عظيمة بان ملك الروم لا يعود ابدًا الى ارض الشام وكانت العرب تسمى قيصر لمن ملك الشام مع الجزيرة من الروم اه۔

فائدہ۔ قال المسعودى فى المروج ج ۱ ص۲۸۱ ذهب الاكثر من الناس ان جميع من ملك من آل ساسان

من اردشیر بن بابک الی یزدجرد بن شھریار من الرجال والنساء ثلاثون ملکاً امرأتان وثمانیة وعشرون رجلا وقیل اثنان وثلاثون ملکاً وعدد الملوک الاول وهم الفرس الاول من کیومرث الی دارا بن دارا تسعة عشر ملکاً منهم امرأة وهی حمایة بنت بهمن وفراسیاب الترکی وسبعة عشر رجلا وعدد ملوک الطوائف احد عشر ملکاً فجمیع الملوک من کیومرث الی یزدجرد ستون ملکاً منهم ثلاث نسوة ومدة ما ملکوا اربعة آلاف سنة واربعمائة وخمسون وقیل ان عدة الملوک من کیومرث الی یزدجرد ثمانون ملکاً۔

وذهب بعض اهل السیر الی ان سنی الفرس الی الهجرة ۴۱۹۰ سنة منها من کیومرث الی منوشهر ۱۹۲۲ سنة ومن منوشهر الی زرادشت ۵۸۳ سنة ومن زرادشت الی الاسکندر ۲۵۸ سنة وملک الاسکندر خمس سنین ومن الاسکندر الی اردشیر ۵۱۷ سنة ومن اردشیر الی الهجرة ۴۰۴ سنة انتهی باختصار لاصحاب التاریخ فی ذلک اختلاف کثیر۔

قال الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص ۱۶۹ فجمیع ما مضی من السنین من هبوط آدم علیہ السلام الی وقت الهجرة علی زعم الیهود ۴۶۴۲ سنة واشهر وعلی زعم النصاری ۵۹۹۲ سنة واشهر وعلی قول المجوس من الفرس ۴۱۸۲ سنة وعشرة اشهر وتسعة عشر یوماً علی انه داخل فی ذلک مدة ما بین وقت الهجرة ومقتل یزدجرد وذلک ثلاثون سنة وشهران وخمسة عشر یوماً۔

واما علماء الاسلام فقال بعضهم کان بین آدم ونوح علیهما السلام عشرة قرون والقرن مائة سنة و بین نوح وابراهیم علیهما السلام عشرة قرون و بین ابراهیم وموسی علیهما السلام عشرة قرون و بین موسی و سلیمان علیهما السلام ۶۳۶ سنة وقیل غیر ذلک ومن بناء سلیمانؑ لبیت المقدس الی الاسکندر ۷۱۷ سنة ومن الاسکندر الی مولد عیسی علیه السلام ۳۶۹ سنة ومن مولد عیسی السلام الی مبعث محمد صلی الله علیه وسلم ۵۵۱ سنة وقیل من عیسیٰ الی محمد علیهما السلام ۶۰۰ سنة۔

وعن بعض اهل الکتاب قال من آدم الی الطوفان ۲۲۵۶ سنة ومن الطوفان الی وفاة ابراهیم علیه السلام ۱۰۲۰ سنة ومن وفاة ابراهیم علیه السلام الی دخول بنی اسرائیل مصر ۷ سنة ومن دخول یعقوب علیه السلام مصر الی خروج موسی علیه السلام منها ۴۳۰ سنة ومن خروج موسی من مصر الی بناء سلیمان علیهما السلام لبیت المقدس ۵۵۰ سنة ومن بناء بیت المقدس الی ملک بخت نصر وخراب بیت المقدس ۴۴۶ سنة ومن ملک بخت نصر الی ملک الاسکندر ۴۳۶ سنة ومن ملک الاسکندر الی سنة ست ومائتین من الهجرة ۱۲۴۵ سنة هذا خلاصة ما ذکره الطبری۔ هذا آخر رسالتنا التاریخیة المسماة بعبرة السائس باحوال ملوک فارس۔

ولله الحمد والمنة۔

الفترۃ - آیت کان الناس امۃ واحدۃ اور آیت فلولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ کی شرح میں مذکور ہے۔ احوال زمانہ فترت میں میرا مختصر مستقل رسالہ ہے مسمیٰ بہ النظرۃ الی الفترۃ یہاں پر اس کا اندراج (معمولی تصرف کے بعد) بہت مفید ہوگا ان شاء اللہ۔ وہ رسالہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم زمانہ فترت کے مصداق تین ہیں یعنی اس کی تین قسمیں ہیں۔ قرینہ کے ذریعہ ان تین میں سے ایک قسم کی تعیین کی جاتی ہے۔ کتابوں میں تینوں اقسام مستعمل ہیں۔

قسم اول فترۃ وحی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ غارِ حراء میں ہمارے نبی علیہ السلام کو نبوت مل جانے اور اقرأ باسم ربك الآیۃ نازل ہو جانے کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا تسلسل جاری نہ رہا۔ یہ زمانہ انقطاع زمانہ فترۃ الوحی کہلاتا ہے۔ فترتِ وحی کی مدت بقول ابن اسحاق وغیرہ تین سال تھی اور بقول سہیلیؒ ڈھائی سال اور بقول حافظ سیوطیؒ دو سال تھی۔ فترت کے بعد پہلی وحی یہ نازل ہوئی یا ایھا المدثر قم فانذر۔ الآیات۔

کتب حدیث وتاریخ میں درج ہے انہ علیہ السلام حزن لفترۃ الوحی بعد نزول اقرأ باسم ربك حزنًا شدیدًا ومکث مدۃ لا یری جبریل حتی غدا مرارًا کی یتردی من رؤوس شواھق الجبال فکلما اوفی بذروۃ جبل کی یلقی نفسہ منھا تبدّی لہ جبریل علیہ السلام فقال یا محمد انك رسول اللہ حقا فیسکن لذلك جأشہ ای قلبہ وتقر نفسہ ویرجع فاذا طالت علیہ فترۃ الوحی غدا لمثل ذلك فاذا اوفی ذروۃ جبل تبدّی لہ مثل ذلك وفی روایۃ انہ لما فتر الوحی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزنًا شدیدًا حتی کان یغدو الی ثبیر مرۃ والی حراء مرۃ اخری یرید ان یلقی نفسہ منھا فکلما اوفی ذروۃ جبل منھما کی یلقی نفسہ تبدّی لہ جبریل فقال یا محمد انت رسول اللہ حقا فیسکن لذلك جأشہ وکانت تلك المدۃ اربعین یومًا وقیل خمسۃ عشر وقیل اثنی عشر یومًا وقیل ثلاثۃ ایام کذا ذکر بعض المفسرین واھل التاریخ وفی فتح الباری وغیرہ من شروح الحدیث انھا ثلاث سنین کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۱۔

ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں لیس المراد بفترۃ الوحی المقدرۃ بثلاث سنین عدم مجیئ جبریل الیہ بل تأخر نزول القرآن علیہ فقط انتھی۔

سوال فترت الوحی کی مدت میں اختلاف ہے کما علم من العبارات السابقۃ چنانچہ بعض تین سال بعض ڈھائی سال بعض دو سال اور بعض چالیس دن اور بعض پندرہ دن اور بعض بارہ دن اور بعض تین دن ذکر کرتے ہیں۔ اس اختلاف کی توجیہ کیا ہوگی؟

جواب صحیح روایات کے پیشِ نظر فترتِ وحی کی کل مدت تین سال تھی نہ ڈھائی سال اور نہ دو سال۔ باقی زمانہ فترت کے اندر جبریل علیہ السلام سے ملاقات کا وقفہ کبھی چالیس دن ہوتا تھا اور کبھی پندرہ دن

اور کبھی بارہ دن اور کبھی تین دن ہوتا تھا۔ امام سہیلی رحمہ اللہ روض الانف ج ۱ ص ۱۶۱ پر لکھتے ہیں وقد جاء فی بعض الاحادیث المسندۃ انہا کانت سنتین و نصف سنۃ فمن ھنا یتفق ما قالہ انس رضی اللہ عنہ از مکثہ بمکۃ کان عشر سنین وقول ابن عباس ثلاث عشرۃ سنۃ وکان قد ابتدیٔ بالرؤیا الصادقۃ ستۃ اشھر فمن عدّ مدۃ الفترۃ واضاف الیھا الاشھر الستۃ کانت کما قال ابن عباسؓ ومن عدّھا من حین حمی الوحی وتتابع کما فی حدیث جابر کانت عشر سنین ووجہ اُخری فی الجمع بین القولین ایضًا وھوان الشعبیؒ قال وُکِّل اسرافیل بنبوۃ محمد ثلاث سنین ثم جاءہ بالقراٰن جبریل واذا صح فھو ایضًا وجہ من الجمع بین الحدیثین۔ انتھی۔

بیان سابق سے معلوم ہوا کہ فترتِ وحی کے زمانے میں بھی وقتاً فوقتاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جبریل علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لاتے تھے اور آپؐ کے ساتھ تسلّی آمیز کلام فرماتے تھے بایں الفاظ انت رسول اللہ حقاً۔ البتہ صرف نزولِ قرآن تین سال تک مؤخر رہا۔

قسم دوم۔ عہد قدیم میں دو پیغمبروں کے مابین زمانۂ جاہلیت پر فترت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثل فترۃ ادریس علیہ السلام ای الزمان الذی ھو بعد رفعہ الی السماء الی ان بُعِث نوح علیہ السلام ومثل فترۃ نوح علیہ السلام ای بعد موتہ الی ان بُعِث ھود علیہ السلام ومثل الفترۃ بین آدم وادریس علیہما الصلاۃ والسلام۔

قسم سوم۔ عیسٰی اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین طویل زمانۂ جاہلیت زمانۂ فترت کہلاتا ہے۔ اس زمانۂ فترت کی مقدار میں اختلاف ہے قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۲ والفترۃ التی کانت بینھما اربعمائۃ سنۃ وقیل ستمائۃ سنۃ وقیل بزیادۃ عشرین سنۃ اھ۔

فائدہ۔ زمانۂ فترت کے بعض اہم واقعات و امور کا ہم یہاں پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ان امور کا ذکر ان شاء اللہ فوائد سے خالی نہ ہوگا اور بہت سے ناظرین کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

امرِ اوّل۔ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسٰی اور محمد صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے فعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینہ نبیّ اخرجہ البخاری۔ وعن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی علیہ السلام والانبیاء اخوۃ اولاد علات ولیس بینی وبین عیسی علیہ السلام نبیّ اخرجہ احمد فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ واخرج احمد ایضًا عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ لعلات ودینھم واحدٌ امھاتھم شتی وانا اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ نازل الحدیث۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زمانۂ فترت میں چند انبیاء مبعوث ہوئے تھے البتہ وہ صرف نبی تھے رسول اور صاحب کتاب مستقل نہ تھے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مبلغ و مقرر تھے۔

چنانچہ ان میں سے ایک خالد بن سنان عبسی ہیں۔ یہ زمانۂ فترت میں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ نبی تھے۔ بعض احادیث ضعیفہ میں ان کی نبوت کی تصریح ہے۔ روی الطبرانی باسنادہ عن ابن عباسؓ قال جاءت بنت خالد بن سنان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبسط لها ثوبه وقال بنت نبیّ ضیّعه قومه وروی الحافظ ابوبکر البزار باسناده عن سعید عن ابن عباسؓ قال ذکر خالد بن سنان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاك نبیّ ضیّعه قومه ثم قال ولا نعرفه مرفوعاً الا من هذا الوجه وكان قیس بن الربیع الراوی للحدیث ثقة فی نفسه الا انه كان ردی الحفظ وكان له ابن یدخل فی احادیثه ما لیس منها۔ خالد بن سنان عربی تھے اور بنو اسماعیل علیہ السلام یعنی عرب مستعربہ میں سے تھے۔ قبیلۂ بنو عبس میں سے تھے۔ اور احادیث و آثار قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی صاحب شریعت نہیں آئے۔

بعض علماء تاریخ و تفسیر کے نزدیک حنظلہ بن صفوان علیہ السلام بھی زمانۂ فترت کے نبی ہیں۔ حنظلہ علیہ السلام اصحاب الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ رسّ کا معنی ہے کنواں۔ حضرت حنظلہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک بڑے پرندے کی آفت و تباہی سے نجات دی تھی۔ وہ پرندہ عنقاء مغرب تھا جو ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو کھا جاتا تھا۔ عنقاء کا بیان اس کتاب کی فصل حیوانات میں ملاحظہ کیا جائے۔ علامہ بیضاویؒ نے تبعاً لصاحب الکشاف فترت میں چار انبیاء کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک یعنی خالد بن سنان عربی تھے اور بقیہ تین بنی اسرائیل میں سے تھے۔

اخرج ابو یعلی الموصلی باسناده ان رجلاً من عبس یقال له خالد بن سنان قال لقومه انی اُطفیٔ عنکم نار الحرّتین فقال له رجل من قومه (هو عمارة بن زیاد کما صرح به فی المستدرك) والله یا خالد ما قلت لنا قط الا حقاً فما شأنك وشأن نار الحرّتین تزعم انك تطفئها فخرج خالد ومعه اناس من قومه فیهم عمارة بن زیاد فاتوها فاذا هی تخرج من شق جبل فخط لهم خالد خطةً فاجلسهم فیها فقال ان ابطأتُ علیکم فلا تدعونی باسمی فخرجت کأنها خیل شقر یتبع بعضها بعضاً فاستقبلها خالد فجعل یضربها بعصاه وهو یقول بدا بدا بدا کل هدی زعم ابن راعیة المعزی انی لا اخرج منها وثیابی بیدی حتی دخل (خالد) معها (ای مع النار) الشق فابطأ علیهم فقال لهم عمارة بن زیاد والله ان صاحبکم لو کان حیًّا لقد خرج الیکم بعد قالوا فادعوه باسمه قال فقالوا انه قد نهانا ان ندعوه باسمه فدعوه باسمه۔

فخرج وهو آخذ برأسه فقال الم انهکم ان تدعونی باسمی؟ فقد والله قتلتمونی فادفنونی فاذا مرت

بکم الحمر فیہا حمار ابتر فانبشونی فانکم تجدونی حیًّا فنبوہ فمرّت بہم الحمر فیہا حمار ابتر فقلنا انبشوہ فانہ امرنا ان ننبشہ فقال لہم عمارۃ لا تنبشوہ لا واللہ لا تحدّث مضرانا ننبش موتانا وقد کان قال لہم خالد انّ فی عکن امرأتہ لوحین فان اشکل علیکم امر فانظروا فیہا فانکم ستجدون ما تسألون عنہ قال ولا یمسہا حائض فلما رجعوا الی امرأتہ سألوہا عنہما فاخرجتہما الیہم وہی حائض فذہب ما کان فیہما من علم۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی سیرۃ النبی ج ا ص ۲۱ پر لکھتے ہیں لم یبعث بشریعۃ مستقلۃ من العرب بعد اسمٰعیل الا محمد صلی اللہ علیہ وسلم واما خالد بن سنان وان کان من ولد اسماعیل علی ما قیل فقال بعضہم لم یکن فی بنی اسمٰعیل نبی غیرہ قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا انہ لم یبعث بشریعۃ مستقلۃ بل بتقریر شریعۃ عیسی علیہ السلام ای وکان بینہ وبین عیسی ثلثمائۃ سنۃ وخالد ہذا ہو الذی اطفأ النار التی خرجت بالبادیۃ بین مکۃ والمدینۃ کادت العرب ان تعبدہا کالمجوس کان یری ضوؤہا من مسافۃ ثمان لیال وربما کان یخرج منہا العنق فیذہب فی الارض فلا یجد شیئا الا اکلہ فامر اللہ تعالی خالد بن سنان باطفائہا وکانت تخرج من بئر ثم تنتشر فلما خرجت وانتشرت اخذ خالد بن سنان یضربہا ویقول بدا بدا کل ہدی وہی تتأخر حتی نزلت الی البئر فنزل الی البئر خلفہا فوجد کلابا تحتہا فضربہا وضرب النار حتی اطفأہا ویذکر انہ کان ہو السبب فی خروجہا فانہ لما دعا قومہ کذبوہ وقالوا لہ انما تخوفنا بالنار فان تسل علینا ہذہ الحرۃ نارا ابتعناک فتوضأ ثم قال اللہم ان قومی کذبونی ولم یؤمنوا بی الا ان تسیل علیہم ہذہ الحرۃ نارا فارسلہا علیہم نارا فخرجت فقالوا یا خالد اردہا فانا مؤمنون بک فردّہا۔

قیل وکان خالد بن سنان اذا استسقی یدخل رأسہ فی جیبہ فیجیئ المطر ولا یقلع الا ان فع رأسہ قیل وقدمت ابنتہ وہی عجوز علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتلقاہا بخیر واکرمہا وبسط لہا رداءہ وقال لہا مرحبًا بابنۃ اخی مرحبًا بابنۃ نبی ضیّعہ قومہ فأسلمت وہذا الحدیث مرسل رجالہ ثقات وفی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والاٰخرۃ ولیس بینی وبینہ نبیّ قال بعضہم وبہ یردّ علی من قال کان بینہما خالد بن سنان وقد یقال مرادہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنبیّ الرسول الذی یأتی بشریعۃ مستقلۃ۔

وحینئذ لا یشکل ہذا لما علمت انہ لم یأت بشریعۃ مستقلۃ ولاما جاء فی روایۃ اخری لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول ولا ما فی کلام البیضاوی تبعا للکشاف من ان بین عیسی ومحمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثۃ من بنی اسرائیل وواحد من العرب وہو خالد بن سنان وبعدہ حنظلۃ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالی لاصحاب الرأس بعد خالد بمائۃ سنۃ لانہ یجوز

ان یکون کل من ھؤلاء الثلاثۃ لم یبعث بشریعۃ مستقلۃ بل کان مقرراً لشریعۃ عیسی علیہ الصلاۃ والسلام ایضاً کخالد بن سنان۔

والرس البئر الغیر المطویۃ ای الغیر المبنیۃ کذا فی الکشاف والذی فی القاموس کالصحاح المطویۃ باسقاط غیر فانہم قتلوا حنظلۃ ودسوہ فیہا ای وحین دسوہ فیہا غار ماؤھا وعطشوا بعد ریہم ویبست اشجارہم وانقطعت ثمارہم بعد ان کان ماؤھا یرویہم ویکفی ارضہم جمیعاً وتبدلوا بعد الانس الوحشۃ وبعد الاجتماع الفرقۃ لانہم کانوا ممن یعبد الاصنام ای وکان ابتلاھم اللہ تعالی بطیر عظیم ذی عنق طویل کان فیہ من کل لون فکان ینقض علی صبیانہم یخطفہم اذا اعوزہ الصید وکان اذا خطف احداً منہم اغرب بہ ای ذھب بہ الی جہۃ المغرب فقیل لہ لطول عنقہ ولذھابہ الی جہۃ المغرب عنقاء مغرب فشکوا ذلک الی حنظلۃ علیہ السلام فدعا علی تلک العنقاء فارسل اللہ تعالی علیہا صاعقۃ فاھلکتہا ولم تعقب وکان جزاؤہ منہم ان قتلوہ وفعلوا بہ ما تقدم۔

وذکر بعضہم ان حنظلۃ ھذا کان من العرب من ولد اسمعیل علیہ السلام ایضاً علیہ الصلوٰۃ السلام ثم رأیت ابن کثیر ذکر ان حنظلۃ ھذا کان قبل موسی علیہ السلام وانہ لما ذکر ان فی زمن عمر بن الخطاب فتحت تستر المدینۃ المعروفۃ وجدوا تابوتاً وفی لفظ سریراً علیہ انیال علیہ السلام ووجدوا طول انفہ شبراً وقیل ذراعاً ووجدوا عند راسہ مصحفاً فیہ ما یحدث الی یوم القیامۃ وان من وفاتہ الی ذلک الیوم ثلثمائۃ سنۃ ثم قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۴۰ لکن ان کان تاریخ وفاتہ محفوظاً من ثلثمائۃ سنۃ فدانیال لیس بنبیّ بل ھو رجل صالح لان عیسی علیہ السلام لیس بینہ وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیّ بنص الحدیث الذی فی البخاری۔ قال الحلبی اقول وقد علمت الجواب عن ذلک بان المراد بالنبیّ الرسول وفیہ ان ھذا یبعدہ عطف الرسول علی النبیّ المتقدم فی بعض الروایات الا ان یجعل من عطف التفسیر۔ انتہی۔

مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۲۷ پر خالد بن سنان کی نبوت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

وممن کان فی الفترۃ خالد بن سنان العبسی وھو خالد بن سنان بن غیث بن عبس وقد ذکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذلک نبیّ اضاعہ قومہ ثم ذکر قصۃ النار وانہ اطفاھا ثم قال فلما حضرت خالد بن سنان الوفاۃ قال لاخوتہ اذا انا دفنت فانہ ستجئ عانۃ من حمیر یقدمہا عیر ابتر فیضرب قبری بحافرہ فاذا رأیتم ذلک فانبشوا عنی فانی ساخرج الیکم فاخبرکم بجمیع ما ھو کائن فلما مات ودفنوہ رأوا ما قال فارادوا ان یخرجوہ فکرہ ذلک بعضہم وقالوا نخاف ان تنسبنا العرب الی نبشنا عن میت لنا واتت ابنتہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ یقرأ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد فقالت کان ابی یقول ھذا او

قول صحیح یہ ہے کہ خالد بن سنان صالح و مؤحد و صاحب کرامات اولیاء اللہ میں سے تھے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اوّلاً تو اس لیے کہ عیسٰی و رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین زمانے میں کوئی نبی نہیں آئے۔ صحیح حدیث بخاری میں اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ ثانیاً قرآن شریف کی اس آیت لتنذر قوما ما اتٰھم من نذیر من قبلك سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص۲۱۲ قال ابو یونس قال سماك بن حرب سئل النبی علیہ السلام عن خالد بن سنان فقال ذاك نبی اضاعہ قومہ قال ابو یونس قال سماك بن حرب ان ابن خالد بن سنان اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبا بابن اخی فھذا السیاق موقوف علی ابن عباس ولیس فیہ انہ کان نبیا والمرسلات التی فیھا انہ نبی لا یحتج بھا ھنا والاشبہ انہ کان رجلا صالحا لہ احوال وکرامات فانہ ان کان فی زمن الفترۃ فقد ثبت فی صحیح البخاری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان اولی الناس بعیسی بن مریم انا لانہ لیس بینی وبینہ نبی۔ وان کان خالد قبل الفترۃ فلا یمکن ان یکون نبیا لان اللہ تعالٰی قال لتنذر قوما ما اتاھم من نذیر من قبلك۔

وقد قال غیر واحد من العلماء ان اللہ تعالی لم یبعث بعد اسماعیل علیہ السلام نبیا فی العرب الا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء الذی دعا بہ ابراھیم الخلیل وبشرت بہ الانبیاء لقومھم حتی کان اٰخر من بشر بہ عیسی بن مریم علیہ السلام وبھذا المسلك بعینہ یرد ما ذکرہ السھیلی وغیرہ من ارسال نبی من العرب یقال لہ شعیب بن ذی مھذم بن شعیب بن صفوان صاحب مدین وبعث الی العرب حنظلۃ بن صفوان فکذبوھما فسلط اللہ علی العرب بخت نصر فنال منھم من القتل والسبی نحو ما نال من بنی اسرائیل وذلك فی زمن معد بن عدنان والظاھر ان ھؤلاء کانوا قوما صالحین یدعون الی الخیر۔ انتھی۔

امر ۲ ثانی۔ مشہورِ زمانہ سخی حاتم طائی زمانۂ فترت میں تھے۔ یہ قبیلۂ طی سے تھے۔ طی عرب میں مشہور اور بہت بڑا قبیلہ ہے۔ حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حاتم طائی کفر پر مرا ہے کما یعلم من کتب التاریخ۔ اس کے مکارم اخلاق و مناقب و مفاخر و احوال جود و سخا کے کتابوں میں عجیب و حیرت انگیز قصے منقول ہیں۔ تاہم وہ نیک کام اور سخاوت و شہرت اور دنیا میں نیک نامی کی نیت سے کرتا تھا۔ رضاء اللہ و ثواب آخرت کے ارادے سے وہ یہ کام نہیں کرتا تھا۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ وکانت لحاتم مآثر وامور عجیبۃ واخبار مستغربۃ فی کرمہ یطول ذکرھا ولکن لم یکن یقصد بھا وجہ اللہ والدار الاٰخرۃ وانما کان قصدہ السمعۃ والذکر وعن ابن عمر قال ذکر حاتم عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاك اراد امرا فادرکہ واخرج احمد فی مسندہ قال قلت لرسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی کان یصل الرحم ویفعل ویفعل فهل له فی ذلك یعنی من اجر قال انّ اباك طلب شیئًا فاصابه۔ واخرج البیهقی باسناده عن علی رضی اللہ عنه قال یا سبحان الله ما ازهد کثیرًا من الناس فی خیر عجبًا لرجل یجیئه اخوه المسلم فی حاجة فلا یری نفسه للخیر اهلًا فلو کان لا یرجو ثوابا ولا یخشی عقابًا لکان ینبغی له ان یسارع فی مکارم الاخلاق فانها تدل علی سبیل النجاح فقام الیه رجل فقال فداك ابی وامی یا امیر المؤمنین اسمعته من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم وما هو خیر منه۔ (ای سمعتُ عنه علیه السلام ما هو خیر من هذا)۔

لما اُتِیَ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بسبایا طیٔ وقعت جاریة حمراء لعساء زلفاء عیطاء شماء الانف معتدل القامة والهامة درماء الکعبین خدلجة الساقین لفاء الفخذین خمیصة الخصرین ضامرة الکشحین مصقولة المتنین قال فلما رأیتها اعجبت بها وقلتُ لأطلبن الی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فیجعلها فی فیئ فلما تکلمت اُنسیتُ جمالها لما رأیت من فصاحتها فقالت یا محمد ان رأیت ان تخلی عنّی ولا تشمت بی اَحیاء العرب فانی ابنة سیّد قومی وان ابی کان یحمی الذمار ویفكّ العانی ویشبع الجائع ویکسو العاری ویقری الضیف ویطعم الطعام ویفشی السلام ولم یردّ طالب حاجة قطّ وانا ابنة حاتم طیٔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا جاریة هذه صفة المؤمنین حقًّا لو کان ابوك مؤمنًا لترحّمنا علیه خلّوا عنها فان اباها کان یحب مکارم الاخلاق والله تعالی یحب مکارم الاخلاق فقام ابو بردة رضی اللہ عنه فقال یا رسول الله والله یحبّ مکارم الاخلاق؟ فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیده لا یدخل الجنة احد الا بحسن الخلق۔

مبرد نحوی ابوعبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حاتم طائی نے شاعر متلمس کے وہ اشعار سنے جن میں مال محفوظ رکھنے کی ترغیب ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

قلیلُ المالِ تُصلِحه فیبقیٰ ۔۔۔ ولا یبقی الکثیر علی الفساد

وحفظُ المال خیرٌ من فناه ۔۔۔ وعسفٍ فی البلاد بغیر زاد

تو حاتم نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ماله قطع الله لسانه حمل الناس علی البخل فهلّا قال ؎

فلا الجود یُفنِی المال قبل فنائه ۔۔۔ ولا البخل فی مال الشحیح یزید

فلا تلتمس مالًا بعیش مقتّرٍ ۔۔۔ لکلّ غدٍ رزق یعود جدید

الم ترانّ المالَ غادٍ ورائحٌ ۔۔۔ وانّ الذی یُعطیك غیرُ بعید

قال القاضی الفرج ولقد احسن فی قوله وان الذی یعطیك غیر بعید ولو کان مسلمًا لرجی له الخیر فی معاده

وقد قال اللہ تعالی فی کتابہ واسألوا اللہ من فضلہ ۔ وقال تعالی واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔ انتھی ۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حاتم کا یہ قول الم تران المال الخ بھی بہت خوب ہے ۔ اسی وجہ سے ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح میں کفارت بالمال معتبر نہیں ہے فان المال غاد ورائح کما فی کتب الفقہ بلکہ تینوں اشعار کا مضمون اسلامی اور حق ہے ۔ ممکن ہے کہ اس کا یہ قول وان الذی یعطیك غیر بعید حاتم کے ایمان باللہ اور موحد ہونے کی دلیل ہو جائے کیونکہ زمانۂ فترت میں صرف توحید نجات آخرت کے لیے کافی ہے کما صرح بہ العلماء ۔ بہرحال حاتم کا یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ اللہ تعالی کے وجود و توحید کا معترف تھا ۔ نیز اس بات پر کہ معطی یعنی سب کچھ دینے والے اور تمام امور میں متصرف اللہ تعالے ہی ہیں ۔ نیز اس بات پر کہ اللہ تعالی قریب وغیر بعید ہیں نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور فترت میں ایمان کے لیے اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے ۔ یہ دلیل اول کا بیان تھا ۔

دلیل دوم ۔ حاتم کا ایک اور شعر ہے جس میں وہ اپنی مملوکہ باندی کو اپنی سخاوت کے بارے میں کہتا ہے نعمان بادشاہ سے ملاقات کرنے اور اس کے تحائف وصول کرنے کے بعد ؎

اِن یَغنَ ماعندنا فاللہ یرزقنا　　مِمّن سوانا ولسنا نحن نرتزق

یہ قول فاللہ یرزقنا بظاہر حصر پر دال ہے یعنی صرف اللہ ہی رازق ہیں معلوم ہوا کہ حاتم موحد تھا اللہ تعالی کے وجود کے قائل ہونے کے علاوہ صرف اللہ تعالی ہی کو رزاق اور متصرف فی الامور سمجھتا تھا ۔

دلیل سوم ۔ حاتم خصال حمیدہ و مکارم اخلاق ، پاک دامنی و عفت سے موصوف تھا ۔ لوگوں کی خیرخواہی ہمسایوں کی عزت کا خیال رکھنا ، مہمانوں کا اکرام و اطعام و سخاوت وغیرہ یہ وہ افعال صالحہ ہیں جن کا منبع ایمان باللہ و خوف خدا ہی ہو سکتا ہے ۔ ذکر الدارقطنی الحافظ المحدث باسنادہ قال قالت امرأۃ حاتم لحاتم یا ابا سفانۃ اشتہی ان اکل انا وانت طعاماً وحدنا لیس علیہ احدٌ فامرھا فحولت خیمتھا من الجماعۃ علی فرسخ وامر بالطعام فھیئ وھی مرخاۃ ستورھا علیہ وعلیھا فلما قارب نضج الطعام کشف عن رأسہ ثم قال ؎

فلا تطبخی قدری وسترك دونھا　　علیّ اذن ما تطبخین حرامُ
ولکن بھذاك الیفاع فاوقدی　　بجزل اذا اوقدت لا بضرام

قال ثم کشف الستور وقدم الطعام ودعی الناس فاکل واکلوا فقالت ما اتممت لی ما قلت فاجابھا فانی لا تطاوعنی نفسی ونفسی اکرم علیّ من ان یثنی علی ھذا وقد سبق لی السخاء ثم انشأ یقول ؎

أُمارِس نفسي البخل حتى أعزّها | واترك نفسَ الجود ما استثيرها
ولا تشتكيني جارتي غير انها | اذا غاب عنها بعلها لا ازورها
سيبلغها خيري ويرجع بعلها | اليها ولم تقصر عليها ستورها

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکارم اخلاق اس کی فطرت بن گئے تھے اور وہ بڑا پاکدامن تھا ہمسایہ عورتوں کو کبھی بری نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا اہل جاہلیت کی آوارگی کے برخلاف وہ زنا اور بےحیائی سے مکمل اجتناب کرتا تھا۔ حاتم کا قول نفسی اکرم علی من ان یثنی علیّ ھذا قابل غور وفکر ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دکھاوا، ریا اور صرف حسن ثنا اور دنیاوی شہرت و نیک نامی حاصل کرنے کے لیے یہ نیک اعمال نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا ظاہر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اعمال صالحہ کرتا تھا۔ حاتم کے کچھ مزید اشعار سنیے جن میں وہ اپنی عفت اور اجنبی عورتوں کو بری نگاہ سے نہ دیکھنے پر خوشی و فخر کرتا ہے۔ حاتم کہتا ہے ؎

اذا ما بِتُّ أشرب فوق ريّي | لسُكرٍ في الشراب فلا رويتُ
اذا ما بِتُّ أختِلُ عِرسَ جارِي | لِيُخفيني الظلامُ فلا خفيتُ
أأفضح جارتي وأخونُ جارِي | فلا والله أفعل ما حَيِيتُ

اس قطعہ میں مکارم اخلاق کے بیان کے علاوہ اس کا قول فلا واللہ ہمارے دعوے کا گواہ ہے۔ اس نے خدا تعالٰی کے نام کی قسم کھائی۔ معلوم ہوا کہ وہ موحّد تھا ورنہ یہاں پر بت کی قسم کھا کر واللات بھی کہہ سکتا تھا۔ اس سلسلے کے چند اور اشعار حاتم کے سنیے۔ کہتا ہے ؎

ما ضرّ جاراً لي أُجاوِرُه | أن لا يكونَ لبابه سِترُ
أُغضِي اذا ما جارتي بَرَزَتْ | حتى يُوارِي جارتي الخِدرُ

مندرجہ ذیل اشعار میں حاتم اپنے مکارم اخلاق کی مزید وضاحت کرتا ہے ؎

وما من شيمتي شَتم ابنِ عَمّي | وما انا مُخلِفٌ مَن يرتجيني
وكلمةُ حاسدٍ من غيرجرمٍ | سمعتُ وقلتُ مُرّي فانفذيني
وعابوها عليّ فلم تَعِبني | ولم يعرق لها يومًا جَبيني
وذي وَجهَين يلقاني طليقا | وليس اذا تغيّبَ يأتسيني
ظفرتُ بعيبه فكففتُ عنه | محافظةً علىٰ حَسَبي وديني

ان پانچ ابیات پر غور کرنے سے چند اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) شعر اول کے پہلے مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کی مخالفت کے باوجود کسی کو برا نہیں کہنا اور سب وشتم سے اجتناب کرنا مومنوں کی خصلت ہے۔ واذا خاطبہم الجاھلون قالوا سلامًا۔ (۲) دوسرے مصرعہ میں بتاتا ہے کہ وہ وعدہ خلافی سے بچتا ہے اور کسی سائل اور طامع مال و امید وار نفع کو نا امید نہیں کرتا۔ یہ کتنی اچھی خصلت ہے

(۳) دوسرے بیت میں وہ بتاتا ہے کہ وہ حاسدین کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ انھیں معاف کر دیتا ہے۔ (۴) تیسرے شعر میں بتاتا ہے کہ حاسدین کو سزا نہ دینے اور ان کی سنی ان سنی کر دینے کے بارے میں وہ لوگوں کی ملامت کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ (۵) آخری دو شعروں میں یہ ذکر ہے کہ ذو وجہین ومنافقین جو پس پشت اس کی غیبت وبدخواہی میں کسر نہیں چھوڑتے کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود حاتم ان کی عیب جوئی سے احتراز کرتا ہے۔

(۶) آخری مصرعہ میں ہے کہ وہ یہ تمام افعالِ حسنہ وخصالِ طیبہ اپنی شرافت، عزت اور دین کو بچانے کے پیشِ نظر اختیار کرتے ہیں نہ کہ ریا و دنیاوی شہرت کے حاصل کرنے کے لیے۔ (۷) لفظ "دینی" دلالت کرتا ہے کہ حاتم اپنی جاہل وکافر قوم کے برخلاف ایک دین وشریعت کا معتقد تھا اور وہ دین توحید ہی ہو سکتا ہے۔ لفظ "دینی" خصوصی طور پر توجہ طلب ہے۔ ایک اور شعر میں تو حاتم نے کمال کر دیا۔ کہتا ہے ؎

وانك إن أعطيتَ بطنكَ سُؤلَه　　　وفرجك نالا منتهى الذمِّ أجمعا

اس شعر میں اپنی عفت وحلال خوری اور حرام مال کھانے سے اجتناب کے بیان کے ساتھ ساتھ اوروں کے لیے بڑی نصیحت بیان کر دی ہے۔ عدیؓ بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شهدتُ حاتمًا يكيد بنفسه فقال لي اى بُنيّ انى أعهد من نفسى ثلاثَ خصالٍ والله ماخاتلت جارةً لريبة قط ولا ائتمنت على امانة الا أدّيتها ولا اوتى احدٌ من قبلى بسوء۔

دلیل چہارم۔ محدث ابن کثیر رحمہ اللہ نے بدایہ ج ۲ ص ۲۱۶ پر باسنادہ حاتم کی ایک حکایت ذکر کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاتم متواضع ومنکسر المزاج ہونے کے علاوہ اسخی الناس یعنی سب سے زیادہ سخی ہونے کا مدعی ہونا تو کجا بلکہ وہ اس کی نفی کرتا اور کہتا تھا کہ سارے عربی لوگ مجھ سے زیادہ سخی ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کے دعوے سے سخاوت کا اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ صرف اور محض دنیاوی نام وشہرت کا طالب تو ہر مجمع میں اسخی الناس ہونے کا دعویٰ واظہار کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے سب سے بڑا سخی سمجھیں اور ہر مقام پر اس کی مدح سرائی ہوتی رہے اپنی سخاوت کی نفی تو دور کی بات ہے طالبِ نام وشہرت اپنی مدح ونام کے ساتھ کسی اور شخص کا نام اپنی ہتک وبے عزتی سمجھتا ہے۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابوبكر بن عياش قيل لحاتم هل فى العرب اجود منك فقال كل العرب اجود منّى ثم انشأ يحدّث حاتم قال نزلت على غلام من العرب يتيم ذات ليلة وكانت له مائة من الغنم فذبح لى شاة منها واتانى بها فلما قرّب الىّ دماغها قلت ما اطيب هذا الدماغ قال فذهب فلم يزل يأتينى منه حتى قلت قد اكتفيت فلما اصبحتُ اذا هو قد ذهب المائة شاة وبقى لا شئ له

فقیل فما صنعت بہ فقال ومتی ابلغ شکرہ ولو صنعت بہ کل شیٔ قال علی کل حال فقد اعطیتہ مائۃ ناقۃ من خیار ابلی۔ اھ۔

دلیل پنجم۔ حاتم طائی اپنے کلام میں کثرت سے قسم ذکر کرتے ہیں لیکن ہر مقام پر وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھاتے ہیں بُتوں کے نام کی قسم نہیں کھاتے مثل قولہ فلا واللہ افعل ما جِیتُ فی الشعر الذی کوسمن قبلُ۔ نیز اللہ تعالیٰ ہی کو رزّاق و معطی اور قریب سمجھنے کے علاوہ کثرت سے ان شاء اللہ کا استعمال اپنے کلام میں کرتے تھے۔ مثل قولہ لزوجتہ نوار فی زمن القحط۔ اسکتی فو اللہ لا شبعنک ان شاء اللہ

حاتم کی بیوی نوار یہ حکایت بیان کرتی ہے کہ قحط سالی میں ایک رات ہمارے تینوں بچے عبداللہ و سفانہ اور عدیؓ بھوک سے رو رہے تھے ہمارے پاس کھلانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ تینوں بچوں کو ہم نے بہانے سے سُلا دیا ہم میاں بیوی بھی بھوکے تھے کہ آدھی رات کو ایک ہمسائی عورت نے آکر کہا کہ میرے بچے بھوکے ہیں اور بھوک کے مارے بلبلا رہے ہیں۔ اس عورت نے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ حاتم نے کہا اپنے بچوں کو جلدی سے میرے پاس لے آ۔ قالت النوار فقلت لہ ماذا صنعت اضطجع واللہ لقد تضاغی اصبیتک فما وجدت ما تُعَلِّلھم فکیف بھذہ وبولدھا فقال حاتم اسکتی فو اللہ لاشبعنک ان شاء اللہ فقام الی فرسہ فوجأ بحربتہ فی لبتہ ثم قدح زندہ واوری نارہ ثم جاء بمدیۃ فکشط عن جلدہ ثم دفع المدیۃ الی تلک المرأۃ ثم قال دونک ثم قال لی یا نوار ابعثی صبیانک فبعثتھم ثم قال سوءۃ اتأکلون شیئًا دون اھل الصرم فجعل یطوف فیھم حتی ھبوا واقبلوا علیہ والتفع فی ثوبہ ثم اضطجع ناحیۃ ینظر الینا واللہ ما ذاق مزعۃ وانہ لاحوجھم الیہ فاصبحنا وما علی الارض الا عظم و حافر کذا فی البدایۃ۔

یہ تمام باتیں حاتم کے موحد و مؤمن باللہ و بصفات اللہ کی دلیل ہیں۔ کافر و مشرک واللہ کی بجائے واللات والعزیٰ اور ان شاء اللہ کی بجائے ان شاء اللات والعزیٰ یا اسی قسم کے کسی اور بت کا نام ذکر کرتا ہے۔

دلیل ششم۔ تراجم اعیان کی فصل میں ترجمہ حاتم طائی میں ہم نے ایک وفد کی حکایت ذکر کی ہے جو حاتم کی قبر کے پاس ایک رات ٹھیرا تھا، ان میں سے ایک شخص نے حاتم کی قبر پر آکر اس سے کھانا مانگا۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۲۱۷ ذکر الخرائطی فی کتاب مکارم الاخلاق باسنادہ عن المحرر مولی ابی ھریرۃ قال مر نفر من عبد القیس بقبر حاتم طی فنزلوا قریبًا منہ فقام الیہ بعضھم یقال لہ ابو الخیبری فجعل یرکض قبرہ برجلہ ویقول یا ابا جعد اقرنا فقال لہ بعض اصحابہ ما تخاطب من رمۃ وقد بلیت واجنّھم اللیل فناموا فقام صاحب القول فزعا یقول یا قوم علیکم بمطیکم فان

حاتماً اتانی فی النوم وانشدنی شعراً وقد حفظتہ یقول ؎

ابا الخیبری وانت امرؤٌ ظلوم العشیرۃ شتّامُھا
اتیتَ بصحبک تبغی القری لدی حُفرۃٍ قد صدت ھامُھا
اتبغی لی الذنب عند المبیت وحولک طیٌّ وانعامُھا
وانا لنشبعُ اَضیافنَا وتاتی المطیّ فنعتامُھا

قال واذا ناقتہ صاحب القول تکوس عقیراً فنحروھا وقاموا یشتوون ویاکلون وقالوا واللہ لقد اضافنا حاتم حیّاً ومیتاً قال واصبح القوم واردفوا صاحبہم وساروا فاذا رجل ینوہ بہم راکباً جملاً ویقود اٰخر فقال ایکم ابوالخیبری قال انا قال ان حاتماً اتانی فی النوم فاخبرنی انہ قری اصحابک ناقتک وامرنی ان احملک وھذا بعیر فخذہ ودفعہ الیہ۔ اھ۔

یہ قصہ صاحب احوال وکرامات بزرگوں کے قصوں سے مشابہ ہے۔ موحدین ومومنین کے ہاں ایسے کرشموں کا دیکھنا ممکن ہے اور کفار کی قبروں پر ایسے کرشموں کا دیکھنا ناممکن ہے کافر قبر میں مبتلائے عذاب ہوتا ہے وہ کسی شخص کی نصرت واعانت نہیں کرسکتا۔

دلیل ہفتم۔ کتب تاریخ میں حاتم کے مفصل احوال اور قصے درج ہیں مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حاتم بُت پرست تھا یا کسی وقت بت کے پاس جاکر اس نے بت سے امداد مانگی بلکہ اس کے برخلاف یہ درج ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو رازق ومتصرف اور سب کچھ دینے والا سمجھتا تھا۔ کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حاتم نے بت کی تعظیم کی یا اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے جانوروں کی قربانی پیش کی۔ حالانکہ کفار عرب کا ہر شخص حسبِ استطاعت بتوں کو خوش کرنے کے لیے نذر ونیاز پیش کرنا اور ان کے نام پر جانور ذبح کرنا فخر وسعادت اور نیک نامی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اگر حاتم کافر ومشرک ہوتا اور ثوابِ آخرت کی بجائے صرف اور محض دنیا کی نیک نامی وشہرت کا طالب ہوتا تو وہ عرب کے اس مروّجہ اور ان کے زعم کے پیش نظر معزز وقابل ستائش سلسلے میں سب سے آگے ہوتا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تاکہ اسے اپنے مقصود یعنی حصولِ شہرت ونیک نامی میں کامیابی حاصل ہو جاتی۔ طلب شہرت کی خاطر اس قسم کے مقابلوں کے بہت سے قصے کتبِ تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے کے شرکاء کے ناموں میں کہیں بھی حاتم کا نام نظر نہیں آتا جب کہ اس کا نام سرفہرست ہونا چاہیے تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حاتم بت پرست ومشرک نہیں تھا بلکہ وہ موحّد تھا۔

دلیل ہشتم۔ حاتم زمانہ فترت میں تھا اور اشاعرہ ومحدثین ومفسرین کے بے شمار ائمہ عظام وعلماء کرام نے اہلِ فترت کے ناجی اور جنتی ہونے کی تصریح کی ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے والدین واجداد کے آخرت میں

ناجی ہونے کے لیے حافظ سیوطیؒ وغیرہ علماء نے متعدد ادلہ کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ اہل فترت میں سے ہیں اور اہل فترت ناجی ہیں۔

قال السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی رسالۃ التعظیم والمنۃ ص۳۱ عند بیان مذہب اہل السنۃ فیمن ہو قبل الدعوۃ۔ قال اہل الاصول قاطبۃ شکر المنعم لیس بواجب عقلاً خلافاً للمعتزلۃ قال الکیا الھراسی وغیرہ المراد بشکر المنعم امتثال الاوامر واجتناب النواہی من الکفر وغیرہ اھ وقد رد ابن السبکی فی شرح مختصر ابن الحاجب قول العلماء الذین ہم من اہل السنۃ وقالوا بوجوب شکر المنعم عقلاً تبعاً للمعتزلۃ ثم قال ابن السبکی وعلی مسألۃ شکر المنعم تتخرج مسألۃ من لم تبلغہ الدعوۃ فعندنا یموت ناجیاً ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وہو مضمون بالکفارۃ والدیۃ ولا یجب القصاص علی قاتلہ علی الصحیح اذ ہو لیس بمسلم انتہی بحاصلہ۔ قال السیوطی وہو صریح فی نجاتہ وانہ لا یدخل النار انہ یدخل الجنۃ مع کونہ لا یسمی مسلماً اھ۔

ثم قال السیوطی فی ذکر عذر من کفر من اہل الفترۃ وکونہم ناجین۔ ولم یکن کفر العرب انکاراً للصانع ولا لألوہیتہ ولا ادعوا فی الاصنام انہا تخلق وتدبر کما ادعی نمرود وقومہ بل کانوا یقرون للہ بالالٰہیۃ وانہ الخالق المدبر کما قال اللہ تعالیٰ ولئن سألتہم من خلقہم لیقولن اللہ وکانوا یزعمون فی الاصنام انہا تشفع لہم عند اللہ کما قال تعالیٰ حکایۃ عنہم ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔

دلیل نہم۔ مسند احمد کی مذکورہ صدر حدیث میں عدی بن حاتمؓ کے سوال پر نبی علیہ السلام کا قول ان اباك طلب شيئاً فاصابه حاتم کے موحد ہونے پر محمول ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ قول اس کے کافر ہونے کی تصریح نہیں ہے بلکہ یہ مجمل و مبہم یا ذو معنیین قول ہے۔ اس قول کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ تیرا باپ حاتم اپنے مقصد و مطلوب میں کامیاب ہوا۔ یہ ہے حدیث ہذا کا مفہوم۔ پس اس کا یہ مطلب متعین کرنا کہ حاتم کافر ہے اور وہ صرف دنیاوی نیک نامی کی خاطر مکارم اخلاق پر عمل کرتا تھا ہرگز درست نہیں۔

بلکہ یہ قول اولاً تو مبہم و ذو معنیین ہے۔ جس طرح یہ حاتم کے کفر پر محمول ہو سکتا ہے اسی طرح اس کے موحد و جنتی ہونے پر بھی محمول ہو سکتا ہے یعنی اس (حاتم) نے اجر و ثواب آخرت کو چاہا سو وہ اس نے پالیا۔

ثانیاً۔ اس حدیث میں ظاہری طور پر کامیابی کی خوش خبری سنائی گئی اور فرمایا کہ حاتم کے اعمالِ صالحہ رائگاں نہیں گئے۔ باقی باطن و نیتِ قلب کہ یہ تعیین و نشان دہی کہ وہ اچھی تھی یا بری، ثوابِ آخرت کی تھی یا صرف دنیا کی نیک نامی کی نفی نہیں فرمائی بلکہ اس سے سکوت فرمایا اور مبہم چھوڑ دیا۔ چنانچہ نیتِ قلب اچھی تھی یا بری اس کا علم تو حاتم کو ہے یا عدی بن حاتم کو صاحبُ الدار ادری بما فیہا۔ اس کی نظیر حدیث

المرء مع من احبّ ہے۔ حدیثِ ہذا میں جنت یا دوزخ میں معیت کی تخصیص و تعیین سے قطع نظر صرف معیت و رفاقتِ اخروی کی اطلاع دی گئی ہے۔ باقی جنتی یا دوزخی رفاقت کی تعیین و انتخاب محبت کے سپرد ہے۔ اگر وہ محبِ صالحین ہو تو جنت میں ان کا رفیق ہوگا اور اگر محبِ شیاطین و مفسدین ہو تو دوزخ میں ان کا مصاحب ہوگا۔

دلیل دہم۔ اگر حاتم کافر و غیر موحد یا غیر ناجی ہوتا تو نبی علیہ السلام حدیثِ مذکور میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر المرء مع من احب جیسے مبہم و ذو معنیین جواب نہ دیتے۔ کیونکہ اسی قسم کے کئی سوالات کے جواب میں نبی علیہ السلام نے واضح طور پر مسئول عنہ کے کفر کا ذکر فرمایا۔ مثلاً ایک بار ایک صحابی نے اپنے باپ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا فی النار۔ اخرج مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال یا رسول اللہ این ابی؟ قال فی النار۔ اسی طرح عبداللہ بن جدعان جو حاتم طائی کی طرح سخی و اجوادِ عرب میں سے تھا، کے بارے میں سوال کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح جواب دیا۔

فقد ثبت فی صحیح مسلم ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ ان ابن جدعان کان یطعم الطعام و یقری الضیف فھل ینفعہ ذلک یوم القیامۃ فقال لا۔ انہ لم یقل یوما رب اغفر لی خطیئتی یوم الدین۔

ابن جدعان اگرچہ بڑا سخی تھا اور سخاوت میں مشہور تھا لیکن اس میں اور حاتم میں بڑا فرق ہے وہ یہ کہ ابن جدعان سخاوت و اطعام الطعام کے سوا دیگر مکارمِ اخلاق و خصالِ مومنین سے موصوف نہ تھا بلکہ سرے سے شریف الطبع و سلیم الفطرۃ بھی نہ تھا وہ اولاً انتہائی ذلیل و بدکردار اور غنڈہ قسم کا انسان تھا۔ شرارتوں و بدکرداری کی وجہ سے اپنے قبیلہ اور خاندان میں مبغوض تھا۔ سب اس سے نالاں تھے یہاں تک کہ اپنے والدین کا بھی نافرمان تھا اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس کی سخاوت کا قصہ بھی عارضی ہے وہ فطرۃً و طبعاً سخی نہ تھا اس لیے اس نے صرف اپنی نیک نامی و دنیاوی مدح و ثنا حاصل کرنے کے لیے مال مل جانے کے بعد سخاوت شروع کی تھی۔ ہم آگے بتائیں گے کہ ابن جدعان کو اچانک ایک بڑا خزانہ مل گیا تھا اس میں سے وہ خرچ کرتا تھا۔ مفت را چہ باید، مفت آمد مفت رفتہ کی بات تھی۔

اس کے برخلاف حاتم طائی کا حال ایسا نہ تھا۔ اس کے پاس کوئی پوشیدہ خزانہ نہ تھا۔ وہ سخاوت کے علاوہ اسلام کے بلند و پاکیزہ جملہ خصالِ طیبہ مثل پاک دامنی، عفت، حرام سے اجتناب، بری نگاہ سے بچنا، کسی انسان کو تکلیف اور دکھ نہ پہنچانا، ہمسایوں کا خیال رکھنا، خود بھوکا رہنا اور دوسروں کو کھلانا وغیرہ اخلاقِ شریفہ سے موصوف تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے آج تک حاتم طائی کی سخاوت و شرافت کے ڈنکے چار دانگِ عالم میں بج رہے ہیں اور ابن جدعان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ حاتم آج تک

اگرچہ صرف سخاوت کی وجہ سے مشہور رہے لیکن ابتداء میں اس کی مقبولیت و شہرت میں سخاوت کے علاوہ دیگر اخلاقِ حسنہ کا بھی دخل تھا۔

بہرحال ظاہری قرائن کے پیشِ نظر حاتم ناجی و موحد معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا معاملۂ توحید مستور و پوشیدہ تھا اور اس کا حکم بتلانا زیادہ اہم بھی نہ تھا جتنا ورقہ بن نوفل و قس بن ساعدہ و زید بن عمرو بن نفیل کا معاملۂ توحید واضح اور اہم تھا۔ کیونکہ ان تینوں کی اسلامی باتیں خود نبی علیہ السلام سن چکے تھے یہ تینوں اشخاص شرک سے بیزاری اور ایمان باللہ و اعتقاد توحید کا ہر مجلس میں اعلان کرتے ہوئے دیگر لوگوں کو بھی صراطِ مستقیم کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے ان کا معاملہ بالکل واضح تھا۔ دربارِ نبوت میں وہ واضح بشارت کے مستحق تھے اس واسطے نبی علیہ السلام نے تینوں کے جنتی ہونے کی طرف واضح اور غیر مبہم اشارہ فرمایا۔

اخرج ابن عساکر باسنادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی حق زید بن عمرو بن نفیل یبعث یوم القیامۃ امۃ وحدہ وفی روایۃ یحشر ذالک امۃ وحدہ بینی وبین عیسی بن مریم۔ وقال علیہ السلام فی حق قس بن ساعدۃ رحم اللہ قسا اما انہ سیبعث یوم القیامۃ امۃ واحدۃ وروی البیھقی باسنادہ عن ابن عباس فذکر حدیثا فیہ طول الی قولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثنی بالحق لقد اٰمن قس بالبعث۔

حاتم جیسے مستور الحال موحدین و ناجین لوگوں کے بارے میں آپ مبہم جواب پر اکتفاء فرماتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حاتم کے مومن و موت علی التوحید سے متعلق نبی علیہ السلام کے پاس خصوصی وحی نہ آئی ہو اس لیے ایک جامع و ذو معنیین جملہ پر اکتفاء کرتے ہوئے فرمایا ان اباك طلب شیئا فاصابہ۔

سوال مذکورہ صدر روایت علی رضی اللہ عنہ میں حاتم کے مومن ہونے کی تصریح ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے حاتم کی صاحبزادی سے فرمایا یا جاریۃ ھذہ صفۃ المؤمنین حقا لوکان ابوك مؤمنا لترحمنا علیہ۔

جواب اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند ضعیف ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ مستور الحال موحدین زمانہ فترت پر عام مسلمانوں کی طرح مومن و مسلم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور نہ ان پر بوقت ذکر اسم ترحم کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی حدیث میں عبد المطلب وغیرہ اجدادِ نبی علیہ السلام پر ترحم منقول نہیں ہے۔ اسی طرح علماء و ائمہ کے نزدیک ان کے لیے رحمہ اللہ کا استعمال رائج نہیں حالانکہ وہ موحد تھے کما صرح بہ السیوطی وغیرہ من العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس واقعہ کے وقت تک حاتم کے موحد ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع نہ فرمایا ہو۔ ابن سبکی نے شرح مختصر الاصول میں اور سیوطی نے رسالہ التعظیم والمنۃ ص۲۲ میں تصریح کی ہے کہ اہلِ فترت پر

مسلم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تنبیہ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حاتم کے ناجی ہونے کے بارے میں یہ بحث صرف ظنی ہے۔ ہم اس کے ناجی ہونے کا قطعی ثبوت پیش کرنے کے مدعی نہیں ہیں کیونکہ یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حاتم ناجی ہے اللہ تعالیٰ ہی عالم الامور والغیوب ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل ہی جانتے ہیں کہ حاتم ناجی ہے یا نہیں۔ اسی طرح اس کے ایمان یا ناجی ہونے کا فتویٰ دینا بھی مقصود نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اوّلاً تو اہل فترت کے ناجی ہونے کے (بشرطیکہ صحیح نصوص کسی کے کفر پر موجود نہ ہوں) متعدد محدثین وائمہ دین قائل ہیں۔ ثانیاً بزرگوں کے اس قول کی تائید میں اس عاجز کے ذہن میں چند دلیلیں آئیں جو سپرد قلم کر دیں۔ فان کان ما ذکرنا حقًّا فمن اللہ وتوفیقہ وان کان خطأ فاستغفر اللہ عزوجل۔ هذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

امر ثالث۔ عبداللہ بن جدعان بن عمرو اہل فترت میں سے ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد کا ابن عم ہے۔ ابن جدعان کی سخاوت بھی عرب میں مشہور ہے۔ وہ عرب کے چند مشہور اجواد میں سے ہے۔ ابن کثیر بدایہ ج ۲ ص ۲۱۷ پر لکھتے ہیں کان من الکرماء الاجواد فی الجاهلیة المطعمین للمسنتین وکان فی بدء امرہ فقیرًا مملقا وکان شریرًا یکثر من الجنایات حتی ابغضه قومه وعشیرته واهله وقبیلته وابغضوه حتی ابوه فخرج ذات یوم فی شعاب مکة حائرًا بائرًا فرأی شقا فی جبل فظن ان یکون به شیئًا یؤذی فقصده لعله یموت فیستریح مما هو فیه فلما اقترب منه اذا ثعبان یخرج الیه ویثب علیه فجعل یحید عنه ویثب فلا یغنی شیئًا فلما دنا منه اذا هو من ذهب وله عینان هما یاقوتتان فکسره واخذه ودخل الغار فاذا فیه قبور لرجال من ملوک جرهم ومنهم الحارث بن مضاض الذی طالت غیبته فلا یدری این ذهب ووجد عند رؤسهم لوحًا من ذهب فیه تاریخ وفاتهم ومدة ولایتهم۔ واذا عندهم من الجواهر واللآلی والذهب والفضة شئ کثیر فاخذ منه حاجته ثم خرج وعلم باب الغار ثم انصرف الی قومه فاعطاهم حتی احبوہ وسادهم وجعل یطعم الناس وکلما قل ما فی یدہ ذلك الی ذلك الغار فاخذ حاجته ثم رجع وکانت له جفنة یأکل منه الراکب علی بعیرہ ووقع فیها صغیر فغرق۔

وذکر ابن قتیبة وغیرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد کنت استظل بظل جفنة عبداللہ بن جدعان وفی حدیث مقتل ابی جهل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابه تطلبوہ بین القتلی وتعرفوہ بشجة فی رکبته فانی تزاحمت انا وهو علی مأدبة لابن جدعان فدفعته فسقط علی رکبته فانهشمت فاثرها باق فی رکبته فوجدوہ کذلك وجعل ابن جدعان منادیا ینادی کل لیلة علی ظهر الکعبة ان هلموا الی جفنة ابن جدعان وفی صحیح مسلم ان عائشة رض قالت یا رسول اللہ

ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فهل ذلك یوم القیامة فقال لا انه لم یقل یوما رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین ۔

قال ابن حبیب المورخ فی کتابه المحبر ص۱۳۷ لما اسن ابن جدعان بن عمرو حجر علیه رهط فکان اذا اعطی احدا شیئا رجعوا علی المعطی فاخذوه منه فکان اذا سأل سائل قال کن منی قریبا اذا جلست فانی سالطك فلا ترض الا بأن تلطمنی بلطمتك او تفتدی لطمتك بفداء رغیب ترضاه وله یقول ابن قیس الرقیات ؎

والذی ان اشار نحوك لطما تبع اللطم نائل وعطاء

وذکروا ان امیة بن ابی الصلت دخل علی عبد الله بن جدعان وعنده قینتان له فلما راٰهما قال انعم صباحا ابا زهیر ثم انشأ یقول ؎

أأذکر حاجتی ام قد کفانی حیاؤك ان شیمتك الحیاء

فقال له خذ بید ایهما شئت فاخذ احداهما ثم خرج علی مجالس قریش فقالوا والله یا امیة اتیت شیخنا وسیدنا وعنده جاریتان له تلهیانه فسلبته احداهما فندم امیة من ذلك فرجعه فلما راٰه عبد الله قال له اکفف حتی اخبرك ما الذی ردك جزت علی قریش فقالوا لك کذا وکذا انا اعاهد الله لتأخذن الاخری فان احداهما لا تصلح الا بالاخری فاخذهما وخرج وهو یقول ؎

عطاؤك زین لامرئ ان حبوته بفضل وما کل العطاء یزین

امر رابع ۔ اہل جاہلیت و فترت کے ناجی وغیر ناجی ہونے پر علماء نے بحث کی ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ چونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی داعی یعنی پیغمبر نہیں آیا تھا لہٰذا وہ معذور ہیں اور بروز قیامت نجات پائیں گے فاخرج ابن جریر وابن ابی حاتم فی تفسیرهما عن قتادة فی قوله تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ۔ قال ان الله لیس بمعذب احدا حتی یسبق الیه من الله خبرا او یأتیه من الله بینة ۔ علماء کے اس گروہ کے نزدیک اہل فترت اگرچہ ناجی ہیں لیکن ان پر مسلم کا اطلاق نہیں ہو سکتا ۔ ایک اور گروہ علماء امام غزالی وغیرہ کی رائے میں اہل فترت فی حکم المسلم وفی معنی المسلم ہیں ۔ یہ تینوں گروہ عام اشاعرہ و شوافع کے ہیں ان کے نزدیک اہل فترت ناجی ہیں ۔

قال الحافظ السیوطی رحمه الله تعالی فی کتابه مسالك الحنفاء ص۲ قد اطبقت ائمتنا الاشاعرة من اهل الکلام والاصول والشافعیة من الفقهاء علی ان من مات ولم تبلغه الدعوة یموت ناجیا وانه لا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وانه اذا قتل یضمن بالدیة والکفارة نص علیه الامام الشافعی رضی الله عنه وسائر الاصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال انه یجب فی قتله القصاص ولکن الصحیح خلافه

لانہ لیس بمسلم وشرط القصاص المکافاۃ۔

وقد علل بعض الفقہاء کونہ اذا مات لا یعذب بانہ علی اصل الفطرۃ ولم یقع منہ عناد ولا جاءہ رسول فکذب بہ وسئل الشیخ شیخ الاسلام شرف الدین المناوی الشافعی المتوفی ۸۷۱ھ عن الد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل ھو فی النار فزجر السائل زجرۃً شدیدۃ فقال لہ السائل ھل ثبت اسلامہ فقال انہ مات فی الفترۃ ولا تعذیب قبل البعثۃ ونقل سبط ابن الجوزی فی مرأۃ الزمان ذلک عن بعض العلماء حیث قال وقال قوم قد قال اللہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ و الدعوۃ لم تبلغ اباہ ولا امہ فما ذنبھما؟

ان قلت ھل فی القرآن اشارۃ الی ذلک۔

قلت نعم۔ عدۃ آیات من القرآن تشیر الی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ۔

الاولی قولہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ وھذہ الآیۃ ھی التی اطبقت ائمۃ السنۃ علی الاستدلال بھا فی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ وردوا بھا علی المعتزلۃ ومن وافقھم فی تحکیم العقل۔

الثانیۃ قولہ تعالی ذلک ان لم یکن ربک مھلک القری بظلم واھلھا غافلون۔ اورد ھذہ الآیۃ زرکشی فی شرح جمع الجوامع استدلالا علی قاعدۃ ان شکر المنعم لیس بواجب عقلا بل بالسمع۔

الثالثۃ قولہ تعالی وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم آیتنا اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس وقتادۃ فی الآیۃ ای لم یھلک اللہ تعالی اھل مکۃ حتی یبعث الیھم محمدا فلما کذبوا وظلموا فبذلک ھلکوا۔

الرابعۃ قولہ تعالی وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکری وما کنا ظلمین۔ اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی الآیۃ قال ما اھلک اللہ من قریۃ الا بعد الحجۃ والبینۃ والعذر حتی یرسل الرسل وینزل الکتب تذکرۃ لھم وموعظۃ وحجۃ للہ ذکری وما کنا ظالمین۔ یقول ما کنا لنعذبھم الا من بعد البینۃ والحجۃ۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اہل فترت کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا۔ پھر اس امتحان کے نتیجہ میں وہ دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں فاخرج احمد فی مسندہ والبیھقی فی کتاب الاعتقاد وصححہ عن الاسود ابن سریع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ یحتجون یوم القیامۃ رجلٌ اصم لا یسمع شیئا ورجلٌ احمق ورجلٌ ھرم ورجل مات فی فترۃ۔ اما الاصم فیقول رب لقد جاء الاسلام وما اسمع شیئا و اما الاحمق فیقول رب لقد جاء الاسلام والصبیان یحذفونی بالبعر واما الھرم فیقول رب لقد جاء الاسلام وما اعقل شیئا واما الذی مات فی الفترۃ فیقول رب ما اتانی لک رسول فیاخذ مواثیقھم

لَيطيعُنّه فيرسل اليهم أن ادخلوا النار فمن دخلها كانت عليه بردًا وسلامًا ومن لم يدخلها يستجرّ اليها۔

واخرج البزار فى مسنده عن انس مرفوعًا يؤتى باربعة يوم القيامة بالمولود والمعتوه ومن مات فى الفترة والشيخ الفانى كلهم يتكلم بحجته فيقول الله تبارك وتعالى لعنق من جهنم ابرز ويقول لهم انى كنت أبعث الى عبادى رُسلًا من انفسهم وانى رسول نفسى اليكم ادخلوا هذه فيقول من كتب عليه الشقاء يا رب أنّى ندخلها ومنها كنا نفر؟ ومن كتب له السعادة يمضى فيقتحم فيها مسرعا فيقول الله قد عصيتمونى فانتم لرسلى أشدّ تكذيبًا ومعصيةً فيدخل هؤلاء الجنة وهؤلاء النار۔

وقال تاج الدين السبكى فى شرح مختصر ابن الحاجب على مسألة شكر المنعم فيخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة فعندنا يموت ناجيًا ولا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام وهو مضمونٌ بالكفارة والدية ولا يجب القصاص على قتله على الصحيح وقال البغوى امّا من لم تبلغه الدعوة فلا يجوز قتله قبل أن يُدعى الى الاسلام فان قتل قبل ان يدعى الى الاسلام وجب فى قتله الدية والكفارة وعند ابى حنيفة لا يجب الضمان بقتله واصله انه عندهم محجوج عليه بعقله وعندنا هو غير محجوج عليه قبل بلوغ الدعوة اليه لقوله تعالىٰ وما كنا معذبين حتى نبعث رسولًا۔ فثبت انه لا حجة عليه قبل مجئ الرسول انتهى۔

وقال الغزالى المتوفى ٥٠٥ھ فى البسيط من لم تبلغه الدعوة يضمن بالدية والكفارة لا بالقصاص على الصحيح لانه ليس مسلمًا على التحقيق وانما هو فى معنى المسلم اھ۔ هذا الحكم الذى قررناه من كون اهل الجاهلية قالوا انه ليس بعام بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوة نبى اصلا امّا من بلغته منهم دعوة احد من الانبياء السابقين ثم اصرّ على كفره فهو فى النار قطعًا وهذا لا نزاع فيه۔

ان قلت صحت احاديث بتعذيب اهل الفترة كصاحب المحجن وغيره۔

قلنا اجاب عن ذلك عقيل بن ابى طالب بثلاثة اجوبة۔ الاول۔ انها اخبار آحاد فلا تعارض القاطع۔ الثانى قصر التعذيب على هؤلاء والله اعلم بالسبب۔ والثالث قصر التعذيب فى هذه الاحاديث على من بدّل وغيّر الشرائع وشرع من الضلال ما لا يعذر به فان اهل الفترة ثلاثة اقسام۔

القسم الاوّل من ادرك التوحيد ببصيرته ثم من هؤلاء من لم يدخل فى شريعة كقس بن ساعدة وزيد بن عمرو بن نفيل ومنهم من دخل فى شريعة قائمة حقّة كتبع ونحوه۔

القسم الثانى من بدّل وغيّر واشرك ولم يُوحِّد وشرع لنفسه فحلّل وحرّم وهم الاكثر كعمرو بن لُحَى اول من سنّ للعرب عبادة الاوثان وشرع الاحكام فبحر البحيرة وسيّب السائبة وزادت طائفة من العرب على ما شرعه ان عبدوا الجنّ والملائكة وخرقوا له البنين والبنات۔

والقسم الثالث۔ من لم يشرك ولم يُوحّد ولا دخل فى شريعة نبى ولا ابتكر لنفسه شريعة ولا اخترع

دینًا بل بقی عمرہ علی حین غفلۃ عن ھذا کلہ وفی الجاھلیۃ من کان کذلک۔ فیحمل من صح تعذیبہ علی اھل القسم الثانی لکفرھم بمالا یعذرون بہ واما القسم الاول فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل من قس وزید انہ یبعث امۃ وحدہ واما تبع ونحوہ فحکمھم حکم اھل الدین الذی دخلوا فیہ ما لم یلحق احد منھم الاسلام الناسخ لکل دین واما القسم الثالث فھم الفترۃ حقیقۃ وھم غیر معذبین للقطع کما تقدم۔انتھی بتصرف۔

امر خامس اصحاب کہف کا واقعہ زمانہ فترت میں واقع ہوا تھا یعنی میں طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ قرآن شریف میں اصحاب کہف ورقیم کا قصہ مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من اٰیٰتنا عجبًا۔

رقیم سے مراد وہ لوح وتختی ہے جس پر ان لوگوں نے اصحاب کہف کے نام واحوال وتاریخ وغیرہ کچھ تفصیل لکھی تھی پھر وہ تختی کہف (غار) کے دروازے پر لٹکا دی تھی۔ یا ان لوگوں نے اس تختی کو صندوق میں بند کر کے سرکاری خزانے میں محفوظ کر دیا تھا۔ اصحاب کہف اہل روم میں سے تھے۔ قوم روم بت پرست تھی۔ ان کا بادشاہ بڑا ظالم تھا اور بت پرستی پر لوگوں کو مجبور کرتا تھا۔ ملک روم کے کسی پہاڑ میں یہ کہف یعنی غار واقع ہے جس میں اصحاب کہف داخل ہوئے تھے۔ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت ایمان باللہ وبعیسیٰ رسول اللہ وروح اللہ سے نوازا تھا۔

قال الطبری وکانوا من قوم یعبدون الاوثان من الروم فھداھم اللہ للاسلام وکانت شریعتھم شریعۃ عیسیٰ علیہ السلام فی قول جماعۃ من سلف علمائنا وکان ملکھم کافرًا۔ بعض اہل تاریخ کی رائے میں ان کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام پر مقدم ہے۔ البتہ خواب سے ان کا بیدار ہونا اور لوگوں کو ان کا اور ان کے کہف کا علم عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تھا۔

قال الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص۳ وکان بعضھم یزعم ان امرھم ومصیرھم الی الکھف کان قبل المسیح وان المسیح اخبر قومہ خبرھم فان اللہ عزوجل ابتعثھم من رقدتھم بعد ما رفع المسیح علیہ السلام فی الفترۃ بینہ وبین محمد صلی اللہ علیھما وسلم فاما الذی علیہ علماء الاسلام فعلی ان امرھم کان بعد المسیح فاما انہ کان فی ایام ملوک الطوائف فان ذلک مما لا یدفعہ دافع من اھل العلم بالاخبار القدیمۃ۔اھ۔

اصحاب کہف کے زمانہ کے بت پرست ظالم بادشاہ کا نام دقینوس تھا۔ کما قال الطبری۔ یا اس کا نام دقیوس تھا۔ کما ذکر المسعودی فی المروج۔ ج ۱ ص ۱۴۳ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام دقیانوس تھا۔

قال بعض المؤرخین المعروف ان الملک الذی ھرب منہ اصحاب الکھف اسمہ دقیانوس اھ۔

وفی البدایۃ ج ۲ ص۱۱۳ انہ اسمہ دقیانوس۔ مسعودی ملوکِ روم کے احوال میں لکھتے ہیں ثم ملک دقیوس یعبد الاوثان ستین سنۃً وامعن فی قتل النصرانیۃ وطلبہم ومن ھذا الملک ھرب اصحاب الکھف و قد اختلف الناس فمنہم من رأی ان اصحاب الکھف ھم اصحاب الرقیم وزعموا ان الرقیم ھو مارقم من اسماء اھل الکھف فی لوح من حجر علی باب تلک المغارۃ ومنہم من رأی ان اصحاب الرقیم غیر اصحاب الکھف وموضع اصحاب الکھف ھو الموضع المعروف من بلاد الروم بحارمی کذا فی المروج۔ ج ۱ ص۳۱۴۔

ثم قال وفی ایام ملک الروم المسمی بأوالس وکان علی دین النصرانیۃ استیقظ اصحاب الکھف من رقدتہم فبعثوا کما فی القرآن المجید احدھم بورقہم الی المدینۃ وکانوا من اھل المدینۃ افسیس من ارض الروم اھ وفی البدایۃ ویقال اسم القریۃ دفسوس۔

کہف والے پہاڑ کا نام طبری نے نیجلوس لکھا ہے اور جس زمانے میں وہ نیند سے بیدار ہوئے اس زمانے کا بادشاہ صالح و مسلمان تھا۔ اور کہف کے پاس بادشاہ نے کنیسہ یعنی عبادت گاہ بنائی جس میں لوگ نماز پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ اصحاب کہف بعد میں وفات پا گئے اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ قال قتادۃ وغزا ابن عباس رضی اللہ عنہما مع حبیب بن مسلمۃ فمروا بالکھف فاذا فیہ عظام فقال رجل ھذہ عظام اصحاب الکھف فقال ابن عباس لقد ذھبت عظامہم منذ اکثر من ثلثمائۃ سنۃ اھ وقال اللہ تعالیٰ ولبثوا فی کھفہم ثلثمائۃ سنین و ازدادوا تسعًا قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ وفی البدایۃ یقال انہم استمروا راقدین ویقال بل ماتوا بعد ذلک اھ۔

اصحاب کہف کی صحیح تعداد نصوصِ قطعیہ سے معلوم نہیں ہوتی۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ سات تھے اور آٹھواں کلب (کتا) تھا۔ ابن اسحاق کی رائے میں وہ آٹھ تھے۔ کتا نواں ہے اور بعض کے نزدیک وہ نو تھے۔ ان کے نام طبری نے یہ لکھے ہیں مکسلمینا مخسلمینا یملیخا۔ مرطوس۔ کسوطونس۔ بیرونس۔ رشمونس۔ بطونس۔ قالوس۔ کتے کا نام بعض علماء نے قطمیر لکھا ہے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص۱۱۳ ان اصحاب الکھف کما قیل من ابناء الملوک او قیل من ابناء الاکابر واتفق اجتماعہم فی یوم عید لقومہم ثم قال واما اختلاف العلماء فی محلۃ ھذا الکھف فقال کثیر ھو بارض ایلۃ وقیل بارض نینوی وقیل بالبلقاء وقیل ببلاد الروم وھو اشبہ وقال شعیب الجبائی اسم کلبہم حمران واسم کھفہم حیزم واما الرقیم فعن ابن عباسؓ انہ قال لا ادری ما المراد منہ وقیل ھو الکتاب المرقوم فیہ اسماؤھم وما جری لہم من بعدھم وقیل ھو اسم الجبل الذی فیہ کھفہم وقال ابن عباس واسمہ بناجلوس وقیل ھو اسم واد عند کھفہم وقیل اسم قریۃ ھنالک ھذا حاصل ما فی البدایۃ۔

علامہ حلبی رحمہ اللہ شرح بیضاوی میں لکھتے ہیں قال النیشاپوری عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان اسماء اصحاب الکھف تصلح للطلب والھرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقۃ ویرمی بھا فی وسط النار وبکاء الطفل یوضع

تحت رأسہ فی المهد وللحرث یکتب علی القرطاس ویرفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع والمضرسان وللحمی المثلثۃ والصداع والغنی والجاہ والدخول علی السلاطین یشدّ علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادۃ تشد علی فخذها الیسری ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاۃ من القتل واللہ اعلم انتھی۔

وفی قطب الارشاد ص ۴۶۳ ولدفع الفارۃ من الزرع یکتب اسماء اصحاب الکھف فی اربع قطعات قرطاس ثم توضع فی اربع جرات صغیرۃ من الخذف ثم تدفن تلک الجرات فی اربع ارکان الزرع تفرّ منہ الفارۃ باذن اللہ تعالی اھ۔ ویکتبها بعض العلماء للمحبۃ ولدفع عقم المرأۃ ولدفع العین وعن بعض السلف ان کتب اسماء اصحاب الکھف علی ناحیۃ السفینۃ امان من الغرق ثم ذکر اسماء اصحاب الکھف وھی یملیخا۔ مکسلمینا۔ مرنوش۔ برنوش۔ شاذنوش۔ کشیفطیونس۔ تبیونس۔ قطمیر وھو اسم کلبھم۔ وفی اسمائهم اختلاف کثیر۔

اصحاب کہف کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۱۲۶۔ تفسیر النیسابوری ج ۱۵ ص ۱۱۶۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۳ ص ۷۲، قطب الارشاد ص ۴۶۳۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۰۔ تفسیر القرطبی ج ۱۰ ص ۳۵۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۳۔

بعض کتب میں ہے کہ رقیم فلسطین کے اور ایلہ کے قریب ایک وادی ہے۔ وقال البعض الرقیم الذی فیہ الکھف علی فرسخ من عمّان او قریۃ صغیرۃ بالقرب من البحر المیّت او انها البتراء اھ بتراء ایک جگہ کا نام ہے۔ مقام بتراء کے قریب ایک شق (پہاڑی غار) میں بعض کتبات وخطوط کی دریافت سے پتہ چلتا ہے کہ اس غار میں زمانۂ قدیم میں کچھ لوگ مرگئے تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔ لیکن جب ان خطوط وکتبات کو ماہرین آثار قدیمہ نے پڑھا تو ان سے معلوم ہوا کہ ایک یونانی جماعت اصحابِ کہف سے قبل مقامِ جرش سے آرہی تھی اور شق بتراء میں مرگئی۔ ان کتبات کو ماہر مکتوباتِ قدیمہ ستار کی نامی شخص نے پڑھا۔

دائرۂ آثار مملکۃ اردنیہ میں اصحاب کہف کے احوال کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ کہف ایک چھوٹے سے شہر رجیب نامی کے پاس ہے۔ قدیمی نام رقیم تھا۔ رقیم میں تصرف کرکے رجیب مستعمل ہوا۔ اس غار میں مدفون قبروں کے الواح کی تاریخ ۴۵۰ء سنہ ۴۴۵ء ہے۔ یہ قیصر تیودوسیوس ثانی کی حکومت کا زمانہ تھا جب اصحاب کہف خواب سے بیدار ہوئے۔

قال فی المفصّل ج ۲ ص ۷۳ وذهب من رأی ان کهف الرجیب هو کهف اصحاب الکهف الی ان دخول الفتیۃ الکهف کان فی ایام الطاغیۃ تراجان سنۃ ۹۱ سنۃ ۱۱۷م المشهور فاتح الکورۃ العربیۃ ومؤسسها والآمر بانشاء الممر الحربی المعروف باسم طریق تراجان وبانی مدینۃ ایلۃ الرومانیۃ وصاحب

الملعب الرومانی والآثار العدیدۃ للمبانی التی اقامھا بعمان وبعدن اخری من الاردن وقد کان شدیدًا عاتیًا قاسیًا علی النصاری عدھم خونۃ مرقۃ خارجون علی الدولۃ والقانون لذلک اصدرہ ۱۱۲ء بقتل کل نصرانی لا یخلص للقیصر والدولۃ فتکتم منہ النصاری ومن جملۃ من تکتم وانزوی اصحاب الکھف اہ۔

امر سادس عمرو بن لحی بھی اسی زمانۂ فترت میں تھا۔ یہ بیت اللہ شریف کا متولی اور عرب جاہلیت کا بادشاہ تھا۔ قبیلۂ خزاعہ میں سے تھا۔ بیت اللہ شریف کا متولی اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام تھا۔ نابت کی وفات کے بعد تولیتِ بیت اللہ شریف کئی سو سال تک بنو جرہم کے پاس رہی۔ پھر بنو جرہم سے بڑی جنگ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے یہ تولیت چھین لی۔ خزاعہ قبائلِ یمن میں سے ایک قبیلہ تھا خزاعہ میں سے پہلا شخص جو بیت اللہ کا متولی ہوا وہ ربیعۃ بن حارث بن عمرو بن عامر تھا۔ اسی ربیعہ کو لحی کہا جاتا تھا۔ کما فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۶۰۔ ربیعہ یعنی لحی کے بعد عمرو بن لحی سربراہ و متولی بنا۔ عمرو بن لحی نے بڑی ترقی کی اور اس علاقہ کا خودمختار بادشاہ بن گیا۔

یہ ظہورِ اسلام سے پانچ چھے سو سال قبل کا قصہ ہے۔ قبیلہ خزاعہ تقریبًا پانچ سو سال تک بیت اللہ شریف کا متولی رہا۔ کما فی تاریخ مکہ۔ ج ۱ ص ۵۵۔ بعض نے تین سو سال لکھا ہے۔ عمرو بن لحی جاہلیت میں بڑا معزز و محترم و مطاع تھا۔ وہ جو حکم اور جو بدعت جاری کرنا چاہتا لوگ اُسے بلاچون وچرا تسلیم کرلیتے تھے۔

علامہ سہیلی روض الانف ج ۱ ص ۶۲ پر لکھتے ہیں کان عمرو بن لحی حین غلبت خزاعۃ علی البیت ونفت جُرھم عن مکۃ قد جعلتہ العرب ربًا لا یبتدع لھم بدعۃ الا اتخذوھا شرعۃ لانہ کان یطعم الناس ویکسو فی الموسم فربما نحر فی الموسم عشرۃ آلاف بدنۃ وکسا عشرۃ آلاف حُلّۃ حتّی قیل انہ اللاتُ الذی یلتُّ السویقَ للحجیج علی صخرۃٍ معروفۃ تُسمّی صخرۃ اللّات ویقال دام اَمرُہ وامرُ وُلدہ علی ھذا بمکۃ ثلاثمائۃ سنۃ فلما ھلک سُمّیت تلک الصخرۃ اللّات مخففۃ التاء واتخذ صنمًا یُعبد انتھی۔

علامہ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ان عمرو بن لحی بلغ بمکۃ وفی العرب من الشرف مالم یبلغ عربیّ قبلہ ولا بعدہ فی الجاھلیۃ وھو الذی قسّم بین العرب فی حطمۃٍ حطموھا عشرۃ آلاف ناقۃ وقد کان قد اعور عشرین فحلًا وکان الرجل فی الجاھلیۃ اذا ملک الف ناقۃ فقأ عین فحل ابلہ فکان قد فقأ عین عشرین فحلًا وکان اول من اطعم الحاجّ بمکۃ سدایف الابل ولُحمانھا علی الثرید وعمّ فی تلک السنۃ جمیع حاجّ العرب بثلثۃ اثواب من برود الیمن وکان قد ذھب شرفہ فی العرب کل مذھب وکان قولہ فیھم دینًا متبعًا لا یخالف اہ۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۲ ص ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ لحی کا نام حارثہ بن عامر ہے۔ لیکن دیگر مورخین کے نزدیک لحی نام ہے ربیعۃ بن حارثۃ بن عمرو بن عامر کا۔ کما ذکرنا من قبل۔ مسعودی یہ بھی لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا متولی عمرو بن لحی تھا۔ لیکن علامہ ازرقی وغیرہ بعض محققین کی رائے ہیں پہلا متولی اس کا باپ تھا یعنی ربیعۃ بن حارثہ۔ قال المسعودی وقد کانت ولایۃ البیت فی خزاعۃ ثلاث مائۃ سنۃ ثم اخذ الولایۃ قصی بن کلاب بن مرۃ واٰخر من ولی البیت من خزاعۃ حلیل بن حبشیۃ بن سلول بن کعب بن عمرو عامر وقال ایضاً ان عمرو بن لحی قد عُمّر فمات ولہ من الوُلد وولد الوُلد الفٌ انتہی بتصرف۔

عمرو بن لحی عرب میں پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدل ڈالا اور متعدد بدعات اور رسوم شرکیہ عرب جاہلیت میں جاری کرائیں۔ اور یہی عمرو بن لحی پہلا شخص ہے جس نے مکہ مکرمہ میں اور عرب میں بت پرستی شروع کرائی اور تلبیہ جو ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے ایک ہی طریقے پر جاری تھا اس میں مشرکانہ الفاظ کا اضافہ کیا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ عمرو بن لحی ایک بار ملک شام کے سفر پر گیا وہاں ارض بلقاء میں مقام مآب میں قوم عمالیق کو دیکھا جو کہ بتوں کی عبادت کرتی تھی فقال لھم عمرو بن لحی ماھذہ الاصنام؟ قالوا لہ ھذہ اصنام نعبدھا فنستمطرھا فتمطرنا ونستنصرھا فتنصرنا فقال لھم الا تعطونی منھا صنماً فاسیربہ الی ارض العرب فیعبدونہ فاعطوہ صنماً یقال لہ ھُبل فقدم بہ مکۃ فنصبہ وامر الناس بعبادتہ وتعظیمہ کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۸۸۔

وقال الازرقی وھو الذی بحر البحیرۃ ووصل الوصیلۃ ونصب الاصنام حول الکعبۃ وجاء بھبل من ھیت من ارض الجزیرۃ فنصبہ فی بطن الکعبۃ فکانت العرب وقریش تستقسم عندہ بالازلام وھو اول من غیر الحنیفیۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ انتہی۔

علامہ سہیلی روض الانف میں لکھتے ہیں وکانت التلبیۃ من عھد ابراھیم علیہ السلام لبیک لاشریک لک لبیک حتی کان عمرو بن لحی فبینما ھو یلبی تمثل لہ الشیطان فی صورۃ شیخ یلبی معہ فقال عمرو لبیک لاشریک لک فقال الشیخ الا شریکاً ھو لک فانکر ذلک عمرو وقال ماھذا؟ فقال الشیخ قل تملکہ وماملک فانہ لا بأس بھذا فقالھا عمرو فدانت بھا العرب انتھی۔ چنانچہ اسلام سے قبل قریش وغیرہ یوں تلبیہ پڑھتے تھے لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الا شریکاً ھو لک تملکہ وما ملک۔ پس توحید بالتلبیہ میں وہ اپنے اصنام بھی آخر میں داخل کرتے ہوئے انھیں اللہ کے مملوک ظاہر کرتے تھے اسی بات کی طرف اللہ تعالی نے اس آیت میں اشارہ فرمایا وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون ای ما یوحد ونی لمعرفۃ حقی الا جعلوا

معی شریکاً من خلقی کذا فی سیرۃ ابن ہشام۔

وفی صحیح البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ان اول من سیّب السوائب وعبد الاصنام ابوخزاعۃ عمرو بن عامر وانی رأیتہ یجرّ امعائہ فی النار۔ وروی احمد باسنادہ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً رأیت عمرو بن عامر الخزاعی یجرّ قُصبہ فی النار وھو اول من سیّب السوائب۔

وقال محمد ابن اسحق عن ابی ہریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکثم بن الجون الخزاعی یا اکثم رأیتُ عمرو بن لُحی یجرُّ قُصبہ فی النار فلم ار ایتُ رجلاً اشبہ برجل منک بہ ولا بک منہ فقال اکثم عسی اَن یضُرّنی شبہہ یا رسول اللہ قال لا انک مؤمن وھو کافرٌ انہ کان اوّل مَن غیّر دین اسمٰعیل علیہ السلام فنصب الاوثان وبحّر البحیرۃ وسیّب السائبۃ ووصّل الوصیلۃ وحمی الحامی قال اللہ تعالیٰ ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حامٍ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون۔

وعن سعید بن المسیّب قال البحیرۃ التی یمنع درّھا للطواغیت فلا یحلبھا احد من الناس و السائبۃ التی کانوا یسیّبونھا لاٰلھتھم لا یحمل علیھا شئ وفی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص۸۹ قال ابن اسحٰق اما البحیرۃ فھی بنت السائبۃ والسائبۃ الناقۃ اذا تابعت بین عشر اناث لیس بینھنّ ذکر سیبت فلم یرکب ظھرھا ولم یجزّ وبرھا ولم یشرب لبنھا الا ضیف فما نتجت بعد ذلک من انثی شقّت اذنھا ثم خلی سبیلھا مع امّھا فلم یرکب ظھرھا ولم یجزّ وبرھا ولم یشرب لبنھا الا ضیف کما فعل بامّھا فھی البحیرۃ بنت السائبۃ والوصیلۃ الشاۃ اذا اتأمت عشر اناث متتابعات فی خمسۃ ابطن لیس بینھن ذکر جعلت وصیلۃ قالوا قد وصلت فکان ما ولدت بعد ذلک للذکور منھم دون اناثھم الا ان یموت منھا شئ فیشترکوا فی اکلہ ذکورھم واناثھم والحام الفحل اذا نتج لہ عشر اناث متتابعات لیس بینھن ذکر حمی ظھرہ فلم یرکب ولم یجزّ وبرہ وخلی فی ابل یضرب فیھا لا ینتفع منہ بغیر ذلک اھ۔ وللمفسرین فی تفسیرھا اقوالٌ۔ ھذا تمت رسالۃ النظرۃ فی الفترۃ۔ وللہ الحمدُ علمہ اتم۔

فِلَسطِین۔ آیت وقلنا یا اٰدم اسکُن انتَ وزوجکَ الجنّۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ فِلسطِین بکسر فاء وفتح لام وسکونِ سین ہے۔ نسبت فَلَسطِیّ ہے۔ اس کے اعراب میں نحاۃ کے دو مذہب ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ غیر منصرف ہے اور یاء لازم ہے ہر حال میں۔ تقول ھذہٖ فلسطینُ ورأیت فلسطینَ ومررت بفلسطینَ بغیر تنوین۔ دوّم یہ کہ وہ بمنزلۂ جمع ہے اور اعراب بالحرف ہے مثلِ جمع تقول ھذہ فَلسطونَ ورأیتُ فلسطین و مررتُ بفلسطینَ بفتح الفاء واللام۔ کذا ضبطہ الامام الازھری۔

فلسطین قدیم نقشوں اور لغت کے پیشِ نظر ملکِ شام کا آخری صوبہ ہے بجانب مصر۔ عسقلان۔ رملہ۔ غزہ۔

ارسوف۔ قیساریہ۔ نابلس۔ اریحا۔ عمّان اس کے مشہور شہر ہیں۔ فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ وہ یہاں پر آباد ہوا تھا۔ بقول زجاجی فلسطین بن کلثوم من ولد فلان بن نوح علیہ السلام سے موسوم ہے۔ اور بروایت ہشام بن محمد فلیشین بن کسلوخیم من بنی یافث بن نوح علیہ السلام سے مسمّی ہے۔ کتاب ابن الفقیہ میں ہے کہ فلسطین بن کسلوخیم بن صدقیا بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے اسم کو منسوب ہے۔

ابن کلبی فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ یا قوم ادخلوا الارض المقدّسة التی کتب اللہ لکم میں اور قولہ تعالیٰ الارض التی بارکنا فیھا للعالمین میں ارض سے ارضِ فلسطین مراد ہے۔ کذا فی المعجم۔

الفُرات بضم الفاء تجری من تحتھا الانھار کی شرح میں مذکور ہے۔ فرات عراق میں کوفہ کے قریب ایک مشہور دریا کا نام ہے۔ اس کا پانی میٹھا ہے اور مفید تر ہے۔ شاید اسی وجہ سے یا بطور تفاول اس کا نام فرات رکھا گیا۔ عربی لغت میں فرات کا معنی ہے میٹھا پانی قال اللہ تعالیٰ ھذا عذبٌ فرات وھذا ملح اجاج۔ اور فرات کا مقابل ماء ملح ہے یقال فرت الماء فروتةً اذا عذب فھو فُرات۔ دریائے فرات کا منبع ومخرج جبالِ ارمینیہ ہے۔ پھر وہاں سے ہوتے ہوئے ارض روم میں داخل ہوتا ہے راستہ میں مزید کئی چھوٹی بڑی نہریں اس سے جا ملتی ہیں۔ پھر مقام قرنہ میں دریائے دجلہ سے جا ملتا ہے۔ فرات شہر وقلعہ منبج شہر بالس۔ شہر رقہ۔ شہر عانہ شہر ہیت کے مقابل گزرتا ہوا شہر واسط وبصرہ کے مابین جا نکلتا ہے۔

مقام صِفّین جہاں پر معاویہ وعلی رضی اللہ عنہما کی افواج میں جنگ ہوئی تھی کے قریب گزرتا ہے۔ اس کا طول تقریباً ۵۰۰ فرسخ ہے۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ قال المسعودی فی مروج الذھب ج ۱ ص ۱۰۳، فیکون مقدار جریانہ علی وجه الارض نحواً من خمسمائة فرسخ وقد قیل اکثر من ھذا آگے جاکر فرات خلیج فارس میں گر جاتا ہے۔ وفی دائرة المعارف ج ۷ ص ۱۳۵ ویبلغ طول الفرات ۲۸۶۰ کیلومترا ویصب عند مدینة عبادان علی الخلیج الفارسی اھ۔ وفی معجم البلدان ج ۴ ص ۲۳۲ ثم یصب فی بحر الھند اھ۔

دریائے فرات کے بہت سے فضائل ہیں روی ان اربعة انھار من الجنة النیل والفرات وسیحون وجیحون وروی عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال یا اھل الکوفة ان نھرکم ھذا یصب الیہ میزابان من الجنة وعن عبد الملک بن عمیر ان الفرات من انھار الجنة ولولا ما یخالطہ من الاذیٰ ما تداوی بہ مریض الا ابرأہ اللہ تعالیٰ وان علیہ ملکا یذود عنہ الادواء۔ وروی ان عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق شرب ماء الفرات ثم استزاد فحمد اللہ وقال نھرٌ ما اعظم برکتہ ولو علم الناس ما فیہ من البرکة لضربوا علی حافتیہ القباب ولولا ما یدخلہ من الخطائین ما اغتمس فیہ ذو عاھة الا برأ ومما یروی عن السدی واللہ اعلم بصحتہ من باطلہ قال مدّ الفراتُ فی زمن علی رضی اللہ عنہ فالقی رمانةً قطعت الجسر من عظمھا فاُخذت فکان فیھا کرحبٌ فامر المسلمین ان یقتسموھا بینھم وکانوا یرونھا

من الجنۃ۔ وھذا باطل لان فواکہ الجنۃ لم توجد فی الدنیا کذا فی معجم البلدان قلت لاشک فی بطلان ھذا و بعض ماذکر من قبل نعم خبر اربعۃ انہار من الجنۃ مروی فی الاحادیث الصحیحۃ والحسنۃ۔ وقد فصّلناہ فی بیان النیل من ھذا الکتاب فراجعہ۔

قریش۔ آیت فمن فرض فیھن الحج فلا رفث الآیۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی ہیں۔ بنوہاشم قریش ہی میں سے ایک خاندان ہے۔

قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ پس جو اولادِ نضر میں سے ہو وہ قریشی ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہ ہو وہ قریشی نہیں کہلاتا۔ اور بعض مؤرخین کے نزدیک فہر بن مالک کا لقب قریش تھا نہ کہ نضر کا۔ پس اولادِ فہر قریشی ہے اور جو شخص فہر کی اولاد سے نہ ہو وہ قریشی نہیں ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک قولِ اول مختار ہے۔ واختارہ ابوعبیدۃ معمر بن المثنی۔ اور بہت سے محققین تاریخ نے قولِ ثانی کو ترجیح دی ہے۔ راجع البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۰ وروض الانف ج ۱ ص ۷۰۔ فہر اور نضر دونوں نبی علیہ السلام کے سلسلہ نسب میں اجداد کے نام ہیں۔

نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ۔ کذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۵۔

تسمیہ بہ قریش کی وجوہ اشتقاق متعدد ہیں۔ (۱) قیل من التقرش وھو التجمع بعد التفرق وذلک فی زمن قصی بن کلاب کذا فی البدایۃ ج ۱ ص ۲۰۱ء وفیہ نظر اذ قریش لیس لقب قصیّ بل کان ھذا الاسم قبل قصیّ قال العلامۃ السہیلی فی روض الانف ج ۱ ص ۷ بعد ذکرہ ھذا القول والدلیل علی اضطراب ھذا القول ان قریشًا لم یجتمعوا حتی جمعھم قصی بن کلاب۔

(۲) وقیل من التقرش وھو التکسب والتجارۃ قال الجوھری القرش الکسب والجمع قال الفراء وبہ سمیت قریش۔

(۳) وقال ابن الکلبی سمی النضر قریشًا لانہ کان یقرشُ ای یُفتِّش عن حاجۃ الناس فیسُدّھا والتقریش ھو التفتیش وکان بنوہ یقرشون اھل موسم الحج عن الحاجۃ فیرفِدونھم بما یبلّغھم بلادھم۔

(۴) وفی روض الانف ج ۱ ص ۷ ان قریشًا تصغیر القرش وھو حوتٌ فی البحر یأکل حیتانَ البحر یُسمّی بہ ابوالقبیلۃ اھ۔ روی البیہقی ان معاویۃ رضی اللہ عنہ قال لابن عباس لم سمیت قریشٌ قریشًا فقال لدابۃٍ تکون فی البحر تکون اعظم دوابہ قال فانشد نی فی ذلک شیئًا فانشدہ شعر الجمحی

اذ یقول ؎

وقریش ھی التی تسکن البحر — بہا سُمّیت قریش قریشا

تأکل الغث والسمین ولا — تترکن لذی الجناحین ریشا

ھکذا فی البلاد حی قریش — یأکلون البلاد اکلا کمیشا

(۵) وقیل سُمّوا بقریش بن الحارث بن یخلد بن النضر بن کنانۃ وکان دلیل بنی النضر فی اسفار التجارۃ فکانت العرب تقول قد جاءت عیر قریش قالوا و بدر بن قریش ھو الذی حفر البئر المنسوبۃ الیہ التی کانت عندھا الوقعۃ العظمیٰ و فی صحیح مسلم عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمٰعیل و اصطفی قریشا من کنانۃ و اصطفی ھاشما من قریش و اصطفانی من بنی ھاشم۔ ایک اور حدیث شریف ہے الائمۃ من قریش۔ احادیث میں قریش کی بڑی فضیلت منقول ہے۔

قحطان ۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتدا میں مذکور ہے۔ قحطان عرب کے جد اعلیٰ کا نام ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ اہل یمن قحطان کی اولاد ہیں اور دیگر عرب یعنی قریش وغیرہ عدنان کی اولاد ہیں۔ قحطان کا بیٹا یعرب تھا اور یعرب کے نام کی مناسبت سے عرب کو عرب کہتے ہیں۔ اولادِ قحطان کو عرب عاربہ کہتے ہیں۔ اس کے سلسلۂ نسب میں اہل اخبار کے متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حسب قولِ بعض اس کا نسب یہ ہے قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ یہ اکثر نسابین کی رائے ہے۔

راجع سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴ وسیرۃ ابن ہشام علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۱۔ ومروج الذہب ج ۱ ص ۲۷۶ ونہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۷۵ والاخبار الطوال ص ۹ وکتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاکلیل ج ۱ ص ۸۷ وتاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۰۵ وابن خلدون ج ۱ ص ۹ وغیر ذلک۔

(۲) توراۃ میں قحطان کا نام یقطان لکھا ہے فہو یقطان بن عابر بن شالخ بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ دیکھو توراۃ التکوین الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدہا۔ نیز ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸ وتاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹۔ یہ دونوں سلسلۂ نسب تقریباً ایک معلوم ہوتے ہیں۔

بعض اہل اخبار کہتے ہیں کہ عابر ہود علیہ السلام ہیں لہٰذا وہ یوں سلسلۂ نسب ذکر کرتے ہیں قحطان بن ہود بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ لیکن بعض مورخین قحطان کو ہود علیہ السلام کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے۔ بقول بعض علما قحطان ہود علیہ السلام کا بھائی یا بھائی کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے۔ کذا فی الروض الانف ج ۱ ص ۱۳۔ بعض کتب تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

ففی انسان العیون للحلبی ج ۱ ص ۱ وقحطان اوّل من قیل لہ ابیت اللعن واول من قیل لہ انعم صباحا وہو یعرب بن قحطان

قیل لہ ایمن لان ھودؑ نبی اللہ تعالی قال لہ انت ایمن ولدی وسمی الیمن یمنا بنزولہ فیہ اھ وھذا یدل علی ان قحطان ھو ھودؑ علیہ السلام۔

(۴) بعض علماء کے نزدیک قحطان اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ سارے عرب اولادِ اسماعیلؑ ہیں۔ فہو قحطان بن تیمن بن قیذر بن اسمٰعیل علیہ السلام۔

وقد احتج لکون قحطان من ولد اسماعیل علیہ السلام بقول نبینا علیہ السلام ارموا یا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیا قال ھذا القول لقوم من اسلم بن افصی واسلم اخو خزاعة وھم بنو حارثة بن ثعلبة ابن عمرو بن عامر و ابناء عمرو بن عامر من سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان انتہی بتصرف ما فی الروض الانف ج ۱ ص۱۳ اور اہل سبا اہل یمن ہیں یعنی اہل یمن اولاد قحطان ہیں تو ثابت ہوا کہ کل اہل یمن بھی اولادِ اسمٰعیلؑ ہیں جس طرح قریش وغیرہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک اولاد قحطان یعنی اہل یمن مقابل ہیں اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کے اور حدیث مذکور کی تاویل کرتے ہیں قال ابن ھشام فی سیرتہ فالعرب کلھا من اسمٰعیل علیہ السلام وقحطان (ای کل العرب اما من اسماعیل واما من قحطان فھم نوعان بعضھم من اسماعیل وبعضھم من قحطان) وبعض اھل الیمن یقول قحطان من ولد اسماعیل ویقول اسمٰعیل علیہ السلام ابو العرب کلھا اھ ج ۱ ص۱۳۔

وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص۵۲۳ عند ذکر التبابعة ملوک الیمن وھم بنو حمیر کانوا بالیمن ولم یکونوا یسمون منھم الملک بتبع حتی یملک الیمن واول من ملک منھم قحطان بن عابر بن صالح وھو اول من لبس التاج سنة ۲۰۳۰ قبل للمیلاد ولما مات تولی بعدہ ابنہ یعرب بن قحطان وھو من کبار ملوک العرب یقال انہ اول من حیاہ ولدہ بقولھم ابیت اللعن وانعم صباحا ثم ملک بعدہ ابنہ یشجب بن یعرب اھ۔

قریظہ۔ آیت وان یاتوکم اساری تفادوھم کے بیان میں قریظہ مذکور ہے۔ بنو قریظہ مدینہ منورہ میں یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ان کا سردار کعب بن اسید تھا۔ مسلمانوں اور بنو قریظہ کے درمیان معاہدہ صلح تھا۔ بنو قینقاع و بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد وہ ۵ھ تک مدینہ میں مقیم رہے۔ جنگِ خندق میں انہوں نے بنو نضیر کے رئیس حیی بن اخطب کے کہنے پر معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا۔ غزوۂ خندق ختم ہونے کے بعد نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

چند روزہ محاصرہ کے بعد بنو قریظہ نے اس شرط پر قلعہ کا دروازہ کھول دیا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کر دیں ہم اس پر راضی ہوں گے۔ چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ان میں سے بڑے

مُردوں اور بالغ لڑکوں کو قتل کر دیا گیا جو ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے لگ بھگ تھے۔ بچوں اور عورتوں کو غلام اور باندی بنا لیا گیا۔ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔ ان کا محاصرہ ۲۳ ذو قعدہ کو شروع ہوا تھا۔

قُزَح۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام کی تفسیر میں مذکور ہے۔ قُزَح دراصل اس قوس کا نام ہے جو بارش کے بعد یا فضا کے مرطوب ہونے کی وجہ سے زنگارنگ خطوط سے مرکب نظر آتی ہے۔ مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام قزح اس لیے رکھا گیا کہ کسی زمانے میں لوگوں کو اس پر سے یہ قوس قزح نظر آتی تھی وعن جبیر بن الحویرث قال رأیتُ ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ علی قزح وھو یقول ایھا الناس أصبحوا ثم دفع وانی لانظُر الی فخذِہ وقد انکشف مما یخرش بعیرہ بمحجنہ۔ اعلام الساجد میں ہے کہ مزدلفہ کے چار نام ہیں مزدلفہ وجمع وقُزَح ومشعر حرام۔ قال البیضاوی فی تفسیر المشعر الحرام (ھو) جبل یقف علیہ الامام ویسمّٰی قُزَح اھ۔

الکوفۃ۔ شرح تسمیہ کی ابتداء میں مذکور ہے اس کے علاوہ متکرر الذکر ہے۔ کوفہ ارضِ بابل یعنی عراق میں مشہور شہر ہے۔ بصرہ کی طرح کوفہ کی تعمیر بھی بحکم عمر رضی اللہ عنہ ہوئی۔ تعمیر ۱۷ھ کو ہوئی وقیل ۱۹ھ وقیل ۱۸ھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء وغیرہ افواج اسلام کی بیماری کی اطلاع دی جو ادھر ادھر بستے تھے فکتب عمر رضی اللہ عنہ الیہ ان العرب لا یُصلِحھا من البلدان الا ما أصلحَ الشاۃَ والبعیر فلا تجعل بینی وبینھم بحرًا وعلیک بالریف اھ۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کئی لوگوں کے مشورہ سے کوفہ کی موجودہ جگہ کو شہر بسانے کے لیے منتخب کیا۔ اس جگہ کا نام سورستان تھا۔ وسط میں جامع مسجد بنائی جس میں چالیس ہزار انسانوں کی گنجائش تھی۔ اولاً جھونپڑیوں اور چھپروں کی آبادی تھی۔ افواج اسلام کی چھاونی تھی۔

کوفہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) سمیت بذلک لاجتماع الناس بھا من قولھم قد تکوف الرملُ ای اجتمع ورکب بعضُہ بعضاً۔ (۲) قیل أُخذت من الکوفان یقال ھم فی کوفان ای فی بلاءٍ وشرٍ۔ (۳) او سمیت بذلک لانھا قطعۃٌ من البلادِ من قول العرب قد أعطیتُ فلانا کیفۃً ای قطعۃً ثم انقلبت الیاء فی الکوفۃ واواً لانضمام ما قبلھا۔

(۴) قال قطرب سمیت بموضعھا من الارضِ وذلک ان کل رملۃٍ یُخالِطُھا حصباء تُسمّٰی کوفۃً۔ (۶) او لانّ جبل ساتید ما یحیط بھا کالکفاف علیھا (۷) قال ابن الکلبی سمیت بجبل صغیر فی وسطھا اسمہ کوفان۔ (۸) وقال ابن القاسم سمیت الکوفۃ لاستدارتھا أخذاً من قول العرب رأیتُ کُوفاناً وکوفاناً للرُمیلۃ المستدیرۃ۔

اہالی کوفہ وبصرہ میں دائماً مفاخرہ ومناضلہ ہوتا رہتا تھا۔ بعض بصرہ کو اور بعض کوفہ کو ترجیح دیتے تھے

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس ایک مرتبہ اشراف جمع تھے تو دونوں شہروں کا ذکر آیا۔ محمد بن عمیر نے کوفہ کی مدح میں کہا الکوفۃ سفلت عن الشام ووبائھا وارتفعت عن البصرۃ وحرھا فھی بریۃ مریئۃ مریعۃ اذا اتتنا الشمال ذھبت مسیرۃ شھر علی مثل رضراض الکافور۔ واذا ھبت الجنوب جاءتنا ریح السواد وورده ویاسمینه واترجه ماؤنا عذب وعیشنا خصب فقال فی جوابه عبد الملک بن الاھتم نحن واللہ اوسع منھم بریۃ واعد منھم فی السریۃ واکثر منھم ذریۃ واعظم منھم نفرا ولا یخرج من عندنا الا سائق او قائد۔

فقال الحجاج ان لی بالبلدین خبرا فقال ھات۔ فقال اما البصرۃ فعجوز شمطاء بخراء دفراء اوتیت من کل حلی واما الکوفۃ فبکر عاطل عیطاء لاحلی لھا ولا زینۃ۔

فقال عبد الملک ما اراک الا قد فضلت الکوفۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الکوفۃ کنز الایمان وجمۃ الاسلام وسیف اللہ ورمحه یضعه حیث شاء والذی نفسی بیدہ لینصرن اللہ باھلھا فی شرق الارض وغربھا کما انتصر بالحجاز۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اھل الکوفۃ اھل اللہ وھی قبۃ الاسلام یحن الیھا کل مومن۔ کذا فی المعجم ج۴ ص۲۹۳۔

مسجد کوفہ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو رکعت کا ثواب دس رکعات کے برابر ہے۔ اور ایک حصہ اس کا وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے وفار التنور۔ نیز اس کے پانچویں ستون کے قریب ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے۔ لیکن یہ اثر وحدیث ضعیف یا موضوع ہے۔

سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خذوا المناسک عن اھل مکۃ وخذوا القراءۃ عن اھل المدینۃ وخذوا الحلال والحرام عن اھل الکوفۃ۔ کوفہ کے کچھ احوال بصرہ کے احوال میں ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ نحاۃ وعلماء عربیت کے نزدیک یہ مقولہ مشہور ہے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ اس مقولہ کی وجہ استعمال ووجہ تقدم ذکر بصرہ وتاخر ذکر کوفہ میں بہت سے حقائق ولطائف ہیں جن کا ذکر میں اپنی کتاب بغیۃ الکامل شرح محصول وحاصل للجامی میں کرچکا ہوں۔ فراجعھا تری لطائف خلت عنھا الاسفار۔

کرمان۔ وقلنا یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ کرمان اقلیم رابع میں ایک مشہور مملکت کا نام ہے۔ یہ فارس ومکران وسجستان وخراسان کے مابین ہے۔ کرمان کے مشرق میں مکران ہے اور مغرب میں ارض فارس اور شمال میں خراسان اور جنوب میں بحر فارس ہے۔ اس میں باغات بہت ہیں کھجوریں اور دیگر درخت اس میں کثرت سے ہیں نہایت سرسبز وشاداب خطہ ہے یہ نہروں کی

سرزمین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس علاقے کو فتح کیا گیا۔ عثمان بن العاص کو جو بحرین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرمان فتح کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عثمان بن العاصؓ سمندر پار کرتے ہوئے ارض فارس میں پہنچے اور بڑی سخت جنگ کے بعد اس کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور کچھ علاقہ فتح کر لیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ نے ابن عامر کو امیر بنا کر فارس بھیجا۔ ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو یزدجرد شہنشاہ فارس کے تعاقب میں بھیجا۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں یزدجرد قتل کیا گیا۔

کعبۃ اللہ

بیت اللہ شریف کا نام کعبۃ اللہ بھی ہے اور بغیر اضافت کے الکعبہ بھی کہتے ہیں۔ کعبۃ اللہ مسلمانوں کا اور انبیاء علیہم السلام کا قبلہ صلاۃ ہے اور یہ عظیم شرف ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی برکات کا مرکز اور انوار رحمانیہ کا منبع ہے۔ روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر بنایا گیا وہ کعبۃ اللہ ہے۔

اور یہی کعبۃ اللہ زمین کا وہ پہلا خطہ ہے جو آفرینشِ ارض کے وقت پانی پر خشک ٹیلے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور پھر یہیں سے اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف خشک زمین پھیلا دی۔ قرآن مجید میں ہے ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین۔ بیت اللہ شریف کے لامحدود فضائل و برکات میں سے چند فضائل ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔

اوّل یہ فضیلت جس کا بیان ابھی ہوا اور جس کی طرف آیتِ مذکورہ میں اشارہ ہے قال کعب الاحبار کانت الکعبۃُ غُثاءً علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض باربعین سنۃً ومنھا دُحیتِ الارضُ وعن مجاھد یقول خلَقَ اللہ عزوجلّ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئًا من الارضین وعن عطاء عن ابن عباسؓ انہ قال لما کان العرش علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض بعث اللہ تعالی ریحًا ھفّافۃً فصَفَقَتِ الماء فابرزت عن خشفۃٍ (الخشفۃ حجارۃ تنبت فی الارض نباتًا) فی موضع ھذا البیت کانھا قُبّۃ فدحا اللہ الارضین من تحتھا فمادت ثم مادّت فاوتدھا اللہ تعالی بالجبال فکان اوّل جبلٍ وُضِع فیھا ابو قبیس فلذلک سمیت مکۃ اُمّ القریٰ۔ وعن مجاھد قال لقد خلق اللہ عزّوجلّ موضعَ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئًا من الارض بالفی سنۃ وانّ قواعدہ لفی الارض السابعۃ السفلیٰ۔ ذکر ھذہ الآثار باسنادھا ابو الولید الازرقی فی اخبار مکۃ۔

ثانی احادیث میں ہے کہ بیت اللہ کی سمت اور سیدھ پر ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں اسی طرح کعبۃ اللہ و بیت اللہ ہے اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اور ہر زمین کے باشندے اپنے اپنے کعبہ کی زیارت کے لیے آکر اس کا طواف کرتے ہیں۔ فعن لیث بن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا البیت خامس خمسۃ عشر بیتًا سبعۃ منھا فی السماء الی العرش وسبعۃ منھا الی تخوم الارض السفلی

لکل بیت منہا حرم کحرم ھذا البیت ۔ ذکرہ الازرقی ۔ آسمانوں میں موجود کعبہ کا نام بیت معمور ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کا نام ضراح ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ بیت معمور سماء سادسہ میں ہے ۔

ابن کلبی روایت کرتے ہیں ان بیتاً فی السماء یقال لہ ضراح بحیال الکعبۃ یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک من الملائکۃ ما دخلوہ قط قبلھا ۔ مجاہد کی روایت ہے کہ زمین میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو بنایا اور کعبۃ اللہ اول اول ایک مجوف سرخ جنتی یاقوت تھا اس کا ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی تھا ۔ طوفان نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے اوپر آسمان کی طرف اٹھا لیا اور حجر اسود کو جبل ابوقبیس میں بطور امانت رکھا ۔ فروی ابن جریج کان بمکۃ البیت المعمور فرفع زمان الغرق فھو فی السماء ۔

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ پر کوئی عمارت نہ تھی بس ایک سرخ ٹیلے کی مانند یہ جگہ نظر آتی تھی تا آنکہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ آیا اور انہوں نے بحکم خدا یہاں پر کعبۃ اللہ کی عمارت قائم کی ۔ کما ھو المذکور فی القرآن قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل اور پھر آج تک وہ آباد چلا آ رہا ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تھی بعدہ شیث ابن آدم نے تعمیر کی کما سیاتی بیانہ ۔

ثالث[۳] کعبۃ اللہ اسلام سے قبل ہر زمانے میں معظم و محترم رہا ہے اور بڑے بڑے بادشاہ اس کی زیارت کے لیے آتے تھے اور بہت سے ہدایا اور اموال بھیجتے تھے ۔ ملوک فارس کسریٰ وغیرہ بھی اموال و نذرانے بھیجتے تھے ۔ چنانچہ غزالین کا قصہ مشہور ہے وہ یہ کہ عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی میں سونے کے دو بڑے قیمتی غزال پائے تھے یہ دو بڑی مورتیاں تھیں سونے کی ہرن کی صورت میں جو بعض سلاطین نے بطور نذرانہ بیت اللہ شریف کو بھیجی تھیں ۔

اسی طرح بیت اللہ شریف کے اندر بیت گہرا کنواں تھا جس میں وہ نذرانے ڈالے جاتے تھے جو مختلف امراء وسلاطین بھیجتے تھے ۔ اور وہ کنواں اب بھی سونے اور بیش بہا موتیوں سے پُر ہے جس کا منہ بند کیا گیا ہے ۔

رابع[۴] مؤرخین ودیگر علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے اندر اس کنویں میں اب بھی اتنی عظیم دولت ہے جو شمار سے باہر ہے ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو اس دولت کا پتہ تھا لیکن اسے آپ نے ہاتھ نہیں لگایا شاید مقصد یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کو روحانی وباطنی برکات کے ساتھ ساتھ دنیاوی عظمت وبلندی بھی حاصل رہے ۔

بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے وقد وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح مکۃ فی الجب الذی کان فیہ سبعین الف اوقیۃ من الذھب مما کان الملوک یھدون للبیت فیھا الف الف دینار

مرتین بما ئتی قنطار زنا۔ وقال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ لو استعنت بھذا المال علی حربك فلم یفعل ثم ذکر لابی بکر فلم یحرکہ۔ قالہ الازرقی۔ وفی البخاری بسندہ الی وائل قال جلست الی شیبۃ بن عثمان وقال جلس الی عمر بن الخطاب فقال ھممت ان لا ادع فیھا صفراء ولا بیضاء الا قسمتھا بین المسلمین قلت ما انت بفاعل قال ولم؟ قلت لم یفعلہ صاحباك فقال ھما اللذان یقتدی بھما۔ و خرجہ ابوداؤد وابن ماجہ۔

بعض کتب تاریخ میں ہے مثل تاریخ ابن خلدون وغیرہ کہ ۱۹۹ھ میں وہ مال حسن بن حسین بن علی بن علی زین العابدین نے نکال لیا۔ قال واقام ذلك المال الی ان کان فتنۃ الافطس وھو الحسن بن الحسین ابن علی بن علی زین العابدین سنۃ تسع وتسعین ومائۃ حین غلب علی مکۃ عمد الی الکعبۃ فاخذ ما فی خزائنھا وقال ما تصنع الکعبۃ بھذا المال موضوعا فیھا لا ینتفع بھا نحن احق بہ نستعین بہ علی حربنا واخرجہ وتصرف فیہ وبطلت الذخیرۃ من الکعبۃ من یومئذ۔ کذا فی تاریخ ابن خلدون وغیرہ۔

خامس۔ بیت اللہ شریف جس طرح ہمارا اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا قبلہ ہے اسی طرح کل انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بھی یہی تھا مگر بنی اسرائیل اور بعض دیگر مورخین کے نزدیک انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ چنانچہ تحویل قبلہ کے بعد یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے و قالوا یا محمد ما ولاك عن قبلتك التی کنت علیھا وانت تزعم انك علی ملۃ ابراھیم ودینہ وفی روایۃ انھم قالوا للمسلمین ما صرفکم عن قبلۃ موسی ویعقوب وقبلۃ الانبیاء۔

یہود کا یہ قول ان کے اس عقیدے پر مبنی ہے کہ بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا۔ بعض دیگر آثار بھی اس کے موافق ملتے ہیں فروی عن الزھری انہ قال لم یبعث اللہ منذ ھبط آدم علیہ السلام الی الارض نبیا الا جعل قبلتہ صخرۃ بیت المقدس۔ بنا بریں قول ہمارے نبی علیہ السلام کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ آپؐ کا قبلہ کعبۃ اللہ بنایا گیا اور بیت المقدس کے قبلہ ہونے میں بھی آپؐ دیگر انبیاء علیہم السلام کے کچھ مدت تک شریک رہے۔

لیکن محقق وصحیح قول یہ ہے کہ کعبۃ اللہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا۔ فعن ابی العالیۃ کانت الکعبۃ قبلۃ الانبیاء وکان موسی علیہ السلام یصلی الی صخرۃ بیت المقدس وھی بینہ وبین الکعبۃ۔

وذکر بعض العلماء ان ذلك مما کتمہ الیھود لان الیھود لم تجد کون الصخرۃ قبلۃ فی التوراۃ وانما کان تابوت السکینۃ علی الصخرۃ فلما غضب اللہ علی بنی اسرائیل رفع وصلوا الی الصخرۃ بمشاورۃ منھم وادعوا انھا قبلۃ الانبیاء۔

بنابریں قولِ ثانی امام زہریؒ کے قول کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قبلہ کعبۃ اللہ تھا۔ البتہ وہ کعبۃ اللہ کی جانب صخرہ بیت المقدس رکھتے تھے اس طرح وہ صخرہ اور کعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ کذا فی انسان العیون للعلامۃ علی الحلبی ج ۲ ص ۱۳۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تحویلِ قبلہ پہلا نسخ ہے جو قرآن مجید میں واقع ہوا۔

اس قول ثانی کی تائید محمد بن کعب کے قول سے بھی ہوتی ہے فعن محمد بن کعب القرظی قال ما خالف نبیٌ نبیًا قطّ فی قبلۃ الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقبل بیت المقدس ای فھو مخالف لغیرہ من الانبیاء فی ذلک وھذا موافق لما تقدم عن ابی العالیہ۔

سادس کعبۃ اللہ کو یہ شرف اور عظیم مقام اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے بخشا تھا اور اللہ تعالیٰ مختارِ کُل ہیں وہ اپنی رحمت اور فضل جس خطے کو دینا چاہے یہ اس کی مرضی ہے لا یُسْئَل عما یفعل وھم یسْئَلون نیز بیت اللہ شریف کا یہ شرف کسی ستارے کی سعادت یا اس کی سرپرستی کا مرہون نہیں ہے ستارے بیت اللہ شریف کے محتاج ہو سکتے ہیں لیکن بیت اللہ گردشِ کواکب کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام زمین و آسمان اپنی بقاء میں بیت اللہ شریف کی بقا سے مربوط ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی عزت انسانوں کے دلوں میں باقی نہ رہے اور اس کے زائرین و حجاج ختم ہو جائیں یا ان میں بہت کمی آجائے تو اللہ تعالیٰ قیامت برپا کر دیں گے اور یہ سارا عالم نیست و نابود ہو جائے گا۔ چنانچہ قیامت سے کچھ قبل ذو السویقتین من الحبشہ ایک شخص حبش کی فوج لے کر خانہ کعبہ کو گرا دے گا اور یہ علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

بعض منجمین کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف اس لیے معظم و محترم ہے کہ یہ بیت زحل ہے اور زحل سیارہ ہی اس کا سرپرست ہے۔

لیکن منجمین کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اولاً تو اس لیے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ بیت اللہ شریف کا شرف کسی کوکب کی سرپرستی کا مرہونِ منت نہیں ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ منجمین کا اتفاق ہے کہ کوکبِ زحل بدبخت و منحوس ہے اور اس کی نحوست ضرب المثل ہے یقال اشئم من زحل وانحس من زحل۔

مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۳ پر ان منجمین کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں قد ذھب قوم الی ان البیت الحرام علی مر الدھور معظم فی سائر الاعصار لانہ بیت زحل وان زحل تولاہ ولان زحل من شانہ البقاء والثبوت فما کان لزحل فغیر زائل ولا داثر وعن التعظیم غیر حائل۔ انتہی۔

شابع۔ روایات میں ہے کہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی کشتی پانی پر گھومتے گھومتے حرم مکہ میں داخل ہوئی اور پھر کشتی نے بیت اللہ شریف کا بحکم خدا طواف کیا اور پورے سات چکر لگائے۔ یہ ان کشتی والوں کی خوش نصیبی اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ انھیں ارض امن و اطمینان میں پہنچا کر طواف بیت اللہ شریف نصیب فرمایا۔ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ کشتی چالیس دن تک مسلسل بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ کذا فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ا ص ۱۷۔

تامن۔ قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے پہلے معمار نہیں ہیں بلکہ وہ بیت اللہ شریف کے قواعد اور بنیادوں کو جو پہلے سے موجود تھیں بلند کرنے والے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت واسمٰعیل۔

علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کئی بار ہوئی ہے۔ جمہور علماء و مورخین لکھتے ہیں کہ دس مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی تعمیر گیارہ بار ہوئی ہے۔ آگے ان کی کچھ تفصیل ہم ذکر کرتے ہیں:-

اوّل بناء ملائکہ۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آسمان میں بیت المعمور پیدا کرنے کے بعد زمین میں کعبۃ اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اثر علی بن الحسین کی عبارت یہ ہے ثم ان اللہ تعالی بعث ملائکۃ فقال لهم ابنوا لی بیتاً فی الارض بمثاله وقدره ای مثال البیت المعمور فامر اللہ من فی الارض من خلقه ان یطوفوا بهذا البیت۔ حلبی ج ا ص ۱۳۵۔

دوم بناء آدم علیہ السلام۔ بناه آدم من خمسۃ اجبل من حراء وطور سیناء وطور زیتا والجودی ولبنان۔ کذا فی الازرقی۔ روی البیهقی فی دلائل النبوۃ عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعاً بعث اللہ جبریل الی آدم وحواء فامرهما ببناء الکعبۃ فبناه آدم ثم امره بالطواف به وقیل له انت اول الناس وهذا اول بیت وضع للناس۔

سوم بناء شیث بن آدم علیہما السلام۔ شیث علیہ السلام نبی تھے اور آدم علیہ السلام کے جانشین تھے۔

چہارم بناء ابراہیم علیہ السلام وفی الروض الانف ج ا ص ۱۲۹ فی آثار مرویۃ ان ابراهیم بناه من خمسۃ اجبل وان الملائکۃ کانت تأتیه بالحجارۃ منها وهی طور سیناء وطور زیتا اللذین بالشام والجودی ولبنان وحراء وهما فی الحرم فتأمل ذلک معناها اذ هی قبلۃ للصلوات الخمس وعمود الاسلام وقد بنی ای الاسلام علی خمس اھ۔ وفی تاریخ مکۃ ج ا ص ۲۶ فبناه من خمسۃ اجبل من حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر اھ۔

ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا دروازہ کو بند کرنے کے لیے کواڑ نہیں بنائے تھے۔ سب سے پہلے تبع یعنی اسعد حمیری نے دروازہ کے طاق اور پٹ بنوا کر قفل یعنی تالا لگا دیا تھا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام نے اسے مسقف بھی نہیں کیا تھا بلکہ چھت کے بغیر صرف اونچی چار دیواری بنا دی تھی۔ قال الازرقی فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص۲۸ ولم یکن ابراھیم سقّف الکعبۃ ولا بناھا بمدر وانما رضمھا رضما اھ۔ وکذا فی اعلام الساجد ص۴۶۔

ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کے مقام تک دیوار اونچی کر لی تو اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا یا اسمٰعیل اَبغِنی حجراً اَضعہ ھھنا یکون للناس عَلَمًا یبتَدِئون منہ الطواف فذھب اسمٰعیل یطلب لہ حجراً ورجع وقد جاءہ جبریل بالحجر الاسود وکان اللہ عز وجل استودع الرکن ابا قبیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح علیہ السلام وقال اذا رأیت خلیلی یبنی بیتی فاَخرِجہ لہ فجاءہ اسمٰعیل فقال لہ یا ابہ من این لک ھذا؟ قال جاءنی بہ مَن لم یَکِلنی الی حجرک جاء بہ جبریل فوضع جبریل الحجر فی مکانہ وھو حینئذ یتلألأ تلألؤًا من شدۃ بیاضہ فاضاء نورہ شرقًا وغربًا ویمنًا وشامًا فکان نورہ یضئ الی منتھی انصاب الحرم من کل ناحیۃ من نواحی الحرم۔

وعن الشعبی لما اُمِر ابراھیم علیہ السلام ان یَبنی البیتَ وانتھی الی موضع الحجر قال لاسمٰعیل ائتنی بحجر لیکون عَلَمًا للناس یبتدِئون منہ الطوافَ فاتاہ بحجر فلم یَرضَہ فاُتِی ابراھیم بھذا الحجر۔ وعن عبداللہ ابن عمرو ان جبریل ھو الذی نزل علیہ بالحجر من الجنۃ وانہ وضعہ حیث رأیتم وانکم لن تزالوا بخیر ما دام بین ظھرانیکم فتمسّکوا بہ ما استطعتم فانہ یُوشِک ان یجئ فیرجع بہ من حیث جاء بہ۔

وعن ابی قلابۃ قال اللہ عز وجل یا اٰدم انی مھبط معک بیتی یطاف حولہ کما یطاف حول عرشی ویُصَلّٰی عندہ کما یصلّٰی عند عرشی فلم یزل کذلک حتی کان زمن الطوفان فرفع حتی بَوَّأ لابراھیم مکانہ فبناہ من خمسۃ اَجبُل حراء وثَبِیر ولبنان والطور والجبل الاحمر وعن قتادۃ قال ذکر لنا انہ بناہ من خمسۃ اجبل من طور سیناء وطور زیتا ولبنان والجودی وحراء وذکر لنا ان قواعدہ من حراء۔

کعبۃ اللہ مربع نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی مربع نہیں بنایا تھا بلکہ قدم میں کعب یعنی پاؤں میں ٹخنے کی مانند اس کی شکل تھی۔ قال ابن اسحاق فلذلک سُمّیت الکعبۃ لانھا علی خلقۃ "الکعب" قال وکذلک بنیان اساس اٰدم علیہ السلام اھ۔ کعب کا معنی لغۃً بلندی بھی ہے۔ تو بیت اللہ کی شان و مرتبہ چونکہ بہت بلند ہے اسی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔ یا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مقام آفرینشِ ارض کے وقت پانی سے بلند تھا اور ٹیلے یا ٹیلے کی طرح اونچا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلانا چاہا تو اسی مقام سے چاروں طرف خشکی پھیلا دی۔ اسی بلندی کی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔

وفی انسان العیون ج ا ص۱۵۲ جعل ابراھیم ارتفاع البیت تسعۃ اذرع قیل وعرضہ ثلاثین ذراعاً قال البعض وھو خلاف المعروف ولم یجعل لہ سقفاً ولا بناہ بمدر وانما رصّہ رصّاً وجعل لہ باباً ای منفذاً لاصقاً بالارض غیر مرتفع عنہا ولم ینصب علیہ باباً یقفل وانما جعلہ تبع الحمیری بعد ذلک و حفر لہ بئراً داخلہ عند بابہ علی یمین الداخل منہ یلقی فیہا ما یھدی الیہ وکان یقال لہا خزانۃ الکعبۃ۔

پنجم بناء عمالقہ۔ بعض آثار و کتبِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل ایک قوم یعنی عمالقہ مکہ مکرمہ میں آباد تھی اور بیت اللہ شریف کی متولی تھی۔ پھر معاصی کی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کر کے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا قانون رہا۔

آج جو لوگ حرمین میں مقیم ہیں انھیں چاہیے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کریں اور زائرین و حجاج کی عزت و خدمت کریں ورنہ اللہ تعالیٰ کا قانون ان پر بھی جاری ہو سکتا ہے۔

عن ابن خیثم قال کان بمکۃ حیّ یقال لہم العمالیق فاحدثوا فیہا احداثاً فجعل اللہ یقوّدھم بالغیث ویسوقہم بالسنۃ ای القحط یضع الغیث امامہم فیذھبون لیرجعوا فلا یجدون شیئاً فیتبعون الغیث حتی الحقہم بمساقط رؤس آبائہم وکانوا من حمیر ای اھل الیمن ثم بعث اللہ علیہم الطوفان قال الراوی فقلت لابن خیثم وما الطوفان ؟ قال الموت۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ کان بمکۃ حیّ یقال لہم العمالیق فکانوا فی عزۃ وکثرۃ وثروۃ وکانت لہم اموال کثیرۃ من خیل وابل وماشیۃ فلم یزل بہم البغی والاسراف علی انفسہم والالحاد بظلم واظہار المعاصی ولم یقبلوا اماً وتوا بشکر حتی سلبہم اللہ تعالیٰ ذلک فنقصہم بحبس المطر عنہم وتسلیط الجدب علیہم فکانوا یکرون بمکۃ الظل ویبیعون الماء فاخرجہم اللہ من مکۃ بالذر سلطہ علیہم حتی خرجوا من الحرم وکانوا قوماً عرباً من حمیر فابدل اللہ تعالی الحرم بعدہم بجرہم فکانوا سکانہ حتی بغوا فیہ واستخفوا بحقہ فاھلکہم اللہ جمیعاً۔ قوم عمالقہ کا بیان تفصیلاً اس کتاب میں دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ فراجعہ۔

بناء عمالقہ مشکوک ہے۔ کیونکہ اسمٰعیل علیہ السلام و ہاجرہ کے ساتھ سب سے اول یہاں پر قبیلہ جُرہم آباد ہوا۔ اور بنو اسمٰعیل کے بعد جرہم متولی ہوئے تو جرہم سے قبل عمالقہ کیسے متولی و بانی ہو سکتے ہیں۔ بعض کتبِ تاریخ میں ہے کہ عمالقہ نے بناء جرہم کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کی مگر یہ بات بھی مشکل ہے کیونکہ باتفاقِ اصحابِ تاریخ جرہم کے بعد خزاعہ ہی متولی تھے۔ ممکن ہے جواب میں یہ کہا جائے کہ عمالقہ جرہم کے ساتھ مکہ میں آباد ہوئے اور وہ اہل ثروت تھے تو عمالقہ نے تولیتِ جرہم کے زمانے میں تعمیرِ بیت اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہوگا۔ پھر جرہم کے زمانے میں دوبارہ بیت اللہ کی تعمیر کی ضرورت کسی حادثہ کی وجہ سے درپیش ہوئی ہوگی۔ اس تعمیرِ

ثانی میں صرف جرہم نے حصہ لیا ہوگا۔ اسی طرح اول تعمیر عمالقہ کی طرف اور ثانی تعمیر جرہم کی طرف منسوب ہوئی۔ راجع تاریخ مکہ للفاکہی والمقریزی والسیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲۔

ششم بناء جرہم۔ بیت اللہ شریف کی تولیت قوم عمالیق کے بعد (کما قیل) یا نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد (کما قالوا) قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آئی ان کی ولایت کے زمانے میں سیلاب آجانے سے خانہ کعبہ گر گیا تو انہوں نے تعمیر ابراہیمی کی مانند اس کی تعمیر کی۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ انہوں نے اور عمالیق نے بیت اللہ شریف کی چھت کے بغیر صرف چار دیواری بنا دی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اس کی عمارت پر چھت نہیں ڈالی تھی۔ سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر چھت تعمیر قریشی میں ڈالی گئی۔

ہفتم بناء قصی بن کلاب۔ قصی نبی علیہ السلام کے اجداد کے سلسلے میں واقع ہے۔ نسب نبی علیہ السلام کا سلسلہ یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔

ہشتم بناء قریش۔ قریشی تعمیر میں نبی علیہ السلام نے بھی حصہ لیا تھا۔ یہ نبوت و بعثت سے قبل کا قصہ ہے۔ قریش کے زمانے میں دو حادثے پیش آئے۔ اول یہ کہ ایک عورت کے ہاتھ بیت اللہ شریف جل گیا۔ وہ عورت بیت اللہ شریف کو عود کی خوشبو پہنچانے کی خاطر عود کا دھواں قریب کرنے لگی جس سے اس کو آگ لگی۔ آگ سے بیت اللہ شریف کی دیواریں کمزور ہوگئیں۔

دوم یہ کہ آتش زدگی کے اس حادثہ کے بعد سیلاب سے اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے اور بہت نقصان ہوا اور خطرہ پیدا ہوا کہ اس کی عمارت گر جائے گی۔ چنانچہ قریش نے از سر نو تعمیر کا پختہ ارادہ کر لیا اور چندہ جمع کیا گیا۔

اسی دوران جدہ کے قریب بندرگاہ میں ایک جہاز خراب ہوگیا۔ قریش نے جہاز والوں سے اُس جہاز کی لکڑی تعمیر بیت اللہ کے لیے خرید لی۔ جہاز والوں میں ایک ماہر نجار و معمار تھا اس سے بات کی گئی تو وہ بیت اللہ شریف کی تعمیر میں حصہ لینے پر آمادہ ہوگیا۔ اس ماہر کا نام باقوم رومی تھا وکان رومیًا وکان فی سفینۃ حبستھا الریح فخرجت الیھا قریش فاخذ واخشبھا وقالوا لہ ابنھا علی بنیان الکنائس وان باقوم الروم اسلم بعد ذلک ثم مات فلم یدع وارثا فدفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم میراثہ لسھیل بن عمرو۔ کذا فی الاصابۃ وغیرھا۔ وقال ابن اسحٰق وکان بمکۃ قبطی یعرف نجر الخشب وتسویتہ فوافقھم علی ان یعمل لھم سقف البیت ویساعدہ باقوم الرومی اہ۔ فالقبطی ھو مولی سعید بن العاص۔

اس کے بعد ایک اور مشکل درپیش ہوئی وہ یہ کہ بیت اللہ شریف میں پانچ سو سال سے ایک اژدہا نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ وہ اژدھا کسی کو قریب آنے نہیں دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ جرہم کے زمانے میں بیت اللہ شریف کے خزانے سے لوگ مال چرا کر لے جاتے تھے تو غیب سے یہ اژدہا آیا اور خزانے کے قریب رہنے لگا۔

وہ اژدہا خزانے کے قریب ہر آنے والے چور پر حملہ آور ہوتا تھا۔ دیگر زائرین کو کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ ان سے مانوس تھا۔ اس کا سر بکرے کے سر کے برابر تھا۔ اسی طرح اس سانپ نے تقریباً ۵۰۰ سال تک حفاظت بیت اللہ کی۔ اب جب قریش نے دیواروں کو اصلاح و تعمیر کی نیت سے گرانا چاہا تو سانپ نے مقابلہ کیا اس وجہ سے تعمیر کا کام رک گیا۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے عقاب کی شکل کا ایک بہت بڑا پرندہ بھیجا وہ اس اژدہا پر جھپٹا اور اسے اٹھا کر اجیاد میں اور بقول بعض حجون میں پھینک دیا اور پھر وہ سانپ زمین میں غائب ہوگیا۔ پتہ نہیں چلا کہ کدھر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی سانپ وہ دابۃ الارض ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ دابہ کی شکل میں لیکن صحیح احادیث میں یہ ثابت نہیں کہ واقعی یہی سانپ دابۃ الارض ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قریش نے حلال چندہ جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ اب قریش کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ بیت اللہ شریف کی دیوار گرانے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر ہے نہ کہ توہین و تخریب اور اللہ تعالیٰ مصلحین پر عذاب نازل نہیں فرماتے۔ پھر وہ تنہا اٹھا اور بیت اللہ کی دیوار پر چڑھتے ہوئے کہتا جاتا تھا اللھم لم ترع لا نرید الا الخیر۔ پھر رکنین کی جانب کا کچھ حصہ گرا دیا۔ باقی لوگ دور ہی رہے اور کہا کہ اگر آج رات ولید پر عذاب نازل نہ ہوا تو کل ہم بھی شریک ہوں گے۔ مگر ولید کو کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز سب نے مل کر دیواروں کو گرانا شروع کر دیا۔ تا آنکہ زمین کے اندر قواعد نظر آگئے جو اونٹ کے کوہان کے کے مانند سبز رنگ کے بڑے بڑے حسین پتھر ایک دوسرے میں زنجیر کے مانند گھسے ہوئے تھے۔ بعض نے ان پتھروں میں کدال ڈال کر ہلایا تو سارا شہر مکہ ہلنے لگا۔ پھر ان بنیادوں پر انہوں نے عمارت بیت اللہ قائم کی۔

تعمیر کے وقت قریش نے قرعہ اندازی کے ذریعہ بیت اللہ شریف کی دیواروں کو تقسیم کر لیا۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصہ کی دیوار بنانے میں مصروف ہوگیا۔ تعظیم کعبہ کی خاطر اپنے مونڈھوں پر پتھر لاتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی پتھر لانے والوں میں شریک تھے۔ قریش نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈال کر عمارت کی تکمیل کی۔

قریشی تعمیر کے وقت بعض اہم امور درپیش ہوئے۔ اول امر یہ ہے کہ قریش میں برہنہ ہونا زیادہ عیب نہ تھا لہٰذا ان میں سے بعض لوگ اپنی چادر یعنی تہبند کھول کر کندھے پر ڈال لیتے تاکہ پتھر اٹھانے اور لے جانے میں آسانی ہو۔ چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو بار بار کہا کہ اے بھتیجے آپ بھی ایسا ہی کرلیں، تاکہ آپ کو آسانی ہو۔ ان کے بار بار کہنے پر نبی علیہ السلام نے بھی اپنی چادر یعنی تہبند کھولنا چاہا تو غیب سے آواز آئی مت کھولنا۔ یہ آواز اتنی رعب والی تھی کہ حضورؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ فرشتے کی آواز تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبوت سے قبل بھی نبی علیہ السلام کو ہر قسم کے عیوب سے محفوظ رکھتے تھے اور آپؐ کی حفاظت

کے لیے فرشتے مامور تھے۔

امرِ ثانی یہ کہ جب دیوار حجرِ اسود کے اس مقام تک بلند ہوئی جو زمانہ حال میں اس کا محل وقوع ہے تو قبائل قریش میں اس بات پر سخت نزاع پیدا ہوا کہ حجرِ اسود کو کون اٹھا کر اُس کے مقام پر نصب کرے گا؟ ہر قبیلہ والے کہتے تھے کہ ہم ہی اٹھا کر نصب کریں گے۔ خوں ریزی کا خطرہ ہو گیا چار پانچ دن تعمیر بند رہی اور نزاع جاری رہا۔

پھر سب مسجد میں جمع ہوئے ابو امیہ یعنی حذیفۃ بن المغیرہ جوان میں معمر تھا (یہ ام سلمہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا والد ہے) نے کہا کہ نزاع و خونریزی کے لیے تعمیر نہیں کرنی تھی پھر اس کے مشورہ سے طے پایا کہ ابھی ابھی باب بنو شیبہ جس کا نام اب باب السلام ہے (وفی لفظ اول من یدخل من باب الصفا وھو المقابل لما بین الرکنین الیمانی والاسود) سے جو شخص پہلے داخل ہو وہی اس کا فیصلہ کرے گا اور اسے ہی اختیار ہوگا۔ سب راضی ہو گئے۔

حسن اتفاق سے اوّل شخص نبی علیہ السلام اس دروازہ سے نمودار ہوئے۔ سب لوگ خوش ہو کر کہنے لگے ھذا الامین رضینا ھذا محمد اور پھر نبی علیہ السلام نے ایسا فیصلہ فرمایا جس سے سب خوش ہو گئے۔ آپ نے اپنی چادر بچھا کر اس پر حجرِ اسود کو رکھا وکان کساء ابیض من متاع الشام پھر چار رؤسا پارٹیوں جن کے ذمہ بیت اللہ شریف کے چار ارکان میں سے ایک ایک رکن تعمیر کرنا تھا میں سے ایک ایک رئیس کو بلایا ان کے نام یہ ہیں عتبۃ بن ربیعہ۔ زمعہ۔ حذیفۃ بن المغیرہ اور قیس بن عدی اور ہر ایک کو چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ کر اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا پھر نبی علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے چادر پر سے حجرِ اسود کو اٹھا کر اپنے محل پر رکھ دیا۔ سب نے اس فیصلہ کو سراہا اور خوش ہوئے۔ ازرقی کی روایت میں زمعہ کی بجائے ابو زمعۃ بن الاسود کا اور قیس کی بجائے العاص بن وائل کا نام مذکور ہے۔ تاریخ ازرقی ج ا ص ۱۰۳۔

امرِ ثالث۔ قریش کو قواعد بیت اللہ کی کھدائی میں بعض پتھروں پر منقوش و کندہ چند خطوط ملے۔ رکن کے پاس سریانی لغت میں یہ مکتوب تھا۔ انا اللہ ذو بکۃ خلقتھا یوم خلقت السمٰوات والارض و صوّرت الشمس والقمر وحففتھا بسبعۃ املاک حنفاء لایزول اخشباھا (ای جبلاھا وھما ابو قبیس وھو جبل مشرف علی الصفا وقیقعان وھو جبل مشرف علی مکۃ وجھہ الی ابی قبیس) یبارک لاھلھا فی الماء واللبن۔

مقام ابراہیمی کے پاس یہ عبارت کندہ ملی مکۃ بلد اللہ الحرام یاتیھا رزقھا من ثلاث سبل۔ ایک جگہ پر یہ نوشتہ حروف ملے من یزرع خیرا یحصد غبطۃ ومن یزرع شرا یحصد ندامۃ تعملون السیئات

وتجزون الحسنات ؟ اجل کما یجنی من الشوک العنب ۔

ایک پتھر پر یہ تین سطریں مکتوب تھیں۔ انا الاوّل ۔ انا اللہ ذو بکّۃ صنعتھا یوم صنعتُ الشمس والقمر الی اٰخر ما تقدم ذکرہ وفی الثانی انا اللہ ذو بکّۃ خلقتُ الرحم وشققتُ لھا اسمًا من اسمی فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا بتتُّہ وفی الثالث انا اللہ ذو بکّۃ خلقتُ الخیر والشرّ فطوبیٰ لمن کان الخیر علی یدیہ وویل لمن کان الشرُّ علی یدیہ ۔

ایک اور پتھر پر یہ کندہ تھا انا اللہ ذو بکّۃ مُفقِر الزُّناۃ ومُعرِی تارک الصلاۃ اُرخِصھا والاقوات فارغۃ واُغلیھا والاقوات ملاٰنۃ ۔ وفی الاصابۃ عن الاسود بن عبد یغوث عن ابیہ انھم وجدوا کتابا باسفل المقام فدعت قریش رجلا من حمیر فقال ان فیہ لحرفا لو حدثتکموہ لقتلتمونی قال وظننا ان فیہ ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکتمناہ ۔

بنار قریش کی چند خصوصیات یہ ہیں۔

اوّل ، انہوں نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈالی۔ اس سے قبل اس کی چھت نہیں تھی صرف چار دیواری تھی اور ان دیواروں پر وہ غلاف چڑھاتے تھے۔ قریش نے چھت چھ ستونوں پر قائم کی تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل قصی نے بھی کچی چھت ڈالی تھی واللہ اعلم۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ ثم بناہ قصی جدّہ صلی اللہ علیہ وسلم وسقفہ بخشب الدوم وجرید النخل اھ ۔

دوم ، انھوں نے دروازہ بہت اونچا رکھا تاکہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اس میں داخل نہ ہو اور تاکہ اس میں داخل ہونے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہو اور اس طرح ہر شخص اس میں داخل ہوتے وقت قریش سے سیڑھی مانگنے کے لیے ان کا محتاج رہے۔ حسب تصریح ازرقی چار گز ایک بالشت بلند دیوار سے دروازہ شروع ہوتا ہے۔ فعن ابی جعفر قال کان باب الکعبۃ علی عھد ابراھیم وجرھم بالارض حتی بنتھا قریش قال ابو حذیفۃ بن المغیرۃ یا معشر قریش ارفعوا باب الکعبۃ حتی لا یدخل علیکم الا من اردتم فان جاء احد ممن تکرھون رمیتم بہ فیسقط فکان نکالا لمن راٰہ ففعلت قریش ذلک اھ ۔

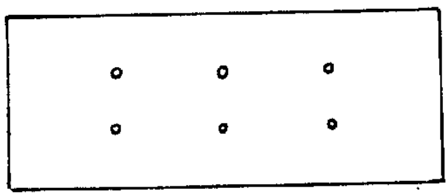
سوم ، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے دو دروازے بنائے تھے ایک مشرق کی طرف تھا اور دوسرا مغرب کی طرف۔ ممکن ہے کہ قریش تک اس کے دو دروازے موجود ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے قبل جرہم وغیرہ میں سے کسی قوم نے اس کا ایک دروازہ بند کر دیا ہو۔ بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہی دروازہ بنایا تھا۔ بہرحال قریش نے صرف مشرقی دروازہ باقی رکھا۔

قال فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۱۰۲ فبنوا حتی رفعوا اربعۃ اذرع وشبرا ثم کبسوھا ووضعوا بابھا مرتفعًا

على هذا الذرع ورفعوها بمد مالك خشب ومد مالك حجارة حتى بلغوا السقف فقال لهم باقوم الرومي أتحبون ان تجعلوا سقفها مكبسًا او مسطحًا؟ فقالوا بل ابن بيت ربنا مسطحا قال فبنوه مسطحًا وجعلوا فيه ست دعائم في صفين في كل صف ثلاث دعائم وجعلوا ارتفاعها من خارجها من الارض الى اعلاها ثمانية عشر ذراعًا وكانت قبل ذلك تسعة اذرع وجعلوا ميزابها يسكب في الحجر وجعلوا درجة من خشب في بطنها في الركن الشامي يصعد منها الى ظهرها وجعلوا لها بابًا واحدًا فكان يغلق ويفتح. انتهى بتصرف.

یہ بیت اللہ شریف کی صورت ہے حجر کے سوا جو علامہ ازرقی نے ذکر کی ہے۔ یہ مربع ہے اس میں چھے ستونوں کی ہیئت ظاہر کی گئی ہے۔

بیت اللہ شریف



چہارم۔ قریش کے پاس حلال مال کم ہونے کی وجہ سے (کما فی الحدیث المرفوع) یا عمارتی لکڑی ناکافی ہونے کی وجہ سے (کما فی بعض الآثار وکتب التاریخ) انھوں نے سارے بیت اللہ شریف پر چھت نہیں ڈالی بلکہ کچھ حصہ چھت کے بغیر چھوڑ دیا۔ اس باقی حصہ کے ارد گرد انھوں نے بیت اللہ شریف کی نشان دہی کے لیے صرف چند گز اونچی چار دیواری پر اکتفا کیا جسے حطیم وحجر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا۔ حطیم کی برکات سے اب زائرین وحجاج پوری طرح مستفید ہوتے ہیں۔ لہٰذا اب جس کی یہ خواہش وتمنا ہو کہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھے وہ حطیم کے اندر بے تکلف اور بے روک ٹوک نماز پڑھ کر اپنی ایمانی آرزو وحسرت پوری کر سکتا ہے۔ اگر حطیم نہ ہوتا اور بیت اللہ کے سارے حصہ پر چھت ہوتی تو یہ خواہش کس طرح پوری ہوتی۔

پنجم۔ ابراہیم علیہ السلام کی بنا مربع نہیں تھی بلکہ بیت اللہ کعب قدم یعنی ٹخنے کی شکل پر تھا۔ اب بھی حطیم سمیت بیت اللہ شریف مثل کعب ہے۔ عام کمروں کی طرح مربع نہیں۔ اس واسطے بیت اللہ شریف کے صرف دو رکن تھے۔ یعنی یمانیین۔ ایک رکن میں حجر اسود تھا اور ایک میں آج کل ایک اور پتھر نصب ہے جس کا مس مسنون ہے نہ کہ تقبیل۔ قریش نے اس کے چار ارکان بنائے یعنی اس کی شکل مربع رکھی اور ہر مربع کمرے کے چار رکن وکنج ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ حطیم کے علاوہ مسقف بیت اللہ کی شکل مربع بن گئی البتہ حطیم سمیت مربع نہیں ہے۔ قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ ذکر بعضهم انه کان لبیت الله رکنان وهما الیمانیان ای

لم یجعل له ابراهیم علیه السلام الا الرکنین المذکورین فجعلت له قریش حین بنته اربعة ارکان اھ
ششم۔ بیت اللہ شریف کے اندر لکڑی کی سیڑھی بنائی گئی تاکہ اس کے ذریعہ اندر اندر سے ہی کوئی شخص صفائی کے لیے چھت پر چڑھ سکے۔ کما نشیر الیه العبارة المتقدمة۔
ہفتم۔ بیت اللہ شریف کی چھت کے پانی کا پرنالا (میزاب) حطیم کی جانب بنایا تاکہ رحمت کا پانی بیت اللہ کے اندر ہی گرے۔ اسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ یہ میزاب زائرین کے لیے ایک الگ خصوصی رحمت ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔ خصوصًا کسی مظلوم کی ظالم پر بددعا اس مقام پر بہت جلد قبول ہوتی ہے۔
ہشتم۔ قریش نے عمارت میں لکڑی کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کی دیوار اس طرح بنائی کہ ایک لائن یعنی صف پتھر کی تھی پھر اس کے اوپر والی دوسری صف لکڑی کی پھر تیسری صف پتھر کی۔ وہکذا۔ اسی طرح چھت تک دیوار کھڑی کی گئی۔ شاید مضبوطی اور زینت و آرائش کے خیال سے انھوں نے ایسا کیا۔ یہ خشب الساج یعنی ساگوان کی لکڑی تھی جو بہت قیمتی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ اور اسی لکڑی کی وجہ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بیت اللہ شریف جل گیا کیونکہ لکڑی کو آگ بہت جلد لگ سکتی ہے۔
نہم بنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یزید نے فوج بھیجی۔ فوج نے جبل ابو قبیس پر سے منجنیق کے ذریعہ آگ کے گولے پھینکے جس سے بیت اللہ شریف جل گیا۔
وذکر فی کتاب الشرف ان الله بعث علیهم صاعقة بعد العصر فأحرقت المنجنیق واحرقت تحته ثمانیة عشر رجلا من اهل الشام وبیّن کر از النار لما اصابت الکعبة أنّتْ بحیث یُسمع انینُها کأنین المریض اه اه وهذا من أعلام النبوة فقد جاء انذاره صلی الله علیه وسلم بتحریق الکعبة۔ اه۔
اسی اثناء میں یا اس سے قبل سیلاب سے اور ایک عورت کے تبخیر کرنے یعنی بیت اللہ کو خوشبو کی دھونی دینے کے بعد آگ لگ جانے کی وجہ سے بھی بیت اللہ شریف کو کچھ نقصان پہنچا تھا۔
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی نئی تعمیر کرائی۔ ابن زبیر نے تعمیر ابراہیمی اور نبی علیہ السلام کی خواہش کے مطابق کچھ تبدیلی کر دی وہ یہ کہ دو دروازے شرقی و غربی بنا کر حطیم کو بھی شامل کر کے سب پر چھت ڈال دی اور دروازے زمین سے ملا دیے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو بیت اللہ شریف کی ایسی ہی تعمیر کروں گا ابن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی۔

تعمیر کے لیے بیت اللہ کے گراتے وقت بہت سے اہل مکہ عذاب الٰہی نازل ہو جانے کے خوف سے مکہ مکرمہ سے نکل گئے وخرج ناس کثیر من اھل مکۃ الی منیٰ ومنھم ابن عباس رضی اللہ عنھما فاقاموا بھا ثلاثا مخافۃ ان یصیبھم عذاب شدید بسبب ھدمھا۔ اس احراق سے حجر اسود دو ٹکڑے ہو گیا تھا یا دو ٹکڑے ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چاندی سے اسے مضبوط کرا دیا۔ بعدہٗ قرامطہ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ علیھم ما علیھم۔

والقرامطۃ طائفۃ ملاحدۃ ظھروا بالکوفۃ سنۃ ۲۷۸ھ یزعمون ان لا غسل من الجنابۃ وحل الخمر وانہ لا صوم فی السنۃ الا یومی النیروز والمھرجان ویزیدون فی اذانھم وان محمد بن الحنفیۃ رسول اللہ وان الحج والعمرۃ الی بیت المقدس وافتتن بھم جماعۃ من الجھال واھل البراری وقوی شوکتھم حتی انقطع الحج من بغداد بسببھم۔

وکبیرھم ابوسعید وولدہ ابوطاھر فبنی ابوطاھر دارا بالکوفۃ وسماھا دار الھجرۃ وکثر فسادہ واستیلاؤہ علی البلاد وقتلہ المسلمین وتمکنت ھیبتہ من القلوب وکثرت اتباعہ وذھب الیہ جیش الخلیفۃ المقتدر باللہ السادس عشر من خلفاء بنی العباس غیر مامرۃ وابوطاھر یھزمھم ثم ان المقتدر سیر رکبا من الحجاج الی مکۃ فوافاھم ابوطاھر یوم الترویۃ فقتل الحجیج بالمسجد الحرام وفی جوف الکعبۃ قتلا ذریعا والقی القتلی فی بئر زمزم وضرب الحجر الاسود بدبوسہ فکسرہ ثم اقتلعہ واخذہ معہ وقلع باب الکعبۃ ونزع کسوتھا وشققھا بین اصحابہ وھدم قبۃ زمزم وارتحل عن مکۃ بعد ان اقام بھا احد عشر یوما ومعہ الحجر الاسود وبقی الحجر عند القرامطۃ اکثر من عشرین سنۃ۔

ثم ان الناس الطائفین کانوا یضعون ایدیھم محل الحجر الاسود من الکعبۃ للتبرک ودفع الی القرامطۃ فی الحجر خمسون الف دینار فابوا حتی اعید فی خلافۃ المطیع وھو الرابع والعشرون من خلفاء بنی العباس فاعید الحجر الی موضعہ وجعل لہ طوق فضۃ شد بہ زنتہ ثلاثۃ آلاف وسبعمائۃ وتسعون درھما ونصف۔

ثم بعد القرامطۃ فی ۴۱۳ھ قام رجل من الملاحدۃ وضرب الحجر الاسود ثلاث ضربات بدبوس فتشقق وجہ الحجر من تلک الضربات وتساقطت منہ شظیات مثل الاظفار فجمع بنو شیبۃ ذلک الفتات وعجنوہ بالمسک واللک وحشوا فی تلک الشقوق۔ کذا فی کتب التاریخ۔

دہم بناء حجاج۔ ابن زبیرؓ کی عمارت گرا کر حجاج نے بامر خلیفہ عبدالملک بیت اللہ شریف کی تعمیر مطابق تعمیر قریش کر دی چنانچہ آج تک حجاج ہی کی تعمیر قائم ہے۔ بقول بعض اس کے بعد بھی ایک مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے۔

کتبِ تاریخ میں ہے کہ عبدالملک نے حجاج کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کا حکم دیا۔ حجاج لشکرِ جرار کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر ابن زبیر پر حملہ آور ہوا۔ ابن زبیر قتل ہوئے تو خلیفہ عبدالملک نے حجاج کو سابقہ تعمیرِ قریش کے موافق بناء کعبہ کا حکم دیا وقال لسنا من تخبیط ابن الزبیر فی شئ۔ یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

عبدالملک کو بتایا گیا کہ ابن زبیر نے جو تبدیلی عمارت میں کی تھی اس کی خواہش کا اظہار خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا اور ابن زبیر نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی تو عبدالملک نے کہا یہ صحیح نہیں ہے اور اس نے یہ حدیث عائشہؓ سے نہیں سنی اور نہ عائشہؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ حارث بن عبداللہ نے کہا اے امیر المومنین یہ حدیث صحیح ہے میں نے بھی خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی ہے۔ فقال عبد الملك له انت سمعتها تقول هذا قال نعم قال فنكت بعصاه ساعةً ثم قال انى وددتُ انى تركتُه وما تحمّل۔

ولما ولّى الخلافةَ ابو جعفر المنصور اراد ان يبنى الكعبة على ما بناها ابن الزبير وشاور الناس فى ذلك فقال له الامام مالك بن انس أنشدك الله يا امير المومنين ان لا تجعل هذا البيت ملعبة للملوك لا يشاء احد منهم ان يُغيّره الا غيّره فتذهب هيبتُه من قلوب الناس فصرفه عن رأيه فيه۔

وذكر الطبرى فى مناسكه ان الذى اراد ذلك ونهاه مالك هو الرشيد وذكر ذلك المقريزى ايضًا وقال ابن كثير لما كان فى زمن المهدى بن المنصور استشار الامام مالكًا فى ردّ الكعبة على الصفة التى بناها ابن الزبير فقال له انى اخشى ان تتخذها الملوك لعبة۔

یازدہم ۔ حسب قول بعض اصحاب تاریخ بیت اللہ شریف کی تعمیر گیارہویں بار ۱۰۳۹ھ میں ہوئی یہ سلطان مراد خان ابن سلطان احمد من سلاطین آل عثمان کا زمانہ تھا کیونکہ بارشوں کی کثرت سے اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے تھے تو پھر نئے سرے سے اس کی تعمیر ہوئی واللہ اعلم ۔ یہ فضیلت ثامن کا بیان تھا۔

فضیلتِ تاسع ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اصلُ طِينةِ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم من سُرّة الارض بمكة ۔ وفى السيرة الحلبية ج ۱ ص ۱۶۲ ولما خاطب الله السموت والارض بقوله ائتيا طوعًا او كرهًا قالتا اتينا طائعين. كان المجيب من الارض موضع الكعبة ومن السماء ما حاذاها الذى هو محل البيت المعمور۔ یہاں پر ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ صدر روایتِ ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی تخلیق کی مٹی اور خمیر کا ماخذ بیت اللہ شریف کا محل وقوع ہے اور روایتِ کعب احبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ماخذ نبی علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے۔ قال كعب الاحبار رضى الله عنه لما اراد الله تعالى ان يخلق محمدًا صلى الله عليه وسلم امر جبريل ان ياتى بالطينة التى هى قلبُ الارض وبهاؤها ونورها فقبَض قُبضةَ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم من موضع قبره الشريف وهى بيضاء منيرة لها شعاع عظيم نیز اگر مقام کعبۃ اللہ ہی ماخذ طین نبی علیہ السلام ہوتا تو آپ کی قبر بھی بیت اللہ شریف کے اندر ہوتی ۔ کیونکہ

آثار میں مروی ہے کہ ماخذِ تربت وطین ہی ہر شخص کا محل دفن ہوتا ہے۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے طین وخمیر کا ماخذ مقام بیت اللہ شریف ہے۔ لیکن اولاً زمین پہ پانی ہی محیط تھا۔ پانی کی موجوں کے ذریعہ طینۃ النبی علیہ السلام کا خاص حصہ اُچھل کر مدینہ منورہ میں محل قبر نبی علیہ السلام پر پہنچ گیا۔ قال فی انسان العیون وتلک الطینۃ (التی کانت بمکۃ) لما تموج الماء رمی بھا من مکۃ الی محل تربتہ صلی اللہ علیہ وسلم ومدفنہ بالمدینۃ وبھذا یندفع ما یقال مقتضی کون اصل طینتہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ ان یکون مدفنہ بھا لان تربۃ الشخص تکون فی محل دفنہ اھ۔

فضیلت عاشرہ۔ بیت اللہ شریف کے متولی کئی قبائل رہے ہیں۔ تعمیر بیت اللہ کے اول متولی اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کے ساتھ قبیلۂ جرہم کے سردار مضاض بن عمرو جرہمی کی لڑکی مسماۃ سیدہ (وقیل علتہ) سے شادی کی تھی۔ سیدہ کے بطن سے اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک کا نام قیدار اور ایک اور کا نام نابت تھا۔ قیدار سب سے بڑا تھا۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد نابت بن اسمٰعیل کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر بوقتِ وفات ۱۳۰ سال تھی۔ اور اپنی والدہ ہاجر کے پاس حطیم میں مدفون ہوئے۔

نابت کی وفات کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو متولی ہوئے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے سارے بیٹے اپنے نانا اور اخوال کے ساتھ اکٹھے رہنے لگے اس طرح ولایتِ کعبۃ اللہ قبیلۂ جرہم کے قبضہ میں آگئی۔ ایک بار سیلاب سے بیت اللہ شریف کی دیواریں گر گئیں تو جرہم نے بناء ابراہیمی کے موافق اس کی دوبارہ تعمیر کی۔

ازرقی وغیرہ بعض مؤرخین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل قوم عمالیق کعبۃ اللہ کی سرپرست ومتولی تھی۔ جب عمالیق نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ میں فسق وفجور شروع کر دیا اور حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اور پھر بڑی ذلت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکلے اور قبیلۂ جرہم کے قبضہ میں ولایتِ کعبۃ اللہ آگئی۔ پھر جرہمی لوگوں نے بھی کچھ مدت کے بعد شرارتیں شروع کر دیں اور بیت اللہ شریف کے ہدایا واموال چُرانے لگے اور باہر سے آنے والے زائرین پر ظلم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک مرد وعورت اساف ونائلہ نامی نے بیت اللہ شریف کے اندر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ صفا کے بیان میں دیکھ لیا جائے۔

مضاض مذکور کی نسل میں سے ایک نیک دل شخص نے جس کا نام مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو تھا انھیں نصیحت کی اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن ان لوگوں پر اس کے وعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار ان کے گناہوں کی وجہ سے زمزم کا پانی بالکل خشک ہو گیا۔ چنانچہ اسے مٹی سے

بھر کر بند کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں سدِ مآرب سیلِ عرم سے ٹوٹ گیا جس سے اہل یمن تباہ ہو گئے۔ سیلِ عرم کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ سیل عرم کا خطرہ بھانپ کر مآرب کا رئیس عمرو بن عامر بن حارثہ اپنی اولاد و بعض اقارب سمیت مآرب سے نکل پڑا۔ ثعلبہ بن عمرو بن عامر ایک بڑی جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف آیا۔ جرہم اور ان میں تین دن تک جنگ جاری رہی۔ بالآخر جرہم شکست کھا گئے۔

قبیلۂ عمرو بن عامر ایک سال تک مکہ میں اقامت کے بعد متفرق ہو گیا۔ بعض عراق چلے گئے۔ اور بعض یعنی اوس و خزرج مدینہ منورہ میں جا بسے اور غسان ملک شام میں آباد ہوئے۔ ان میں سے قبیلہ خزاعہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہا اور بیت اللہ شریف کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحی اسی قبیلۂ خزاعہ سے تھا جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ حرم میں سب سے پہلے اسی نے بت پرستی شروع کرائی تھی۔ لحی ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کا لقب تھا۔

قال علیہ السلام رأیتُ لیلۃ المعراج عمرو بن لحی یجُرّ قصبہ فی النار علی رأسہ فروۃ وھو اول من جعل البحیرۃ و السائبۃ والوصیلۃ والحام ونصب الاوثانَ حول الکعبۃ وغیّر الحنیفیۃَ دین ابراھیم علیہ السلام۔ مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو جرہمی نے مکہ مکرمہ کی جدائی میں کئی قصائد لکھے جن میں سے یہ دو شعر کتابوں میں ضرب المثل ہیں ؎

کأن لم یکن بین الحجون الی الصفا — اَنیسٌ ولم یسمُر بمکۃَ سامرٌ

بلیٰ نحن کنّا اَھلَھا فازالنا — صُروفُ اللیالی والجُدُودُ العَواثِرُ

اولاد اسمٰعیل علیہ السلام جو مختلف شہروں اور علاقوں میں متفرق ہو گئی تھی خزاعہ کی اجازت سے واپس آ کر مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئی تاہم ولایتِ بیت اللہ شریف خزاعہ کے قبضہ میں رہی۔

خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک کعبۃ اللہ کے متولی رہے۔ ان میں آخری متولی کا نام حلیل بن حبشیہ تھا۔ حلیل کی بیٹی سے ہمارے نبی علیہ السلام کے جدِ اعلیٰ قصی بن کلاب نے شادی کر لی۔ حلیل نے مرتے وقت قصی کو بیت اللہ شریف کی چابی دے کر اسے متولی مقرر کر دیا۔ مگر حلیل کی وفات کے بعد خزاعہ نے قصی سے ولایت چھین لی۔

قصی نے پھر مختلف شہروں سے اپنے احباب و اقارب جمع کر کے ایامِ حج میں سخت جنگ و خونریزی کے بعد خزاعہ سے تولیتِ بیت اللہ شریف حاصل کر لی اور بالآخر اس طرح بیت اللہ کی تولیت دوبارہ ابنائے اسمٰعیل علیہ السلام یعنی قریش میں آ گئی اور آج تک بیت اللہ شریف کی چابی قریش ہی کے پاس ہے اور تا قیامت انہی کے پاس رہے گی۔ قریش اس منصب کو حجابت کہتے تھے۔ قصی نے اپنے بیٹے عبدالدار کو حجابت دے دی۔ ظہورِ اسلام تک یہ عہدہ خاندان بنو عبدالدار میں تھا۔

فتح مکہ کے وقت نبی علیہ السلام نے عثمان بن طلحہ سے جو بنو عبدالدار سے تھا چابی لے لی اور بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا۔ عثمان بن طلحہ کو یقین ہوگیا کہ اب یہ عہدہ ہم سے ہمیشہ کے لیے چھن گیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یارسول اللہ أعطنا الحجابۃ مع السقایۃ فأنزل اللہ تعالی ان اللہ یأمرکم أن تؤدوا الامانات الی أھلھا - ثم دعا عثمان بن طلحۃ فدفع الیہ المفتاح ثم قال خذوھا یا بنی ابی طلحۃ بامانۃ اللہ واعملوا فیھا بالمعروف خالدۃً تالدۃً لا ینزعھا من أید یکم الا ظالم فخرج عثمان بن طلحۃ الی ھجرتہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقام ابن عمہ شیبۃ بن عثمان بن ابی طلحۃ ثم قدم بعد مدۃ۔ کذا فی تاریخ الازرقی وغیرہ۔

آج تک خاندان ابوطلحہ یعنی بنوشیبہ وغیرہ کے پاس ہی چابی رہتی ہے۔ سعودی حکومت کا بادشاہ بھی اگر آئے تو بنوشیبہ ہی کا کوئی شخص کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولتا ہے اور وہی اسے بند کرتا ہے۔

میں نے بعض ثقہ علماء جن میں حضرت العلامہ مفتی محمود مرحوم زعیم علماء پاکستان بھی ہیں سے سنا ہے کہ چند سال قبل سعودی حکومت نے بنوشیبہ کو اس عہدے سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنا چاہا۔ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مملکت میں ہر قسم کے عہدے اپنے قبضہ میں رکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں چنانچہ چابی بنوشیبہ سے چھین لی گئی۔ ارباب حکومت نے بڑی کوشش کی کہ اس چابی سے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولیں مگر وہ نہ کھل سکا۔ پھر مملکت کے بڑے ماہرین بلائے گئے مگر ان سے بھی تالا نہ کھل سکا۔ آخر کار تھک کر بنوشیبہ کو بلایا۔ بنوشیبہ چونکہ ناراض تھے اس لیے ان میں سے کوئی شخص نہ آیا اور اپنے گھر کے ایک صغیر السن یعنی چھوٹے لڑکے کو بھیج دیا۔ وزراء دولت و بادشاہ وغیرہ منتظر تھے۔ چنانچہ اس بچے نے تالے میں چابی داخل کی اور تھوڑی سی حرکت دی تو قفل بیت اللہ شریف کھل گیا۔ بعد میں حکومت نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور چابی بنوشیبہ کو واپس دے دی چنانچہ وہ آج تک ان کے پاس ہے۔

اللات ۔ آیت فلا تجعلوا للہ أندادًا کی شرح میں مذکور ہے۔ لات مشرکین عرب کا مشہور بت تھا قرآن میں اس کا نام مذکور ہے۔

وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ اول یہ ماخوذ ہے لاتہ یلیتہ اذا صرفہ عن شئ سے کانہم زعموا انہ یصرف عنھم الشر۔ دوم۔ من لات یلیت بمعنی الاحالۃ۔ سوم قیل وزن لات فعہ والاصل فعلہ لویہ حذفت الیاء فبقی لوہ وفتحت لمجاورتہ الھاء وانقلبت الفا۔ من لویت الشئ اذا قمت علیہ۔ چہارم اصلھا لوھۃ من لاہ السراب یلوہ اذا لمع حذفت الھاء وقلبت الواو الفا۔

لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ ایک چٹان تھی یا بڑا پتھر تھا جس پر بیٹھ کر ایک شخص حجاج کے لیے ستو وغیرہ کھانے کی بعض چیزیں تیار کرتا تھا۔ وکانوا یقولون لتلک الصخرۃ صخرۃ

اللات وکان اللات رجلاً من ثقیف فلما مات اللات قال لہم عمرو بن لحی لم یمت ولکن دخل فی الصخرۃ ثم امرھم بعبادتھا وان یبنوا علیھا بنیاناً یسمّی اللات واشتھر ذلك الرجل باللات بتشدید التاء لانہ کان یلت السویق للحجّاج علی تلك الصخرۃ ثم خففوا التاء۔ ثم قال لہم عمرو بن لحی ان ربکم قد دخل فی ھذہ الصخرۃ فجعلوھا صنماً یعبدونہ۔ وکان فیہ وفی العزّی شیطانان یکلمان الناس فاتخذتھا ثقیف طاغوتاً وبنت لھا بیتاً وجعلت لھا سدنۃ وطافت بہ۔ وقیل کانت صخرۃ بیضاء مربعۃ بنت علیھا ثقیف بنیۃ ثم امر النبی علیہ السلام بھدمھا عند ظھور الاسلام وموضعھا الیوم تحت مسجد الطائف۔ کذا فی المعجم لیاقوت۔

مناۃ بُت کا زمانہ مقدم ہے لات پر۔ مناۃ کے بعد لات کی عبادت شروع کی گئی تھی قال ابو المنذر کانت قریش وجمیع العرب یعظّمون اللات وکانت فی موضع منارۃ مسجد الطائف الیسری الیوم قال اللہ تعالیٰ افرایتم اللات والعزّٰی۔

وبعد ظھور الاسلام بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ فھدمھا وحرقھا بالنار وقیل ارسل ابا سفیان بن حرب والمغیرۃ رضی اللہ عنھما۔

مصر۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ اھبطوا مصراً۔ مصر مشہور قدیم ملک ارض فراعنہ اور گہوارۂ علوم وفنون وکمالات وعجائبات ہے۔ مصر بن مصرایم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ ملک مصر سے موسوم ہوا۔ مصر اس ملک کا سربراہ اوّل تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں اسے فتح کیا۔ قرآن مجید میں مصر مذکور ہے۔ وآوینا ھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین سے عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم کے نزدیک مصر مراد ہے۔

قال بعض العلماء لم یذکر اللہ تعالیٰ فی کتابہ مدینۃ بعینھا بمدح غیر مکۃ ومصر فانہ قال الیس لی ملك مصر وھذا تعظیم ومدح وقال اھبطوا مصراً فان لکم ما سألتم تعظیماً لھا فان موضعاً یوجد فیہ ما یسألون لا یکون الا عظیماً زمانہ قدیم میں اس کا نام مقدونیہ تھا۔ قیل مُثّلت الارض علی صورۃ طائر فالبصرۃ ومصر الجناحان فاذا خربتا خربت الدنیا۔

مصر کے بڑے فضائل میں سے ایک یہ بات ہے کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اُمّ ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصری ہیں اور ہاجرام اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام بھی مصری ہیں۔ اور اُمّ اسمٰعیل بالواسطہ اُمّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی رشتہ قرابت کی طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا اذا فتحتم مصر فاستوصوا بالقبط وفی روایۃ باھلھا خیراً فان لہم صھراً۔ کئی انبیاء کا تعلق ولادۃً یا موتاً مصر سے ہے مثل یوسف واسباط موسٰی وہارون علیہم السلام۔ لفظ مصر منصرف وغیر منصرف دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مصر کے قدیم و اوّل بادشاہ کا نام مصر بن مصرایم تھا۔ وفاتِ مصر کے بعد اس کا بیٹا ببصر بن مصر بادشاہ ہوا۔ پھر قفط بن مصر۔ پھر اشمس بن مصر۔ پھر اتریب بن مصر۔ پھر صا بن مصر بادشاہ ہوا۔ یہ سب بھائی تھے۔ پھر تدراس بن صا۔ پھر مالیق بن تدراس۔ پھر حربتا بن مالیق۔ پھر ملکی بن حربتا۔ پھر مالیا بن حربتا۔ پھر طوطیس بن مالیا بادشاہ ہوا۔ اور یہ وہی ہے جس نے سارہؓ زوجۂ ابراہیم علیہ السلام کو جب وہ مصر تشریف لے گئے تھے ہاجر اُمّ اسمٰعیل علیہ السلام دی تھی۔ پھر ابنۃ طوطیس نے حکومت کی۔ پھر ابنۃ عمہا زالفا نے۔ اس زمانے میں عمالقہ یعنی فراعنہ (وہم ولد عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام) میں سے ولید ابن دوموز (وہو اکبر الفراعنۃ) نے مصر پر حملہ کر کے خود مصر کا بادشاہ بن گیا۔ پیچھے بعد دیگرے پانچ عمالقہ نے مصر پر حکومت کی۔

اوّل ولید بن دوموز سو سال تک۔ اسے ایک درندے نے مار ڈالا۔ بعدہ ریان بن ولید صاحبِ یوسف علیہ السلام۔ پھر دارم بن ریان اور اس کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ دارم نیل میں غرق ہوا پھر کاتم بن معدان۔ پھر ولید بن مصعب اور یہ فرعونِ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس نے ۵۰۰ سال حکومت کی پھر اپنی فوج سمیت غرق ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ فرعون قبطی تھا۔ عمالقہ میں سے نہیں تھا۔ کذا فی المعجم لیاقوت

وقال ان الغالب فی اخلاق اهل مصر اتباع الشهوات والانهماك فی اللذات والاشتغال بالتنزهات والتصديق بالمحالات وضعف المرائر والعزمات۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر مصر یعنی قاہرہ میں ہے۔ راسِ حسین رضی اللہ عنہ بھی قاہرہ میں مدفون ہے۔ نقل اليها من عسقلان لما اخذ الفرنج عسقلان وهو خلف دار المملكة يزار۔

قال المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص۲۵۵ ذكر ابن دأب قال دعانی الخليفة الهادی فی وقت من الليل لم تجر العادة انه يدعونی فی مثله فدخلت اليه ثم ذكر ما جرى بينهما من المفاوضة والكلام فی امور الى ان انتهى الكلام الى عيوب مصر وفضائلها قال ابن دأب ثم تغلغل بنا الكلام الى اخبار مصر وعيوبها وفضائلها واخبار نيلها فقال لی الهادی فضائلها اكثر قلت يا امير المؤمنين هذه دعوى المصريين لها بغير برهان او رده والبينة على الدعوى واهل العراق يأبون هذه الدعوى ويذكرون ان عيوبها اكثر من فضائلها قال مثل ماذا؟

قلت يا امير المؤمنين من عيوبها انها لا تمطر واذا مطرت كرهوا وابتهلوا الى الله تعالى بالدعاء قال الله عزوجل وهو الذی يرسل الرياح بشرا بين يدی رحمته فهذه رحمة مجللة لهذا الخلق وهم لها كارهون وهی لهم ضارة غير موافقة لا يزكو عليها زرعهم ولا تخصب عليها ارضهم۔

ومن عيوبها الريح التی يسمونها المريسية وذلك ان اهل مصر يسمون اعالی الصعيد الى بلاد النوبة

مریس فاذا ھبّت الریحُ المریسیّۃ وھی الجنوبیۃ ثلاثۃ عشر یومًا اشتری اھل مصر الاکفانَ والحنوط وایقنوا بالوباء القاتل والبلاء الشامل ثم من عیوبھا اختلاف ھوائھا لانھم فی یوم واحد یغیرون ملابسھم مرارًا کثیرۃً فیلبسون القمیصَ مرۃً والمبطنات اُخری والحشومرۃً وذلک لاختلاف جواھر الساعات بھا ولتباین مھابّ الھواء فیھا فی سائر فصول السنۃ من اللیل والنھار وھی تمیر ولا تمتار فاذا اجدبوا ھلکوا۔

واما نیلھا فکفاک الذی ھو علیہ من الخلاف لجمیع الانھار من الصغار والکبار لیس بالفرات ولا الدجلۃ ولا نھر بلخ ولا سیحان ولا جیحان شیٔ من التماسیح وھی فی نیل مصر ضارۃ بلا منفعۃ ومفسدۃ غیر مصلحۃ وفی ذلک یقول الشاعر ؎

أظھرتُ للنیل ھجرانًا ومقلیۃً   اذ قیل لی انّما التمساحُ فی النیل

فمن رأی النیلَ رأیَ العینِ من کثب   فما أری النیل الا فی النواقیل

والنواقیلُ القِلال والکیزانُ قال وما مراد الشاعر فیما وصف ؟ قال لانہ لا یتمتع بالماء الا فی الانیۃ لخوف مباشرۃ الماء فی النیل من التمساح لانہ یختطف الناس وسائر الحیوان قال ان ھذا النھر قد منع ھذا النوعَ من الحیوان مصالح الناس منہ ولقد کنتُ متشوّقًا الی النظر الیھا فلقد زھّدتنی بوصفک لھا انتھی۔

المزدلفۃ۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ مزدلفۃ بصیغۃ اسم الفاعل من الازدلاف وھو الاجتماع سمیت بذلک لاجتماع الناس فیھا۔ او من الازدلاف بمعنی الاقتراب لانھا مقربۃ من اللہ وقیل لازدلاف الناس فی منی بعد الافاضۃ وقیل لازدلاف اٰدم وحواء بھا واجتماعھما وقیل لنزول الناس بھا فی زلف اللیل وقیل الزلفۃ القربۃ فسمیت مزدلفۃ لان الناس یزدلفون فیھا الی الحرم وقیل لان اٰدم علیہ السلام لم یزدلف الی حواء ولم تزدلف الیہ حتی تعارفا بعرفۃ واجتمعا بالمزدلفۃ فسمیت جمعا ومزدلفۃ وقیل لان الناس یدفعون منھا زلفۃ واحدۃ ای جمیعا وحدّ المزدلفۃ کما قال البعض اِذا اَفضتَ من عرفات تریدہ فانت فیہ حتی تبلغ القرن الاحمر دون محسر۔

مِنًی۔ آیت ثم افیضوا من حیث افاض الناس کی تفسیر میں مذکور ہے۔ منًی بکسر میم وتنوین نون۔ حرم مکہ میں معروف جگہ ہے۔ جہاں پر ایام حج میں حاجی حضرات رمی جمار کیا کرتے ہیں۔ لفظ منیٰ مذکر ومنصرف ہے وجوہ تسمیہ متعدد ہیں۔ (۱) سمی بذلک لما یُمنٰی بہ من الدماء ای یُراق قال اللہ تعالی من مَنیٍّ یُمنٰی (۲) لانّ اٰدم علیہ السلام تمنّی فی الجنّۃ۔ (۳) قال ابن الاعرابی ماخوذ من اَمنی القومُ ومَنَی اللہُ الشیَٔ قدّرہ وبہ سمی منًی کانہ اراد ان اللہ قدّر فیہ عدّۃ مناسک وقرّرھا۔ (۴) قال ابن شمیل سمّی مِنًی لانّ الکبشَ مُنِی بہ ای ذُبِح۔ (۵) قال ابن عیینۃ اخذ من المنایا وھو جمع مَنیۃ بمعنی الموت سمی بذلک لکثرۃ الاموات فیہ بذبح الاضاحی والھدی۔

ایام رمی جمار میں منیٰ میں رات گزارنا اور وہیں ٹھہرنا واجب نہیں ہے البتہ سنت ہے۔

المدینۃ ۔ شرح بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہے۔ مدینہ کا معنیٰ عربی میں ہے شہر۔ دراصل اس کا نام مدینۃ الرسول تھا۔ پھر کثرت استعمال سے صرف مدینہ کا اطلاق ہوا۔ مدینہ طیبہ آباد و باغات و کھجوروں و زراعت والا شہر ہے۔ یہ نام اسلامی ہے۔ اس کا پرانا و قدیمی نام یثرب تھا۔ احادیث میں اس نام سے نہی مروی ہے۔ وفی الحدیث من سمّی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ ھی طابۃ قال ذلک ثلاثاً۔ قرآن حکیم میں تسمیہ بہ یثرب قول منافقین کی حکایت پر مبنی ہے۔

حدیث شریف ہے المدینۃ تنفی الناس ای شرارھم کما ینفی الکیر خبث الحدید وفی الحدیث لا تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ شرارھا۔ یہ دجال کے زمانے میں ہوگا۔ حدیث ہے ان الدجال یرجف باھلھا فلا یبقی منافق ولا کافر الا خرج الیہ وفی روایۃ ینزل الدجال السبخۃ فترجف المدینۃ ثلاث رجفات یخرج اللہ منھا کل منافق وکافر۔ احادیث میں ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون و دجال داخل نہیں ہو سکتے۔ اس میں مجذوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی مٹی میں مرض جذام کے لیے شفا ہے۔

ہجرت کے بعد کئی مہاجرین مثل بلال و ابوبکر صدیق وغیرہ رضی اللہ عنہم سخت بیمار ہوئے۔ مدینہ منورہ کی زمین امراض کی زمین تھی۔ آب و ہوا خراب تھی۔ نبی علیہ السلام کی دعا سے اس کی یہ حالت ختم ہوئی۔ فعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قد مھا وھی اوبأ ارض اللہ من الحمّی فاصاب اصحابہ منھا بلاء وسقم وصرف اللہ ذلک عن نبیہ وفیہ فقال علیہ السلام اللھم حبّب الینا المدینۃ کما حببت الینا مکۃ او اشد وبارک لنا فی مدّھا وصاعھا وانقل وباءھا الی مھیعۃ ومھیعۃ ھی الجحفۃ وفی روایۃ فکان المولود یولد بالجحفۃ فلا یبلغ الحلم حتی تصرعہ الحمّی۔

مدینہ منورہ کے بہت سے نام ہیں۔ کثرتِ اسماء شرافت و فخامت کی دلیل ہے۔ امام نووی رح فرماتے ہیں لا یعرف فی البلاد اکثر اسماً منھا ومن مکۃ اھ۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں بلغنی ان للمدینۃ فی التوراۃ اربعین اسماً وقیل احد عشر وقیل نحو مائۃ اسم منھا دار الاخیار۔ دار الابرار۔ دار الایمان۔ دار السنۃ۔ دار السلامۃ۔ دار الفتح۔ الجابرۃ۔ العذراء۔ المرحومۃ۔ بعض کتب میں ہے کہ مدینہ کے ۲۹ نام ہیں۔ چند نام یہ ہیں: طیبہ۔ طابۃ۔ مسکینہ۔ محبۃ۔ محببہ۔ مجبورہ۔ یثرب۔ ناجیہ۔ موفیہ اکالۃ البلدان۔ مبارکہ۔ محفوفہ۔ مجتنہ۔ قدسیہ۔ عاصمہ۔ مرزوقہ۔ مختارہ۔ محرمہ۔ فاصمہ۔ طبابا۔ شافیہ۔ خیرہ۔ محبوبہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

مدینہ منورہ میں زمانۂ قدیم میں اول آباد ہونے والے عمالیق تھے یعنی اولادِ عملاق بن ارفخشذ بن سام بن

نوح علیہ السلام اور انھوں نے اوّل اوّل یہاں پر زراعت شروع کی اور کھجوریں لگائیں۔ پھر مدت دراز کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے یہود کی ایک فوج بھیجی حجاز و مدینہ کی طرف عمالیق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے۔ اس فوج نے حجاز و مدینہ کے بادشاہ ارقم کو قتل کر دیا اور پھر خود یہ یہود مدینہ اور ادھر اُدھر حجاز میں آباد ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے تک یہود موجود تھے۔

بعض علما۔ ایک اور قصہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ یہود کو کتبِ آسمانیہ کے مطالعہ سے معلوم تھا کہ خاتم الانبیاءؐ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے یہیں مقیم ہوں گے تو وہ یہاں آکر آباد ہوئے تاکہ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ خود یا ان کی اولاد ایمان لا کر ان کی مدد کر سکے۔ بعد میں تُبّع بادشاہ نے بنو عمرو بن عوف کو بھی یہاں پر اسی نیت سے آباد کیا۔ چنانچہ یہود کئی سو سال سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے انتظار و اشتیاق میں تھے۔ مگر جب وہ وقت آیا تو یہود ہی نبی علیہ السلام کے سب بڑے مخالف اور دشمن بنے اور ایمان سے محروم رہے

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ کر چلے گئے

میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا

مَکَّۃُ المکرّمۃ۔ تفسیر بسملہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ مکہ معظمہ مرکز اسلام و مرکز شعائر الدین ہے وجہ تسمیہ مکہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) قال ابن الانباری سمّیت مکّۃ لانہا تَمُکُّ الجبّارین ای تُذہِب نخوتہم۔ قصّہ اصحابِ فیل اس بات کا گواہ ہے۔ (۲) وقیل لازدحام الناس بہا من قولہم اِمْتَکَّ الفصیلُ ضَرعَ اُمِّہ اذا مَصّہ مَصًّا شدیدًا۔ (۳) سمّیت بکّۃ لازدحام الناس بہا ومکّۃ ھی بکّۃ والمیم بدل من الباء۔

(۴) قال ابن القطامی سمیت مکۃ لان العرب فی الجاھلیۃ کانت تقول لایتم حَجُّنا حتی نأتی مکان الکعبۃ فنَمُکُّ فیہ ای نصفر صفیر المکّاء حول الکعبۃ وکانوا یصفرون ویصفقون بایدیہم اذا طافوا بہا والمکّاء بتشدید الکاف طائر یأوی الریاض یصیح وتخفیف الکاف الصفیر فکانہم کانوا یحکون صوت المکاء۔ (۵) اَولانّہا بین جبلین مرتفِعَین علیہا وھی فی ھبطۃ بمنزلۃ المکّوک والمکوکُ اِناء۔ (۶) اولانہا لایفجر بہا احد الا بکّت عنقَہ فکان یصبح وقد التوتْ عنقہ کذا قیل۔ (۷) او من مَکَّ الثدی ای مصّہ لقلّۃ مائہا لانہم کانوا یمتکّون الماء ای یستخرجونہ۔ (۸) اولانہا تَمُکُّ الذنوب ای تُذہب بہا کما یَمُکُّ الفصیلُ ضَرعَ اُمّہ فلایبقی فیہ شیئًا۔ (۹) اولانہا تَمُکُّ من ظلم ای تنقصہ۔ وقیل سمّیت بکّۃ لان الاقدام تبکّ بعضہا بعضًا۔

مکہ مکرمہ کے بہت سے نام ہیں۔ مثل بکہ۔ نسّاسہ۔ ام رُحم۔ امّ القریٰ۔ معاد۔ حاطمہ۔ البیت العتیق۔ رأس۔ حرم۔ صلاح۔ بلد امین۔ عرش۔ قادس۔ مقدسہ۔ ناسّہ۔ باسّہ۔ کُوثیٰ۔ المُذہب وغیرہ۔

نبی علیہ السلام جب بارادۂ ہجرت مکہ مکرمہ سے نکلے تو ایک مقام پر کھڑے ہو کر مکہ مکرمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا انی لاعلم انک احب البلاد الیّ و انک احبُّ ارض اللہ الی اللہ ولولا ان المشرکین اخرجونی منک ماخرجتُ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لولا الھجرۃ لسکنتُ مکۃ فانی لم ار السماء بمکانٍ اقربَ الی الارض منہا بمکۃ ولم یطمئن قلبی ببلد قطّ ما اطمأنّ بمکۃ ولم ار القمر بمکان احسنَ منہ بمکۃ۔ ایک اور حدیث ہے مَن صبر علی حرّ مکۃ ساعۃ تباعدتْ عنہ جہنم مسیرۃ مائۃ عام وتقرّبتْ منہ الجنۃ مائتی عام۔ اہل مکہ جاہلیت میں معزز تھے۔ بڑے بڑے امراء و بادشاہ یہاں آکر حج کرتے تھے اور قریش کی تکریم کرتے تھے مثل ملوکِ حمیر وکندہ وغسان ولخم وغیرہ۔

فائدہ۔ اس امر میں علماء و ائمہ کا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ۔ چنانچہ اس میں دو قول ہیں۔ مکہ مکرمہ کی وجوہ افضلیت متعدد ہیں۔ اس میں کعبۃ اللہ ہے۔ وہ پہلا گھر ہے جو عبادت کے لیے مقرر ہوا۔ طواف مکہ میں ہوتا ہے نہ کہ مدینہ منورہ میں۔ اس میں رکن یمانی وحجر اسود و مقام ابراہیمی ہیں جو کہ جنت کے پتھر ہیں۔ اس میں جبل ابوقبیس ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے ظاہر ہونے والا پہاڑ ہے۔ اس میں یعنی اس کے قریب منیٰ ومزدلفہ وعرفات ہیں۔ حج وعمرہ جیسی اہم عبادات یہاں پر ادا ہوتی ہیں۔ یہ ام القریٰ ہے۔ اصحاب فیل کی یہاں پر تباہی ہوئی۔ خاتم الانبیاء علیہ السلام کا مولد ہے۔

اور جو لوگ مدینہ منورہ کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیلیں یہ ہیں۔ مدینہ منورہ مرکز اسلام ہے۔ نبی علیہ السلام کا آخری مسکن ہے والاعتبار للخواتیم۔ آپ کی وفات یہاں پر ہوئی۔ آپ کی قبر مبارک یہاں پر ہے سارا عالم نبی علیہ السلام کے سبب پیدا ہوا۔ اور نبی علیہ السلام مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں۔ جبل اُحد یہاں پر ہے وھو جبل یُحِبُّنا ونُحِبُّہ الحدیث۔ اکثر ازواجِ مطہرات کی قبریں اور تین خلفاء راشدین وبناتِ نبی علیہ السلام کی قبریں اور سید شباب اہل الجنۃ حسنؓ کی قبر اور سید شہداء اہل الجنۃ حمزہؓ کی قبر مدینہ منورہ میں ہے۔ کُل عالم میں اسلام مدینہ منورہ سے پھیلا ہے کیونکہ انصار یہاں پر تھے۔ خلفاء راشدین ابوبکرؓ وعمرؓ و عثمانؓ فاتحینِ دنیا مدینہ میں رہتے تھے اور یہاں سے احکام وافواج بھیجتے تھے۔ مکہ والوں نے تو مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو نکال دیا تھا۔ مدینہ منورہ کے بارے میں حدیث ہے۔ مَن صبرَ علی لأوائہا ومات بہا کنتُ لہ شفیعًا یوم القیامۃ۔ ریاض الجنۃ مدینہ منورہ ہی میں ہے۔

المشعر الحرام۔ قرآن مجید میں ہے فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام۔ مشعر حرام مزدلفہ کا نام ہے۔ مزدلفہ کو جمع بھی کہتے ہیں۔ **المحسّر۔** بکسر سین مشددہ۔ اسم فاعل ہے تحسیر سے۔ وھو مشتق من الحسر وھو کشطک الشیء وکشفُک ایاہ۔ یقال حسر عن ذراعیہ وحسر البیضۃ عن رأسہ او من الحسر بمعنی الاعیاء یقال حسرتِ الدابّۃُ اذا أعیتْ او من حسر فلان حسرًا اذا اشتدّت ندامتُہ۔

یہ مزدلفہ و منیٰ کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے وادی محسّر بھی کہتے ہیں۔ یہ جگہ نہ منیٰ میں داخل ہے اور نہ مزدلفہ میں بلکہ یہ مستقل وادی ہے۔ معجم میں یاقوت لکھتے ہیں وقیل ھو موضع بین مکۃ وعرفۃ وقیل بین منی وعرفۃ اھ۔

المسجد الحرام ۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ذلک لمن لم یکن اھلُہ حاضری المسجد الحرام۔ کعبۃ اللہ شریف کی مسجد مسجد حرام کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ بہت محترم وبابرکت مسجد ہے۔ بیت اللہ شریف اس مسجد کے وسط میں واقع ہے۔

مسجد حرم عہد نبی علیہ السلام وعہد ابی بکرؓ میں صرف فنا بیت کا نام تھا مسجد کے اردگرد کوئی دیوار محیط نہ تھی بلکہ چاروں طرف لوگوں کے گھر تھے۔ گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں لوگوں کی کثرت ہوئی اور بیت اللہ شریف کا صحن لوگوں کے قبضہ وعمارات کی وجہ سے تنگ ہونے لگا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انّ الکعبۃ بیت اللہ ولابدّ للبیتِ من فناءٍ وانکم دخلتم علیھا ولم تدخل ھی علیکم لہذا انھوں نے یہ گھر خریدلیے اوران کو گرا کر مسجد میں داخل کر کے مسجد کے اردگرد دیوار بنادی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مزید مکانات خرید کر مسجد کو وسیع کیا اور دیوار محیط کے ساتھ ساتھ اردگرد برآمدہ تعمیر کیا۔

بعدہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد کو وسعت تو نہ دی البتہ اس کی دیوار اور برآمدے کو مضبوط اور تحسین کر دیا اور خوب صورت پتھروں کے ستون اور دروازے بنائے۔ کذا فی اعلام الساجد للعلامۃ الزرکشی ص۷۵۔

صاحب مسالک الابصار نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن الزبیر نے اسے وسعت دی اور مزید گھر خرید کر کے مسجد میں داخل کیے۔ اس کی عبارت یہ ہے ثم ان ابنَ الزبیر رضی اللہ عنہ زادَ فی المسجد زیادۃً کبیرۃً واشتری دُوراً من جُملتِھا بعضُ دارِ الازرقی اشتری ذلک ببضعۃ عشر الف دینار وجعل فیھا عمداً من الرخام ثم عمّرہ عبد الملک بن مروان ولم یزد فیہ لکن رفع جدارہ وجلَب الیہ السواری من البحر الی جدّۃ وسقفہ بالساج وعمّرہ عمارۃً حسنۃً۔ اھ مسالک الابصار ج ۱ ص۱۰۵۔

قرآن مجید میں مسجد حرام پندرہ جگہ مذکور ہے۔ مسجد حرم سے عُرف میں اور عام محاورات میں اگرچہ وہ خاص خطہ مراد ہوتا ہے جو مسجد ہے اور جس میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہے لیکن اس کا اطلاق سارے حرم پر بھی ہوتا ہے۔ اور قرآن میں یہی آخری معنی مراد ہوتے ہیں۔ قال الامام الماوردی فی کتاب الجزیۃ انّ کل موضعٍ ذکرَ اللہ فیہ المسجدَ الحرام فالمراد بہ الحرم الّا فی قولہ تعالیٰ فولّ وجھک شطر المسجد الحرام فانہ اراد

بہ الکعبۃ۔

بنابریں ممکن ہے کہ سارے حرم شریف میں اور مکہ مکرمہ کی ہر مسجد اور ہر مقام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے فعن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعًا صلاۃٌ فی مسجدی افضل من الف صلاۃٍ فیما سواہ الّا المسجد الحرام وصلاۃٌ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ الف صلاۃٍ فیما سواہ رواہ ابن ماجۃ ج ۱ ص۱۰۳ طبع مصر۔ وعن عبد اللہ بن الزبیر مرفوعًا صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام وصلاۃ فی المسجد الحرام افضل من الصلاۃ فی مسجدی ھذا بمائۃ صلاۃ رواہ احمد والبزار۔

لہٰذا مسجد حرام کی ایک نماز ۵۵ سال ۶ ماہ ۲۰ دن کی نمازوں کے برابر ہے اور پانچ نمازیں ۲۷۷ سال ۹ ماہ ۱۰ دن کی نمازوں کے برابر ہیں۔

وفی رسالۃ الحسن البصری الی الرجل الزاھد الذی اراد الخروج من مکۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم مَن صلّی فی المسجد الحرام رکعتین فکأنما صلّی فی مسجدی الف الف صلاۃ والصلاۃ فی مسجدی افضل من الف صلاۃ فیما سواہ من البلدان۔ چنانچہ رسالہ حسن بصریؒ میں مذکور حدیث کے پیشِ نظر مسجد حرام کی ایک نماز مسجد نبوی کی ...... یعنی دس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور عام مسجدوں کی ایک ارب ۱۰۰۰۰۰۰۰۰ نمازوں کے برابر ہے۔

مسجد حرام کے بے شمار فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں متعدد انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ بعض آثار میں ہے کہ کعبۃ اللہ کے قریب اس کے ارد گرد تین سو انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ رکن یمانی سے رکن حجر اسود تک ستر انبیاء کی قبریں ہیں۔ حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجر کی قبریں ہیں۔

ہر مسلمان کی خواہش و تمنا ہوتی ہے کہ اسے قبور انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے چنانچہ مسجد حرم کی زیارت کرنے والے اور طوافِ بیت اللہ شریف کرنے والے کو دیگر برکات کے علاوہ یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی قلبی تمنا پوری ہو جاتی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص۱۵۳ وجاء ان بین المقام والرکن وزمزم قبر تسعۃ وتسعین نبیًا وجاء ان حول الکعبۃ لقبور ثلثمائۃ نبیّ وان ما بین الرکن الیمانی الی الرکن الاسود لقبور سبعین نبیًا وکل نبی من الانبیاء اذا کذّبہ قومہ خرج من بین اظھرھم واتی مکۃ یعبد اللہ عز وجلّ بھا حتی یموت وجاء ما بین الرکن الیمانی والحجر الاسود روضۃ من ریاض الجنۃ وان قبر ھود وصالح وشعیب واسمٰعیل علیھم السلام فی تلک البقعۃ اقول ویوافق ذلک قول بعضھم ان اسمٰعیل علیہ السلام دفن حیال الموضع

الذی فیہ الحجر الاسود لکن جاء ان قبر اسمٰعیل فی الحجر وذکر المحب الطبری ان البلاطۃ الخضراء التی بالحجر قبر اسمٰعیل علیہ السلام انتہی۔

المَرْوَة۔ قرآن شریف میں مروہ مذکور ہے۔ مَرْوَہ بفتح میم وسکون واو ایک پہاڑی کا نام ہے بیت اللہ شریف کے قریب۔ یہ شہر مکہ کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے اردگرد اہل مکہ کے گھر ہیں۔ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں اس کے کچھ پتھر اور چٹانیں سرخی مائل تھیں اور زیادہ تر سفید تھیں۔ قال عرام ومن جبال مکۃ المروۃ جبل مائل الی الحمرۃ وقال ابو الربیع المحدث المکی ان منزلہ فی رأس المروۃ وانہا اکمۃ لطیفۃ فی وسط مکۃ تحیط بہا وعلیہا دور اھل مکۃ ومنازلہم وھی فی جانب مکۃ الذی یلی قعیقعان۔اھ۔

اب جبل مروہ باقی نہیں رہا۔ اس پر مسجد حرم کی عمارت بنائی گئی ہے۔ مسجد حرم کی توسیع میں مروہ بھی آگیا۔ اور اسے تقریباً ہموار کر کے صرف تھوڑا سا نشان اس کا چھوڑ دیا ہے۔ جبل مروہ وجبل صفا شعائر اللہ میں سے ہیں اور واجب الاحترام ہیں ان پر دعا قبول ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کے سات چکر مناسک حج وعمرہ میں سے ہیں۔ سعی صفا سے شروع کر کے مروہ پر ختم کرنا لازم ہے۔

ایام حج ورمضان شریف میں سعی کی ایمان افروز رونق عظمت بیت اللہ شریف کا عجیب منظر پیش کرتی ہے۔ قال یاقوت فی معجم البلدان ج ۵ ص۱۱۲ المروۃ الحجارۃ البیض تقتدح بہا النار ولا یکون اسود ولا احمر ولا تقتدح بالحجر الاحمر انتہی۔ مروہ کی وجہ تسمیہ ممکن ہے یہ ہو کہ اس کے بعض پتھر مائل بہ سپیدی تھے۔ واللہ اعلم۔

قال الازرقی فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص۷۴ نصب عمرو بن لحی علی الصفا صنماً یقال لہ نھیک مجاود الریح ونصب علی المروۃ صنماً یقال لہ مُطعِم الطیر۔اھ۔ جاہلیت میں بھی سعی بین الصفا والمروہ مناسکِ حج میں شمار ہوتی تھی۔ لیکن زمانۂ جاہلیت میں ان امور میں اصنام کا بڑا دخل تھا۔

چنانچہ مشرکین میں سے جو لوگ مناۃ بت کی پرستش کرتے تھے اور اس کی تعظیم کے زیادہ قائل تھے وہ مناۃ کے نام سے حج وعمرہ کا تلبیہ پڑھتے تھے اور اس کی تکریم کی نیت سے مناسک ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ سعی کے سوا بقیہ تمام مناسک ادا کرتے تھے اور وہ سعی اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کہیں صفا ومروہ پر نصب دو بُت یعنی نہیک مجاود الریح ومطعم الطیر اور مناۃ کے مابین ناراضگی نہ ہو جائے۔ گویا کہ ان کے زعم میں سعی سے مذکورہ دو بتوں کی تعظیم مقصود تھی اور اس سے مناۃ کی ناراضگی لازم آتی تھی۔

صنم مناۃ کے محبین وعشاق انصار کے اوس وخزرج وقبیلہ ازد وغسان وغیرہ تھے۔ قال الازرقی ان عمرو بن لحی نصب مناۃ علی ساحل البحر مما یلی قدید ا۔ وکان موضع مناۃ فی ودان علی ساحل البحر الاحمر

بین ینبع و رابغ) وھی التی کانت للازد و غسّان یحجّونھا و یعظّمونھا فاذا طافوا بالبیت و افاضوا من عرفات و فرغوا من منیٰ لم یحلقوا الا عند مناۃ وکانوا یُھلّون لھا و من اَھلّ لھا لم یطف بین الصفا والمروۃ لمکان الصنمین اللذین علیھما نھیک مجاود الریح ومطعم الطیر فکان ھذا الحیّ من الانصار یھلّون بمناۃ وکانوا اذا اَھلّوا بحجٍّ او عمرۃ لم یُظِلّ احداً منھم سقفُ بیتٍ حتی یفرغ من حجتہ او عمرتہ وکان الرجل اذا اَحرم لم یدخل بیتہ و ان کانت لہ فیہ حاجۃ تسوّر بیتہ لان لا یجنّ رتاجُ البیتِ رأسہ فلما جاء اللہ بالاسلام انزل اللہ تعالی فی ذلک ولیس البرّبان تأتوا البیوت من ظھورھا ۔ الآیۃ ۔ وکانت مناۃ للاوس والخزرج وغسّان من الازد و من دان بدینھم من اھل یثرب واھل الشام اھ ۔

المیل و البَرید۔ آیت وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ کی تفسیر میں میل و بریدمذکور ہیں ۔ ایک بَرید بارہ میل کا ہوتا ہے ۔ بالفاظ دیگر برید اس مسافت کا نام ہے جو چار فرسخ ہو اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ۔ اور ایک میل چار ہزار گز کا ہوتا ہے متاخرین کے نزدیک ۔ اور قدماء کے نزدیک ایک میل تین ہزار گز کا ہوتا ہے ۔ دونوں قولوں میں میل کی مقدار ایک ہی ہے ۔ کیونکہ قدماء کا گز لمبا ہے اور متاخرین کا گز چھوٹا ہے ۔ متاخرین کے نزدیک ایک گز کی مقدار چوبیس انگل ہے مطابق عدد مرسومہ حروف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ اور قدماء کے نزدیک ایک گز ۳۲ انگل کا ہوتا ہے لہذا قدماء کے گز کے حساب سے تین ہزار گز، متاخرین کے چار ہزار گز کے برابر ہیں ۔

زیادہ معروف ومشہور متاخرین کا گز ہے ۔ متاخرین کا ذراع یعنی گز شرعی گز کے نام سے معروف ہے پس شرعی گز ۲۴ انگل کا ہے اور ایک انگل ۶ جَو کا ہوتا ہے ۔ جب چھ جَو کو ایک دوسرے سے عرضاً پیوست کر دیں تو یہ ایک انگل کی مقدار ہے ۔ فقہاء وعلماء ریاضی لکھتے ہیں کہ ایک جَو چھ بالوں کے برابر ہوتا ہے ۔ پس ایک گز ۱۴۴ جَو کا بنتا ہے ۔ قال الزیلعی ان المیل اربعۃ آلاف ذراع ۔ یہاں پر چند اقوال اور بھی ہیں ۔ ففی شرح العینی عن الینابیع المیل اربعۃ آلاف خطوۃ ۔

وما احسن ما قال ابن الحاجب رحمہ اللہ ؎

ان البرید من الفراسخ اربع ۔۔۔ ولفرسخ فثلاث امیال ضَعُوا
والمیل الفٌ ای من الباعاتِ قُل ۔۔۔ والباعُ اربعُ اذرعٍ تُستتبعُ
ثم الذراع من الاصابع اربع ۔۔۔ من بعدھا العشرون ثم الاصبعُ
ستُّ شعیراتٍ فظھرُ شعیرۃٍ ۔۔۔ منھا الی بَطنٍ لِاُخری تُوضعُ
ثم الشعیرۃُ ستُّ شعراتٍ فقل ۔۔۔ من شعر بَغلٍ لیس فیھا مِدفعُ

کذا فی ھامش رد المحتار شرح الدر المختار ۔

فائدہ۔ شرعی گز جو ۲۴ انگل کا ہے یہ تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا ہوتا ہے۔ لہذا رائج الوقت انگریزی گز شرعی گز سے دُگنا ہے۔ کیونکہ انگریزی گز تین فٹ لمبا ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ زمانہ حال میں انگریزی میل رائج و معروف ہے اور یہ انگریزی میل شرعی میل سے کم ہے۔ کیونکہ رائج الوقت انگریزی گز کے حساب سے انگریزی میل ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے۔ اور اسی انگریزی گز کے حساب سے شرعی میل تقریباً دو ہزار گز کا بنتا ہے۔ پس انگریزی گز کے پیش نظر شرعی میل انگریزی میل سے ۲۴۰ گز طویل ہے راجع للتفصیل رسالتی نیل البصیرۃ فی نسبۃ سبع عرض الشعیرۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

نائلۃ و اساف۔ آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الآیۃ کی شرح میں دونوں کا ذکر موجود ہے۔ اساف و نائلہ دو بتوں کے نام ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ شریف کے قریب رکھے گئے تھے اہل جاہلیت ان کی بڑی تعظیم کرتے اور ان دونوں کی پرستش میں مشغول رہتے تھے۔

علامہ ازرقی کتاب اخبار مکہ ج ۱ ص ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ بنو خزاعہ سے قبل کعبۃ اللہ کا متولی قبیلہ جرہم تھا اس قبیلہ میں سے بعض لوگ حرم شریف اور بیت اللہ کی بے حرمتی کرنے لگے۔ حجاج اور زائرین اور مسافروں کو تنگ کرنے تھے اور بیت اللہ شریف کے خزانے کو بھی لوٹنے کی کوشش کرنے لگے۔ جب ان کی بداعمالیاں اور بیت اللہ شریف کی بے حرمتی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بنو خزاعہ کو مسلط کر دیا اور بنو خزاعہ نے سخت خونریزی کے بعد بنی جرہم کو مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا اور بنو خزاعہ بیت اللہ شریف کے متولی بن گئے۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی تولیت و نگرانی بنو خزاعہ کے قبضہ میں آگئی۔ یہ ظہور اسلام سے تقریباً پانچ سو سال قبل کا واقعہ ہے۔ بنو خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا یا دوسرا متولی عمرو بن لحی تھا عمرو بن لحی کے بارے میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں اور عرب میں بُت نصب کیے اور بت پرستی شروع کرائی۔ کما فی الروض الانف ج ۱ ص ۶۲۔

اساف و نائلہ کا قصہ بڑا عبرت انگیز ہے۔ یہ دونوں اساف و نائلہ دراصل جرہم میں سے ایک مرد و عورت تھے۔ ان دونوں نے بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو کر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ بعد میں جب لوگوں نے ان کی ممسوخہ صورتیں دیکھیں اور بیت اللہ شریف کی عظمت کا کرشمہ دیکھا تو انھیں بڑی عبرت ہوئی اور انسانوں کی پتھر میں تبدیل شدہ صورتوں کو صفا و مروہ پہاڑ پر نصب کر دیا تاکہ انھیں دیکھ کر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کی شرارت کی جرأت نہ کرے۔

ایک مدت دراز گزرنے کے بعد لوگوں نے خزاعہ کی تولیت کے زمانے میں ان کو پوجنا شروع کر دیا۔ اور سب سے پہلے عمرو بن لحی نے لوگوں کو ان کی عبادت کی دعوت دی اور اُس کے دل میں شیطان نے اس

شرارت کا وسوسہ ڈالا۔

قال فی اخبار مکۃ فلم یزل امرھما یدرس ویتقادم حتی صارا صنمین یُعبدان وقال بعض اھل العلم ان عمرو بن لحی دعا الناس الی عبادتھما وقال للناس انما نُصبا ھھنا ان اٰباءکم ومن قبلکم کانوا یعبدونھما وانما القاہ ابلیس علیہ ثم حواھما قصی بن کلاب بعد ذلک فوضعھما یذبح عندھما تجاہ الکعبۃ عند موضع زمزم انتھی۔ اساف بن بغا اس بدکار مرد کا نام تھا اور نائلہ بنت ذئب اس بدفعل عورت کا نام تھا۔ کذا قال الازرقی ان دونوں کے نسب میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ابن ہشام نے اپنی سیرت ج ۱ ص ۸۴ پر ان کا نسب یوں بیان کیا ہے اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیک قال ابن اسحاق واتخذوا اسافا ونائلۃ علی موضع زمزم ینحرون عندھما وکان اساف ونائلۃ رجلا وامراۃ من جرھم ھو اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیک فوقع اساف علی نائلۃ فی الکعبۃ فمسخھما اللہ حجرین انتھی۔ وفی اخبار مکۃ قال عبد الرحمن بن ابی الزناد ھو اساف بن سھیل ونائلۃ بنت عمرو بن ذئب انتھی۔

بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بدکاری کا موقعہ نہیں دیا بلکہ جب وہ تقبیل و معانقہ میں مشغول ہوئے تو اللہ نے ان کو پتھر بنا دیا۔ ذکر ابن اسحٰق باسنادہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا انھا کانت تقول ما زلنا نسمع ان اسافا ونائلۃ کانا رجلا وامراۃ من جرھم احدثا فی الکعبۃ فمسخھما اللہ تعالیٰ حجرین انتھی۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۶۴ ذکر رزین فی فضائل مکۃ عن بعض السلف قال ما امھلھما اللہ الی ان یفجرا فیھا ولکنہ قبّلھا فمسخا حجرین فاُخرجا الی الصفا والمروۃ فنُصبا علیھما لیکونا عبرۃً وموعظۃً فلما کان عمرو بن لحی نقلھما الی الکعبۃ ونصبھما علی زمزم فطاف الناس بالکعبۃ وبھما حتی عُبدا من دون اللہ اھ۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اساف صفا پر تھا اور نائلہ مروہ پر۔ اور اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔ قال البیضاوی کان اساف علی الصفا ونائلۃ علی المروۃ وکان اھل الجاھلیۃ اذا سعوا مسحوھما فلما جاء الاسلام وکسر الاصنام تحرج المسلمون ان یطوفوا بھما لذلک فنزلت ھذہ الاٰیۃ اھ۔

وذکر الواقدی عن اشیاخہ قالوا کان اساف ونائلۃ رجلا وامراۃ الرجل اساف بن عمرو والمراۃ نائلۃ بنت سھیل من جرھم فزنیا فی جوف الکعبۃ فمسخا حجرین فاتخذوھما یعبدونھما وکانوا یذبحون عندھما و یحلقون رؤسھم عندھما فلما کسرت الاصنام کسرا ای فی فتح مکۃ فخرجت من احدھما امراۃ سوداء شمطاء تخمش وجھھا عریانۃً ناشرۃ الشعر تدعو بالویل فقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک فقال تلک نائلۃ قد ایست ان تُعبد ببلادکم ابدا ویقال رنّ ابلیس ثلاث رنّات رنۃً حین لُعن فتغیرت صورتہ عن صورۃ الملائکۃ ورنۃً حین رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائما بمکۃ یصلی ورنۃً حین افتتح رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ فاجتمعت الیہ ذریتہ فقال ابلیس ایئسوا ان ترد واامۃ محمد علی الشرک بعد یومہم هذا ابداً ولکن افشوا فیهم النوح والشعر انتهی۔

ازرقی لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت طواف کی ابتداء اساف سے کرتے تھے۔ اوّلاً اساف کا استلام کرتے پھر حجر اسود کا استلام کرتے اور پھر دائیں طرف طواف کرتے تھے یعنی حالتِ طواف میں بیت اللہ شریف ان کی دائیں جانب ہوتا تھا۔ طواف ختم ہونے کے بعد اولاً حجر اسود کا استلام کرتے پھر نائلہ کا استلام یعنی مسح و تقبیل کرتے ہوئے طواف ختم کر دیتے تھے۔

بعض عرب طواف کرنے کے بعد اپنے کپڑے اتار کر اساف و نائلہ کے پاس ڈال دیتے اور پھر وہ کپڑے وہیں پڑے رہتے تھے اور کوئی بھی ان کپڑوں کو اٹھاتا نہیں تھا۔ تاآنکہ وہ پھٹ کر تار تار ہو جاتے۔ قال فاذا فرغ من طوافہ نزع ثیابہ ثم جعلها یطرحها بین اساف ونائلۃ فلا یمسحها احد ولا ینتفع بها حتی تبلی من وطی الاقدام ومن الشمس والریاح والمطر انتهی۔ اس طرح اساف و نائلہ کے پاس کپڑوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ اخبار مکہ ص ۱۱۴۔

وفیہ ان اساف ونائلۃ اُخرجا من الکعبۃ فنصب احدهما علی الصفا والاخری علی المروۃ لیعتبر بهما الناس فلم یزل امرهما یدرس ویتقادم حتی صارا یمسحان یتمسح بهما من وقف علی الصفا والمروۃ فلما کان عمرو بن لحی امر الناس بعبادتهما والتمسح بهما حتی کان قصی بن کلاب فحوّلهما من الصفا والمروۃ فجعل احدهما یلصق الکعبۃ وجعل الآخر فی موضع زمزم ویقال جعلهما جمیعا فی موضع زمزم وکان ینحر عندهما وکان اهل الجاهلیۃ یمرون باساف ونائلۃ ویتمسحون بهما وکان الطائف اذا طاف بالبیت یبدأ باساف فیستلمه فاذا فرغ من طوافہ ختم بنائلۃ فاستلمها فکانا کذلک حتی کان یوم الفتح فکسرهما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ما کسر من الاصنام۔

وعن عمرۃ انها قالت کان اساف ونائلۃ رجلا وامرأۃ فمسخا حجرین فاخرجا من جوف الکعبۃ وعلیهما ثیابهما فجعل احدهما بلصق الکعبۃ والآخر عند زمزم وکان یطرح بینهما ما یهدی للکعبۃ ویقال ان ذلک الموضع کان یسمی الحطیم وانما نصبا هنالک لیعتبر بهما الناس فلم یزل امرهما یدرس حتی جُعِلا وثنَین یُعبدان وکانت ثیابهما کلما بلیت اخلفوا لهما ثیاباً ثم اخذ الذی بلصق الکعبۃ فجعل مع الذی عند زمزم وکانوا ینحرون عندهما ولم تکن تدنو عندهما امرأۃ طامث۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ ای یوم الفتح و حول الکعبۃ ثلاثمائۃ وستون صنماً منها ما قد شد برصاص فطاف علی راحلتہ وهو یقول جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقاً ویشیر الیها ای بقضیبہ فما منها صنم اشار الی وجهہ

اِلّا وقع علی دبرہ ولا اشار الی دبرہ الّا وقع علی وجہہ حتی وقعت کلہا۔

نضیر۔ وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم کے بیان میں مذکور ہے۔ بنونضیر یہود مدینہ منورہ کا ایک قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ بڑے مال دار اور شرارتی تھے۔ کہتے ہیں کہ بنونضیر ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں حییّ بن اخطب وغیرہ اس کے امراء تھے۔ نبی علیہ السلام اور ان کے مابین یہ معاہدہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات اور کوئی کام نہیں کریں گے۔ اور دیات میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ عمرو بن امیہ ضمریؓ نے بئر معونہ کے افسوسناک والمناک حادثہ جس میں بہت سے قرا صحابہ قتل کیے گئے سے واپس مدینہ منورہ آتے ہوئے بنوعامر یعنی قاتل قبیلہ کے دو آدمی راستے میں قتل کر دیے۔ عمرو کو یہ پتہ نہ تھا کہ یہ دو آدمی نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے معاہدہ کر کے آ رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے حسب معاہدہ ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنا چاہی۔ چنانچہ آپؐ اس سلسلے میں دس صحابہ کو ساتھ لے کر مالی معاونت حاصل کرنے کے لیے بنونضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ یہود نے یہ موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اطلاع ہوگئی تو آپؐ اٹھ کر تشریف لے گئے اور پھر اعلانِ جنگ کر کے بنونضیر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ غزوہ ۴ھ میں واقع ہوا تھا۔ اس ساری شرارت کا سرپرست حیی بن اخطب والد صفیہؓ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا تھا۔ بنونضیر کئی دن کے محاصرہ سے جب تنگ ہوئے تو جلاوطنی کی اجازت چاہی۔ نبی علیہ السلام نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ اسلحہ کے علاوہ جو سامان اونٹوں پر لے جاسکتے ہو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ زینت کا اظہار کرتے ہوئے بڑے کرّ وفر سے چھ سو اونٹوں پر سامان لاد کر نکل گئے بعض خیبر اور بعض ملکِ شام چلے گئے۔ اس واقعہ میں بنونضیر کے صرف دو آدمی یامین بن عمیر و ابوسعید بن وہب مسلمان ہوئے۔ بنونضیر کے بارے میں سورۂ حشر نازل ہوئی اسی وجہ سے ابن عباسؓ سورۂ حشر کو سورۂ بنی نضیر کہتے تھے۔

بنونضیر کے گھروں میں سے نبی علیہ السلام کو جو اسلحہ ملا اس کی تفصیل یہ ہے ۵۰ درع۔ ۵۰ خود۔ لوہے کی ٹوپی۔ ۳۴۰ تلواریں۔

نجران بفتح نون۔ آیت وقالت الیھود لیست النصاریٰ علی شئ الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔ نجران عربستان میں ایک شہر کا نام ہے جس کے اکثر باشندے نصاریٰ تھے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ سے بجہت یمن سات مراحل دور ہے۔ اس کے اردگرد بہت بستیاں تھیں۔ نجران بن زیدان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نام پر اس شہر کا نام نجران رکھا گیا۔ کیونکہ نجران بن زیدان سب سے پہلے یہاں پر وارد ہوا تھا اور اس شہر کو آباد کیا تھا۔

بقول بعض مفسرین قصہ اُخدود اسی شہر میں واقع ہوا تھا۔ اس قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اس قصہ میں عبداللہ بن ثامر مؤمن وموحد کی کرامات کی وجہ سے لوگ عیسائی بن گئے۔ اُس زمانے میں قبل اسلام

عیسائیت ہی صحیح دین توحید تھا۔ تثلیث کا عقیدہ اس وقت عام نہ تھا۔ کعبۃ اللہ کے مقابلے میں وہاں ایک خوبصورت قصر ان لوگوں نے بنایا تھا اور وہ کعبۂ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ یاقوت نے معجم البلدان میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس کی صحت مسلّم نہیں ہے وہ یہ ہے روی عن النبی علیہ السلام انہ قال القریٰ المحفوظۃ اربع مکۃ والمدینۃ وایلیاء ونجران وما من لیلۃ الا وینزل علی نجران سبعون الف ملک یسلمون علی اصحاب الاخدود ولا یرجعون الیھا بعد ھذا ابدًا۔ بقول یاقوت نجران صلحًا سنہ ۱۰ھ کو فتح ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران و یہود خیبر کو جلا وطن کر کے جزیرۂ عرب سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کی خواہش یہی تھی عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاخرجن الیھود والنصاریٰ عن جزیرۃ العرب حتی لا ادع فیھا الا مسلمًا و عن ابی عبیدۃ الجراح رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اٰخر ما تکلم بہ انہ قال اخرجوا الیھود من الحجاز واخرجوا اھل نجران من جزیرۃ العرب۔

وفد نصاریٰ نجران کا قصہ مشہور ہے۔ ان سے نبی علیہ السلام نے اظہار حق کے لیے مباہلہ طے فرمایا تھا مگر وہ لوگ مباہلہ کے لیے نہیں آئے۔ وفد نجران میں ۶۰ آدمی تھے یہ وفد بوقت عصر پہنچا تو انہوں نے مسجد نبوی میں بطرف مشرق منہ کر کے اپنی عبادت و نماز شروع کر دی۔ صحابہ نے ان کو منع کرنا چاہا مگر نبی علیہ السلام نے فرمایا کرنے و پڑھنے دو۔ مقصد تالیف قلب تھا کیونکہ وہ مہمان تھے اور اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے آئے تھے اس لیے وقتی مصلحت کے طور پر ان کو اجازت دی گئی ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ کفار مسجد میں عبادت نہیں کر سکتے۔

شرکا۔ وفد نے بطور نمائش و اظہار رعب رنگین و قیمتی ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں بھی انگلیوں میں تھیں۔ بعض مسلمانوں نے ان کی یہ چمک دمک دیکھی تو دل میں دنیا کا قدرے شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا وازواج مطھرۃ ورضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد۔ نبی علیہ السلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا قد کنا مسلمین قبلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذبتم یمنعکم من الاسلام ثلاث عبادتکم الصلیب واکلکم لحم الخنزیر و زعمکم ان للہ ولدًا۔ پھر بڑی بحث ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور دیگر امور میں بھی مگر وہ لوگ انکار پر قائم رہے۔

آخر کار نبی علیہ السلام نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی انھوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کی مہلت مانگی۔ صبح نماز کے بعد نبی علیہ السلام حسن و حسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم سمیت مباہلہ کے لیے تشریف لے آئے۔

لیکن اہل وفد نے مباہلہ سے گریز کیا اور آپس میں مشورہ کرکے اس پر اتفاق ہوا کہ یہ یقیناً نبی برحق ہیں اور نبی سے جن لوگوں نے مباہلہ کیا وہ تباہ و برباد ہوگئے۔ پھر صلح کرکے واپس چلے گئے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا اما والذی نفسی بیدہ لقد تدلی العذاب علی اھل نجران ولولا عنونی لمسخوا قردۃ وخنازیر ولاضرم الوادی علیھم نارا ولاستأصل اللہ تعالیٰ نجران واھلہ حتی الطیر علی الشجر ولاحال الحول علی النصاریٰ حتی یھلکوا۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۲۱۳ سورۂ آل عمران کی بہت سی ابتدائی آیات اہل نجران کے بارے میں نازل ہوئیں۔

النیل۔ آیت تجری من تحتھا الانھار کے بیان میں مذکور ہے۔ نیل ملک مصر میں ایک دریا کا نام ہے نیل کا اصلی نام رومی لفظ نیلوس سے ماخوذ ہے۔ کما صرح بہ الشیخ حمزۃ۔ عربی لغت میں دریا کو نہر اور سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ احادیث نبویہ میں نہر نیل و نہر فرات وغیرہ کا بار بار ذکر آیا ہے۔ نیل میں تمساح یعنی مگرمچھ کثرت سے ہوتے ہیں۔ تمساح کے خطرے کی وجہ سے لوگ اس میں داخل ہونے سے ڈرتے ہیں۔

مشہور ہے کہ یہ دنیا کے سب دریاؤں سے طویل تر دریا ہے۔ چنانچہ قزوینی عجائب المخلوقات ص ۱۶۴ میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا نھر اطول من النیل لان مسیرۃ شھر فی بلاد الاسلام وشھرین فی بلاد النوبۃ و اربعۃ اشھر فی الخراب الی ان یخرج ببلاد القمر خلف خط الاستواء ولیس فی الدنیا نھر یصب من الجنوب الی الشمال سواہ اھ۔ فرید وجدی دائرۃ المعارف ج ۱۰ ص ۳۹۹ پر لکھتے ہیں النیل نھر من اطول انھار المعمورۃ واعذبھا وقد کان یؤلھہ المصریون الاقدمون ویبلغ طولہ ۵۰۰ کیلومتر۔ انتہی۔

کیلومیٹر میل سے کم ہوتا ہے۔ اگر دریائے نیل کا طول یہی صحیح ہو تو پھر اسے دنیا کا طویل ترین دریا تسلیم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے پاکستان کا دریائے راوی جو لاہور کے پاس سے گزرتا ہے اور کراچی کے قریب سمندر میں جا گرتا ہے اسی طرح دریائے سندھ وغیرہ پنجاب کے دریا بلا ریب پانچ سو کیلومیٹر کیا پانچ سو میل سے بھی زیادہ طویل ہیں۔ شاید ایک صفر رہ گیا ہے اور اصل عبارت یوں ہے طولہ ۵۰۰۰ کیلومتر۔

دریائے نیل مصر کی حیات و آبادی کا ذریعہ ہے۔ یہ دریا متعدد خصوصیات و احوال میں دیگر دریاؤں سے ممتاز ہے۔ عام دریاؤں میں سیلاب نقصان دہ ہوتا ہے لیکن نیل کا سیلاب مفید تر ہے اور مصری لوگ اس میں سیلاب آنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ دریائے نیل میں ایک خاص تاریخ سے طغیانی اور سطح آب کی بلندی شروع ہوتی ہے اور وہ دن اصطلاح قبط میں یوم الصلیب کہلاتا ہے۔ سیلاب کے بعد نیل کی سطح مرتفع ہوکر سارے مصر کی زمینوں میں اس کا پانی پہنچ جاتا ہے اور مصر ایک سمندر کی شکل اختیار کرلیتا ہے پھر ایک مخصوص تاریخ سے اس میں بتدریج کمی آنی شروع ہو جاتی ہے اور پانی خشک ہونے کے بعد زمینوں میں زراعت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ دائرۃ المعارف میں ہے احسن زیادۃ النیل سبعۃ آمتار فوق نھایۃ التحاریق

وقد یرتفع النیل احیاناً فیسبب غرق الاراضی انتھی ۔ یاقوت معجم البلدان ج ۵ ص ۳۳۴ پر لکھتے ہیں ومن عجائب مصر النیل جعله الله لها سقیاً یزرع علیه ویستغنی به عن میاه المطر فی ایام القیظ اذا انضبت المیاه من سائر الانهار فیمتد النیل فی اشد ما یکون من الحر حین تنقص انهار الدنیا۔

وقد روی عن عمرو بن العاص رضی الله عنه انه قال ان نیل مصر سید الانهار سخر الله له کل نهر بین المشرق والمغرب ان یمد له وذلله له ۔ فاذا اراد الله تعالیٰ ان یجری نیل مصر امر الله تعالیٰ کل نهر ان یمده بمائه وفجر الله له الارض عیوناً فاذا بلغ النیل نهایته امر الله کل ماء ان یرجع الی عنصره ولذلك جمیع میاه الارض تقل ایام زیادته ۔ دریائے نیل میں طغیانی ہمیشہ قبطی ماہ بؤونہ کی گیارہ تاریخ کو شروع ہوتی ہے اور جس سال نیل میں یہ سیلاب نہ آئے اور نیل مصر کے باغات وزمینوں پر نہ چڑھے وہ سال اہل مصر کے لیے تباہی وقحط کا سال ہوتا ہے ۔ مصر کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں فتح کیا۔

روایت ہے کہ جس سال مسلمانوں نے مصر فتح کیا اس سال اتفاق سے ۱۱ بؤونہ کو نیل میں خلاف معمول طغیانی نہیں آئی تو اہل مصر اپنے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اس سال قحط کا خطرہ ہے کیونکہ نیل میں اس سال طغیانی نہیں آئی اور ہمارا ایک پرانا طریقہ ہے جس کے بغیر نیل میں طغیانی نہیں آتی ۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ ہم ماہ بؤونہ کی بارہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کے والدین کو مال دیکر وہ ان سے حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اس لڑکی کو زیورات اور عمدہ لباس سے آراستہ کر کے دریائے نیل کی موجوں کے حوالے کر دیتے ہیں یہ گویا کہ دریائے نیل کی خوراک اور نذرانہ ہے اس کے بعد دریائے نیل میں طغیانی اور سیلاب آجاتا ہے ۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان ھذا لا یکون فی الاسلام وان الاسلام یھدم ما کان قبله چنانچہ ماہ بؤونہ پھر ماہ ابیب اور ماہ مسری یعنی تین مہینے گزر گئے اور دریائے نیل کا پانی خشک ہونے لگا اور لوگوں نے قحط سالی کے ڈر سے نقل مکانی کے ارادے کر لیے ۔

جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ مصیبت دیکھی تو سارے قصہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی ۔ فکتب الیه عمر رضی الله عنه قد اصبت ان الاسلام یھدم ما قبله وقد بعثتُ الیك ببطاقة فالقھا فی داخل النیل اذا اتاك کتابی ھذا واذا فی کتابه ۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم ۔ من عبدالله عمر بن الخطاب امیر المؤمنین الیٰ نیل مصر. اما بعد فان کنت تجری من قبلك فلا تجر وان کان الواحد القهار یجریك فنسأل الله الواحد القهار ان یجریك

چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ بطاقہ عید صلیب سے ایک دن قبل دریائے نیل میں ڈال دیا ۔ روایات میں ہے کہ اسی رات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نیل کا پانی سولہ گز بلند ہوا اور اس طرح قحط سالی کا خطرہ ٹل گیا ۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ اس کے بعد سے دریائے نیل میں دستور کے مطابق برابر سیلاب آتا رہتا ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر دریائے نیل میں تھی یا نیل کے کنارے پانی میں تھی تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے نکالا۔ ان کی میت ایک صندوق میں تھی اور اپنے ساتھ لے گئے تاکہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی وصیت کے موافق انھیں آباء واجداد کے مقبرہ میں دفن کر دیں کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۳۸۶۔

حدیث معراج میں ہے کہ نیل وفرات دونوں کا اخراج جنت سے ہے چنانچہ روایتِ مسلم ہے انہ علیہ السلام رأی اربعۃ انہار تخرج من اصلہا (ای من اصل سدرۃ المنتہیٰ) نہران ظاہران ونہران باطنان فقلتُ یا جبرائیل ماھذہ الانہار قال اما النہران الباطنان فنہران فی الجنۃ واما الظاہران فالنیل والفرات. وفی روایۃ یخرج من اصلہا اربعۃ انہار من الجنۃ وھی النیل والفرات وسیحان وجیحان۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیل وفرات کا اصل سرچشمہ اور منبع جنت میں ہے۔ کیونکہ نیل و فرات زمین ہی پر بہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ان دریاؤں کا پوشیدہ طور پر جنت سے کچھ تعلق ہے۔ اگرچہ اس تعلق کی تفصیل وکیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ قیامت کے دن یہ دونوں دریا جنت میں منتقل کر دیے جائیں گے۔ نیز ممکن ہے کہ یہ کلام مبنی بر تشبیہ ہو اور اس میں یہ اشارہ ہو کہ نیل و فرات کے پانی میں اللہ پاک نے خاص قسم کی فضیلت وبرکت ڈالی ہے جس کا تعلق جنت سے ہے۔

سیرتِ حلبیہ ج ۱ ص ۴۰۰ پر ہے وقد جاء فی حدیث ما من یوم الا وینزل ماء من الجنۃ فی الفرات قال بعضہم ومصداقہ ان الفرات مدّ فی بعض السنین فوجد فیہ رُمّان کل واحدۃ مثل البعیر فیقال انہ رمّان الجنۃ وھذا الحدیث ذکرہ ابن الجوزی فی الاحادیث الواھیۃ وفی حدیث موقوف علی ابن عباس رض اذا کان خروج یأجوج ومأجوج ارسل اللہ تعالیٰ جبرئیل فرفع من الارض ھذہ الانہار والقرآن والعلم والحجر والمقام وتابوت موسیٰ علیہ السلام بما فیہ الی السماء۔

وروی الطبرانی ان سدرۃ المنتہیٰ یخرج من اصلہا اربعۃ انہار من ماء غیر آسن ومن لبن لم یتغیّر طعمہ ومن خمر لذۃ للشاربین ومن عسل مصفی۔ وعن کعب الاحبار ان نہر العسل نہر النیل ویدل لذلک قول بعضہم لولا دخول بحر النیل فی البحر الملح الذی یقال لہ البحر الاخضر قبل ان یصل الی بحیرۃ الزنج ویختلط بملوحتہ لما قدر احد علی شربہ لشدۃ حلاوتہ ونہر اللبن نہر جیحان ونہر الخمر نہر الفرات ونہر الماء نہر سیحان۔ انتہیٰ۔

واسِط۔ آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ واسط بصرہ وکوفہ کے درمیان مشہور شہر کا نام ہے۔ اسے حجاج ثقفی نے آباد کیا تھا۔ چونکہ یہ شہر بصرہ وکوفہ کے وسط میں ہے ہر ایک سے اس کا فاصلہ ۵۰ فرسخ ہے اور بقول بعض ۴۰ فرسخ۔ اس واسطے اسے واسط کہتے ہیں۔ واسط منصرف بھی مستعمل ہے اور غیر منصرف بھی۔

واسط کی تعمیر حجاج والیٔ عراق نے ۸۴ھ میں شروع کی اور ۸۶ھ میں اس سے فارغ ہوا۔ کہتے ہیں کہ حجاج اہل کوفہ سے تنگ آگیا تو ایک معتمد آدمی کو نیا شہر بسانے کے لیے جگہ تلاش کرنے پر مامور کیا۔ اور کہا کہ وہ جگہ دریا کے قریب ہو۔ اس شخص کو یہ جگہ پسند آئی۔ آب وہوا اچھی تھی۔ اس کو لوگوں نے بتایا کہ یہ جگہ کوفہ سے ۴۰ فرسخ ہے مدائن سے بھی ۴۰ فرسخ۔ اہواز سے بھی ۴۰ فرسخ اور بصرہ سے بھی ۴۰ فرسخ۔ لہذا اس شہر کا نام واسط رکھا۔

شہر واسط کی تعمیر سے قبل ایک عجیب قصہ کتب میں موجود ہے وہ یہ ہے۔ سماک بن حرب کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھے اس علاقہ کا والی اور منتظم مقرر کیا فبینما انا یومًا علی شاطئ دجلۃ ومعی صاحبٌ لی إذا انا برجل علیٰ فرس فصاح باسمی واسم ابی فقلتُ ما تشاء؟ فقال الویل لأھل مدینۃ تُبنی ھٰھنا لیُقتلنّ فیھا ظلمًا سبعون الفًا کرّر ذلک ثلاث مرات ثم اقحم فرسہ فی دجلۃ حتی غاب فی الماء فلما کان من قابلٍ ساقتنی القضاءُ الی ذلک الموضع فاذا انا برجل علی فرس فصاح بی کما صاح فی المرۃ الاولی وقال کما قال وزاد سیُقتل من حولھا ما یستقل الحصیٰ لعددھم ثم اقحم فرسہ فی الماء حتی غاب قال وکانوا یرون انما واسط وما قُتل فیھا۔ کذا ذکر یاقوت فی المعجم۔

وقیل اُحصِیَ فی محبس الحجاج ثلاثۃ وثلاثون الف انسان لم یُحبَسوا فی دم ولا تبعۃ ولا دین واُحصِیَ مَن قتله صبرًا فبلغوا مائۃً وعشرین الفًا۔

وذُکِرَ الحجاجُ الثقفی عند عبد الوھاب الثقفی بسوءٍ فغضب فقال انما تذکرون المساوی اوما تعلمون انہ اوّل من ضرب درھمًا علیہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ واوّلُ من بنی مدینۃ بعد الصحابۃ فی الاسلام واول من اتخذ المحامل وان امرأۃ من المسلمین سُبیت بالھند فنادت یا حجاجاہ فاتّصل بہ ذلک فجعل یقول لبّیك لبیك وانفق سبعۃ الاف الف درھم وارسل محمد بن قاسم علی الافواج حتی افتتح الھند والسند۔ وافتتح تلك الاراضی ومنھا ملتان واستنقذ المرأۃ واحسن الیھا۔ کذا ذکر یاقوت۔

یمن۔ آیت وتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ یمن مشہور ملک عرب کا نام ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے رکن کی طرف جو اشرف الارکان میں سے ہے رُخ و منہ کرنے والے شخص کی جانب یمین میں واقع ہے قال ابن عباس تفرقت العرب فمن تیامن منھم سمیت الیمن ویقال ان الناس کثروا بمکۃ فلم تحملھم فالتأمت بنو یمن الی الیمن وھی ایمن الارض فسمیت بذلك کذا فی معجم البلدان ج ۵ ص۴۴۷۔ صنعاء۔ حضرموت۔ عمان۔ عدن وغیرہ یمن کے بلاد ہیں۔

یمن کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں اول مطابق قیاس یعنی یَمَنِیٌّ۔ دوم یَمَانِیْ بتخفیف یا بروزن ثمانی یقال رجلٌ یمانٍ وامرأۃٌ یمانیۃ مثل ثمانٍ وثمانیۃ اور یہ طریقہ کثیر الاستعمال ہے۔ عام نحاۃ کے نزدیک یمانی میں تشدید غلط ہے۔ کیونکہ الف ایک یاء مشددہ کا عوض ہے۔ فلا یجوز الالف مع تشدید الیاء لامتناع جمع العوض والمعوض عنہ۔ لیکن سیبویہ بطور قلت وندرت تشدید کی روایت بعض عرب سے کرتے ہیں۔ فیقال یمانیّ بتشدید الیاء۔ اور یہ طریقہ سوم ہے۔ کہتے ہیں اَیْمَنَ الرجل ویَمَّنَ ویامَنَ اذا اتی الیمن۔ اصمعی فرماتے ہیں اربعۃٌ اشیاءَ قد ملأت الدنیا ولا تکون الا بالیمن الورس والکندر والخطر والعصب۔

ابراہیم بن مخرمہ نے ایک دن خلیفہ سفاح عباسی کے سامنے یمن کے بہت سے مفاخر بیان کیے۔ خالد بن صفوان بھی بیٹھا تھا تو خالد نے انھیں کہا وبعدُ فما منکم الا دابغ جلدٍ او ناسج بُردٍ او سائس قردٍ او راکب عِردٍ دلّ علیکم ھُدھُد وغرّقتکم جرذ وملکتکم امُّ ولدٍ فسکتت وکانما الجمۃ۔

بعض کتب تاریخ میں ہے کہ قحطان ہود النبی علیہ السلام کا نام ہے۔ ان کے بیٹے کا نام یعرب بن قحطان ہے۔ ہود علیہ السلام اپنے فرزند یعرب کو متعدد برکات وکمالات کی وجہ سے اَیْمَن (مبارک) کہا کرتے تھے۔ یعرب اوّل شخص ہیں جو یمن میں آباد ہوئے۔ اسی وجہ سے یمن کو یمن کہتے ہیں قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۱۵ اوّل من تکلم بالعربیۃ یعرب بن قحطان ویعرب ھذا قیل لہ ایمن لان ھوداً نبی اللہ علیہ السلام قال لہ انت اَیْمَنُ وُلدی وسُمی الیمن یمنًا بنزولہ فیہ انتہی۔

فائدہ۔ یمن پر جن بادشاہوں نے حکومت کی ہم یہاں پر مختصرًا ان کے نام۔ بعض احوال اور مدتِ حکومت کا ذکر کرتے ہیں۔

ملوکِ یمن میں پہلا بادشاہ سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ سبا کا اصل نام عبد شمس ہے۔ اس نے ۴۸۴ سال حکومت کی۔ ملوکِ یمن کے اسماء ومدتِ حکومت میں اصحاب تاریخ کا بڑا اختلاف ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ مسعودی کی رائے کے مطابق ہے۔ اس نقشہ میں یعرب ویشجب و قحطان کا ذکر نہیں۔ حالانکہ ان تینوں نے بھی حکومت کی ہے۔

مدت حکومت سالوں میں	بادشاہ یمن کا نام مع بعض احوال کے	عدد
۴۸۴	سبأ بن يشجب بن يعرب بن قحطان	۱
۵۰ تقریباً	ثم حمير بن سبأ۔ كان شجاعًا وهو اول من وضع على رأسه تاج الذهب من ملوك اليمن۔	۲
۳۰۰ تقریباً	ثم كهلان بن سبأ بن يشجب ۔	۳
۳۰۰	ثم ابومالك عمرو بن سبأ۔ وكان عادلاً محسنًا۔	۴
۱۲۰	ثم جبار بن غالب بن زيد بن كهلان ۔	۵
۱۴۰	ثم الحارث بن مالك بن افريقس بن صيفى بن يشجب بن سبأ	۶
۱۲۵	ثم الرائش بن شداد بن ملطاط ۔	۷
۱۸۰	ثم ابرهة بن الرائش وهو ذو المنار ۔	۸
۱۶۴	ثم افريقس بن ابرهة ۔	۹
۲۵	ثم العبد بن ابرهة ۔ وهو ذوالاذعار ۔	۱۰
۱۰ یا ۷	ثم الهدهاد بن شرحبيل بن عمرو بن الرائش ۔	۱۱
۴۰۰	ثم تُبّع الاول ذكروا ان بلقيس قتلته	۱۲
۱۲۰	ثم بلقيس بنت الهدهاد قيل كانت امه جنية وانها غابت بعد ما ولدت بلقيسًا ولها خبر ظريف وامرها مع سليمان عليه السلام وامر الهدهد ذكره الله فى القرآن۔	۱۳
۲۳	ثم ملك اليمن سليمان عليه السلام ثلاثا وعشرين سنة۔ ثم عاد الملك بعد سليمانؑ الى حمير۔	۱۴
۳۵	ثم ناشر النعم بن عمرو بن يعفر ۔	۱۵
۵۳	ثم شمر بن افريقس بن ابرهة ۔	۱۶
۱۶۳	ثم تبع الاقرن بن شمر۔	۱۷
۱۲۰	ثم كليكرب بن تبع ۔	۱۸
۲۵	ثم حسّان بن تبّع فاستقام له الامر ثم قُتِل۔	۱۹
	ثم عمرو بن تبع وهو القاتل لاخيه حسّان المتقدم ذكره۔ ويقال انه عدم النوم	۲۰

	لما كان قتل اخاه ۔	۶۴
۲۱	ثم تبع بن حسان بن كليكرب وهو الملك السائر من اليمن الى الحجاز و كانت له مع الاوس والخزرج حروب واراد هدم الكعبة فمنعه من كان معه من احبار يهود فكساها القصب واليمانى وغلبت فى زمنه على اليمن اليهودية ورجع الناس عن عبادة الاصنام ۔	۱۰۰
۲۲	ثم عمرو بن تبع ملك اليمن بعد تنازع ۔	۴۰
۲۳	ثم وليعة بن مرثد	۳۹
۲۴	ثم ابرهة بن الصباح بن وليعة بن مرثد ۔	۹۳
۲۵	ثم عمرو بن ذى قيفان	۱۷
۲۶	ثم ذو شناتر ولم يكن من اهل بيت الملك نغرى بالاحداث من ابناء الملوك واظهر الفسق باليمن واللواط ومع ذلك كان عادلاً فى رعيته فقتله ذونواس يوسف وكان من ابناء الملوك خوفاً من ان يفسق به ۔	۲۹
۲۷	ثم يوسف[1] ذونواس بن زرعة بن تبع الاصغر بن حسان بن كليكرب و هو صاحب قصة اصحاب الاخدود وتحريقه اياهم بالنار وكان ملكه ۲۶۰ سنة ۔	۲۶۰

[1] لاصحاب الاخدود ذكر فى القرآن قال الله تعالى قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود الى قوله وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد ۔ قالوا انهم كانوا فى الفترة بين عيسى ونبينا محمد عليهما الصلوة والسلام فى مدينة نجران باليمن ۔ كما قال المسعودى فى مروج الذهب ج ۱ ص ۶۷ ۔ وقد ذكرنا حال نجران فى فصل آخر من هذا الكتاب ۔ وكانوا فى زمن ذى نواس وكان على دين اليهودية فبلغ ذا نواس ان قوماً بنجران على دين المسيح عليه السلام فسار اليهم واحتفر اخاديد فى الارض وملأها ناراً ثم عرضهم على اليهودية فمن تبعه ترك ومن ابى قذفه فى النار ۔

فاتى بامرءة معها طفلها ابن سبعة اشهر فابت فادنيت من النار فجزعت فانطق الله الطفل فقال يا امه امض على دينك فلا نار بعد هذه النار فالقاها فى النار وكانوا موحدين لا على رأى النصرانية اصحاب التثليث وفى بعض الروايات انه اخذ منها الطفل والقوه فى النار فجزعت الام وارادت ان تتبع اليهودية فناداها الطفل من النار ياامه ادخلى النار فانها حديقة وليست بنار فدخلت فيها ودخل فيها جميع الموحدين قال الشيخ الرومى فى المثنوى ؎

۲۸	ثم ارياط بن اصحمة ۔	۲۰
۲۹	ثم ابرهة[۵] الاشرم ابویکسوم ۔ وکان ذلک فی ملک قباذ ملک فارس ۔	۴۳

خواست تا سجده کند او پیش بت — بانگ بر زد طفل انّی لم اَمُت
اندر آیید اے مسلمانان ہمہ — پیش عذب دیں عذاب است آں ہمہ

وقالت النار لذی نواس حین تحیّر ؎

گفت آتش من ہمانم آتشم — اندر آں تا تو ببینی تابشم

فمضی رجل الی قیصر یستنجده فکتب له قیصر الی النجاشی ملک الحبشة لانه کان اقرب دارًا فبعث النجاشی الحبشة وعلیهم ارياط بن اصحمة فانهزم ذونواس بعد حرب طویلة وغرق نفسه خوفا من العار کما فی مروج الذهب ج ۲ ص۴ فملک ارياط الیمن عشرین سنة ثم وثب علیه ابرهة الاشرم ابویکسوم فقتله وملک الیمن ۔

[۵] کان ابرهة فی القرن السادس من المیلاد نائبا علی الیمن عن اصحمة ملک الحبش وھو صاحب الفیل الذی اراد ھدم بیت الله وله ذکر فی القرآن قال الله الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ وقصته انه حسد بیت الله فبنی کنیسةً بصنعاء سماها القلیس وزیّنها الی غایة واراد ان یصرف حج العرب الیها وکان ابرهة من النصاری فجاء شخص من العرب لما سمع مقالة ابرهة واحدث فیها فغضب ابرهة واقسم لیسیر الی البیت فیهدمه وسار بجیشه ومعه الفیل الابیض اسمه محمود وقیل معه ثلاثة عشر فیلًا لیهدم کعبة الله فتهیأ بعض العرب لجهاده فکان اول من قابله ذو نفر من ملوک الیمن فهزمه ابرهة حتی جاء الی الطائف ثم سار الی مکة وارسل الی قریش وقال لهم لستُ اقصد حربکم بل جئت لاهدم الکعبة فقال عبد المطلب والله لا نرید حربه ولا نقدر هذا بیت الله فهو یمنعه من ابرهة ۔

ثم عبد المطلب ذهب الی ابرهة مع رسوله فقیل له ایها الملک هذا سید قریش وھو یطعم الناس بالسهل والوحوش فی رؤس الجبال فلما رآه ابرهة اجلّه واکرمه ونزل عن سریره وجلس معه وسأله عن حاجته فقال عبد المطلب حاجتی ان یردّ علیّ الملکُ مائتی بعیر لی اخذها رجال الملک فردّها علیه قال له ابرهة قد اعجبتَنی حین رأیتُک ثم زهدتُ فیک حین کلّمتنی اتکلّمنی فی البعیر وتترک بیتًا ھو دینک ودین اٰبائک قد جئتُ لهدمه فقال له عبد المطلب انّی انا ربُّ الابل وانّ للبیت ربًّا سیمنعه قال ابرهةُ ما کان یمنعه منّی فرجع عبد المطلب الی قریش فاخبرهم الخبر وامرهم بالخروج من مکة الی شعف الجبال تخوّفا علیهم من معرّة الجیش ۔

راجع انسان العیون ج ۱ ص۔ ، ودائرۃ المعارف ج ۱ ص۲ ولقطۃ العجلان ص۵ ومروج الذہب ج۲ ص۔ واخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص۹۱ وروض الانف ج ۱ ص۴۳ ۔

وروی ان الفیل العظیم لما رأی عبد المطلب برك كما یبرك البعیر وخرّ ساجدًا وانطق اللہ الفیل فقال السلام علی النور الذی فی ظہرك یا عبد المطلب هذا واللہ اعلم بصحۃ قصۃ منطق الفیل وسجدتہ فلما شرع ابرهۃ فی الذهاب الی مكۃ ووصل الفیل الی اول الحرم فبرك فصاروا یضربون رأسہ ویُدخلون الكلالیب فی مراق بطنہ فلا یقوم فوجّهوا وجهہ الی جهۃ الشام فقام یُهرول وامر ابرهۃ ان یُسقی الفیل الخمر لیذهب تمیزہ فسقوہ فثبت علی امرہ وارسل اللہ علیهم الطیر الابابیل ای جماعات من البحر امثال الخطاطیف مع كل طیر ثلاثۃ احجار مثل العدس او الحمص لا یصیب منهم احدًا الا اهلكہ فخرجوا هاربین وضلّوا الطرق فهلك اكثرهم واصاب ابرهۃ حجر فجرحہ ومازال بہ حتی اهلكہ ولیس كلهم اصابہ الحجر ثم ارسل اللہ سیلًا فالقاهم فی البحر وصاروا یتساقطون بكل منهل وسقطت اعضاء ابرهۃ ووصل الی صنعاء كذلك مع نفر خرجوا بہ معهم تسقط لہ انملۃ انملۃ كلما سقطت منہ انملۃ اتبعتها منہ مدۃ تمث قیحًا ودمًا حتی قدموا بہ صنعاء وهو مثل فرخ الطائر فما مات حتی انصدع صدرہ عن قلبہ ۔

ثم ركب عبد المطلب لما استبطأ مجئ القوم الی مكۃ ینظر ما الخبر فوجدهم قد هلكوا ای غالبهم فاحتمل ماشاء من صفراء وبیضاء ثم اعلم اهل مكۃ بهلاك القوم فخرجوا فجمعوا اموالًا كثیرۃ وفی كلام سبط ابن الجوزی وسبب غنا عثمان بن عفان رضہ ان اباہ عفان وعبد المطلب وابا مسعود الثقفی كانوا اول من نزل مخیم الحبشۃ فاخذوا من اموال ابرهۃ واصحابہ شیئًا كثیرًا ودفنوہ عن قریش فكانوا اغنی قریش واكثرهم مالًا ولما مات عفان ورثہ عثمان رضی اللہ عنہ ومن جملۃ من سلم من عسكر ابرهۃ ولم یذهب سائس الفیل وقائدہ فعن عائشۃ رضی اللہ عنها ادركت قائد الفیل وسائسہ بمكۃ اعمیین مقعدین یستطعمان الناس وذكر البعض انہ اقام بمكۃ فلال من الجیش وعسفاء وبعض من ضمّہ العسكر الحبشی فكانوا بمكۃ یعتملون ویرعون لاهل مكۃ وذكر ابن اسحاق ان اول ما رُئیت الحصبۃ والجدریّ بارض العرب ذلك العام وانہ اول ما رُئی بها من مرایر الشجر الحرمل والحنظل من ذلك العام وقال بعض اهل مكۃ كما فی كتب التاریخ انہ اول ما كانت بمكۃ حمام الیمام حمام مكۃ الحرمیۃ ذلك الزمان یقال انها من نسل الطیر التی رمت اصحاب الفیل حین خرجت من البحر من جدۃ. كذا فی اخبار مكۃ للازرقی ج ۱ ص ۹۲ ۔

ویمكن ان یقال هذا اشتباہ لان الذی قیل انہ من نسل الابابیل انما هو شیئ یشبہ الزرازر

يكون بباب ابراهيم من الحرم والا الحمام الحرم من نسل الحمام الذی عشش علی فم الغار۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۶۱۔

ولما هلك صاحب الفيل وقومه وجيشه وكان من الحبشة وكان ابرهة حبشيا عزّت قريش و هابتهم الناس كلهم وقالوا اهل الله لان الله تعالى معهم وان الله قاتل عنهم وكفاهم مؤنة عدوّهم الذی لم يكن لسائر العرب بقتاله قدرة ۔ وكانت قصة الفيل اول المحرم من سنة ۸۸۲ من تاريخ ذی القرنين كذا فی الروض ج ۱ ص ۳۵۔ وفيه وفی رواية انهم استشعروا العذاب فی ليلة ذلك اليوم لانهم نظروا الی النجوم كالحة اليهم تكاد تكلمهم من اقترابها منهم ففزعوا لذلك اه۔

ثم اعلم ان ولادته صلی الله عليه وسلم كانت فی عام الفيل وقيل فی يومه فعن ابن عباس قال ولد رسول الله صلی الله عليه وسلم يوم الفيل قال الحافظ ابن حجر المحفوظ انه ولد عام الفيل لا يوم الفيل واليوم فی قول ابن عباس بمعنی مطلق الوقت وفی تاريخ ابن حبان ولد عام الفيل فی اليوم الذی بعث الله تعالی الطير الابابيل فيه علی اصحاب الفيل وقيل ولد بعد الفيل بخمسين يومًا وقيل بخمسة وخمسين يومًا وقيل باربعين يومًا وقيل بشهر وقيل بعشر سنين وقيل بثلاث وعشرين سنة وقيل بثلاثين سنة وقيل باربعين سنة وقيل بسبعين سنة۔

والجمهور علی انه ولد فی عام الفيل قاله ابن كثير وغيره من المحققين۔ وفی المواهب انه عليه السلام ولد بعد الفيل (ای بعده بايام) لان قصة الفيل كانت توطئة لنبوته ومقدمة لظهوره وبعثته۔ وقال القاضی البيضاوی وغيره انها من الارهاصات اذ روی انها وقعت فی السنة التی ولد فيها رسول الله صلی الله عليه وسلم وقال ابن القيم فی الهدی ان ممّا جرت به عادة الله تعالی ان يقدم بين يدی الامور العظيمة مقدمات تكون كالمدخل لها فمن ذلك قصة مبعثه صلی الله عليه وسلم تقدمها قصة الفيل۔

ولو لم ينطق القرآن بقصة الفيل لكان فی الاخبار المتواطئة والاشعار المتظاهرة فی الجاهلية والاسلام حجة وبيان لشهرتها وما كانت العرب تؤرخ بها فكانوا يؤرخون فی كتبهم ودواوينهم من سنة الفيل فلم تزل قريش والعرب بمكة وغيرها تؤرخ بعام الفيل ثم ارخت بعام الفجار ثم ارخت ببنيان الكعبة۔ وفی القرآن وارسل عليهم طيرًا ابابيل ترميهم بحجارة من سجيل فجعلهم كعصف مأكول۔ ومعنی ابابيل جماعات متفرقة جمع إبّالة وهی الحزمة الكبيرة شبهت الطير فی اجتماعها بالحزم وقال ابو عبيدة ابابيل مثل عباديد لا واحد لها ولم يأت نص صحيح فی صفة الطير واشكالها فقيل فی لونها انها كانت بيضاء وقيل سوداء وقيل خضراء لها خراطيم كخراطيم الطير واكف كأكف الكلاب و قيل كانت رؤسها كرؤس السباع ومعنی سجّيل ای طين متحجر وقيل من طين وقيل السجّيل هو

٣٠	ثم بعد موت ابرهة ملك اليمن ابنه يكسوم بن ابرهة فعمّر اذاه عشرين سنة.	٢٠
٣١	ثم مسروق بن ابرهة فاشتدت اذاه على سائر اهل اليمن وكانت امه من آل ذي يزن فقتل بعد ثلاثة اعوام. فكانت مدة ملكه ثلاث سنين.	٣
٣٢	ثم سيف بن ذي يزن اومعدي كرب بن سيف بن ذي يزن.	٤

سنگ وگل فى الفارسية.

ثم لامجال للشك فى ارسال الطير ورميها بالحجارة لشهرة امرها فى العرب وتواترها ولما صرّح به القرآن والسنّة. وبعض اهل اوربا والمتنوّرين ينكرون ذلك ويقولون ان هلاك جيش ابرهة كان بالوباء الواقع فيهم وهذا يخالف القرآن قال فى دائرة المعارف ج١ ص٣٣ وقد يذهب بعض علماء العصر ان هذه الطيور عبارة عن الميكروبات (جراثيم) ونحو ذلك حملت اليهم الطاعون او البعوض حمل اليهم الحميات الخبيثة اوميكروبات الجدرى. انتهى.

٣٥ بقتل مسروق انتهت ولاية الاحابش وملكهم على اليمن وكانوا ملكوها ٧٢ سنة ولاصحاب التاريخ فى ذلك اختلاف كبير. وكان ملوكهم اربعة اولهم ارياط ثم ابرهة ثم يكسوم ثم مسروق.

ذكر الطبرى ان سيف بن ذى يزن لما فعل ذو نواس بالحبشة مافعل ثم ظفروا به توجه الى كسرى انوشروان لطلب الغوث على الحبشة فوعد واقام سنين عنده ثم مات وخلفه ابنه معدى كرب بن سيف بن ذى يزن فبعث كسرى مع معدى كرب جيشا الى اليمن فذهبوا وقاتلوا مسروق بن ابرهة فقتلوه وملك معدى كرب اليمن بغيرمنازع. هذه رواية المسعودى وغيره راجع مروج الذهب ج٢ ص٨٥ و الروض الانف ج١ ص٣٦.

والتحقيق عدم موت سيف بن ذى يزن عند كسرى بل هو الذى جاء بجيش كسرى وملك اليمن كما فى اخبار مكة للازرقى ج١ ص٩٢ وتاريخ الطبرى ج٢ ص١١١. وفيه ان عبد المطلب لقى سيف بن ذى يزن بعد مارجع اليه ملكه وانه اخبر عبد المطلب وبشّره بظهور خاتم الانبياء من اولاده وسنذكر هذا الخبر اللطيف بعد ذلك ان شاء الله تعالى.

وكان ملك سيف بن ذى يزن اومعدى كرب بن سيف على اليمن اربع سنين تقتله رجال بطانته من الحبش ولم يملك احد بعده بل استقل اهل كل ناحية بما لديهم على مثال ملوك الطوائف وصارت سيطرة الفرس على اليمن حتى ظهر الاسلام فدخلت فى حوزة الاسلام.

فائدة. روى الكلبى عن ابى صالح عن ابن عباس قال لما ظفر سيف بن ذى يزن بالحبشة و

مَلَكَ اليمن وذلك بعد مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ وفود العرب واشرافها وشعراؤها التهنئة وتمدحه وتذكر ما كان من بلائه وطلبه بثار قومه فاتاه وفد قريش وفيهم عبد المطلب بن هاشم وامية بن عبد شمس وخويلد بن اسد فی ناس من وجوه قريش من اهل مكة فاتوه بصنعاء وهو فی قصر له يقال له غمدان فاذن لهم فاذا الملك متضمخ بالعنبر ووميض المسك من مفرقه الى قدمه وسيفه بين يديه وعن يمينه وعن يساره الملوك وابناء الملوك۔

فدنا عبد المطلب فاستأذن فی الكلام فقال له الملك ان كنت ممن يتكلم بين يدی الملوك فقد اذِن لك فتكلم عبد المطلب بكلام طويل فصيح بليغ مدح به الملك وذكر انهم اهل حرم الله وانهم وفد التهنئة۔ قال وایهم انت ايها المتكلم قال انا عبد المطلب بن هاشم قال ابن اختنا؟ قال نعم فادناه ثم اقبل عليه وعلى القوم فقال مرحبًا واهلًا وناقةً ورحلًا ومستناخًا سهلًا ومَلِكًا ربحلًا يعطی عطاءً جزلا ثم قال انهضوا الى دار الضيافة فاقاموا شهرًا لا يأذن لهم فی الانصراف واكرمهم اكرامًا۔

ثم اَرسَل الى عبد المطلب فادناه واَخلا مجلسه ثم قال سيف بن ذی يزن وكان من اليهود عالمًا ببعض ما فی الصحف يا عبد المطلب انی مفوّض اليك من سر علمی امرًا لو غيرك يكون لم اُبح به له ولكنی وجدتُك معدنه فاطلعتُك طلعه وليكن عندك مطويًا حتی يأذن الله فيه فان الله بالغ فيه امرَه انی اَجد فی الكتاب المكنون والعلم المخزون الذی اخترناه لانفسنا واحتجناه دون غيرنا خبرًا جسيمًا وخطرًا عظيمًا فيه شرف للحياة وفضيلة للناس عامة ولرهطك كافة ولك خاصة، قال ايها الملك مثلك سرّ وبرّ فما هو فداك الله اهل الوبر والمدر زمرًا بعد زمر۔

قال فاذا ولد بتهامة ولد غلام به علامة كانت له الامامة ولكم به الزعامة الى يوم القيامة فقال له عبد المطلب ابيتَ اللعن لقد اتيت بخبر ما أب بمثله وافد قوم ولولا هيبةُ الملكِ واعظامه واجلاله لسألتُ من سارّه اباىَ ما ازداد به سرورًا فان رأی الملكُ اَن يُخبرنی بانصاح فقد اوضح لی بعض الايضاح۔

قال هذا حينه الذی يولد فيه اوقد ولد اسمه محمدٌ بين كتفيه شامة يموت ابوه واُمُّه ويكفله جدُّه وعمه والله باعثه جهارًا وجاعل له منّا انصارًا .... (لعلّ فی قوله منّا انصارًا اشارة الى انصار المدينة فانهم من اليمن) يعزّ بهم اولياءه ويذل بهم اعداءه ويضرب بهم الناس عن عرض ويستبيح بهم كرائمَ الارض يعبد الرحمٰن ويدحر الشيطان ويكسر الاوثان ويخمد النيران قوله فصلٌ وحكمه عَدْلٌ يأمر بالمعروف ويفعله وينهی عن المنكر ويبطله۔

قال فخرّ عبد المطلب ساجدًا فقال له الملك ارفع رأسك ثلج صدرك و علا كعبك فهل أحسست من امره شيئا ؟ قال نعم ايها الملك كان لى ابن وكنتُ به معجبًا وعليه رفيقًا فزوّجته كريمةً من كرائم قومه آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة فجاءت بغلام سمّيته محمدًا مات ابوه و امه و كفلته انا وعمه بين كتفيه شامة وفيه كل ما ذكرتَ من علامة ـ

قال له الملك والبيت ذى الحجب والعلامات على النصب انك يا عبد المطلب لجده غير الكذب وان الذى قلت لكما قلتُ فاحتفظ بابنك واحذر عليه من اليهود فانهم له اعداء ولن يجعل الله لهم عليه سبيلاً فاطوِ ما ذكرتُ لك دون هؤلاء الرهط الذين معك فانى لستُ آمن ان تدخلهم النفاسةُ من ان تكون لك الرياسة فيبتغون لك الغوائل وينصبون لك الحبائلُ هم فاعلون اوابناؤهم ـ

ولولا ان الموت مجتاحى قبل مبعثه لسرتُ بخيلى ورجلى حتى اصير بيثرب دار مملكته فانى اجد فى الكتاب الناطق والعلم السابق ان بيثرب استحكام امره و اهل نصره و موضع قبره ولولا انّى أقيه الآفات واحذر عليه من العاهات لاوطأتُ أسنان العرب كعبه ولأعليتُ على حداثة سنه ذكره ولكنى صارف ذلك اليك عن غير تقصير بمن معك ـ

ثم امر لكل رجل من وفد قريش بمائة من الابل وعشرة اعبد وعشر اماء وعشرة ارطال ذهب وعشرة ارطال فضة وكرش مملوة عنبرًا وامر لعبد المطلب بعشرة اضعاف ذلك ثم قال ائتنى بخبره وما يكون من امره عند رأس الحول فمات سيف بن ذى يزن من قبل ان يحول الحول ـ كذا ذكر الازرقى ـ

وكان عبد المطلب يقول ايها الناس لا يغبطنى رجل منكم بجزيل عطاء الملك فانه الى نفاد و لكن ليغبطنى بما يبقى لى ولعقبى شرفه وذكره وفخره فاذا قيل له وما ذاك ؟ يقول ستعلمنّ ولو بعد حين اه ـ هذا والله اعلم وعلمه اكمل واتم ـ

یوم السبت ۔ سبت کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے قال اللہ تعالیٰ ۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت الآیۃ سبت لغت عربی میں ہفتہ یعنی سنیچر کا نام ہے ۔ یہود کے نزدیک یہ دن ایسا محترم و معظم ہے جس طرح اسلام میں یوم جمعہ اور نصاریٰ کے نزدیک یوم الاحد یعنی اتوار محترم و معظم ہے ۔ یوم سبت کی تعظیم یہود پر فرض تھی اس روز ان کے لیے شکار کرنا اور جنگ کرنا ممنوع تھا بس صرف عبادت کے لیے یہ دن متعین تھا ۔

سبت کا معنی ہے استراحت و قطع و حلق ۔ یقال سبَت یسبت سبتًا استراح و سبت الشئ سبتًا ای قطعه و سبَّت الرأس تسبيتًا حلقه و سبت اليهودى قام بامر السبت و أسبَتَ دخل فى

السبت قال البیضاوی یقال سبتت الیھود اذا عظمت یوم السبت۔

آثار و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے سات ایام میں درحقیقت معظم و بابرکت دن عند اللہ یوم جمعہ ہی ہے۔ لہذا سابقہ تمام ادیان انبیاء علیہم السلام میں یوم جمعہ ہی کا یوم عبادت ہونا مناسب تھا۔ لیکن یہود و نصاریٰ نے اجتہادی غلطی کر کے عبادت کے لیے علی الترتیب یوم السبت (سنیچر) و یوم الاحد (اتوار) پسند کیے۔ اور امتِ محمدیہ نے اجتہاد کر کے حق و امر صحیح یعنی یوم جمعہ تک رسائی حاصل کی اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کے ذریعہ حق و صراطِ مستقیم معلوم کرنے کی امتِ محمدیہ کو خصوصی توفیق و استعداد سے نوازا ہے۔ بعض احادیث و آثار میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہجرت سے قبل مسلمانوں نے اپنی رائے و اجتہاد سے یوم جمعہ عبادت کے لیے مقرر کر لیا تھا بعدہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے اس کی تائید ہو گئی۔

اور یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے کسی ایک دن کو عبادت کے لیے اپنے اجتہاد و مشورہ سے متعین کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ پھر یہود نے یوم سبت کو پسند کیا۔ اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انتخاب کے مطابق ان پر علی الترتیب سنیچر اور اتوار کی تعظیم فرض قرار دی۔ قال اھل العلم ان الیھود اُمِروا بیوم من الاسبوع یُعظِّمون اللہ فیہ ویتفرغون لعبادتہ فاختاروا من قبل انفسھم السبت فالزموہ فی شرعھم وکذلک النصاریٰ امروا علی لسان عیسیٰ علیہ السلام بیوم من الاسبوع فاختاروا من قبل انفسھم الاحد فالزموہ شرعًا لھم کذا قال العلامۃ السھیلیؒ فی الروض۔

ثم قال وکان الیھود انما اختاروا السبت لانھم اعتقدوہ الیوم السابع ثم زادوا الکفرھم ان اللہ استراح فیہ۔ تعالی اللہ عن قولھم۔ لان بدء الخلق عندھم الاحد و اٰخر الستۃ الایام التی خلق اللہ فیھا الخلق الجمعۃ وھو ایضًا مذھب النصاریٰ فاختاروا ای النصاریٰ الاحد لانہ اول الایام فی زعمھم وقد شھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للفریقین باضلال الیوم وقال کما فی صحیح مسلم ان اللہ خلق التربۃ یوم السبت فبیّن ان اول الایام التی خلق اللہ فیھا الخلق السبت و اٰخر الایام الستۃ اذًا الخمیس و کذلک قال ابن اسحٰق فیما ذکر عنہ الطبری اھ۔

وقال فی انسان العیون ج ۲ ص ۱۰ ویؤیّد ذلک ماجاء ان اللہ تعالیٰ فرض علی الیھود الجمعۃ فأبَوا و قالوا یاموسیٰ اجعل لنا یوم السبت فجُعِل علیھم وھدی اللہ تعالیٰ المسلمین لیوم الجمعۃ ای وھدایۃ المسلمین لہ تدلّ علی انھم لم یعلموا عینہ وانما اجتھد وافیہ فصادفوہ انتھی۔ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام فی حق ذلک الیوم انہ الیوم الذی فرض علیھم ای علی الیھود والنصاریٰ ای طلب منھم تعظیمہ التفرغ

للعبادة فيه كما فرض علينا اضلته اليهود والنصارى وهدانا لم الله تعالى له اى واختار اليهود من قبل نفسهم بدله السبت لانهم يزعمون انه اليوم السابع الذى استراح فيه الحق سبحانه من خلق السموت والارض و مافيهن من المخلوقات اى بناءً على ان اول الاسبوع الاحد وانه مبدأ الخلق قال بعضهم وهو الراجح كذا فى انسان العيون. والذى فى البخارى ثم هذا اى يوم الجمعة يومهم الذى فرض عليهم فاختلفوا فيه فهدانا الله له فالناس لنا فيه تبع اليهود غدا والنصارى بعد غد۔

وفى سفر السعادة كان من عوائده الكريمة صلى الله عليه وسلم ان يعظم يوم الجمعة غاية التعظيم و يخصه بانواع التشريف والتكريم وجاء ان اهل الجنة يتباشرون فى الجنة بيوم الجمعة كما تتباشر به اهل الدنيا فى الدنيا واسم الجمعة عندهم يوم المزيد لان الله تعالى يتجلى عليهم فى ذلك اليوم ويعطيهم كل ما يتمنونه ويقول لهم لكم ما تمنيتم ولدينا مزيد فهم يحبون يوم الجمعة لما يعطيهم فيه ربهم من الخير وفى الحديث المرفوع يوم الجمعة سيد الايام واعظمها عند الله فهو فى الايام كشهر رمضان فى الشهور وساعة الاجابة فيه كليلة القدر فى رمضان اهـ۔

وفى كتاب السبعيات للهمدانى اكرم الله موسى عليه السلام بالسبت وعيسى عليه السلام بالاحد وداؤد عليه السلام بالاثنين وسليمان عليه السلام بالثلاثاء ويعقوب عليه السلام بالاربعاء وآدم عليه السلام بالخميس ومحمد صلى الله عليه وسلم بالجمعة هذا ولا ارى صحة قول الهمدانى لعدم ثبوته فى الآثار الصحيحة۔

وذكر الكشى وهو عبد بن حميد باسناده الى ابن سيرين قال جمّع اهل المدينة قبل ان يقدم النبى عليه السلام المدينة وقبل ان تنزل سورة الجمعة وهم الذين سموا الجمعة قال الانصار لليهود يوم يجتمعون فيه كل سبعة ايام وللنصارى مثل ذلك فهلم فلنجعل يومًا نجتمع فيه ونذكر الله ونصلى ونشكر او كما قالوا فقالوا يوم السبت لليهود ويوم الاحد للنصارى فاجعلوا يوم العروبة كانوا يسمون يوم الجمعة يوم العروبة فاجتمعوا الى اسعد بن زرارة فصلى بهم يومئذ ركعتين فذكّرهم فسمّوا الجمعة حين اجتمعوا اليه فذبح لهم شاة فتغدّوا وتعشّوا من شاة وذلك لقلتهم فانزل الله فى ذلك اذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله اهـ۔

قلنا ومع توفيق الله لهم اليه فيبعد ان يكون فعلهم هذا عن غير اذن من النبى صلى الله عليه وسلم فقد روى الدارقطنى باسناده عن ابن عباس قال اذن النبى صلى الله عليه وسلم بالجمعة قبل ان يهاجر ولم يستطع رسول الله عليه السلام ان يجمّع بمكة ولا يبدى لهم فكتب الى مصعب بن عمير اما بعد فانظر اليوم الذى تجهر فيه اليهود بالزبور لسبتهم فاجمعوا نساءكم وابناءكم فاذا مال النهار عن شطره عند الزوال من يوم الجمعة فتقربوا الى الله بركعتين۔

سوال۔ عبادت وتعظیم کے لیے تقرری کے سلسلے میں جمعہ کو سبت واَحد (سنیچر واتوار) پر فضیلت وترجیح کی وجہ کیا ہے؟

جواب جمعہ کی ترجیح وفضیلت کی متعدد وجوہ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

وجہ اول۔ ابھی یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ یہود پر بلکہ نصاریٰ پر بھی اللہ تعالیٰ نے اوّلاً جمعہ کا اکرام وعبادت مقرر فرمائی مگر ان کی ضد ودرخواست پر پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبت واَحد کی تقرری ہوئی کما فی انسان العیون ج ۲ ص ۱۰۔ وقد تقدمت عبارتہ۔ اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کے مقابلہ میں بے فائدہ تبدیلی پر اصرار کرنا کامل مومن کی شان کے خلاف ہے۔

وجہ دوم پہلی وجہ بعض آثار اور علماء کے اس قول پر مبنی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہود وغیرہ کو واضح طور پر تکریم جمعہ کا امر ہوا تھا لیکن عام احادیث واقوال جمہور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد ورائے سے ایسا کیا تھا۔ جس طرح اہل مدینہ نے ہجرت سے قبل اپنے اجتہاد ومشورہ سے جمعہ کا انتخاب کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک طائفہ کے اجتہاد کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ لیکن مسلمانوں کا اجتہاد موافق حق ومطابق نفس الامر تھا اور دیگر طائفوں کا غلط کما یدل علیہ صریح الحدیث اضلتہ الیھود والنصاریٰ ھدٰکم اللہ تعالیٰ لہ۔

وجہ سوم یہ تین دن جمعہ۔ سنیچر۔ اتوار متصل ہیں اور جمعہ مقدم ہے اور تقدم ایک فضیلت ہے۔ یہ تقدم ظاہری مرتبۂ امتِ محمدیہ کے تقدم وافضلیت کی طرف مشیر ہے والظاھر عنوان الباطن واشار الی ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ المتقدم فالناس لنا فیہ تبع الیھود غداً والنصاریٰ بعد غد۔ قال السھیلی فی الروض فکان من ھدی اللہ لھذہ الامۃ ان الھمو الیہ ثم اُقِرّوا علیہ لما وافقوا الحکمۃ فیہ فھم الاٰخرون السابقون یوم القیٰمۃ کما قال علیہ السلام کان الیوم الذی اختارہ سابق لما اختارتہ الیھود والنصاری ومتقدم علیہ اھ۔

وجہ چہارم جمعہ کا نام بھی اس کی فضیلت پر دال ہے۔ کیونکہ اسمِ جمعہ اجتماع پر دال ہے اور اجتماع واتفاقِ اہل اسلام بہرحال عظیم برکت وسعادت ہے۔ یہ اسم ونام کی برکت ہے۔ اسم سبت واسم احد اس برکت وفائدے سے خالی ہیں اسی برکت اجتماع واتحاد اہل اسلام کے پیشِ نظر شرع کا حکم ہے کہ ایک امام کے پیچھے ایک ہی مسجد میں مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھنا چاہیے۔ ایک شہر کی متعدد مساجد میں نماز جمعہ پڑھنے سے یہ سعادت وبرکت بطریق اکمل حاصل نہیں ہوسکتی۔ لفظ جمعہ بھی اس اتحاد کا داعی اور افتراق اور متعدد مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا مانع ہے۔

وجہ پنجم بلحاظ نام فضیلتِ جمعہ کی ایک تقریر یہ بھی ہے کہ جمعہ سچا وصحیح ومطابق واقعہ وموافقِ مسمّٰی و

مصداق نام ہے۔ جمعہ کا معنی ہے اجتماع۔ اور اس دن مسلمان نماز جمعہ کے لیے مجتمع ہوتے ہیں۔ تو اسم جمعہ اسم صادق ہے اور حقیقت کے مطابق ہے۔ اس میں کذب یا گناہ و دخل فی المغیبات کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ بخلاف سَبْت و اَحَد کہ دونوں کا تسمیہ مغیبات میں مداخلت پر مبنی ہے اور غلط طور پر مبنی ہے اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کے امور مغیبہ و پوشیدہ میں بحث کرنا اور مداخلت کرنا بڑی غلطی ہے۔ اور پھر نفس الامر و امر حق کے برخلاف حکم و فتویٰ صادر کرنا اور جھوٹے طریقہ سے اس پر اپنی طرف سے احکام متفرع و مرتب کرنا دوسری غلطی ہے۔ پھر اس خود ساختہ جھوٹے حکم پر کفری عقیدے قائم کرنا تیسری غلطی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا انتخاب سَبت و اَحد ان کے اِس زعم و مداخلت فی الغیب پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات کی ابتداء اتوار کے دن کی اور جمعہ پر ختم کی اور یہ دخل فی المغیبات ہے اور اگر ان کا یہ خیال صحیح ہوتا تو شاید یہ بات بڑی غلطی شمار نہ ہوتی۔ لیکن درحقیقت ان کا یہ زعم وحی کے خلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق سنیچر سے شروع ہو کر خمیس پر ختم ہوئی کما ورد فی الحدیث الصحیح اور وحی کے خلاف حکم لگانا دوسری بڑی غلطی ہے۔ پھر یہود کا یہ کہنا کہ سنیچر کے دن اللہ تعالیٰ نے استراحت فرمائی۔ سبت کا معنی ہے راحت و آرام کرنا تیسری بڑی غلطی اور کفر ہے۔

وجہ ششم برروز جمعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں کثرت سے اور اجتماعی صورت سے نازل ہوتی ہیں جو مسلمانوں پر تقسیم ہوتی ہیں۔

وجہ ہفتم بقیہ دنوں کی بہ نسبت جمعہ کی تخصیص بالاکرام والعبادۃ اَولیٰ ہے کیونکہ اسی دن جنسِ بشر کا ظہور ہوا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جمعہ کے دن بعد العصر آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی۔

وجہ ہشتم خمیس کے دن عام مخلوق کی تخلیق مکمل ہوئی اور یہ موجب مسرت ہے۔ لہذا متصلاً دوسرے دن یعنی جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے عید و اکرام و عبادت کا دن مقرر فرمایا۔ کسی کام کی تکمیل کے بعد ہی عید و مسرت ہوتی ہے مثل عید الفطر کہ فریضہ صیام جیسی اہم عبادت کی تکمیل اور اس سے فراغت پر متصل یکم شوال کو عید منائی جاتی ہے۔

وجہ نہم۔ جمعہ کے دن آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے تھے اور جمعہ کے دن جنت سے نکالے گئے تھے ان خصوصیات کی وجہ سے عبادت و اکرام کا تمام ایام کی بہ نسبت جمعہ ہی زیادہ مستحق ہے جنت سے خروج اور دنیا میں آنا بھی بڑا انعام ہے کیونکہ جنت سے خروج کے بعد زمین پر آنے سے ہی آدم علیہ السلام کو وہ عظیم منصب خلافت حاصل ہوا جس کی تکمیل کے لیے انھیں پیدا کیا گیا تھا۔ نیز جنت سے خروج ہی انبیاء علیہم السلام کے وجود کا سبب ہے۔ قال بعض العلماء: وفضیلۃ الاخراج من الجنۃ لکونہ سببا لوجود الانبیاء والاولیاء وتضمنہ حکماً وبرکات لا تعد ولا تحصی وکذا موت آدم

علیہ السلام المذکور فی الحدیث الاخر لکونہ سببًا لوصولہ الی جوار رحمۃ اللہ رب العالمین ولذلک ذکرہ الخلیل بقولہ والذی یمیتنی ثم یحیین وورد ان الموت تحفۃ المؤمن۔ اھ۔

وجہ دہم جمعہ کے دن قیامت برپا ہوگی۔ لہٰذا قیامت کے یاد رکھنے اور اذکار و عبادت سے اس کے لیے تیاری کرنے کے لیے یوم جمعہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منہا ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم الجمعۃ۔ ترمذی ج ۱ ص ۹۱۔

وجہ یازدہم جمعہ سے قبل چھٹے ایام کے لیے جمعہ وتر یعنی طاق ہے وان اللہ وتر یحب الوتر۔ قال العلامۃ السہیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۲۷۱ ان اللہ تعالی لما بدأ فیہ خلق ابینا آدم علیہ السلام و جعل فیہ بدأ ھذا الجنس وھو البشر وجعل فیہ ایضًا فناءھم وانقضاءھم اذ فیہ تقوم الساعۃ وجب ان یکون یوم ذکر وعبادۃ لانہ تذکرۃ بالمبدأ وتذکرۃ بالمعاد وانظر الی قولہ تعالی فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع۔ وخص البیع لانہ یوم یذکر بالیوم الذی لا بیع فیہ ولا خلۃ مع انہ وتر للایام التی قبلہ فی الاصح من القول واللہ یحب الوتر لانہ من اسمائہ ولذلک کان یقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ السجدۃ فی صبح یوم الجمعۃ کما رواہ مسلم عن ابن عباس لما فیہ من ذکر الستۃ الایام واتباعھا بذکر خلق آدم من طین وذلک فی یوم الجمعۃ تنبیھًا منہ علیہ السلام علی الحکمۃ وتذکرۃ للقلوب بھذہ الموعظۃ

انتہی بحذف۔

فائدہ۔ جاہلیت میں جمعہ کا نام عروبہ اور سنیچر کا نام شیار۔ اتوار کا اول۔ سوموار کا اہون منگل کا جبار۔ بدھ کا دبار۔ خمیس کا مونس تھا اور سریانی میں اتوار کا ابوجاد۔ سوموار کا ہوز۔ منگل کا حطی۔ بدھ کا کلمن۔ خمیس کا سعفص۔ جمعہ کا قرشت تھا۔

مندرجہ ذیل جدول سے ہفتہ کے ایام کے فارسی۔ ہندی۔ عربی وغیرہ نام معلوم کیے جا سکتے ہیں۔

رائج الوقت	اتوار	سوموار۔ پیر	منگل	بدھ	خمیس۔ جمعرات	جمعہ	سنیچر
فارسی	یک شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	چہار شنبہ	پنج شنبہ	آدینہ۔ جمعہ	شنبہ
اسلامی عربی	یوم الاحد	الاثنین	الثلثاء	الاربعاء	الخمیس	الجمعۃ	السبت
قدیم عربی	اول	اھون	جبار	دبار	مونس	عروبہ	شیار
ہندی	آدت بار	سوم بار	منگل بار	بدھ بار	برہسپت بار	شکر بار	شنیشچر بار
سریانی	ابوجاد	ھوز	حطی	کلمن	سعفص	قرشت	—

فصل

اس فصل میں ہم ان فرقوں کے مختصر احوال ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا بیان تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں موجود ہے یا ان کی تردید کی طرف واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ احوالِ فِرق وطوائف میں اس بندۂ عاجز نے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ جس کا نام ہے المطالب المبرورۃ فی معرفۃ الفرق المشھورۃ۔ یہاں پر اس کے بعض ابواب کی تلخیص ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ تلخیص یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

الکرامیہ۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین کی تفسیر کے آخر میں اس کا ذکر ہے۔ کرامیہ ایک مبتدعہ ضالّہ فرقہ ہے۔ یہ فرقہ مشبہہ ومجسمہ ہے۔ محمد بن کرّام کے متبعین کو کرامیہ کہتے ہیں۔ وہ سجستان کا باشندہ تھا۔ ابتداء میں بظاہر زاہد وعابد تھا۔ پھر زمانۂ ولایت محمد بن طاہر بن عبداللہ میں نیسابور چلا گیا۔ وہاں کے بعض دیہاتی اس کی ظاہری صلاح کے معتقد ہوگئے۔ اس نے موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی بدعات وخبائث کی طرف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی وہ تجسیم معبود کا قائل تھا۔ محمد بن کرام کا سنہ وفات ۲۵۵ھ ہے۔ کرام بفتح کاف وتشدید راء ہے۔ انظر اللباب ج ۳ ص ۳۲ ولسان المیزان ج ۵ ص ۳۵۳۔

کرامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ محلّ حوادث ہے۔ ان کے نزدیک قدیم محل حوادث ہوسکتا ہے خلافاً لجمھور اھل الکلام والمحققین۔ اکثر کرامیہ کہتے ہیں کہ یہ عالمِ اجسام معدوم نہیں ہوگا اس کا عدم محال ہے اور یہ دہریہ وفلاسفہ کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ فلک وکواکب عنصرِ خامس ہونے کی وجہ سے قابل فساد وفناء نہیں ہیں۔ کان الناس یتعجبون من قول المعتزلۃ ان اللہ تعالی یقدر علی إفناء الاَجسام کلھا دفعۃً واحدۃً ولا یقدر علی إفناء بعضِھا مع بقاء بعضٍ منھا وزالَ ھذا التعجب بقول بعض الکرامیۃ انہ تعالی لا یقدر علی إعدام جسمٍ بحالٍ والعجب ان ابن کرام وصف اللہ تعالیٰ بالثقل وقال فی قولہ تعالیٰ اذا السماء انفطرت۔ انھا انفطرت من ثقل الرحمان علیھا وقال لا یجوز فی حکمۃ اللہ اخترامُ الطفلِ الذی یعلم اللہُ أنّہ إن أبقاہ الی زمانِ بُلوغِہ أمَن ولا اخترامُ الکافرِ الذی لو أبقاہ الی مدّۃٍ أمن ویلزمھم ان اللہ انما اخترم ابراھیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل بلوغہ لانّہ

علم انہ لو ابقاہ لم یؤمن وفی ھذا قدح فی قولہ علیہ السلام لو عاش لکان نبیا وقدح فی کل من مات من ذراری الانبیاء علیہم السلام طفلا۔ کذا ذکر عبد القاھر البغدادی۔

کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے قال عبد القاھر فی کتاب الفرق ص۲۲۳ و زعموا ای الکرامیۃ ان المقر بالشہادتین مؤمن حقا وان اعتقد الکفر بالرسالۃ وان المنافقین الذین انزل اللہ تعالی فی تکفیرھم آیات کثیرۃ کانوا مؤمنین حقا وان ایمانھم کایمان الانبیاء والملائکۃ اھ

وقال الشہرستانی فی الملل والنحل ج۱ ص۱۱۳ وقالوا ای الکرامیۃ الایمان ھو الاقرار باللسان فقط دون التصدیق بالقلب ودون سائر الاعمال وفرقوا بین تسمیۃ المؤمن مؤمنا فیما یرجع الی احکام الظاھر والتکلیف وفیما یرجع الی احکام الآخرۃ والجزاء فالمنافق عندھم مؤمن فی الدنیا علی الحقیقۃ مستحق للعقاب الابدی فی الآخرۃ وسرا واتصویب معاویۃ رضی اللہ عنہ فیما استبد من الاحکام الشرعیۃ قتالا علی طلب عثمان رضی اللہ عنہ واستقلالا بمال بیت المال ومذھبھم اتہام علی رضی اللہ عنہ فی الصبر علی ما جری مع عثمان رضی اللہ عنہ والسکوت عنہ اھ۔

بہرحال کرامیہ کے خرافات وعجائبات بے شمار ہیں۔ ابن کرام کہتا ہے نمازِ مسافر میں کہ مسافر کے لیے صرف دو تکبیریں بغیر رکوع وسجود وبغیر قیام وقعود وبغیر تشہد وسلام کافی ہیں۔ اس کے نزدیک نماز کے لیے طہارت من الاحداث کافی ہے اور طہارت من الانجاس لازم نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے نزدیک ثوبِ نجس پر ارضِ نجس پر بدنِ نجس سے نماز جائز وصحیح ہے۔

کرامیہ اللہ تعالیٰ کو اوصافِ جسمیہ سے متصف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہیں اور ذاتاً جہت فوق سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہ جوہر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش کے بالائی حصہ سے مماس وپیوست ہیں۔ ان میں سے بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عرش کو بھر دیا ہے اور بعض کی رائے میں اللہ تعالیٰ عرش کے بعض حصوں پر متمکن ہیں اور عرش کے بعض حصے خالی پڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر انتقال و نزول مکانی جائز قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ پر لفظ جسم کا بھی اطلاق کرتے ہیں اور بعض اس کا اطلاق نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چھے جہات سے متناہی یعنی ذونہایہ ہیں اور عند بعضھم صرف جہت تحت میں بسبب استقرار علی العرش متناہی ہیں اور باقی جہات خمسہ میں لامتناہی ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

الصابئۃ قرآن شریف میں اس کا ذکر موجود ہے۔ صابئہ کواکب پرست فرقہ ہے۔ صابئہ بنی آدم میں قدیم تر کا فرقہ ہے۔ اس فرقہ کے بانی کا نام بوداسف تھا۔ بوداسف بادشاہ طہمورث بن نوبجہان بن ارفخشذ بن اوشہنج کی حکومت میں ظاہر ہوا تھا۔ طہمورث سابور شہر میں رہتا تھا اور اسی علاقہ کے

اس کی حکومت تھی۔ بلاد واسط و بصرہ و عراق میں بوداسف کی تبلیغ سے بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگ متاثر ہو کر صابی بن گئے۔ قدیم اقوام یعنی حرانی و کیماری میں سے بہت لوگ عقیدۂ صابئیت اختیار کرنے لگے۔ مدت کے بعد ان میں کئی فرقے بن گئے اور ستاروں کے بارے میں نئے نئے گمراہ عقیدے تراشنے لگے۔ صابی فرقہ والے سیارات و ثوابت ستاروں کی شکلیں او ہیکل بنا کر اپنے عبادت خانوں میں رکھتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۲۲ میں لکھتے ہیں ثم ملك من ملوك فارس طهمورث بن نوبجهان وكان ينزل سابور وظهر في سنة من ملكه رجل يقال له بوداسف احدث مذاهب الصابئة وقال بوداسف ان معالى الشرف الكامل والصلاح الشامل ومعدن الحياة في هذا السقف المرفوع وان الكواكب هي المدبرات والواردات والصادرات وهي التي بمرورها في افلاكها وقطعها مسافاتها واتصالها بنقطة وانفصالها عن نقطة يتم ما يكون في العالم من الآثار من امتداد الاعمار وقصرها وتركيب البسائط وانبساط المركبات وتتميم الصور وظهور المياه وغيضها وفي النجوم السيارة في افلاكها التدبير الاكبر وغير ذلك مما يخرج وصفه عن حد الاختصار والايجاز واحتذى به جماعة من ذوي الضعف في الآراء فيقال ان هذا الرجل اول من اظهر آراء الصابئة من الحرانيين والكيماريين وهذا النوع من الصابئة مباينون للحرانيين في نحلتهم وديارهم بين بلاد واسط والبصرة من ارض العراق نحو البطائح والآجام اھ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ صابئہ فرقہ منسوب ہے صابی بن لمک بن اخنوخ کی طرف وقيل من ولد صابي بن لامك واخنوخ هو ادريس عليه السلام وادريس عليه السلام عند المحققين ليس بجد لنوح عليه السلام ولا في عمود نسبه وقيل ان صابئ بن لامك (لمك) اخ لنوح عليه السلام وقيل ان صابي هو متوشلح جد نوح عليه السلام كذا في اللقطة ص ۲۹ فرقہ صابئہ روحانیین وانوار کو وسائط تقرب بناتے ہیں پھر جب اشیاء منیرہ و روحانیہ کی ذوات تک رسائی مشکل نظر آئی کہ انسان زمین پر ہے اور وہ ذوات آسمان پر ہیں تو انھوں نے اشیاء منیرہ یعنی کواکب وغیرہ کی صورتیں بنائیں اور ان کی پرستش شروع کر دی۔ ان میں سے بعض نے سیارات کی اور بعض نے ثوابت کی صورتیں اور ہیاکل اپنے عبادت خانوں میں رکھیں اور ان میں سے بعض نے بتوں کی پرستش شروع کی۔

بہر حال یہ فرقہ نہایت مبہم و نامعلوم فرقہ ہے۔ قال الامام ابو حنيفة رحمه الله انهم ليسوا بعبدة الاصنام وانما يعظمون النجوم كما تعظم الكعبة۔ قال الآلوسي مدار مذاهب الصابئة على التعصب للروحانيين واتخاذهم وسائط ولما لم يتيسر لهم التقرب اليها باعيانها والتلقي منها بذواتها فزعت جماعة منهم الى هياكلها فصابئة الروم مفزعها السيارات وصابئة الهند مفزعها الثوابت وجماعة نزلوا عن الهياكل الى الاشخاص التي لا تبصر ولا تغني فالفرقة الاولى هم عبدة الكواكب والثانية هم عبدة

الاصنام وکل من ھاتین الفرقتین اصناف شتی مختلفون فی الاعتقادات والتعبدات وقیل ھم قوم موحدون یعتقدون تاثیر النجوم ویقرون ببعض الانبیاء کیحیٰی علیہ السلام وقیل انھم یقرون باللہ تعالیٰ یقرؤن الزبور ویعبدون الملائکۃ ویصلون الی الکعبۃ وقیل الی مَھَبِّ الجنوب وقد اخذوا من کل دین شیئًا وفی جواز مناکحتھم واکل ذبائحھم کلام للفقھاء یطلب فی محلہ۔ ولفظ الصابئۃ قیل غیر عربی وقیل عربی من صبأ بالھمز اذا خرج او من صبا معتلاً بمعنی مال لخروجھم عن الدین الحق ومیلھم الی الباطل اھ۔

ابن القیم رحمہ اللہ کتاب تلبیس ابلیس ص ۷۴ پر لکھتے ہیں اصل ھذہ الکلمۃ اعنی الصابئین من قولھم صبأت اذا خرجت من شیٔ الی شیٔ وصبأت النجوم اذا ظھرت وصبأبہ اذا خرج والصابئون الخارجون من دین الی دین وللعلماء فی مذاھبھم عشرۃ اقوال ثم ذکر تلک الاقوال ان شئت فراجعہ۔ ثم قال فاما المتکلمون فقالوا مذھب الصابئین مختلف فیہ فمنھم من یقول ان ھناک ھیولی کان لم یزل و لم یزل یصنع العالم من ذلک الھیولی وقال اکثرھم العالم لیس بمحدث وسموا الکواکب ملائکۃ وسماھا قوم منھم آلھۃً وعبدوھا وبنوا لھا بیوت عبادات وھم یدعون ان بیت اللہ الحرام واحد منھا وھو بیت زحل ولھم تعبدات فی شرائع منھا انھم زعموا ان علیھم ثلاث صلوات فی کل یوم اولاھا ثمان رکعاتٍ ثلاث سجدات فی کل رکعۃ وانقضاء وقتھا عند طلوع الشمس والثانیۃ خمس رکعات والثالثۃ کذلک وعلیھم صیام شھر اولہ الثمان لیال یمضین من اذار وسبعۃ ایام اولھا التسع یبقین من کانون الاول وسبعۃ ایام اولھا الثمان لیال یمضین من شباط ویختمون صیامھم بالصدقۃ والذبائح وحرموا لحم الجزور اھ۔ ھذا واللہ اعلم۔

اَلحَشَوِیّۃ ۔ قصہ تخلیقِ آدم علیہ السلام کے آخر میں اور آیت یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمتُ علیکم کی شرح سے پہلے مذکور ہے۔ حشویہ بسکونِ شین بھی صحیح ہے اور بفتح شین بھی۔ یہ مسلمانوں میں ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ قدیم فرقوں میں سے ہے۔ یہ فرقہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہوئے تجسیم وغیرہ عقائدِ باطلہ رکھتا ہے۔

تسمیہ بحشویہ میں متعدد اقوال ہیں۔ قول اول۔ قیل سُمُّوا بذلک لان منھم المجسمۃ اوھم المجسمۃ و الجسم حشو ای زائد بالنسبۃ الی الروح والروح اصل والحشو ھو الشیٔ الزائد۔ بنا بریں حشویہ بسکونِ شین منسوب ہے حشو کو۔

قول ثانی۔ یہ منسوب ہے حشا کی طرف وحشا الحلقۃ طرفھا وناحیتھا لہذا حشویہ بفتح شین پڑھا جائے گا۔ قال العلامۃ السبکی فی شرح اصول ابن الحاجب الحشویۃ طائفۃ ضلّوا عن سواء السبیل وعمیت

ابصارهم یجرون آیات الله علی ظاهرها و یعتقدون انه المراد سموا بذلك لانهم كانوا فی حلقة الحسن البصری رحمه الله فوجدهم یتكلمون كلاماً فقال ردوا هؤلاء الی حشا الحلقة فنسبوا الی حشا۔ اھ۔

وقیل طائفة یجوزون ان یخاطب الله بالمهمل ویطلقونه علی الذین قالوا الذین یتلقی من الكتاب و السنة۔ كذا قال الشهاب۔

حشویہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوت مل جانے کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام سے صدورِ کبائر ہو سکتا ہے۔ حشویہ کا یہ عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے بعد النبوت کبائر کا صدور ممتنع ہے۔ حشویہ اپنے دعوے پر متعدد دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل آدم علیہ السلام کا قصہ اکل شجرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صریح نہی کے بعد اکل شجرہ گناہ کبیرہ ہے۔

حشویہ کی اس دلیل کے مفسرین و محدثین نے متعدد جوابات دیے ہیں۔ اولاً یہ نہی للتنزیہ ہے ثانیاً یہ محمول ہے نسیان پر۔ آدم علیہ السلام نے بقصدِ مخالفت اکل شجرہ نہیں کیا کما قال اللہ فنسی ولم نجد له عزماً۔ لیکن چونکہ انبیاء کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے نسیان پر بھی عتاب فرمایا۔

قال الامام السبكی وقیل المراد بالحشویة طائفة لا یرون البحث فی آیات الصفات التی یتعذر اجراؤها علی ظاهرها بل یؤمنون بما اراده الله مع جزمهم بان الظاهر غیر مراد ویفوضون التاویل الی الله وعلی هذا فاطلاق الحشویة علیهم غیر مستحسن لانه مذهب السلف۔ انتهی۔ بہر حال یہاں پر حشویہ سے یہ آخری فرقہ مراد نہیں ہے کیونکہ صفات اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ تمام سلف کا ہے بلکہ مراد فرقہ ضالہ من المجسمہ ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔

الظاهریة۔ آیت فمن كان منكم مریضاً او علی سفر الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ظاہریہ سے اتباعِ داؤد ظاہری مراد ہیں۔ انھیں ظاہریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عموماً احادیث و نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں اور قیاس کے منکر ہیں اور باقی چاروں ائمہ مذاہب اربعہ قیاس کے قائل ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ مذاہب فروعیہ پانچ ہیں۔ مذہب امام ابو حنیفہ و مذہب امام مالک و مذہب امام شافعی و مذہب امام احمد و مذہب داؤد ظاہری رحمہم اللہ واعلی اللہ درجاتہم فی الجنۃ۔ داؤدؒ امام اہل ظاہر ہیں۔ ابن حزم صاحب محلّی و علامہ شوکانی اسی فرقہ ظاہریہ سے متعلق ہیں۔

ان پانچوں مذاہب میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا یا استہزاء و طعن و تشنیع کرنا حرام و ناجائز ہے۔ یہ پانچوں مذاہب اور پانچوں کے امام واجب الاحترام ہیں۔

کیونکہ یہ پانچوں مجتہدین ائمہ ہدیٰ و متبع سنت ہیں اور ہر ایک کا مقصد اتباع سنت و اتباع کتاب اللہ ہے اور پانچوں کے مذاہب قرآن و حدیث سے مأخوذ ہیں اور پانچوں ائمہ ورع و تقویٰ کے مقام عالی پر فائز تھے اور ہر امام کے بے شمار معتقدین و اتباع ہیں۔

ہم یہاں پر داؤد ظاہری کا ترجمہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں هوا بوسلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہری کان زاھدًا متقللًا کثیر الورع اخذ العلم عن اسحاق بن راھویہ وابی ثور وغیرھما وکان صاحب مذھب مستقل وتبعہ جمع کثیر یعرفون بالظاھریۃ وانتھت الیہ ریاسۃ العلم ببغداد۔ کذا ذکر ابن خلکان فی وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵۔

خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ داؤدؒ نے سماع حدیث کیا ہے سلیمان بن حرب و عمرو بن مرزوق و مسدد رحمہم اللہ سے۔ اور نیسا بور کی طرف سفر کر کے امام اسحاق بن راہویہ سے مسند و تفسیر کا سماع کیا پھر بغداد میں آ کر یہیں مقیم ہوئے قال وصنف کتبہ ببغداد وھو امام اصحاب الظاھر وکان ورعًا ناسکًا زاھدًا وفی کتبہ حدیث کثیر الا ان الروایۃ عنہ عزیزۃ جدًا۔ داؤد ظاہری سے روایت کرتے ہیں آپ کے فرزند یعنی محمد بن داؤد و زکریا بن یحییٰ و یوسف بن یعقوب وغیرہ رحمہم اللہ۔

داؤد ظاہری نہایت ہی جری کثیر العبادت اور کثیر العلم تھے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں سمعت داؤد بن علی یرد علی اسحاق بن راھویہ وما رأیتُ احدًا قبلہ ولا بعدہ یرد علی اسحاق ھیبۃً لہ۔ ابو العباس ثعلب نحوی سے کسی نے داؤد ظاہری کے بارے میں سوال کیا فقال کان عقلہ اکثر من علمہ۔ حسین بن اسمٰعیل کہتے ہیں رایت داؤد بن علی یصلی فما رأیتُ مسلمًا یشبھہ فی حسن تواضعہ داؤد ظاہریؒ فرمایا کرتے تھے خیر الکلام ما دخل الأذن بغیر اذن واحسن الشعر ما دخل القلب بلا اذن ابوبکر محمد بن داؤد ظاہریؒ کہتے ہیں سمعتُ ابی وقال لہ رجل یا ابا سلیمان فعلت کذا وکذا اشکر اللہ لک قال بل غفر اللہ لی۔

خطیب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں وھو اول من اظھر انتحال الظاھر ونفی القیاس فی الاحکام قولًا واضطر الیہ فعلًا فسماہ دلیلًا۔ کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۴۔

داؤد ظاہری کا حلقہ درس و علم بغداد میں بڑا مشہور و مقبول تھا اور بڑے بڑے امراء و فضلاء و علماء ان کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے قیل انہ کان یحضر مجلسہ اربعمائۃ صاحب طیلسان اخضر۔

داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ ایک دن میری مجلس میں ابو یعقوب شریطی بصریؒ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آئے فتصدر الشریطی لنفسہ من غیر ان یرفعہ احد وجلس الی جانبی وقال لی سل یا فتیٰ عما بدا لک فکانی غضبتُ منہ فقلت لہ مستھزءً ا اسألک عن الحجامۃ فبرك ابو یعقوب ثم روی طرق حدیث افطر الحاجم والمحجوم ومن ارسلہ ومن اسندہ ومن وقفہ ومن ذھب الیہ من الفقھاء

وروى اختلاف طريق احتجام رسول الله صلى الله عليه وسلم واعطاء الحجام اجرة ولوكان حرامًا لم يعطه ثم روى طرق ان النبى صلى الله عليه وسلم احتجم بقرن وذكر احاديث صحيحة فى الحجامة ثم ذكر الاحاديث المتوسطة مثل مامررت بملإمن الملائكة ومثل شفاء امتى فى ثلاث وما اشبه ذلك وذكر الاحاديث الضعيفة مثل قوله عليه السلام لاتحتجموا يوم كذا ولاساعة كذا ثم ذكر ماذهب اليه اهل الطب من الحجامة فى كل زمان وماذكروه فيها ثم ختم كلامه بان قال واول ماخرجت الحجامة من اصبهان۔ قال داؤد فقلت له والله لاحقرت بعدك احدًا ابدًا۔

داؤد ظاہری کے ترجمہ کے لیے دیکھیے طبقات شیرازی ص ۲۶۔ الفہرست ص ۲۱۶۔ الجواہر المضیئة ج ۲ ص ۴۱۹۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۵۷۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۲۱۔ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۸۴۔ انساب السمعانی ص ۱۳۷۷۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۶۹۔ ذکر اخبار اصبہان ج ۱ ص ۳۱۲۔ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۵۸۔

سبکیؒ لکھتے ہیں وكان من المتعصبين للشافعیؒ صنف كتابين فى فضائله وقال ابواسحاق انتهت اليه رياسة العلم ببغداد واصله من اصفهان ومولده بالكوفة ومنشأه ببغداد وقبره بها. قال داؤد دخلت على اسحاق بن راهويه وهو يحتجم فجلست فرأيت كتاب الشافعى فاخذت انظر فصاح ايش تنظر فقلتُ معاذ الله ان نأخذ إلّامن وجدنا متاعنا عنده۔ فجعل يضحك ويتبسم قال السبكى فى طبقاته كان داؤد احد ائمة المسلمين وهداتهم موصوفًا بالدين المتين۔

داؤد ظاہریؒ بڑے قانع تھے اور باوجود حاجت وفقر کے کسی کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کی قناعت واستغناء کا ایک قصہ سنیے۔ قاضی ابوعبداللہ محاملی کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک بار عید کی نماز کے بعد میں داؤد ظاہری سے ملنے کے لیے انکے گھر پہنچا فدخلتُ عليه مُهنِئًا بالعيد واذا بين يديه طبق فيه اوراق هندباء وعصارة فيها نخالة وهو يأكل فهنأته وتعجبت من حاله اى فقره وخلو يده ورأيتُ ان جميع مانحن فيه من الدنيا ليس بشئ فخرجتُ من عنده ودخلتُ على رجل يعرف بالجرجانى من محبى الصنيعة فلما علم بمجيئى خرج الىّ حاسر الرأس حافى القدمين وقال لى ما عنى القاضى ايّده الله؟ قلتُ مُهمّ قال وماهو؟ قلتُ فى جوارك داؤد بن على ومكانه من العلم ماتعلمه وانت تكثير البرّ والرغبة فى الخير تغفل عنه وحدّثته مارأيت منه فقال لى ان داؤد شرِسُ الخُلقِ أُعلِم القاضى انى وجّهتُ اليه البارحة الف درهم مع غلامى ليستعين بها فى بعض اموره فردّها مع الغلام وقال للغلام قل له باىّ عين رأيتنى وما الذى بَلَغَكَ من حاجتى وخلّتى حتى وجّهتَ الىّ بهذا. قال فتعجّبتُ من ذلك وقلتُ له هات الدراهم فأنّى أحملها اليه فدفعها الىّ ثم قال يا غلام

الکیس الآخر فجاء بکیس فوزن الفاً اُخری وقال تلک لنا وھذہ لموضع القاضی وعنایتہ قال فخرجتُ وجئتُ الیہ فقرعت الباب فخرج داؤد وکلّمنی من وراء الباب وقال ما ردّ القاضی قلتُ حاجۃ اکلمک فیہا فدخلت وجلست ساعۃ ثم اخرجت الدّراھم وجعلتہا بین یدیہ فقال داؤد ھٰذا جزاء من ائتمنک علی سِرّہ اَنا بامانۃ العلم اَدخلتُک الیّ اِرجع فلاحاجۃ فیما معک قال المحاملی فرجعت وقد صغرت الدنیا فی عینی ودخلت علی الجرجانی فاخبرتہ بما کان فقال اَمّا اَنا فقد اَخرجتُ ھٰذہ الدّراھم للہ تعالیٰ لا ارجع فی شیٔ منہا فلیتولّ القاضی اِخراجہا فی اھل الستر والعفاف علی ما یراہ القاضی۔

داؤد ظاہریؒ کا کلام کتاب اللہ کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کے بارے میں کچھ مبہم سا ہے چنانچہ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے ملنے سے انکار فرما دیا تھا۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں وقد کان داؤد اراد الدخول علی الامام احمدؒ فمنعہ وقال کتبَ الیّ محمدُ بن یحیی الذھلی النیسابوری فی امرہ وانہ زعم انّ القراٰن مُحدَث فلا یقربنی فقال لاحمدؒ ابنہ صالح بن احمد یا ابت انہ ینتفی من ھذا وینکرہ فقال احمد محمد بن یحیی اصدق منہ لا تأذن لہ فی المصیر الیّ۔ وحکی اَنّ اسحاق بن راھویہ لما سمع کلام داؤد بن علی فی بیتہ وثب وضربہ وانکر علیہ وکان داؤد یقول القراٰن محدث ولفظی بالقراٰن مخلوق۔ کذا فی المیزان ج ۱ ص ۳۲۲۔ *خطیبؒ اپنی تاریخ میں بعض علماء سے یہ نقل کرتے ہیں۔*

سئل داؤد عن القراٰن فقال اما الذی فی اللوح المحفوظ فغیر مخلوق واما الذی ھو بین الناس فمخلوق۔ وسئل مرۃً عن القراٰن فقال القراٰن الذی قال اللہ تعالیٰ لا یمسّہ الا المطھّرون وقال فی کتاب مکنون غیر مخلوق واما الذی بین اظھرنا یمسّہ الحائض والجنب فھو مخلوق۔

قال القاضی ابن کامل ھذا مذھب یذھب الیہ الناشئ المتکلم وھو کفر باللہ صحّ الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ نہی ان یسافر بالقراٰن الی اَرضِ العَدوّ مخافۃ ان ینالہ العدوّ فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما کُتِب فی المصاحف والصحف والالواح وغیرھا قراٰناً والقراٰن علی ایّ وجہ قرئ وتلی فھو واحد غیر مخلوق کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۴۔

محمد بن عبدہ کہتے ہیں دخلت الی داؤد فغضب عَلَیّ احمدُ بن حنبلؒ فدخلت علی احمد فلم یکلّمنی فقال لہ رجل یا اباعبد اللہ انہ ردّ علیہ مسألۃً قال وما ھی قال قال الخنثاء اذا مات من یغسلہ؟ فقال داؤد یغسلہ الخدم فقال محمد بن عبدۃ الخدم رجال ولکن یُیَمَّم فتبسم احمد وقال اصاب اصاب ما اجود ما اجابہ۔

قال تاج الدین السبکی بعد ذکر ھذہ المسألۃ قلت لیس فی جواب داؤد فی مسألۃ الخنثاء ما ھو

بالغ فی النکرۃ وفی مذھبنا وجہ انہ یُیَمَّم ووجہ اٰخر انہ یشتری من ترکتہ جاریۃ لتغسلہ والصحیح انہ یغسلہ الرجال والنساء جمیعا للضرورۃ واستصحابا للحکم الصِغر فقول داوٗد یغسلہ الخدم لیس ببعید فی القیاس ان یذھب الیہ ذاھب ولا اصل الی ان یجعل مما یضحک منہ وقد کان داوٗد موصوفاً بالدین المتین۔ داؤد ظاہری کا سال ولادت ۲۰۰ھ وقیل ۲۰۲ھ اور سال وفات ماہ رمضان ۲۷۰ھ ہے۔ قال ابنہ محمد بن داوٗد رأیتُ ابی فی المنام فقلتُ ما فعل بک قال غفر لی وسامحنی قلتُ غفر لک فیم سامحک؟ قال یا بنیّ الامر عظیم والویل کل الویل لمن لم یسامح۔

فائدہ۔ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ داؤد ظاہری اور ان کے اتباع احکام فقہ وفروع شریعت میں معتدبہ ہیں یا کہ نہیں۔ علامہ تاج الدین سبکی نے اس بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں۔

قول اول۔ داؤد کا قول معتبر ہے مطلقاً واختارہ ابو منصور البغدادی وقال ابن الصلاح انہ الذی استقر علیہ الامر اٰخراً۔

قول ثانی۔ وہ غیر معتبر ہے مطلقا عند الاستاذ ابی اسحٰق الاسفراینی ونقلہ عن الجمھور حیث قال قال الجمھور انہم یعنی نفاۃ القیاس لا یبلغون رتبۃ الاجتہاد ولا یجوز تقلیدھم القضاء۔ وقال امام الحرمین والمحققون من علماء الشریعۃ لا یقیمون لاھل الظاھر وزنًا۔ وقال القاضی ابوبکرانی لا اعدھم من علماء الامۃ ولا ابالی بخلافھم ولا وفاقھم۔ وقال ان اصحاب الظاھر لیسوا من علماء الشریعۃ وانما ھم نقلۃ ان ظھرت الثقۃ۔

قول ثالث۔ قولہم معتبر الا فیما خالف القیاس الجلی وقال الشیخ السبکی والد تاج الدین السبکی ان داوٗد لا ینکر القیاس الجلی وان نقل انکارہ عنہ ناقلون وانما ینکر الخفی فقط قال ومنکر القیاس جلیہ وخفیہ طائفۃ من اصحابہ زعیمھم ابن حزم۔ لکن ظاھر کلام داوٗد انکارہ جملۃ قال داوٗد فی رسالۃ الاصول والحکم بالقیاس لا یجب والقول بالاستحسان لا یجوز ثم قال ولا یجوز ان یحرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیحرم محرّم غیر ما حرّم لانہ یشبھہ الا ان یوقفنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی علۃ من اجلھا وقع التحریم مثل ان یقول حُرّمت الحنطۃ بالحنطۃ لانھا مکیلۃ واغسل ھذا الثوب لان فیہ دمًا او اقتل ھذا انہ اسود یُعلم بھذا ان الذی اوجب الحکم من اجلہ ھو ما وقف علیہ ومالم یکن ذلک فالبعید واقع بظاھر التوقیف وما جاوز ذلک فمسکوت عنہ داخل فی باب ما عفی عنہ انتھی۔

فالحق عندنا الاعتبار بقول داوٗد خلافاً ووفاقا کما قال السبکی نعم للظاھریۃ مسائل لا یعتدّ بخلاف داوٗد فیھا لا من حیث ان داوٗد غیر اھل للنظر بل لخرقہ فیھا اجماعا تقدّمہ وعذرہ انہ لم یبلغہ الدلیل وذلک کقولہ فی التغوط فی الماء الراکد وقولہ لا ربا الا فی الستۃ المنصوص علیھا و

غیر ذلك من مسائل وجمت سهام الملام الیهم۔ هذا والله اعلم بالصواب وعلمہ اتم۔

الخوارج۔ الذین یؤمنون بالغیب کی شرح میں مذکور ہیں۔ خوارج اسلام میں اوّلین فرقہ فاسقہ ومبتدعہ ہے۔ یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ صفین میں پیدا ہوا۔

اس فرقہ کے کئی نام ہیں۔ مثلاً حروریہ و شراۃ و نواصب ومارقہ وغیرہ۔ خوارج جمع ہے خارج کی۔ چونکہ وہ امام حق کی طاعت سے نکل کر نافرمانی کرنے لگے اسی وجہ سے انھیں خارج وخوارج کہتے ہیں۔ قال الشهرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۴ کل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیاً سواء کان الخروج فی ایام الصحابۃ اوکان بعدهم اھ بخلاصتہ۔ نواصب جمع ناصب یا ناصبی ہے۔ وهو الغالی فی بغض علی رضی اللہ عنہ۔ اور حروریہ نسبت ہے قریۂ حروراء کی طرف۔ جس میں یہ خوارج جمع ہوئے تھے۔ حروراء کوفہ کے قریب ایک قریہ ہے۔ شراۃ جمع شار ہے مثل قضاۃ جمع قاض۔ سُمّوا انفسهم بذلك لزعمهم أنهم شروا انفسهم من الله۔

راجع لتفصیل احوالهم مقالات الامام الاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ والتبصیر ص ۲۶ والبدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۳۴ وخطط المقریزی ج ۲ ص ۳۵۳ وکامل المبرد فی عدۃ مواضع۔ والفرق فی الفرق لعبد القاهر البغدادی ص ۴۲۔

خوارج میں بیس فرقے ہیں۔ ان میں بڑے فرقے آٹھ ہیں۔ یعنی محکمہ۔ ازارقہ۔ نجدات۔ بیہسیہ۔ عجاردہ۔ ثعالبہ۔ اباضیہ۔ صفریہ۔

خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حکم کو مقرر کیا اور خوارج کے زعم میں غیر اللہ کو ثالث وحکم مقرر کرنا کفر ہے لقولہ تعالی ان الحکم الا للہ۔ خوارج اجتماعی صورت میں اس طرح نعرۂ تحکیم یعنی ان الحکم الا للہ لگاتے تھے جس طرح زمانہ حال کے مبتدع نعرۂ رسالت لگاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من کل ضلالۃ وبدعۃ۔

خوارج کے کل فرقے چند باتوں پر متفق ہیں۔ اوّل اکفار علیؓ وعثمانؓ۔ دوم اکفار حکمین یعنی علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما۔ سوم اکفار اصحاب الجمل ومن رضی بالتحکیم۔ چہارم اکفار اصحاب الکبائر من الذنوب پنجم وجوب خروج وبغاوت امام جائر کے خلاف۔ بعض خوارج کہتے ہیں کہ وہ گناہ موجب کفر نہیں ہے جس میں حد یا وعید وارد ہو اور بعض کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ کافر نعمت ہے نہ کہ کافر دین۔ کذا فی مقالات الاسلامیین للاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ وکتاب الفرق فی الفرق ص ۴۳۔

صفین سے بطرف کوفہ رجوع کرنے کے بعد خوارج قریۂ حروراء میں جمع ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان کا اول امیر عبد اللہ بن الکواء تھا۔ جو بعد میں تائب ہو گیا۔ بعدہ عبد اللہ بن وہب حرقوص بن زہیر

معروف بہ ذوالثدیہ یہ امیر خوارج بنے۔ ذوالثدیہ کی طرف احادیث میں اشارے موجود ہیں۔ مقام نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں ان کے مذکورہ صدر دونوں امیر قتل ہوئے اس کے بعد زمانہ حجاج تک بلکہ اس کے بعد بھی ان کے ساتھ سخت سخت لڑائیاں ہوتی رہیں وفی المقالات وغیرہ ان عبداللہ بن وھب اول من اقرہ الخوارج علیھم اول ما اعتزلوا بایعوہ لعشر بقین من شوال ۳۷ھ۔

خوارج اسلام میں عظیم فتنہ تھے۔ ان میں سے عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ وفی الخوارج قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحقر صلاۃ احدکم فی جنب صلاتھم وصوم احدکم فی جنب صیامھم ولکن لایجاوز ایمانھم تراقیھم وقال علیہ السلام سیخرج من ضئضئی ھذا الرجل قوم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

المرجئۃ۔ مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے قال الشھرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۴ المرجئۃ صنف اٰخر تکلموا فی الایمان والعمل الا انھم وافقوا الخوارج فی بعض المسائل التی تتعلق بالامامۃ اھ۔

ارجاء کا معنی ہے تاخیر۔ فرقہ مرجئہ چونکہ عمل صالح کو مؤخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نجات کے لیے اور حصول جنت کے لیے عمل صالح کی ضرورت نہیں ہے اس لیے انھیں مرجئہ کہتے ہیں۔ پس جو شخص معرفت اللہ حاصل کرکے تکبر ترک کر دے اور اللہ ورسول سے محبت کرے وہ کامل مومن ہے ان کے نزدیک۔ پس ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے۔ ایمان میں تصدیق شرعی وتسلیم ضروری نہیں ہے۔ ان کے نزدیک حصول معرفت ومحبت وخضوع کے بعد کوئی گناہ آخرت میں ضرر نہیں دے گا۔ شیطان ان کی رائے میں صرف استکبار کی وجہ سے کافر ہے۔ وقالوا الایمان لایزید ولا ینقص وقال بعضھم یزید ولا ینقص۔

مرجئہ میں متعدد فرقے ہیں۔ مثلاً یونسیہ وعبیدیہ وغسانیہ وثوبانیہ۔ ان میں بعض کا عقیدہ یہ ہے ان المؤمن لایدخل النار وان عصی۔ اور بعض کا عقیدہ یہ ہے انہ اذا دخل اصحاب الکبائر النار فانھم یخرجون عنھا بعد ان یعذبوا بذنوبھم واما التخلید فمحال ولیس بعدل یعنی کفار کا نار میں معذب ہونا دائمی نہیں ہوگا۔ ان میں ایک فرقہ صالحیہ کا عقیدہ یہ ہے ان الایمان ھو المعرفۃ باللہ تعالی علی الاطلاق وان الصلاۃ لیست بعبادۃ للہ تعالی وانہ لاعبادۃ لہ الا الایمان بہ وھو معرفتہ۔

شہرستانی لکھتے ہیں ان اول من قال بالارجاء کما قیل الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب۔

ایک مرفوع حدیث ہے وھو ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعنت المرجئۃ علی لسان سبعین نبیا قیل ومن المرجئۃ یا رسول اللہ قال الذین یقولون الایمان کلام یعنی الذین

زعموا ان الایمان هو الاقرار وحدہ دون غیرہ ۔

مرجئہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تبصیر ص۵۹ ، الملل والنحل ج ۱ ص۱۳۹ ، مقالات الاسلامیین ج ۱ ص۱۹۷ ، کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر البغدادی ص۲۰۲ ۔

فائدہ ۔ بعض جہال نے امام الائمہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو بھی مرجئہ میں شمار کیا ہے ۔ لیکن یہ کذب محض ہے اور امام اہل سنت والجماعت ابو حنیفہؒ پر اعداء دین کی تہمت ہے ۔ یہ تہمت اولاً خود مرجئہ غسانیہ کے رئیس غسان کوفی نے لگائی ہے ۔ چنانچہ غسان کوفی نے اپنی گمراہی کے اثبات وتائید کے لیے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بھی ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ غسان کا دھوکہ ہے ۔ جیسا کہ اب گمراہ اپنی گمراہی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے بعض بڑے ائمہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام وجہال میں اس طرح وہ اپنی گمراہی پھیلا سکیں حالانکہ وہ ائمہ دین ایسی گمراہیوں سے بَری ہوتے ہیں ۔

لہذا امام ابو حنیفہؒ اہل حق کے امام ہیں اور مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے ۔ عبد القاہر بغدادی اسفرائنی متوفی ۴۲۹ھ نے کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۰۳ پر اور محمد بن عبد الکریم شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ نے الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۱ پر ابو حنیفہؒ کی برات کی تصریح کی ہے اور غسان وغیرہ کی ابو حنیفہؒ پر تہمت ارجاء کی سخت تردید کی ہے ۔

دراصل وجہ اشتباہ یہ ہے کہ مرجئہ بھی ایمان میں اعمال کو داخل نہیں مانتے اور ابو حنیفہ رح کا مذہب بھی یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں ۔ اس لفظی اشتراک کی وجہ سے ابو حنیفہ رح کو مرجئہ کہنا بہت بڑی غلطی ہے ۔ کہاں ابو حنیفہؒ اور کہاں مرجئہ ۔ مرجئہ اعمال کو مؤخر کر کے کہتے ہیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ آخرت میں معاصی نقصان دہ نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ حصول جنت میں طاعات ونیک اعمال کا کوئی دخل نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ایمان صرف معرفت باللہ کا نام ہے ۔ اور یہ تمام باتیں غلط ہیں ابو حنیفہؒ ان سے بَری ہیں ۔

ابو حنیفہ جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ تکمیلِ ایمان کے لیے اور حصول نجاتِ اخروی کے لیے اور رفع درجات عند اللہ کے لیے اعمال صالحہ ضروری ہیں اس لیے وہ خود کثیر العبادۃ تھے اور ساری رات عبادت کرتے تھے ۔ اور فرماتے ہیں کہ معاصی آخرت میں نقصان دہ ہیں اور مؤمن عاصی دوزخ میں جائے گا اگر اللہ تعالیٰ چاہے ۔ اور فرماتے ہیں کہ صرف معرفت وعلم باللہ سے کوئی شخص مؤمن نہیں بنتا بلکہ مؤمن کے لیے تصدیق وتسلیم وتصدیق بالرسول ضروری ہے نفسِ معرفت تو بہت سے کفار کو بھی حاصل تھی ۔ کما قال اللہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم صرف معرفت سے کوئی شخص مؤمن

نہیں بنتا۔

یہ ہے امام ابو حنیفہؒ کا عقیدہ اور یہی عقیدہ ہے کل متکلمین کا۔ اگر یہ عقیدہ ارجاء ہو تو کل ائمہ و متکلمین مرجئہ ہونگے العیاذ باللہ۔ قال الشہرستانی فی بیان المرجئۃ الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی۔ ومن العجیب ان الغسان کان یحکی عن ابی حنیفۃ مثل مذھبہ ویعدّہ من المرجئۃ ولعلہ کذب علیہ لعمری کان یقال لابی حنیفۃ واصحابہ مرجئۃ السنۃ ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول الایمان ھو التصدیق بالقلب وھو لا یزید ولا ینقص ظنوا انہ یؤخر العمل عن الایمان والرجل مع تخریجہ فی العمل کیف یفتی بترک العمل اھ۔

بہرحال یہ صرف تعبیری مشارکت ہے اور اس مشارکت سے مشارکت واتحاد فی العقیدہ لازم نہیں آتا ورنہ پھر تو لازم آئے گا کہ امام شافعیؒ و محدثین و ائمہ عظام بھی معتزلہ یا خوارج ہونگے۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ معتزلہ وخوارج بھی ایمان کو تصدیق واقرار واعمال سے مرکب مانتے ہیں اور امام شافعیؒ وغیرہ محدثین بھی ایمان کو ان تین سے مرکب مانتے ہیں تو صرف اس تعبیری اشتراک کی وجہ سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان ائمہ دین کو معتزلہ وخوارج میں شمار کرے کیونکہ یہ صرف تعبیری اشتراک ہے اور مقصود و عقیدہ میں اشتراک نہیں ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ وخوارج کے نزدیک مرتکبِ گناہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک یہ ایمان سے خارج نہیں ہوا البتہ وہ فاسق وگنہ گار ہوا۔ بہرحال لفظی وتعبیری اشتراک کے پیشِ نظر جس طرح امام شافعیؒ و امام احمدؒ و دیگر ائمہ کو معتزلی یا خارجی کہنا غلط ہے اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بھی غلط ہے اور گمراہی ہے۔ یہ جواب اول کی تفصیل ہے۔

جواب ثانی۔ ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ابو حنیفہؒ قدریہ و معتزلہ و خوارج وغیرہ اہل بدعت کے بڑے مخالف تھے اور کتب تاریخ میں ہے کہ معتزلہ وخوارج عقیدہ تقدیر وغیرہ میں اپنے مخالفین کو مرجئہ کہتے تھے۔ قال الشہرستانی فی بیان اطلاق المرجئۃ علی ابی حنیفۃ ولہ سبب اٰخر وھو انہ کان یخالف القدریۃ والمعتزلۃ الذین ظہروا فی الصدر الاول والمعتزلۃ کانوا یلقبون کل من خالفھم فی القدر مرجئًا وکذلک الوعیدیۃ من الخوارج فلا یبعد ان اللقب انما لزمہ من فریقی المعتزلۃ والخوارج اھ۔

جواب ثالث۔ ارجاء کا معنی ہے تاخیر یعنی مؤخر کرنا۔ کتب تاریخ وکلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مرجئہ کے تین معنی ہیں۔ بالفاظ دیگر مرجئہ تین انواع ہیں۔

نوع اول۔ وہ مرجئہ ہیں جو گمراہ ہیں اور جو کہتے ہیں کہ عمل صالح کی کوئی ضرورت نہیں صرف معرفت باللہ نجات کے لیے کافی ہے۔ چونکہ یہ فرقہ عمل صالح کو معطل کرتا ہے اس لیے یہ اہل سنت سے خارج ہے اور

اس فرقہ کا بیان ابھی گزر چکا ہے۔

نوع ثانی وہ ہے جو صاحب کبیرہ کا حکم موخر کر کے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ اللہ کی مرضی کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے جنت میں داخل کر دے اور اللہ چاہے تو دوزخ میں داخل کر دے۔ اور یہ عقیدہ ہے صاحب کبیرہ کے بارے میں کل اہل سنت وجماعت کا۔ اس کے خلاف صرف معتزلہ وخوارج ہیں جو کہتے ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا دنیا میں حکم یہ ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہوا اور کافر نہیں ہے کما قالت المعتزلة یا کافر ہے کما قال الخوارج۔ بنا برایں معنی کل اہل سنت مرجئہ ہیں۔

نوع ثالث۔ ارجاء کے تیسرے معنی ہیں حضرت علیؓ کو خلیفہ رابع تسلیم کریں نہ کہ خلیفہ اولؓ ثانیؓ ثالثؓ بنا برایں شیعوں کے سوا کل امت محمدیہ محدثین ومفسرین ومتکلمین وفقہاء حضرت علیؓ کو درجۂ اولیٰ سے موخر کر کے درجۂ رابعہ کا خلیفہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا حق ہی یہی تھا کہ وہ درجہ رابعہ میں خلیفہ بن جائیں۔

یہ ہیں تین انواع مرجئہ۔ قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص۱۳۹ بعد بیان النوع الاول من الارجاء وقیل الارجاء تاخیر حکم صاحب الکبیرة الی یوم القیامة فلا یقضی علیه بحکم ما فی الدنیا من کونه من اهل الجنة او من اهل النار فعلی هذا المرجئة والوعیدیة فرقتان متقابلتان. وقیل الارجاء تاخیر علیؓ عن الدرجة الاولی الی الرابعة فعلی هذا المرجئة والشیعة فرقتان متقابلتان انتهی۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ پر نوع ثانی یا نوع ثالث من الارجاء کے پیش نظر مرجئہ کا اطلاق ہوا ہے اور ان آخری دونوں نوعوں کو مرجئۃ السنّت کہتے ہیں۔ فاندفع الاشکال۔ هذا واللہ اعلم۔

الجهمیّة یہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ جہم بن صفوان راسبی کے اتباع ہیں۔ جہم بذا جعد بن درہم زندیق کا تلمیذ ہے۔ جعد بہت بڑا ملحد وخبیث الطبع شخص تھا۔ جعد سب سے پہلا وہ شخص ہے جو خلق قرآن اور تعطیل اللہ عن صفاتہ کا قائل ہوا۔ جعد کے بارے میں حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں الجعد بن درهم عداده فی التابعین مبتدع ضال زعم ان الله لم یتخذ ابراهیم خلیلا ولم یکلم موسیٰ تکلیما وقُتِل علی ذلك بالعراق یوم النحر۔ جعد کو خالد بن عبداللہ قسری نے اپنی ولایت وامارت کے زمانہ میں ۱۲۴ھ میں بروز عید الاضحیٰ قتل کر دیا تھا۔

جہم کے بارے میں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں الضالّ المبتدع راس الجهمیّة هلك فی زمان صغار التابعین وما علمته روی شیئا ولکنه زرع شرًّا عظیما۔ طبری لکھتے ہیں انه کان کاتبا للحارث بن سریج الذی خرج فی خراسان فی اٰخر دولة بنی امیّة۔ فرقہ جہمیہ کی تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب تبصیر۔ ص ۶۲ وکتاب ملل ونحل ج ۱ ص ۸۶۔

جہمیہ خالص جبریہ فرقہ ہے جو انسان کو مجبور محض بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان قدرت سے متصف نہیں ہے اور انسان مثل جمادات ہے اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اپنے افعال کا نہ خالق ہے نہ کاسب۔ بلکہ بندہ کی طرف افعال کی نسبت مجازاً ہوتی ہے جس طرح جمادات کی طرف بعض افعال کی نسبت ہوتی ہے۔ فهذه النسبة الى الانسان مثل نسبة الاثمار الى الشجرة والجرى الى الماء والحركة الى الحجر. قال الشهرستانی نقلا عنهم قالوا لا قدرة للانسان ولا ارادة ولا اختيار وتنسب اليه الافعال مجازاً كما تنسب الى الجمادات كما يقال اثمرت الشجرة وجرى الماء وتحرك الحجر وطلعت الشمس وغربت و تغيمت السماء وامطرت الى غير ذلك والصواب والعقاب جبر كما ان الافعال كلها جبر واذا اثبت الجبر فالتكليف ايضاً كان جبراً۔

وقال الشهرستانی جهم بن صفوان من الجبرية الخالصة ظهرت بدعته بترمذ وقتله سلم بن احوز المازنی بمروة فی آخر ملك بنی امية اھ۔ الملل والنحل ج ۱ ص۸۶۔ جہمیہ کے چند گمراہ عقائد یہ ہیں

(۱) زعم جهم ان الجنة والنار تفنيان۔

(۲) وان الايمان هو المعرفة بالله فقط وان الكفر هو الجهل به فقط كذا فی كتاب الفرق بين الفرق ص۲۱۱۔

(۳) وان من اتى بالمعرفة ثم جحد بلسانه لم يكفر بجحده لان العلم والمعرفة لا يزولان بالجحد فهو مؤمن۔

(۴) ولا يتفاضل اهل الايمان فيه فايمان الانبياء وايمان الامة على نمط واحد اذ المعارف لا تتفاضل۔

(۵) وان رؤية الله من المحال كما قالت المعتزلة۔ كذا فی الملل ص۸۸ ج ۱۔

(۶) لا فعل ولا عمل لاحد غير الله وانما تنسب الاعمال الى الخلق على المجاز۔

(۷) وان علم الله حادث۔

(۸) وامتنع ان يوصف الله بانه شئ او حی او عالم او مريد قال جهم لا اصفه بوصف يجوز اطلاقه على غيره تعالى ثم انه وصفه بانه قادر وموجد وفاعل وخالق ومحيي ومميت لان هذه الاوصاف مختصة بالله تعالى۔ وكان جهم يخرج باصحابه فيقفهم على المجذومين ويقول انظروا أرحم الراحمين يفعل مثل هذا انكاراً لرحمته كما انكر حكمته۔ بہرحال جہمیہ فرقہ اسلام میں ایک عظیم فتنہ تھا۔ هذا والله اعلم۔

المعتزلۃ۔ آیت ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعھم الخ اور الذین یؤمنون بالغیب الخ کی تفسیر کے علاوہ کئی مواضع میں معتزلہ کا ذکر موجود ہے۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ منکر تقدیر ہیں۔ اور خلقِ افعال کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ معتزلہ و خوارج کو وعیدیہ بھی کہا جاتا ہے۔ فرقہ معتزلہ بھی جہمیہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس فرقہ میں بڑے بڑے اہل علم گزرے ہیں مثل زمخشری وغیرہ۔

معتزلہ علوم فلسفہ وعلوم یونان کے بڑے ماہر تھے اور فلسفہ کو اصل سمجھتے ہوئے اس کے مطابق قرآن واحادیث کی تاویلیں کرتے تھے اور اس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ حالانکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو اصل سمجھے اور جہاں پر اصول اسلام اور اصول فلسفہ میں تضاد وتقابل آجائے تو اصول اسلام کو اصل وصحیح سمجھتے ہوئے ان کے مطابق اصول فلسفہ کی تاویل کرنی چاہیے اور اگر تاویل وتطبیق نہ ہو سکے تو اصول فلسفہ کو رد کرنا لازم ہے۔ یہ ہے ہمارے مشائخ اہل سنت والجماعت محدثین ومفسرین کا معروف ومسلم طریقہ۔ معتزلہ نے عقل وعقلیات کا ساتھ دیتے ہوئے اصول اسلام سمجھنے میں بڑی غلطیاں کیں۔ معتزلہ کے چند عقائد یہ ہیں۔

اول۔ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ازلیہ کے منکر ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے وہ وصفِ علم ووصفِ قدرت وحیات وسمع وبصر کے اثبات کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور سمیع وبصیر بھی بعلم ذاتی وبقدرتِ ذاتی وبسمع ذاتی وببصر ذاتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اللہ کے عالم وقادر وسمیع وبصیر ہونے کے لیے کافی ہے پس اللہ عالم وقادر ہے سمیع وبصیر ہونے میں اپنی ذات کے علاوہ اوصاف واتصاف بالاوصاف کے قائل نہیں ہیں۔

دوم وہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو محال سمجھتے ہیں وزعموا انہ لا یری نفسہ ولا یراہ غیرہ واختلفوا ھل ھو راءٍ لغیرہ ام لا فاجاز قوم منھم وابا ہ قوم اخرون منھم۔

سوم وہ قرآن مجید یعنی کلام اللہ کو حادث ومخلوق کہتے ہیں۔

چہارم وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے افعال میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ ہم خود اپنے افعال اختیاریہ کے خالق ہیں۔ بنا بریں ان کے نزدیک ہر انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حیوانات کے اعمال میں بھی اللہ کی تقدیر وعمل کا دخل نہیں ہے۔ اور اسی عقیدہ کی وجہ سے اہل سنت انھیں قدریہ کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے بارے میں بطور پیش گوئی وارد ہے القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ وقال علیہ السلام القدریۃ خصماء اللہ بالقدر۔

پنجم۔ ان کے زعم میں اللہ تعالیٰ پر رعایت مصالح عباد واجب ہے۔

ششم۔ مرتکب گناہ کبیرہ ان کے نزدیک نہ مؤمن ہے اور نہ کافر اور اس کا نام انہوں نے اپنی

اصطلاح میں فاسق رکھا ہے لہذا وہ اسلام وکفر کے مابین واسطہ کے قائل ہیں۔ البتہ وہ آخرت میں جنت و دوزخ کے مابین واسطہ کے قائل نہیں ہیں چنانچہ یہ فاسق ان کے نزدیک کفار کی طرح مخلد فی النار ہوگا۔

ہفتم۔ ان کے زعم میں مؤمن صالح و مطیع مستحق ثواب و جنت ہے لہذا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ ان کے زعم میں جنت میں دخول کا سبب مؤمن کی اطاعت ہی ہے اس کا سبب اللہ تعالیٰ کا تفضل و مہربانی نہیں ہے۔

اعتزال کا معنی ہے برطرف وجدا کرنا یا جدا ہونا چونکہ وہ اپنے عقیدوں کے لحاظ سے اہل سنت سے برطرف ہیں اور ان کے مخالف ہیں اس لیے وہ معتزلہ کہلائے۔ نیز وہ چونکہ تقدیر کے منکر ہیں اور افعالِ اختیاریہ میں تخلیق خدا تعالیٰ کا دخل نہیں مانتے اس وجہ سے بھی وہ معتزلہ کہلائے کیونکہ وہ تقدیر خدا سے برطرف اور مخالف ہیں یا تقدیر خدا تعالیٰ کو اپنے افعال سے برطرف مانتے ہیں۔

معتزلہ واصل بن عطاء غزال کے متبع ہیں اور واصل ہی اول اول قائل بعقائد اعتزالیہ ہوا۔ کما صرح بہ کثیر من العلماء۔ واصل حسن بصریؒ کا تلمیذ اور ان کے حلقہ درس کے شرکاء میں سے تھا۔ پھر واصل نے تقدیر کا انکار کیا اور اسی طرح دیگر نئے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے حسن بصری کے حلقہ درس سے جدا ہو کر الگ اپنی مجلس اور حلقہ قائم کر لیا تو حسن بصریؒ نے فرمایا قد اعتزل عنا اس لیے وہ معتزلہ کہلائے واصل فرقہ معتزلہ کا مؤسس و رئیسِ اول ہے۔ دیکھیے کامل للمبرد۔ ج ۳ ص ۹۲۱۔ واصل کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی اور حسن بصریؒ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

شہرستانی لکھتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر میں واصل بن عطاء نے معبد جہنی و غیلان دمشقی کی تقلید کی۔ کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۴۷۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ معبد جہنی بصری بڑا ملحد تھا کان اول من تکلم فی الاسلام بالقدر وذکروا انہ اخذ ذلک عن نصرانی اسمہ ابو یونس سیسویہ ویعرف بالاسواری معبد بن خالد الجہنی کے بارے میں ابو حاتم لکھتے ہیں قدم المدینۃ فافسد فیہا ناسا انتہی۔ دارقطنی لکھتے ہیں حدیثہ صالح ومذہبہ ردیٔ وعن الاوزاعی قال اول من نطق فی القدر رجل من اہل العراق یقال لہ سوسن کان نصرانیا فاسلم ثم تنصر اخذ عنہ معبد الجہنی واخذ غیلان عن معبد صلبہ عبد الملک بن مروان وقیل قتل الحجاج ۸۰ھ۔

راجع کتاب العبر ج ۱ ص ۹۲ وتہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۲۵ وکتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر بغدادی ص ۱۸۔

غیلان دمشقی اس الحاد و زندقہ میں معبد کا شاگرد تھا۔ خلیفہ عادل عمر بن عبد العزیزؒ متوفی ۱۰۱ھ نے گرفتار کرا کر اسے قتل کرنا چاہا لیکن غیلان نے اظہار توبہ کیا۔ بعدہ پھر اس نے وہی الحاد شروع کر دیا تو

ہشام بن عبدالملک نے اسے باب دمشق میں پھانسی پر لٹکا دیا۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۲۷۴ معارف ص ۶۲۵۔ یہ مذہب اعتزال کی مختصر تاریخ تھی۔

معتزلہ کا رئیس واصل بن عطاء الثغ تھا یعنی حرف را ادا نہیں کر سکتا تھا۔

اس فرقے کی تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب التبصیر ص ۴۰ وطبقات معتزلہ ص ۲۸ ووفیات الاعیان لابن خلکان ترجمہ ۷۲۹۔ اور احوال واصل کے لیے دیکھیں کامل مبرد ج ۲ ص ۱۲۴۔ لسان المیزان ص ۲۱۴ ج ۶۔ کتاب البدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۴۲۔ البیان والتبیین للجاحظ ج ۱ ص ۲۱۔

معتزلہ کے اندر بہت سے فرقے ہیں۔ عبدالقاہر نے ان کے بیس[۲۰] فرقے ذکر کیے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے۔

چند فرقوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) واصلیہ اتباع واصل بن عطاء (۲) ہذیلیہ اتباع ابی الھذیل حمدان بن الھذیل متوفی ۲۲۶ھ۔ دیکھیے مقالات الاسلامیین لابی الحسن الاشعریؒ ج ۲ ص ۴۸۲۔ (۳) النظامیہ اتباع ابراہیم بن سیار المعروف بالنظام یہ ابی الھذیل کا ابن اخت تھا۔ نظام کا سال وفات ۲۳۱ھ ہے۔ (۴) الاسواریہ اتباع علی اسواری۔ (۵) المعمریہ۔ اتباع معمر بن عباد سلمی متوفی ۲۲۰ھ (۶) الھشامیہ اتباع ہشام بن عمرو متوفی ۲۲۶ھ (۷) الجاحظیۃ۔ اتباع عمرو ابن بحر ابی عثمان الجاحظ متوفی ۲۵۰ھ وقیل ۲۵۵ھ راجع العبر ج ۱ ص ۴۵۶ ووفیات الاعیان ترجمہ ۴۷۹ وطبقات المعتزلہ ص ۶۷ (۸) الاسکافیہ اتباع محمد بن عبداللہ اسکافی متوفی ۲۴۰ھ (۹) الکعبیہ۔ اتباع ابی القاسم بن محمد الکعبی متوفی ۳۱۹ھ (۱۰) الجبائیہ والبھشمیۃ اتباع ابو علی جبائی متوفی ۲۹۵ھ واتباع ابنہ ابوہاشم عبدالسلام متوفی ۳۲۱ھ۔ ہذا واللہ اعلم۔

الشیعۃ۔ مذہب تشیع کی تردید کی طرف تفسیر ہذا میں کئی مواضع میں واضح اشارے موجود ہیں۔ شیعہ اہل حق کے لیے ایک عظیم آفت ہیں۔ ہر زمانے میں دین اسلام و مسلمانوں کو ان سے بڑا نقصان پہنچا ہے اور پہنچتا رہے گا۔ یہ بظاہر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے اتباع کا شیعہ یعنی گروہ ہیں۔ شیعہ کا معنی ہے جماعت، لیکن درحقیقت وہ اہل بیت وعلی رضی اللہ عنہم کے عقائد وآراء کے مخالف ہیں۔

تشیع کی بنیاد یہودنے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے رکھی تھی۔ شیعوں کے بعض عقائد مضحکہ خیز ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ مجوس ومشرکین سے بھی کفر میں آگے نکل گئے ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جنھیں تسلیم کرنے کے لیے ادنیٰ عاقل بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ کتب تاریخ میں ہے کہ شیعیت کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ یہ دراصل یہودی تھا جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بظاہر اسلام میں داخل

ہو گیا تھا۔ اور محبت علیؓ اور محبت اہل بیت کو اپنی گمراہی اور اپنے فرقہ کی بنیاد قرار دیا۔

کیونکہ اس کی رائے میں یہ ایک قوی ہتھیار تھا وہ سمجھتا تھا کہ محبت اہل بیت ہر مسلمان کے دل میں ثابت ہے۔ اسی وجہ سے یہ دھوکہ اور گمراہی کا اور تشیع کی قوت کا بہترین ذریعہ ہے اور واقعی وہ اپنی خباثت میں کامیاب ہوا اور آج تک کامیاب ہے اور اہل تشیع ہمیشہ کے لیے قرآن و اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہے اور پہنچا رہے ہیں اور پہنچاتے رہیں گے۔

تشیع کی تفصیل کے لیے دیکھیں مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۲۹ والملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۶ وکتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ ص ۲۱، ۲۹، ۲۲۵، ۲۳۳ ومروج الذہب ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۵۲۔ والتبصیر ص ۱۷ وشرح عقیدۃ السفارینی ج ۱ ص ۸۰۔

شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ شہرستانی لکھتے ہیں کہ ان کے بڑے فرقے پانچ ہیں کیسانیہ، و زیدیہ و امامیہ و غلاۃ و اسماعیلیہ۔ پھر ہر ایک فرقہ میں متعدد فرقے ہیں۔

اول کیسانیہ۔ یہ اتباع کیسان ہیں جو حضرت علیؓ کا غلام تھا۔ ان کیسانیہ میں متعدد فرقے ہیں یعنی مختاریہ[۱] اصحاب مختار بن ابی عبید الثقفی الھاشمیہ[۲]۔ البیانیہ[۳]۔ الرزامیہ۔

فرقہ دوم زیدیہ ہے۔ اتباع زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ ان میں تین فرقے ہیں جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ بتریہ۔

فرقہ سوم امامیہ۔ ھم قائلون بامامۃ علیؓ بعد النبی علیہ السلام نصًّا ظاھرًا قالوا لیس فی الدین والاسلام امرٌ اھم من تعیین الامام۔ امامیہ کچھ مدت کے بعد بعض تو معتزلہ ہو گئے اور بعض مشبہہ ہو گئے۔ اور بعض نے کچھ اور گمراہ عقائد اختیار کر لیے۔ اسی فرقہ امامیہ میں سے ہیں اثنا عشریہ و باقریہ وغیرہ۔

فرقہ چہارم غلاۃ یعنی غالیہ اس فرقہ نے اپنے ائمہ کے حق میں غلو و تجاوز کر کے انھیں حدود مخلوق سے نکال کر ان کے لیے احکام ربوبیت ثابت کیے۔ ان میں بڑے بڑے فرقے بارہ ہیں السبائیہ۔ الکاملیہ۔ الخطابیہ وغیرہ۔

فرقہ پنجم اسمٰعیلیہ وہ اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔

شیعوں کے مختلف فرقوں کے چند عقائد بطور مشتے نمونہ خروارے یہ ہیں۔

(۱) ان میں سے بعض کا زعم ہے کہ نبی علیہ السلام نے امامت علیؓ کی تصریح فرمادی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کافر ہو گئے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیونکہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیار کر لی تھی۔ ان میں سے بعض یعنی سلیمانیہ کہتے ہیں کہ امامت ابو بکر و عمر بھی صحیح تھی اور جائز تھی البتہ حضرت علی ان سے اولیٰ تھے لہٰذا وہ کافر نہیں ہیں۔

(۲) زیدیہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ مؤمن جو مرتکب گناہ کبیرہ ہوا ہو وہ مخلد فی النار ہوگا۔ ان کا یہ عقیدہ وہی عقیدہ ہے جو خوارج و معتزلہ کا ہے۔ دیکھیے کتاب الفرق، ص ۳۴۔

(۳) ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے بارے میں بداء کے قائل ہیں۔ بداء کے معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ایک معاملہ کا علم ہو اور اس کے بعد اسے اپنے علم میں غلطی ظاہر ہو جائے جس طرح انسان کو تجربہ سے گاہے اپنے سابقہ علم کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ اہل تشیع کی یہ بات کتنی بڑی گمراہی ہے۔ اہل تشیع میں سے مختار اور بہت سے دیگر شیعہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بداء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

(۴) ان میں سے بعض تناسخ کے بھی قائل ہیں اور قیامت کے منکر ہیں۔ کما فی الملل والنحل ص ۱۵۱۔

(۵) ان میں سے بعض یعنی بیانیہ و سبائیہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ یعنی خدا مانتے ہیں۔ قالوا حلّ فی علیّ جزء الٰهیّ واتحد بجسدہ ولذا کان علیّ یعلم الغیب ویحارب الکفار وبھذا الجزء الالٰهی قلع باب خیبر۔ وقالوا اختفی علی رضی اللہ عنہ وربما یظهر فی بعض الازمان وقالوا فی تفسیر قولہ تعالیٰ هل ینظرون الا ان یاتیهم اللہ فی ظلل من الغمام اراد بہ علیًّا رضی اللہ عنہ وقالوا هو الذی یأتی فی الظلل والرعد صوتہ والبرق ابتسامہ۔ عبداللہ بن سبأ کے بارے میں شہرستانی لکھتے ہیں انہ قال لعلیّ کرم اللہ وجهہ انت انت یعنی انت الالٰہ فنفاہ علی رضی اللہ عنہ الی المدائن۔

زعموا انہ کان یهودیا فاسلم وکان فی الیهودیۃ یقول فی یوشع بن نون وصی موسی علیهما السلام مثل ما قال فی علی رضی اللہ عنہ۔

وزعم ان علیا رضی اللہ عنہ حیٌّ لم یمت ففیہ الجزء الالٰهی وهو الذی یجیٔ فی السحاب والرعد صوتہ والبرق تبسمہ۔ انتهی۔ کتاب الفرق ص ۲۲۳ میں ہے زعم عبداللہ بن سبا ان علیًّا کان نبیًّا ثم غلا فیہ حتی زعم انہ اللہ ودعا الی ذلک قومًا من غُواۃ الکوفۃ فامر علیؓ باحراق قوم منهم ثم خاف اختلاف اصحابہ علیہ فنفی ابن سبأ الی سباط المدائن فلما قُتل علیّ زعم ابن سبأ ان المقتول لم یکن علیًّا وانما کان شیطانًا تصوّر للناس فی صورۃ علیّ وان علیًّا صعد الی السماء کما صعد الیها عیسی بن مریم وانہ سینزل الی الدنیا وینتقم من اعدائہ۔ وزعم بعضهم ان علیًّا فی السحابۃ وان الرعد صوتہ والبرق سوطہ ومن سمع من هؤلاء الشیعۃ صوت الرعد قال علیک السلام یا امیر المؤمنین۔

(۶) شیعوں میں بعض غلاۃ بیانیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صورت مثل صورتِ انسان ہے اور جس طرح انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی وہ مکمل طور پر ایسے ہی اعضاء ثابت کرتے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سارے اعضاء کسی وقت فنا ہو جائیں گے

سوائے وجہ کے لقولہ تعالی کل شئ ھالك الا وجهه شیعوں کا یہ فرقہ بیانیہ کہلاتا ہے اتباع بیان بن سمعان نمیمی۔

یہ بیان بن سمعان قرن ثانی ہجری کے اوائل میں ظاہر ہوا وادعی اولاً ان جزءًا الھیًا حل فی علی ثم فی محمد بن الحنفیۃ ثم فی ابنہ ابی ھاشم ثم فی بیان نفسہ ثم ادعی النبوۃ حتی اخذہ خالد القسری وصلبہ۔ وکان بیان بن سمعان یزعم معرفۃ الاسم الاعظم وانہ یھزم بہ العساکر وانہ یدعو بہ الزھرۃ فتجیبہ فلما اخذہ خالد بن عبد اللہ القسری قال لہ ان کنت تھزم الجیوش بالاسم الذی تعرفہ فاھزم بہ أعوانی عنك۔

دیکھیے مقالات الاسلامیین ج ۱ ص۶۶۔ التبصیر ص۷۲، الحور العین ص۱۶۱ تا ص۲۶۰، اعتقادات فرق المسلمین ص۵۹، کامل ابن الاثیر ج ۵ ص۷۲، کتاب الفرق بین الفرق ص۳۹ و ص۲۳۷۔

(۷) شیعہ تقیہ کو جائز بلکہ مستحب بلکہ دین کا جزء بتاتے ہیں۔ تقیہ کی تفصیل بڑی طویل ہے البتہ حاصل یہ ہے کہ حسب ضرورت اگرچہ مجبوری نہ ہو جھوٹ بولنا کار ثواب ہے۔

(۸) غدر و فریب دہی ہر شیعی کے ساتھ لازم بین ہے۔ خصوصًا زمانہ حال کے شیعہ تو اہل سنت کی دشمنی میں حد سے نکلے ہوئے ہیں۔ عبد القاہر بغدادی لکھتے ہیں کہ روافض کوفہ کا شیوہ ہے غدر و بخل اور وہ اس سلسلے میں عرب میں ضرب المثل تھے حتی قیل ابخل من کوفی واغدر من کوفی ان کے فریب و دھوکے کے چند نمونے یہ ہیں۔

(۱) انہوں نے قتل علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو شیعوں نے ساباط مدائن میں دھوکہ کیا حتی کہ ان میں سے ایک شخص سنان جعفی نامی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ یہی غدر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔

شیعہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہزارہا خطوط لکھ کر یزید کے خلاف کوفہ بلایا اور کربلا میں وہ سارے ان کے خلاف عبید اللہ بن زیاد کی معاونت کرنے لگے تا آنکہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان سمیت شہید ہوئے۔

(۳) شیعہ پندرہ ہزار کی تعداد میں اپنے امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ جمع ہوئے اور انھیں بغاوت کرنے اور یوسف بن عمر سے جنگ پر آمادہ کیا پھر بیعت توڑ کر عین سخت جنگ کے دوران زید بن علی کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ زید قتل ہوئے۔ ترک معاونت زید کے بعد وہ روافض کہلانے لگے۔ عین جنگ کے وقت شیعوں نے زید سے کہا کہ شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں

آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ زید نے کہا الی لا اقول فیھما الا خیرًا وما سمعت ابی یقول فیھما الا خیرًا انما خرجت علی بنی امیۃ الذین قتلوا الحسین و اغاروا علی المدینۃ یوم الحرۃ ثم رموا بیت اللہ بحجر المنجنیق والنار ففارقوہ فقال لھم رفضتمونی ومن یومئذٍ سموا الرافضۃ اھ۔

المجوس ۔ آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی والصابئین الخ کی شرح میں مذکور ہے مجوس مشرکین و کفار کا ایک قدیم فرقہ ہے ان میں سے بعض آتش پرست ہیں اور بعض کواکب پرست۔ مجوس اِتباعِ ابراہیم علیہ السلام کے مدعی ہیں اگرچہ وہ ملتِ ابراہیمی سے کوسوں دور ہیں۔

اجمالاً عقیدہ مجوس کے سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھیں کہ وہ دو خالقوں کے قائل ہیں۔ بالفاظ دیگر ان کے نزدیک دو امور اصل عالم اور خالق ہیں عالم کے لیے اور یہ دونوں قدیم ہیں اور عالم کے مدبر و متصرف ہیں۔ اور یہی دو اصل خیر و شر، نفع و ضرر، صلاح و فساد تقسیم کرنے والے ہیں۔ ایک اصل کا نام نور ہے اور ایک کا نام ظلمت ہے۔ فارسی میں نور کا نام یزدان ہے اور یہی خالق خیر و نفع و صلاح ہے۔ اور دوسرے کا نام فارسی میں اہرمن ہے اور یہی شر و ضرر و فساد کا خالق اور برپا کرنے والا ہے اس نور کا نام اللہ ہے اور ظلمت و اہرمن کا نام شیطان ہے۔

عقیدۂ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔

قاعدۂ اولیٰ۔ اختلاط نور و ظلمت اور اس کا سبب۔

قاعدہ ثانیہ۔ امتیاز و خلاصِ نور ظلمت سے اور خلاص و امتیازِ ظلمت نور سے۔ یہ دو قاعدے ہیں جن پر ان کا مسلک قائم ہے چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ نور و ظلمت کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاط مبدء عالم ہے اور نور کا ظلمت سے امتیاز و خلاصی حاصل کرنا معاد و قیامت ہے۔ جب نور ظلمت سے ممتاز ہو جائے اور چھٹکارا حاصل کر لے تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

ان کے نزدیک اس دنیا کی بقا خلط نور و ظلمت کی مرہون ہے۔ مجوس کو ثنویہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دو مدبرین خالقین جو یزدان و اہرمن ہیں کے قائل ہیں۔ یہ ہے ان کے مسلک کا خلاصہ۔

تفصیل مسلک مجوس یہ ہے کہ ان میں متعدد فرقے ہیں اور ہر ایک کا عقیدہ مضحکہ خیز اور احمقانہ ہے۔

فرقہ اولیٰ کیومرثیہ۔ یہ ان میں قدیم تر فرقہ ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسانی کا پہلا فرد کیومرث ہے اور یہی آدم علیہ السلام ہیں۔ کیومرث کا معنی ہے الحیّ الناطق۔ اصحاب کیومرث اگرچہ اصلین یعنی یزدان و اہرمن کے قائل ہیں لیکن ان کی رائے میں یہ دونوں قدیم و ازلی نہیں ہیں بلکہ یزدان یعنی نور ازلی و قدیم ہے اور اہرمن یعنی ظلمت مخلوق و حادث ہے۔

پھر اہرمن کس طرح پیدا ہوا اس کی تخلیق کی توجیہ وہ یہ کرتے ہیں کہ یزدان کی ایک غلط فکر اور سوچ تخلیقِ اہرمن کا سبب بنی۔ العیاذ باللہ۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ایک مرتبہ یزدان سوچنے لگا کہ میرا مقابل وخصم و منازع موجود تو نہیں ہے لیکن بتقدیر فرض اگر وہ موجود ہوتا تو کیا ہوتا اور کیسا ہوتا۔ یہ سوچ اور تدبر چونکہ بالکل بُرا اور ردّی تھا اور طبیعتِ نور کے مناسب نہ تھا لہٰذا اس فکر و تدبر سے خود بخود ظلمت یعنی تاریکی پیدا ہوئی اور وہ اہرمن سے موسوم ہوئی۔

اور اہرمن کی چونکہ فطرت اور طبیعت شر و فتنہ و فساد و فسق سے بنی ہوئی تھی اس لیے وہ پیدا ہوتے ہی یزدان کا مخالف اور باغی ہوگیا اور اس نے یزدان سے مقابلہ شروع کر دیا وہ فسق و فساد، شر و فتنہ برپا کرتا اور نور یعنی یزدان اسے برے کاموں سے روکتا رہتا اسی طرح ان دونوں میں مخالفت بڑھتی گئی حتیٰ کہ ظلمت یعنی اہرمن اپنی فوج لے کر مقابلہ پر آگیا دوسری طرف نور یعنی یزدان بھی اپنی نورانی فوج کے ساتھ اس کے مقابل ہوا اور پھر دونوں فوجوں میں زبردست جنگ شروع ہوگئی مگر کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہوسکی۔

چنانچہ فرشتے درمیان میں آگئے اور انہوں نے طرفین میں یہ مصالحت کرائی کہ عالم سفلی اہرمن کے قبضہ میں سات ہزار سال تک رہے گا اس کے بعد اہرمن یہ عالم نور کے سپرد کر دے گا۔

مجوس کہتے ہیں کہ اس مصالحت کے بعد ایک انسان پیدا کیا گیا جس کا نام کیومرث ہے اور ایک حیوان جو ثور یعنی بیل تھا۔ اہرمن نے دونوں کو قتل کر دیا پھر اس شخص کے جائے سقوط سے ریباس پیدا ہوا۔ پھر ریباس کی اصل سے ایک مرد ظاہر ہوا جس کا نام میشہ تھا اور ایک عورت جس کا نام میشانہ تھا اور یہ دونوں اصل بشر ہیں اور بیل کے جائے سقوط سے دیگر حیوانات پیدا ہوئے۔

مجوس کا یہ فرقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ازل میں کل انسانی ارواح بلا اجساد تھیں تو نور یعنی یزدان نے انھیں اختیار دیا اس بات کا کہ میں تمھیں اہرمن کے دائرہ حکومت سے اٹھا کر مقام بالا میں لاؤں یا یہ کہ تمھیں اجساد و ابدان سے خلط کر دوں تاکہ تم اہرمن سے لڑتے رہو اور مقابلہ کرتے رہو تو انھوں نے لباسِ اجساد و محاربہ اہرمن کو پسند کیا بایں شرط کہ نور کی طرف سے ہمیں فوج اہرمن سے لڑائی میں نصرت و کامیابی حاصل ہونے پر حسن عاقبت و حسن خاتمہ نصیب ہو۔

چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ شیطان یعنی اہرمن کے ساتھ دنیا میں انسان کی یہ جنگ ابھی تک جاری ہے اور جس وقت انسان اہرمن کی فوج کو ہلاک کر کے کامیابی حاصل کرلے گا اسی وقت قیامت برپا ہو جائے گی۔

یہ ہے سبب امتزاج و اختلاط اور یہ ہے سبب خلاص۔

دوسرا فرقہ زروانیہ۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسان میں پہلا شخص زروان کبیر ہے اور یہ ان کے

زعم میں نبی ہے اور نبی ثانی زردشت ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نور نے جو اشخاص بنائے وہ سب نورانی روحانی ربانی تھے لیکن شخص اعظم یعنی زروان کو ایک بار کسی شئے میں شک در پیش ہوا یعنی کسی بات میں وہ شک کرنے لگا اور شک چونکہ ایک قبیح شئ ہے تو اس شک سے اہرمن یعنی ابلیس پیدا ہوا جس طرح بدن کے میل سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں اور گندگی سے مچھر مکھیاں اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

پھر اہرمن یعنی ابلیس کی چونکہ فطرت قبیح و شریر تھی اس لیے اس نے یہ فساد اور فتنے دنیا میں شروع کیے جو نظر آرہے ہیں۔

اوران میں سے بعض کہتے ہیں کہ اصل بات یہی نہیں ہے بلکہ اصل اور تحقیقی بات یہ ہے کہ زروان کبیر نے ۹۹۹۹ سال تک کچھ خاص علمی ذکر و اذکار اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھے تاکہ اسے بیٹا نصیب ہو جائے لیکن پھر بھی اسے بیٹا نصیب نہ ہوا تو اس کے دل میں یہ فکر اور وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید یہ علم جو مجھے حاصل ہے بے فائدہ ہے۔

اس فکر اور وسوسہ کے وقت اسے دو بیٹے نصیب ہوئے ایک بیٹا صالح تھا یعنی ہرمز اور یہ زروان کے علم سے پیدا ہوا۔ دوسرا بیٹا خبیث تھا جس کا نام اہرمن ہے۔ اہرمن اس کے فکر و وسوسہ سے پیدا ہوا۔ یہ دونوں بیٹے بطنِ واحد میں تھے۔ جب پیٹ سے دونوں کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت آیا تو ہرمز بابِ خروج و ظہور کے قریب تھا لہذا پہلے ہرمز نکل کر ظاہر ہو سکتا تھا اہرمن یعنی شیطان کو اپنی یہ تاخیر پسند نہ تھی وہ چاہتا تھا کہ پہلے میں ظاہر ہو جاؤں۔

چنانچہ اہرمن یعنی شیطان کسی حیلے سے اپنی ماں کا پیٹ اندر سے چاک کر کے پہلے نکل پڑا اور نکلتے ہی ساری دنیا پر قبضہ کر لیا اور ہرمز جب پیدا ہوا تو اس کے قبضہ میں کچھ نہ آیا۔

بعض مجوس یہ بھی کہتے ہیں کہ پیدائش کے بعد جب اہرمن اپنے والد زروان کے پاس آیا اور زروان نے دیکھا کہ یہ نہایت خبیث و شریر و مفسد ہے تو اسے ملعون و مبغوض قرار دیتے ہوئے اپنے پاس سے بھگا دیا اور قریب نہ آنے دیا چنانچہ اہرمن اپنے باپ سے باغی ہو کر دنیا پر قابض ہو گیا اور ہرمز مدت تک دنیا پر قبضے سے محروم رہا۔ ہرمز چونکہ نیک و صالح تھا اور حسن اخلاق و خیر و صلاح سے متصف تھا اس لیے بعض لوگوں نے اسے رب و معبود بنالیا۔

بعض زروانیہ کہتے ہیں کہ تخلیقِ شیطان کا سبب یہ ہے کہ عالم میں پہلے صرف اللہ تعالیٰ موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ردی و قبیح شئے بھی پیوست تھی وہ قبیح شئے فکر ردی تھی یا عفونت ردیہ تھی اور یہی ردی و قبیح شئے شیطان کی پیدائش کا ذریعہ بنی۔ شیطان سے قبل دنیا شرور و آفات سے پاک تھی اور اہل دنیا خیر محض و نعیم خالص و سرور خالص میں تھے۔ شیطان کی پیدائش کے بعد شرور و آفات و

فتن و مصائب ظاہر ہوئے۔

پھر ابتدا میں شیطان آسمان میں نہیں جا سکتا تھا تا آنکہ شیطان کسی حیلہ سے آسمان کو پھاڑ کر اس میں داخل ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ ابلیس یعنی اہرمن پہلے ہی آسمان میں رہتا تھا اور زمین اس سے خالی تھی پھر اس نے کسی حیلہ سے آسمان کو شق کیا اور اپنی فوجوں سمیت زمین میں نازل ہوا۔

اور نور یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سمیت العیاذ باللہ شکست کھا کر بھاگ گیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور شیطان نے نور کو اپنی جنت میں محصور کر دیا۔ شیطان نے جنت کا محاصرہ کر لیا اور دونوں میں تین ہزار سال تک لڑائی جاری رہی۔ پھر فرشتے طرفین کے درمیان آکر مصالحت کرانے لگے کہ ابلیس اپنی فوجوں سمیت زمین پر نو ہزار سال تک قابض رہے اور پھر شیطان اپنی جگہ چلا جائے جنگ کے تین ہزار سال بھی نو ہزار سال میں شمار ہوں گے۔

رب تعالیٰ نے یہ صلح مناسب سمجھتے ہوئے قبول فرمالی کیونکہ بزعم مجوس اسے شیطان اور اس کی فوجوں سے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ مدتِ مذکورہ تک اس صلح کے پابند ہیں۔ صلح کے بعد چونکہ شیطان کو کھلی چھٹی مل گئی اس لیے لوگ دنیا میں مصائب و فتن و محن و بلایا و دیگر بے شمار آفات میں شیطان کی وجہ سے مبتلا ہیں اور مدتِ مذکورہ کے اختتام تک مبتلا رہیں گے اور مدت مذکورہ گزرنے کے بعد لوگ پھر سابقہ نعمتوں اور خوشیوں کو حاصل کر لیں گے۔

ابلیس نے صلح میں یہ شرط بھی لگائی کہ اسے ہر قسم کی شرارتوں اور گناہ کرنے کرانے کی آزادی ہوگی حسبِ زعم مجوس اس مصالحت کے معاہدہ پر دو عادل شخصوں کو گواہ بناتے ہوئے دونوں کو تلواریں دیدی گئیں اور انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ طرفین میں سے جو بھی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اسے تلوار سے قتل کر دو۔

مجوس کی یہ احمقانہ اور بیہودہ باتیں کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریاء و عظیم قدرت کا معترف ہو وہ ایسی بچگانہ باتیں تسلیم نہیں کر سکتا۔ وماقدروا اللہ حق قدرہ۔ واللہ یفعل ما یشاء۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

فرقہ ثالثہ زردشتیہ۔ یہ اصحاب زردشت بن یورشب ہیں۔ ان کے زعم میں زردشت نبی تھا۔ جو گشتاسب بن لہراسب بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ زردشت کا باپ آذربیجان شہر کا باشندہ تھا اور ماں شہرتے کی تھی جس کا نام دغدویہ تھا۔ کتاب ہذا میں زندیق کے بیان میں ہم نے زرادشت کے زمانے پر مختصر بحث کی ہے فراجعہ۔ مجوس متعدد انبیاء کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پہلا نبی کیومرث ہے اور یہ زمین کا سب سے پہلا بادشاہ ہے اس کا مقام و مسکن اصطخر شہر تھا اسی طرح زمین میں متعدد

بادشاہ آئے تا آنکہ گشتاسب بن لہراسب بادشاہ ہوا جس کی مملکت میں زردشت حکیم پیدا ہوا۔

یہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زردشت کی روح علیین کے ایک درخت میں ڈالی جس کی حفاظت پر سترہ فرشتے مامور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے وہ درخت اٹھا کر آذربیجان کے ایک پہاڑ میں گاڑ دیا پھر اس درخت کے ذریعہ زردشت کی روح یا شبح ایک گائے کے دودھ کے ساتھ خلط کر دی اور وہ دودھ زردشت کے باپ نے پیا تو وہ نطفہ بنا پھر وہ نطفہ رحم والدہ میں پہنچا۔ شیطان نے اس کی ماں کو تکلیف پہنچائی لیکن پھر آسمان سے ایک آواز آئی جس سے وہ شفایاب ہو گئی۔ زردشت ہنستا ہوا پیدا ہوا۔ بعض مخالفین نے کسی حیلہ سے زردشت کو بچپن میں اٹھا کر بقر یعنی گائے بیل کے پاس ڈال دیا تاکہ گائے اور بیل اسے مار ڈالیں مگر گائے اور بیل نے اس کی حفاظت کی۔ پھر گھوڑوں کے اصطبل میں ڈالا پھر بھیڑیے کے سامنے ڈالا تاکہ زردشت کسی طرح ختم ہو جائے لیکن یہ سب جانور اس کی حفاظت کرنے لگے تیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے زردشت کو نبوت و رسالت سے نوازا۔

زردشت نے گشتاسب بادشاہ کو اپنے دین کی دعوت دی گشتاسب اس پر ایمان لے آیا د

کان دینہ عبادۃ اللہ والکفر بالشیطان والامر بالمعروف والنھی عن المنکر واجتناب الخبائث۔

زردشت کہا کرتا تھا کہ نور و ظلمت دو متضاد اصل ہیں اسی طرح یزدان و اہرمن دونوں متضاد ہیں اور موجوداتِ عالم کے وجود کا سبب نور و ظلمت کا امتزاج ہے اور نور و ظلمت کی تراکیبِ مختلفہ سے متعدد صورتیں بنیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق نور و ظلمت ہیں اور اللہ واحد ہے لاشریک لہٗ ولاضدلہٗ۔ اور ظلمت کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ دنیا میں یہ خیر و شر۔ صلاح و فساد۔ طہارت و خباثت کے ہنگامے کا اصل سبب نور و ظلمت کا امتزاج و اختلاط ہے اگر ان دونوں کا اختلاط نہ ہوتا تو یہ عالم بھی موجود نہ ہوتا۔

اور نور و ظلمت کا یہ مقابلہ جاری رہے گا تا آنکہ نور ظلمت پر اور خیر شر پر غالب آجائے اس غلبہ کے بعد خیر اپنے عالم میں پہنچ جائے گی جو عالمِ بالا ہے اور شر اپنے عالمِ اسفل میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے سببِ خلاص بعد حصول الامتزاج والاختلاط والباری تعالیٰ ھو الذی مزجھما وخلطھما لحکمۃ راٰھا فی التراکیب وقال النور اصل واما الظلمۃ فتبع کالظل۔

زردشت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام ہے زند اوستا۔ وہ اس کتاب میں کہتا ہے کہ عالم دو قسم پر ہے مینہ و گیتی یعنی روحانی و جسمانی۔ پھر اس نے موارد تکلیف کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) منش (۲) گویش (۳) کنش۔ یعنی اعتقاد و قول و عمل۔

زردشتیہ اس کے یہ معجزات بیان کرتے ہیں منھا دخول قوائم فرس گشتاسب فی بطن

کشتاسب وکان زردشت فی الحبس فاطلقه فانطلقت قوائم الفرس ـ ومنها انه مر علی اعمی بالدینور فقال خذ واحشیشة "وصفها لهم واعصروا ماءها فی عینه فانه یبصر نفعلوا فابصر الاعمیٰ ـ هذا واللہ اعلم ـ

الثنویّة ـ ثنویہ مثل مجوس بڑا قدیم فرقہ ہے ـ ثنویہ مجوس کی طرح اَصلَین اَزلیتین قدیمین یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں ـ یہ مجوس میں سے ایک فرقہ ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ مجوس کے علاوہ ان سے ملتا جلتا جدا فرقہ ہے کیونکہ مجوس اصلین میں سے صرف ایک اصل یعنی نور ہی کو قدیم کہتے ہیں اور اصل ثانی یعنی ظلمت کو حادث کہتے ہیں کما تقدم بیان ذلک ـ بخلاف الثنویۃ کہ وہ اصلین یعنی نور و ظلمت دونوں کو ازلی و قدیم مانتے ہیں ـ تاہم یہ فرقہ عقائد و حقائق کے لحاظ سے مجوس کے قریب ہے ـ

ثنویہ کہتے ہیں کہ نور و ظلمت یہ دو اصل ہیں عالم کے ـ البتہ دونوں میں بلحاظ جوہر و طبع و فعل و حیز و مکان و اجناس و ابدان و ارواح و صفات فرق ہے ـ

ثنویہ میں کئی فرقے ہیں ـ ہم یہاں پر ان کے چند فرقے ذکر کرنا چاہتے ہیں ـ

پہلا فرقہ مانویہ ہے ـ یہ اصحابِ مانی بن فاتک حکیم ہیں ـ مانی سابور بن اردشیر کی حکومت کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا ـ مانی کو بہرام بن ہرمز بن سابور نے قتل کیا ـ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے ـ

مانی نے مجوسیت و نصرانیت کے مابین ایک نیا دین ظاہر کیا اس نے کچھ اصول و عقائد مجوسیت سے لیے اور بعض اصول نصرانیت سے لیے ـ وہ نبوتِ موسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ تھا البتہ نبوتِ مسیح علیہ السلام کا قائل تھا ـ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دراصل مجوسی تھا اور مذاہب کا جاننے والا تھا ـ

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ یہ عالم مرکب ہے دو اصلین قدیمین سے ایک نور ہے اور دوم ظلمت ہے اور دونوں ازلی ہونے کے ساتھ ساتھ ابدی بھی ہیں یعنی فانی نہیں ہیں ـ اس کے زعم و عقیدے کے لحاظ سے کوئی شئے اصل قدیم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی اور یہ دونوں اصل بڑی طاقت والے ہیں ـ نیز دونوں حساس و درّاک و عاقل و سمیع و بصیر ہیں ـ البتہ دونوں میں باعتبار نفس و صورت و فعل و تدبیر تضاد ہے اور دونوں کا حیز و مکان متقابل ہیں جس طرح ایک شخص اور اس کا سایہ متقابل ہوتے ہیں ـ

وہ اس تقابل و تضاد کو یوں بیان کرتا ہے کہ جوہر نور حَسَن ـ فاضل ـ کریم ـ صافی ـ نقی ـ طیّبُ الریح و حَسَنُ المنظر ہے ـ اس کے برخلاف جوہر ظلمت قبیح ـ ناقص ـ لئیم ـ کدر ـ خبیث ـ منتن الریح اور قبیح المنظر ہے ـ

نیز نور کا نفس خیر ـ کریم ـ حکیم ـ نافع و عالم ہے ـ اور ظلمت کا نفس شریر ـ لئیم ـ سفیہ ـ ضار اور جاہل ہے ـ

نیز نور کا فعل خیر۔ صلاح۔ نفع۔ سرور۔ ترتیب اور اتفاق ہے۔ اور ظلمت کا فعل شر۔ فساد۔ ضرر۔ غم۔ تشویش اور اختلاف ہے۔ نیز نور کے مکان کی جہت جہتِ فوق ہے واکثرھم علی انہ مرتفع من ناحیۃ الشمال۔ اور ظلمت کی جہت جہتِ تحت ہے واکثرھم علی انھا منحطۃ من ناحیۃ الجنوب۔

نیز نور کی اجناس پانچ ہیں جن میں سے چار اَبدان ہیں اور خامس اس کی رُوح ہے۔ وہ چار ابدان یہ ہیں نار۔ نور۔ ریح۔ ماء۔ اوران کی رُوح نسیم ہے۔ وھی تتحرك فی ھذہ الابدان۔ اور ظلمت کی اجناس بھی پانچ ہیں۔ ان میں سے چار اَبدان ہیں اور خامس ان کی رُوح۔ ابدانِ اربعہ یہ ہیں۔ حریق۔ ظلمت۔ سموم۔ ضباب۔ اوران کی رُوح دُخان ہے وھی تتحرك فی ھذہ الابدان قال ولم یزل النور یولد ملائکۃ والٰھۃ واولیاء لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولد الحکمۃ من الحکیم والمنطق الطیّب من الناطق۔ والظلمۃ لم تزل تولد شیاطین وعفاریت لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولد الحشرات من العفونات القذرۃ۔

مانویہ کہتے ہیں کہ بڑی مدت کے بعد نور اور ظلمت میں اختلاط ہوا تو دخان نسیم سے خلط ہوا اور حریق نار سے اور نور ظلمت سے اور سموم ریح سے اور ضباب ماء سے۔ اس اختلاط کی وجہ سے اس عالم میں خیر و شر صلاح و فساد نفع و ضرر وغیرہ متضاد افعال و امور نظر آتے ہیں۔ پس عالم ہذا میں ہر خیر و نفع و صلاح و برکت کا منبع نور ہے یا اجناسِ نور۔ اور ہر ضرر و شر و فساد و مصائب کا مأخذ ظلمت ہے یا اجناسِ ظلمت۔ پھر نور نے اجناسِ نور کو اجناسِ ظلمت سے جدا کرنے اور ان کی نصرت و مدد کرنے کی نیت سے شمس و قمر و دیگر کواکب چلائے تاکہ ان کی مدد سے اجناسِ نور اجناسِ ظلمت کے ارتباط و اختلاط سے خلاصی حاصل کرلے۔

اجزاءِ نور دائماً صعود و ارتفاع کے طالب ہیں اور اجزاءِ ظلمت ہمیشہ نزول و تسفّل کے طالب ہیں۔ اسی طرح یہ کشمکش اور ہنگامہ جاری رہے گا پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ امتزاج و اختلاط ختم ہو کر اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑا لیں گے اور پھر ہر ایک اپنے اپنے عالم و مرکز میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے قیامت و معاد۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ اس وقت اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت میں ہیں اور وہ اس گرفت سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کررہے ہیں اور تسبیح و اذکار۔ اچھی باتیں اور صالح اعمال اجزاءِ نور کے معاون ہیں۔

مانی کہتا ہے کہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب بھی یہی قیدی اجزاءِ نور یہ ہیں۔ نور کے کچھ نہ کچھ

اجزاء ہر روز اس ظلمت کی گرفت سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں پہنچ کر جمع ہوتے رہتے ہیں دوسرے دن کچھ اور اجزاء چاند میں پہنچ جاتے ہیں اسی وجہ سے یکم کے بعد ہر رات چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ تاآنکہ چاند کا خزانہ پوری طرح مہینے کی چودہ تاریخ کو ان آزاد شدہ اجزاء نوریہ کے جمع ہوتے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چودہ تاریخ کے بعد چاند ان انوار کو آہستہ آہستہ اگلے چودہ پندرہ دنوں میں انوار کے بڑے گودام اور بڑے خزانے یعنی شمس میں بھیجتا رہتا ہے اور مہینہ کی آخری تاریخ تک چاند یہ کام پورا کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے مہینہ کی آخری ایک دو رات میں انوار سے خالی ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ انوار ظلمت کے قبضہ سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں جمع ہونے لگتے ہیں تو یکم کا چاند تھوڑا سا چمکتا ہوا نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح ہر روز اجزاء نوریہ ظلمت کی قید سے خلاصی حاصل کرتے ہوئے چاند میں جمع ہوتے ہیں اور چاند ہر رات بڑھتا جاتا ہے اور چودھویں تاریخ تک پھر چاند کا گودام انوار سے بھر جاتا ہے۔

یہ ہے چاند کی حالتِ بدر کی بیگانہ اور احمقانہ توجیہ جو مانویہ بیان کرتے ہیں اور چاند پھر اپنے سے بڑے گودام یعنی آفتاب میں یہ انوار بھیجنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے چودہ تاریخ کے بعد چاند کی روشنی گھٹتی رہتی ہے اور سورج یہ انوار اپنے سے اوپر اور کسی بڑے نورانی گودام و خزانۂ انوار میں بھیجتا رہتا ہے۔

اور وہ تیسرا گودام اسے اور آگے بھیج دیتا ہے تاآنکہ انوار اپنے عالم اعلیٰ جو خالص نور ہی نور ہے میں پہنچ جائیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے تاآنکہ اس عالم کے سارے انوار اوپر پہنچ جائیں۔

اس کے بعد وہ فرشتہ جو حاملِ ارض ہے زمین کو چھوڑ دے گا اور وہ فرشتہ جو آسمانوں کا تھامنے والا ہے وہ آسمانوں کو چھوڑ دے گا اس طرح عالم اعلیٰ و عالم اسفل ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے جس کی وجہ سے دونوں میں آگ لگ جائے گی اور پھر یہ آگ جلتی رہے گی تاآنکہ خالص نور رہ جائے گا اور یہ آگ ١٤٦٨ سال تک جل کر بجھ جائے گی۔

فرقۂ ثانیہ مزدکیہ۔ ثنویہ کا یہ فرقۂ ثانیہ اصحاب و اتباع مزدک ہیں۔ مزدک قباذ والدِ انوشیروان کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور قباذ مع اپنے وزراء کے مذہب مزدک میں داخل ہوا۔ انوشیروان کو جب مزدک کے بُرے عقائد کا پتہ چلا تو اسے قتل کر دیا۔ مزدکیہ بہت سے اصول میں مانویہ کے موافق ہیں وہ مانویہ کی طرح اصلین یعنی نور و ظلمت کو اصلِ عالم مانتے ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ مزدک کہا کرتا تھا کہ نور فاعل بالقصد والاختیار ہے اور ظلمت فاعل بطریق خبط و اتفاق ہے۔ نور ذو علم و حساس ہے اور ظلمت جاہل و اعمیٰ (اندھا) ہے۔ اور نور و ظلمت کے

امتزاج و اختلاط کا سبب اتفاق و خبط تھا نہ کہ قصد و اختیار۔ اسی طرح نور کا ظلمت سے خلاص بھی باتفاق واقع ہوگا نہ کہ بالاختیار۔

مزدک کے اتباع اہل مجوس کے لیے عظیم آفت اور فتنہ ثابت ہوئے اور اسی کے اتباع کو زندیق کہا جاتا ہے۔ فارس کے تحت ملوک فارس کے احوال میں مزدکیہ کے فتنے کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لفظ زند اور مزدک سے تعریب کے بعد عرب لفظ زندقہ مشتق کرکے ہر ملحد کو زندیق کہتے ہیں۔

مزدکیہ کو زمانۂ قدیم کے کمیونسٹ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ کئی شرارتوں میں کمیونسٹوں سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے مزدک کہا کرتا تھا کہ تمام اموال مشترک ہیں اور کوئی شخص کسی مال کو اپنے لیے الگ نہیں رکھ سکتا اسی طرح عورتیں بھی مشترک ہیں اور ہر شخص کو کسی کی بھی بیوی بیٹی کے استعمال کا حق ہے۔ کتب فقہ میں اس قسم کے فرقے کو اباحیہ کہتے ہیں۔ کتاب الملل والنحل ص ۲۴۹ پر ہے۔ وکان مزدک ینہی الناس عن المخالفۃ والمباغضۃ والقتال ولما کان اکثر ذلک انما یقع بسبب النساء والاموال احل النساء و اباح الاموال وجعل الناس شرکۃ فیہما کاشتراکہم فی الماء والنار والکلاء وحکی عنہ انہ امر بقتل الانفس لیخلصہا من الشر ومزاج الظلمۃ۔

فرقہ ثالثہ دیصانیہ ہے۔ یہ اصحاب دیصان ہیں۔

فرقہ رابعہ مرقیونیہ ہے۔ یہ اصحاب مرقیون ہیں۔ یہ بھی اصلین قدیمین متضادین یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ البتہ یہ اصل ثالث بھی مانتے ہیں جس کا نام انھوں نے معدل جامعہ رکھا ہے اور یہی اصل ثالث نور و ظلمت کے امتزاج و اختلاط کا سبب ہے۔ فان المتنافیین المتضادین لایمتزجان الا بجامع وقالوا ان المعدل الجامع دون النور فی المرتبۃ وفوق الظلمۃ وحصل من الاجتماع والامتزاج ہذا العالم۔

وحکی بعض العلماء عن الدیصانیۃ انہم زعموا ان المعدل الجامع ہو الانسان الحساس الدراک اذ ہو لیس بنور محض ولا ظلام محض وحکی عنہم انہم یرون المناکحۃ وکل ما فیہ منفعۃ لبدنہ وروحہ حراماً ویحترزون عن ذبح الحیوان لما فیہ من الالم۔ ہذا واللہ اعلم۔

الیہود ۔ قرآن شریف میں مکرر الذکر ہیں۔ یہود نام ہے امت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا۔ یہود کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض یہ لفظ عربی ہے ماخوذ ہے ھاد سے یقال ھاد یہود الرجل اذا تاب۔ سُمّوا بذلک لانہم تابوا عن عبادۃ العجل ووجہ التخصیص کون توبتہم اشق الاعمال۔ اشقیت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں توبہ کی یہ صورت بتائی کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ تاریکی میں انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کیا اور جب ہزارہا یہود قتل ہو گئے

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور عند بعض العلماء یہ ماخوذ ہے ہاد الرجل یہود اذا اسکن سے۔ و منہ الهوادة۔ اور اگر یہ لفظ عربی الاصل نہ ہو تو معرب یہوذا ہے۔ تعریب کے بعد یہوذا یہود ہو گیا یہوذا یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ ان کے نام سے یہ ساری امت موسوم ہوئی ہذا واللہ اعلم۔

النصاریٰ۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہے۔ نصاریٰ امتِ عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ جمع نصران ہے نصران بمعنی نصرانی ہے۔ بعض علماء کی رائے میں نصران کلام عرب میں مستعمل نہیں ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔ مرد کو نصران کہا جاتا ہے اور عورت کے لیے نصرانہ مستعمل ہے مثل ندمان وندمانۃ قالہ سیبویہ۔ بنا بریں نصرانیؔ میں یا مبالغہ کے لیے ہے کما یقال للاحمر احمریؔ اشارۃً الی انہ عریق فی وصف الحمرۃ۔ اور عند البعض یہ یا، واحد و جمع میں فرق کے لیے مفید ہے مثل زنج و زنجیؔ و روم و رومیؔ۔ رومی مفرد ہے روم جمع ہے۔ اگر نصاریٰ جمع نصران ہو تو یہ جمع علی وفق القیاس ہے مثل ندامیٰ جمع ندمان۔

اور بعض علماء ادب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریؔ ہے مثل مہاریٰ جمع مہریؔ۔ اور نصاریٰ میں الف للتانیث ہے اس لیے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی۔ اور بعض ادیب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریؔ ہے۔ حذفت احدی یائیہ وقلبت الکسرۃ فتحۃً للتخفیف ثم قلبت الیاء الفاً۔ یہ قول مختار خلیل ہے۔
اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کی تھی۔ یا اس لیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی نصرت کرتے رہتے ہیں۔ ایک اور وجہ تسمیہ بھی ہے وہ یہ کہ ناصرہ اس بستی کا نام تھا جس میں مریم امّ عیسیٰ علیہما السلام مقیم تھیں اس بستی کے نام کی مناسبت سے امتِ عیسیٰ علیہ السلام کا نام نصاریٰ ہوا اور نصرانیؔ اسی کی طرف نسبت ہے۔ عند البعض اس بستی کا نام نصرابا اور عند البعض نصریؔ اور عند البعض نصرانۃ اور عند البعض نصران تھا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب
تمّ تلخیص کتابی المطالب المبرورۃ فی الفرق المشهورۃ۔ وللہ الحمد والمنّۃ۔

فصل

اس فصل میں بعض انبیاء علیہم السلام وملائکہ علیہم السلام وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ تاریخ انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں میری ایک مستقل تصنیف ہے جس کا نام ہے مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء۔ اس کتاب کے چند ابواب کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

آدم علیہ السلام۔ آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نوع انسانی کے اول فرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق مٹی سے کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون تخلیقِ آدم کے بعد فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے مقصود تعظیم نوع انسانی تھا۔ اسی وجہ سے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انسان یعنی خواص انسان افضل ہیں ملائکہ سے۔ مامور بالسجدہ کل ملائکہ تھے کما قال الجمہور یا فقط ملائکۃ الارض کما روی ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قرآن واحادیث میں یہ قصہ بتفصیل موجود ہے۔

ڈارون کا نظریہ یہ ہے کہ انسان بتدریج اور بطریقۂ ارتقاء اس شکل وہیئت کو پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کی اصل بندر ہے اور لاکھوں سال کے بعد ترقی کرکے انسان بنا اور اس کی یہ موجودہ شکل بن گئی۔ لیکن یہ نظریہ قرآن واحادیث واسلام کے خلاف ہے۔ قرآن واحادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان دفعۃً پیدا ہوا ہے اور اس کے اول فرد آدم علیہ السلام ہیں۔

تخلیق آدم علیہ السلام کی تکمیل بروز جمعہ ہوئی۔ قال علیہ السلام خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خُلق آدم وفیہ اُدخل الجنۃ وفیہ اُخرج منہا۔ رواہ مسلم۔ وعن ابی بن کعب مرفوعًا ان اباکم آدم کان کالنخلۃ السحوق ستین ذراعًا کثیر الشعر۔ رواہ ابن عساکر۔ وعن الحسن قال اھبط آدم ای بعد اکل الشجرۃ بالھند وحواء بجدۃ وابلیس بدستمیسان من البصرۃ علی امیال واھبطت الحیۃ باصفہان۔ کذا فی البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۱ ص ۸۰۔

وقال وھب بن منبہ لما تاب اللہ علی آدم علیہ السلام امرہ ان یسیر الی مکۃ فطوی لہ الارض وقبض عنہ المفاوز فلم یضع قدمہ الی شیء من الارض الا صار عمرانا حتی انتہی الی مکۃ وکان مہبطہ حین اہبط من جنۃ عدن فی شرقی ارض الہند واہبط اللہ حواء بجدۃ والحیۃ بالبریۃ وابلیس علی ساحل

بحر الابلة والابلة مدینة صغیرة بالبصرة فیها نهر الابلة وکان آدم امرد وانما نبتت اللحی لولدہ بعدہ و کان طویلاً کثیر الشعر جعدًا آدم اجمل البریة ولما ھبط الی الارض حرث وغزلت حواء الشعر وحاکته بید ھا۔ کذا فی المعارف لابن قتیبة ص۸۔ وایضًا فیھا ولد لآدم اربعون ولدًا فی عشرین بطنا وانزل علیہ تحریم المیتة والدم ولحم الخنزیر وحروف المعجم فی احدی وعشرین ورقة وھو اول کتاب کان فی الدنیا ولما مات آدم علیہ السلام حفر له فی موضع من جبل ابی قبیس یقال له غار الکنز فلم یزل آدم فی ذلک الغار حتی کان زمان الغرق فاستخرجہ نوح علیہ السلام وجعله فی تابوت معہ فی السفینة فلما نضب الماء وبدت الارض ردہ نوح علیہ السلام الی مکانہ وعاش آدم الف سنة انتھی باختصار۔

وکان شیث بن آدم اجل ولد آدم وکان وصی ابیہ وکل البشر من ولدہ وانزل اللہ علی شیث خمسین صحیفة وعاش ۹۱۲ سنة۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما کما فی تاریخ الطبری ج ۱ ص۸۵ قال لم یمت آدم حتی بلغ ولدہ وولد ولدہ اربعین الفًا بنوذ ورای آدم فیھم الزنا وشرب الخمر والفساد۔

صوفی ابن عربی رحمہ اللہ فتوحات کے باب تسعین وثلثمائة میں لکھتے ہیں لقد طفت بالکعبة مع قوم لا اعرفھم فانشد وفی بیتین حفظت واحدًا ونسیت الآخر ھو ؎

لقد طفنا کما طفتم سنینا　　　بھذا البیت طرًا اجمعینا

وقال لی واحد منھم اما تعرفنی فقلت لا قال انا من اجدادک الاول قلت کم لک منذ مت قال لی بضع واربعون الف سنة فقلت له لیس لآدم علیہ السلام ھذا القدر من السنین فقال لی عن ای آدم تقول عن ھذا الاقرب الیک او عن غیرہ فتذکرت حدیثا روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی قد خلق مائة الف آدم۔ انتھی۔ قلت لم یثبت فی حدیث صحیح کثرة آدم والصحیح انہ واحد۔

وفی بعض الکتب ولد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لمضی ۶۵۰۰ سنة من زمن آدم علیہ السلام او نحو ذلک وقد روی انہ علیہ السلام قال ان احسنت امتی فبقاؤھا یوم من ایام الآخرة وذلک الف سنة وان اساءت فنصف یوم۔ وقیل ولد نبینا علیہ السلام لتمام ۶۰۰۰ سنة من عھد آدم علیہ السلام۔ وعن ابن عباس رض الدنیا جمعة من جمع الآخرة سبعة آلاف سنة۔ ھذا واللہ اعلم۔

نوح علیہ السلام - ھو نوح بن لامك بن متوشلخ بن خنوخ وھو ادریس بن یرد بن مھلاییل بن قینن بن انوش بن شیث بن آدم ابی البشر علیھم السلام - آپ کے چند احوال یہ ہیں۔ (۱) آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئے ۱۲۶ سال گزر رہے تھے۔ کما ذکرہ ابن جریر وغیرہ یا ۱۴۶ سال۔ بقول بعض مورخین تاریخ کا صحیح علم نہیں ہے۔ یہ سب تخمینی اور ظنی باتیں ہیں۔

اخرج ابن حبان بسندہ عن ابی امامۃ ان رجلاً قال یا رسول اللہ أنبی کان آدم قال نعم مکلّم قال فکم کان بینہ وبین نوح قال عشرۃ قرون۔ اس حدیث کے پیش نظر آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان طویل زمانہ ثابت ہوتا ہے۔ آپ کی عمر بڑی طویل تھی۔ قرآن میں ہے ولقد ارسلنا نوحًا الی قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما فاخذھم الطوفان وھم ظالمون۔ آپ کی بددعا سے تمام انسان یعنی کفار غرق ہوگئے صرف مسلمان زندہ بچے جو آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے اور وہ ۸۰ مسلمان تھے عند ابن عباسؓ، اور ۷۲ تھے بقول کعب احبار۔

آپ آدم ثانی تھے۔ کیونکہ نسل انسانی صرف آپ کی اولاد ثلاثہ یعنی سام وحام ویافث سے آگے پھیلی ہے دیگر مسلمانوں کی نسل ختم ہوگئی جو آپ کے رفقاء تھے۔ قال اللہ تعالیٰ وجعلنا ذریتہ ھم الباقین۔ وعن سمرۃ مرفوعًا سام ابو العرب وحام ابو الحبش ویافث ابو الروم۔ رواہ احمد۔ وعن ابی ھریرۃ مرفوعًا وُلد لنوح علیہ السلام سام وحام ویافث فولد لسام العرب وفارس الروم والخیر فیھم وولد لیافث یاجوج وماجوج والترك والسقالبۃ ولاخیر فیھم وولد لحام القبط والبربر والسودان اخرجہ البزار۔

اہل پاکستان وہندستان بقول محقق اولاد سام ہیں اور بقول بعض اولاد حام ہیں۔ نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے روی ابن ماجہ باسنادہ عن ابن عمرؓ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صام نوح الدھر الا یوم عید الفطر ویوم الاضحیٰ وزاد الطبرانی وصام داؤد نصف الدھر وصام ابراھیم ثلاثۃ ایام من کل شھر صام الدھر وافطر الدھر۔

تاریخ طبری میں ہے کہ لمک بن متوشلخ نوح بن لمک کی ولادت کے بعد ۵۹۵ سال زندہ رہے نوح علیہ السلام کی شادی عمرورہ بنت براکیل بن محویل بن اخنوخ بن قین بن آدم علیہ السلام سے ہوئی عمرورہ کے بطن سے حام۔ سام۔ یافث پیدا ہوئے۔ لمک کے ایک بھائی کا نام صابی تھا۔ اسی کے نام کی طرف فرقہ صابیہ منسوب ہے۔ وقیل غیر ذلك وقد روی عن جماعۃ من السلف انہ کان بین آدم ونوح علیھما السلام عشرۃ قرون کلھم علی ملۃ الحق وان الکفر باللہ انما حدث فی القرن الذین

بعث الیھم نوح علیہ السلام وقالوا ان اول نبی ارسلہ اللہ الی قوم بالانذار والدعاء الی توحید نوح علیہ السلام۔

اولاد آدم میں طویل ترعمر جو نص قطعی سے ثابت ہے نوح علیہ السلام کی ہے فعن عون بن شداد قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ ارسل نوحًا الی قومہ وھو ابن خمسین وثلثمائۃ سنۃ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عامًا ثم عاش بعد ذلک خمسین وثلثمائۃ سنۃ۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال بعث اللہ نوحا الیھم وھو ابن اربعمائۃ سنۃ وثمانین سنۃ ثم دعاھم فی نبوتہ مائۃ و عشرین سنۃ ورکب السفینۃ وھو ابن ستمائۃ سنۃ ثم مکث بعد ذلک ثلثمائۃ وخمسین سنۃ۔
نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا یام تھا جس نے اپنے والد کے دین وطریقے سے اختلاف کرکے کفار کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ طوفان میں غرق ہوا۔ ساری دنیا کے انسان سابقہ تین یعنی حام وسام و یافث کی اولاد ہیں۔ بعض اہل فارس وہند وغیرہ وقوع طوفان کے منکر ہیں اور بعض اس کے قائل ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ عالمگیر نہ تھا صرف ارض بابل میں واقع ہوا تھا۔

قولہ تعالیٰ وفار التنور کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے مراد طلوع نور فجر ہے۔ (۲) تنور سے مراد وجہ ارض ہے ای انبجس الماء من وجہ الارض والعرب تسمی وجہ الارض تنورًا قالہ ابن عباس رضی اللہ عنھما (۳) التنور اشرف موضع فی الارض واعلی مکان فیھا قالہ قتادۃ۔ (۴) تنور سے مراد وہ تنور ہے جس میں روٹی پکاتے ہیں قالہ الحسن وکان تنورًا من حجارۃ وکان لآدم ثم انتقل الی نوح علیھما السلام فنبع الماء منہ فعلمت بہ امرأتہ فاخبرتہ۔

تنور کے محل وقوع میں اقوال ہیں قال مجاھد کان ذلک فی ناحیۃ الکوفۃ وعن الشعبی کذلک وقال اتخذ نوح علیہ السلام السفینۃ فی جوف مسجد الکوفۃ وعن مقاتل ذلک تنور آدم وانما کان بالشام وعن ابن عباس کان التنور بالھند۔

وعن مالک بن سلیمان بن الھروی ان الحیۃ والعقرب اتیا نوحا فقالا احملنا فی السفینۃ فقال انکما سبب الضر والبلایا فلا احملکما قالا احملنا ونحن نضمن لک ان لا نضر احدًا ذکرک فمن قرأحین یخاف مضرتھما سلام علی نوح فی العالمین انا کذلک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین لم یضراہ۔ کذا فی العرائس للثعلبی ص۳۶۔

طوفان نوح علیہ السلام ۲۲۴۲ھ من ہبوط آدم علیہ السلام میں آیا تھا۔ اہل سفینہ ۱۰ محرم کو سفینہ سے باہر نکلے جودی پہاڑ پر استقرار کے بعد۔ نوح علیہ السلام کا سال وفات ۲۵۹۲ھ من الہبوط ہے۔

هذا واللہ اعلم۔

ابراہیم علیہ السلام۔ تفسیر بیضاوی میں اور خود قرآن کریم میں ان کا ذکر موجود ہے ھو ابراھیم ابن تارخ بن ناحور علیہ السلام۔ یہ جد الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد سارے انبیاء علیہم السلام آپ ہی کی نسل سے بھیجے گئے۔

ام ابراہیم کا نام اُمیلہ ہے کماذکرابن عساکر وقال الکلبی اسمھا بونا بنت کرنبا۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔ آپ کی پیدائش ارض بابل میں ہوئی وھوالاصح۔ اُس زمانے کے لوگ کواکبِ سبعہ کی پرستش کرتے تھے لوط علیہ السلام آپ کے ابن اخ ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کے باپ کا نام آزر بتایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم لابیہ اٰزر اتتخذ اصناما اٰلھۃ۔

بعض علما مثل حافظ سیوطیؒ وغیرہ لکھتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جو بت پرست اور بت تراش تھا اور بطور تعظیم اس پر اَب کا اطلاق ہوا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ موحد تھا۔ اور لکھا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلۂ آباء میں تا آدم علیہ السلام کوئی بھی بت پرست ومشرک وکافر نہیں تھا بلکہ سب موحد تھے اور یہی معنی ہے اس آیت کا وتقلبك فی الساجدین۔ شعراء۔

ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسحاق علیہ السلام اور یہ بطنِ سارہ سے تھے اور اسماعیل علیہ السلام اور یہ بطنِ ہاجرہ سے تھے۔ کل انبیاء بنی اسرائیل اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں صرف ایک نبی یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بلادِ شام کو پھر دیارِ مصر کی طرف ہجرت کی اور پھر ارضِ مقدسہ یعنی شام میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ابراہیم علیہ السلام بہت سے فضائل میں ممتاز ہیں۔ مثلاً (۱) ابراہیم علیہ السلام پانچ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں یعنی ابراہیم ومحمد وموسیٰ ونوح وعیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام۔ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے۔ (۲) ہمارے دین میں آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے قرآن میں اس کی تصریح ہے ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔

(۳) آپ خلیل اللہ ہیں وفی الصحیحین عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاایھا الناس ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا۔ وذکر ابن ابی حاتم باسنادہ لما اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا القی فی قلبہ الوجل حتی ان کان خفقان قلبہ یسمع من بعد کما یسمع خفقان الطیر فی الھواء۔ (۴) آپ تمام امم میں محبوب ومعظم ہیں۔ (۵) قرآن مجید میں ۳۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے صرف

سورۂ بقرہ میں ۱۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے۔ (۶) روی احمد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعًا یحشر الناس حفاۃ عراۃ غرلا فاول من یکسی ابراھیم علیہ السلام (۷) واخرج احمد باسنادہ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رجل للنبی علیہ السلام یاخیر البریۃ فقال ذاك ابراھیم ورواہ مسلم ایضًا۔ وقال ذلك تواضعًا اوقبل العلم بانہ افضل من جمیع الانبیاء حتی من ابراھیم علیہم السلام۔

(۸) ہر نماز میں ہم مسلمان آپ پر بھی درود شریف پڑھتے ہیں کما صلیت علی ابراھیم الخ۔

(۹) آپ نے بامر اللہ تعالیٰ ۱۲۰ سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا۔ اس سے پہلے ختنہ کا حکم نہ تھا اور نہ رواج تھا۔

(۱۰) آپ کی بہت سی اولیات ہیں۔ فعن سعید بن المسیب وغیرہ کان ابراھیم علیہ السلام اول من اضاف الضیف واول من اختتن واول الناس قص الشارب واول الناس رأی الشیب فقال یارب ماھذا فقال وقار فقال یارب زدنی وقارًا واول من استحد واول من لبس السراویل۔ وفی محاضرۃ الاوائل ص۳۷ ان ابراھیم اول من ھاجر فی سبیل اللہ واول من جعلہ اللہ ابا الانبیاء فروی انہ خرج من صلبہ الف نبی الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واول من اضاف الضیفان واول من قلم الاظفار وقص الشارب وثرد الثرید وصافح وعانق وخطب علی المنبر و اول من شاب وعن علی رضی اللہ عنہ کان الرجل یبلغ الھرم ولم یشب وکان الرجل یأتی وفیہم الوالد والولد فیقول ایکم الوالد من الولد فقال ابراھیم علیہ السلام رب اجعل لی شیبا ووقارا اعرف بہ فاصبح رأسہ ولحیتہ ابیضین فقال اللھم زدنی وقارًا۔

ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ہیں بطن ہاجر قبطیہ مصریہ سے۔ پھر اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے بطن سارہ بنت عم الخلیل سے۔ اور تیسری بیوی قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے چھ بیٹے ہیں مدین۔ زمران۔ سرج۔ یقشان۔ نشق۔ عند البعض چھٹے کا نام معلوم نہیں۔ اور چوتھی بیوی حجون بنت امین سے پانچ بیٹے ہیں۔ یعنی کیسان۔ سورج۔ امین۔ لوطان۔ نافس۔ قالہ السھیلی فی کتابہ التعریف والاعلام وابن کثیر فی البدایۃ ج۱ ص۱۷۵۔

وفی بعض کتب التاریخ ولد ابراھیم علیہ السلام لمضی ۱۰۸۱ سنۃ من الطوفان ولمضی ۳۳۲۳ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام ومن غریب الواقع فی التوراۃ ان عمر ابراھیم کان یوم وفاۃ نوح علیہما السلام ۵۳ سنۃ وابراھیم علی رأی بعضھم اب لجمیع الشعوب من بعدہ فلذلك کان الاب الثالث للخلیقۃ من بعد آدم ونوح علیہما السلام وتوفی ابراھیم علیہ السلام لمضی ۳۴۹۸ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام اھ۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

عزیر علیہ السلام۔ آپ جلیل القدر نبی ہیں۔ انتقال کے سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انہیں زندہ کرکے اٹھا دیا۔ اسی طرح آپ کے گدھے کی ہڈیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے گدھے کی شکل دے کر زندہ فرمایا قال اللہ تعالی وانظر الی حمارك ولنجعلك اٰیة للناس وانظر الی العظام کیف ننشزها ثم نکسوها لحمًا۔

بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ عزیرؑ ابن اللہ ہیں۔ قال ابن عباسؓ بعث عزیر بعد بخت نصر۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آپ کا زمانہ داؤد علیہ السلام وزکریا علیہ السلام کے درمیان ہے قال انہ کان فیما بین داؤد وسلیمان و بین زکریا ویحییٰ۔ بنابریں قول آپ کا زمانہ زمانۂ بخت نصر پر مقدم ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں ہے عن انس رضؓ ان عزیرًا کان فی زمن موسیٰ علیہ السلام۔ هذا واللہ اعلم۔

موسیٰ علیہ السلام۔ هو موسیٰ بن عمران بن قاهث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراهیم علیهم السلام۔ مدین سے واپس آتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ افضل الدعاء ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ سب سے افضل دعا جو کسی نے دوسرے کے لیے مانگی ہو وہ کون سی ہے اور کس کی ہے۔ تو جواب میں کہا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا تھی جس میں ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی گئی تھی۔ کیونکہ نبوت افضل نعم اللہ ہے۔

آپ کی والدہ کا نام ایارخا ہے بقول سہیلی وقیل ایاذخت و فی تفسیر القرطبی عن الثعلبی اسمها لوخابنت هاند و فی بعض التفاسیر یوحانذ۔ کذا فی البدایة والنهایة وهو اشبه۔ آپ ذوالعزم نبی و رسول ہیں۔ آپ پر تورات نازل ہوئی۔ جو قرآن کے بعد جامع کتاب ہے۔ قرآن مجید میں آپ کا اور آپ کی کتاب کا ذکر عمومًا ہمارے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوا ہے آپ کی پرورش اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم دشمن یعنی فرعون کے گھر میں کرائی۔ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام نے امتِ محمدیہ پر بڑا احسان کیا کہ آپ کی وجہ سے پچاس نمازیں منسوخ ہو کر پانچ رہ گئیں۔ امت محمدیہ کے بعد دوسرے درجہ پر سب سے زیادہ آپ کی امت ہے۔ آپ کلیم اللہ ہیں ثبت فی الصحیحین فی احادیث الاسراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بموسی وهو قائم یصلی فی قبرہ۔

آپ اللہ تعالیٰ کے وصف جلال کے مظہر تھے روی احمد عن ابی هریرة رضی اللہ عنه موقوفًا قال جاء ملك الموت الی موسیٰ علیه السلام فقال اجب ربك فلطم موسی عین ملك الموت ففقأها ورواه ابن حبان مرفوعًا ثم استشکله ابن حبان واجاب عنه بما حاصله انه علیه السلام

لم یعرفہ لمجیئہ علی غیر صورۃ یعرفہا موسی علیہ السلام فلطمہ لانہ دخل دارہ بغیر اذنہ ھذا موافق لشریعتنا فی جواز فقئ عین من نظر الیک فی دارک بغیر اذن اھ وعن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان ملک الموت کان یأتی الناس عیانًا (ای فی صورۃ انسان) حتی اتی موسی علیہ السلام فلطمہ ففقأ عینہ قال فرجع فقال یا رب ان عبدک موسی فقأ عینی ولولا کرامتہ علیک لشققت علیہ فقال ائت عبدی موسی فقل لہ فلیضع کفہ علی متن ثور فلہ بکل شعرۃ وارت یدہ سنۃ وخیرہ بین ذلک وبین ان یموت الاٰن قال فاتاہ فخیرہ فقال موسی علیہ السلام فما بعد ذلک قال الموت قال فالاٰن اذاً ۔ قال فشمہ شمۃ قبض روحہ قال فجاء بعد ذلک الی الناس خفیًا۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات کی کچھ تفصیل احوال ہارون علیہ السلام میں مذکور ہے ۔

موسیٰ علیہ السلام کی کل عمر بوقتِ وفات ۱۲۰ سال تھی ۔ عشرون من ذلک فی ملک افریدون ملک فارس ومائۃ منہا فی ملک منوشہر وکان ابتداء امرہ من لدن بعثہ اللہ نبیًّا الی ان قبضہ اللہ الیہ فی ملک منوشہر کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص۲۲۵ ۔

موسی علیہ السلام کی وفات ۷ ماہ آذار میں ہوئی ۔ آپ کی وفات کے وقت ہبوطِ آدم علیہ السلام از جنت کے ۳۸۶۸ سال گزر چکے تھے اور طوفان نوح علیہ السلام کے ۱۶۲۶ سال گزر چکے تھے ۔ ہارون علیہ السلام کی وفات گیارہ ماہ قبل ہوئی تھی ۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت مولدِ ابراہیم علیہ السلام کو ۴۲۵ سال گزر گئے تھے ۔ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی ۔ پھر ۴۰ سال میدان تیہ میں گزارے تو آپ کی کل عمر ۱۲۰ سال ہے ۔ بنی اسرائیل کی کل مدت قیام مصر یعنی مصر میں دخول سے لے کر مصر سے خروج و غرق فرعون تک ۲۱۵ سال تھی ۔ کتب تاریخ میں اس سلسلے میں بیان مدت میں بہت کچھ اختلاف ہے ۔

شہر مدین میں موسی علیہ السلام کا عقد نکاح صفورہ بنت یترون سے ہوا ۔ یترون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے ۔ صفورہ اور ان کی بہن لیا کی بکریوں کے لیے آپ نے مدین میں کنوئیں سے پانی نکالا تھا ۔ جو لڑکی آپ کو بلانے کے لیے آئی تھی اس کا نام صفورہ تھا قال اللہ تعالی حکایتہ، فجاءتہ احدٰھما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا ۔ قیل ان یترون کان کاھن مدین والکاھن الحبر وقیل الذی استاجر موسی علیہ السلام اسمہ یثری صاحب مدین وقال بعض المحققین ھو شعیب علیہ السلام وتزوج بنت شعیب وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سألت جبرائیل ای الاجلین قضی موسی (عشر سنین او ثمان) قال اتمہا واکملہا ۔ کذا قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص۲۰۶ ۔

آپ کے عصا کی لمبائی دس گز تھی اور آپ کا قد بھی دس گز تھا۔ یاد رکھیں کہ شرعی گز تقریباً ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے۔ مدین مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنہما خرج موسی من مصر الی مدین وبینہما مسیرۃ ثمان لیال و یقال نحو من الکوفۃ الی البصرۃ۔ آپ کے خسر شعیب علیہ السلام مدین میں رہتے تھے۔

وفی الحدیث المرفوع اصدق النساء فراسۃ امرأتان کلتاھما تفرستا فی موسی علیہ السلام فاصابتا احداھما امرأۃ فرعون حین قالت قرۃ عین لی ولک لا تقتلوہ والاخری بنت شعیب حیث قالت یاابت استأجرہ ان خیر من استأجرت القوی الامین۔ قالوا وتزوج موسی علیہ السلام بالصغرٰی ھذا واللہ اعلم۔

اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔ آپ اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ بعدہٗ اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ بنائے بیت اللہ شریف میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسمٰعیل علیہ السلام بھی شریک تھے۔ کما فی القرآن۔

علماء تاریخ لکھتے ہیں ان اسماعیل علیہ السلام اوّل من رکب الخیل وکانت وحوشا فانتہا ورکبھا وانہ اول من تکلم بالعربیۃ الفصیحۃ البلیغۃ۔ وذکر ابن کثیر فی البدایۃ والنھایۃ ص۱۹۳ ان النبی علیہ السلام قال اول من فتق لسانہ بالعربیۃ البینۃ اسماعیل وھو ابن اربع عشرۃ سنۃ۔ اسماعیل علیہ السلام نے ۱۳۷ برس کی عمر میں وفات پائی ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر اپنی والدہ ہاجرہ کے پاس مدفون ہیں۔

آپ کی قبر میزاب رحمت کے نیچے حطیم کے اندر واقع ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کی روایت ہے قال شکی اسماعیل علیہ السلام الی ربہ حر مکۃ فاوحی اللہ تعالی الیہ انی سأفتح لک بابا الی الجنۃ الی الموضع الذی تدفن فیہ تجری علیک روحھا الی یوم القیامۃ۔ کذا فی البدایۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

ہارون علیہ السلام۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ میدان تیہ کے آس پاس پہاڑ میں یا کسی اور پہاڑ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کا طویل قصہ بعض آثار میں مروی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۲ ص۲۱۶ یقال ان فی جبل احد قبر ھارون اخی موسیٰ علیہما السلام وفیہ قبض فواراہ موسی علیہ السلام فیہ وکانا قدما حاجین او معتمرین وعن ابن دحیۃ ان ھذا باطل بیقین وان نص التوراۃ انہ دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقد یقال لا مخالفۃ لانہ یقال المدینۃ شامیۃ وقیل دفن بالتیہ ھو واخوہ موسی علیہما السلام۔ اھ

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اللہ تعالی لما دعا موسی علیہ السلام یعنی بد عائہ قولہ رب انی لا املك الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین قال فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض، قال فدخلوا التیہ فکل من دخل التیہ ممن جاوز العشرین سنۃ مات فی التیہ قال فمات موسی علیہ السلام فی التیہ ومات هارون علیہ السلام قبلہ قال فلبثوا فی تیہہم اربعین سنۃ وناهض یوشع علیہ السلام بمن بقی معہ مدینۃ الجبارین فافتتح یوشع المدینۃ وعن قتادۃ ان موسی علیہ السلام مات فی الاربعین سنۃ ولم یدخل بیت المقدس منہم الا ابناؤهم اھ۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۲۲۵۔

وفی تاریخ ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۳ الذی علیہ الجمہور ان هارون علیہ السلام توفی بالتیہ قبل موسی علیہ السلام بنحو من سنتین وبعدہ موسی علیہ السلام فی التیہ ایضاً وفیہ ج ۱ ص ۳۱۷ ان موسی علیہ السلام سأل اللہ تعالی عند موتہ ای فی التیہ ان یدنیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر قال ابوهریرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلو کنت ثم لاریتکم قبرہ الی جانب الکثیب الاحمر۔ هذا واللہ اعلم۔

زکریا علیہ السلام ۔ شرح ذلك بانہم کانوا یکفرون بآیٰت اللہ ویقتلون النبیین الآیۃ میں آپ اور یحییٰ علیہما السلام مذکور ہیں۔ آپ یحییٰ علیہ السلام کے والد ہیں قال اللہ تعالیٰ یا زکریا انا نبشرك بغلام اسمہ یحیی لم نجعل لہ من قبل سمیا۔ زکریا علیہ السلام ہی مریم علیہا السلام کے کفیل تھے۔ روی ابوهریرۃ ؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا۔ رواہ احمد۔

وفی المعارف ص ۲۳ تزوج زکریا ایساع ابنۃ عمران اخت مریم ابنۃ عمران واسم ام مریم حنۃ وکان یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام ابنی خالۃ واشاعت الیہود انہ رکب من مریم الفاحشۃ وقتلوہ فی جوف شجرۃ قطعوها وقطعوہ معہا اھ۔ هذا واللہ اعلم۔

شعیب علیہ السلام ۔ آیت واذا استسقی موسی لقومہ الآیۃ اور آیت وباءوا بغضب من اللہ ذلك بانہم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب دیا ہے کیونکہ آپ کا خطاب اپنی قوم سے بڑا بلیغ اور بہترین اسلوب پر مشتمل ہے قال اللہ تعالی والی مدین اخاهم شعیبا۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی جدہ لوط علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ حدیث ابوذرؓ ہے قال علیہ السلام فی ذکر الانبیاء والرسل اربعۃ من العرب هود وصالح وشعیب ونبیك یا اباذر۔ وہب بن منبہ کی روایت ہے ان شعیبا مات بمکۃ ومن معہ من المؤمنین وقبورهم غربی الکعبۃ بین دار الندوۃ ودار بنی سہم۔ کذا قال الحافظ ابن عساکر فی تاریخہ۔

وفی اللقطۃ ص۳۵ بُعث شعیب علیہ السلام الی اصحاب الایکۃ واھل مدین و قد اختلفوا فی نسبہ فقیل من ولد ابراھیم الخلیل علیہ السلام وقیل من ولد بعض المؤمنین بابراھیم وکان الایکۃ من شجر ملتف فلم یؤمنوا فاھلکھم بسحابۃ امطرعلیھم نارًا یوم الظلۃ واھلک اھل مدین بالزلزلۃ۔اھ۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں (ج ا ص ۲۰۶) کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی بھتیجی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کا نام صفورہ بنت یترون تھا اور یترون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ لیکن بہت سے مفسرین کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں ہذا واللہ اعلم۔

حزقیل علیہ السلام۔ آیت فقال لہم اللہ موتوا ثم احیاھم کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ حزقیل بن بوزی علیہ السلام بنی اسرائیل کے نگران تھے یوشع علیہ السلام اور کالب بن یوفنا کے بعد۔

آپ ہی ان ہزارہا انسانوں کے احیاء کا سبب تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک علاقہ میں وبائے طاعون واقع ہونے کی وجہ سے وہاں کے ۳۰ ہزار سے زائد لوگ موت سے ڈرکر اس علاقہ سے نکل گئے اللہ تعالیٰ نے یکدم ان پر موت مسلط کردی اور وہ سارے مرگئے۔ بڑی مدت کے بعد ان کی ہڈیوں پر حزقیل علیہ السلام گزرے تو متفکر ہوکر کھڑے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ہم ان سب کو زندہ کردیں۔ عرض کیا ہاں اے اللہ۔ اللہ نے سب کو زندہ فرمادیا وہ مردے زندہ ہوکر اٹھے اور بیک آواز نعرۂ تکبیر بلند کیا وقیل قالوا سبحانک ربنا وانا نحمدک لا الہ الا انت۔ قال اللہ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لہم اللہ موتوا ثم احیاھم۔ حدیث شریف ہے عن عبد الرحمٰن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا السقم عذب بہ الامم قبلکم فاذا سمعتم بہ فی ارض فلا تدخلوھا واذا اوقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارًا منہ اخرجہ احمد۔ ھذا واللہ اعلم۔

یوسف علیہ السلام۔ ھو یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم علیھم الصلوٰۃ والسلام یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا۔ یوسف علیہ السلام کی ولادت کے بعد راحیل کے بطن سے بنیامین پیدا ہوئے اور ولادتِ بنیامین کی تکلیف میں راحیل کا انتقال ہوا۔

یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے۔ روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ ایساخر۔ زابلون۔ یہ لیا کے بطن سے تھے۔ یوسف۔ بنیامین یہ راحیل کے بطن سے تھے اور بقیہ چار بیٹے باندیوں سے تھے۔ یوسف علیہ السلام بڑے جمیل وحسین تھے۔ بھائیوں نے حسد کی وجہ سے انھیں باپ سے جدا کرکے

ایک قافلے کے ہاتھ بیچ دیا۔ وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ. تفصیل قصہ قرآن میں موجود ہے۔ پھر آپ مصر کے وزیر بنے۔ حدیث اسراء میں ہے فمررت بیوسف واذاھو قد اعطی شطر الحسن ای نصف حسن آدم علیہ السلام قالہ السہیلی قال ابن مسعود وکان وجہ یوسف مثل البرق وکان اذا اتتہ امرأۃ لحاجۃ غطی وجھہ۔

حافظ عینی نے لکھا ہے کہ آپ سات سال سات ماہ سات دن جیل میں رہے قال اللہ تعالیٰ فلما دخلوا علی یوسف آوی الیہ ابویہ الآیۃ۔ بروایت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فراق کے ۸۰ سال کے بعد یوسف اوران کے والد کی ملاقات ہوئی۔ بقول بعض ۸۳ سال کے بعد اور بقول بعض ۳۵ سال کے بعد ملاقات ہوئی۔ وقال بعض العلماء لما صار عمر یوسف علیہ السلام ۱۸ سنۃ کان فراقہ لابیہ وبقیا مفترقین ۲۱ سنۃ ثم اجتمعا فی مصر وبقیا مجتمعین ۱۷ سنۃ وعاش یوسف علیہ السلام ۱۱۰ سنین وکان مولدہ لمضی ۲۵۱ سنۃ من مولد ابراھیم علیہ السلام وکان وفاۃ یوسف علیہ السلام قبل مولد موسی علیہ السلام باربع وستین سنۃ۔

وکانت وفاۃ یوسف بمصر ودفن بھا حتی کان بین موسی وفرعون ما کان فلما سار موسی علیہ السلام من مصر ببنی اسرائیل الی التیہ نبش یوسف علیہ السلام وحملہ معہ فی التیہ حتی مات موسی علیہ السلام فلما قدم یوشع علیہ السلام ببنی اسرائیل الی الشام دفنہ بالقرب من نابلس وقیل عند الخلیل علیہ السلام اھ۔ ھذا واللہ اعلم۔

داؤد علیہ السلام۔ جلیل القدر نبی ہیں قال اللہ تعالیٰ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید انہ اواب انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشورۃ کل لہ اواب وشددنا ملکہ وآتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب۔ داؤد علیہ السلام کئی اوصاف وخصائص کی وجہ سے ممتاز شان رکھتے ہیں۔

اولاً یہ کہ اللہ نے آپ پر زبور نازل فرمائی۔ ثانیاً یہ کہ ان کے تلاوتِ زبور کے وقت پہاڑ اور پرندے بھی متأثر ہوکر شریکِ تلاوت ہوجاتے تھے قال اللہ تعالیٰ یاجبال اوّبی معہ والطیر وألنّا لہ الحدید الآیۃ۔ ثالثاً آپ کے لیے لوہا مٹی اور موم کی طرح نرم فرمادیا تھا جس سے آپ اشیاء ضرورت بناتے تھے۔ رابعاً حلقوں والی زرہ اولاً آپ نے بنائی ہے۔ خامساً آپ اما بعد کے اوّل قائل ہیں اور یہی فصل خطاب ہے۔ سادساً آپ بہت بڑے عابد تھے کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام احب الصلاۃ الی اللہ صلاۃ داؤد۔ واحب الصیام الی اللہ صیام داؤد۔ کان یصوم یوماً ویفطر یوماً۔

سابعاً آپ بڑے خوش آواز تھے فروی عن عبداللہ بن عامر قال اعطی داؤد من حسن الصوت مالم یعط احد قط حتی ان کانت الطیر والوحش ینعکف حولہ حتی یموت عطشا وجوعاً او

حتی ان الانہار لتقف۔ ثامناً روایت ہے ابوہریرہ کی مرفوعاً خُفّف علی داؤد القراءۃ فکان یأمر بدابتہ فتسرج فکان یقرأ القراٰن (ای الزبور) من قبل ان تسرج دابتہ وکان لا یأکل الا من عمل یدیہ۔ رواہ احمد والبخاری۔ تاسعًا۔ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو ملأ اعلیٰ میں جب کہ آپ کی پشت سے تمام اولاد اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی تو داؤد علیہ السلام کی چمک اور روشنی سب سے زیادہ پسند آئی۔ پوچھا اے اللہ یہ کون ہیں۔ فرمایا آپ کا بیٹا داؤد علیہ السلام۔ پھر پوچھا اے اللہ ان کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ سال۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ میری عمر میں سے اسے چالیس سال اور دیدیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتادیا تھا کہ تمہاری عمر ہزار سال ہوگی۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے ..اسال کی عمر پائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آدم علیہ السلام کی عمر بھی پورے ہزار سال کر دی۔ والقصۃ طویلۃ مرویۃ فی الترمذی ومسند احمد وغیرہما۔

داؤد علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ایک ہزار سال مقدم ہے وکانت ولادۃ داود علیہ السلام سنۃ ۳۳۳۳ من ہبوط آدم علیہ السلام وملک ۴۰ سنۃ وتوفی ولہ سبعون سنۃ فی اواخر سنۃ ۵۳۵ من وفاۃ موسی علیہ السلام وفی کتاب تقویم التواریخ وفیہا ای فی سنۃ مولد داؤد علیہ السلام غلب افراسیاب علی الفرس وفیہ اختلاف وفی تاریخ الطبری ان غلبۃ افراسیاب علی منوشہر کان فی زمن موسی علیہ السلام وکان کیقباذ فی زمن داؤد علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

سلیمان علیہ السلام۔ قال اللہ تعالیٰ وورث سلیمان داود وقال یا ایھا الناس عُلّمنا منطق الطیر واوتینا من کل شئ۔ مراد وراثتِ نبوت وملک ہے نہ کہ وراثتِ مالی۔ لقولہ علیہ السلام نحن معاشر الانبیاء لا نورث لا نورث۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان واحوال بالکل نرالے ہیں۔ آپ کی چند خصوصیات یہ ہیں اولاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولی سکھادی تھی۔ ثانیاً۔ آپ تمام حیوانات کی زبان بھی سمجھتے تھے قال اللہ تعالیٰ حتی اذا اتوا علی وادی النمل قالت نملۃ، الی قولہ فتبسم ضاحکًا من قولھا۔ ثالثاً کل انسانوں پر آپ کی حکومت تھی۔ رابعًا۔ انسانوں کے علاوہ کل جنات وشیاطین پر بھی آپ کی حکومت تھی۔ خامسًا۔ پرندوں اور وحوش وغیرہ حیوانات پہ بھی آپ حکومت کرتے تھے اور وہ آپ کے مطیع تھے۔ سادسًا ہوا بھی آپ کے حکم کے مطابق چلتی تھی قال اللہ تعالیٰ فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رُخاءً حیث اصاب۔

سابعًا۔ آپ ایک مہینہ کی مسافت صرف ایک صبح یا ایک شام میں اپنی فوجوں اور تاج وتخت

سمیت ہوا کے دوش پر طے کرتے تھے قال اللہ تعالی ولسلیمان الریح غدوھا شہر ورواحھا شہر۔ ثامنًا۔ آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ بیت المقدس اگرچہ قدیم ہے لیکن سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تجدید کی۔

وفی اللقطۃ ص۳۶ ابتدأ سلیمان علیہ السلام عمارۃ بیت المقدس واقام فیھا سبع سنین و فرغ فی السنۃ الحادیۃ عشرۃ من ملکہ وکان ارتفاع البیت ۳۰ ذراعًا وطولہ ۶۰ ذراعًا فی عرض ۲۰ ذراعًا وعمل خارج البیت سورًا محیطًا بہ امتدادہ ۵۰۰ ذراع وفی السنۃ الخامسۃ والعشرین من ملکہ جاءتہ بلقیس ملکۃ الیمن ومن معھا واطاعتہ جمیع ملوک الدنیا واستمر سلیمان علیہ السلام علی ذلک حتی توفی عمرہ ۵۲ سنۃ۔

وکانت مدۃ ملکہ اربعین سنۃ فیکون وفاۃ سلیمان علیہ السلام فی اواخر سنۃ ۵۷۵ لوفاۃ موسی علیہ السلام وکانت ولادۃ سلیمان علیہ السلام سنۃ ۴۳۹۱ من ھبوط آدم علیہ السلام وملک بعد ابیہ وعمرہ اثنتا عشرۃ سنۃ فی سنۃ ۴۴۰۳ من الھبوط وفیھا توفی داؤد علیہ السلام وابتدأ عمارۃ بیت المقدس فی السنۃ الرابعۃ من ملکہ وھی سنۃ ۵۳۹ لوفاۃ موسی علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔ وفی بعض ھذہ التواریخ اختلاف کثیر وصرح اصحاب التاریخ ان سلیمان علیہ السلام کان قبل عیسی علیہ السلام بنحو ۹۵۰ سنۃ وتولی بخت نصر علی بابل فی سنۃ ۹۵۳ لوفاۃ موسی علیہ السلام وقیل فی سنۃ ۹۷۸ من وفاۃ موسی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔

ادریس علیہ السلام۔ تفسیر وعلم آدم الاسماء کلھا اور تفسیر تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض الآیۃ میں مذکور ہیں۔ قال اللہ تعالی واذکر فی الکتب ادریس انہ کان صدیقًا نبیًا۔ آدم وشیث علیہما السلام کے بعد وہ بنی آدم میں اول نبی ہیں وہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلہ نسب میں واقع ہیں۔

ادریس علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کی حیات میں تین سو آٹھ سال پائے ہیں ان کی طرف بہت سی اولیات منسوب ہیں قیل ھو اول من خط بالقلم واول من تکلم فی علم الرمل واول من تکلم فی الھیئۃ واول من تکلم فی علم الفلک۔ وفی المعارف لابن قتیبۃ منہ ماحاصلہ ان اسمہ اخنوخ فاخنوخ ھو ادریس وھو ابن الیارد بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیھم السلام وانما سمی ادریس لکثرۃ ماکان یدرس من کتب اللہ تعالی وسنن الاسلام و انزل علیہ ثلاثون صحیفۃ وھو اول من خاط الثیاب ولبسھا وکانوا من قبلہ یلبسون الجلود۔ بعض کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام اب تک زندہ ہیں قال ابن عربی رحمہ اللہ فی الباب

الثالث والسبعین من الفتوحات ماحاصله ان العالم لا یخلو زماناواحدًا من قطب یکون فیه کما هو فی الرسل علیهم السلام ولذلک ابقی الله تعالی من الرسل الاحیاء باجسادهم فی الدنیا اربعة ثلاثة مشرّعون وهم ادریس والیاس وعیسٰی وواحد حامل العلم اللدنی وهو الخضر علیهم الصلاة والسلام۔اھ۔

بعض کتابوں میں ہے کہ علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے مأخوذ ہیں۔ البتہ فلسفہ میں جو خلافِ شرع مسائل ہیں وہ فلاسفہ نے اپنی طرف سے داخل کیے ہیں ادریس علیہ السلام ان سے بری ہیں قال ابن عربی فی لواقح الانوار اعلم ان الغلط ما دخل علی الفلاسفة الا من تاویلهم وذلک انهم اخذوا العلم من شریعة ادریس علیه السلام فاوّلوا ما بلغهم من کلامه لما رفع فاختلفوا کما اختلفنا نحن فی کلام نبینا محمد صلی الله علیه وسلم بعد وفاته فاحل هذا العالم ما حرّمه العالم الآخر قال الشیخ وما علمت اخطائی الا من ادریس علیه السلام حین اجتمعت به فی واقعة من الوقائع فاخذت عنه علمه علی وجه الحق انتهی. کذا فی الیواقیت ج ۱ ص۱۰۔

بعض علماء کے نزدیک آپ رسول ہیں اور بقول بعض آپ نبی ہیں نہ کہ رسول۔ آپ کے زمانے میں بھی اختلاف ہے ایک قول پہلے ذکر ہو چکا والثانی ما ذکره البعض انه من ولد شیث علیه السلام بینه وبین شیث بن آدم علیهم السلام اربعة آباء ارسل بعد موت آدم علیه السلام بمائتی سنة۔ ادریس علیہ السلام کی وفات آسمان رابع میں واقع ہوئی تھی وقیل لما مات احیاه الله تعالی وادخله الجنة وهو فیها الآن. کذا فی انسان العیون ج ۱ ص۳۹۶۔ هذا والله اعلم۔

یحیٰی علیہ السلام - یحیٰی و عیسیٰ علیہما السلام معاصر تھے۔ یحیٰی علیہ السلام پر خوف وبکاء کا غلبہ تھا۔ عن قتادة عن الحسنؒ قال ان یحیٰی وعیسی علیهما السلام التقیا فقال له عیسٰی علیه السلام استغفر لی انت خیر منّی فقال له الآخر استغفر لی انت خیر منّی فقال له عیسی علیه السلام سلّمتُ علی نفسی وسلّم الله علیک فعرف۔ اس واقعہ میں اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو یحیٰی علیہ السلام کے بارے میں ہے وسلام علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیًّا۔

وروی ابن عساکر ان ابوی یحیی خرجا فی تطلّبه فوجداه عند بحیرة اردن فلما اجتمعا به ابکاهما بکاءً شدیدًا لما هو فیه من العبادة والخوف من الله عزوجل۔ وروی ابن المبارکؒ عن وهیب قال فقد زکریا ابنه یحیی ثلثة ایام فخرج یلتمسه فی البریة فاذا هو قد احتفر قبرًا وقام فیه یبکی علی نفسه فقال یا بُنیّ انا اطلبک من ثلثة ایام وانت فی قبر قد احتفرته قائم تبکی فیه فقال یا ابت الست انت اخبرتنی ان بین الجنة والنار مفازة لا تقطع الا بدموع البکّائین فقال له ابک یا بُنیّ فبکیا جمیعًا۔

یحییٰ علیہ السلام کو بعد میں شہید کر دیا گیا۔ قتل کے مختلف اسباب مفسرین ومؤرخین ذکر کرتے ہیں۔ قتل مسجد اقصیٰ میں صخرہ پر ہوا۔ جہاں پر تشتر انبیاء اور بھی شہید کیے گئے تھے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بخت نصر نے اس قتل کا بدلہ لینے کے لیے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کیے۔

ابن عساکر زید بن واقد سے روایت کرتے ہیں کہ جامع مسجد دمشق جس کے مینار پر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے کی تعمیر کے وقت ایک غار میں ہمیں یحییٰ علیہ السلام کا سر صندوق میں ملا فعن زید بن واقد قال وكلني الخليفة الوليد على العمال في بناء جامع دمشق فوجدنا فيه مغارة فعرفنا الوليد ذلك فوافانا في الليل وبين يديه الشمع فنزل فاذا هي اي المغارة كنيسة لطيفة ثلاثة اذرع في ثلاثة اذرع واذا فيها صندوق ففتح الصندوق فاذا فيه سفط وفي السفط رأس يحيى بن زكريا عليهما السلام مكتوب عليه هذا رأس يحيى بن زكريا فأمر به الوليد فرده الى مكانه وقال اجعلوا العمود الذي فوقه مغيرا من بين الاعمدة فجعل على الرأس عمود مسفط الرأس. وفي رواية عن زيد بن واقد ان ذلك الموضع كان تحت ركن من اركان القبة يعني قبل ان تبنى قال وكان على الرأس شعر وبشر وذكر في البداية ج ۹ ص ۱۵۶ قال زيد بن واقد حضرت رأس يحيى بن زكريا وقد اخرج من الليطة القبلية الشرقية التي عند مجلس بجيلة فوضع تحت عمود الكاسة قال الاوزاعي هو العمود الرابع المسفط انتهى۔

قد جاء في بعض الروايات ان يحيى عليه السلام هو الذي يذبح الموت يوم القيامة يضجعه ويذبحه بشفرة تكون في يده والناس ينظرون اليه والموت يكون في صورة كبش املح فيوقف على سور بين الجنة والنار وقيل الذي يذبح الموت جبريل عليه السلام. هذا والله اعلم۔

عیسیٰ علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ آپ کئی اوصاف میں صف انبیاء علیہم السلام میں ممتاز ہیں۔ اولاً یہ کہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ ثانیاً وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ ثالثاً وہ آج تک زندہ ہیں۔ رابعاً وہ آسمان پر ہیں کما ثبت في صحيح الروايات وبنص القرآن۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر ابھی تک زندہ ہیں اور یہ معنی ہے اس آیت کا ورفعناه مكانا عليا لیکن یہ صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے۔ خامساً۔ آپ قیامت سے کچھ قبل زمین پر نزول فرما کر دجال کو قتل کریں گے۔ سادساً۔ آپ پہلی نماز امت محمدیہ میں سے ایک شخص یعنی امام مہدی کے پیچھے با جماعت ادا فرمائیں گے وهذا اكرام عظيم لله تعالى لامة محمد صلى الله عليه وسلم۔

سابعاً۔ آپ نے خصوصی طور پر نبی علیہ السلام کا نام احمد لے کر ان کے آنے کی بشارت دی قال الله تعالى حكاية يأتي من بعدي اسمه احمد۔ ثامناً حدیث ہے عن ابي هريرة مرفوعا كل

بنی آدم یطعن الشیطان فی جنبه حین یولد الا عیسی بن مریم۔ ذھب یطعن فطعن فی الحجاب۔ اخرجہ احمد۔ تا سعًا پیدا ہونے کے فوراً بعد آپ نے کلام کیا۔ اور اپنی والدہ کی برأت اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا قال اللہ تعالیٰ ویکلم الناس فی المھد۔ کما صرح به القرآن۔ اس وصف میں یعنی وصف کلام فی المھد میں آپ کے شرکار تین چار اشخاص اور بھی ہیں۔ عاشراً۔ آپ کی والدہ بقول بعض علما نبیہ تھیں۔ ابوالحسن اشعریؒ وغیرہ بعض علما۔ کہتے ہیں کہ سلسلۂ نبوت عورتوں میں بھی جاری تھا۔ اور مریمؑ نبیہ تھیں۔ لیکن جمہور امت کی رائے اس کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک نبوت خاصۂ رجال ہے۔

وفی کتب التاریخ ان عیسٰی علیه السلام اذا نزل من السماء یتزوج امرأة من جذام قبیلة بالیمن ویولد له ولدان یسمی احدھما محمدًا والاخر موسٰی یمکث اربعین سنة وقیل خمسًا واربعین سنة وقیل سبع سنین کما فی مسلم وقیل ثمان سنین وقیل تسعًا وقیل خمسًا ویدفن اذا مات فی روضة النبی صلی اللہ علیه وسلم وقیل فی حجرته صلی اللہ علیه وسلم ای عند قبره الشریف وقیل فی بیت المقدس وقیل یدفن معه صلی اللہ علیه وسلم فی قبره ویؤیده ما ورد ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی من قبر واحد بین ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما۔ ھذا واللہ اعلم۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ آپؐ کا سلسلۂ نسب عدنان تک پہنچتا ہے۔ لہذا آپؐ عدنانی ہیں نہ کہ قحطانی۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔

سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان سے آگے اہل تاریخ و اخبار میں اختلاف ہے۔ عبدالمطلبؓ کو شیبۃ الحمد بھی کہا جاتا تھا لکثرۃ حمد الناس له او لانه ولد وفی رأسه شیبه۔

عبدالمطلب کا اصل نام عامر تھا، ۱۴۰ سال کی عمر پائی۔ انھیں عبدالمطلب اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے چچا مطلب نے ان کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ لاتے ہوئے اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا وہ چھوٹے تھے اور کپڑے پھٹے پرانے تھے تو لوگوں نے کہا کہ یہ مطلب کا عبد ہے۔

وقال البعض ان عبد المطلب یقول للناس السائلین ھذا عبدی حیاءً فلما دخل مکة احسن من حاله و اظھر انه ابن اخیه۔

ہاشم کا اصل نام عمرو العُلا تھا سمی ھاشما لھشم الثرید واطعامه الناس۔ عبدمناف کا نام مغیرہ تھا قصی کا نام زید تھا وعن الشافعیؒ ان اسمه یزید۔

عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں (۱) عبد اللہ وھو والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) زبیر (۳) ابوطالب ان کا نام عبد مناف تھا (۴) عباس (۵) ضرار (۶) حمزہ (۷) مقوم (۸) ابولہب اور اس کا نام عبد العزیٰ تھا (۹) حارث (۱۰) غیداق۔ اور اس کا نام حجل تھا۔ یہ ہیں اعمام نبی علیہ الصلوۃ والسلام۔ بنات عبدالمطلب یعنی عمات نبی علیہ السلام کے نام یہ ہیں (۱) عاتکہ (۲) امیمۃ (۳) بیضاء اور یہ ام حکیم کے نام سے مشہور ہیں (۴) برۃ (۵) صفیہ (۶) اروی۔

عبداللہ والد نبی علیہ السلام کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمر بن عائذ ہے۔ فاطمہ کے علاوہ عبد المطلب کی بیویوں کے نام یہ ہیں نُتیلہ۔ ھالہ۔ لُبنیٰ۔ صفیہ۔ ممنعہ۔ فاطمہ زوجہ عبدالمطلب کی اولاد یہ ہیں عبد اللہ۔ زبیر۔ ابوطالب۔ عاتکہ۔ امیمۃ۔ بیضاء۔ برۃ۔ عبدالمطلب کی دوسری زوجہ نتیلہ بنت کلیب بن مالک ہے۔ نتیلہ کی اولاد یہ ہیں عباس و ضرار۔ عبدالمطلب کی تیسری زوجہ ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔ ہالہ کی اولاد تین ہیں حمزہ۔ مقوم۔ صفیہ۔ عبدالمطلب کی چوتھی زوجہ لبنیٰ تھی جو قبیلہ خزاعہ سے تھی لبنیٰ کا ایک بیٹا تھا یعنی ابولہب۔ عبدالمطلب کی پانچویں زوجہ کا نام صفیہ بنت جندب من بنی عامر بن صعصعہ ہے۔ صفیہ کی اولاد دو ہیں حارث و اروی۔ عبدالمطلب کی چھٹی زوجہ خزاعیہ ہے اس کا نام ممنعہ بنت عمرو ہے اس کا ایک بیٹا تھا یعنی غیداق۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۵۲۔

نسب آمنۃ ام النبی علیہ السلام۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ جس طرح نبی علیہ السلام کے والد عرب میں سب سے زیادہ شریف خاندان سے متعلق تھے اسی طرح آپؐ کی والدہ کا خاندان بھی نہایت شریف تھا۔

والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ۔ تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نبی علیہ السلام کا کوئی خال (ماموں) یعنی آمنہ کا کوئی بھائی بھی تھا یا نہیں۔ البتہ بنو زہرہ کہتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے اخوال ہیں کیونکہ آمنہ ان کے قبیلہ سے تھیں۔ عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو ہے یہ بنو نجار سے تھی بنو نجار انصار مدینہ میں ایک قبیلہ کا نام ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام واقعہ فیل کے سال میں پیدا ہوئے تھے اور بقول بعض واقعہ فیل کے تیس سال بعد پیدا ہوئے تھے اور بقول امام حاکمؒ چالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ آپؐ کے تولد کا سال عام فیل ہے۔ بالاتفاق آپؐ ربیع الاول میں سوموار کے دن اس دنیا میں تشریف لائے۔

لیکن تاریخ تولد میں مشہور چار اقوال ہیں۔ (۱) دو ربیع الاول (۲) آٹھ ربیع الاول۔ (۳) دس ربیع الاول۔ (۴) بارہ ربیع الاول۔ اور وفات بروز سوموار بوقتِ چاشت یعنی بوقت صبح بارہ ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی اور منگل کے دن زوالِ شمس کے بعد اور بقول بعض بدھ کی رات مدفون ہوئے۔ بوقتِ وفات آپؐ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

سوموار کے دن کو اسلام میں یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ اسلام کے بہت سے تاریخی امور اس دن میں واقع ہوئے قال الحاکم ابو احمد ولد النبیّ علیہ السلام یوم الاثنین ونُبِّئَ یوم الاثنین وھاجَرَ من مکۃَ یوم الاثنین ودَخَلَ المدینۃَ یوم الاثنین وتوفّیَ یوم الاثنین وعن ابن عباسؓ وُلِدَ یومَ الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ النبوۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وھاجر الی المدینۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ البقرۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وتوفّی یوم الاثنین فی ربیع الاول۔

اس میں اختلاف ہے کہ نبی علیہ السلام کی پیدائش رات کو ہوئی یا دن کو۔ یاد رکھیے کہ اسلام میں رات مقدم ہوتی ہے دن پر۔ لہذا سوموار کی رات وہ ہے جو سوموار کے دن سے مقدم ہو تو بقولِ بعض آپؐ رات کو پیدا ہوئے۔ والدلیل ما روی عن عثمان بن ابی العاص عن امۃ رضی اللہ عنہا انہا شھدت ولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلاً قالت فما شیئ انظر الیہ من البیت الا نوراً وانی لا نظر الی النجوم تدنوحتی انّی لاقول لتقعن علیّ۔

اور بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ آپؐ دن کو پیدا ہوئے لقولہ علیہ السلام بعد ما سُئِل عن صوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدتُّ۔ لیکن دونوں قولوں میں بہت سے علماء۔ واہلِ کشف یوں تطبیق کرتے ہیں کہ فجر سے کچھ قبل آپؐ کے تولد کی ابتداء ہوئی اور فجر کے بعد تولد کی تکمیل ہوکر آپؐ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اہل کشف لکھتے ہیں کہ ہر رات میں جو مختصر ایک وقتِ قبولیت ہے یہ وہ وقت ہے جس میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا تولد ہوا اور وہ فجر سے کچھ پہلے ہوتا ہے اس وقت اہل کشف اور اہل بصیرت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے دروازے کھلتے دیکھتے ہیں۔

علامہ سہیلیؒ واقدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ تولد کے فوراً بعد نبی علیہ السلام نے بزبانِ فصیح ان الفاظ پر تکلم فرمایا جلالُ ربی الرفیع اور بعض علماء کے نزدیک یہ تکلم فرمایا اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرًا وسبحان اللہ بکرۃً واصیلاً۔ اس بات میں کوئی بُعد نہیں کہ ان سب پر تکلم فرمایا ہو ولادت کے ساتویں دن عبدالمطلب نے آپؐ کا عقیقہ کیا اور نام محمد رکھا اور کہا آرزو ہے کہ آن یحمدہٗ اللہ فی السماء ویحمدہٗ الناس فی الارض۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا نام مبارک محمد اشہر اسماء ہے

نبی علیہ السلام کے دو نامِ مبارک زیادہ مشہور ہیں۔ (۱) محمد (۲) احمد۔

کتاب شفاء میں ہے کہ محمد و احمد دو عجیب و شریف نام ہیں۔ آپؐ کے زمانے سے قبل کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کوئی ان سے موسوم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام لوگوں کے تصرف سے محفوظ رکھے تھے تاکہ نبی آخر الزمانؐ کی نبوت میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ البتہ جب آپؐ کے تولد کا زمانہ بالکل قریب ہوا اور اہلِ کتاب باقاعدہ اپنی مجلسوں میں بتاتے تھے کہ بس اب عن قریب ہی ایک نبی ظاہر ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا تو بعض لوگوں نے اس توقع سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید وہ شرفِ نبوت ہمارے بیٹے کو حاصل ہو جائے۔ لیکن ان کی وجہ سے ہمارے نبی علیہ السلام کی نبوت میں کوئی اشتباہ نہیں آیا کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

تولد کے بعد اولاً آپؐ کو ثوبیہ نے چند روز تک دودھ پلایا۔ ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی پھر حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہؓ مستقل مرضعہ مقرر ہوئیں قالت حلیمۃ کان محمد یشب فی الیوم شباب الصبی فی شھر۔ نبی علیہ السلام ماں کے بطن میں تھے کہ ان کے والد عبداللہ وفات پا گئے۔ لیکن یہ بات واقدی کے نزدیک مشکوک ہے۔ امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے تولد کے آٹھ ماہ بیس دن کے بعد عبداللہ کی وفات ہوئی۔ آپؐ کے سرپرست آپؐ کے جد عبدالمطلب تھے۔ جب آپؐ چھے یا آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا اور عبدالمطلب نے آپؐ کے بارے میں ابوطالب کو وصیت کی اور تاکید کی۔

اور جب آپؐ کی عمر چھے سال یا چار سال کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کا انتقال مقام ابواء میں ہوا۔ ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اور آپؐ کے والد عبداللہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

ابھی دو سال قبل مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں مدینہ منورہ میں جب اُس گھر کو مسمار کیا گیا جس میں نبی علیہ السلام کے والد عبداللہ مدفون تھے تو کھدائی اور زمین ہموار کرنے کے دوران حکومتِ سعودی کے کارندوں نے دیکھا کہ عبداللہ قبر میں بالکل صحیح سالم تھے۔ اسی گھر میں چند صحابہ کی بھی قبریں تھیں ان کے بدن بھی بالکل صحیح سالم تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے کرشمے ہیں۔ دنیا کے عام اخباروں میں اس قصے کی باقاعدہ تفصیل شائع ہوئی جس سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی کھدائی کے اس واقعہ سے اس بات کی بھی تائید ہوئی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین مغفور ہیں

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ وہ اہل فترت میں سے تھے اور زمانۂ فترت میں چونکہ کوئی صحیح دین موجود نہیں تھا لہٰذا اس میں صرف

توحید ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نبی علیہ السلام کے والدین بھی موحد تھے۔

قول ثانی توقف ہے یعنی یہ معاملہ سپرد و مفوض الی اللہ ہے۔

قول ثالث۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے چند لمحوں کے لیے دوبارہ زندہ کیا اور دونوں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت اور سارے دین اسلام پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ وفات پاگئے۔ اور ان کا دوبارہ زندہ کیا جانا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور آپ کی خصوصیات بہت سی ہیں لہذا اس احیاء میں اور قبول ایمان بعد الموت میں کوئی بُعد نہیں ہے۔ بعض علماء کے نزدیک حجۃ الوداع میں یا اس کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین کے احیاء کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ لہذا جو احادیث ان کے عدمِ ایمان پر دال ہیں وہ اس واقعہ سے مقدم ہیں۔ کما روی مسلم انّ رجلاً قال یا رسولَ اللہ اَینَ اَبِی؟ قال فی النار فلما قفیٰ دعاہ فقال اِنّ اَبِی و اَباکَ فی النار۔ وما روی الحاکم عن ابن مسعود رض انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلسَ الی قبرٍ فناجاہ طویلاً ثم بکیٰ فبکینا لبکائہ وفیہ فقال ما اَبکاکم فقلنا بکینا لبکائک فقال اِنّ القبرَ الذی جلستُ عندہ قبر امنۃ وانّی استأذنتُ ربّی فی زیارتھا فاذِن لی وانّی استأذنتُہ فی الاستغفار فلم یأذن لی۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رض سے آپ کی شادی ہوئی۔ چالیس سال کی عمر ہونے پر آپ کو نبوت ملی پھر تیرہ سال نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات پاگئے۔ قال الحاکم وبدءُ الوجع برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت میمونۃ یومَ الاربعاء للیلتین بقیتا من شھر صفر۔ مرض وفات کئی دن تک جاری رہا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے ہوئے اول قاسم اور اسی کے پیش نظر آپ کو ابوالقاسم کہتے ہیں۔ قاسم دو سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ دوسرے بیٹے عبداللہ تھے۔ انھیں طیب وطاہر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ بقولِ بعض طیب وطاہر دو اور بیٹے ہیں قاسم وعبداللہ کے سوا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے لہذا حضرت خدیجہ رض سے صرف دو بیٹے قاسم وعبداللہ پیدا ہوئے تھے آپ کے ایک تیسرے بیٹے ابراہیم مدینہ منورہ میں ۸ھ میں پیدا ہوئے ان کا نام ابراہیم تھا اور وہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پاگئے۔ ابراہیم کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ ہے۔

نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور چاروں حضرت خدیجہ رض کے بطن سے تھیں۔ اول زینب رض زوجہ ابوالعاص بن ربیع رض (۲) فاطمہ رض زوجہ علی بن ابی طالب رض (۳) رقیہ رض زوجہ عثمان بن عفان رض (۴)

ام کلثوم رضی زوجہ عثمان بن عفان رض۔ جب رقیہ رض کی وفات ہوئی تو ام کلثوم رض کے ساتھ عثمان رض کا عقد ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رض کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ حضرت رقیہ رض کی وفات رمضان شریف سنہ ۲ھ میں ہوئی اور حضرت ام کلثوم رض نے شعبان سنہ ۹ھ میں وفات پائی۔

حضور علیہ السلام کی اولاد از خدیجہ رض میں سب سے بڑے قاسم تھے پھر زینب رض پھر رقیہ رض پھر ام کلثوم رض پھر فاطمہ رض۔ تو فاطمہ رض سب سے چھوٹی ہیں اور بقول بعض علما۔ ام کلثوم رض فاطمہ رض سے چھوٹی ہیں یہ سب نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے پھر نبوت کے بعد مکہ میں عبداللہ پیدا ہوئے پھر ابراہیم مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور تمام اولاد حضرت خدیجہ رض سے ہے سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے ہیں۔ اور سب کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل ہوئی سوائے حضرت فاطمہ رض کے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھے ماہ زندہ رہیں۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے نام یہ ہیں خدیجۃ ثم سودۃ ثم عائشۃ ثم حفصۃ و ام حبیبۃ و ام سلمۃ و زینب بنت جحش و میمونۃ و جویریۃ و صفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے چار مؤذنین تھے بلال و ابن ام مکتوم مدینہ منورہ میں و ابو محذورہ مکہ میں و سعد القرظ قبا میں رضی اللہ عنہم۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا ہے سنہ ۱۰ھ میں اور چار عمرے کیے ہیں اور بنفس نفیس پچیس غزوات میں شریک ہوئے ہیں کما قال محمد بن اسحٰق۔ اور بعض کے نزدیک غزوات کی تعداد ستائیس ۲۷ ہے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سرایا ۵۶ ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

ابناء ابراہیم علیہ السلام قال اللہ تعالیٰ ووصّٰی بھا ابراھیم بنیہ الآیۃ۔ ابراہیم علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے۔ ابن حبیب مؤرخ اپنی کتاب المحبر، ص ۳۹۴ پر لکھتے ہیں بنو ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اسماعیل و امہ ھاجر ام ولد (۲) و اسحاق و امہ سارۃ بنت لابن بن بثویل بن ناحور (۳) و مدن و (۴) مدون و (۵) یقشان و (۶) زمرون و (۷) اَشبُق و (۸) شُح و امھم قنطورا ابنت مقطور من العرب العاربۃ۔ فسیّر ابراھیم علیہ السلام مدون و اَشبُق و شح وضم الباقین فوقع ھؤلاء الثلاثۃ الی خراسان فتناسلوا بھا فترکُ خراسان منھم۔ انتھی۔

مؤرخ ابن حبیب کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں سارہ و قنطورا و ہاجر۔ ہاجر میں اختلاف ہے کہ یہ ان کی زوجہ تھیں یا مملوکہ ام ولد تھیں۔ ہاجر و سارہ کی وفات کے بعد ہی قنطورا سے شادی ہوئی تھی۔

امام طبری اپنی تاریخ ج ۱ ص ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ سارہ و ہاجر کے انتقال کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے دو عربی النسل عورتوں سے شادی کی دونوں عرب عاربہ سے تھیں۔ ایک زوجہ کا نام حجور بنت ارہیر تھا۔ ان سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) کیسان (۲) شورخ (۳) امیم (۴) لوطان (۵) نافس۔ اور دوسری زوجہ کا نام قنطورا بنت مفطور تھا۔ ان سے چھٹے بیٹے پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں (۱) مدن (۲) مدین (۳) یقسان (۴) زمران (۵) یسبق (۶) سوح۔ بعض اہل تاریخ نے یسبق کا نام یسباق اور سوح کا نام ساح لکھا ہے۔ یقسان اپنی اولاد سمیت مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے اور مدین و مدن دونوں ارضِ مدین میں جا بسے۔ اور انہی کے نام سے مدین موسوم ہے اور باقی بیٹے مختلف ملکوں میں متفرق آباد ہوئے۔

ان بیٹوں نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی یا ابانا اَنزلتَ اسماعیل و اسحاق معك و اَمرتنا ان ننزِلَ ارضَ الغُربةِ والوَحشةِ فقال ابراهیم بذلك اُمِرتُ فعلّمهم اسمًا من اَسماء الله تعالیٰ فکانوا یَستَسقُون به ویَستَنصِرون فمنهم مَن نَزَلَ خراسان فجاءَتهم الخزر فقالوا ینبغی للذی عَلّمکم هذا اَن یکونَ خیرَ اهلِ الارضِ اومَلِكَ الارضِ۔ انتھی ماذکرابن جریر۔

شعیب علیہ السلام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں قال ابن حبیب فی المحبر ص ۳۸۹ وکان من ولد مدین بن ابراهیم علیه السلام۔ شعیب بن یوبب بن عیفا بن مدین۔ ومالك بن ذُعر بن یوبب بن عیفا الذی استخرج یوسف علیه السلام من الجب۔ هذا والله اعلم۔

ابناء اسمٰعیل علیہ السلام۔ اسماعیل علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے ان کی تعداد و اسماء میں اصحابِ تاریخ کا اختلاف ہے۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۲ ص ۴۹ پر لکھا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے اسماء یہ ہیں نابت۔ قیدار۔ اَدبیل۔ مبسم۔ مشمع۔ دوما۔ دوام۔ مسّا۔ حداد۔ تیما۔ یطور۔ نافش۔ ثم قال وکل هؤلاءِ قد اَنسَلَ ولما قبض اسماعیل علیه السلام قام بالبیت بعدهٗ نابت بن اسمٰعیل ثم قام من بعدهٖ اناس بن جرهم لغلبة جرهم علیٰ ولد اسماعیل علیه السلام۔ اھ۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ نابت۔ قیدر۔ ادبیل۔ میشا۔ مسمع۔ دما۔ ماس۔ ادد۔ وطور۔ نفیس۔ طما۔ قیدمان۔ اکثر عرب نابت وقیدر کی اولاد ہیں۔ قال وامهم اسمها السیدة بنت مضاض بن عمرو الجرهمی وهی التی قال لها ابراهیم علیه السلام اذ قدم مکة وهی زوجة اسمٰعیل علیه السلام قولی لزوجك اذا جاء قد رضیتُ لك عتبة بابك اھ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۱۔

ابن حبیب مؤرخ محبّر میں لکھتے ہیں اسماء ولد اسماعیل علیہ السلام قیذر۔ نَباوذ (وھونبث) آذبَل۔ منشا۔ مشماعۃ۔ دوما۔ ماش۔ آذور۔ طیما۔ یطور۔ نبش۔ قَیذم۔ کتاب المحبر ص۳۸۶۔ ھذا و اللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اولادِ یعقوب علیہ السلام۔ اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی بیوی کا نام رفقا بنت بتویل بن الیاس ہے۔ ان کے بطن سے عیص بن اسحاق و یعقوب بن اسحاق علیہما السلام پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ دونوں توأمین تھے۔ عیص بڑے تھے عیص کی شادی بسمہ بنت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوئی بسمہ کے بطن سے روم بن عیص پیدا ہوا۔ ساری رومی قوم روم بن عیص کی اولاد ہے۔

یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کی بیوی کا نام لیا بنت لیان بن بتویل بن الیاس ہے۔ پس لیا آپ کے خال کی بیٹی ہیں۔ پھر لیا کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل بنت لیان بن بتویل بن الیاس سے عقد نکاح کیا۔ لیا کے بطن سے چھ۶ بیٹے پیدا ہوئے یعنی روبیل اور یہ سب سے بڑے ہیں۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ زبالون۔ یسحر وقیل فی یسحر یشحر بلیا سے ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام دینہ تھا۔ اور راحیل کے بطن سے دو بیٹے تھے یعنی یوسف علیہ السلام اور بنیامین۔

یعقوب علیہ السلام کی دو باندیاں تھیں ایک کا نام زلفہ اور دوسری کا نام بلھہ تھا۔ ان دو باندیوں کے بطن سے چار بیٹے تھے یعنی دان۔ نفتالی۔ حادر۔ آشر۔ لہذا یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے اور یہی بارہ بیٹے بنی اسرائیل کے بارہ اَسباط ہیں۔ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۳۔ اکثر انبیاء بنی اسرائیل اور سلاطین بنی اسرائیل ان بارہ اسباط یعنی اولادِ یعقوب علیہ السلام میں سے ہیں۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ فدعا لہ اسحاق ان یجعل اللہ فی ذریتہ الانبیاء والملوک ودعا لعیص ان تکون ذریتک عدداً کثیرا کالتراب ولا یملکھم احد غیرھم۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص۱۶۴۔

وقیل ان یعقوب جمع بین الاختین راحیل ولیا ابنتی لیان بن بتویل بن الیاس وکان الناس یومئذ یجمعون بین الاختین الی ان بعث اللہ تعالی موسی علیہ السلام وانزل علیہ التوراۃ فذلک قولہ تعالی وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ یقول جمع یعقوب بین لیا وراحیل۔ قالہ الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص۱۶۵۔ قال وماتت راحیل فی نفاسھا ببنیامین فکان الغلامان یوسف وبنیامین فی حجر یعقوب علیہ السلام فاحبّھما وعطف علیھما لیُتْمھما من اُمّھما وکان اَحبّ الخلق الیہ یوسف علیہ السلام فحسدہ اخوتہ ورأی یوسف فی المنام کأنّ احد عشر کوکباً والشمس والقمر رأھم ساجدین لہ فحدّث اباہ فقال یا بنیّ لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیداً ان

الشیطان للانسان عدو مبین۔

یعقوب علیہ السلام کی ایک بیٹی ایوب علیہ السلام کے عقدِ نکاح میں تھیں وھو ایوب بن موص ابن رغویل وکان ابو ایوب ممن اٰمن بابراھیم علیہ السلام یوم احراق نمرود وکانت زوجتہ التی امر بضربھا بالضغث ابنۃ لیعقوب بن اسحاق علیھما السلام یقال لھا لیا کان یعقوب زوجھا منہ۔ بعض مؤرخین کی رائے میں ایوب علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے ہم زمان نہیں بلکہ بہت متأخر اور نسل عیص بن اسحاق سے ہیں۔

مجبر ص ۳۸۶ میں ہے کہ اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے عیص و یعقوب علیہ السلام وھو اسرائیل علیہ السلام۔ قال فیہ واسماء وُلد یعقوب شمعون وروبیل ویھوذا ولاوی و یساخر وزبلون ودِنیا (وامھم اُلیۃ بنت احبن بن بتویل بن ناحور) وجاذ واُشیر (وامھما بلھا اٰمۃ راحیل) ویوسف وبنیامین (وامھما راحیل اخت اُلیۃ) ودان ونفتالی (وامھما زلفا امۃ اُلیۃ)

فمن وُلد لاوی بن یعقوب موسیٰ وھارونؑ علیھما السلام۔ ابنا عمران بن قاھث بن لاوی ابن یعقوب وزکریا بن یشوی وابنہ یحییٰ من ولد ھارون بن عمران وقارون بن یصھر بن قاھث ابن لاوی۔ والسامری۔ واسمہ میخا بن رعویل بن قاھث بن لاوی وام موسیٰ اسمھا یوخابذ بنت لاوی وھی عمۃ ابیہ۔

ومن ولد یھوذا سلیمان بن داؤد بن اِیشی بن عُوبذ بن باعذ بن شلمون بن نحشون بن عمینا ذب بن اٰرم بن حضرون بن فارص بن یھوذا ومن بنی لاوی ایضًا قریضۃ والنضیر وھذل من یھود المدینۃ بنو النحام بن یحوم بن عوف بن قیس بن فنحاص بن العازر بن الکاھن بن ھارون ابن عمران بن قاھث بن لاوی۔

ومن ولد یوسف النبی علیہ السلام الیسعؑ بن عدی بن شوتلم بن اِفرایم بن یوسف بن یعقوب علیھما السلام۔ ویوشع بن نون بن اِفرایم بن یوسفؑ ھو فتی موسیٰ علیہ السلام وکان یونس بن متی من ولد بنیامین بن یعقوب وکان من ولد العیص بن اسحاق ایوبؑ علیہ السلام بن زارح بن اٰموص بن لیفرز بن العیص بن اسحاق۔ والخضرؑ۔ وھو خضرون بن عمایل بن فلان بن العیص۔ و الیاسؑ بن تشبین بن العازر بن الکاھن بن ھارون علیہ السلام۔ انتھی بلفظہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

تمت خلاصۃ کتابی مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء

ہاروت وماروت - قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت و ما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء و زوجہ الآیۃ۔ ہاروت و ماروت کے بارے میں مفسرین نے بڑا طویل کلام کیا ہے بعض کے نزدیک یہ دو بادشاہوں کے نام تھے۔ اس قول والے کی تائید ہوتی ہے قراءتِ الملکین بکسر لام سے اور بعض علماء لکھتے ہیں کہ یہ دو فرشتے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بطورِ امتحانِ انسان سحر سکھانے کے لیے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے انسان کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ بھی امتحان کا ایک طریقہ ہے۔ بقولِ بعض ہاروت و ماروت زمانۂ ادریس علیہ السلام میں تھے۔

یہ تو ہے ہاروت و ماروت علیہما السلام کے بارے میں اجمالی بیان اور اس بیان میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ باقی بعض مفسرین نے جو اُن کا ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اصولِ اسلام کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی صحیح حدیث نہیں پہنچی اس لیے ہمارا ان مغیبات کی تفصیل میں جانا اور اس قصے کو صحیح تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔

وہ قصہ یہ ہے کہ فرشتوں کو انسان کی مخالفت و معاصی سے تعجب ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کہنے لگے کہ اگر ہم انسان کی جگہ پر ہوتے تو اے اللہ ہم معاصی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی جماعت میں سے دو فرشتے منتخب کرلو۔ فرشتوں نے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بصورتِ بشر زمین پر بھیجا اور دونوں میں قوتِ شہویہ پیدا فرمادی۔ یہ دونوں فرشتے زمین پر انسانوں کے مابین عدل و انصاف سے فیصلے کرتے رہے تاآنکہ دونوں ایک حسین عورت زہرہ نامی کے عشق میں مبتلا ہوئے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا مطالبہ کیا۔ تو زہرہ نے بایں شرط ان کا مطالبہ تسلیم کیا کہ وہ بت کی پرستش شروع کردیں یا شراب پی لیں یا کسی انسان کو قتل کردیں۔

ہاروت و ماروت نے زہرہ کی شرط قبول کرلی پھر زہرہ نے ان سے وہ علم سیکھا جس کے طفیل وہ آسمان پر جاسکتے تھے چنانچہ زہرہ بھی آسمان پر چلی گئی۔ آسمان ہی میں اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو مسخ کرکے وہ ستارہ بنادیا جسے آج کل زہرہ ستارہ کہتے ہیں جو عموماً شام کے وقت مغرب کی طرف چمکتا نظر آتا ہے اس کے بعد دونوں فرشتوں نے آسمان پر جانا چاہا لیکن نہ جاسکے اللہ تعالیٰ نے قوتِ صعود ان سے چھین لی۔ پھر دونوں کو عذابِ دنیا و عذابِ آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا دونوں نے عذابِ دنیا پسند کیا چنانچہ وہ دونوں فرشتے آج تک عذاب میں مبتلا ہیں۔

ایک روایت میں ہے فاوحی اللہ الیھما ان ائتیا بابل فانطلقا الی بابل فخسف بھما فھما

منکوسان بین السماء والارض معذبان الی یوم القیامة وعن مجاهد قال کنت مع ابن عمر فی سفر فقال لی ارمق الکوکب فاذا طلعت ایقظنی فلما طلعت ایقظته فاستوی جالسا فجعل ینظر الیها ویسبها سبا شدیدا فقلت یرحمک الله ابا عبد الرحمن نجم ساطع مطیع ماله تسبه فقال اما ان هذه کانت بغیا فی بنی اسرائیل فلقی الملکان منها ما لقیا۔

وعن ابن عباس رضی الله عنهما ان المرأة التی فتن بها الملکان مسخت فهی هذه الکوکبة الحمراء یعنی الزهرة واخرج الدیلمی عن علی رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم سئل عن المسوخ فقال هم ثلاثة عشر الفیل والدب والخنزیر والقرد والجریث والضب والوطواط والعقرب والدعموص والعنکبوت والارنب وسهیل والزهرة فقیل یا رسول الله وما سبب مسخهم فقال اما الفیل فکان رجلا جبارا لوطیا لا یدع رطبا ولا یابسا واما الدب فکان مؤنثا یدعو الناس الی نفسه واما الخنزیر فکان من النصاری الذین سألوا المائدة فلما نزلت کفروا واما القردة فیهود اعتدوا فی السبت واما الجریث فکان دیوثا یدعو الرجال الی حلیلته واما الضب فکان اعرابیا یسرق الحاج بمحجنه واما الوطواط فکان رجلا یسرق الثمار من رؤس النخل واما العقرب فکان رجلا لا یسلم احد من لسانه واما الدعموص فکان نماما یفرق بین الاحبة واما العنکبوت فامرأة سحرت زوجها واما الارنب فامرأة کانت لا تطهر من حیض واما سهیل فکان عشارا بالیمن واما الزهرة فکانت بنتا لبعض ملوک بنی اسرائیل افتتن بها هاروت وماروت. کذا فی الدر المنثور ج ١ ص ١٠٣ ـ

اس قسم کے متعدد آثار درمنثور وغیرہ کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن یہ سب ضعیف، موضوع ومردود ہیں۔ علماء حدیث نے تصریح کی ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح مرفوع یا غیر مرفوع مروی نہیں ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ محدثین ومحققین نے ان کی تردید کی ہے۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں ما ذکرہ اهل الاخبار ونقله المفسرون فی قصة هاروت وماروت لم یرد منه شئ لا سقیم ولا صحیح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وفی البحر المحیط ان جمیع ذلک لا یصح منه شئ ولم یصح ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یلعن الزهرة ولا ابن عمر رضی الله عنهما وقال الامام الرازی هذه الروایة فاسدة مردودة غیر مقبولة ـ

ونص الشهاب العراقی علی ان من اعتقد فی هاروت وماروت انهما ملکان یعذبان علی خطیئتهما مع الزهرة فهو کافر بالله العظیم فان الملائکة معصومون قال الله تعالی لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون والزهرة کانت یوم خلق الله تعالی السموات والارض ـ

فقیہ ابو اللیث سمرقندی بستان العارفین ص ۱۹۱ پر لکھتے ہیں تکلموا فی امر الزھرۃ وسھیل وھما نجمان فقیل ھما ممسوخان وروی عطاء ان ابن عمر کان اذا رأی سھیلا شتمہ واذا رأی الزھرۃ شتمھا وقال ان سھیلا کان عشارا بالیمن یظلم الناس وان الزھرۃ کانت صاحبۃ ھاروت وماروت فمسخھما اللہ تعالی شھابا وقال مجاھد کان ابن عمر اذا قیل لہ طلعت الحمرۃ قال لا مرحبا بھا ولا اھلا یعنی الزھرۃ وقال بعضھم ھذا لا یصح فان ھذہ النجوم خلقت حین خلقت السماء لانہ روی فی الخبران السماء لما خلقت خلق فیھا سبعۃ دوارات زحل والمشتری وبھرام والزھرۃ وعطارد والشمس والقمر ھذا معنی قولہ تعالی و ھو الذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون ۔ وجعل مصلحۃ الدنیا بھذہ السبعۃ الدوارات ۔

فثبت بھذا ان قول المسخ لا یصح فان الزھرۃ وسھیلا کانا قبل آدم علیہ السلام والذی روی عن ابن عمر ان سھیلا کان عشارا وان الزھرۃ فتنت ھاروت وماروت فھو کما قالوا کان رجل اسمہ سھیل وامرأۃ مسماۃ بالزھرۃ فمسخھما اللہ شھابا ولکنھما لم یبقیا بل ھلکا وصارا الی النار واما الذی روی انہ کان یشتمہ فاحتمل انہ لم یشتم الکواکب وانما شتم سھیلا الذی کان عشارا وکذلک الزھرۃ ۔ انتھی بتصرف

علامہ آلوسی روح المعانی ج ۱ ص ۳۴۱ پر لکھتے ہیں ولعل ذلک من باب الرموز والاشارات فیراد من الملکین العقل النظری والعقل العملی اللذان ھما من عالم القدس ومن المرأۃ المسماۃ بالزھرۃ النفس الناطقۃ ومن تعرضھما لھا تعلیمھما لھا ما یسعدھا ومن حملھا ایاھما علی المعاصی تحریضھا ایاھما بحکم الطبیعۃ المزاجیۃ الی المیل الی السفلیات المدنسۃ لجوھریھما ومن صعودھا الی السماء بما تعلمت منھما عروجھا الی الملأ الاعلی ومخالطتھا مع القدسیین بسبب انتصاحھا بنصحھما ومن بقائھما معذبین بقاؤھما مشغولین بتدبیر الجسد وحرمانھما عن العروج الی سماء الحضرۃ لان طائر العقل لا یحوم حول حماھا ۔ ھذا واللہ اعلم ۔

الجن قرآن شریف میں جن کا ذکر متکرر ہے تفسیر بیضاوی میں آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر الخ کی شرح میں مذکور ہے ۔ جن نوع انس کی طرح مکلف بالایمان اور عقل وحواس رکھنے والی نوع ہے ۔ البتہ بدن انسان کثیف ہے ۔ اسی وجہ سے نظر آتا ہے ۔ اور بدن جن لطیف ہوتا ہے لہذا قابل رؤیت نہیں ۔ البتہ جب جن دیگر حیوانات کی شکل میں ہوجائے تو وہ نظر آتا ہے ۔

جنات کے وجود پر ایمان لانا شرعاً ضروری ہے ۔ قرآن مجید واحادیث میں بتواتر ان کا ذکر موجود ہے ۔ قرآن وحدیث ماننے والے کے لیے وجود جنات سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ صحابہؓ اور اور ان کے بعد تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات موجود ہیں جہمیہ اور معتزلہ میں سے بعض

وجودِ جن کے منکر ہیں۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی وجود الجن وجمهور طوائف الکفار علی اثبات الجن فوجود الجن تواترت به اخبار الانبیاء علیهم السلام تواتراً معلوماً بالاضطرار ومعلوم بالاضطرار انهم أحیاء عقلاء فاعلون بالارادة مأمورون منهیون لیسوا صفات و أعراضاً قائمة بالانسان اوغیره کما یزعمه بعض الملاحدة۔ فامر الجن ظاهر یعرفه العامة والخاصة لم یمکن لطائفة من طوائف المؤمنین بالرسل ان ینکرهم وکذلک جمهور الکفار کعامة اهل الکتاب قائلون بهم وکذلک عامة مشرکی العرب وغیرهم من اولاد سام والهند وغیرهم من اولاد حام۔ انتهی بحاصله۔

قال امام الحرمین فی کتابه الشامل ان کثیراً من الفلاسفة وجماهیر القدریة وکافة الزنادقة انکروا الشیاطین والجن رأساً ولایبعد لوانکر ذلک من لایتشبث بالشریعة وانما العجب من انکار القدریة مع نصوص القرآن وتواتر الاخبار واستفاضة الاٰثار ثم ساق جملة من نصوص الکتاب والسنة۔ وقال ابو القاسم الانصاری فی شرح الارشاد وقد انکرهم معظم المعتزلة ودل انکارهم ایاهم علی قلة مبالاتهم و رکاکة دیاناتهم فلیس فی اثباتهم مستحیل عقلی۔ انتهی۔ احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوقات میں ذوی العقول ومکلف تین انواع ہیں ملائکہ و انسان وجن۔ قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا۔

زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں عن ابی هریرة رضؓ مرفوعاً ان اللہ تعالی خلق الخلق اربعة أصناف الملائکة والشیاطین والجن والانس۔ جنات کی اصل آگ ہے اسی طرح ابلیس وشیاطین کی اصل بھی آگ ہے۔ قال اللہ تعالی وخلق الجان من مارج من نار وقال اللہ والجان خلقناه من قبل من نار السموم وقال حکایةً عن ابلیس خلقتنی من نار وخلقته من طین۔ عام احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس نوع جن میں سے ہے۔ اسی طرح جمیع شیاطین از قبیل جن ہیں قرآن میں ہے وکان من الجن تو جنات میں سے جو مسلمان ہیں وہ جن کہلاتے ہیں اور جو کافر وگمراہ ہیں وہ شیاطین کہلاتے ہیں قال الجوهری کل عاتٍ متمرد من الجن والانس والدواب شیطان۔ وقال ابن عبد البر کل جنی ان خبث فهو شیطان فان زاد علی ذلک فهو مارد فان زاد علی ذلک وقوی امره قالوا عفریت والجمع عفاریت۔

جنات انسان سے قبل زمین پر قابض تھے جس طرح آج انسان زمین پر قابض ہیں۔ پہلے زمین جنات سے آباد تھی اور حسب قول عبداللہ بن عمروؓ وہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل دو ہزار سال تک زمین کے عامرین تھے ابوالجن کا نام شومیا تھا جس طرح آدم علیہ السلام ابوالانس ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال خلق اللہ شومیا ابا الجن وھو الذی خلق من مارج من نار و عن عبداللہ بن عمروؓ قال خلق اللہ تعالی بنی الجان قبل آدم بالفی سنۃ۔ پھر جب جنات نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جنھوں نے جنات کو پہاڑوں اور سمندری جزائر کی طرف بھگا کر ان سے زمین کو خالی کر دیا اور ان کے بعد آدم علیہ السلام زمین میں خلیفہ مقرر کیے گئے۔

بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ابوالجن ہے مگر یہ قول زیادہ محقق نہیں ہے۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ جن کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم کی صورتیں سانپ جیسی ہیں دوسری قسم سیاہ کتوں کی شکل میں ہے اور تیسری قسم اڑتی ہوا کی طرح ہے۔ وعن ابی الدرداءؓ مرفوعاً خلق اللہ الجن ثلاثۃ اصناف۔ صنف[۱] حیات وعقارب وخشاش الارض وصنف[۲] کالریح فی الھواء وصنف[۳] علیھم الحساب والعقاب وخلق الانس ثلاثۃ اصناف، صنف[۱] کالبھائم قال اللہ تعالی لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا الآیۃ وصنف[۲] اجسادھم اجساد بنی آدم وارواحھم ارواح شیاطین وصنف[۳] فی ظل اللہ تعالی یوم لا ظل الا ظلہ۔

جن مختلف شکلوں میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکتے ہیں عموماً وہ سانپ اور کتوں کی شکل میں متشکل ہوتے ہیں وعن ابی سعید الخدریؓ مرفوعاً ان بالمدینۃ نفراً من الجن قد اسلموا فاذا رأیتم من ھذہ الھوام شیئاً فاذنوہ ثلاثاً فان بدا لکم فاقتلوہ۔ اور بعض علماء تشکل جن بصور مختلفہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنات میں بعض ساحر ہیں وہ سحر کے ذریعہ مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں عام جنات متشکل بصور مختلفہ نہیں ہو سکتے۔ واختارہ القاضی ابویعلیؒ۔ ابویعلی اپنی تائید میں یہ اثر ذکر کرتے ہیں ان عمر رضی اللہ عنہ قال ان احداً لا یستطیع ان یتغیر عن صورتہ التی خلقہ اللہ علیھا ولکن لھم سحرۃ کسحرتکم فاذا رأیتم ذلک فاذنوا۔

بہرحال جنات کی اصل شکل قابل رؤیت نہیں ہے ولذا قال الشافعیؒ من زعم انہ یری الجن ابطلنا شھادتہ ای یری الجن فی صورتھم الاصلیۃ لقول اللہ تعالی فی کتابہ الکریم انہ یراکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم۔

جن عموماً جنگلوں اور نجس جگہوں میں رہتے ہیں اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ان ھذہ الحشوش محضرۃ فاذا اتی احدکم الخلاء فلیقل اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث رواہ الترمذی والنسائی وفی روایۃ ابن سنی فلیقل بسم اللہ وروی ابوداؤد عن جابر مرفوعاً اذا دخل الرجل منزلہ وذکر اسم اللہ عند دخولہ وعند طعامہ قال الشیطان لا مبیت لکم ولا عشاء واذا ذکر اسم اللہ عند

دخوله ولم یذکرہ عند طعامه یقول ادرکتم العشاء ولامبیت لکم واذالم یذکراسم اللہ عند دخوله قال ادرکتم المبیت والعشاء۔

جن بھی انسانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں لیکن ان کے طریقۂ اکل وشرب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں قال بعضهم اکلهم وشربهم تشمم استرواح لا مضغ ولابلع وهذا القول لادلیل له والقول المختار ان اکلهم وشربهم مضغ وبلع کما ثبت فی الاحادیث الصحیحة وفی حدیث امیة عند ابی داؤد وفیه مازال الشیطان یأکل معه فلما ذکراللہ استقاء ما فی بطنه وفی حدیث صحیح نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یستنجی بالعظم والروث وقال انه زاد اخوانکم من الجن وفی حدیث ابن عمرؓ عند مسلم مرفوعاً لا یأکلن احد منکم بشماله ولا یشربن بها فان الشیطان یأکل بشماله ویشرب بها. وکان الامام الاعمش یقول تزوج الینا جنی نقلت له ما احب الطعام الیکم نقال الارز قال فاتیناه به فجعلت اری اللقم ترفع ولا اری احدًا نقلت فیکم من هذه الاهواء التی فینا قال نعم قلت فما الرافضة فیکم قال شرنا۔

جنات میں بھی انسانوں کی طرح نکاح وتوالد اولاد اور بیاہ وشادی کا سلسلہ جاری ہے قال اللہ تعالیٰ لم یطمثهن انس قبلهم ولاجان والطمث هو الجماع والافتضاض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان سے جماع متحقق ہوتا ہے۔ متعدد احادیث وآثار سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح متعدد واقعات سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ جس طرح مرد انسان کے لیے بیوی ہوتی ہے اسی طرح جنات میں بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔

انسان کی طرح جنات بھی مکلف اور مخاطب بالعبادات ہیں لقوله تعالیٰ فبای آلاء ربکما تکذبان۔ نیز قرآن وسنت میں شیاطین کی مذمت ہے اور ان پر لعنت کا ذکر ہے اور ان کے لیے عذاب کی وعیدیں وارد ہیں اور یہ امور مخالفتِ امر ونہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلف بالامر والنہی ہیں۔

جمہور علماء امت کے نزدیک جنات میں کوئی رسول ونبی نہیں آیا بلکہ رسالت ونبوت کا سلسلہ صرف جنس انسان میں جاری تھا۔ انسانی نبی جنات کی طرف بھی مبعوث ہوتے تھے کذا روی عن ابن عباسؓ ومجاهدؒ وابن جریجؒ۔ لیکن ابن حزم ظاہری وضحاک وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ جنات میں بھی انہی کے افراد میں سے بعض انبیاء اللہ نے مبعوث فرمائے تھے۔ فعن ابن عباسؓ ان الجن قتلوا نبیًا لهم قبل آدم اسمه یوسف وان اللہ تعالیٰ بعث الیهم رسولاً فامرهم بطاعته وان لا یشرکوا به شیئًا وان لا یقتل بعضهم بعضًا۔ ضحاکؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اپنے اس دعوے پر کہ

جنات میں بھی انبیاء مبعوث ہوئے تھے قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس الم یأتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی یعنی بذلک رسلا من الانس ورسلا من الجن۔ ابن حزم کہتے ہیں وبالیقین ندری انھم قد انذروا فصح انھم جاءھم انبیاء منھم وقال ابن حزم لم یبعث الی الجن نبی من الانس قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لیس الجن من قوم الانس وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃً۔

ہمارے نبی علیہ السلام جن و انس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے وفی الصحیحین عن ابی ھریرۃ مرفوعًا بعثت الی الاحمر والاسود۔ قیل ھم العرب والعجم وقیل الانس والجن۔ وعن ابن عباس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ارسلت الی الجن والانس والی کل احمر واسود۔ قرآن مجید میں استماع جن للقرآن اور ان کا ایمان بالقرآن منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ واذ صرفنا الیک نفرًا من الجن یستمعون القرآن یہ استماع سوق عکاظ کے قریب واقع ہوا تھا اور یہ جماعت جن نو افراد پر مشتمل تھی جو ایمان لائی اور واپس جاکر قوم کو بھی ایمان کی دعوت دی۔ روایاتِ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کئی مرتبہ رات کو جنات کی دعوت پر تبلیغ کی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ آکام المرجان میں ہے کہ یہ واقعہ چھ بار پیش آیا تھا۔

جنات میں سے مؤمن جنت میں داخل ہوں گے اور انھیں اپنی طاعات کا ثواب انسانوں کی طرح ملے گا۔ اور یہی جمہور علماء کا عقیدہ ہے۔ تاہم اس میں اختلاف ہے کہ وہ انسانوں کی طرح جسمانی طور پر اکل و شرب کریں گے یا نہیں۔ حارث محاسبیؒ فرماتے ہیں ان الجن الذین یدخلون الجنۃ یوم القیامۃ نراھم فیھا ولا یروننا عکس ما کانوا علیہ فی الدنیا وقال البعض انھم لا یدخلونھا بل یکونون فی ربضھا یراھم الانس من حیث لا یرونھم وھذا القول ماثور عن مالک والشافعی واحمد ومحمد رحمھم اللہ تعالیٰ وقال البعض انھم علی الاعراف وقال البعض بالوقف۔ ابوحنیفہؒ کی طرف اس مسئلے میں توقف منسوب ہے۔

انسی و جنی کے مابین انعقادِ نکاح عند البعض درست ہے اور عند الجمہور جائز نہیں ہے۔ بعض کتبِ تفسیر میں ہے کہ ملکہ بلقیس کے والدین میں سے ایک نوعِ جن میں سے تھا۔ متعدد واقعات بھی اس قسم کے کتابوں میں مذکور ہیں کہ ایک جنی عورت کا نکاح انسی مرد کے ساتھ یا بالعکس ہوا اور بعض میں توالد بھی ہوا۔ قول امام اعمش اس سلسلہ میں پہلے مذکور ہوچکا ہے۔ وعن الزھری مرسلا قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح الجن وقال عقبۃ الاصم سألت قتادۃ عن تزویج الجن فکرھہ وسألت الحسن البصریؒ عن ذلک فکرھہ وحکی ان رجلا اتی الحسن البصریؒ فقال ان رجلا من الجن یخطب

فتاتنا فقال الحسن لا تزوّجوہ ولا تکرموہ وقال حرب قلتُ للامام اسحٰق رجل رکب البحر فکسر بہ فتزوّج جنیّۃ قال مناکحۃ الجن مکروھۃ وفی الفتاوی السراجیۃ من کتب الاحناف لا تجوز المناکحۃ بین الجن والانس وانسان الماء لاختلاف الجنس۔

وفی قنیۃ المنیۃ سئل الحسن البصری عن التزویج بجنیۃ فقال یجوز بشھود رجلین شیخ سنوی شافعی نے عدم جواز نکاح بین الانسی والجنیہ وبالعکس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے قال اللہ فی سورۃ النحل و اللہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً وفی سورۃ الروم ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً من انفسکم ای من جنسکم ونوعکم اور جن وانس جنسین ونوعین متباینین ہیں۔ امام اعمش کے نزدیک بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے فانّہ حضر نکاحاً للجن بکوثیٰ اگر یہ نکاح ان کے نزدیک جائز نہ ہوتا تو وہ ان کی مجلس میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ امام مالکؒ کے اقوال سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب قصہ ہے جو آکام المرجان ص ۶۹ پر قاضی بدرالدین حنفی متوفی ۷۶۹ھ نے لکھا ہے۔ یہ قصہ جلال الدین احمد بن قاضی حسام الدین رازی حنفی کو پیش آیا تھا۔

قال جلال الدین احمد بن القاضی حسام الدین الرازی الحنفی سفّرنی والدی لاحضار اھلہ من الشرق فلما جزتُ البسیرۃ الجأنا المطر الی ان غنا فی مغارۃ وکنتُ فی جماعۃ فبینما انا نائم اذ انا بشئ یوقظنی فانتبھت فاذا بامرأۃ وسط من النساء لھا عین واحدۃ مشقوقۃ بالطول فارتعت فقالت ما علیک من بأس انما اتیتک لتتزوّج ابنۃً لی کالقمر فقلت لخوف منھا علی خیرۃ اللہ تعالیٰ ثم نظرت فاذا برجال قد اقبلوا فنظرتھم فاذاھم کھیئۃ المرأۃ التی اتتنی عیونھم کلھا مشقوقۃ بالطول فی ھیئۃ قاضٍ وشھود فخطب القاضی وعقد فقبلت۔

ثم نھضوا وعادت المرأۃ ومعھا جاریۃ حسناء الّا ان عینھا مثل عین امّھا وترکتھا عندی وانصرفت فزاد خوفی واستیحاشی وبقیت ارمی من کان عندی بالحجارۃ حتی یستیقظوا فما انتبہ منھم احدٌ فاقبلتُ علی الدعاء والتضرع ثم اٰن الرحیل فرحلنا وتلک الشابۃ لا تفارقنی فدُمت علی ھذا ثلاثۃ ایام فلما کان الیوم الرابع اتتنی المرأۃ وقالت کانّ ھذہ الشابۃ ما اعجبتک وکأنّک تحبّ فراقھا فقلت ای واللہ قالت فطلّقھا فطلّقتھا فانصرفت ثم لم ارھما بعد۔ ھذا واللہ اعلم۔

ابلیس۔ ابلیس کا ذکر قرآن شریف میں متکرر ہے۔ ابلیس اُس رئیس الشیاطین کا عَلَم ونام ہے جس نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ورغلایا اور ان کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ مردود ورجیم ہوجانے کے بعد اس کا نام ابلیس ہوگیا فھو من الابلاس کانّہ اُبلِس ای یئس من رحمۃ اللہ یقال ابلس الرجل ابلاساً فھو مُبلس اذا یئس۔ مردود ورجیم ہونے سے قبل اس کا نام عزازیل تھا اور عند البعض اس کا نام نائل تھا بعدہ

اس کا نام ابلیس ہوا۔ فاخرج ابن ابی الدنیا وغیرہ عن ابن عباس رضی قال کان اسم ابلیس حیث کان مع الملائکۃ "عزازیل" وکان من الملائکۃ ذوی الاجنحۃ الاربعۃ ثم ابلس بعد۔

وعن ابی المثنیٰ قال کان اسم ابلیس نائل فلما سخط اللہ تعالی سمی شیطاناً۔ وعن ابن عباسؓ لما عصی ابلیس لُعِن وصار شیطاناً وعن سفیان قال کنیۃ ابلیس ابوکدوس۔ اسم ابلیس میں علماء ادب کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ اسم عربی ہے بنابریں قول اس کا اشتقاق ابلاس سے درست ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے کہ یہ اسم عجمی ہے۔ اس قول کے پیش نظر اس کا اشتقاق ابلاس سے نہیں ہوسکتا۔ یہ دوسرا قول راجح ہے کیونکہ یہ غیر منصرف ہے بسبب عجمہ وعلمیت کے۔ بہرحال یہ باتفاق غیر منصرف ہے اور اگر یہ لفظ عربی ہو تو اس کا عدم انصراف مشکل ہوگا کیونکہ صرف علمیت کی وجہ سے کوئی لفظ غیر منصرف نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ اسے اسم عربی سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف ہے تعریف علمیت اور وزن کے بے نظیر ہونے کی وجہ سے۔ قال ابو البقاء قیل هو عربی ولم ینصرف للتعریف ولانہ لانظیر لہ فی الاسماء وھذا بعید لان فی الاسماء مثلہ نحو اخریط واحفیل واصلیت۔ اھ۔

ابلیس کو شیطان بھی کہا جاتا ہے لیکن شیطان اسمِ کلی ہے اس کا اطلاق تمام اولادِ ابلیس پر ہوتا ہے بخلاف ابلیس کہ وہ اسمِ علَم و مختص ہے رئیسِ طائفۃ الشیاطین کے ساتھ۔ ان دونوں کی نظیر آدم وانسان ہے۔ آدم اسمِ علَم ہے اور انسان اسمِ کلی ہے جس کا اطلاق آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر ہوتا ہے۔ تعوذ و استعاذہ میں اسی وجہ سے ابلیس کی بجائے لفظ شیطان کا ذکر مروی ہے تاکہ استعاذہ عام ہوجائے اور کل شیاطین سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے۔ صرف فردِ واحد یعنی ابلیس سے انسان کا محفوظ رہنا کافی نہیں ہے اس لیے احادیث میں استعاذہ یوں مروی ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ لفظ شیطان کی اصل میں دو قول ہیں۔

قول اول یہ کہ اس کا نون اصلی ہے اور مأخذ شطن ہے۔ لہٰذا اس کا وزن فیعال ہوگا یعنی یار زائدہ ہے۔ بنابریں یہ لفظ منصرف ہوگا۔ یقال شطن یشطن اذا ابعد سمی بذلک کل متمرد لبعد غورہ فی الشر قالہ ابو البقاء ویقال لبعدہ عن رحمۃ اللہ اولبعدہ عن الخیر اولبعد عداوتہ للانسان اولبعد من اتبعہ من اللہ ومن الجنۃ وقال الجوھری شطن عنہ بَعُدَ واَشطَنَہ اَبعَدَہ وقال ابن السکّیت شطنہ یشطنہ شطناً اذا خالف عن نیۃ وجھہ وبئر شطون بعیدۃ القعر وقال القاضی ابویعلی الشیاطین مردۃ الجن واشرارھم۔ یہ تو شیطان کے اصلی معنی تھے باقی استعمال میں ہر سرکش و گمراہ و شریر پر شیطان کا اطلاق ہوتا ہے قال الجوھری کل عات متمرد من الجنّ والانس والدواب شیطان والعرب تسمی الحیّۃ شیطاناً۔ انتھی۔ قال بعض العلماء الشیاطین العصاۃ من الجن وھم ولد ابلیس۔

قول ثانی، عند بعض العلماء شیطان کا ماخذ شیط ہے اس قول کے پیش نظر اس میں یاء اصلی ہے اور نون زائد ہے لہذا یہ بروزن فعلان ہوگا اور غیر منصرف ہوگا الف و نون مزیدتین کی وجہ سے یقال شاط یشیط اذا ھلك فالشیطان لتمردہ ھالك وقال البعض ھو منصرف لثبوت مؤنثہ شیطانۃ ویشترط فی عدم صرف فعلان الوصفی ان لایکون مؤنثہ علی فعلانۃ۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ابلیس کی اصل کیا ہے؟ قول اول بعض کہتے ہیں کہ یہ جنس ملائکہ میں سے تھا پھر مردود و رجیم ہوا جب کہ اس نے تکبر کیا۔ وہ استدلال کرتے ہیں اس آیت کے ظاہر سے واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لأدم فسجدوا الا ابلیس۔ کیونکہ بظاہر استثناء متصل معلوم ہوتا ہے اور استثناء متصل کا تقاضا یہ ہے کہ ابلیس بھی جنس ملائکہ میں سے ایک فرد ہو لیکن یہ قول جمہور ائمہ کے نزدیک مرجوح ہے۔

قول ثانی۔ یہ جنس جن میں سے ہے لقولہ تعالیٰ الا ابلیس کان من الجن و لان الملائکۃ لایستکبرون وابلیس قد استکبر و لان ابلیس خلق من نار کما ان الجن خلقوا من مارج من نار کما فی القرآن وقال اللہ تعالیٰ حکایۃ عنہ انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین والملائکۃ خلقوا من النور کما روی مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنھا الملائکۃ خلقوا من النور ولما ثبت فی کثیر من الاحادیث المرفوعۃ والموقوفۃ انہ کان من الجن۔

باقی آیت واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا الخ سے قول اول والوں کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شیطان بھی فرشتوں میں اُس وقت بظاہر داخل تھا کیونکہ شیطان ملائکہ کے ساتھ آسمان دنیا میں بستا تھا اور ان کے ساتھ جنت میں بھی آتا جاتا تھا تو بظاہر وہ ان میں سے ایک فرد تھا لہذا امر بالسجود شیطان کو بھی شامل ہے اور اس ظاہری خلط کی وجہ سے وہ بھی الملائکہ کا مصداق تھا اور ملائکہ کی طرح وہ بھی مامور بالسجود تھا۔ اس طرح یہ استثناء ظاہری اتحاد و اختلاط کی وجہ سے متصل ہوسکتا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ اسے مستقل امر ہوا ہو لقولہ تعالیٰ اذ امرتك اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استثناء منقطع ہو۔

حیات الحیوان ج ا ص ۱۰۳ پر ہے قال سعید بن جبیر والحسن البصری لم یکن ابلیس من الملائکۃ طرفۃ عین وانہ لاصل الجن کما ان اٰدم اصل الانس وقال عبد الرحمٰن بن زید وشھر بن حوشب ما کان من الملائکۃ قط والاستثناء منقطع وقال شھر بن حوشب وغیرہ من العلماء کان من الجن الذین ظفر بھم الملائکۃ فاسرہ بعضھم وذھب بہ الی السماء وقال القاضی عیاض الاکثر علی انہ ابو الجن کما ان اٰدم ابو البشر والاستثناء من غیر الجنس شائع فی کلام العرب قال اللہ تعالیٰ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن۔

شیطان کے جنی ہونے پر ایک اور قوی دلیل بھی ہے وہ یہ کہ اس کی اولاد ہیں اور خود اس کا

سلسلۂ تناسل و توالد جاری ہے اور اس کی اولاد میں بعض اِناث اور بعض مذکر ہیں بخلاف ملائکہ کہ نہ تو ان میں تناسل و توالد کا سلسلہ جاری ہے اور نہ ان میں اِناث ہیں کما ثبت فی النصوص الصحیحۃ حیاۃ الحیوان میں ہے واعلم ان المشہور ان جمیع الجن من ذریۃ ابلیس وبذلک یستدل علی ان لیس من الملائکۃ لان الملائکۃ لا یتناسلون لانہم لیس فیہم اناث وقیل الجن جنس وابلیس واحد منہم ولاشک ان الجن ذریتہ بنص القرآن ومن کفر من الجن یقال لہ شیطان۔ وفی الحدیث لما اراد اللہ ان یخلق لابلیس نسلاً وزوجۃً القی علیہ الغضب فطارت منہ شظیۃ من نار فخلق منہا امرأتہ۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا تھا ایک شخص آیا اور اس نے کہا انت الشعبی فقلتُ نعم قال اَخبِرنی ھل لابلیس زوجۃ فقلت ان ذلک العرس ما شہدتہ۔ قال ثم ذکرتُ قولہ تعالیٰ افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی فقلتُ انہ لا تکون ذریۃ اِلّا من زوجۃ فقلت نعم۔

وذکر مجاہد ان من ذریۃ ابلیس لاقیس[۱] وولہان[۲] وھو صاحب الطہارۃ والصلاۃ والہفاف[۳] ھو صاحب الصحاری ومرۃ[۴] وبہ یکنی ابلیس اباء مرۃ وزلنبور[۵] وھو صاحب الاسواق یزین اللغو والحلف الکاذب ومدح السلعۃ وبثر[۶] وھو صاحب المصائب یزین خمش الوجوہ ولطم الخدود وشق الجیوب والابیض[۷] وھو الذی یوسوس للانبیاء علیہم السلام والاعور[۸] وھو صاحب الزنا ینفخ فی احلیل الرجل وعجز المرأۃ وداسم[۹] وھو الذی اذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم یذکر اسم اللہ تعالیٰ دخل معہ ووسوس لہ فالقی الشر بینہ وبین اھلہ فان اکل ولم یذکر اسم اللہ اکل معہ فاذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم یذکر اسم اللہ و رأی شیئاً یکرھہ وخاصم اھلہ فلیقل داسم داسم اعوذ باللہ منہ ومطوس[۱۰] وھو صاحب الاخبار یأتی بہا فیلقیہا فی افواہ الناس ولا یکون لہا اصل ولا حقیقۃ والاقنص[۱۱] وامہم طرطبۃ ثم کلہم عدو لبنی آدم لقولہ تعالیٰ افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی وہم لکم عدو۔

محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ کتاب محبر ص ۳۹۵ پر اسماء اولادِ ابلیس بتاتے ہوئے لکھتے ہیں عن مجاہد قال ولد ابلیس خمسۃ فتم الشر بینہم وہم الثبر وزلفیون وداسم وقال الزیادی الثبر وداسم و الاعور ومسوط فالثبر صاحب المصیبات وزلفیون الذی ینزغ بین الناس وداسم صاحب الوسواس و الاعور صاحب الزنا ومسوط صاحب الرایۃ یرکزھا وسط السوق یغدو وامع اول من یغدو فیطرح بین الناس الخصومات والجدال انتہی۔ قال النوویؒ وغیرہ ابلیس کنیتہ ابو مرۃ واختلف العلماء فی انہ ھل ھو من الملائکۃ من طائفۃ یقال لہم الجن ام لا۔

قال ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وابن المسیبؒ وقتادۃؒ وابن جریرؒ والزجاجؒ وابن الانباریؒ کان ابلیس من الملائکۃ من طائفۃ یقال لہم الجن وکان اسمہ بالعبرانیۃ عزازیل وبالعربیۃ الحارث وکان من خزان الجنۃ

وكان رئيس ملائكة سماء الدنيا وسلطانها وسلطان الارض وكان من اشد الملائكة اجتهاداً واكثرهم علماً وكان يوسوس مابين السماء والارض فرأى بذلك لنفسه شرفاً عظيماً فذلك الذى دعاه الى الكبر فعصى وكفر ولذلك قيل اذا كان خطيئة الانسان فى كبر فلا ترجه وان كانت خطيئته فى معصية فارجه. انتھی۔ بیضاوی اور متعدد مفسرین کے نزدیک یہ ملائکہ میں سے تھا۔ دیکھیے روح المعانی ج ا ص ۲۲۹ و آکام المرجان ص ۸۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر میں پانی پر ہے۔ ابلیس عموماً شرارتوں کے لیے دیگر چھوٹے بڑے شیاطین کو بھیجتا رہتا ہے اور اہم شرارتوں میں خود بھی شریک ہوتا ہے۔ چنانچہ جنگ بدر کی تیاری کے موقع پر خود ابلیس سراقہ بن مالک کی صورت میں شریک ہوکر میدانِ بدر تک مشرکین کے ساتھ رہا اور قریش کو کہتا تھا لاغالب لكم انى جارلكم. اسی طرح دار الندوہ میں قریش کی مجلس شوریٰ میں شیخ نجدی کی شکل میں آیا تھا۔

اگرچہ دنیا میں کفر و معاصی و جنگ و جدال سب شیطان کی پیروی کے نتائج ہیں تاہم تمام فرقے شیطان سے کراہت اور نفرت کرتے ہیں اور بظاہر کوئی بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن ہمارے اس زمانے میں یورپ و امریکہ میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود ہے جس کے ممبران باقاعدہ شیطان کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ جریدہ المؤید دسمبر ۱۹۱۰ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں جدید انکشاف کی وجہ سے لوگ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ امریکہ کے شہر نیویارک وغیرہ میں ایک شیطانی و ابلیسی جماعت ہے جو باقاعدہ ابلیس کی عبادت و پرستش کرتی ہے۔

اس جماعت والوں نے ابلیس کا ایک شنیع و قبیح و مستکرہ سرخ رنگ کا مجسمہ یعنی بُت بنا رکھا ہے جس کے دو بڑے بڑے خوفناک سینگ ہیں اور قبیح و بدشکل غضب ناک سانپ کی طرح پیچ در پیچ دُم بھی ہے جس میں اشارہ ہے کہ شیطان اہل صلاح و خیر کا دشمن ہے اور اس کی بدشکلی و ہیبت میں اضافے کے طور پر اس کی طویل و قبیح سرخ رنگ کی زبان بھی بنائی ہے اور رات کی یا کمرے کی تاریکی میں اس بُت کا سرخ رنگ آگ کے شعلوں کا نمونہ ہوتا ہے اس طرح جو جو ظاہری شکل کی قباحت ان کی سمجھ میں آسکی اس کے مطابق انہوں نے یہ بت بنایا ہے۔ پھر اس بت کے سامنے اس خفیہ جماعت کے ارکان جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی جھکتے ہیں اور اس کی مدح و ثنا میں خاص قسم کے اذکار و کلمات کفریہ و شرکیہ شیطانیہ کہتے رہتے ہیں اور یہ کلمات ان کے زعم میں ابلیس کی عبادت و نماز ہے العیاذ باللہ۔

ان کلماتِ خبیثہ شیطانیہ سے وہ ابلیس کی تعریف کرتے ہیں بایں اعتقاد کہ شیطان ہی ہر صلاح و خیر کا منبع ہے اور اللہ تعالیٰ رب العالمین کی اور ان ادیان کی مذمت کرتے ہیں جو شیطان کو قبیح و رجیم

کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

اولاً یہ جماعت فرانس میں تشکیل کی گئی تھی پھر وہاں سے امریکہ میں بھی خفیہ طور پر پہنچ گئی۔ اول اول یہ جہلاء اپنی بعض اولاد کو ابلیس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے بت کے سامنے آگ میں زندہ جلا دیتے تھے۔ بعدہ وہ زندہ بکروں کے جلانے پر اکتفا کرنے لگے پھر اس حیوان کے جلنے سے جو کہ یہ بو پیدا ہوتی ہے اسے یہ لوگ عبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ سارا کام وہ حکومت اور عوام کے ڈر سے پوشیدہ طور پر کرتے ہیں۔

ایک مصور نے ان کا یہ راز فاش کر دیا جس کا نام ولیام وانڈی ہے۔ ان لوگوں نے مصور ولیام وانڈی کو ان کی حالتِ عبادت میں تصاویر کھینچنے کے لیے بلایا تھا اور اسے مغلظ قسمیں دلائی تھیں اس بات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے۔ مگر آخر کار مصور نے ان کا راز فاش کر ہی دیا۔ ولیام وانڈی کہتا ہے کہ میں نے طویل وقت ان کے ساتھ گزارا اور ان کی عبادت و شیطانی نماز کو دیکھا۔ اس نماز میں وہ شیطان کی محبت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے اسے روح الحق وخلاصۃ الصلاح والخیر کہتے تھے۔ ان کلمات کا خلاصہ یہ ہے۔ اے ابلیس تو نورِ ابدی ہو اور تیری خدمت میں ہم لگے رہیں گے اور ہم تجھے خوش کرنے کے لیے ہر قسم کے مکر و فریب، کذب و ریا و خرافات اور شرارتوں میں کوششوں سے دریغ نہیں کریں گے اے ابلیس! ہم تیرے سامنے خشوع و خضوع کرتے ہیں تو ہماری یہ نماز و خشوع قبول کر اور تو ہمیں بوقتِ موت شجاع و دلیر پائے گا اور ہم تیرے ساتھ ابدی آگ میں کودنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

ولیام وانڈی نے ان کی عبادت کے جو خاص کلمات ذکر کیے ہیں وہ ان کے الفاظ میں سنیے۔

قال المصور ولیام وانڈی بقیت فی ضیافتھم وقتاً طویلاً وسمعتُ صلاتھم الشیطانیۃ مراراً ونقلتھا وھی ھذہ الکلمات" لك یا نورَ الوجودِ اکرس نفسی باحترام ومحبۃ وایمانٍ انتَ خلاصۃُ الصلاحِ ولھذا اَعُدّ لكَ بانّی ساکون عدوّاً لِالٰہ الشر انت روح الحق ولھذا اعدّك بکرہ الکذب والرّیاء والخرافات۔

انت یا ابلیس النور الابدی ولھذا سوف أکون کارھاً للظلام وابذل فی خدمتك نفسی ونفیسی انا لك یا ابلیس! جسماً وروحاً فافعل بی کل ما یؤول الی تمجید اسمك اقبل صلاتی وتذلّلی واثر طریقی ببھائك الساطع وعند ما یدنو یومی الاخیر تجدنی شجاعاً ھادئاً عند استقبال الموت وعلی تمام الاستعداد للانتقال الی امجادك فی النیران الابدیۃ آمین۔

قال المصور المذکور ھذہ ھی الصلاۃ وعلی الذین یدخلون فی ھذا الدین الشیطانی ان یعیدوھا کلمۃ فکلمۃ عند ما یلقیھا علیھم الکاھن الاکبر الملقب بطران جھنم ویضع الرجل الذی یدخل

فی هذا الامر الشیطانی لهذا المنصب برقعاً سمیکا اسود اللون علی وجهه و یقام الی امام الکاهن بوقار وانکسار قلب ۔ ففی اللیلة التی اجتمعت فیها جنود ابلیس کانت طالبة الدخول فی دینهم امرأة فذهلت لرؤیتها فلما جیئ بهذه المؤمنة الجدیدة الی دائرة جوق جهنم وهم صنعوا هناك دائرة اسمها جوق جهنم امرت تلك المرأة بالرکوع فامتثلت ورفع یدیها للصلاة ففعلت واذ ذاك تلا مطران جهنم کلاماً کفریاً یقشعر لسماعه الجسم کانت تلك المرأة المغرورة تعیده بصوت جهوری و بکل خشوع وبعد الفراغ منه أعلن ایمانها وقبولها بنتاً لابلیس اللعین ۔

قال ذلك المصور ولیام واندی وبعد ان رأیت کل هذه الغرائب والمدهشات سألت احداً من أجناد ابلیس قائلاً مامعنی کل هذا وما الباعث علی عبادتکم ابلیس وترجیحها علی عبادة الله رب العالمین فاجاب وقال الباعث علی ذلك اننا نعبد ابلیس لاعتقادنا اللذة والجمال فی عبادته مما لا نجده فی عبادة الله فان الله الذی نقرأ عن شرائعه المملوأة بالوعید والخوف من عذاب الآخرة وترك کل مایلذ للنفس فی العالم من اجله لایجتذب قلوبنا الی الله بل یبعدها عنه فان الله تعالیٰ ینکر علینا حریة القول والعمل بما یخالف شریعته ویحرم کل ماتمیل الیه الشهوات من ملاذ الدنیا اما الشیطان فعلی عکس ذلك فهو یبیح لنا التصرف کما نحب ونشتهی فایهما الافضل الشیطان أم الله ۔

هذا خلاصة ماذکر المصور ولیام واندی حسب مانشرته جریدة المؤید ۔ اعاذنا الله من اغواء الشیطان، وهدانا صراطاً مستقیماً ۔ هذا والله اعلم وعلمه احکم ۔

الخضر علیہ السلام أوکالذی مرّ علی قریة وهی خاویة علی عروشها کی شرح میں مذکور ہیں خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملکان ہے۔ ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں قال وهب بن منبه اسم الخضر بلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیه السلام قال وکان ابوه من الملوك ۔اھ۔

خضر اُن کا لقب ہے۔ وجہ تلقیب میں اختلاف ہے قال الاکثرون لانه جلس علی فروة بیضاء فصارت خضراء والفروة وجه الارض اولانه کان اذا صلی اخضر ماحوله وفی صحیح البخاری عن ابی هریرة مرفوعاً انما سمی الخضر لانه جلس علی فروة فاذا هی تهتز من خلفه خضراء۔ آپ کی کنیت ابوالعباس ہے۔ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کے پاس علم باطن حاصل کرنے کے لیے جانا اور پھر کشتی توڑنا۔ لڑکے کو قتل کرنا اور دیوار درست کرنا وغیرہ تفصیلی قصہ مذکور ہے۔ خضر علیہ السلام کے بارے میں متعدد اختلافات ہیں۔

اختلافِ اوّل۔ آپ کے نسب میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) آپ آدم علیہ السلام کے صلبی و بلا واسطہ بیٹے ہیں۔ فھو ابن اٰدم علیہ السلام ولد من بطن حوّاء بغیر واسطۃ۔ رواہ الدارقطنی بسند ضعیف (۲) ھو ابن قابیل بن اٰدم واسمہ خضرون وقیل اسمہ عامر ذکرہ ابو الخطاب وابو حاتم (۳) انہ من سبط ھارون اخی موسی علیھما السلام (۴) انہ ابن بنت فرعون حکاہ محمد بن ایوب (۵) انہ الیسع حکی ذلک عن مقاتل (۶) انہ من ولد فارس (۷) انہ من ولد بعض من اٰمن بابراھیم علیہ السلام (۸) قیل کان ابوہ فارسیًا و اُمّہ رومیۃ۔

اختلافِ دوم۔ آپ کی نبوت مختلف فیہ ہے۔ عند البعض نبی نہیں ہیں اور عند الاکثر نبی ہیں لما فی القراٰن وما فعلتہ عن امری وھذا ظاھر فی انہ فعلہ بامر اللہ والقول بالالہام بعید اذ لا یجوز القتل بالالہام وایضًا فکیف یکون النبی تابعا لغیر النبی فی قصۃ موسی علیہ السلام۔ شیخ قشیریؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں لم یکن الخضر نبیًا انما کان ولیًا وبذلک قال کثیر من الصوفیۃ وقال الماوردی انہ ملک من الملائکۃ۔

اختلاف سوم۔ خضر علیہ السلام کی حیات میں اختلاف ہے۔ آپ تمام اولادِ آدم میں طویل عمر والے ہیں اکثر علماء کے نزدیک آپ اب بھی زندہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ صوفیہ کے نزدیک آپ زندہ ہیں۔ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الخضر علیہ السلام فی البحر والیسع فی البر یجتمعان کل لیلۃ عند الردم الذی بناہ ذو القرنین ویحجان ویعتمران کل عام وروی ابن شاھین بسند ضعیف الی خصیف قال اربعۃ من الانبیاء احیاء اثنان فی السماء عیسیٰ وادریس واثنان فی الارض الخضر و الیاس کذا فی الاصابۃ۔

وقال النووی فی التھذیب ج ۱ ص ۱۷۷ قال الاکثرون من العلماء ھو حی موجود بین اظھرنا وذلک متفق علیہ عند الصوفیۃ واھل الصلاح والمعرفۃ وحکایاتھم فی رؤیتہ والاجتماع بہ والاخذ عنہ و سؤالہ وجوابہ ووجودہ فی المواضع الشریفۃ ومواطن الخیر اکثر من ان تحصر قال ابن الصلاح ھو حی عند جماھیر العلماء والصالحین والعامۃ معھم فی ذلک وانما شذ بانکارہ بعض المحدثین وفی اٰخر صحیح مسلم فی احادیث الدجال انہ یقتل رجلا ثم یحیی قال ابراھیم بن سفیان صاحب مسلم یقال ان ذلک الرجل ھو الخضر وکذا قال معمر فی مسندہ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں واستدل البخاری بالحدیث ان علی رأس مائۃ سنۃ لا یبقی علی وجہ الارض ممن ھو علیھا احد اخرجہ البخاری فی صحیحہ قال ابو حیان فی تفسیرہ الجمھور علی انہ مات وقال ابن ابی الفضل المرسی لو کان حیًا لزمہ المجیئ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والایمان به واتباعه وقد قال علیه السلام لوکان موسی حیًّا ماوسعه الا اتباعی۔ ابن الجوزیؒ بھی ان کی موت کے قائل ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مرفوعہ میں خضر علیہ السلام کی ملاقات مروی ہے دیکھئے ابی حاتم فی التفسیر باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما توفی النبی علیہ السلام وجاءت التعزیۃ فجاءھم آت یسمعون حسه ولا یرون شخصه فقال السلام علیکم اهل البیت ورحمة الله وبرکاته کل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامة ان فی الله عزاءً من کل مصیبة و خلفًا من کل هالك ودركًا من كل ما فات فبالله فثقوا وایاه فارجوا فان المصاب من حرم الثواب قال جعفر اخبرنی ابی ان علی بن ابی طالب قال تدرون من هذا؟ هذا الخضر وذکر ابن حجر باسناده عن رباح بن عبیدة قال رأیت رجلًا یماشی عمر بن عبد العزیز معتمدًا علی یده فقلت فی نفسی ان هذا الرجل لجاف فلما صلی قلت یا اباحفص من الرجل الذی کان معك معتمدًا علی یدك آنفًا قال وقد رأیته یا رباح قلت نعم قال انی لاراك رجلًا صالحًا ذاك اخی الخضر بشرنی انی سألی فاعدل قال ابن حجر هذا اصلح اسناد وقفت علیه فی هذا الباب۔ الاصابۃ ج۱ ص۴۵۰۔

اس قصہ سے واضح ہوا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات کے قائل تھے اور ان سے ملاقات فرماتے تھے۔ قال ابن حجر وذکر لی الحافظ ابو الفضل العراقی شیخنا ان الشیخ عبد الله بن اسعد الیافعی کان یعتقد ان الخضر حی قال فذکرت له ما نقل عن البخاری والحربی وغیرهما من انکار ذلك فغضب وقال من قال انه مات غضبتُ علیه قال فقلنا رجعنا عن اعتقاد موته اھ۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حیاتِ خضرؑ کے قائل ہیں کسی نے اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا تو جوابًا فرمایا۔ کما فی الحاوی، ج۱ ص ۱۳۹ ؎

للناس خلفٌ شاعَ فی خضرٍ وهل ... اَوْدٰی قد یمًا اوحَیِی ببقاء
ولکل قولٍ حجةٌ مشهورةٌ ... تَسْمُو علی الجوزاءِ فی العلیاء
والمرتضٰی قولُ الحیاةِ فکم له ... حُجَجٌ تجلّ الدهر عن احصاء
خضرٌ و الیاسٌ بارضٍ مثل ما ... عیسٰی و ادریس بَقُوا بسماء
هذا جوابُ ابنِ السیوطی الذی ... یَرْجُو مِن الرحمٰن خیرَ جزاء

حافظ ابن تیمیہؒ وفاتِ خضرؑ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو لازمًا ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی معیت میں کفار سے جہاد کرتے۔ بعض

علماء سے خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد۔ ھذا واللہ اعلم وبغیبہ احکم۔

مریم علیہا السلام۔ قرآن مجید میں اور تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ مریم عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا نام مذکور ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے مریم بنت عمران بن ماثان بن العازر بن ایلیود بن صادق بن عاذر یون بن ایلیا بن ابیود بن زربابیل بن شلتائیل بن یوحینا بن یاشیا بن راحبعم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ کذا ذکرہ ابن حبیب فی کتابہ المحبر ص۳۹۔ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب تاریخ ج ۲ ص ۱۳ پر مریم بنت عمران کا جو سلسلہ نسب ذکر کیا ہے وہ مذکورہ صدر سلسلہ سے مختلف ہے۔

بقول بعض علماء ارض بابل پر غلبہ سکندر کے ۳۰۳ سال بعد عیسی بن مریم علیہما السلام پیدا ہوئے یحیی علیہ السلام چھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے وذکروا ان مریم حملت بعیسی ولھا ثلاث عشرۃ سنۃ و ان عیسی علیہ السلام عاش الی ان رفع اثنتین وثلاثین سنۃ وایاما وان مریم بقیت بعد رفعہ ست سنین وکان جمیع عمرھا نیفا وخمسین سنۃ وان یحیی علیہ السلام قتل قبل ان یرفع عیسی علیہ السلام ومات عمران بن ماثان وام مریم حامل بمریم فلما ولدت مریم کفلھا زکریا واسم ام مریم حنۃ بنت فاقود بن قبیل واسم اخت حنۃ ام یحیی الاشباع ابنۃ فاقود۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص۱۳۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص۵۶ لاخلاف فی ان مریم من سلالۃ داؤد علیہ السلام وکان ابوھا عمران صاحب صلاۃ بنی اسرائیل فی زمانہ وکان زکریا علیہ السلام نبی ذلك الزمان زوج اخت مریم اشیاع فی قول الجمہور وقیل زوج خالتھا اشیاع۔ اھ۔

مریم علیہا السلام کی ولادت کا قصہ عجیب ہے۔ احادیث میں ہے کہ آپ کو اور آپ کے فرزند عیسی علیہ السلام کو بوقت ولادت اللہ تعالیٰ نے مس شیطان سے محفوظ رکھا۔ کتب تاریخ و تفاسیر میں ہے آیت وانی اعیذھا الخ کے تحت وقول امھا کما فی التنزیل وانی اعیذھا بك وذریتھا من الشیطان الرجیم قد استجیب لھا فی ھذا کما تقبل نذرھا فروی ابوھریرۃ مرفوعا مامن مولود الا والشیطان یمسہ حین یولد فیستھل صارخا من مس الشیطان ایاہ الا مریم وابنھا ثم یقول ابوھریرۃ واقرأوا ان شئتم وانی اعیذھا بك وذریتھا من الشیطان الرجیم اخرجہ احمد واخرج احمد عن ابی ھریرۃ مرفوعا کل انسان تلدہ امہ یلکزہ الشیطان فی حضینہ الا ماکان من مریم وابنھا الم تر الی الصبی حین یسقط کیف یصرخ قالوا بلی یا رسول اللہ قال ذلك حین یلکزہ الشیطان بحضنیہ۔

مریم علیہا السلام کی نبوت میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ نبیہ تھیں لیکن جمہور کے نزدیک نبوت خاصہ رجال ہے۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب نہیں دیا وہ اولیاء اللہ اصحاب کرامات میں سے تھیں۔ قال اللہ تعالیٰ اذ قالت الملٰئکۃ یٰمریم ان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علی نساء العالمین۔ وہ صدیقہ تھیں۔ صدیقیت نبوت کے بعد بلند تر مقام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ۔ واخرج البخاری ومسلم واحمد عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً خیر نسائہا مریم بنت عمران وخیر نسائہا خدیجۃ بنت خویلد۔ واخرج احمد عن انس مرفوعاً حسبک من نساء العالمین باربع مریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفاطمۃ بنت محمدؐ واخرج احمد عن ابی سعید مرفوعاً فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ الا ما کان من مریم بنت عمران واخرج ابن مردویہ عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ مرفوعاً کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا ثلاث مریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

وروی ابن عساکر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی خدیجۃ وھی فی مرض الموت فقال یا خدیجۃ اذا لقیت ضرائرک فاقرئیھن منی السلام قالت یا رسول اللہ وھل تزوجت قبلی قال لا ولکن اللہ زوجنی مریم بنت عمران وآسیۃ بنت مزاحم وکلثم اخت موسیٰ ھذا واللہ اعلم۔

الملائکۃ علیہم السلام۔ فی الحدیث خلق اللہ الملائکۃ من نور یسبحون اللیل والنہار لا یفترون۔

اس موضوع پر میرا ایک مفید رسالہ ہے جس کا نام ہے اعلام الکرام باحوال الملائکۃ العظام۔ یہ اس کا محصل ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔ یہ رسالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل ملائکہ علیہم السلام کی حقیقت و کُنہ کے بیان میں ہے۔ دوسری میں چار کبار ملائکہ جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام کے احوال کا مختصر بیان ہے۔

ملائکہ جمع ملاک ہے۔ اصل میں مألک بتقدیم ہمزہ علی اللام تھا من الالوکۃ وہی الرسالۃ۔ پھر قلب مکانی واقع ہوئی اور حرکت ہمزہ ماقبل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا تو ملک ہوا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے مابین واسطہ ہیں۔ فرشتوں کے ذریعہ انبیاء کے پاس وحی آتی ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن میں ہے کلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ جس طرح عالم اسفل کا شرف انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ہے اسی طرح عالم علوی کا شرف فرشتوں کی وجہ سے ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کیا ہے ؟ اس میں متعدد مذاہب ہیں ۔

مذہب¹ اول ۔ اکثر علماء اسلام کے نزدیک وہ اجسام لطیفہ ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال بدلنے پر قادر ہیں ۔ فہی اجسامٌ لطیفۃٌ ھوائیۃٌ تقدِر علی التشکّل باشکال مختلفۃٍ مسکنھا السموات وھو قول اکثر المسلمین۔ کذا فی تفسیر النیسابوری ج ۱ ص ۲۱۳ ۔ قال الرحمانی لیس ھذا قول اکثر المسلمین بل اکثرھم علی انھا اجسام نورانیۃ ۔

مذہب² ثانی ۔ قال الشھاب الخفاجیؒ فی شرح انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۱۹ مذھب الملیّین انھم اجسام لطیفۃ نورانیۃ قابلۃ للتشکل لان الانبیاء علیھم السلام کانوا یرونھم فی صورٍ مختلفۃ اھ ۔ و قال البیضاویؒ اختلف الناس فی حقیقتِھم بعد اتفاقھم علی انھا ذوات موجودۃٌ قائمۃٌ بانفسِھا فذھب اکثر المسلمین الی انھا اجسام لطیفۃٌ قادرۃ علی التشکل باشکال مختلفۃ مستدلین بان الرسل کانوا یرونھم کذلک اھ ۔ وقال العلامۃ الآلوسیؒ فی تفسیرہ ج ۱ ص ۲۱۰ ذھب اکثر المسلمین الی انھا اجسام نورانیۃ وقیل ھوائیۃ قادرۃ علی التشکل والظھور باشکال مختلفۃ باذن اللہ تعالیٰ ۔

ویؤید کونھم اجساما نورانیۃ لا ھوائیۃ ما ثبت فی صحیح مسلم وغیرہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ الملائکۃ من نور وخلق الجانّ من مارجٍ من نار وخلق آدم مما وصف لکم ۔ اخرجہ کثیر من ائمۃ الحدیث واخرجہ مسلم فی الزھد الرقاق ولفظہ بصیغۃ المجھول خلقت الملائکۃ من نور الخ ۔

مذہب³ ثالث ۔ بعض مشرکین کا عقیدہ ہے کہ فرشتے یہی ستارے ہیں جو رات کو چمکتے نظر آتے ہیں ۔ یہی کواکب سعادت ونحوست تقسیم کرنے والے ہیں ۔ سعادت والے رحمت کے فرشتے ہیں اور نحوست والے عذاب کے ہیں ۔ کذا فی النیسابوری ۔

مذہب⁴ رابع ۔ مجوس وبعض ثنویہ ظلمت ونور کو خالق سمجھتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں نور سے فرشتے اور ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں ۔ قال النیسابوری ومنھم معظم المجوس والثنویۃ القائلون بالنور والظلمۃ وانھما عندھم جوھران حسّاسان مختاران قادران متضادا النفس والصورۃ مختلفا الفعل والتدبیر فجوھر النور فاضلٌ خیرٌ نقیٌّ طیبُ الریح کریمُ النفس یَسُرُّ ولا یَضُرُّ وینفع ولا یمنع ویحیی ولا یبلی وجوھرُ الظلمۃِ ضدُّ ذلک فالنور یولِد الاولیاء وھم الملائکۃ لا علی سبیلِ التناکح بل کتولّد الحکمۃ من الحکیم والضوء من المضیئ وجوھرُ الظلمۃ یولِد الاعداء وھم الشیاطین کتولد السفہ من السفیہ ۔ انتھیٰ ۔

مذہب⁵ خامس ۔ بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ جواہر غیر متحیزہ ہیں ۔ یعنی وہ محل ومکان کے محتاج نہیں ۔ پھر

ان قائلین میں کئی گروہ ہیں۔ ایک طائفہ یعنی نصاریٰ کہتے ہیں انها هي الانفسُ الناطقةُ المفارِقةُ لابدانِها فإن كانت صافيةً خيرةً فهي الملائكةُ وان كانت خبيثةً كثيفةً فالشياطين۔ تو نصاریٰ کے نزدیک موت کے بعد ارواح خارجہ من الابدان فرشتے کہلاتی ہیں ویَرِدُ عليهم قوله تعالىٰ واذقال ربك للملائكة انی جاعلٌ فی الارض خلیفة۔ لانها قبلَ خلقِ البشر۔

مذہب سادس۔ قائلین بکونہا جواہر غیر متحیزہ میں ایک طائفہ یعنی فلاسفہ کہتے ہیں انها جواهر مجردةٌ مخالفةٌ للنفوسِ الناطقةِ فی الحقیقةِ وصرح بعض الفلاسفة بانها العقول العشرة والنفوس الفلکیة التی تحرك الافلاكَ۔ قال النیسابوری وقال آخرون وهم الفلاسفة انها مخالفة لنوع النفوس الناطقة البشرية وانها اکملُ قوةً واكثر علماً ونسبتُها الی النفوسِ البشریةِ کنسبۃِ الشمس الی الاضواءِ ثم منها نفوسٌ ناطقة فلکیةٌ ومنها عقول مجردة ومنهم من اثبت انواعاً اُخرمن الملائكة وهی الارضیةُ المدبِرةُ لاحوال العالمِ السفلی خیرها الملائكةُ وشریرها الشیاطین وقد یستدل علیها اصحاب المجاهَدةِ من جهة المكاشفة واصحابِ الحاجاتِ والضروراتِ من جهة مشاهدة الآثار العجیبةِ والهدایةِ الی المعالجات النادرةِ الغریبةِ وترکیبِ المعجونات واستخراج صنعة التریاق کما یحکی انه کان لجالینوس وجع فی الکبد فرأی فی المنام کانَّ امرأً یامرُه اَن یَفصِد الشریان الذی علی ظهر کفه الیمنی بین السبابة والابهام نفعل فعوفی ومما یدلُ علی ذلك حالُ الرؤیا الصادقة۔ اھ۔

راجع دائرة المعارف لمحمد فرید وجدی ج ۱ ص۲۶۶۔

بہرحال فلاسفہ مشائین کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ ملائکہ ہیں اور عقلِ فعال جو ماتحتِ فلکِ قمر میں متصرف ہے جبریل علیہ السلام ہیں عقلِ فعال کا جبریل علیہ السلام ہونا اور عقول عشرہ کا ملائکہ ہونا علماء اسلام کے نزدیک باطل ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ ملائکہ عند المسلمین مخلوق و حادث ہیں اور عقولِ عشرہ کو فلاسفہ قدیم و غیر مخلوق مانتے ہیں۔

ثانیاً یہ کہ ملائکہ مامور من اللہ ہیں وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہیں کرتے لا یعصون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون۔ اور فلاسفہ کے نزدیک عقول عشرہ مامور نہیں ہیں بلکہ مختار ہیں اور متصرف فی جمیع العالم ہیں۔

ثالثاً۔ عقولِ عشرہ فلاسفہ کے نزدیک عالم الغیب ہیں یعنی کل علوم نظریہ انھیں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اصحابِ قوتِ قدسیہ ہیں اور فرشتے مسلمانوں کے نزدیک علم الغیب نہیں جانتے کل علوم نظریہ بدیہی ہو کر انھیں حاصل نہیں ہیں۔

رابعًا۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ خزانہ و محافظ ہیں ہمارے علومِ کلیہ و مدرکاتِ عقل کے لیے جس طرح خیال خزانہ ہے امورِ جزئیہ مادیہ کا یعنی مدرکاتِ حسِ مشترک کا اور حافظ خزانہ ہے امورِ جزئیہ معنویہ کے لیے یعنی مدرکاتِ واہم کے لیے۔ لیکن اہلِ اسلام اس قسم کی خرافات کے قائل نہیں ہیں وہ فرشتوں کو ہمارے علوم کے خزانے و محافظ نہیں مانتے۔

خامسًا۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ کل دنیا کے لیے خالق و متصرف ہیں۔ یہی عقولِ عشرہ آسمان کے مُوجِد ہیں۔ یہی خوشیاں اور غم دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ اور قبضہ میں شفاء امراض و قضاء حاجات ہے اور یہی عقول ہی احل المشکلات و قاضی الحاجات و دافع البلیات و رافع الدرجات ہیں۔ اور یہی عقول ہی مراد ہیں اس آیت میں تُعِزُّ مَنۡ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنۡ تَشَاءُ بیدك الخیر۔ لیکن اہلِ اسلام ملائکہ کے بارے میں ایسے مشرکانہ عقیدے نہیں رکھ سکتے۔

سادسًا۔ بعض فلاسفہ عقول کو خالق نہیں کہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خالقِ عالم و معطی و واہب اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور عقول وسائط ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال ان پر موقوف ہیں اور وہ مکمل ہیں اللہ تعالیٰ کے تصرف و افعال کے لیے۔ لیکن یہ عقیدہ بھی اہلِ اسلام کے عقائد کے پیشِ نظر باطل ہے اللہ تعالیٰ تخلیق میں اعطاء و اعزاز وغیرہ افعال میں کسی واسطہ کا محتاج نہیں۔ عطاؤہ کن و فعلہ کن۔

سابعًا۔ جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں فلاسفہ کہتے ہیں کہ ان سے عقلِ فعّال مراد ہے۔ مثل قوله تعالى انه لقول رسول كريم ذى قوة عند ذى العرش مكين مطاع ثَمَّ امين وما صاحبكم بمجنون ولقد راٰه بالافق المبين وما هو على الغيب بضنين وما هو بقول شيطان رجيم۔ قال ابن تيمية رحمه الله فى كتاب الرّد على المنطقيين صـ۲۷۵ زعم بعض الفلاسفة ان هذا هو العقل الفعّال لانه دائم الفيض فيقال فى ردّه قد قال لقول رسول كريم ذى قوة عند ذى العرش مكين مطاع ثَمَّ والعقل الفعّال لو قدر وجوده فلا تاثير له فيما ثَمَّ وانما تاثيره عندكم فيما تحت فلك القمر فكيف ولا حقيقة له. اھ۔

و بالجملہ فلاسفہ جن جواہرِ مجرّدہ و نفوسِ مجرّدہ و عقول کو فرشتے کہتے ہیں اصولِ اسلام کی رُو سے ان کا مذہب باطل ہے بلکہ کفر ہے۔ قال الشيخ الامام ابن تيمية رحمه الله فى كتاب الرّد على اهل المنطق صـ۲۷۵ وملائكة الله الذين يدبّرهم امر السماء والارض وهم المدبّرات امرًا والمقسّمات امرًا التى اقسم الله تعالى بها فى كتابه ليست هى الكواكب عند احد من سلف الامّة وليست الملائكة هى العقول والنفوس التى تُثبِتها الفلاسفة المشّاؤن اتباع ارسطو ونحوهم وبيّن خطأ من يظن ذلك ويجمع بين ما قالوه وبين ما جاءت به الرسل ويقول ان قوله عليه السلام اوّل ما خلق الله العقل۔ هو حجة لهم على العقل الاوّل و يسمّونه القلم ليجعلوا ذلك مطابقًا لقوله اوّل ما خلق الله القلم وذكرنا فى غير هذا الموضع ان حديث العقل

ضعیف باتفاق اهل المعرفة بالحدیث بل هو موضوع۔

ومع هذا فلفظه اوّل ما خلق الله العقل قال له اَقبِل فاَقبَلَ فقال له اَدبِر فاَدبَر فقال وعزّتی ما خلقتُ خلقاً اکرم علیّ منك فبِك اٰخذُ وبك اُعطِی وبك الثواب وبك العقاب۔ فان کان الحدیث صحیحاً فهو حجة علیهم لانّ معناه انه خاطب العقل فی اول اوقات خلقه بهذا الخطاب وفیه انه لم یخلق خلقاً اکرم علیه منه فهذا یدل علی انه خلق قبله غیره وایضاً فالعقل فی لغة الرسول واصحابه وامته عرض من الاعراض یکون مصدر عقل یعقِل عقلاً کما فی قوله لعلّهم یعقلون. ولعلّکم تعقلون۔ لهم قلوب لا یعقلون بها ونحو ذلك قد یراد به الغریزة التی فی الانسان۔ والعقل فی لغة الفلاسفة جوهر مجرّد قائم بنفسه فاین هذا من ذاك؟ ولهذا قال فی الحدیث فبك اٰخذ وبك اعطی وبك الثواب وبك العقاب وهذا یقال فی عقل بنی اٰدم وهم یزعمون ان اول ما صدر عن الله جوهر قائم بنفسه وانه رب جمیع العالم وان العقل العاشر هو ربّ کل ما تحت فلك القمر ومنه تنزلت الکتب علی الانبیاء۔ انتهی بتصرف۔

ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں فلاسفہ کا مذہب کسی طرح اصول اسلام پر منطبق نہیں ہو سکتا اور جن فلاسفۂ اسلام نے تطبیق فلسفہ و اسلام کی کوشش کی ہے وہ سعی لاحاصل ہے۔

مذہب سابع۔ بعض مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ملائکہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں قال اللہ تعالیٰ وجعلوا الملائکة الذین هم عباد الرحمٰن اناثا۔ (الزخرف)۔

مذہب ثامن۔ بعض صابئین روحانیات کو قابل و منفعل مانتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ملائکہ کو جو کہ روحانیات میں سے ہیں اناث کہتے ہیں۔ البتہ یہ فرقہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں مانتا۔ قال فی الملل والنحل ج ۲ ص۱۲۰ ومن العجب ان عند الصابئة اکثر الروحانیات قابلة منفعلة وانما الفاعل الکامل واحد وعن هذا صار بعضهم الی ان الملائکة اناث وقد اخبر التنزیل عنهم بذلك وجعلوا الملائکة الذین هم عباد الرحمٰن اناثا۔

مذہب تاسع۔ اہل ہند میں متعدد فرقے ہیں۔ ان میں سے دو فرقے کواکب پرست ہیں۔ یہ فرقے سب ستاروں کو تو ملائکہ نہیں کہتے البتہ نیّرین کو وہ ملائکہ میں سے مانتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ آفتاب کو ایک عظیم واجب التعظیم مقرب الی اللہ تعالیٰ فرشتہ کہتا ہے۔ اس فرقہ والے سورج کی عبادت کرتے ہیں۔

قال الشهرستانی فی کتابه الملل ج۲ ص۲۵۵ ولم ینقل للهند مذهب فی عبادة الکواکب الا فرقتان توجّهتا الی النیّرین الشمس والقمر فعبدة الشمس زعموا ان الشمس مَلَك من الملائکة ولها نفس وعقل

ومنها نور الکواکب وضیاء العالم وتکوّن الموجودات السفلیۃ وھی ملک الفلک فتستحق التعظیم والسجود والتبخیر والدعاء اھ۔ دوسرے فرقے والے چاند کو بھی فرشتہ سمجھتے ہیں۔ وزعموا ان القمر ملک من الملائکۃ یستحق التعظیم والعبادۃ والیہ تدبیر ھذا العالم السفلی والامور الجزئیۃ فیہ وبزیادۃ القمر ونقصانہ تعرف الازمان والساعات وھو تلو الشمس وقریبہا ومنہا نورہ۔ اھ۔ ھذا واللہ اعلم تمّ الفصل الاول ویلیہ الفصل الثانی فی احوال جبریل وغیرہ۔

جبریل علیہ السلام۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہیں۔ جبریل علیہ السلام امینِ وحی الی الرسل علیہم السلام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور جملہ انبیا علیہم السلام کے مابین سفیر ہیں۔ انزالِ عذاب وتباہی و زلازل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل مؤکل ہیں۔ جبریل کا معنی ہے لغتِ سریانی میں عبداللہ۔ جبر کا معنی لغت سریانیہ میں عبد ہے اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے وروی عبد بن حمید فی تفسیرہ عن عکرمۃ ان اسم جبریل عبد اللہ واسم میکائیل عبید اللہ۔ کذا فی العمدۃ ج ۱ ص ۷۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ جبریل کا معنی عبدالرحمٰن یا عبدالعزیز ہے۔ وکذا روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور بعض محققین کے نزدیک یہ ترکیب واضافت مقلوبہ ہے لہٰذا جبر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور ایل کا معنی ہے عبد۔ قال العلامۃ السہیلی فی الروض ج ۱ ص ۱۵۵ واسم جبریل سریانی ومعناہ عبد الرحمٰن او عبد العزیز ھکذا جاء عن ابن عباس موقوفاً ومرفوعاً ایضاً والوقف اصح واکثر الناس علی ان آخر الاسم ھو اسم اللہ وھو ایل وکان شیخنا رحمہ اللہ یذھب مذھب طائفۃ من اھل العلم فی ان ھذہ الاسماء اضافتہا مقلوبۃ وکذلک الاضافۃ فی کلام العجم یقولون فی غلام زید زید غلام فعلی ھذا یکون ایل عبارۃ عن العبد ویکون اول الاسم عبارۃ عن اسم من اسماء اللہ تعالیٰ الا تری کیف قال فی حدیث ابن عباس جبریل ومیکائیل کما تقول عبد اللہ وعبد الرحمٰن الا تری ان لفظ عبد یتکرر بلفظ واحد والاسماء الفاظہا مختلفۃ۔ اھ۔

وقال فی العمدۃ وذھبت طائفۃ الی ان الاضافۃ فی ھذہ الاسماء مقلوبۃ فایل ھو العبد و اوّلہ اسم من اسماء اللہ تعالیٰ والجبر عند العجم ھو اصلاح ما فسد وھی توافق معناہ من جہۃ العربیۃ فان فی الوحی اصلاح ما فسد وجبر ما وھی من الدین ولم یکن ھذا الاسم معروفاً بمکۃ ولا بارض العرب ولذا انہ علیہ السلام لما ذکرہ لخدیجۃ رضی اللہ عنہا انطلقت لتسأل من عندہ علم من الکتاب کعداس ونسطور الراھب فقالا قدوس قدوس ومن این ھذا الاسم بہذہ البلاد ورأیت فی اثناء مطالعتی فی الکتب ان اسم جبریل علیہ الصلاۃ والسلام عبد الجلیل وکنیتہ ابو الفتوح واسم میکائیل عبد الرزاق وکنیتہ ابو الغنائم واسم اسرافیل عبد الخالق وکنیتہ ابو المنافخ واسم عزرائیل

عبدالجبار ؒ کنیتہ ابو یحیی۔

جبریل علیہ السلام کو الروح الامین۔ والروح و روح القدس والناموس الاکبر وطاوس الملائکۃ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے تنزل الملائکۃ والروح۔ اس آیت میں روح کا عطف ملائکہ پر اور مستقل ذکر جبریلؑ کے بلند مرتبہ کی طرف اشارہ کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام افضل ملائکہ ہیں۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ ان جبریل علیہ السلام من افضل الملائکۃ لہ ست اجنحۃ فی کل واحدۃ مائۃ جناح ولہ وراء ذلک جناحان لا ینشرھما الا عند ھلاک القری۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ جبریل علیہ السلام جنگ بدر میں جس گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے اس کا نام حیزوم تھا لیکن محققین کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ حیزوم کسی اور فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ ففی اثر مرسل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لجبریل من القائل یوم بدر من الملائکۃ اقدم حیزوم فقال جبریل ما کل السماء اعرف قال ابن کثیر رحمہ اللہ وھذا الاثر یرد قول من زعم ان حیزوم اسم فرس جبریل۔

علماء حدیث وتفسیر لکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام ہی ہمیشہ اللہ تعالی اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر یعنی پیغام و وحی پہنچانے والے تھے۔ کسی اور فرشتے کو یہ منصب بطریق استقلال ودوام کسی وقت حاصل نہیں ہوا۔ قال السیوطیؒ ان جبریل ھو السفیر بین اللہ وبین انبیائہ ولا یعرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ انتھی۔ واعترض علیہ بعضھم بان اسرافیل کان سفیرا بین اللہ وبین نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فعن الشعبی انہ جاءتہ صلی اللہ علیہ وسلم النبوۃ وھو ابن اربعین سنۃ وقرن بنبوتہ اسرافیل سنین فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوتہ جبریل کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۲۴۳۔ واخرج احمد بن حنبل ویعقوب بن سفیان فی تاریخھما وابن سعد والبیھقی عن الشعبی قال نزلت علیہ النبوۃ وھو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوتہ اسرافیل ثلاث سنین فکان یعلمہ الکلمۃ والشئ ولا ینزل القرآن فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوتہ جبرئیل فنزل القرآن علی لسانہ عشرین سنۃ عشرا بمکۃ وعشرا بالمدینۃ۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص۲۳۱۔ وروی ان اسرافیل قرن بہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل النبوۃ ثلاث سنین یسمع حسہ ولا یری شخصہ یعلمہ الشئ بعد الشئ۔

واجاب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ تعالی عن ذلک بان السفیر ھو المرصد لذلک وذلک لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلک مجئ غیرہ من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان ولک ان تقول ان کان المراد بالمجئ الیہ بوحی من اللہ تعالی کما ھو المتبادر فلیس فی ھذہ الروایۃ ان اسرافیل کان یاتیہ بوحی فی تلک المدۃ وجواب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ یقتضی ان اسرافیل غیرہ

من الملائكة كان ياتيه بوحى من الله قبل مجئ جبريل له صلى الله عليه وسلم بوحى غير النبوة ولا يخرجه ذلك عن الاختصاص باسم السفير وبان اسرافيل لم ينزل لغير نبينا صلى الله عليه وسلم من الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم كما ثبت فى الحديث فلم يكن السفير بين الله وجميع انبيائه قيل وانما خص بذلك لانه اول من سجد من الملائكة لآدم عليه السلام هذا ما هو مذكور فى انسان العيون ج ۱ ص ۲۴۵۔

حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۶۸ میں زیر بحث مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ یہاں پر ان کی عبارت بعینہٖ ذکر کرنا ہم مفید سمجھتے ہیں کیونکہ وہ کئی فوائد پر مشتمل ہے۔ سیوطی کی عبارتِ حاوی یہ ہے۔

وصل كتاب الاعلام الى حلب فوقف عليه واقف فرأى قولى فيه ان جبريل هو السفير بين الله وبين انبيائه لا يعرف ذلك لغيره من الملائكة۔ فكتب على الهامش بخطه ما نصه بل قد عرف ذلك لغيره من الملائكة قال الحافظ برهان الدين الحلبى فى شرح البخارى۔ اعلم ان فى كيفية نزول الوحى على رسول الله صلى الله عليه وسلم سبع صور ذكرها السهيلى فى روضه الى ان قال سابعها وحى اسرافيل كما ثبت عن الشعبى ان النبى صلى الله عليه وسلم وكل به اسرافيل فكان يتراءى له ويأتيه بالكلمة والشئ ثم وكل به جبريل. قال ابن عبد البر فى اول الاستيعاب وساق سنده الى الشعبى قال انزلت عليه النبوة وهو ابن اربعين سنة فقرن بنبوته اسرافيل ثلاث سنين ثم نقل عن شيخه ابن الملقن ان المشهور ان جبريل ابتدأه بالوحى-انتهى ما كتبه المعترض۔

واقول الجواب عن ذلك من وجوه۔ احدها ما نقله المعترض نفسه فى آخر كلامه عن ابن الملقن ان المشهور ان جبريل ابتدأه بالوحى وانما قال ابن الملقن ذلك لانه الثابت فى احاديث الصحيحين وغيرهما واثر الشعبى مرسل او معضل فكيف يعتمد عليه مع ثبوت خلافه فى الصحيحين وغيرهما والعجب من المعترض كيف اعترض بما لم يثبت مع نقله فى آخر كلامه ان المشهور خلاف ما اعترض به۔

الوجه الثانى۔ ان المراد بالسفير الذى هو مرصد لذلك وذلك لا يعرف لغير جبريل ولا ينافى ذلك مجئ غيره من الملائكة الى النبى صلى الله عليه وسلم فى بعض الاحيان كما ان كاتب السر مرصد للتوقيع عن السلطان ولا ينافى ذلك ان يوقع عنه غيره فى بعض الاحيان فلا يسلب كاتب السر الاختصاص بهذا الاسم ولا يشاركه فيه من وقع مرة او مرتين فكذلك لا يسلب جبريل الاختصاص باسم السفير ولا يشاركه فيه احد من الملائكة الذين جاؤوا الى الانبياء فى وقت ما وكم من ملك غير اسرافيل جاء الى النبى صلى الله عليه وسلم فى قضايا متعددة كما هو فى كثير من الاحاديث وجاء ملك الموت الى ابراهيم عليه السلام فبشره بالخلة فعجب من المعترض كيف اقتصر على اسرافيل دون مجئ غيره من الملائكة۔

الوجه الثالث۔ ان العبارة التی اورد تها وهو السفیر بین الله وبین انبیائه بصیغة الجمع واسرافیل لم ینزل الی احد غیر النبی صلی الله علیه وسلم کما ورد فی الحدیث۔ وذکر بعض العلماء فی حکمته انه الموکل بالنفخ فی الصور والنبی صلی الله علیه وسلم بعث قرب الساعة وکانت بعثه من اشراطها فبعث الیه اسرافیل بهذه المناسبة ولم یبعث الی نبی قبله وحینئذ فالمبعوث الی النبی صلی الله علیه وسلم فقط لا یصدق علیه انه سفیر بین الله وبین انبیائه بصیغة الجمع لانه لم یکن سفیرًا الا بین الله وبین نبی واحد والحکم المنفی عن المجموع لا یلزم نفیه عن فرد من افراد ذلك المجموع فلا یصح النقض به۔

الوجه الرابع۔ انه قد ورد فی الحدیث ما یوهی اثر الشعبی وهو ما اخرجه مسلم والنسائی و الحاکم عن ابن عباس قال بینما رسول الله صلی الله علیه وسلم جالس وعنده جبریل اذ سمع نقیضًا من السماء من فوق فرفع جبریل بصره الی السماء فقال یا محمد هذا ملك قد نزل لم ینزل الی الارض قط قال فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فسلم علیه فقال ابشر بنورین اوتیتهما لم یؤتهما نبی قبلك فاتحة الکتاب و خواتیم سورة البقرة لن تقرأ حرفًا منهما الا اوتیتها قال جماعة من العلماء هذا الملك هو اسرافیل۔ و اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لقد هبط علی ملك من السماء ما هبط علی نبی قبلی ولا یهبط علی احد بعدی وهو اسرافیل فقال انا رسول ربك الیك امرنی اخبرك ان شئت نبیًا عبدًا وان شئت نبیا ملکا فنظرت الی جبریل فاومأ الی ان تواضع فلو انی قلت نبیا ملکا لسارت الجبال معی ذهبا۔ وهاتان القضیتان بعد ابتداء الوحی بسنین کما یعرف من سائر طرق الاحادیث وهما ظاهران فی ان اسرافیل لم ینزل الیه قبل ذلك فکیف یصح قول الشعبی انه اتاه فی ابتداء الوحی۔

الوجه الخامس۔ انه قد قدمنا فی الاعلام الدلیل علی ذلك عقبه وهو قول ورقة جبریل امین الله بینه وبین رسوله وقول ابن سابط فوکل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء۔ وقال عطاء بن السائب اول ما یحاسب جبریل لانه کان امین الله الی رسله ومیکائیل یتلقی الکتب واسرافیل بمنزلة الحاجب وقوله صلی الله علیه وسلم فاما جبریل فصاحب الحرب صاحب المرسلین الحدیث وآثار اخر (وقلنا فی آخر الکلام) فعرف بمجموع هذه الآثار اختصاص جبریل من بین سائر الملائکة بالوحی الی الانبیاء انما کان عند المعترض من الفطنة ما یهتدی به لصحة هذا الکلام اخذا من هذه الادلة۔ هذا آخر الجواب والله اعلم۔

سوال ۔ جبریل علیہ السلام نے کُل کتنی مرتبہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل کرنے کے لیے نزول فرمایا۔

جواب۔ صحیح احادیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام کثرت سے نزول فرماتے رہے کسی صحیح روایت سے عددِ نزول کا پتہ نہیں چلتا۔ فالعلم عند اللہ۔ بعض کتب تاریخ میں درج ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر ۲۴ ہزار بار نزول فرمایا قال ان جبریل نزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ستاً وعشرین الف مرۃ ولم یبلغ احد من الانبیاء علیھم السلام ھذا العدد اھ۔ واللہ اعلم بصحۃ ھذا القول ولا ادری ما بحثہ۔ ومن این اخذ ھذا۔

یہ بات تو واضح و معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام گاہے ایک دن میں کئی بار نزول فرماتے تھے اور گاہے کئی روز انقطاع و فترت کے بعد نزول فرماتے تھے۔ تاہم بطور تدقیق کے اگر ہم ۲۶ ہزار کو ایام نبوت پر تقسیم کریں تو روزانہ تقریباً تین مرتبہ نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر اکثر ایام میں تین بار اور بعض ایام قلیلہ میں صرف دو بار نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قمری سال کے ایام تقریباً ۳۵۵ ہوتے ہیں۔ لہذا نبوت کے ۲۳ سالوں کے کل ایام ۹۱۶۵ بنتے ہیں۔ دنوں کے عدد ہذا پر ۳۶ ہزار کو تقسیم کریں تو مذکورہ بالا نتیجہ نکلتا ہے۔

سوال۔ مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد جبریل علیہ السلام کا زمین پر نزول منقطع ہوگیا اور پھر کبھی بھی وہ زمین پر نازل نہیں ہوتے۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔

جواب۔ یہ بات مشہور عوام میں سے ہے اور بالکل غلط ہے۔ احادیث میں ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام ہر سال لیلۃ القدر میں نازل ہوتے ہیں اور بعض نیک مومنوں پر عمومی یا خصوصی طور پر سلام کہتے ہیں۔ کما قال اللہ تعالی فی بیان لیلۃ القدر تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم الآیۃ۔ فعن الضحاک ان الروح ھنا جبریل وانہ ینزل ھو والملائکۃ فی لیلۃ القدر ویسلمون علی المسلمین وذلک فی کل سنۃ۔ واخرج الطبرانی فی الکبیر عن میمونۃ بنت سعد قالت قلت یا رسول اللہ ھل یرقد الجنب؟ قال ما احب ان یرقد حتی یتوضأ فانی اخاف ان یتوفی فلا یحضرہ جبریل۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فھذا الحدیث یدل علی ان جبریل ینزل الی الارض ویحضر موتۃ کل مومن حضرہ الموت وھو علی طھارۃ۔

ذکر دجال سے متعلق ایک حدیث ہے کہ دجال لعین مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ جبریلؑ اس کی حفاظت پر کھڑے ہوں گے اور دجال ان کے ڈر سے واپس ہو جائے گا۔ فاخرج الطبرانی ونعیم بن حماد فی کتاب الفتن من حدایث الفتن عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی وصف الدجال قال فیمر بمکۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ ویمر بالمدینۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا جبریل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے نزول کے بعد وحی نازل ہوا کرے گی اور وحی لانا جبریل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ لہذا جبریل علیہ السلام ہی عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کرتے رہیں گے۔

بعض احادیث میں ہے کہ بروز قیامت فرشتوں میں یا کل مخلوق میں سب سے پہلے جبریل علیہ السلام کا حساب لیا جائے گا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن عطاء بن السائب قال اول من یحاسب جبریل لانہ کان امین اللہ الی رسلہ۔ واخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین اللہ الی رسلہ واخرج ایضاً عن عبد العزیز بن عمیر قال اسم جبریل فی الملائکۃ خادم ربہ۔

جبریل علیہ السلام عموماً کسی انسان کی شکل میں نبی علیہ السلام کو نظر آتے تھے۔ زیادہ تر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ صرف دو مرتبہ نبی علیہ السلام نے جبریلؑ کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا ہے اور حسب تصریح علماء جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھ لینا ہمارے نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ وفی الخصائص الصغریٰ خص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برؤیتہ جبریل فی صورتہ التی خلقہ اللہ علیہا ای لم یرہ احد من الانبیاء علی تلک الصورۃ الا نبینا علیہ السلام کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۵۹۔ اخرج احمد وابن ابی حاتم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبرئیل فی صورتہ الا مرتین اما واحدۃ فانہ سألہ ان یریہ نفسہ فاراہ نفسہ فسد الافق واما الاخریٰ فلیلۃ الاسراء عند السدرۃ۔ واخرج ایضاً احمد عن ابن مسعود قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل فی صورتہ ولہ ستمائۃ جناح کل جناح منہا قد سد الافق یسقط من جناحہ من التہاویل والدر والیاقوت ما اللہ بہ علیم۔ والتہاویل الاشیاء المختلفۃ الالوان ومنہا یقال لما یخرج من الریاض من الوان الزہر التہاویل۔ واخرج الطبرانی واحمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبرئیل فی صورتہ التی خلق علیہا الا مرتین راہ منہبطا من السماء الی الارض سادا اعظم خلقہ ما بین السماء والارض۔ واخرج احمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت جبرئیل منہبطا قد ملأ ما بین السماء والارض علیہ ثیاب سندس معلقا بہ اللؤلؤ والیاقوت۔ واخرج ابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت جبریل لہ ستمائۃ جناح من لؤلؤ قد نشرہا مثل ریش الطواویس۔ وفی الاحادیث واکثر ما کنت اراہ علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکنت احیانا اراہ کما یری الرجل صاحبہ من وراء الغربال۔ واخرج ابن سعد والنسائی بسند صحیح عن ابن عمرؓ قال کان جبرئیل یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صورۃ دحیۃ الکلبیؓ واخرج الطبرانی عن انس ان النبی علیہ السلام قال کان جبرئیل یاتینی علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکان دحیۃ رجلاً جمیلاً

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نہایت حسین وجمیل صحابی ہیں ھو دحیۃ بن خلیفۃ بن عامر۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر میں شریک نہ تھے۔ زمانۂ معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ تھے۔ وقیل کما فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۲۵۳ وکان اذا اتاہ علی صورۃ الادمی یاتیہ بالوعد والبشارۃ۔ اھ۔ بعض آثار میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ نزول وحی کے وقت حفاظت وحی کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوتی تھی۔ ذکر ابن جریر انہ ما نزل جبریل بوحی قط الا ونزل معہ من الملائکۃ حفظۃ یحیطون بہ وبالنبی الذی یوحی الیہ یطردون الشیاطین عنہما لئلا یسمعوا ما یبلغہ جبریل الی ذلک النبی من الغیب الذی یوحیہ الیہ فیبلغوہ الی اولیائہم۔ ھذا واللہ اعلم۔

عزرائیل علیہ السلام۔ اگرچہ تفسیر بیضاوی حصہ اول میں عزرائیل علیہ السلام مذکور نہیں ہیں مگر جبریل ومیکائیل کی مناسبت کے پیش نظر ہم ان کے احوال تبعاً یہاں پر ذکر کر رہے ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام ارواحِ حیوانات نکالنے پر موکل ہیں۔ اس واسطے انھیں ملک الموت بھی کہا جاتا ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ عزرائیل فی سماء الدنیا وخلق اللہ رجلیہ فی تخوم الارضین ورأسہ فی السماء العلیا ووجھہ مقابل اللوح المحفوظ ولہ اعوان بعدد من یموت لا یقبض روح مخلوق الا بعد ان یستوفی رزقہ وینقضی اجلہ۔ قبضِ ارواح میں فرشتوں کی ایک بڑی جماعت عزرائیل علیہ السلام کی معاون ہے قال اللہ تعالی قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم۔ وقال تعالی حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما توفتہ رسلنا ای اعوان ملک الموت من الملائکۃ۔

ملک الموت عظیم القدر جلیل الشان فرشتہ ہیں ان کے بعض احوال وامور جو ان کے سپرد ہیں کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ قبض ارواح اللہ تعالی نے ان کے سپرد کیا ہے اور وہ قبض ارواح والی جماعتِ ملائکہ کے امیر ہیں۔ اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمۃ عن وھب بن منبہ قال ان الملائکۃ الذین یأتون الناس ھم الذین یتوفونہم ویکتبون لہم آجالہم فاذا توفوا النفس دفعوھا الی ملک الموت وھو کالعاقب یعنی العشار الذی یؤدی الیہ من تحتہ۔

۲۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت زمین کے مختلف خطوں سے سرخ۔ سفید۔ سیاہ۔ نرم اور سخت وغیرہ مختلف الالوان والانواع مٹی لانے والے عزرائیل علیہ السلام ہی تھے۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ھریرۃ قال لما اراد اللہ ان یخلق آدم بعث ملکا من حملۃ العرش یاتی بتراب من الارض فلما ھوی لیأخذ قالت الارض اسألک بالذی ارسلک ان لا تأخذ الیوم منی شیئا

يكون للنار منه نصيب غدا فتركها فلما رجع الى ربه قال ما منعك ان تأتى بما امرتك قال سألتنى بك فعظمت ان ارد شيئا سألنى بك فارسل آخر فقال مثل ذلك حتى ارسلهم كلهم فارسل ملك الموت فقالت له مثل ذلك فقال ان الذى ارسلنى احق بالطاعة منك فاخذ من وجه الارض كلها من طيبها وخبيثها فجاء به الى ربه فصب عليه من ماء الجنة فصار حما مسنونا فخلق منه آدم - و اخرج ابوحذيفة اسحق بن بشر فى كتاب المبتدا عن ابن اسحق عن الزهرى نحوه وسمى الملك المرسل اولا اسرافيل والثانى ميكائيل. واخرج ابن عساكر من طريق السدى عن ابى مالك وعن ابى صالح عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وناس من الصحابة وسمى المرسل اولا جبريل والثانى ميكائيل واخرج ابن عساكر ايضا عن يحيى بن خالد نحوه وسمى الاول جبريل والثانى ميكائيل وقال فى آخره فسماه ملك الموت ووكله بالموت -

۳- کسی انسان کی موت پر جب اس کے گھر والے روتے ہیں اور اظہار غم کرتے ہیں تو عزرائیل علیہ السلام اس گھر والوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ اس انسان کی روح قبض کرنے میں ہم نے کوئی جرم نہیں کیا اس کی اجل اللہ تعالی نے مقرر فرمائی ہے. اے غم کرنے والو صبر کرنے پر تمھیں ثواب ملے گا صبر کرو اور اپنی زندگی خدا تعالی کی راہ میں اس کی طاعت میں لگا دو- خبردار! ہمیں اس گھر میں قبض ارواح کے لیے بار بار آنا ہے- ہم اللہ تعالے کی اجازت کے بغیر ایک مچھر کی روح بھی قبض نہیں کر سکتے -

۴- جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بوقت موت ملک الموت ان سے شیطان کو بھگا دیتے ہیں -

۵- عزرائیل علیہ السلام ہر شخص سے دن رات میں ایک بار ملاقات کرتے ہیں -

۶- ہر گھر میں روزانہ تین بار احوال معلوم کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں. بعض آثار میں زیادہ کا ذکر ہے - واخرج الطبرانى فى الكبير وابو نعيم وابن منده كلاهما فى الصحابة من طريق جعفر بن محمد عن ابيه عن الحرث بن الخزرج عن ابيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ونظر الى ملك الموت عند رأس رجل من الانصار فقال يا ملك الموت ارفق بصاحبى فانه مؤمن فقال ملك الموت طب نفسا وقر عينا واعلم انى بكل مؤمن رفيق واعلم يا محمد انى لاقبض روح ابن آدم فاذا صرخ صارخ قمت فى الدار ومعى روحه فقلت ما هذا الصارخ والله ما ظلمناه ولا سبقنا اجله ولا استعجلنا قدره ومالنا فى قبضه من ذنب فان ترضوا لما صنع الله تؤجروا وان تسخطوا تأثموا وتؤزروا وان لنا عندكم عودة بعد عودة فالحذر الحذر وما من اهل بيت شعر ولا مدر بر ولا فاجر سهل ولا جبل الا انا اتصفحهم فى كل يوم وليلة حتى لانا اعرف بصغيرهم وكبيرهم منهم بانفسهم والله لو اردت ان اقبض روح

بعوضة ما قدرت على ذلك حتى يكون الله هو يأذن بقبضها قال جعفر بن محمد بلغنى انه انما يتصفحهم عند مواقيت الصلاة فاذا نظر عند الموت فان كان ممن يحافظ على الصلوات الخمس دنا منه الملك و طرد عنه الشيطان ويلقنه الملك لا اله الا الله محمد رسول الله فى ذلك الحال العظيم واخرجه ابن ابى حاتم فى تفسيره وابو الشيخ فى العظمة عن جعفر بن محمد عن ابيه مرفوعا معضلا واخرج ابن ابى الدنيا و ابو الشيخ عن الحسن قال ما من يوم الا وملك الموت يتصفح فى كل بيت ثلاث مرات فمن وجده منهم قد استوفى رزقه وانقضى اجله قبض روحه فاذا قبض روحه اقبل اهله برنة وبكاء فيأخذ ملك الموت بعضادتى الباب فيقول مالى اليكم من ذنب وانى لمأمور والله ما اكلت له رزقا ولا افنيت له عمرا و لا انتقصت له اجلا وان لى فيكم لعودة ثم عودة حتى لا ابقى منكم احدا قال الحسن فوالله لو يرون مقامه و يسمعون كلامه لذهلوا عن ميتهم ولبكوا على انفسهم ۔

۷۔ نیک انسان۔ صالح۔ سخی کے ساتھ بوقتِ موت عزرائیل علیہ السلام نرمی وخوش اخلاقی کا برتاؤ کرتے ہیں اور برے انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

۸۔ روح قبض کرتے وقت نیک شخص کے سامنے اچھی شکل اور حسین صورت میں آتے ہیں اور بدکردار کے سامنے خوفناک شکل میں آتے ہیں۔ واخرج المروزى فى الجنائز عن سليم بن عطية قال دخل سلمان على صديق له يعوده وهو بالموت فقال يا ملك الموت ارفق به فانه مؤمن فتكلم الرجل وقال انه يقول انى بكل مؤمن رفيق۔ واخرج الزبير بن بكار وابن عساكر من طرق عن حميد بن ميمون عن ابيه قال كنت فيمن حضر المطلب بن عبد الله بن حنطب بمنبج وهو يجود بنفسه ولقى من الموت شدة فقال رجل ممن حضر وهو فى غشيته اللهم هون عليه فانه كان وكان يثنى عليه فافاق فقال من المتكلم فقالوا فلان فقال فان ملك الموت يقول لك انى بكل مؤمن سخى رفيق ثم مات فى الحال۔ واخرج ابن ابى الدنيا عن عبيد بن عمير قال بينما ابراهيم صلوات الله على نبينا وعليه يوما فى داره اذ دخل عليه رجل حسن الشارة فقال يا عبد الله من ادخلك دارى فقال ادخلنيها ربها قال ربها احق بها فمن انت قال ملك الموت قال لقد نعت لى منك اشياء ما اراها فيك قال فادبر فادبر فاذا اعيون مقبلة وعيون مدبرة واذا كل شعرة منه كانها السنان قائم فتعوذ ابراهيم عليه السلام من ذلك وقال عد الى الصورة الاولى قال يا ابراهيم ان الله اذا بعثنى الى من يحب لقاءه بعثنى فى الصورة التى رأيت اولا۔ الشارة بشين معجمة وراء خفيفة الهيئة۔

واخرج عن وهب قال ان ابراهيم صلوات الله عليه رأى فى بيته رجلا فقال من انت ؟ قال انا ملك الموت قال ابراهيم ان كنت صادقا فأرنى منك آية اعرف انك ملك الموت قال له

ملك الموت اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التي يقبض بها المؤمنين قال فرأى من النور والبهاء شيئا لا يعلمه الا الله ثم قال اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التي يقبض بها الكفار والفجار فرعب ابراهيم رعبا شديدا حتى ارتعدت فرائصه والصق بطنه بالارض وكادت نفسه ان تخرج - واخرج عن ابن مسعود وابن عباس معاذ لما اتخذ الله ابراهيم خليلا سأل ملك الموت ربه ان يأذن له ان يبشره بذلك فأذن له فجاء ابراهيم فبشره فقال الحمد لله ثم قال يا ملك الموت ارني كيف تقبض انفاس الكفار قال يا ابراهيم لا تطيق ذلك قال بلى قال اعرض فاعرض ثم نظر فاذا برجل اسود تنال رأسه السماء يخرج من فيه لهب النار ليس من شعرة في جسده الا في صورة رجل يخرج من فيه ومسامعه لهب النار فغشي على ابراهيم ثم افاق وقد تحول ملك الموت في الصورة الاولى فقال يا ملك الموت لو لم يلق الكافر من البلاء والحزن الا صورتك لكفاه فأرني كيف تقبض انفاس المؤمنين قال اعرض فاعرض ثم التفت فاذا هو رجل شاب احسن الناس وجها واطيبهم ريحا في ثياب بيض فقال يا ملك الموت لو لم ير المؤمن عند الموت من قرة العين والكرامة الا صورتك هذه لكان يكفيه -

۹۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ارواح خود عزرائیل علیہ السلام قبض فرماتے ہیں اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاونین ارواح قبض کرتے ہیں البتہ ان کے امیر عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

۱۰۔ ساری زمین ملک الموت کے سامنے ہتھیلی کی طرح یا دسترخوان کے مانند یا طشت و طباق کے مانند ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے لیے طویل مسافتیں قریب کر دی ہیں۔

۱۱۔ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کی اجل آن پہنچتی ہے تو عزرائیل علیہ السلام کو قبضِ رُوح کا امر ہوتا ہے۔ اور بعض آثار میں ہے کہ اس وقت عرش سے آپ کے پاس اس شخص کی رُوح قبض کرنے کی ایک پرچی (رقعہ) آجاتی ہے جس سے آپ کو اس کی زندگی ختم ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ اخرج ابو الشیخ عن الحکم بن عتیبة قال الدنیا بین یدی ملك الموت بمنزلة الطست بین یدی الرجل واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن اشعث بن سلیم قال سأل ابراهیم صلوات الله علیه ملك الموت واسمه عزرائیل وله عینان فی وجهه وعینان فی قفاه فقال یا ملك الموت ماذا تصنع اذا کانت نفس بالمشرق ونفس بالمغرب ووقع الوباء بأرض والتقی الزحفان کیف تصنع قال ادعو الارواح باذن الله فتکون بین اصبعی هاتین قال ودحیت له الارض فترکت کالطست یتناول منها حیث شاء واخرج ابن ابی الدنیا من طریق الحسن بن عمارة عن الحکم ان یعقوب علیه السلام

قال لملك الموت ما من نفس منفوسة الا و انت تقبض روحها قال نعم قال فكيف وانت عندی ههنا والانفس فی اطراف الارض قال ان الله سخر لی الدنیا فهی کالطست یوضع قدام احدکم فیتناول من اطرافها ماشاء کذلك الدنیا عندی۔

واخرج الدینوری فی المجالسة عن ابی قیس الازدی قال قیل لملك الموت کیف تقبض الارواح قال ادعوها فتجیبنی۔ واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ وابو نعیم عن شہر بن حوشب قال ملك الموت جالس والدنیا بین رکبتیه واللوح الذی فیه اٰجال بنی اٰدم بین یدیه وبین یدیه ملائکة قیام وهو یعرض اللوح لایطرف فاذا اتی علی اجل عبد قال اقبضوا هذا۔ واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن ابن عباس انه سئل عن نفسین اتفق موتهما فی طرفة عین واحد بالمشرق وواحد بالمغرب کیف قدرة ملك الموت علیهما قال ماقدرة ملك الموت علی اهل المشارق والمغارب والظلمات والهوی والبحور الا کرجل بین یدیه مائدة یتناول من ایها شاء۔ واخرج جویبر فی تفسیره عن الکلبی عن مجاهد عن ابن عباس قال ملك الموت الذی یتوفی الانفس کلها وقد سلط علی ما فی الارض کما سلط احدکم علی ما فی راحته ومعه ملائکة من ملائکة الرحمة وملائکة من ملائکة العذاب فاذا توفی نفسا طیبة دفعها الی ملائکة الرحمة واذا توفی نفسا خبیثة دفعها الی ملائکة العذاب۔

واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی المثنی الحمصی قال ان الدنیا سهلها وجبلها بین فخذی ملك الموت ومعه ملائکة الرحمة وملائکة العذاب فیقبض الارواح فیعطی هؤلاء لهؤلاء وهؤلاء لهؤلاء یعنی ملائکة الرحمة وملائکة العذاب قیل فاذا کانت وقعة وکان السیف مثل البرق قال یدعوها فتاتیه الانفس۔ واخرج ابن ابی حاتم عن زهیر بن محمد قال قیل یا رسول الله ملك الموت واحد والزحفان یلتقیان من المشرق والمغرب ومابین ذلك من السقط والهلاك فقال ان الله حوی الدنیا لملك الموت حتی جعلها کالطست بین یدی احدکم فهل یفوته منها شیئ۔ واخرج ابن ابی شیبة فی المصنف قال حدثنا عبدالله بن نمیر عن الاعمش عن خیثمة قال اتی ملك الموت سلیمان بن داود وکان له صدیقا فقال له سلیمان مالك تاتی اهل البیت فتقبضهم جمیعا وتدع اهل البیت الی جنبهم لاتقبض منهم احدا قال لا اعلم بما اقبض منها انما اکون تحت العرش فتلقی الی صکاك فیها اسماء۔

مذکورہ صدر حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس عرش الہی سے ہر شخص کے نام کی پرچی (صکاک) پہنچتی ہے۔ واخرج احمد فی الزهد وابن ابی الدنیا عن عمر قال بلغنا ان ملك الموت لایعلم متی یحضر اجل الانسان حتی یؤمر بقبضه۔

۱۲۔ احادیث میں ہے کہ عزرائیل علیہ السلام قبض روح کے لیے کسی کے پاس آنے کی اجازت نہیں لیتے صرف ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس قبض روح کی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی اخرج الطبرانی عن الحسین ان جبریل هبط علی النبی صلی الله علیه وسلم یوم موته فقال کیف تجدك قال اجدنی یاجبریل مغموما واجدنی مکروبا فاستاذن ملك الموت علی الباب فقال جبریل یا محمد هذا ملك الموت یستاذن علیك ماستاذن علی آدمی قبلك ولا یستاذن علی آدمی بعدك قال ائذن له فأذن له فاقبل حتی وقف بین یدیه فقال ان الله ارسلنی الیك وامرنی ان اطیعك ان امرتنی ان اقبض نفسك قبضتها وان کرهت ترکتها قال وتفعل یاملك الموت قال نعم بذلك امرت فقال له یاجبریل ان الله قد اشتاق الی لقائك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم امض لما امرت به۔

۱۳۔ پہلے زمانے میں قبض روح کے لیے عزرائیل علیہ السلام کسی شکل میں ظاہر ہو کر تشریف لاتے تھے۔

۱۴۔ نیز امراض کے بغیر کسی تندرست انسان کے سامنے آکر اس کی جان لیتے تھے تو لوگ ملک الموت کو برا بھلا کہتے تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں خفیہ طور پر روح قبض کرنے کا حکم دیا اور لوگوں پر امراض مسلط کیے۔ چنانچہ ان کی توجہ عزرائیل علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرنے کی بجائے امراض کے علاج کی طرف ہوگئی۔ اخرج المروزی وابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی الشعثاء جابر بن زید ان ملك الموت کان یقبض الارواح بغیر وجع فسبه الناس ولعنوه فشکا الی ربه فوضع الله الاوجاع ونسی ملك الموت یقال مات فلان بوجع کذا وکذا۔ واخرج ابونعیم عن الاعمش قال کان ملك الموت یظهر للناس فیأتی الرجل فیقول اقض حاجتك فانی ارید ان اقبض روحك فشکا فانزل الداء وجعل الموت خفیة۔ و اخرج احمد والبزار والحاکم وصححه عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کان ملك الموت یأتی الناس عیانا فاتی موسی فلطمه ففقأعینه فأتی ربه فقال یارب عبدك موسی فقأعینی ولولا کرامته علیك لشققت علیه قال له اذهب الی عبدی فقل له فلیضع یده علی جلد ثور فله بکل شعرة وارت یده سنة فاتاه فقال مابعد هذا قال الموت قال فالآن قال فشمه فقبض روحه ورد الله الیه عینه فکان یأتی بعد ذلك الناس خفیة۔ واخرج ابوحذیفة اسحق بن بشر فی کتاب الشدائد بسنده عن ابن عمر قال قال ملك الموت یارب ان عبدك ابراهیم جزع من الموت فقال له قل له الخلیل اذا طال به العهد من خلیله اشتاق الیه فبلغه فقال نعم یارب قد اشتقت الی لقائك فاعطاه ریحانة فشمها فقبض فیها روحه۔ واخرج ابوالشیخ عن محمد بن المنکدر ان ملك الموت قال لابراهیم علیه السلام ان ربی امرنی

ان اقبض نفسك بأيسر ما قبضت نفس مؤمن قال فانا اسألك بحق الذى ارسلك ان تراجع فى فقال ان خليلك سألنى ان اراجعك فيه فقال ائته وقل له ان ربك يقول ان الخليل يحب لقاء خليله فأتاه فقال امض لما امرت به قال يا ابراهيم هل شربت شرابا قط قال لا قال فاستنكهه فقبض نفسه على ذلك۔

۱۵۔ کئی بار آپ ایسے شخص کی روح قبض کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچتے ہیں جب کہ وہ شخص غفلت سے ہنستا ہو تو آپ فرماتے ہیں تعجب ہے یہ ہنس رہا ہے اور میں اس کی جان لینے پر مامور ہوں۔
اخرج ابو الفضل الطوسی فی کتاب عیون الاخبار بسندہ من طریق ابراهیم وابن النجار فی تاریخ بغداد من طریق ابن هدبة عن انس مرفوعا ان ملك الموت لینظر فی وجوہ العباد فی کل یوم سبعین نظرة فاذا ضحك العبد الذی بعث الیه یقول واعجبا بعثت الیه لاقبض۔

۱۶۔ انسان کے علاوہ حیوانات کی کیفیت موت میں آثار واحادیث مختلفہ وارد ہیں بعض آثار میں ہے کہ ان کی روح قبض کرنا ملک الموت کے سپرد نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی کا مدار ذکر اللہ و تسبیح پر ہے جب وہ تسبیح سے غافل ہو جاتے ہیں تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ روح انسانی کے اکرام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس کا قبض کرنا ملک الموت کے ذمہ لگایا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ ملک الموت اور ان کے معاونین ملائکہ ہی حیوانات کی روح نکالتے ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ارواح انسانیہ کا قبض ملک الموت کے سپرد ہے اور تین فرشتے اور ہیں جن میں سے ایک کے سپرد شیاطین کی ارواح نکالنا ہے۔ اور ایک کے ذمے جنات کی ارواح قبض کرنا ہے اور ایک کے سپرد پرندوں، درندوں، چیونٹیوں وغیرہ وغیرہ حشرات و حیوانات کی ارواح قبض کرنا ہے۔ یہ کل چار فرشتے ہیں، البتہ ملک الموت ان کے امیر ہیں۔

۱۷۔ نفخ صور کے وقت تمام فرشتوں کی روحیں ملک الموت ہی قبض فرمائیں گے۔

۱۸۔ شہداء بحر کی روحیں بلا واسطہ خود اللہ تعالیٰ قبض فرماتے ہیں۔ اس بات میں ان شہداء کا اکرام واحترام مقصود ہے۔ اخرج ابو الشیخ والعقیلی فی الضعفاء والدیلمی عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجال البهائم وخشاش الارض کلها فی التسبیح فاذا انقضی تسبیحها قبض اللہ ارواحها ولیس الی ملك الموت من ذلك شئ وله طریق آخر اخرجه الخطیب فی الرواۃ عن مالك من حدیث ابن عمر مثله قال ابن عطیة والقرطبی وکان معنی ذلك ان اللہ یعدم حیاتها بلا مباشرة ملك الموت واما الآدمی فشرف بان خلق اللہ له ملکا واعوانه وجعل قبض روحه وانسلالها من جسدہ على یدہ لکن اخرج الخطیب فی الرواۃ عن مالك عن سلیمان بن معمر الکلابی قال حضرت مالك بن انس و سأله رجل عن البراغیث أملك الموت یقبض ارواحها فاطرق طویلا ثم قال ألها نفس قال نعم فقال

فان ملك الموت يقبض ارواحها ثم قال الله يتوفى الانفس حين موتها۔

ثم رأيت جويبرا اخرج فی تفسيره عن الضحاك عن ابن عباس قال وكل ملك الموت بقبض ارواح الآدميين فهو الذی يقبض ارواحهم وملك فی الجن وملك فی الشياطين وملك فی الطير والوحوش والسباع والخشاش والحيتان والنمل فهم اربعة املاك والملائكة يموتون فی الصعقة الاولی وان ملك الموت يلی قبض ارواحهم ثم يموت واما الشهداء فی البحر فان الله يلی قبض ارواحهم لا يكل ذلك الی ملك الموت لكرامتهم عليه حيث ركبوا لجج البحر فی سبيله وجويبر ضعيف جدا والضحاك عن ابن عباس منقطع ولآخره شاهد مرفوع. واخرج ابن ماجه عن ابی امامة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله وكل ملك الموت بقبض الارواح الا الشهداء البحر فان الله يتولی قبض ارواحهم. واخرج ابن ابی شيبة فی المصنف عن عبد الله بن عيسى قال كان فيمن كان قبلكم رجل عبد الله اربعين سنة فی البر ثم قال يارب قد اشتقت ان اعبدك فی البحر فاتی قوما فاستحملهم فحملوه وجرت بهم سفينتهم ما شاء الله ان تجری ثم وقفت فاذا شجرة فی ناحية الماء فقال ضعونی علی هذه الشجرة فوضعوه وجرت بهم سفينتهم فاراد ملك ان يعرج الی السماء فتكلم بكلامه الذی كان يعرج به فلم يقدر علی ذلك فعلم ان ذلك لخطيئة كانت منه فاتی صاحب الشجرة فسأله ان يشفع له الی ربه فصلی ودعا للملك وطلب الی ربه ان يكون هو الذی يقبض نفسه ليكون اهون عليه من ملك الموت فأتاه حين حضر اجله فقال انی طلبت الی ربی ان يشفعنی فيك كما شفعك فیّ وان اقبض نفسك من حيث شئت فقبضتها فسجد سجدة فخرجت من عينه دمعة فمات۔

١٩۔ *ملك الموت پر كثرت سے صلاۃ وسلام پڑھنے سے وہ بوقت نزعِ روح نرم برتاؤ فرماتے ہیں۔*

اخرج ابن عساكر فی تاريخه عن ابی زرعة قال قال لی نجيب بن ابی عبيد الجزری رأيت ملك الموت فی النوم وهو يقول قل لابيك يصلی علی حتی ارفق به عند قبض روحه فحدثت ابی بما رأيت فقال يا بنی لانا ملك الموت آنس منی بامك واخرج ابن عساكر من طريق زيد بن اسلم عن ابيه قال ذكرت حديثا رواه ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم ما حق امریٔ مسلم يبيت ثلاث ليال الا ووصيته مكتوبة عنده فدعوت بدوات وقرطاس لاكتب وصيتی وغلبنی النوم فنمت ولم اكتبها فبينا انا نائم اذ دخل داخل ابيض الثياب حسن الوجه طيب الرائحة فقلت يا هذا من ادخلك داری قال ادخلنيها ربها قلت من انت قال ملك الموت فرعبت منه فقال لا ترعب انی لم اومر بقبض روحك قلت فاكتب لی اذا براءة من النار قال هات دواة وقرطاسا فمددت يدی الی الدواة والقرطاس الذی

نمت عنه وهو عند رأسی فناولته فكتب بسم الله الرحمن الرحیم استغفر الله استغفر الله حتی ملأ ظهر الكاغذ و بطنه ثم ناولنیه وقال هذا براءتك رحمك الله وانتبهت فزعا ودعوت بالسراج فنظرت فاذا القرطاس الذی نمت وهو عند رأسی مكتوب بظهره و بطنه استغفر الله۔ هذا والله اعلم۔

اسرافیل علیہ السلام۔ یہ جلیل القدر فرشتہ ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام ملائکہ مقربین میں سے اور موکل بہ نفخ صور ہیں۔ افضل ملائکہ یہ چار فرشتے ہیں اسرافیل۔ جبرئیل۔ میکائیل۔ عزرائیل کما اخرج ابو الشیخ عن عکرمة بن خالد ان رجلاً قال یا رسول الله ای الملائكة اكرم الله؟ فقال جبریل ومیكائیل واسرافیل وملك الموت۔ فاما جبریل فصاحب الحرب وصاحب المرسلین و اما میكائیل فصاحب كل قطرة تسقط وكل ورقة تنبت و اما ملك الموت فهو موكل بقبض روح كل عبد فی برٍّ او بحرٍ واما اسرافیل فامین الله بینه وبینهم۔

اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ بمنزلہ حاجب (دربان) ہے کما اخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین الله الی رسله ومیكائیل یتلقی الكتب واسرافیل بمنزلة الحاجب۔ كذا ذكر الحافظ السیوطی فی الحاوی ج۲ ص۱۶۳۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نزول وحی کی اطلاع اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے بعدہ جبریل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فی الحاوی اخرج ابن ابی زمنین فی كتاب السنة عن كعب قال اذا اراد الله ان یوحی امرا جاء اللوح المحفوظ حتی یصفق جبهة اسرافیل فیرفع رأسه فینظر فاذا الامر مكتوب فینادی جبریل فیلبیه فیقول أمرت بكذا امرت بكذا فیهبط جبریل علی النبی صلی الله علیه وسلم فیوحی الیه۔ واخرج ابو الشیخ عن ابی بكر الهذلی قال اذا امر الله بالامر تدلت الالواح علی اسرافیل بما فیها من امر الله فینظر فیها اسرافیل ثم ینادی جبریل فیجیبه وذكر نحوه۔ واخرج ابو الشیخ ایضاً عن ابی سنان قال اللوح المحفوظ معلق بالعرش فاذا اراد الله ان یوحی بشیء كتب فی اللوح فیجیء اللوح حتی یقرع جبهة اسرافیل فینظر فیه فان كان الی اهل السماء دفعه الی میكائیل وان كان الی اهل الارض دفعه الی جبریل فاول ما یحاسب یوم القیامة اللوح یدعی به ترعد فرائصه فیقال له هل بلغت؟ فیقول نعم فیقول من یشهد لك؟ فیقول اسرافیل فیدعی اسرافیل ترعد فرائصه فیقال له هل بلغك اللوح؟ فاذا قال نعم قال اللوح الحمد لله الذی نجانی من سوء الحساب ثم كذلك۔ واخرج ابو الشیخ عن وهیب بن الورد قال اذا كان یوم القیامة دعی اسرافیل ترعد فرائصه فیقال ما صنعت فیما ادی

الیك اللوح ؟ فیقول بلّغتُ جبریل فیدعی جبریل تُرعَد فرائصُه فیقال ما صنعت فیما بلّغتُك اسرافیل ؟ فیقول بلّغتُ الرسل فیؤتی بالرسل فیقال ما صنعتم فیما أدّی الیکم جبریل ؟ فیقولون بلّغنا الناسَ فهو قوله تعالیٰ فلنسألنّ الذین اُرسِل الیهم ولنسألنّ المرسلین ۔

واخرج ابن المبارك فی الزهد عن ابن ابی جبلة بسندہ قال اوّل من یدعی یوم القیامة اسرافیل فیقول الله هل بلّغتَ عهدی ؟ فیقول نعم ربِّ قد بلّغت جبریل فیدعی جبریل فیقال هل بلّغك اسرافیل عهدی ؟ فیقول نعم فیخلی عن اسرافیل فیقول لجبریل ما صنعتَ فی عهدی ؟ فیقول یا ربِّ بلّغتُ الرسل فیدعی الرسل فیقال لهم هل بلّغکم جبریل عهدی ؟ فیقولون نعم فیخلی عن جبریل. الحدیث ۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانا جبریل علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے وحی بذریعہ اسرافیل علیہ السلام ہی حاصل کرتے ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فترت کے تین سال میں اسرافیل علیہ السلام ہی نبی علیہ السلام کے ساتھ رہے کما فصّلنا فی احوال جبریل علیہ السلام فراجعہا۔ لیکن بعض آثار مرفوعہ میں ہے کہ اسرافیل علیہ السلام صرف مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دو بار تشریف لائے تھے۔ اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لقد هبط علیّ مَلَكٌ من السماء ما هبط علی نبیّ قبلی ولا یهبط علیٰ احدٍ بعدی وهو اسرافیل فقال انا رسول الله الیك اَمَرنی ان اُخبرك إن شئتَ نبیًّا عبدًا وان شئتَ نبیًّا مَلِکًا فنظرتُ الی جبریل فاَومأ الیّ اَن تواضَع فلو انّی قلتُ نبیًّا مَلِکًا لسارت الجبال معی ذهبًا ۔

عورتوں کے ارحام میں بچوں کی صورتوں و اشکال پر اسرافیل علیہ السلام اور ان کے معاون فرشتے موکّل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی مُصوِّر و خالق کل اشیاء ہیں۔ لیکن عالم الاسباب میں اللہ تعالیٰ نے بعض امور کی نگرانی فرشتوں کے ذمہ لگائی ہے۔ قال الشیخ العارف بالله الامام الشعرانی رحمه الله فی الیواقیت ج ۱ ص۱۱۸ ان قلتَ فهل الملائکة الموکّلون بالارواح الذین یتولّون تصویر الاَجنّة هم اَعوان عزرائیل و اسرافیل ؟ فالجواب هم اعوان اسرافیل علیه السلام الموکّل بالصُّور رواها اسرافیل علیه السلام فانما هو ناظرٌ الی صور الخلیقة المصوّرة تحت العرش فان فی الحدیث ان لکل ما خلق الله تعالیٰ صورة مخصوصة فی ساق العرش اظهرها الله تعالیٰ قبل تکوینهم ثم انه لصوَر بنی اٰدم تشابهٌ وتشاکُلٌ فی الخلیقة لانهم علیٰ صورة ابیهم اٰدم و اٰدم هو کذلك فی الصور التی تحت العرش ۔

والیہ الاشارۃ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق آدم علی صورتہ وفی روایۃ علی صورۃ الرحمن ومعناہ الصورۃ التی صوّرھا الرحمن فی العرش او اللوح قبل خلق آدم علیہ السلام فان الحق تعالی لاصورۃ لہ لمباینتہ لجمیع خلقہ فافہم۔

فعلم ان اسرافیل ناظر الی الصور المنقوشۃ فی العرش وملک الارواح عند تصویر الجنین ناظر الی اسرافیل وتلک الصور کلہا حکایۃ عما فی علمہ الازلی سبحانہ وتعالی فیاخذ اسرافیل تلک الصور المختصۃ المسماۃ عند اللہ لتلک الذرۃ المخلقۃ المرباۃ ثم یلقیہا الی ملک الارحام وملک الارحام یلقیہا الی الجنین فی الرحم فیصورہ بتلک الصور المعینۃ والقاء الصورۃ انما یکون بالقاء نسخہا التی تلیق بہا۔

وانما اضاف تعالی التصویر فی الارحام الیہ بقولہ ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء لان ھذہ الاسباب مقدرۃ علی قضیۃ علمہ وتدبیرہ اجراءً للعادۃ الحسنی فہو تعالی مصور للصور ومصور مصورہا لاخالق سواہ ولا مصور الا ھو ولذلک شدد الوعید علی من اتخذ الاصنام انتھی. ھذا واللہ اعلم۔

میکائیل علیہ السلام ۔ آیت والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ میکائیل علیہ السلام موکل بالامطار والارزاق والنبات فرشتہ ہیں اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمۃ عن ابن سابط قال فی ام الکتاب کل شئ ھو کائن الی یوم القیامۃ ووکل بہ ثلاثۃ من الملائکۃ فوکل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء علیہم السلام ووکل ایضاً بالھلکات اذا اراد اللہ ان یہلک قوماً ووکلہ بالنصر عند القتال ووکل میکائیل بالقطر والنبات ووکل ملک الموت بقبض الانفس فاذا کان یوم القیامۃ عارضوا بین حفظہم وبین ما کان فی ام الکتاب فیجدونہ سواء۔

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ خروج دجال کے وقت مکہ مکرمہ کی حفاظت پر میکائیل علیہ السلام مامور ہوں گے۔ میکائیل علیہ السلام کی حفاظت کی وجہ سے دجال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ وفی الحدیث فیمر بمکۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت ؟ فیقول انا میکائیل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ۔ بعض کتب تفسیر میں ہے کہ نصف شعبان کی رات میں آنے والے سال کی قضائیں وتقادیر لکھی جاتی یا ظاہر کی جاتی ہیں اور لیلۃ القدر میں تقدیر وقضا کے دفاتر اور رجسٹر متعلقہ فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔ ان دفاتر میں سے نسخہ ارزاق ونباتات وامطار میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ذکر الالوسی فی روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۲۱ ان ھھنا ثلاثۃ اشیاء الاول نفس تقدیر الامور ای تعیین

مقادیرھا واوقاتھا وذلك فی الازل والثانی اظہار تلك المقادیر للملائکۃ علیھم السلام بان تکتب فی اللوح المحفوظ وذلك فی لیلۃ النصف من شعبان والثالث اثبات تلك المقادیر فی نسخ و تسلیمھا الی اربابھا من المدبرات فتدفع نسخۃ الارزاق والنبات والامطار الی میکائیل علیہ السلام و نسخۃ الحروب والریاح والجنود والزلازل والصواعق والخسف الی جبریل علیہ السلام ونسخۃ الاعمال الی اسرافیل علیہ السلام ونسخۃ المصائب الی ملك الموت وذلك فی لیلۃ القدر اھ۔ تمت رسالتی اعلام الکرام بحاصلھا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

ذوالقرنین رحمہ اللہ۔ قرآن میں یہ اسم مذکور ہے۔ تفسیر ہذا میں شرح ان الذین کفروا سواء علیھم الخ میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید میں ذوالقرنین کا قصہ موجود ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی مملکت وقوت اور ہر قسم کے اسباب دنیا نصیب فرمائے تھے۔ یاجوج و ماجوج کی سدّ آپ نے بنوائی اس سدّ کے طفیل آج تک یاجوج وماجوج کے فسادات سے لوگ محفوظ ہیں۔ اس سد کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور اس میں سوراخ ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کی بڑی مدح کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مشارق ومغارب تک پہنچے اقالیم دنیا کے مالک تھے۔

اس بات پر تو سب علماء قدماء ومتاخرین کا اتفاق ہے کہ وہ بڑے صالح اور نیک تھے۔ لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا رسول یا غیر نبی ورسول۔ دونوں طرف علماء گئے ہیں بلکہ اغرب قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۱۰۳ والصحیح انہ کان ملکا من الملوك العادلین وقیل کان نبیا وقیل رسولا واغرب من قال ملکا من الملائکۃ وابن عباس رضی اللہ عنھما قال کان ذوالقرنین ملکا صالحا رضی اللہ عملہ واثنی علیہ فی کتابہ وکان منصورا وکان الخضر وزیرہ وذکر الازرقی وغیرہ ان ذاالقرنین اسلم علی یدی ابراھیم الخلیل وطاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ ھو واسمٰعیل علیہ السلام وروی ان اللہ سخر لذی القرنین السحاب یحملہ حیث اراد۔

سبب تسمیہ بہ ذوالقرنین میں اقوال ہیں قیل لانہ کان فی رأسہ شبہ القرنین وقال وھب کان لہ قرنان من نحاس فی رأسہ وھذا ضعیف اولانہ ملك فارس والروم فسمی بہ وقیل لانہ بلغ قرنی الشمس غربا وشرقا وملك ما بینھما من الاراضی وھذا اشبہ الاقوال وھو قول الزھری وقال الحسن البصری کانت لہ غدیرتان من شعر یطأ فیھما فسمی ذاالقرنین۔

ذوالقرنین کے نام میں اقوال ہیں۔ (۱) ان کا نام عبداللہ بن الضحاک بن معد ہے سلسلۂ قحطان تک پہنچتا ہے۔ قالہ ابن عباس۔ (۲) مرزبان بن مرزبۃ (۳) وقیل اسمہ الصعب بن ذی مراثد وھو اول التبابعۃ وھو الذی حکم لابراھیم فی بئر السبع ذکرہ السھیلی (۴) وقیل انہ افریدون بن

اسفیان الذی قتل الضحاك (۵) وذکر الدارقطنی وغیرہ ان اسمہ ھرمس اوھرویس بن قیطون بن رومی بن لنطی بن کشلوخین بن یونان بن یافث بن نوح (۶) اسکندر وقال قتادۃ اسکندر ھو ذو القرنین وابوہ اول القیاصرۃ وکان من ولد سام بن نوح علیہ السلام کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص۱۰۵ ۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ ذوالقرنین ساری زمین کا حکمران تھے قال بلغنی انہ ملك الارض کلھا اربعۃ مؤمنان وکافران سلیمان النبی وذو القرنین ونمرود وبخت نصر وعن الحسن کان ذو القرنین ملك بعد النمرود ۔

ذوالقرنین کی عمر کتنی تھی ؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض اقوال تو بالکل غلط و افسانے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ موت کے وقت آپ کی عمر تین ہزار سال تھی۔ مگر یہ غلط قول ہے۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ ذوالقرنین ۱۶۰۰ سال تک زمین میں گھومتے رہے اور لوگوں کو دعوتِ توحید دیتے رہے۔

فائدہ ۔ اسکندر یعنی ذوالقرنین کے نام سے دو آدمی مشہور ہیں۔ دوسرا اسکندر رومی یونانی ملک مقدونیہ ہے جس کی جنگوں کے قصے مشہور ہیں۔ اسے اسکندر اکبر و اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فلیب بادشاہ کا بیٹا اور ارسطو فلسفی کا تلمیذ تھا۔ یہ شہر پلا میں ۳۵۶ ق میں پیدا ہوا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۳۳۶ ق میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اس زمانے کی وسیع وطاقت ور مملکت فارس سے اعلان جنگ کیا۔ ۳۳۳ ق میں دارا بادشاہ فارس کو شکست دے کر اس کی ماں بیوی اور دو بیٹیاں قیدی بنالیں۔ یہی مصر میں شہر اسکندریہ کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ یہ بت پرست تھا۔ جنگ سے قبل بتخانوں میں جا کر بتوں سے مدد مانگتا اور انھیں خوش کرنے کے لیے نذر و نیاز پیش کرتا۔

۳۳۱ ق میں اس نے دوبارہ دارا کو آخری شکست دی اور کل بلاد فارس، مصر، شام، فلسطین، عراق کا حاکم ہوا۔ پھر اس نے دارا کی بیٹی ستاسیرا سے شادی کی پھر اس کی دوسری بیٹی روکسان سے شادی کی۔ قتل عام اور ادنیٰ بات پر خون ریزی کرنا اور اپنے رفقاء کو قتل کر دینا اس کی عادت تھی۔ ۳۲۷ ق میں ہندوستان (موجودہ پاک وہند) فتح کرنے کا عزم کیا۔ ان فتوحات میں بھی حسب سابق کسی بڑے مقابلہ تک نوبت نہ پہنچی اور لوگ خود بخود اس کی حکمرانی تسلیم کرتے رہے۔ البتہ ایک راجہ پوروس (پورس) نے سخت مقابلہ کیا اور اسے شکست دینے کے بعد پنجاب کے قریب آیا بلکہ سندھ فتح کر کے پنجاب کے بھی کچھ حصے فتح کر لیے۔ آگے جانا چاہا مگر اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انھیں پتہ چلا کہ ہندوستان کے ہر راجہ کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ لہذا جنگی

ہاتھیوں کے مقابلہ سے ڈر کر فوج نے آگے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔
چنانچہ ۳۲۵ھ ق میں اسکندر فوج سمیت بڑے کروفر سے واپس شہر بابل پہنچا اور بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کل عرب وافریقہ فتح کر کے تمام دنیا کو ایک ہی مملکت بنا کر وہ اس کا حکمران بن جائے۔ لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور گیارہ دن بیمار رہ کر ۳۲۳ھ ق میں مرگیا۔ موت کے وقت اس کی عمر ۳۳ سال سے بھی کم تھی۔ بعض کی رائے میں وہ مسموم یعنی زہر سے مرا۔ ایک چھوٹا بیٹا وارث چھوڑا۔ لوگوں نے اس کے بھائی اریدیہ کو حاکم بنا دیا۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۱ ص۲۱۳۔ یہ وہ اسکندر ہے جو فاتح اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بڑا گمراہ و کافر و ظالم تھا بتوں کو پوجتا اور ان سے حاجات مانگتا تھا۔
شہرستانی ملل و نحل ج ۲ ص۱۳۷ پر اسکندر رومی کے متعلق لکھتے ہیں ھو ذو القرنین الملک ولیس ھو المذکور فی القرآن بل ھو ابن فیلبوس الملک سلمہ ابوہ الی ارسطو طالیس الحکیم المقیم بمدینۃ اینیاس فاقام عندہ خمس سنین یتعلم منہ الحکمۃ والادب وقیل للاسکندر ھذا انک تعظم مؤدبک اکثر من تعظیمک والدک قال لان ابی کان سبب حیاتی الفانیۃ ومؤدبی ھو سبب حیاتی الباقیۃ۔اھ۔
فائدہ۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مذکور ذو القرنین سے یہی رومی اسکندر مراد ہے۔ امام رازیؒ نے اس قول پر متعدد اشکالات ذکر کرنے کے بعد بغیر حل اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ قال اذا کان الامر کذلک فقد ثبت ان الاسکندر کان تلمیذا لارسطو فیکون مذھب ارسطو حقا ورد علیہ العلامۃ النیسابوریؒ بان مذھب الفلاسفۃ لیس بباطل کلہ فربما کان الاسکندر علی الحق الذی فیہ دون الباطل۔اھ۔ بیضاوی و نیسابوری کی عبارات بھی اسی قول کی ترجیح پر دال ہیں۔
ہمارے خیال میں ذوالقرنین و اسکندر رومی دو شخص ہیں۔ دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔
اولاً اس لیے کہ اسکندر رومی کے بارے میں بتواتر یہ بات منقول ہے کہ وہ کافر تھا اور بت پرست تھا۔ بوقت موت اس نے وصیت کی ان تنقل جثتہ الی معبد آمون۔ کذا فی دائرۃ المعارف وغیرھا۔ معبد آمون ایک بتکدے کا نام ہے۔ وفی کتب التاریخ الموثوق بھا انہ لما دخل بابل کان بھا الصنم المشھور باسم بعل فقرب لہ قربانا علی عادتہ فی عبادۃ کل صنم یصادفہ فی فتوحاتہ۔اھ وفیھا ثم انہ تجبر وتمرد حتی ادعی انہ ابن الالٰہ جوبتیر ودعا الناس الی عبادتہ۔اھ۔ اور ذوالقرنین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ مؤمن تھے اور صالحین میں سے تھے۔ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے اور بعض

علماء کی رائے ہیں ولی اللہ تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں الہام ہوتا تھا نیز وہ ایمان باللہ و توحید کے داعی و مبلغ تھے۔ قال اللہ تعالیٰ قلنا یا ذا القرنین اِمّا ان تعذّب و اِمّا ان تتخذ فیھم حسنا قال اَمّا من ظلم فسوف نعذّبہ ثم یردّ الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و اَمّا من اٰمن وعمل صالحًا فلہ جزاء الحسنیٰ۔

ثانیاً۔ ذوالقرنین سدِ یاجوج و ماجوج کے بانی ہیں اور اسکندر رومی کے بارے میں کسی مؤرخ نے بناء سد کا ذکر نہیں کیا۔

ثالثاً۔ ذوالقرنین محبوب اللہ اور متقی تھے اور اسکندر رومی ظالم تھا اور تقویٰ سے بہت دور تھا۔ روی ابن الکواء انہ سأل علیًا رضی اللہ عنہ عن ذی القرنین فقال ھو عبد احبّ اللہ فاحبّہ وناصح اللہ فنصحہ فامرھم بتقوی اللہ تعالیٰ فضربوہ علی قرنہ فقتلوہ ثم بعثہ اللہ فضربوہ علی قرنہ فمات۔

رابعاً۔ اسکندر رومی تو سرے سے مؤمن و موحد نہ تھا جب کہ ذوالقرنین کے بارے میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے اور بعض میں ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سمع رجلًا یقول لآخر یا ذا القرنین فقال مہ ماکفاکم ان تتسمّوا باسماء الانبیاء حتی تسمیتم باسماء الملائکۃ ذکرہ السہیلی۔ اسکندر رومی جیسے بُرے انسان کے متعلق فرشتہ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور روایت ہذا سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھے۔ وعن عبد اللہ بن عمرو قال کان ذوالقرنین نبیًّا۔ روی ابن عساکر باسناد غریب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ادری اتبّع کان لعینا ام لا ولا ادری الحدود کفارات لاھلھا ام لا ولا ادری ذوالقرنین نبیٌّ ام لا۔ راجع البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۳۔

خامسًا۔ اسکندر رومی کی تاریخ کا ذکر ابھی گزرا۔ اس کی موت ۳۲۳ سنہ قبل مسیح علیہ السلام میں واقع ہوئی اور ذوالقرنین کا زمانہ بہت قدیم ہے۔ بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے معاصر تھے۔ ذکر الازرقی وغیرہ ان ذا القرنین اسلم علی یدی ابراھیم الخلیل علیہ السلام وطاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ ھو و اسماعیل علیہ السلام۔ وفی البدایۃ ج ۲ ص ۱۰۳ ان ذا القرنین حج ماشیًا وان ابراھیم علیہ السلام لما سمع بقدومہ تلقاہ ودعا لہ۔ اہ۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما کان ابراھیم علیہ السلام بمکۃ واقبل ذوالقرنین علیھا فلما کان بالابطح قیل لہ فی ھذہ البلدۃ ابراھیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام فقال ذوالقرنین ماینبغی لی ان ارکب فی بلدۃ فیھا ابراھیم خلیل الرحمٰن فنزل ذوالقرنین و

ومشی الی ابراھیم علیہ السلام فسلّم علیہ ابراھیم واعتنقہ فکان ھو اول من عانق من السلام وفیہ ایضًا وصف ذوالقرنین بالاکبر احترازًا من ذی القرنین الاصغر وھو الاسکندر الیونانی فانہ کان قریبًا من عیسٰی علیہ السلام وبین عیسٰی وابراھیم علیہما السلام اکثر من الفی سنۃ وکان الاصغر کافرًا۔اھ۔ ھذا واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم۔

سادسًا۔ اسکندر رومی مشہور فلسفی ارسطو یونانی کا تلمیذ تھا۔ ارسطو سے فلسفہ پڑھتا اور ارسطو کی تعلیمات و آراء کا معتقد تھا۔ اور جنگوں میں اور فتوحات میں ارسطو ہی کے مشوروں پر عمل کرتا تھا اور ارسطو کے متعدد عقائد فلسفیہ موجبِ کفر ہیں۔ امام غزالی نے کتاب تہافت فلاسفہ میں تصریح کی ہے کہ ارسطو کے بعض عقائد مُفضی الی الکفر ہیں۔ ارسطو کے چند عقائد یہ ہیں۔

(۱) یہ عالم جسمانی جو آسمانوں اور عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے قدیم ہے، مخلوق نہیں ہے۔

(۲) یہ عالم کبھی فنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ازلی و ابدی ہے۔ اسی وجہ سے ارسطو اور اس کے اتباع قیامت کے منکر ہیں۔

(۳) آسمانوں میں خرق والتیام یعنی ان کا پھٹنا، ان میں دروازوں یا سوراخ کا وقوع محال ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ مختار فی التخلیق نہیں ہیں بلکہ موجب ہیں۔

(۵) اللہ تعالےٰ سے بلا اختیار صرف ایک شئے یعنی عقلِ اوّل صادر ہوئی۔ فلکِ قمر سے نیچے یعنی زمین کے واقعات وامور کا خالق ارسطو کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نہیں ہیں بلکہ عقلِ اوّل ہی ان کی تخلیق کرتی ہے۔

یہ ارسطو کے چند عقائد ہیں۔ جو یقیناً کفر ہیں اور اسکندر رومی اپنے استاذ ارسطو کے عقائد کا معتقد تھا۔ لہٰذا اسکندر رومی اسلام سے اور عقائد اسلامیہ سے کوسوں دور تھا۔ اس کے برخلاف ذوالقرنین مؤمن وصالح انسان تھے۔ وہ ارسطو کے نہ تو تلمیذ تھے اور نہ ارسطو کے عقائد کے معتقد تھے۔ کیونکہ قرآن شریف ارسطوی عقائد رکھنے والے انسان کی مدح نہیں کرسکتا۔ ہٰذا واللہ اعلم بالصواب۔

فصل

اس فصل میں ہم چند فوائد جلیلہ وضوابط شریفہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ طلبہ واہل علم کے لیے یہ نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

فائدہ۔ الدینار۔ مثلاً مّا بعوضۃً اور فذبحوھا وما کادوا یفعلون کی تفسیر میں دینار کا ذکر اور فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم کی تفسیر میں درہم کا ذکر موجود ہے۔ دینار ودرہم کی مقدار معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مسائل شرعیہ ان کے اوزان معلوم کرنے پر موقوف ہیں۔ بہت سے طلبہ وعلماء کو ان کے اوزان ومقدار کا پتہ نہیں ہوتا۔ اتمام فائدہ کے لیے ہم چند دیگر اوزان شرعیہ مثل مثقال، صاع، رطل وغیرہ کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

دینار۔ سب سے پہلے دینار کا وزن سن لیں۔ دینار ومثقال دونوں کا وزن ایک ہے۔ بالفاظ دیگر یہ دو نام ہیں ایک مسمّٰی اور ایک مقدار کے لیے۔ دینار یعنی مثقال ۱۰۰ جو کا ہوتا ہے اور یہ پورے ساڑھے چار ماشہ کا بنتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے الدینار بسنجۃ اھل الحجاز عشرون قیراطاً والقیراط خمس شعیرات فالدینار عندھم مائۃ شعیرۃ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۵۲۳۔ درمختار میں ہے الدینار عشرون قیراطاً والدرھم اربعۃ عشر قیراطاً فیکون الدرھم الشرعی سبعین شعیرۃً والمثقال مائۃ شعیرۃ۔ انتھی۔ شامی ج ۲ ص ۳۰۔ وکذا فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۷۔ کتاب مصباح میں ہے الدینار عشرون قیراطاً۔ کل قیراط اثنا عشر اُرزۃً۔ انتھیٰ۔ بہرحال ایک دینار یعنی مثقال کی مقدار ساڑھے چار ماشہ ہے۔

دینار سونے کا ہوتا ہے۔ سونے میں نصاب زکوٰۃ حسب تصریح کتب حدیث وکتب فقہ بیس مثقال یعنی بیس دینار ہے۔ اس بیان کے بعد اب رائج الوقت اوزان یعنی تولوں کا حساب لگانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک تولہ کی مقدار ہے بارہ ماشہ اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے۔ پس ۲۰ مثقال تقریباً ۷ ½ تولہ کے برابر ہیں۔

درہم شرعی۔ ایک درہم کا وزن ہے ستّر جو۔ اوزان مروّجہ میں درہم کی مقدار ہے تین ماشہ ایک رتی دو جو۔ بعض فقہاء اس میں تھوڑا سا اختلاف بیان کرتے ہیں۔ مظاہر حق میں ہے

درہم تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوتا ہے۔

درہم چاندی کا ہوتا ہے۔ شریعت میں چاندی کا نصاب زکوٰۃ دوسو درہم ہے تو یہ تقریباً ساڑھے باون تولہ چاندی بنتا ہے۔ اس میں بھی فقہاء نے تھوڑا سا اختلاف لکھا ہے۔ مالابد منہ ص ۹۱ پر مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔ نصاب زر بست مثقال است کہ ہفت ونیم تولہ باشد ونصاب سیم دو صد درہم است کہ پنجاہ وشش روپیہ سکۂ دہلی وزن آں می شود۔ بعض علماء محشین ہدایہ نے شرح کنز کے حوالہ سے نقل کیا ہے لان التولجة (تولہ) فی اصطلاحنا اثنا عشر ماهجة (ماشہ) وکل ماهجة ثمانی حبّة وعلی هذا یکون نصاب الفضة بوزن بلادنا اثنین وخمسین تولجة وربع تولجة وستّ حبّات ونصاب الذهب بوزن بلادنا سبع تولجات ونصف تولجة انتهی۔ شیخ انورؒ فرماتے ہیں ؎

درہم شرعی ازیں مسکیں شنو

کہ آں سہ ماسہ ہست یک سرخہ دوجو

باز دینارے کہ دارد اعتبار

وزن آں از سہ ماسہ داں نیم وچہار

صاع۔ احناف کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور مُدّ بہر صورت صاع کے ربع کا نام ہے لہٰذا ایک مُد دو رطل کا ہوتا ہے۔ یہ صاع کوفی کہلاتا ہے۔ صاعِ کوفی دوسو ستر ۲۷۰ تولے کا ہوتا ہے تو ایک صاع تین سیر چھے چھٹانک کا ہوا کیونکہ ایک سیر اسّی تولے کا ہوتا ہے اور ایک چھٹانک پانچ تولے کا ہوتا ہے۔

رطل۔ چونتیس تولہ اور ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک ایک صاع کی مقدار پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ یعنی $5\frac{1}{3}$۔ اوزان شرعیہ کے بارے میں میرا ایک طویل فارسی منظوم ہے۔ بطور تکمیل افادہ اس کے چند اشعار یہاں پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ منظوم یہ ہے:۔

۱۔ وزن مثقالے کہ مے آید بکار — چار رتی آر با ماسہ چہار

۲۔ مُد بود دو رطل و صاع از چار مد — سیر از ہشتاد تولہ مستمد

۳۔ تولہ دو ازدہ ماسہ باشد اے پسر — ہشت رتی ماسہ باشد سربسر

۴۔ درہم شرعی زروحانی بگو — آں سہ ماسہ یک رتی با خمس او

۵۔ یاد کن مقدارِ صاعِ ہاشمی — وزنش از ارطال باشد دو وسی

۶۔ بعد ازیں صاعِ حجازی را بداں — پنجؔ ارطال و ثُلثِ رطل داں
۷۔ ہشتؔ ارطال است صاعِ حنفی — دو صدؔ و ہفتادِ تولہ مستوی
۸۔ شصتؔ صیعاں یک وسق شدائے دلیر — یعنی وزنش پنجؔ من دو نیم سیر
۹۔ چار و سی تولہ ویکؔ نیم از رتی — وزن رطل آمد شنوائے مبتدی
۱۰۔ اوقیہ دہ نیمؔ تولہ مرتسم — آنکہ وزنش در کتب چہلؔ از درم

یعنی اوقیہ چالیس دراہم کا ہوتا ہے جس کی مقدار ساڑھے دس تولہ ہے۔ بطور نمونہ ہم نے یہ چند اشعار ذکر کر دیے۔

تنبیہ :۔ عند الاحناف اقل مہر دس درہم ہیں۔ بعض کم علم لوگ اس کا مطلب ڈھائی روپیہ پاکستانی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک درہم چونی کے برابر ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ درہم چاندی کا ہوتا ہے جس کا وزن ہوتا ہے تین ماسہ سے کچھ زیادہ۔ جیسا کہ سطور بالا میں معلوم ہو چکا ہے پس دس درہم ڈھائی تولہ چاندی سے کچھ زیادہ بنتے ہیں اور چاندی کی قیمت ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے۔ کئی سال قبل ایک تولہ چاندی کی قیمت ایک روپیہ تھی لہٰذا ایک درہم چونی کے برابر تھا۔ مگر ہر زمانے میں یہ قیمت برقرار نہیں رہتی۔ آج کل ایک تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۳۵ روپے ہے۔ پس دس درہم یعنی اقل مہر کی مقدار ہے ۸۶ روپے پاکستانی سے کچھ زیادہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ۔ متعدد قبائل عرب کا ذکر تفسیر بیضاوی میں جا بجا ہوا ہے۔ لہٰذا یہاں پر قبائلِ عرب کی تفصیل ذکر کرنا طلبہ وعلماء کے لیے بہت مفید ومناسب ہے۔ علامہ تاریخ زبیر بن بکارؒ کی رائے میں انسابِ طبقاتِ عرب چھے ہیں۔ علی الترتیب ان کے نام یہ ہیں:۔ (۱) شعب (۲) بعدہٗ قبیلہ (۳) بعدہٗ عمارہ (۴) بعدہٗ بطن (۵) بعدہٗ فخذ (۶) بعدہٗ فصیلہ۔

علامہ زین عراقیؒ نے انہیں درجِ ذیل دو شعروں میں منظوم کیا ہے ؎

للعرب العربا طِباقٌ عِدّۃ — فصلها الزبیر وھی ستّۃ
اعمّھا الشعبُ فالقبیلہ — عمارۃ بطن فخذ فصیلہ

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی کتاب سیرۃ النبی معروف بہ سیرت حلبیہ ج ص ۳۱ پر لکھتے ہیں:۔

فالشعب اصلُ القبائل والقبیلۃُ اصلُ العِمارۃ والعمارۃ اصلُ البُطون والبَطن اصلُ الأفخاذ والفَخِذ اصلُ الفصیلۃ فیقال مضر شعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقیل شَعبہ خزیمۃ و کنانۃ قبیلتُہ علیہ السلام وقریش عمارتہ علیہ السلام وقُصیّ بطنہ علیہ السلام وھاشم فخذہ علیہ السلام وبنو العباس فصیلتہ علیہ السلام اھ۔

ابن کلبی قبائل کے چھ طبقے ذکر کرتے ہیں اور فخذ و فصیلہ کے درمیان ایک اور طبقہ ذکر کیا ہے جس کا نام عشیرہ ہے والعشیرۃ رھط الرجل۔

نویری نے طبقات کے دس درجے ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) جذم۔ یہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ (۲) جماہیر (۳) شعوب (۴) قبائل (۵) عمائر (۶) بطون (۷) افخاذ (۸) عشائر (۹) فصائل (۱۰) ارہاط۔ کذا فی نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۶۲۔

نشوان بن سعید حمیری نے قبائل کے درجات اس ترتیب سے ذکر کیے ہیں (۱) شعب (۲) قبیلہ (۳) عمارۃ (۴) بطن (۵) فخذ (۶) جیل (۷) فصیلہ وجعل مضر مثال الشعب و کنانۃ مثال القبیلۃ وقریشًا مثال العمارۃ وفہرًا مثال البطن وقصیًّا مثال الفخذ وھاشمًا مثال الجیل وآل العباس مثال الفصیلۃ۔ قرآن شریف میں ہے وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ قرآن میں شعوب کا ذکر مقدم ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیں المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۵۰۹۔ بلوغ الارب ج ۳ ص ۱۸۷۔ اللسان ج ۱۴ ص ۵۷ ج ۱۶ ص ۱۹۹۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۲۸۳۔ نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۶۲ منتخبات ص ۵۵ انسان العیون ج ۱ ص ۳۱۔

بعض نے شعب سے قبل جذم ذکر کیا ہے اور فصیلہ کا ذکر عشیرہ کے بعد کیا اور بعض نے عشیرہ کے بعد اسرہ ثم عترہ کا اضافہ کیا ہے۔ بعض علماء نے ترتیب کی یہ صورت ذکر کی ہے (۱) الجذم (۲) ثم الجمھور (۳) ثم الشعب (۴) ثم القبیلۃ (۵) ثم العمارۃ (۶) ثم البطن (۷) ثم الفخذ (۸) ثم العشیرۃ (۹) ثم الفصیلۃ (۱۰) ثم الرّھط (۱۱) ثم الاُسرۃ (۱۲) ثم العِترۃ (۱۳) ثم الذُّرّیۃ۔ کذا فی المفصل وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ ۳۔ شیخ الاسلام ایک تعظیمی لقب ہے۔ آیت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا کی شرح میں مذکور ہے۔ ائمۂ اسلام و علماء دین میں کئی بزرگ شیخ الاسلام لقب سے ملقب تھے۔ ہمارے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث وصدر مدرسین دار العلوم دیوبند معروف و مشہور ہیں۔ مولانا موصوف جامع کمالات ظاہریہ و باطنیہ تھے۔

قال الحافظ السخاوی فی کتاب الجواھر فی مناقب العلامۃ ابن حجر شیخ الاسلام و اطلقہ السلف علی المتبع لکتاب اللہ و سنۃ رسولہ مع التبحّر فی العلوم من المعقول والمنقول وربّما وُصِف بہ من بلغ درجۃ الولایۃ وقد یُوصَفُ بہ مَن طال عمرہ فی الاسلام فدخل

فی عداد من شاب شیبۃً فی الاسلام کانت لہ نورًا۔ ولم تکن ھذہ اللفظۃ مشھورۃ بین القدماء بعد الشیخین الصدیق والفاروق رضی اللہ عنھما فانّہ ورد وصفھما بذلک۔

وعن علی رضی اللہ عنہ فیما روی الطبری فی الریاض النضرۃ عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلًا جاء الی علیّ رضی اللہ عنہ فقال یا امیر المؤمنین سمعتُک تقول علی المنبر اللھم اصلحنی بما اصلحت بہ الخلفاءَ الراشدین المھدیّین فمن ھم فاغرورقت عیناہ واھملھما ثم قال ابوبکر وعمر اماما الھدٰی وشیخا الاسلام ورجُلا قریش المقتدی بھما بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ثم اشتھر بھا جماعۃ من علماء السلف حتی تبذّلت علی رأسِ المائۃ الثامنۃ فوُصِفَ بھا من لا یحصی وصارت لقبًا لمن وَلِی القضاءَ الاکبر ولو عَرِیَ عن العلم والسِنّ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ انتھی۔

وروی الواحدی رحمہ اللہ تعالی ان ابن ابیّ رئیس المنافقین واصحابہ استقبلھم نفرٌ من الصحابۃ فقال لقومہ انظروا کیف اَرُدُّ ھؤلاء السفھاء عنکم فاخذ بید ابی بکر رضی اللہ عنہ وقال مرحبًا بالصدیق سیّدِ بنی تیم وشیخ الاسلام وثانِی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار الباذلِ نفسہ ومالَہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ بید عمر رضی اللہ عنہ فقال مرحبًا بسیّد بنی عدیّ الفاروق القویّ فی دینہ الباذل نفسہ ومالہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ بید علیّ رضی اللہ عنہ فقال مرحبًا بابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختنہ سیّد بنی ھاشم ما خلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا الاٰیۃ علی ما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالٰی۔

ففی ھذہ الروایۃ اطلاق شیخ الاسلام علی الصدیق رضی اللہ عنہ۔ قال الشیخ الشھاب الخفاجی فی شرح تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۳۴۰ شیخ الاسلام کان فی زمن الصحابۃ رضی اللہ عنھم یطلق علی ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر وھما الشیخان ثم قال بعد ذکر ما قال السخاوی رحمہ اللہ تعالی قلت ثم صارت ھذہ اللفظۃ لقبًا لمن تولّی منصبَ الفتوٰی وان عری عن لباس العلم والتقوٰی ؎

لقد ھَزلتْ حتی بَدا من ھُزالِھا کُلاھا وحتی سامَھا کلُّ مفلس

وقال مولانا عبد الحی رحمہ اللہ تعالی فی اواخر الفوائد البھیۃ ص ۱۰۱ کان العُرفُ علی انّ شیخ الاسلام یُطلَق علی من تصدّی للافتاء وحَلِّ المشکلات فیما شجر بینھم من النزاع والخصام من الفقھاء العِظام والفضلاء الفخام وقد اشتھر بھا من اخیار المائۃ الخامسۃ والسادسۃ

أعلام منهم شيخ الاسلام ابو الحسن علی السغدی وشیخ الاسلام عطاء بن حمزۃ السغدی وشیخ الاسلام علی بن محمد الاسبیجابی وشیخ الاسلام عبد الرشید البخاری جدّ صاحب الخلاصۃ وشیخ الاسلام برھان الدین المرغینانی صاحب الھدایۃ وشیخ الاسلام نظام الدین عمر ابن صاحب الھدایۃ وشیخ الاسلام محمود الاوزجندی وغیرھم کذا ذکر الکفوی فی ترجمۃ شیخ الاسلام محمود الاوزجندی۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۔ کسریٰ وقیصر کا ذکر آیت واذ نجیناکم من اٰل فرعون کی تفسیر میں موجود ہے۔ کسریٰ ہر بادشاہِ فارس کا لقب تھا اور قیصر ہر سلطانِ روم وشام کا لقب تھا۔ ہم یہاں پر دونوں کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ اوّلاً قیصر کا تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔ بعدہ کسریٰ کا تذکرہ پیش کیا جائے گا۔

قیل ان اوّل من سُمّی قیصر من ملوک الروم ھو اغسطس والیہ تنسب القیاصرۃ بعدہ وھو الذی غلب علی اٰخر رجل مَلَکَ الیونان ومصر والاسکندریۃ من البطالسۃ ملوک الیونان وھو بطلیموس الجدید وقد ملک ثلاثین سنۃ ثم ملک بعدہ ابنتہ قلبطرہ وکان ملکھا اثنتین وعشرین سنۃ وکانت لھا حروب بالشام ومصر مع الثانی من ملوک الروم وھو اغسطس الی ان قتل زوجھا وقتلت ھی نفسھا وانتھت بھا ملک البطالسۃ علی مقدونیۃ وبلاد مصر من اسکندریۃ وغیرھا قالہ المسعودی فی المروج۔

وقال فی موضع اٰخر من ھذا الکتاب وغلبت الروم علی ملک الیونانیین وکان اول من ملک من الروم فیھا ساطوحاس وھو جانیوس الاصغر بن روم بن سماحلین فکان ملکہ اثنتین وعشرین سنۃ وقد قیل ان اول من ملک الیونانیین من ملوک الروم قیصرُ اسمہ ھا لوس ابن افلیوس ثم ملک بعدہ اغسطس بن قیصر ستا وخمسین سنۃ وھذا الملک ھو الاول من ملوک الروم واسمہ قیصرا وھو الثانی من ملوکھم۔

وتفسیر قیصر ای شق عنہ وذلک ان امہ ماتت وھی حامل بہ فشق بطنھا فکان ھذا الملک یفتخر فی وقتہ بان النساء لم تلدہ وکذلک من حدث بعدہ من ملوک الروم ممن کان من ولدہ یفتخرون بھذا الفعل وما کان من امّھم فصارت سمۃ لمن طرأ بعدہ من ملوک الروم انتھی بتصرف مروج ج ۱ ص ۱۹۲۔

علم من ھذہ العبارۃ ان فی اول من سمی بقیصر قولین فقیل ھو اغسطس وقیل والد اغسطس۔

وهذا قول ثالث وهو ان اول القياصرة واول من سمّي به قسطنطين بن قسطنطين بانی القسطنطينية وكان زمنه بعد المسيح بثلاثمائة سنة وهو اوّل مَن تنصّر من ملوك الروم كذا ذكر ابن كثير في البداية والنهاية ج ۲ ص۱۵۔

وذكر ابن خلدون ان اوّل من سُمّي بقيصر يونش بن غايش من ملوك الروم وكان قبل ولادة المسيح عليه السلام بقليل ۔ وهذا قول رابع ۔

وقيل اوّل من سمّي بقيصر اغانيوس وكان ملكه قبل اوغسطس فهذا قول خامس كما سيأتي ۔

وفي العمدة ج ۱ ص۸۰ ومعنى قيصر التبقير والقاف على لغتهم غير صافية وذلك ان امه لما اتاها الطلق به ماتت فبقر بطنها عنه فخرج حيًّا وكان يفتخر بذلك لانه لم يخرج من فرج واسم قيصر في لغتهم مشتق من القطع لان احشاء امه قطعت حتى اخرج منها وكان شجاعًا جبّارًا مقدامًا في الحرب انتهى ۔

وقيل اصل هذا الاسم جاشر فعرّبته العرب الى قيصر ولفظ جاشر مشترك عندهم فيقال للشعر ۔ قال ابن خلدون في تاريخه ج ۲ ص۱۹۹ في تفصيل احوال ملوك الروم ۔ انه خرج يونش بن غايش الى جهة الاندلس وحارب من كان بها الى ان ملك برطانية واشبونة ورجع الى رومة واستخلف على الاندلس اكتبيان ابن اخيه يونان ثم قُتِل يونش قتله الوزراء فزحف اكتبيان ابن اخيه من الاندلس واخذ بثأر عمّه وملك الرومة وعمه يونش هو الذي تسمّى قيصر فصار سمة لملوكهم من بعده واصل هذا الاسم جاشر فعرّبته العرب الى قيصر ولفظ جاشر مشترك عندهم فيقال للشعر جاشر وزعموا ان يونش وُلِد وشعره تام يبلغ عينيه و يقال ايضًا للمشقوق جاشر وزعموا ان قيصر ماتت امّه وهي مقرب فبقر بطنها واستخرج يونش والاوّل اصحّ واقرب الى الصواب وكانت مدة ملك قيصر خمس سنين ۔

وولد المسيح عيسى عليه السلام لثنتين واربعين سنة خلت من ملكه وهلك قيصر لستٍّ وخمسين من ملكه وبعد خمسة آلاف ومائتين لمبدأ الخليقة آدم عليه السلام ۔ انتهى ماذكر ابن خلدون باختصار وفيه اختلاط في طبع بعض الحروف فلا يعلم هل هذا الاسم يونس بن غايش او يولش او يونش والله اعلم ۔

ونقل ابن خلدون عن ابن العميد مؤرخ النصارى ان امر رومة وهي بلدة كبيرة في الروم كان راجعًا الى الشيوخ الذين يدبّرون امرهم وكانوا ثلاثمائة وعشرين رجلًا لانهم كانوا حلفوا ا

ان لا یولّوا علیہم ملکًا وکانوا یقدمون واحدًا منہم ویسمونہ الشیخ وانتہی تدبیرہم الی اغانیوس فدبرہم اربع سنین وھو الذی سمی قیصرًا لان امّہ ماتت وھو جنین فی بطنہا فبقروا بطنہا و اخرجوہ ولما کبرانتہت الیہ ریاسۃ ھؤلاء الشیوخ برھۃ اربع سنین ثم ولی من بعدہ یولیوش قیصر ثلاث سنین ثم ولی من بعدہ اوغشطش قیصر بن مرنوخس ولثنتین واربعین سنۃ من ملک اوغشطش ولد عیسی علیہ الصّلاۃ والسّلام بعد مولد یحیی علیہ السلام بثلاثۃ اشہر۔ انتہی باختصار۔

وکسرٰی بالکسر اشہر وجاز فتح الکاف کما فی القاموس والجمع اکاسرۃ وکساسرۃ واکاسر وکسور والقیاس کِسرَون بکسر الکاف وفتح الراء کعیسَون وموسَون بفتح السین والنسبۃ الی کسرٰی کِسرِیّ بکسر الکاف وتشدید الیاء مثل حرمیّ وکِسرَویّ بکسر الکاف وفتح الراء کذا فی القاموس وغیرہ۔

قلت ان الامام الکبیر ثعلب صنّف کتابًا سماہ کتاب الفصیح صغیر الحجم ردّ علیہ امام النحاۃ المشہور بالزجاج فی نحو عشرۃ مواضع منہ فی مناظرۃ اتفقت بین الزجاج وثعلب۔ منہا ماقال الزجاج لہ وقلتَ کِسرٰی بکسر الکاف۔ وھذا خطأ انما ھو کَسرٰی (بالفتح) والدلیل علٰی ذلک انّا وایاکم لا نختلف فی النسبۃ الی کسرٰی یقال کَسرَویّ بفتح الکاف ولیس ھذا مما یغیر بالنسب لبعدہ منہا الاتری انک لو نسبتَ الی مِعزٰی لقلت مِعزَویّ والی درہم قلت دِرہَمیّ ای بکسر المیم والدال ولا یقال مَعزَویّ ولا دَرھَمیّ ای لا یقال بفتحہما کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج ۱ ص ۱۴۱۔

قال العبد الضعیف ما اخذ الزجاج خطأ بلاریب عند جمہور ائمۃ النحو واللغۃ فان صاحب القاموس وغیرہ من اھل اللغۃ صرّحوا بجواز الکسر والفتح فی کاف کسرٰی بل الکسر اشہر ولیشیر الیہ قول صاحب القاموس۔ وکسرٰی ویفتح۔ واما قول الزجاج ان النسبۃ الیہ کَسرَویّ بفتح الکاف وادعی الاجماع فمردود حیث صرّحوا انہ بکسر الکاف۔ قال العلامۃ الزبیدی فی تاج العروس ج ۳ ص ۵۲۳ فی شرح قول صاحب القاموس والنسبۃ کِسرِیّ وکِسرَویّ بکسر الکاف و فتح الراء وتشدید الیاء ولا یقال کَسرَویّ بفتح الکاف انتہی۔

قال صاحب القاموس کسرٰی ملک الفرس معرّب خسرو بضم الخاء وفتح الراء ای واسع الملک۔ قال شارحہ العلامۃ الزبیدی فی شرحہ ای ھذا معناہ بالفارسیۃ ھکذا ترجموہ و تبعہم المصنّف ولا ادری کیف ذلک فان خسرو ایضًا معرّب خوش رو کما صرّحوا بذلک ومعناہ عندہم حسن الوجہ والراء مضمومۃ وسکوت المصنف مع معرفتہ لغوامض اللسان عجیب۔

ونقل شیخنا عن ابن درستویہ فی شرح الفصیح لیس فی کلام العرب اسم اوّلہ مضموم وآخرہ واو فلذلک عربوا خسرو وبنوہ علی فَعلیٰ بالفتح فی لغۃ وفِعلی بالکسر فی اخری وابدلوا الخاء کافًا علامۃ لتعریبہ ثم قال شیخنا ومن لطائف الادب ما انشدنیہ شیخنا الامام البارع ابوعبداللہ محمد بن الشاذلی اعزہ اللہ تعالیٰ ؎

له مقلةٌ یعزی لبابل سحرها — کأنّ بهاهاروت قد اَودَع السحرا

یُذکّرنی عهدَ النجاشی خالُه — واَجفانه الوسنی تذکّرنی کسریٰ

ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۵ - ان قلت ما معنی الحدیث الصحیح۔ اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ واذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ قلنا معناہ لا قیصر بعدہ بالشام ولا کسریٰ بعدہ بالعراق قالہ الشافعی فی المختصر سبب الحدیث ان قریشًا کانت تأتی الشام والعراق کثیرًا للتجارۃ فی الجاھلیۃ فلما اسلموا خافوا انقطاع سفرھم الیھما لمخالفتھم اھل الشام والعراق بالاسلام فقال علیہ الصلاۃ والسلام لا قیصر ولا کسریٰ ای بعدھما فی ھذین الاقلیمین ولا ضرر علیکم فلم یکن قیصر بعدہ بالشام ولا کسریٰ بعدہ بالعراق ولا یکون۔ کذا فی العمدۃ ج ۱ ص۸۰۔

فائدہ۶ - القیصر لقب کل من ملک الروم والشام والکسریٰ لقب کل من ملک فارس و کل من ملک الترک یقال لہ خاقان وکذا یسمّی کل من ملک الحبشۃ النجاشی۔ ویسمی ملک القبط فرعون۔ وملک مصر العزیز۔ وملک حمیر تبع۔ وملک الھند دھمی۔ وملک الصین فغفور۔ وملک الزنج غانۃ۔ وملک الیونان بطلمیوس۔ وملک الیھود قیطون اوماتح۔ وملک البربر جالوت۔ وملک الصابئۃ نمرود۔ وملک الیمن تبعا۔ وملک فرغانۃ اخشید۔ وملک العرب من قبل العجم النعمان وملک افریقیہ جرجیر وملک خلاط شھرمان وملک السند فور۔ وملک الخزر تبیل وملک النوبۃ کابل وملک الصقالبۃ ماجدًا۔ وملک الارمن تقفور۔ وملک الاجات خداوندکار۔ وملک اشروشنہ افشین وملک خوارزم خوارزم شاہ۔ وملک جرجان صول۔ وملک أذربیجان اصبھبد وملک طبرستان سالار وملک اقلیم خلاط شھرمان ونیابۃ الروم دمشق واسکندریۃ ملک مقوقس۔ کذا ذکر العینی وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ - صحابی کی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

تعریف اوّل۔ ھو من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنًا بہ ومات علی الاسلام۔ بقید ایمان وہ لوگ خارج ہوئے جو بوقتِ ملاقات ورؤیۃ کافر تھے اگرچہ اس کے بعد مسلمان ہو گئے ہوں۔ باقی

وہ لوگ جنھوں نے بعثت سے قبل نبی علیہ السلام کو دیکھ کر آپ کے مبعوث ہونے کی بشارت دی ان میں صحابی ہونے کا بھی احتمال ہے اور صحابی نہ ہونے کا احتمال بھی مثل بحیرا راہب اور اس کے نظرا.

جنات میں سے جنھوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو ایمان کی حالت میں وہ بھی صحابہ ہیں.

ابن الاثیر جنات کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے لہذا وہ تعریف میں لفظ انسان ذکر کرتے ہیں. جمہور کے نزدیک جنات بھی صحابہ میں داخل ہیں. صحابہ میں دخول ملائکہ محل نظر ہے. بعض علماء کے نزدیک یہ مبنی ہے اس بات پر کہ آپ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں یا کہ نہیں. اگر آپ نبی الملائکہ بھی ہوں اور ان کی طرف بھی مبعوث ہوں تو ملائکہ صحابہ میں داخل ہوں گے ورنہ نہیں. امام رازیؒ لکھتے ہیں لم یکن مرسلًا الی الملائکۃ بالاجماع. رازی کا یہ دعویٰ محل نظر ہے. شیخ سبکیؒ و سیوطیؒ وغیرہ علماء کے نزدیک آپؐ نبی الملائکہ ہیں اور ملائکہ کی طرف مبعوث ہوئے ہیں. امام سبکیؒ نے اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے.

موت اسلام پر شرط ہے. لہذا وہ لوگ خارج ہوئے جو مرتد ہو کر کفر پر مرے وہ صحابی نہیں کہلاتے مثل عبید اللہ بن جحش سابق زوج ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت الی الحبشہ کرنے کے بعد عیسائی بن کر کفر پر فوت ہوا.

اور اس تعریف میں وہ صحابہ داخل ہیں جو مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوئے لیکن دوبارہ اسلام لانے کے بعد انھیں نبی علیہ السلام کا دیکھنا و زیارت نصیب نہ ہوئی. مثل اشعث بن قیس جو مرتد ہوا تھا پھر خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوا. لیکن بہت سے محققین و ائمہ کے نزدیک ارتداد مبطل صحابیت ہے. لہذا وہ تعریف میں اپنے مذہب کے مطابق ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں.

اس تعریف پر اعمیٰ کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ بعض صحابہ نابینا تھے مثل ابن ام مکتومؓ انھیں نبی علیہ السلام کی رؤیت حاصل نہ تھی. اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ نبی علیہ السلام کو نہیں دیکھا لیکن نبی علیہ السلام تو ان کو دیکھتے تھے اور یہ کافی ہے. اور ثانیاً یہ ہے کہ انہیں رؤیۃ النبیؐ کے مواقع حاصل تھے اگر وہ معذور نہ ہوتے تو دیکھ سکتے تھے لیکن عذر عارضی کی وجہ سے وہ دیکھنے سے محروم تھے اور رؤیت کا موقع ملنا حکم رؤیت میں ہے. بعض علماء لفظ رأی کی بجائے لفظ لقی ذکر کرتے ہیں کما فی التعریف الثانی الآتی ذکرہ.

تعریفِ ثانی ہو مَن لَقِیَ النبیَّ علیہ السلام مؤمنًا بہ ومات علی الاسلام. یہ تعریف بعینہ مثل تعریف اول ہے صرف لفظ رأی کے بدلے یہاں پر لقی کا ذکر ہے. اس تعریف پر اعمیٰ صحابی کا وہ اعتراض

وارد نہیں ہوتا جو تعریفِ سابق پر وارد ہوتا ہے۔ البتہ دونوں تعریفوں پر رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام کا اعتراض ہوتا ہے وفی الحدیث مَن رآنی فی المنام فکانما رآنی وفی روایۃ فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی۔ منام میں لقاء ورؤیۃ دونوں متحقق ہیں۔

جواب یہ ہے کہ رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام بلا ریب بڑی سعادت ہے۔ لیکن اس پر احکامِ شرعیہ مبنی نہیں ہو سکتے۔ احکام شرعیہ یقظہ یعنی بیداری کی حالت پر متفرع ہو سکتے ہیں۔ اور صحابی ہونا ایک شرعی حکم ہے وہ بھی بیداری پر موقوف ہے۔ پس جو شخص بہ حکم شریعت غیر صحابی ہو خواب کی وجہ سے اس کا حکم بدل کر صحابی ہو جائے یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ بعض علماء اسی اعتراض کے پیشِ نظر تعریف میں قید یقظہ کا اضافہ کرتے ہیں اور تعریف ثالث کرتے ہیں۔

تعریفِ ثالث۔ هو مَن لَقِیَ النبیَّ علیه السلام فی الیقظةِ مؤمنًا به ومات علی الاسلام۔

لیکن اس تعریف پر اور سابقہ تعریفوں پر ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ بعض کاملین اور اصحابِ کشف اولیاء کو حالتِ بیداری میں نبی علیہ السلام کی زیارت ورؤیت کی سعادت حاصل ہوتی ہے کما قال بعض الاولیاء انی اری النبیّ علیه السلام فی الیقظة کرؤیة بعض الصحابة ایاہ۔ اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ کشف قوی حجت نہیں ہے احکامِ اسلامیہ کتاب وسنت واجماع وقیاس پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ کشف سے احکام شرعیہ مثل صحابی ہونا وغیرہ ثابت نہیں ہوتے۔

ثانیاً۔ صحابیت کے لیے رؤیۃ النبی فی حیاۃ النبی علیہ السلام ضروری ہے۔ یعنی حیاتِ دنیویہ میں دیکھنا لازم ہے۔ اور بعد الموت نبی علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں اور حیات کے تمام امور بکمالہا آپ کو حاصل ہیں۔ تاہم یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ عُرف میں دنیاوی حیات نہیں کہلائی جا سکتی۔ عرفِ عام میں حیات فوق الارض وحیاتِ محسوسہ حیات کہلاتی ہے۔ اور حیاتِ برزخ امورِ مستورہ میں سے ہے۔ لہٰذا بذریعہ کشف رؤیۃ موجبِ صحابیت نہیں ہے۔ البتہ جس نے بعد الموت وقبل الدفن نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو مثل ابو ذؤیب ہذلی شاعر اس کی صحابیت میں علماء کے دو قول ہیں۔ اصحّ عدم صحابیت ہے۔ کما صرح به الحافظ ابن حجر فی الاصابة۔ ان تعریفات کے پیشِ نظر وہ اطفال بھی صحابی ہیں جنھیں بچپن میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ هذا الذی اختارہ البخاری واحمد والجمهور۔ ان تعریفات کے لحاظ سے صحابی کے لیے روایتِ حدیث یا شرکتِ غزوات یا بلوغ یا طولِ صحبت ضروری نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مختار قول ہے۔

تعریفِ رابع۔ هو مَن لَقِیَ النبیَّ علیه السلام وطالت مجالسته مؤمنا به ومات علی الاسلام۔ قال النووی فی تهذیب الاسماء ج ا ص۱۲۔ اما الصحابی ففیه مذهبان اصحهما و

هومذهب البخاری وسائر المحدثین وجماعۃ من الفقہاء وغیرہم انہ کل مسلم رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولوساعۃً وإن لم یجالسہ ویخالطہ۔ والثانی وھومذھب اکثر اھل الاصول انہ یشترط مجالستہ وھذا مقتضی العرف وذالک مقتضی اللغۃ وھکذا قال الامام ابوبکر ابن الباقلانی رحمہ اللہ وغیرہ۔ اھ۔

تعریف خامس۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ وغزا معہ ومات علی الاسلام۔ یہ تعریف ان علماء کی ہے جو صحابی کے لیے غزوہ میں شرکت لازم قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر اس تعریف کو شاذ کہتے ہیں۔

تعریف سادس۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ بعد البلوغ ومات علی الاسلام۔ اس تعریف والوں کے نزدیک بلوغ کے بعد لقاء ضروری ہے۔ لہٰذا وہ بچے جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت بالغ نہ تھے صحابی نہیں کہلائیں گے۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف سابع۔ بعض علماء روایت حدیث النبی علیہ السلام کو شرط قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ یوں تعریف کرتے ہیں من لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ وحفظت روایتہ عنہ علیہ السلام ومات علی الاسلام۔

تعریف ثامن۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ وضبط انہ غزا معہ او استشہد بین یدیہ۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف تاسع۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام وکان قد بلغ سن التمییز مؤمنا بہ ومات علی الاسلام۔ اس قول والے سن تمییز ہی میں ملاقات شرط قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس مدت سے قبل بچے کی طرف نسبت ملاقات ونسبت رؤیت صحیح نہیں ہے۔ کذا ذکرہ ابن حجر رحمہ اللہ۔

تعریف عاشر۔ قال فی شرح التحریر الصحابی عند المحدثین وبعض الاصولیین من لقی النبی علیہ السلام مسلما ومات علی الاسلام او قبل النبوۃ ومات قبلہا علی الحنفیۃ کزید ابن عمرو بن نفیل اوارتد وعاد فی حیاتہ وعند جمہور الاصولیین من طالت صحبتہ متبعا لہ مدۃ یثبت معہا اطلاق صاحب فلان عرفا بلا تحدید فی الاصح انتہی۔

شارح تحریر کی عبارت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مرتد ہوا اور پھر مسلمان ہوا وہ صحابی ہے۔ یعنی اسلام کے ساتھ اس کی صحابیت بھی عود کر آتی ہے۔ اگرچہ دوبارہ نبی علیہ السلام کی ملاقات نصیب نہ ہوئی ہو۔ یہ مذہب شافعی کا مقتضیٰ ہے۔ کیونکہ مذہب شافعی میں مرتد کے

اعمالِ صالحہ ضائع نہیں ہوتے بشرطیکہ اس کی موت ارتداد پر نہ ہو۔ لیکن ہمارے احناف کے نزدیک نفسِ ارتداد مُحبِط اعمالِ صالحہ ہے اور صحبت اشرف اعمال میں سے ہے۔ لہذا ارتداد سے صحبت کا شرف بھی زائل ہوا۔

قال ابن عابدین فی رد المحتار ج ا منسلہ لکنھم قالوا انہ بالاسلام تعود اعمالہ مجردۃ عن الثواب ولذا لا یجب علیہ قضاؤھا سوی عبادۃ بقی سببھا کالحج وکصلاۃ صلاھا فارتد فاسلم فی وقتھا وعلی ھذا فقد یقال تعود صحبتہ مجردۃ عن الثواب وقد یقال ان اسلم فی حیاۃ النبی علیہ السلام لا تعود صحبتہ مالم یلقہ لبقاء سببھا انتہی۔

فائدہ۔ صحابہ تین قسم پر ہیں۔ اولؔ مہاجرین۔ دوؔم انصار۔ سوؔم ان کے علاوہ دیگر صحابہ۔ پھر مہاجرین وانصار دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو سابقون اوّلون ہیں۔ اور ایک وہ جو ایسے نہیں۔ سابقون اوّلون اور غیر سابقین کے فرق میں کئی اقوال ہیں۔

قول اول۔ جو اہل قبلتین ہیں۔ یعنی جن صحابہ نے بیت المقدس وکعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھی ہو وہ سابقین ہیں۔ اور ان کے علاوہ غیر سابقین ہیں۔ ہجرت کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک نبی علیہ السلام بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے بعدہ یہ حکم منسوخ ہوا اور کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار۔ فعن سعید بن المسیبؒ انہ کان یقول فی قولہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون قال ھم الذین صلوا القبلتین۔

قول ثانی۔ بیعۃ الرضوان یوم الحدیبیہ والے سابقین اوّلین ہیں اور ان کے سوا غیر سابقین ہیں۔ قالہ الشعبیؒ۔

قول ثالث۔ شرکاء جنگِ بدر سابقین ہیں اور باقی غیر سابقین ہیں۔ قالہ محمد بن کعب القرظی وعطاء بن یسار علی ما ذکرہ ابن عبد البر فی الاستیعاب۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی التابعی۔ تابعون جمع کا واحد تابع وتابعیؔ ہے۔ تابعی کی تعریف میں حسب تصریح نووی رحمہ اللہ دو قول ہیں۔ احدھما الذی رأی صحابیًا اولقیہ ومات علی الاسلام۔

والثانی۔ انہ الذی جالس صحابیًا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدّ لھم جنات تجری تحتھا الانھار، الآیۃ۔

واما تابعو التابعین فھم الذین رأوا التابعی ولقوہ اوجالسوہ۔ ولھم ایضًا فضلؐ فی الجملۃ

ففی الصحیحین عن عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔

فائدہ ۱۰ ۔ محدثین مثل حاکم وغیرہ نے تابعین کو پندرہ طبقوں پر منقسم کیا ہے۔ اوّل وہ طبقہ جنھوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہو مثل قیس بن ابی حازم۔ آپ نے جملہ عشرہ مبشرہ سے سماع کیا ہے۔ اس فضیلت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ دوم وہ اولادِ صحابہؓ جو نبی علیہ السلام کی حیات میں پیدا ہوئی۔ افضلِ تابعین میں اقوال ہیں۔ قال احمد افضل التابعین سعید بن المسیبؒ فقیل لہ علقمۃ والاسود فقال سعید وعلقمۃ والاسود وعنہ انہ قال لا اعلم فیہم مثل ابی عثمان النہدی وقیس بن ابی حازم وعنہ انہ قال افضلہم قیس وابو عثمان وعلقمۃ ومسروق قال النووی فی تہذیب الاسماء و لعلہ اراد افضلہم فی ظاہر علوم الشرع والا فاُویسؒ خیر التابعین وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اُویس القرنی ھو خیر التابعین۔ وقال ابو عبد اللہ بن خفیف الزاھد اھل المدینۃ یقولون افضل التابعین ابن المسیب واھل الکوفۃ اُویس واھل البصرۃ الحسن البصریؒ اھ۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۱۱ ۔ عرب عربیؔ واَعراب اَعرابیؔ الفاظ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ عربیؔ و اَعرابیؔ میں یہ فرق ہے کہ عربی وہ شخص ہے جو قوم عرب سے ہو خواہ شہری ہو یا دیہاتی۔ لہذا عجمی پر اطلاقِ عربی نہیں ہوسکتا۔ اور اعرابی وہ شخص ہے جو دیہات میں رہتا ہو خواہ قوم عرب سے ہو یا عجم سے۔

لہذا دونوں میں نسبت عموم وخصوص من وجہ ہے۔ قوم عرب کا دیہاتی عربی بھی ہے اور اعرابی بھی۔ اور قوم عرب کا شہری آدمی عربی ہے نہ کہ اعرابی۔ اور عجمی قروی یعنی دیہاتی پر اعرابی کا اطلاق صحیح ہے نہ کہ عربی کا۔ عربی کی جمع عرب ہے۔ اور اَعرابی کی جمع اَعراب ہے باسقاط یاء النسبۃ مثل روم ورومی وحَبَش وحبشی۔ کذا فی کتب الادب۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۱۲ ۔ الشیخان۔ آیت والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء میں مذکور ہیں۔ علم حدیث میں اور روایتِ حدیث کے مباحث میں شیخان سے امام بخاری و امام مسلم مراد ہوتے ہیں۔ یقال رواہ الشیخان ای البخاری ومسلم فی صحیحیھما دونوں اماموں کو امت میں یہ عظیم منقبت حاصل ہے کہ مباحثِ روایت وحدیث میں دونوں شیخ کے لقب سے موسوم ہیں۔ اور جب مطلق شیخان کا ذکر ہو تو اس سے یہی دو امام مراد ہوتے ہیں۔ گویا کہ دونوں فن حدیث میں کل امت کے شیخ واستاذ ہیں۔

امام بخاری کا نام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ تاریخ ولادت بعد صلاۃ جمعہ

۱۴ شوال ۱۹۴ھ ہے۔ اور تاریخ وفات لیلۃ عید الفطر ۲۵۶ھ ہے۔ قریۂ خرتنک میں مدفون ہیں جو سمرقند سے دو فرسخ دور ہے۔ امام مسلم کا نام مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری ہے۔ تاریخ وفات شب یک شنبہ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ ہے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ رضی اللہ عنہما۔

کتب[۲] فلسفہ میں شیخین سے ابو علی بن سینا و فارابی مراد ہوتے ہیں۔ اور کتب[۳] نحو و صرفِ بصری میں شیخین سے مراد سیبویہ و خلیل ہیں اور[۴] نحو و صرفِ کوفی میں کسائی و فراء مراد ہوتے ہیں۔ کتب[۵] فقہ حنفی میں شیخین سے مراد ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ ہوتے ہیں۔ اور[۶] علم معانی و بیان میں شیخین سے مراد عبد القاہر جرجانی و صاحب ابن عباد یا عبد القاہر و سکاکی ہوتے ہیں اور کتب[۷] تفسیر میں شیخین سے مراد زمخشری و بیضاوی ہوتے ہیں۔ اور صحابہ[۸] رضی اللہ عنہم میں شیخین عبارت ہے ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے۔ اور[۹] علم کلام میں اس سے ابو الحسن اشعریؒ و امام ماتریدیؒ مراد ہوتے ہیں۔

فائدہ[۱۳]۔ الخلفاء الاربعۃ۔ بحث الٓمٓ و حروف مقطعات کے اواخر میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہوا ہے۔ خلفاء اربعہ سے مراد خلفاء اربعہ راشدین ہیں۔ یعنی صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان ذو النورین و علی مرتضی رضی اللہ عنہم۔ یہی چار خلفاء راشدین ہیں۔ ان چاروں خلفاء کی خلافت مکمل طور پر منہاج نبوت پر قائم تھی۔ اور کتاب و سنت کے موافق تھی اسی وجہ سے انھیں خلفاء راشدین کہتے ہیں۔ پس خلفاء راشدین چار ہیں۔ حدیث شریف ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔

سفیان ثوریؒ وغیرہ محدثین کے نزدیک خلفاء راشدین پانچ ہیں۔ پانچویں عمر بن عبد العزیزؒ تابعی ہیں۔ قال سفیان الثوری الخلفاء خمسۃ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبد العزیز انتھی۔ کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء ج۲ ۱۸۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی تاریخ وفات ۱۰۱ھ ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدتِ خلافت دو سال تین ماہ اور سات دن ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دس سال چھے ماہ ہے۔ وفی البدایۃ ج۷ ص۱۳۸ کانت ولایۃ عمر عشر سنین وخمسۃ اشھر واحدًا وعشرین یومًا وقیل عشر سنین وستۃ اشھر واربعۃ ایام اھ بحذف۔ عثمان ذو النورین رضی اللہ کی مدت خلافت بارہ سال ہے۔ وفی البدایۃ ج۷ ص۱۹۰ فکانت خلافتہ ای خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ ثنتی عشرۃ سنۃ الا اثنی عشر یومًا واما عمرہ فانہ جاوز ثنتین وثمانین سنۃً۔ اھ بتصرف۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال ۹ ماہ ہے۔ کذا فی

البدایہ ج ۷، ص ۳۳۱۔
عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا تینوں خلفاء کی عمر بوقت وفات ۶۳ سال تھی۔ جمہور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ دس رمضان سنہ ۴۰ھ کو شہید ہوئے۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے اور صرف چند ماہ بعد یعنی سنہ ۴۱ھ کے اوائل میں خلافت سے دست بردار ہو گئے اور مصالحت کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کل مسلمانوں کے امیر المؤمنین بنائے گئے۔ اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خلافت راشدہ تیس سال تک قائم رہے گی اور مصالحت حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما پر ۳۰ سال پورے ہو گئے۔

قال ابن کثیرؒ والدلیل علی انہ ای الحسن احد الخلفاء الراشدین الحدیث الذی اوردناہ فی دلائل النبوۃ من طریق سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا۔ وانما کملت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علی فانہ نزل عن الخلافۃ لمعاویۃ فی ربیع الاول من سنۃ ۴۱ھ وذلک کمال ثلاثین سنۃ من موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ توفی فی ربیع الاول سنۃ احدی عشرۃ من الھجرۃ وھذا من دلائل النبوۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہ البدایۃ ج ۸ ص ۱۶، وقال فیہا ج ۱ ص ۱۹ وقد انقضت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علیؓ فایام معاویۃ اول الملک فھو اول ملوک الاسلام وخیارھم. واخرج الطبرانی باسنادہ عن معاذ بن جبل وابی عبیدۃ قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا الامر بدا رحمۃً ونبوۃً ثم یکون رحمۃً وخلافۃً ثم کائن ملکاً عضوضاً ثم کائن عتواً وجبریۃ وفساداً فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور ویرزقون علی ذلک وینصرون حتی یلقوا اللہ عزوجل۔ واسنادہ جید۔ انتہی۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی الجاھلیۃ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت سے قبل کا زمانہ زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے۔ قال فی دائرۃ المعارف والجاھلیۃ ھی حالۃ الناس قبل بعثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجاھلیۃ الجھلاء توکید وقیل معناھا الجاھلیۃ القدیمۃ اھ۔

زمانۂ جاہلیت دو قسم پر ہے۔ اول جاہلیتِ عامہ یعنی قبل النبوۃ والبعثۃ کا زمانہ۔ دوم جاہلیت شخصیہ مخصوصہ یعنی ہر صحابی کا اسلام سے قبل کا زمانہ۔ وفی کتاب لیس لابن خالویہ ان لفظ الجاھلیۃ اسم حدث فی الاسلام للزمن الذی کان قبل البعثۃ۔ کذا فی المزھر ص ۱۷۶۔
مؤرخین لکھتے ہیں کہ جاہلیت اصطلاح جدید ہے جو ظہور اسلام کے بعد ظاہر ہوئی۔ اسلام سے قبل

حالِ عرب پر جاہلیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ تاکہ اس ظلمانی دور کا امتیاز ہو جائے اسلام کے بعد کے نورانی دور سے۔ قرآن شریف میں لفظ جاہلیت کئی آیات میں مذکور ہے اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔

کبھی جاہلیت کے ساتھ بطور صفت لفظ جہلاء برائے مبالغہ وتاکید ذکر کرتے ہیں فالجاهلية الجهلاء يريدون بها الجاهلية القديمة كما في محيط المحيط ص۳۰۹، واساس البلاغة ج ۱ ص ۱۴۵۔ وقيل وكانوا اذا عابوا شيئًا واستبشعوه قالوا كان ذلك في الجاهلية الجهلاء۔ كذا في اقرب الموارد ص ۱۴۷۔ فالجاهلية الجهلاء هي الوثنية التي حاربها الاسلام وقد انّب القرآن المشركين على حميتهم الوثنية فقال إذ جعل الذين كفروا في قلوبهم الحمية حمية الجاهلية۔

جاہلیت کے معنی ووجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اوّل۔ اس کا مأخذ جہل ہے اور جہل ضدِ علم ہے۔ پس جاہل کا معنی ہے اُمّی یعنی اَن پڑھ بالفاظ دیگر جاہل کا معنی ہے غیر عالم جو نہ کتاب پڑھ سکے اور نہ لکھ سکے۔ یہی جاہل مأخذ ہے جاہلیۃ کا۔ چونکہ زمانہ جاہلیت والے عرب ومشرکین عرب اکثر اُمّی تھے اور پڑھے لکھے نہ تھے اسی وجہ سے ان کے زمانے پر جاہلیت کا اطلاق ہوا۔

قول ثانی۔ اس کا مأخذ جہل ضدِ علم ہے۔ لیکن جہل وجاہل سے معنی عام کی بجائے معنی خاص مراد ہے یعنی جہل باللہ وبرسولہ فالجاهلية من الجهل بالله وبرسوله وبشرائع الدين الالهي۔

قول ثالث۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جاہلیت کا مأخذ جہلِ عُرفی ہے۔ عُرفِ عام وعرفِ شرع میں جہل کا مفہوم ہے سفاہت۔ گمراہی۔ بے دینی۔ سرکشی۔ تکبر۔ قومی تعصبات۔ ظلم۔ قتل۔ غارت گری۔ بے جا غضب وغیرہ وہ افعالِ قبیحہ واخلاقِ شنیعہ جو جاہلینِ عرب میں رائج تھے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا۔ پس یہ امور جہل وجاہلیت ہیں اور ان کا مرتکب جاہل ہے۔ اگرچہ وہ شخص بڑا عالم ہو۔ لہٰذا جاہلیت ضدِ اسلام ہے اور جاہل مقابل مسلم کامل ہے۔

اسی معنی پر قرآن وسنت میں جاہلیت وجاہل کا اطلاق ثابت ہے۔ سورہ فرقان میں ہے۔ وعباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونًا وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلامًا۔ قال الطبري في تفسيره ج ۱۹ ص ۲۱۔ انهم يمشون عليها بالحلم لا يجهلون على من جهل عليهم۔ سورہ بقرہ میں ہے قالوا اتتخذنا هزوًا قال اعوذ بالله ان اكون من الجاهلين۔ سورہ اعراف میں ہے خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين۔ سورہ ہود میں ہے انى اَعِظُكَ ان تكون من الجاهلين۔ واخرج الترمذي عن خولة قالت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو

مُحتضِنٌ اَحَدَ ابنی ابنتِہ وھو یقول انکم لتُبَخِّلون وتُجَبِّنُون وتجھلون وانکم لمن ریحان اللّٰہ۔ جامع ترمذی ج۲ ص۱۱۔ وورد فی الحدیث انہ علیہ السلام قال لابی ذر رضی اللّٰہ عنہ انک امرءٌ فیک جاھلیۃ۔ و فی حدیث اٰخر اذا کان احدکم صائمًا فلا یرفث ولا یجھل۔ و فی حدیث اٰخر اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھنّ الفخر بالاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ: اخرجہ احمد فی مسندہ ج۲ ص۱۱ ص۱۰۳ ص۱۸۷ وج۳ ص۴۲۵۔

اور تقریبًا یہی معنی مراد ہے عمرو بن کلثوم کے اس شعر میں ؎

الا لا یجھلن احدٌ علینا　　　فنجھل فوق جھلِ الجاھلینا

متعدد اہل تحقیق و اہل لغت کے اقوال بھی جہل کے مذکورہ صدر معنی کے مؤید ہیں۔ لسان العرب وغیرہ میں ہے۔ وذھب اٰخرون ان الجاھلیۃ من المفاخرۃ بالانساب والتباھی بالاحساب والکبر والتجبر وغیر ذلک من الخلال التی کانت من ابرز صفات الجاھلیین۔

راجع اللسان ج۱۳ ص۱۳۷ واساس البلاغۃ ج۱ ص۱۴۵ وصحاح الجوھری ج۲ ص۱۶۹ و شرح المعلقات السبع للزوزنی ص۱۶۰ والاغانی ج۲۱ ص۲۰۰ وبلوغ الارب ج۱ ص۱۶۔

مستشرق گولڈ زیہر لکھتا ہے الجھل ضد الحلم لا ضد العلم۔ اھ۔ کتاب فجر الاسلام ص ۸۷ میں ہے لفظ جاہلیت کے بیان میں ویقول المستشرق گولڈ زھیر ان المقصود الاول من الکلمۃ السفہ الذی ھو ضد الحلم والانفۃ والخفۃ والغضب وما الی ذلک من معان وھی امور کانت واضحۃ فی حیاۃ الجاھلین ویقابلھا الاسلام الذی ھو مصطلح مستحدث ایضًا ظھر بظھور الاسلام و عمادۃ الخضوع للّٰہ والانقیاد لہ۔ انتھی بتصرف۔

قرآن حکیم میں جس جاہلیتِ اُولیٰ کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ سورہ احزاب میں ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ۔ فقیل الجاھلیۃ الاولیٰ التی ولد فیھا ابراھیمؑ والجاھلیۃ الاخری التی ولد فیھا محمدؐ کذا فی طبقات ابن سعد ج۸ ص۱۴۳ ص۱۳۵۔ وقیل الاولیٰ بین عیسی ومحمدؐ۔ یعنی بعض علماء کے نزدیک صرف ایک جاہلیت ہے جو عیسیٰ و محمد علیہما السلام کے مابین ہے۔ اور بعض کے نزدیک وہ دو ہیں۔ بلوغ الارب وغیرہ میں ہے وقد ادّی اختلافٌ فی مفھوم الاٰیۃ الی تصوّرٍ وجود جاھلیتین جاھلیۃ قدیمۃ وجاھلیۃٌ اخری ھی التی کانت عند ولادۃ الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولیس المعنی اَنّ ثم جاھلیۃٌ اخری وقد اوقع لفظ الجاھلیۃ علی تلک المدۃ التی قبل الاسلام کما لا یخفی۔ بلوغ الارب ج۱ ص۱۵۔

عصرِ جاہلیت و مبدأ جاہلیت و تعدد جاہلیت پر علماء نے بڑی بحث کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ

جس طرح ہمارے نبی علیہ السلام سے قبل عصرِ جاہلی تھا اسی طرح بعض دیگر انبیا علیہم السلام سے قبل بھی اس قسم کے اعصارِ جاہلی تھے ۔ تاریخ طبری میں ہے ۔ ذھب بعضھم الی ان الجاھلیۃ کانت فیما بین نوح وادریس ۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۵۳۔ وذھب اٰخرون الی انھا کانت بین اٰدم ونوح او انھا بین موسٰی وعیسی او الفترۃ التی کانت بین عیسی ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم واما منتھاھا فظھور الرسول ونزول الوحی عند الاکثرین او فتح مکۃ عند جماعۃ کذا فی المفصل ج ۱ ص ۴۱ ۔

وفی الصحاح مابین کل رسولین من رسل اللہ عزوجل من الزمان الذی انقطعت فیہ الرسالۃ۔ وفی الحدیث فترۃ مابین عیسی ومحمد علیہما السلام۔ راجع لتفصیل ھذا البحث لسان العرب ج ۱۳ ص ۱۳۷، بلوغ الارب ج ۱ ص ۱۶، تاریخ الطبری ج ۱ ص ۵۳، الاساطیر العربیۃ ص ۲، المزھر ص ۱۷۶، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۴۱ وغیر ذلک من المراجع۔ ھذا واللہ اعلم ۔

فائدۃ ۱۵ فی حساب الجُمَّل ۔ بحث الٓمّ کے بیان میں حساب جمل کا ذکر موجود ہے ۔ جُمَّل بضم جیم وفتح میم مشدد ہے ۔ بعض علما تخفیفِ میم کو بھی صحیح کہتے ہیں ۔ حساب جمل سے حساب حروف ہجائیہ وحروفِ معجم مراد ہے ۔ حروفِ ہجائیہ عربی میں ۲۹ ہیں ۔ الف با تا ثا جیم تا آخر ۔ اسے حسابِ ابجد بھی کہتے ہیں ۔ حساب جمل کے پیشِ نظر ہر حرف ایک عدد پر دال ہوتا ہے ۔ اس کا طریقہ یہ ہے :۔

الف ۱ ۔ ب ۲ ۔ ج ۳ ۔ د ۴ ۔ ہ ۵ ۔ و ۶ ۔ ز ۷ ۔ ح ۸ ۔ ط ۹ ۔ ی ۱۰ ۔ ک ۲۰ ۔ ل ۳۰ ۔ م ۴۰ ۔ ن ۵۰ ۔ س ۶۰ ۔ ع ۷۰ ۔ ف ۸۰ ۔ ص ۹۰ ۔ ق ۱۰۰ ۔ ر ۲۰۰ ۔ ش ۳۰۰ ۔ ت ۴۰۰ ۔ ث ۵۰۰ ۔ خ ۶۰۰ ۔ ذ ۷۰۰ ۔ ض ۸۰۰ ۔ ظ ۹۰۰ ۔ غ ۱۰۰۰ ۔

بطریق ترکیب ماہرینِ فن ہذا کے نزدیک یہ آٹھ الفاظ وکلمات بنتے ہیں ۔ یعنی ابجد ۔ ہوز ۔ حطی ۔ کلمن ۔ سعفص ۔ قرشت ۔ ثخذ ۔ ضظغ ۔ اور بعض علما سات بناتے ہوئے آخری دو لفظوں کو بعد الترکیب ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں مثل بعلبک ۔ ہمزہ مثل الف ہے ۔ یہ عربی کے ۲۹ حروف ہیں ۔ بعض عجمی لغات میں چھے حروف اور بھی ہیں یعنی پ ٹ ڈ ژ گ چ ۔ لیکن یہ حروف عربی کے تابع ہیں عدد میں ۔ پ ۲ ۔ ٹ ۴۰۰ ۔ ڈ ۴ ۔ ژ ۷ ۔ گ ۲۰ ۔ چ ۳ ۔

حساب جمل قدیم ہے ۔ یہود میں یہ حساب بہت رائج تھا اسی وجہ سے جب انھوں نے الٓمّ الٓر وغیرہ حروف مقطعات سنے تو حساب جمل سے انھوں نے ان حروف کو مدت بقاء امتِ محمدیہ پر حمل کیا ۔ کما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

حساب جمل کے متعدد طریقے ہیں ۔ مشہور دو طریقے ہیں صغیر وکبیر ۔ مثلاً صغیر میں عددِ میم ۴۰ اور عددِ نون ۵۰ ہے ۔ اور کبیر میں علی الترتیب ۹۰ اور ۱۰۶ ہے ۔ صغیر میں مسمّٰی کا اعتبار ہوتا ہے اور ان

حروف کے مسمی مفردات ہی ہیں۔ اور کبیر میں تلفظِ اسماء کا لحاظ ہوتا ہے اور ان حروف کے اسماء مرکب ہیں دو یا تین حروف سے۔ پس حرفِ "م" کا اسم میم ہے۔ اور اس اسم میں دو میم اور ایک حرف یا ہیں۔

کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابجد ہوز حطی الخ دراصل شعیب علیہ السلام کی قوم کے بادشاہوں کے نام تھے۔ پھر ان سلاطین کے اسماء پر حساب جمّل جاری کیا گیا اور ابھی تک حساب و عدد کا وہ پرانا طریقہ جاری ہے۔ یہ سلاطین اولاد محض بن جندل بن یعصب بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان میں سے بعض طائف و نجد کے اور بعض مکہ مکرمہ و حجاز کے اور بعض مصر و مدین کے بادشاہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کے زمانے میں مدین کا بادشاہ کلمن تھا۔ اس نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ شعیب علیہ السلام نے عذاب یوم الظلہ کی وعید سنائی اللہ تعالے نے آگ کا دروازہ ان پر کھول کر تباہ کر دیا۔ قال اللہ تعالیٰ فی الشعراء کذب اصحاب الایکۃ المرسلین اذ قال لھم شعیب الا تتقون انی لکم رسول امین الی قولہ فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم الظلۃ انہ کان عذاب یوم عظیم۔ وقال فی سورۃ ھود والی مدین اخاھم شعیبا الی قولہ ولما جاء امرنا نجینا شعیبا والذین اٰمنوا معہ برحمۃ منا واخذت الذین ظلموا الصیحۃ فاصبحوا فی دیارھم جاثمین۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص ۱۸۵ وکان اھل مدین قوما عربا یسکنون مدینتھم مدین التی ھی قریۃ من ارض معان من اطراف الشام مما یلی ناحیۃ الحجاز قریبا من بحیرۃ قوم لوط ویقال شعیب بن یشخر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ویقال شعیب بن نویب بن عیفا ابن مدین بن ابراھیم۔ ویقال شعیب بن ضیفور بن عیفا بن ثابت بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام۔ بہرحال یہ سلاطین قوم شعیب علیہ السلام میں سے تھے۔

وفی مروج الذھب ج ۲ ص ۱۳۵ وقد تنازع اھل الشرائع فی قوم شعیب بن نویل بن رعویل ابن مرۃ بن عنقاء بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام وکان لسانہ العربیۃ فمنھم من رأی انھم من العرب البائدۃ ومنھم من رأی انھم من ولد المحض بن جندل بن یعصب بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام وان شعیبا اخوھم فی النسب وقد کانوا عدۃ ملوک تفرقوا فی ممالک متصلۃ ومنفصلۃ فمنھم المسمی بابی جاد وھوز وحطی وکلمن وسعفص وقرشت وھم بنو المحض بن جندل۔ واحرف الجمل علی اسماء ھؤلاء الملوک وھی التسعۃ والعشرون حرفا التی یدور علیھا حساب الجمل وقد قیل فی ھذہ الاحرف غیر ما ذکرنا۔

وکان ابجد ملك مكة و مايليها من الحجاز وكان هوز وحطى ملكين ببلاد وج وهي ارض الطائف وما اتصل بذلك من ارض نجد ۔ وكلمن و سعفص و قرشت ملوكاً بمدين وقيل ببلاد مصر وكان كلمن على ملك مدين ومن الناس من رأى انه كان ملكا على جميع من سمينا مشاعا متصلا على ما ذكرنا وان عذاب يوم الظلة كان فى ملك كلمن منهم وان شعيباً دعاهم فكذبوه فوعدهم بعذاب يوم الظلة ففتح عليهم باب من السماء من نار فانت عليهم فرثت حارثة بنت كلمن اباها فقالت وكانت بالحجاز ۔

كلمن هدّ مركني ‎ ‎ هلكه وسط المحله

سيّد القوم اتاه ‎ ‎ الحتف نارا تحت ظله

كوّنت نارا و اضحت ‎ ‎ دار قومي مضمحله

و فى ذلك يقول المنتصر بن المنذر المدينى ۔

الا يا شعيب قد لطفت مقالة ‎ ‎ اتيت بها عمرا وحى بنى عمرو

وهم ملكوا ارض الحجاز واوجها ‎ ‎ كمثل شعاع الشمس فى صورة البدر

ملوك بنى حطى وسعفص ذى الندى ‎ ‎ وهوز ارباب البنية والحجر

وهم قطنوا البيت الحرام ورتبوا ‎ ‎ خطورا وساموا فى المكارم والفخر

ولهؤلاء الملوك اخبار عجيبة من حروب و سير وكيفية تغلبهم على هذه الممالك وتملكهم عليها و ابادتهم من كان فيها وعليها قبلهم من الامم انتهى ما فى المروج ۔

قال ابن جرير الطبرى فى تاريخه ج ۱ ص۹۹ عن القاسم بن سليمان عن الشعبى قال ابجد وهوز وحطى وكلمن وقرشت كانوا ملوكاً جبابرة فتفكر قرشت يوما فقال تبارك الله احسن الخالقين ۔ (لعل معناه انه جعل نفسه احسن الخالقين) فمسخه الله تعالى فجعله اجدهاق (اى ازدهاق) وله سبعة ارؤس فهو هذا الذى بدنباوند وجميع اهل الاخبار تزعم انه ملك الاقاليم كلها وانه كان ساحراً فاجراً ا ه ۔ هذا والله اعلم ۔

فائدہ الزنديق ۔ آیت واذا قیل لہم آمنوا کما آمن الناس کی شرح میں مذکور ہے ۔ زندیق کی تفسیر شرعی واحکام شرعیہ کے بیان میں میرا مستقل رسالہ ہے اس کا نام ہے "التحقیق فی الزندیق" ہم یہاں پر اس کی تلخیص ذکر کرتے ہیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ زندیق کے بارے میں چند امور کا جاننا ضروری ہے ۔

امر اول ۔ زندیق کی تفسیر میں کلام علماء وفقہاء مختلف ہے ۔ اس کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں ۔

قول اول ۔ مقاصد میں اس کی تفسیر منافق سے کی گئی ہے فہما متقاربان اور بایں معنی عرب اسے

استعمال کرتے تھے۔ قال الشاعر ؎

ظللتُ حیرانَ اَمشِی فی اَزِقّتِہا　　　کاَنّنِی مصحفٌ فی بیتِ زِندیق

قولِ ثانی۔ فقہاء فرماتے ہیں ھو من یُبطِن الکفر و یُظھِر الاسلام کالمنافق وقالوا ھو کفرٌ بالاتفاق۔ ثم فی کلام البعض انہ کالمنافق و فی کلام البعض انہ قسم من المنافق لکن ھذا التعریف والتفسیر یقتضی انہ عین المنافق فما معنی التشبیہ وجعلہ قسماً من المنافق وایضاً اذا کان المراد بہ المنافق فلا وجہ للاختلاف فی ان توبتہ مقبولۃ فی احکام الدنیا اذ توبۃ المنافق مقبولۃ اتفاقاً مع ان الفقہاء مختلفون فی قبول توبتہ قالہ القونوی فی شرح البیضاوی ج۲ ص۱۶۔

قولِ ثالث۔ بعض کتب فتاویٰ میں ہے الزندیق من یقول ببقاء الدھر ای لا یؤمن بالآخرۃ ولا بالخالق ویعتقد ان الحلال والحرام مشترک۔ اقول استدلال البیضاوی والجصاص وکثیر من العلماء علی قبول توبۃ الزندیق بقولہ تعالی اٰمنوا کما اٰمن الناس فلو کان الزندیق مفسّراً بھذا التفسیر فلا مساس لہ فی ھذا المقام ولا یصح الاستدلال بھذہ الآیۃ علی قبول توبتہ کما لا یخفی اذ الزندیق المفسر بھذا التفسیر یباین منافقی المدینۃ لانہم کانوا من الیہود وکانوا معترفین بالخالق وبالآخرۃ وبفناء الدھر۔ فعلم ان ھذا التفسیر مخدوش۔ متعدد کتابوں میں یہ تفسیر مذکور ہے۔ قال فی فتاوی قارئ الھدایۃ الزندیق ھو الذی یقول ببقاء الدھر ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکۃ انتھی۔

قولِ رابع۔ قال العلامۃ ابن کمال باشا فی رسالۃ الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالیٰ وعلی من یُثبِتُ الشریک وعلی من ینکر حکمتہ۔ انتہی کذا فی الشامی ج۳ ص۳۲۲۔ تفسیر ہذا پر بھی وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا بیان تفسیر ثالث میں گزرا ہے۔

قولِ خامس۔ میری تحقیق کے پیش نظر زندیق وہ ہے جو بظاہر اسلام کا مدعی ہو لیکن لساناً یا عملاً اصول اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہو خواہ مُبطِن کفر ہو یا کہ نہ ہو۔

یہ مفہوم کلی ہے جو متعدد اصناف وانواعِ زندقہ کو شامل ہے۔ زندقہ کی انواع متعدد ہیں یہ تفسیر ان سب کو شامل ہے اور یہ فائدۂ عموم کے علاوہ سابقہ اعتراضات سے بھی پاک ہے۔ زندقہ کی متعدد انواع جنہیں یہ تفسیر شامل ہے یہ ہیں:۔

اوّلاً یہ شامل ہے اس منافق کو بھی جو داعی الی النفاق ہو۔

ثانیاً یہ شامل ہے دہری کو بھی جو قائل ہو بقاء دہر کا خواہ وجودِ خالق کا قائل ہو یا نہ ہو۔

ثالثاً۔ ھو شامل لما فی فتاوی قارئ الھدایۃ ان الزندیق ھو الذی یقول ببقاء الدھر

ويعتقد ان الاموال والحرم مشتركة۔

رابعًا۔ یہ شامل ہے اس زندیق کو جو بقول علامہ ابن کمال باشا لسان عرب میں معروف ہے وھو من ینفی الباری تعالیٰ او یثبت الشریك او من ینکر حکمتہ۔

خامسًا۔ یہ شامل ہے مُلحد کو بھی وھو من مال عن الشرع القویم الی جھۃ من جھات الکفر من الحد فی الدین ای حاد وعدل۔ ملحد کا حکم بھی مثل زندیق ہے اور اس کی توبہ مختلف فیہ ہے یعنی ملحد زندیق کی ایک قسم ہے۔

سادسًا۔ اس میں داخل ہے اباحی بھی۔ وھو الذی یعتقد اباحۃ المحرمات۔

سابعًا۔ یہ شامل ہے بعض اُن نام نہاد متصوفین کو بھی جو اس بات کے مدعی ہوں کہ وہ قرب من اللہ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے مکلف نہیں۔ یعنی ان کے لیے تمام معاصی حلال ہیں اور وہ مکلف بالصوم والصلاۃ نہیں ہیں۔ یہ بھی اباحیین کا ایک گروہ ہے۔ قال ابن کمال باشا فی رسالتہ نقلاً عن الامام الغزالی فی کتاب التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ ومن جنس ذلك ما یدعیہ بعض من یدعی التصوف انہ بلغ حالۃ بینہ وبین اللہ تعالیٰ اسقطت عنہ الصلاۃ وحل لہ شرب المسکر والمعاصی واکل مال السلطان فھذا مما لا اشك فی وجوب قتلہ اذ ضررہ فی الدین اعظم وینفتح بہ باب من الاباحۃ لا ینسد وضرر ھذا فوق ضرر من یقول بالاباحۃ مطلقاً فانہ یمتنع عن الاصغاء الیہ لظھور کفرہ اما ھذا فیزعم انہ لم یرتکب الا تخصیص عموم التکلیف بمن لیس لہ مثل درجتہ فی الدین ویتداعی ھذا الی ان یدعی کل فاسق مثل حالہ۔ انتھی۔

ثامنًا۔ اس میں داخل ہیں وہ اہل بدعت واہواء جن کی بدعت موجب کفر ہو۔ ایسے اہل بدعت اگر بدعت سے رجوع کریں اور تائب ہوجائیں فبہا ورنہ وہ واجب القتل ہیں۔ جو اہل بدعت انبیاء علیہم السلام کی بشریت کے منکر ہوں یا غیر اللہ کے لیے کلی علم غیب کے حصول کے مدعی ہوں وہ بھی اس زمرہ میں داخل ہیں۔ قال فی الشامی ج ۳ ص ۳۲۳ ان دعوی علم الغیب معارضۃ لنص القرآن فیکفر بھا۔ اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ کاہن واجب القتل ہے کیونکہ وہ معرفتِ غیب کا مدعی ہوتا ہے۔ وفی البزازیۃ یکفر بادعاء علم الغیب وباتیان الکاھن وتصدیقہ۔ انتھی۔ نیز اسی زمرہ میں داخل ہیں غالی روافض وقرامطہ وزنادقۂ فلاسفہ جو عالم اجسام کو قدیم سمجھتے ہیں اور سمٰوات میں خرق والتیام کے منکر ہیں۔ یہ سب حسب تصریح فقہاء واجب القتل ہیں اسماعیلی فرقہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہے۔ فرقہ اسماعیلیہ کا لقب قرامطہ وباطنیہ ہے۔ قال فی نور العین اھل الاھواء اذا ظھرت بدعتھم

بحیث توجب الکفر فانہ یباح قتلھم جمیعًا اذا لم یرجعوا ولم یتوبوا واذا تابوا واسلموا تقبل توبتھم جمیعًا الا الاباحیۃ والغالیۃ والشیعۃ من الروافض والقرامطۃ والزنادقۃ من الفلاسفۃ لا تقبل توبتھم بحال ویقتل بعد التوبۃ وقبلھا لانھم لم یعتقدوا بالصانع تعالیٰ حتی یتوبوا ویرجعوا وقال بعضھم ان تاب قبل الاخذ والاظہار تقبل توبتہ والا فلا وھو قیاس فی قول ابی حنیفۃ وھو حسن جدًا۔ کذا فی الشامی۔

تاسعًا۔ زندیق کی اسی تفسیر میں داخل ہے فرقہ قادیانیہ جو غلام احمد قادیانی کو نبی یا مصلح و مرشد مانتا ہے۔ یہ فرقہ زمانہ حال کے زنادقہ کبار میں سے ہے اور کسی اسلامی مملکت میں بحکم شرع اسے رہائش و اقامت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اور ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین اسلام میں سے ہے۔

کسی اسلامی مملکت میں یہ فرقہ جزیہ ادا کرکے بطور ذمی بھی سکونت نہیں کرسکتا کیونکہ ان میں سے جو لوگ مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہوگئے وہ مرتد ہیں اور مرتد واجب القتل ہے۔ مرتد ذمی نہیں بن سکتا۔ اسی طرح یہ لوگ مرتد ہونے کے علاوہ زندیق بھی ہیں لہٰذا ان میں جو اشخاص قادیانیت کے مبلغ و داعی ہوں ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہے اور وہ زندقہ کی وجہ سے واجب القتل ہیں جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا کہ اباحیہ و روافض و قرامطہ و زنادقہ فلاسفہ کی توبہ مقبول نہیں اور وہ واجب القتل ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور زندقہ کیا ہوگا کہ وہ اسلام کے اندر ہمارے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں۔

اور جو قادیانی پیدائشی قادیانی ہوں یعنی قادیانی خاندان میں پیدا ہوئے اور پھر اسی عقیدے پر قائم رہتے ہوئے بڑے ہوگئے وہ بھی کسی اسلامی مملکت میں از روئے شریعتِ اسلامیہ سکونت و اقامت کے مجاز نہیں ہوسکتے۔ اور وہ جزیہ ادا کرکے ذمی بھی نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں۔ اگر وہ قادیانیت کے داعی و مبلغ ہوں تو ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہوسکتی اور اگر داعی و مبلغ نہ ہوں تو ان کی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔

بہر حال پیدائشی قادیانی زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں وہ جزیہ ادا کرکے بھی دار اسلام میں اقامت اختیار کرنے کے مجاز نہیں۔

۱۔ کیونکہ وہ ختم نبوت جو ضروریاتِ اسلام میں سے ہے کے منکر ہیں۔ درمختار میں ہے واجب القتل ملحدین کے بیان میں وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر ویظھر اعتقاد حرمتہ انتہیٰ۔ جب وہ شخص واجب القتل ہے اس الحاد و زندقہ کی وجہ سے جو بباطن حرمتِ خمر کا

منکر ہو اگرچہ لوگوں کے سامنے حرمتِ خمر کا اظہار کرتا ہو تو قادیانی جو علی الاعلان ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور زندقہ کی اشاعت میں کوشش کرتے ہیں بطریقِ اَولیٰ واجب القتل ہیں۔

۲۔ ان کی زندقہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور تمام اہلِ اسلام کو کافر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ بہت بڑا زندقہ ہے۔

۳۔ نیز وہ قرآن و احادیث کے بے شمار نصوص کی تحریف کرتے ہوئے ان سے اپنی گمراہی پر استدلال کرتے ہیں اور تحریف قرآن و سنت سے بڑھ کر اور زندقہ کیا ہوگا۔ لہٰذا وہ مثل قرامطہ و باطنیہ ہیں۔ صاحبِ مواقف وغیرہ علماء مذاہب اربعہ قرامطہ و باطنیہ کے بارے میں لکھتے ہیں انہ لا یحل اقرارھم فی دار الاسلام بجزیۃ ولا غیرھا ولا تحل مناکحتھم ولا ذبائحھم۔ شامی ج ۳ ص ۳۲۴ پر ہے والحاصل انھم یصدق علیھم اسم الزندیق والمنافق والملحد ولا یخفی ان اقرارھم بشھادتین مع ھذا الاعتقاد الخبیث لا یجعلھم فی حکم المرتد لعدم التصدیق ولا یصح اسلام احدھم ظاھرا الا بشرط التبری عن جمیع ما یخالف دین الاسلام لانھم یدعون الاسلام ویقرون بالشھادتین وبعد الظفر بھم لا تقبل توبتھم اصلا۔ وذکر فی التاتارخانیۃ انہ سئل فقھاء سمرقند عن رجل یظھر الاسلام والایمان ثم اقر بانی کنتُ اعتقد مع ذلک مذھب القرامطۃ وادعو الیہ الآن تبتُ ورجعت وھو یظھر الآن ما کان یظھرہ قبل من الاسلام والایمان قال ابوعبد الکریم بن محمد قتل القرامطۃ واستئصالھم فرض واما ھذا الرجل الواحد فبعض مشایخنا قال یتغفل ویُقتل ای تطلب غفلتہ فی عرفان مذھبہ وقال بعضھم یقتل بلا استغفال لان من ظھر منہ ذلک ودعا الناس لا یصدق فیما یدعی بعد من التوبۃ ولو قبل منہ ذلک لھدموا الاسلام واضلوا المسلمین من غیر ان یمکن قتلھم۔ انتہی۔

یہ ہے ائمہ اسلام کا فتویٰ زنادقہ و قرامطہ کے بارے میں۔ اور قادیانیت بھی قرامطہ کی طرح اسلام کے لیے عظیم فتنہ ہے اس لیے ہر قادیانی واجب القتل ہے۔

۴۔ نیز وہ شعائر اللہ اور کئی اصول اسلام اور خصائص اسلام کی ہتک و بے حرمتی کرتے ہیں مثلاً وہ غلام احمد کی بیویوں کو امہات المؤمنین اور اس کے دیکھنے والوں کو صحابہ کہتے ہیں اور اپنی عبادت گاہ کو وہ مسلمانوں کی طرح مسجد کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ امور خصائص اسلام میں سے ہیں اور یہ اسلام سے استہزاء ہے۔ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہو سکتا ہے۔ کسی اسلامی مملکت میں کسی کافر فرقہ کو از روئے شرع یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں کی طرح اذان دے اور مسلمانوں کی طرح اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھے اور اپنے الحاد کی اشاعت کے لیے اسلامی نام

استعمال کر کے تشبہ بالمسلمین کرے یہ اسلام کی سخت بے حرمتی ہے۔ اور اس قسم کی بے حرمتی ایک مستقل زندقہ ہے جو موجب قتل ہے۔

۵۔ جزیہ تو عیسائیت، یہودیت وغیرہ ان ادیانِ باطلہ کے معتقدین سے لیا جاتا ہے جو قدیم و معروف تھے اور بوقت ظہور اسلام موجود تھے۔ اور جو اپنے آپ کو اہل اسلام کے برخلاف ایک فرقہ شمار کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ لیکن جو فرقہ خود اسلام کا مدعی ہو اس سے کس طرح جزیہ لیا جاسکتا ہے۔ ایسے فرقہ کے بارے میں بعد از تحقیق دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ اگر تحقیق کے بعد ان کا مسلمان ہونا ثابت ہوا تو وہ یقیناً مسلمان شمار ہوگا اور اہل اسلام سے جزیہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر تحقیق سے وہ کافر ثابت ہوا تو وہ مرتد یا زندیق ہوگا اور مرتد و زندیق سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ وہ اگر مصر ہو تو واجب القتل ہے۔ قادیانی فرقہ احتمالِ ثانی کے قبیل سے ہے وہ مرتد و زندیق ہے کما مر التفصیل من قبل۔ لہٰذا اس فرقہ والے واجب القتل ہیں۔ وہ کسی طرح دارِ اسلام میں اقامت و رہائش کے مجاز نہیں ہیں۔ قادیانی لوگ اسلام اور شعائر اسلام کی بے حرمتی و بے عزتی و استہزاء کرتے ہیں اور بے حرمتی کرنے والا زندیق ہے۔ وہ نصوص قطعیہ کی تحریف کرتے ہیں اور یہ زندقہ ہے بلکہ تحریف نصوص اسلام کی بڑی بے حرمتی ہے۔

عاشراً۔ زندقہ کی یہ جامع تفسیر جو ہم ذکر کر چکے شامل ہے ساب النبی علیہ السلام و ساب الشیخین و ساب عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی۔ ایسا ساب زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔ علامہ شرنبلالی شرح درر میں لکھتے ہیں ولا تقبل توبۃ ساب النبی علیہ السلام سواء جاء تائباً من قبل نفسہ او شھد علیہ بذلک انتھی۔ درمختار علی ہامش الشامی ج ۳ ص ۳۱۵ میں ہے وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حداً ولا تقبل توبتہ مطلقاً او الکافر بسب الشیخین الخ۔ وفی البحر من سب الشیخین اوطعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی۔ انتھی۔ شامی میں ہے ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما فھو کافر وان کان یفضل علیاً علیھما فھو مبتدع۔

حادی عشر۔ زندیق کی اس تعریف میں داخل ہیں منکرین حجیت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ منکرینِ حدیث بلاریب کبار زنادقہ میں سے ہیں۔ انکارِ حدیث مستلزم ہے انکارِ قرآن کو بھی۔ اولاً تو اس لیے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات حجیتِ احادیث پر دال ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ما ینطق عن الھوی اِن ھو الا وحی یوحیٰ۔ وقال اللہ تعالیٰ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ

فانتھوا۔ لہٰذا حجیتِ احادیث سے انکار مستلزم ہے انکارِ قرآن مجید کو۔ ثانیاً اس لیے کہ حدیث شرح قرآن ہے۔ احادیث کے بغیر قرآن کا صحیح مفہوم سمجھنا ناممکن ہے۔

ثانی عشر۔ زندقہ کی تفسیر ہٰذا شامل ہے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی جو تحریفِ قرآن و نصوص واحادیث کے مرتکب ہیں۔ موجودہ زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد کافی زیادہ ہے وہ اسلام کے مدعی ہیں اور اپنے آپ کو مصلحین کہتے ہیں حالانکہ وہ مفسدین ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام اور نصوص کی تفسیر علماء اسلام نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ علماء قدامت پسند ہیں۔ علماء اسلام و محققینِ شریعتِ محمدیہ ان کے زعم میں جُہّال و مفسدین کا گروہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ محرفین کہتے ہیں کہ زمانۂ حال میں اسلام و احکامِ اسلام کی نئی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ نئی تشریح و توضیح کرتے ہوئے نصوص کی تحریف کرتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتاتے ہیں۔ یہ یورپی تہذیب کے دلدادہ دانشور زنادقہ ہیں اور واجب القتل ہیں۔

چنانچہ ان زنادقہ میں سے ایک زندیق نے تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ از روئے قرآن سود لینا حلال ہے اور شراب کی بعض قسمیں حلال ہیں۔ ایک اور زندیق لکھتا ہے کہ ہدی للمتقین سے نصاریٰ ویہود وغیرہ کفار مراد ہیں اور یہی کفار اس کے زعم میں متقین ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام کفار قیامت کے دن نجات پائیں گے۔ اور لکھا ہے کہ تمام ادیان کفریہ برحق و صحیح ادیان ہیں لہٰذا اسلام قبول کرنا نجاتِ آخرت کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن نے ان کے دین کو دینِ حق بتاتے ہوئے کہا ہے لکم دینکم ولی دین۔ نیز قرآن میں ہے قل کل یعمل علی شاکلتہ۔ اس زندیق کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس جس دین پر قائم ہے وہ صراط مستقیم پر ہے۔

ایسے محرفین زندیق اور واجب القتل ہیں۔ بے شمار آیات و احادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ کفار صراطِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور کفر ملت شیطانیہ ہے اور کفار دوزخی ہیں۔ یہ وہ چند انواع واصنافِ زندقہ ہیں جنھیں ہماری مذکورہ صدر تفسیر زندقہ شامل ہے۔ اسی طرح اور متعدد انواع الحاد ہیں جو اس تفسیر و تعریفِ جامع میں داخل ہیں۔ مذکورہ صدر انواع ملحدین میں سے بعض کی توبہ قضاءً مقبول ہے اور بعض کی مقبول نہیں ہے۔ کتب فقہ میں ان کی تفصیلات مذکور ہیں۔

یہاں پر چند گروہ اور بھی ہیں جو اگرچہ وہ زنادقہ نہیں ہیں اور وہ کفر کا ارتکاب نہیں کرتے، لیکن ان کا حکم مثل حکم زنادقہ ہے اور زنادقہ کی طرح وہ بھی واجب القتل ہیں کیونکہ ان کے عمل سے عملِ

زنادقہ کی طرح اسلام اور مسلمانوں کو نقصانِ عظیم پہنچتا ہے ایسے لوگوں میں سے ہے خناق۔خناق وہ شخص ہے جو کسی کا گلا دبا کر اسے ہلاک کر دے۔ درمختار میں ہے الخناق لا توبۃ لہٗ۔ شامی ج۳ ص۳۲۳ پر ہے ان من خنق مرۃ لا یقتل ومن تکرر الخنق منہ فی المصر قتل بہ وان کان غیر کافر، و انما لا تقبل توبتہ لسعیہ فی الارض بالفساد ودفع ضررہ عن العباد ومثلہ قطاع الطریق۔ انتہی بحاصلہ۔

امرِ ثانی۔ لفظ زندیق کے اصل و مأخذ کے بیان میں متعدد وجوہ ہیں۔ زندیق بروزن اکلیل مُعرّب ہے اور اس کا معنی ہے ملحد۔ عند البعض یہ معرب زندہ ہے ای الذی یقول ببقاء الدھر و معنی زندۃ فی الفارسیۃ الحی والباقی۔ اور عند البعض یہ معرب زند ہے اور زند امزدک مجوسی کی کتاب کا نام ہے۔ اور عند البعض اس کا مأخذ ہے زندی اور عند البعض اس کا مأخذ ہے زن دین ای دین النساء و زن فی الفارسیۃ المرأۃ۔

جوہری لغوی لکھتے ہیں الزندیق من الیونانیۃ وھو معرب والجمع الزنادقۃ۔ کتاب مُغرِب میں ہے الزندیق معروف و زندقتہ انہ لا یؤمن بالآخرۃ ووحدانیۃ الخالق۔ وعن ثعلب لیس زندیق من کلام العرب ومعناہ علی ما تقولہ العامۃ ملحد ودھری۔ وعن ابن درید انہ فارسی معرب واصلہ زندہ ای یقول بدوام بقاء الدھر۔

کتاب مفاتیح العلوم میں ہے الزنادقۃ وھم المانویۃ وکان المزدکیۃ یسمون بذلک و مزدک ھو الذی ظھر فی ایام قباد وھو ملک للفرس وزعم ان الاموال والحرم مشترکۃ و اظھر کتابًا سماہ زندا وھو کتاب المجوس الذی جاء بہ زردشت الذی یزعمون انہ نبیؐ فنسب اصحاب مزدک الی زند وعربت الکلمۃ فقیل زندیق۔ انتہی۔ مفاتیح العلوم کی عبارت سے معلوم ہوا کہ زندیق کا مأخذ زند ہے جو نام ہے اس کتابِ مجوس کا جو ان کے زعم میں زردشت نے لوگوں کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ قول اگرچہ ہمارے خیال ناقص میں محل ہے اور بظاہر صحیح نہیں ہے صحیح قول ہم آگے مسعودی کے حوالے سے ذکر کریں گے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زردشت نبیٔ مجوس کے بارے میں بھی ہم کچھ بتا دیں۔

زرتشت کی شہرت اگرچہ زیادہ ہے لیکن بایں ہمہ اس کے متعلق صحیح تاریخی معلومات نہیں ملتیں اور اس کے زمانے کا یقینی طور پر تعین بھی نہیں کیا جا سکتا۔ افلاطون نے جو تقریبًا ۴۰۰ ق م کے قریب زمانے کا ہے زرتشت کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے "ایرانی نوجوانوں کو مغ زرتشت بن ہرمز تعلیم دیا کرتا تھا۔" بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زرتشت کا زمانہ ۶۰۰ ق م سے پہلے کا نہیں۔ انیسویں صدی

میں ہاگ اور بنسن دونوں کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ زرتشت کا زمانہ ۲۲۰۰ق م سے ۱۴۰۰ق م تک ہے لیکن بعض ایسے مؤرخین بھی ہیں جن کے نزدیک زرتشت کا زمانہ ۶۳۵ق م کے قریب ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا زمانہ ۱۱۰۰ق م سے زیادہ بعید نہیں ہے۔ بہرحال ایرانی اور ملوکِ ایران وغیرہ مجوسی تھے اور وہ زرتشت کو نبی مانتے ہیں۔

مجوسیت کی مقدس کتاب کا نام ژند اوستا ہے۔ اصل نام اوستا ہے ژند اضافی لفظ ہے مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ شاہ ایران بہرام بن ہرمز نے مانی بن یزید تلمیذ قاردون کو مع اس کے اتباع کے ایک حیلہ سے جمع کیا پھر سب کو قتل کرا دیا۔ قال وفی ایام مانی ھذا ظھر اسم الزندقۃ الذی الیہ اضیف الزنادقۃ وذلک ان الفرس حین اتاھم زرادشت بن اسبیمان بکتابھم المعروف بالبستاہ باللغۃ الاولیٰ من الفارسیۃ وعمل لہ التفسیر وھو الزند و عمل لھذا التفسیر شرحا سماہ البازند وکان الزند بیانا لتاویل المتقدم المنزل وکان من اورد فی شریعتھم شیئا بخلاف المنزل الذی ھو البستاہ وعدل الی التاویل الذی ھو الزند قالوا ھذا زندی فاضافوہ الی التاویل وانہ منحرف عن الظواھر من المنزل الی تاویل ھو بخلاف التنزیل۔

فلما ان جاءت العرب اخذت ھذا المعنی من الفرس وقالوا زندیق وعربوہ والثنویۃ ای اصحاب مانی ھم الزنادقۃ ولحق بھؤلاء سائر من اعتقد القدم وابی حدوث العالم۔ اھ۔

تمت رسالتی التحقیق فی الزندیق بحاصلھا وللہ الحمد والمنۃ۔

فائدہ ۱۷۔ المحدث۔ آیت کلما اضاء لھم مشوا فیہ واذا اظلم علیھم قاموا کی تفسیر میں محدثین کا ذکر موجود ہے۔ محدثین بفتح دال غیر مشدد متاخرین شعراء کو کہا جاتا ہے۔ علماء ادب وتاریخ کہتے ہیں کہ شعراء عرب کے چھے طبقات ہیں۔

اول۔ جاھلیون۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کے شعراء اسلام کے ظہور سے قبل زمانۂ جاہلیت میں تھے مثل امرؤ القیس وغیرہ۔

دوم مُخَضرَمُون بضم میم وفتح خاء معجمہ وفتح راء۔ بعض علماء کے نزدیک اس میں کسرۂ راء خطاء ہے لیکن عند البعض کسرہ بھی صحیح ہے۔ قال ابن خلکان انہ سمع فیہ مُحضرِم بکسر الراء وبالحاء المھملۃ و استغربہ۔ اس طبقہ کے شعراء وہ ہیں جنہوں نے جاہلیت و اسلام دونوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثل لبید وحسان رضی اللہ عنہما۔ واطلقہ المحدثون علی کل من ادرک الجاھلیۃ وادرک حیاۃ النبی علیہ السلام ولیست لہ صحبۃ ولم یشترط بعض اھل اللغۃ نفی الصحبۃ وفی المحکم رجل مخضرم اذا کان

نصف عمرہ فی الجاھلیۃ ونصفہ فی الاسلام وقال ابن فارس انہ من الاسماء التی حدثت فی الاسلام وھو من قولھم لحم مخضرم اذا لم یدر من ذکر ھو ام انثی او من خضرم الشئ اذا قطعہ وخضرم فلان عطیتہ اذا قطعھا فکانھم قطعوا عن الکفر الی الاسلام او لان رتبتھم فی الشعر نقصت لان حال الشعراء تطامنت بنزول القرآن کما قالہ ابن فارس۔

سوم۔ متقدمون۔ اس طبقہ کے شعراء کو اسلامیون بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ شعراء ہیں جو صدر اسلام میں تھے مثل جریر و فرزدق۔

چہارم۔ مولدون اور یہ وہ شعراء ہیں جو طبقۂ ثالثہ کے بعد تھے مثل بشار وغیرہ۔

پنجم۔ محدثون۔ بفتح الدال۔ یہ وہ شعراء ہیں جو طبقۂ رابعہ کے بعد ہیں مثل ابوتمام وبحتری ومتنبی۔

ششم۔ متأخرون۔ متأخرین اصطلاح اہل ادب میں وہ شعراء ہیں جو طبقہ خامسہ کے بعد حجاز وعراق وغیرہ بلاد میں ظاہر ہوئے۔

پہلے تین طبقوں کا کلام باتفاق علماء حجت ہے۔ قواعد عربیہ ولغات میں ان کے اشعار سے استدلال کرنا صحیح ہے۔ متأخرین یعنی طبقہ سادسہ کے کلام سے استدلال کرنا بالاتفاق غیر صحیح ہے۔ باقی طبقہ خامسہ یعنی محدثین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا حکم وہ ہے جو طبقہ سادسہ کا ہے۔ اور زمخشری وعلامہ بیضاوی رحمہ اللہ کے نزدیک موثوق بہم کے کلام سے استدلال کرنا درست ہے۔ کیوں کہ ان کی روایت مقبول ہے۔ پس ان کا قول حکم روایت میں ہے تو ان کا قول بھی مقبول ہوگا۔ اسی وجہ سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اظلم کے تعدیہ پر ابوتمام کے اس شعر سے تمسک کیا ہے ؎

ھما اظلما حالیّ ثمت اجلیا ۔۔۔ ظلامیھما عن وجہ امرد اشیب

حالانکہ ابوتمام طائی طبقہ خامسہ کے شعراء میں سے ہے۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں فانہ ای ابا تمام وان کان من المحدثین لکنہ من علماء العربیۃ فلا یبعد ان یجعل ما یقولہ بمنزلۃ ما یرویہ۔ اھ۔ ویؤیدہ ما ذکر الازھری فی التھذیب ان کل واحد من اضاء واظلم یکون لازما ومتعدیا۔

قال الشھاب الخفاجی فی عنایۃ القاضی ج ۱ ص۳۶۲ واختلف فی المحدثین فقیل لا یستشھد بشعرھم مطلقا وقیل یستشھد بہ فی المعانی دون الالفاظ وقیل یستشھد بمن یوثق بہ منھم مطلقا واختارہ الزمخشری ومن حذا حذوہ وقال لانی اجعل ما یقولہ بمنزلۃ ما یرویہ اعترض علیہ بان قبول الروایۃ مبنی علی الضبط والوثوق واعتبار القول مبنی علی معرفۃ الاوضاع اللغویۃ والاحاطۃ بقوانینھا ومن البین ان اتقان الروایۃ لا یستلزم اتقان الدرایۃ۔

وفی الکشف ان القول درایۃ خاصۃ فہی کنقل الحدیث بالمعنی وقال المحقق التفتازانی القول بانہ بمنزلۃ نقل الحدیث بالمعنی لیس بسدید بل ہو بعمل الراوی اشبہ وہو لا یوجب السماع الا ان کان من علماء العربیۃ الموثوق بہم فالظاہر انہ لا یخالف مقتضاہا فان استونس بہ ولم یجعل دلیلا لم یرد علیہ ما ذکر ولا ما قیل من انہ لو فتح ہذا الباب لزم الاستدلال بکل ما وقع فی کلام علماء المحدثین کالحریری واضرابہ والحجۃ فیما رووہ لا فیما رأوہ وقد خطؤا المتنبی وابا تمام والبحتری فی اشیاء کثیرۃ کما ہو مسطور فی شروح تلک الدواوین انتہی۔ ھذا و اللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ ۱۸ ۔ الثُرَیّا۔ شرح بسملہ میں جلالہ کے بیان میں مذکور ہے۔ ثُریّا کو اردو میں پروین کہتے ہیں۔ یہ کئی ستاروں کا مجموعہ ہے۔ یہ برج ثور کا حصہ ہے۔ خالی آنکھ سے ثریا میں صرف چھے ۶ ستارے نظر آتے ہیں۔ اگر مطلع صاف ہو تو تیز آنکھ کو اس سے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ چھوٹی دُوربین سے مجموعۂ ثریا میں ۱۰۰ کے قریب اور بڑی دوربین میں ۶۲۵ ستارے دیکھے گئے ہیں۔ عقدِ ثریا مشہور و معروف ہے اسے عوام بھی جانتے ہیں۔

بعض آثار میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام مجموعۂ ثریا میں کبھی گیارہ اور کبھی بارہ تارے دیکھتے تھے۔ وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۹۴ عن العباس رضی اللہ عنہ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انظر ھل تری فی السماء من شئ؟ قلت نعم قال ما تری؟ قلت الثریا قال اما انہ سیملک ھذہ الامۃ بعددھا من صلبک وقد اختلف الناس فی عدد نجوم الثریا المرئیۃ فقیل سبعۃ انجم وقیل تسعۃ وجمعنا بینھما بان الاول یکون ھو المرئی لغالب الناس ولو غیر حدید البصر الثانی لمن یکون حدید البصر منھم واما العدد المرئی لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل کان یری احد عشر نجما وقیل اثنا عشر نجما وجمعنا بینھما بحمل الاول علی ما اذا لم یمعن النظر والثانی علی ما اذا امعن النظر وحینئذ یقتضی ھذا ان تکون الخلفاء من بنی العباس اثنی عشر اھ۔ قیل کواکب الثریا ستۃ او سبعۃ ؎

خلیلی انّی للثریا لحاسدٌ ۔۔۔ وانی علی ریب الزمان لواجد

تجمّع فیھا شملھا وھی سبعۃٌ ۔۔۔ و أفقد من احبتہ وھو واحد

حدیث مذکور کے علاوہ کئی دیگر احادیث میں بھی ثریا کا ذکر موجود ہے۔ ایک حدیث شریف میں نبی علیہ السلام نے بطور پیش گوئی ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کی عظمت وبلندی کے لیے بطور مثال ثریا کا ذکر فرمایا ہے۔

فقد وردت احادیث صحیحۃ تشیر الی فضل ابی حنیفۃ منھا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما رواہ

الشیخان عن ابی ھریرۃ ؓ والطبرانی عن ابن مسعودؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ورواہ ابونعیم عن ابی ھریرۃ والشیرازی والطبرانی عن قیس بن سعد بن عبادۃ بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکان العلم معلقاً عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ولفظ الطبرانی عن قیس لاتنالہ العرب لنالہ رجال من ابناء فارس وفی روایۃ مسلم عن ابی ھریرۃ لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ وفی روایۃ للشیخین عن ابی ھریرۃ مرفوعاً والذی نفسی بیدہ لوکان الدین معلقا بالثریا لتناولہ رجل من فارس ھذا وقد کان جدّ ابی حنیفۃؒ من فارس علی ماعلیہ الاکثرون ۔

قال الحافظ السیوطیؒ ھذا الحدیث الذی رواہ الشیخان اصل صحیح یعتمد علیہ فی الاشارۃ لابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

قال البیضاویؒ انّ اللہ وصف فی الاصل ثم صار لہ تعالیٰ کالعلم مثل الثریا والصعق ۔ قال الشہابؒ الثریا تصغیر ثروی مؤنث ثروان جعل اسماً للنجم لکثرۃ کواکبہ ونقل علماً لامرأۃ ایضاً و الصَّعق بفتح العین شدۃ الصوت وبکسر العین الشدید الصوت والمتوقع للصاعقۃ والنازلۃ علیہ ولقب خویلد بن نفیل فارس بنی کلاب (خویلد ھذا لیس الذی ھو والد خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا) وتسکن عینہ ویقال صِعق کابل لقب بہ لان تمیما اصابوا رأسہ بضربۃ فکان اذا سمع صوتا صعق اولانہ اتخذ طعاما فکفأت الریح قدرہ فلعنہا فارسل اللہ علیہ صاعقۃ وھما وصفان فی الاصل صارا علما بالغلبۃ والغلبۃ فی اللہ والثریا تقدیریۃ وفی الصعق تحقیقیۃ انتہیٰ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔

فصل

تفسیر بیضاوی مسمّٰی بہ انوار التنزیل واسرار التاویل علماء وطلبہ کے مابین جس طرح آج کل مقبول و محبوب ہے اور درسِ نظامی کے نصاب میں داخل ہے اسی طرح وہ ہر زمانے میں مقبول و مرجع العلماء والطلبہ رہی ہے۔ اور جس طرح وہ آج کل مدارس میں مغلق و مشکل کتاب سمجھی جاتی ہے زمانۂ ماضی میں بھی علماء وطلبہ کے نزدیک اس کی یہ حیثیت مسلّم تھی۔ تفسیر بیضاوی کی شروح وحواشی وتعلیقات کی کثرت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہم یہاں پر تفسیر بیضاوی کی شروح وتعلیقات وحواشی کا علی الاختصار ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تفسیرِ ہذا کے شرّاح ومحشّین کے تراجم کی تفصیل میں میری ایک مستقل ضخیم کتاب ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جائے وہ بہت مفید کتاب ہے۔ علماء وطلبہ اس میں کافی معلومات وحقائقِ تاریخیہ پائیں گے۔ شارحین تفسیر بیضاوی کا مختصر تذکرہ یہ ہے:۔

(۱) شرح محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قُوجویؒ متوفی ۹۵۱ھ۔ یہ نہایت مفید اور نافع شرح ہے۔ اس کا مصنف بڑا زاہد اور صالح تھا۔ شیخ زادہ کے نام سے معروف ہیں۔

(۲) شرح ابو الفضل قرشی خطیبؒ مشہور بہ کازرونی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ مفید شرح و حاشیہ ہے۔ تاہم یہ حل بیضاوی کے لیے کافی نہیں ہے۔ مصری مدارس میں یہ مروج ہے اولہا الحمد للہ الذی انزل اٰیات بیّنات محکمۃ الخ۔

(۳) شرح شیخ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانیؒ متوفی ۷۸۶ھ وقیل ۷۷۵ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اولہا الحمد للہ الذی وفقنا للخوض الخ۔

(۴) شرح فاضل محمد بن جمال الدین بن رمضان الشروانیؒ۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اولہا قال الفقیر بعد حمد اللہ العلیم العلام الخ۔

(۵) شرح شیخ صبغۃ اللہ رحمہ اللہ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ کبریٰ وصغریٰ۔ ان میں تفسیر بیضاوی کی اٹھارہ شروح سے انتخاب کیا گیا ہے۔

(۶) شرح شیخ جمال الدین اسحاق قرامانیؒ متوفی ۹۳۳ھ۔ یہ مفید جامع شرح ہے۔

(۷) شرح عالم وفاضل مشہور بہ روشنی آیدینی ؒ۔

(۸) شرح وحاشیہ حافظ امان اللہ بن نور اللہ بنارسیؒ۔ متوفی ۱۱۳۳ھ۔ یہ جامع معقول و منقول تھے۔ علامہ محب اللہ بہاری مصنف سلم العلوم متوفی ۱۱۱۹ھ کے معاصر تھے۔

(۹) حاشیہ وشرح مولوی عبدالحکیم لکھنویؒ ابن مولوی عبدالرب بن بحر العلوم عبدالعلیم متوفی ۱۲۸۸ھ۔ یہ مفید حاشیہ ہے۔

(۱۰) شرح وحاشیہ مولانا شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی گجراتیؒ۔ متوفی ۱۱۵۵ھ۔ یہ بڑے محقق، وحید عصر و فرید دہر تھے۔

(۱۱) حاشیہ مولانا محمد اسرائیل سلہٹیؒ۔ یہ بڑے عالم وصاحب تقویٰ تھے۔

(۱۲) شرح وحاشیہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیمؒ۔ مشہور بہ ابن تجید معلم سلطان محمد خان۔ یہ مفید و جامع حاشیہ ہے جو حواشی کشاف کا ملخص ہے۔

(۱۳) شرح قاضی زکریا بن محمد انصاری مصریؒ متوفی ۹۲۶ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ مسمی بہ فتح الجلیل ببیان خفی انوار التنزیل۔ اولها الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتب الخ۔ امام عبدالوہاب شعرانیؒ کتاب لطائف المنن میں لکھتے ہیں ان القاضی زکریا علقه املاءً بعد ان کف بصرہ لما قرأ علیه۔ قال وغالبها بخطه وخط ولدہ جمال الدین۔

(۱۴) شرح وحاشیہ شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اس کا نام ہے نواہد الابکار وشواہد الافکار۔

(۱۵) شرح وحاشیہ شیخ محمود بن حسین افضلی حاذقیؒ مشہور بہ صادقی گیلانیؒ متوفی فی حدود ۹۷۰ھ۔ یہ سورۂ اعراف سے تا آخر قرآن ہے۔ اس کا نام ہے ھدایۃ الرواۃ الی الفارق المادی للمعجز عن تفسیر البیضاوی۔

(۱۶) حاشیہ شیخ بابا نعمۃ اللہ بن محمدؒ متوفی فی حدود ۹۰۰ھ۔

(۱۷) حاشیہ مولیٰ مشہور بہ منا وعوضؒ متوفی ۹۹۴ھ۔ یہ تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔

(۱۸) شرح مولیٰ محقق ملا خسرو محمد بن فرامرزؒ متوفی ۸۸۵ھ۔ یہ بہترین حاشیہ ہے۔ یہ ابتداء سے سیقول السفہاء تک ہے۔ اور اس کا تتمہ تا آخر سورہ بقرہ لکھا ہے محمد بن عبدالملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۱۶ھ نے۔

(۱۹) حاشیہ شیخ ابی بکر بن احمد بن الصائغ حنبلیؒ متوفی ۷۱۴ھ۔ اس کا نام ہے الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی۔ اس حاشیہ میں تفسیر بیضاوی کے الفاظ مشکلہ وغریبہ کی تشریح ہے

اور اس کے علاوہ بعض دیگر فوائد بھی جمع کیے ہیں۔
(۲۰) حاشیہ فاضل نور الدین حمزہ بن محمود قرامانیؒ متوفی ۹۷۱ھ یہ زہراوین پر ہے۔ اس کا نام ہے تقشیر التفسیر۔
(۲۱) حاشیہ سنان الدین بردعیؒ مشہور بہ عجم سنان۔ اوّلہ الحمد للّٰہ الذی نوّر قلوبنا الخ۔ یہ حاشیہ وما کادوا یفعلون تک ہے۔
(۲۲) شرح محقق عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائینیؒ متوفی ۹۴۳ھ۔ یہ تحقیقات ونکات سے لبریز ہے۔ یہ ابتداء سورت اعراف تک ہے اور آگے سورۂ نبأ سے آخر قرآن تک ہے۔ یہ شرح مصنفؒ نے سلطان سلیمان خان کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ عصام الدین علامہ جامیؒ کے تلمیذ ہیں۔ شرح جامی للکافیہ پر آپ کے حواشی مشہور ہیں۔
(۲۳) حاشیہ وشرح علامہ سعد اللہ بن عیسیٰؒ شہیر بہ سعدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ سورۂ ہود سے تا آخر قرآن شریف ہے۔ یہ بڑی لطیف وشریف ابحاث پر مشتمل ہے۔ مدرسین کے نزدیک معتمد تھی۔
(۲۴) حاشیہ وشرح فاضل سنان الدین یوسف بن حسامؒ متوفی ۹۸۶ھ۔ یہ مقبول حاشیہ ہے۔ اول سورۂ انعام سے تا آخر سورہ کہف ہے۔ اور آخری حصہ کی بعض سورتوں سورۂ ملک۔ مدثر۔ قمر پر ہے۔ مصنف نے سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں یہ حاشیہ پیش کیا تھا۔
(۲۵) حاشیہ مولی مصطفیٰ بن محمدؒ مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔
(۲۶) حاشیہ مولی محمد بن عبد الوہابؒ مشہور بہ عبد الکریم زادہ متوفی ۹۷۵ھ۔ یہ سورت طٰہٰ تک ہے۔
(۲۷) حاشیہ مولی محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسنؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔
(۲۸) تعلیقات فاضل مصلح الدین محمد لاریؒ متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف زہراوین سے متعلق ہے مباحث شریفہ پر مشتمل ہے۔
(۲۹) تعلیقات شیخ ادیب غرس الدین جلبی طبیبؒ۔
(۳۰) حاشیہ وشرح شیخ محمد عابد لاہوریؒ متوفی ۱۱۶۰ھ۔

(۳۱) شرح وحاشیہ شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ متوفی ۹۷۵ھ وقیل ۹۹۷ھ۔

(۳۲) شرح شیخ ملا عبدالسلام لاہوریؒ متوفی ۱۰۲۷ھ۔

(۳۳) حاشیہ شیخ محمد احمد آبادی گجراتیؒ متوفی ۹۸۲ھ۔

(۳۴) شرح شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی متوفی ۱۰۵۲ھ آپ مشہور محدث ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی دو شرحیں آپ نے لکھی ہیں۔ اللمعات۔ و اشعۃ اللمعات۔

(۳۵) تعلیقات ملا حسین خلخالیؒ۔ یہ سورت یٰس سے تا آخر قرآن ہے۔ اولھا الحمد للہ الذی تولّہ العرفاء فی کبریاء ذاتہ الخ۔

(۳۶) تعلیقات شیخ محی الدین محمد اسکلیبیؒ متوفی ۹۲۲ھ۔

(۳۷) تعلیقات شیخ محی الدین محمد بن القاسم شہیر بہ اخوینؒ متوفی ۹۰۴ھ۔ یہ صرف زہراوین پر ہے۔

(۳۸) تعلیقات مولانا محمد بن عبدالغنیؒ متوفی ۱۰۳۶ھ۔ یہ نصف سورت بقرہ تک ہے۔

(۳۹) حاشیہ فاضل محمد امین مشہور بہ ابن صدرالدین شروانیؒ متوفی ۱۰۲۰ھ۔ یہ الٓمّٓ ذلك الکتٰب تک ہے۔

(۴۰) حاشیہ مولیٰ ہدایۃ اللہ علائیؒ متوفی ۱۰۳۹ھ۔

(۴۱) حاشیہ فاضل محمد شرانشیؒ۔ یہ جزء نبأ پر ہے۔

(۴۲) تعلیقات فاضل محمد امینؒ مشہور بہ امیر بادشاہ البخاری الحسینی۔ یہ سورت انعام تک ہے۔

(۴۳) حاشیہ فاضل محمد بن موسیٰ بسنویؒ متوفی ۱۰۴۶ھ۔ یہ آخر سورت انعام تک ہے۔ یہ مبنی ہے طریقۂ ایجاز بلکہ طریقۂ تعمیہ والغاز پر۔ اوّلھا الحمد للہ الذی فضّل بفضلہ العالمین علی الجاھلین الخ۔

(۴۴) تعلیقات شیخ علاء الدین علی بن محی الدین محمدؒ متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ زہراوین پر ہے اس کا نام ہے مصباح التعدیل فی کشف انوار التنزیل۔

(۴۵) حاشیہ شیخ احمد بن روح اللہ انصاریؒ متوفی ۱۰۰۹ھ۔ یہ آخر سورت اعراف تک ہے۔

(۴۶) حاشیۂ مولی محمد بن ابراہیم حلبیؒ متوفی ۹۷۱ھ۔

(۴۷) شرح جمال الدین عبدالرحیم بن حسن اسنوی شافعیؒ متوفی ۷۷۲ھ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں ایک مطول اور ایک مختصر۔

(۴۸) شرح بدرالدین حسین بن خواجہ شہاب الدین گیلانی شافعیؒ متوفی بمکۃ ۸۸۹ھ۔ یہ صرف خطبۂ تفسیر بیضاوی کی شرح ہے۔

(۴۹، ۵۰) شرح قاضی عمر بن عبداللہ رومی حنفیؒ۔ یہ آخر سورت آل عمران تک ہے ایک جلد میں۔ پھر اس کا تکملہ سورت اسرار سے تا آخر قرآن لکھا ہے علی بن محمد دمشقی صالحیؒ متوفی ۱۲۰۰ھ نے۔

(۵۱) حاشیۂ عزّ الدین بن جماعہ محمد بن عبدالعزیز بن محمد کنانی شافعیؒ متوفی ۸۱۹ھ۔

(۵۲) حاشیۂ شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر حنفیؒ شیخ سیوطی متوفی ۸۸۰ھ۔

(۵۳) حاشیۂ سری الدین محمد بن ابراہیمؒ دروری مصری حنفی معروف بہ ابن الصائغ، متوفی ۱۰۶۶ھ۔

(۵۴) حاشیۂ ابن بلال حنفی محمد بن علیؒ۔

(۵۵) حاشیۂ قاضی عبدالحلیم بن شیخ نصوح رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۸۶ھ۔ یہ زہراوین وسورت نساء پر ہے۔

(۵۶) حاشیۂ قاضی محمد بن یوسف حمیدیؒ متوفی ۱۰۳۳ھ۔

(۵۷) حاشیۂ صدر عبداللہ بن محمد رومیؒ معروف بہ آلتونی جوق زادہ متوفی ۱۱۸۳ھ۔

(۵۸) حاشیۂ محی الدین محمد بن محمد بن محمد بردعی تبریزیؒ متوفی ۹۲۷ھ۔

(۵۹) حاشیۂ شیخ بسمل اکبر نواب شیرازیؒ متخلص بہ بسمل۔

(۶۰) حاشیۂ قاضی بدرالدین محمد بن محمد عبدالرحمٰن شافعیؒ متوفی ۸۹۰ھ۔

(۶۱) حاشیۂ محمد بن محمد بن محمد مغربی مالکیؒ معروف بہ بلیدی متوفی ۱۱۷۶ھ۔

(۶۲) حاشیۂ شیخ بورینی بدرالدین حسن دمشقیؒ متوفی ۱۰۲۴ھ۔

(۶۳) حاشیۂ علی بن صادق بن محمد بن ابراہیم داغستانی حنفیؒ المدرس بدمشق مشہور بہ شماخی متوفی ۱۱۹۹ھ۔

(۶۴) حاشیۂ دباغ زادہ شیخ الاسلام محمد رومی صاحب التبیان۔ یہ صرف جزء نبأ پر ہے۔

(۶۵) حاشیہ مولانا عبدالحکیم حنفی سیالکوٹیؒ متوفی ۱۰۶۷ھ۔

(۶۶) حاشیہ السید السند الشریف علی بن محمد جرجانیؒ متوفی ۸۱۶ھ۔

(۶۷) حاشیہ نورالدین محمد بن عبدالہادی حنفیؒ نزیل مدینہ منورہ متوفی ۱۱۳۹ھ۔

(۶۸) حاشیہ بہاؤالدین محمد بن حسین العاملی الہمدانی الشیعی مصنف تشریح الافلاک فی الہیئۃ۔

(۶۹) حاشیہ قُنوی عصام الدین اسماعیل بن مصطفیٰ رئیس العلماء رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۹۵ھ یہ بہت مفید اور جامع شرح ہے۔

(۷۰) حاشیہ صدر کمال الدین احمد بن عصام الدین احمد رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۳۰ھ۔

(۷۱) حاشیہ عضد الدین عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن یوسف مصری حنفیؒ متوفی ۸۸۰ھ۔

(۷۲) حاشیہ محمد بن حمزہ حنفیؒ نزیل دمشق متوفی ۱۱۱۱ھ۔

(۷۳) حاشیہ مولیٰ محمد رومیؒ امام جامع محمود پاشا متوفی ۹۷۳ھ۔

(۷۴) تخریج شیخ عبدالرؤف مناویؒ۔ اس میں تخریج احادیث بیضاوی ہے مسمی بہ الفتح السماوی بتخریج احادیث البیضاوی۔ اوّله الله احمد ان جعلنی من خدّام اهل الکتاب الخ۔

(۷۵) تعلیق کمال الدین محمد بن محمد بن ابی شریف القدسیؒ متوفی ۹۰۳ھ۔

(۷۶) مختصر تفسیر بیضاوی لمحمد بن محمد بن عبدالرحمٰنؒ المعروف بامام الکاملیۃ شافعی قاہری متوفی ۸۷۴ھ۔

(۷۷) تعلیقات محدث کبیر فقیہ عظیم قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن ہمام متوفی ۸۷۹ھ۔ یہ فھم لا یرجعون تک ہے۔

(۷۸) حاشیہ ابراہیم بن محمد مصری شافعیؒ متوفی ۱۰۷۹ھ۔

(۷۹) حاشیہ محمود بن عبداللہ موصلی مفتیؒ متوفی ۱۰۸۲ھ۔

(۸۰) حاشیہ شہاب الدین احمد بن عبداللہ صاحب البحر المنتقیٰ۔

(۸۱) حاشیہ احمد بن توفیق قاضی حنفی گیلانیؒ متوفی ۱۰۵۱ھ۔

(۸۲) ومن شارحی انوار التنزیل للعلامۃ البیضاوی رحمه الله تعالیٰ هذا العبد الضعیف وشرحی له هذا ختمته فی نحو خمسین مجلدًا وسمیته بازهار التسهیل وسمیت مقدمته باثمار التکمیل وهذه ترجمتی۔

فانا محمد موسیٰ ابن العارف بالله الزاهد التقی المولی شیر محمد منحه الله فی الجنة قصور العسجد

مولدی کٹہ خیل وھی قریۃ بین جبلین من مضافات بلدۃ ومدیریۃ دیرہ اسماعیل خان فی اقلیم سرحد من الپاکستان کان جدّنا الاعلی من سُکّان بلدۃ غزنی او من سکّان حوالیھا من ولایۃ افغانستان واسم جدّنا ھذا السیّد الشیخ احمد الروحانی وقبرہ فی سفح جبل من جبال غزنی یزار و مشھور فی تلک البلاد وکان من کبار اولیاء اللہ تعالی وکذلک ابی کان من الاولیاء الزاھدین العارفین ومن اھل الکشف والمعرفۃ الباطنیۃ ۔

وکان ابی دائم الاستغراق فی مراقبۃ اللہ وصفاتہ وامور الاٰخرۃ ومع فقرہ کان جودہ وسخاؤہ مشھورًا ولا یزال اھل القریۃ یذکرون قصص جودہ العجیبۃ واحوال استغراقہ ومراقبتہ و بصیرتہ القلبیۃ قرأ ابی بعض الکتب الدینیۃ علی بعض العلماء فی قریۃ کٹہ خیل ۔

مات ابی فی مرض طویل مرض اجتماع الماء فی البطن والمعدۃ وکنت عند موتہ صغیرًا ابن خمس سنوات بل اصغر ۔

وعند زیارتی لقبر والدی سمعت مرارًا من داخل قبرہ تلاوۃ القراٰن الشریف خصوصًا تلاوۃ سورۃ الملک التی ھی منجیۃ تلاوۃ واضحۃ جیدۃ بلسان فصیح وصوت حسن یأخذ بمجامع القلوب ویجذبھا کأنہ مزمار من مزامیر اٰل داؤد وکنت اشعر بخوف وقشعریرۃ اوّلًا وکانت امّی تشجعنی وتقول لی لا تخف فاستأنست بالتلاوۃ وزال الخوف من سماع تلاوۃ القراٰن من داخل قبرہ وھذا من عجائب الکرامات ۔ وفی کتب التاریخ انّ بعض الناس کانوا یسمعون من قبر ثابت البنانی العارف باللہ تلاوۃ القراٰن الشریف ۔ ثم بعد موت الاب ربّتنی اُمّی الذاکرۃ للہ کثیرًا الصائمۃ القائمۃ للہ وقاسینا مصائب وشدائد فی زمن الصغر ۔

وقرأت اوائل کتب الفقہ وجمیع کتب الفارسیۃ علی بعض علماء القریۃ ۔ ومع اشتغالی بھذہ الدروس زمن الطفولیّۃ اخدم امی واساعدھا فی امور تتعلق بداخل البیت وخارجہ اشتغل جمع العلف لبعض دواب البیت وخدمۃ اِتیان الماء من بعید وکان الماء فی بعض الازمنۃ علی بُعد ثلاثۃ امیال ۔ ثم خرجت باشارۃ صِھری زوج اختی الخلیفۃ احمد رحمہ اللہ لتحصیل العلم الی بلدۃ عیسٰی خیل وھذا اول خروجی لطلب العلم حینما کان عمری نحو احدی عشرۃ سنۃ او اقل فبدأت بعلم الصرف وحفظت عدۃ کتب منہ فی اشھر عدیدۃ علی شیخی الخلیفۃ محمد رحمہ اللہ باشراف المفتی محمود رحمہ اللہ ۔

ثم ذھبتُ معہ الی قریۃ اباخیل من قری مدیریۃ بنوں فمکثتُ فیھا سنتین وحفظت ھناک جمیع کتب الصرف الی الفصول الاکبریۃ وکتب النحو الی الکافیۃ واوائل کتب المنطق علی

مولانا جان محمد وعلى المفتى الكبير الزعيم الشهير فى العالم مولانا محمود ثم ذهبتُ مع الشيخ المفتى المذكور الى قرية عبد الخيل فبقيتُ معه هناك نحو سنتين وقرأت عليه شرح الجامى ومختصر المعانى والمنطق الى سلم العلوم والمقامات واصول الشاشى وشرح الميبذى لهداية الحكمة وشرح الوقاية وبعض كتب القراءة والتجويد۔

ثم سافرت الى اكوڑه خٹك ومكثت فى دار العلوم الحقانية نحو سنتين وقرأت هنالك جميع كتب المنطق الا القاضى مبارك وجميع كتب الفلسفة واقليدس والميراث واصول الفقه الا التلويح والتوضيح وقرأت المطول وجميع كتب الادب العربى۔

وسافرت من اكوڑه خٹك فى الاجازات السنوية اجازات شهر رمضان الى بلدة راولپنڈى فقرأت ترجمة القرآن الشريف بتمامه على المفسر الكبير جامع الفنون مولانا غلام الله خان رحمه الله تعالىٰ۔

ثم ذهبت الى ملتان ودخلت فى الجامعة الكبيرة قاسم العلوم فمكثتُ فيها ثلاثة اعوام و تخرجتُ من جميع العلوم من الفقه والحديث والتفسير والمنطق والاصول وعلم القراءة قراءات السبع۔

ثم عُيِّنتُ مدرِّسًا فى مدرسة مطلع العلوم فى بلدة كوئٹه من اقليم بلوچستان الى مدة ثم فى مدرسة اسلامية فى بلدة بوريواله ثم فى قاسم العلوم ببلدة ملتان ثم فى الجامعة الاشرفية ببلدة لاهور منذ سنة ۱۹۷۰ء وانا الى الآن فيها مشغولٌ بالتدريس والحمد لله رب العالمين۔

ثم ان الله تعالىٰ وسبحانه علىّ فى باب العلم مِننًا ونِعمًا لا تُعدُّ ولا تحصى خصّنى باموره علمية شريفة ومنن عظيمة منيفة من بين علماء هذا العصر اول هذا تحديثًا بنعمة الله الكريم وشكرًا لجزيل آلائه لا فخرًا ورياءً وكيف يفخر من اوله نطفة وآخره جيفة وبين يديه القبر وعقبات الآخرة لا يدرى فيها مصيره وفيها يسئل عن ذرة ذرة من اعماله ؎

مابال من اوّله نطفةٌ　　وجيفةٌ آخره يفخر

فمما منّ الله تبارك وتعالىٰ به علىّ انى ما سكنتُ فى مدرسة وجامعة للتحصيل الّا وانا اسبق الطلبة وفوقهم فى نتائج الامتحانات والاختبارات وما سبقنى فى ذلك احد منهم بل ما ساوانى منهم طالب قط وهكذا كان حالى الى ان تخرجتُ من العلوم كلها حتى انّ بعض الطلبة من الرفقاء يجتهدون الى غاية ويحفظون كتب الدرس للامتحان خفيةً كى يفوقونى فى

حلبة المسابقة مسابقة امتحانية لكن ما نجح احد بمرامه هذا ولله الحمد۔ وحتى ان الشيوخ والطلبة كانوا يتحيرون ويتعجبون من شدة ذكائی وقوة حافظتی وسعة مطالعتی واحاطتی بما فی کتب الدرس زمن التعلم۔ وهنا قصص من هذا الباب كثيرة اطوی عنها الكشح اختصارًا۔

ومما منّ الله تبارك وتعالىٰ به علىّ انى كثيرًا ما كنت احلّ المسائل المشكلة فی الفنون او العبارات الصعبة فی الكتب حلًا ينمدغ به الاشكالات فی زمن الطلب والتحصيل وقد عجز عن حلها المدرسون الكبار بل اساتذتی العظام فكانوا يختبروننی باسألة استصعبوها او عجزوا عن حلها ويمتحنوننی فی الدرس بمواضع صعبة من العبارات فی الكتب التی قد قضوا عليها بالغلط وانا لا اعرف حالهم فكنت احلها بداهة واقرر تقريرًا ينتفی به اشكال الكلام وينحلّ المرام فيتعجّبون تعجّبًا وكل ذلك باحسان والهام من الله تعالىٰ وسبحانه ولا فخر۔ وهذا امر غريب قلّما راٰه احد من العلماء فی المتعلمين وهنا غير واحد من الاخبار والقصص المتعلقة بهذا الباب اترك ذكرها۔

ومما منّ الله تبارك وتعالىٰ انّ الخصلة المذكورة لی باقية الى الآن بل ازدادت ازديادًا بتوفيق الله تعالىٰ واحسانه ولله الحمد والمنة۔ فاذكر بتوفيق الله تعالىٰ فی اثناء الدروس للطلبة وفی التصنيفات توجيهات واسرارًا من عند نفسی فی حلّ المعضلات العلميّة والمغلقات من فنون شتّى كالتفسير والحديث والفقه والاصول والمنطق والفلسفة وعلم الادب العربيّة وغير ذلك۔ فلی توجيهات جيّدة وتقريرات قويّة فی غير واحد من مغلقات هذه العلوم تعانق القلوب وتصافح الاذهان وتدخل الاُذن قبل الإذن قد خلت عنها الزبر۔ ومصنّفاتی ودروسی شاهد عدل على ذلك ومن شكّ فليرجع الى كتبی نحو بغية الكامل وفتح العليم وفتح الله وغير ذلك۔

ومما منّ الله تعالىٰ به علىّ انه وفّقنی بفضله وكرمه لاستخراج اجوبة كثيرة خلت عنها الزبر واستنباط غير واحد من توجيهات ووجوه ما فتق بها الاٰذان من قبلی وذلك عند حلّ سوال علمیّ مهمّ ودفع مشكلة علميّة قويّة حتى انی ربما اذكر فی حلّ سوال واحد نحو عشرة وجوه من الاجوبة والتوجيهات او نحو عشرين واكثر الى عدّة مأٰت وكتبی تنباك ما سطرت ان طالعت وحقّقت ويثلج بها صدرك ان فتّشت ودقّقت۔

وهذا الاستكثار من الاسرار المكتومة والدقائق المكنونة والعلوم السنيّة والوجوه العليّة نعمة من الله تعالىٰ عظيمة۔ ولا يقدر على الاستكثار هذا الا من رزق سعة العلم وبسط المطالعة و

دقة النظر، ذاكرةً قويّةً وذهناً غوّاصاً بفضل الله وكرمه. وان شئت مصداق ذٰلك فارجع الى بعض تصانيفي فذكرتُ في كتابي فتح العليم نحو مائة وتسعين جواباً وتوجيهاً لحلّ الاشكال العظيم في تشبيه حديث كما صلّيت على ابراهيم. مع اسرار ودقائق علمية كثيرة من هذا الباب.

حتى قال بعض العلماء بعد رؤية فتح العليم ما سمعنا ان احداً من العلماء القدماء ذكر لمسألة علمية هذا القدر من عدد الاجوبة والتوجيهات بل ولا نصفها وقال بعض كبار ائمة الحرمين الشريفين عند مطالعة فتح العليم ان امثال هذه التحقيقات لا يقدر عليها عامة علماء العصر وانما كان هذا شان العلماء قبل خمسمائة سنة او اكثر من ذٰلك.

وانتهيت في فتح الله وجوه خصائص الجلالة الى ماينيف على خمسين وسبع مائة خاصّة فلا يطلع احد من الفضلاء على هذا الكتاب الّا وهو يتعجب من جمع هذه الخصائص الكثيرة اقول هذا تحديثاً ولا فخر.

ورأيت في السلف الشيخ العلامة ابن القيم رحمه الله تعالى ممتازاً في هذه الخصلة السنيّة حيث سلك في غير واحد من كتبه هذا المسلك من ذكر اجوبة ووجوه كثيرة لحلّ سوال واحدٍ او ايضاح مطلبٍ واحد فانا متبعٌ منهجه وسالكٌ سبيله وان كنتُ قليل البضاعة ذا قلم مكسور وصدر مصدور وانى للظالع ان يدرك شأو الضليع.

أسيرُ خلف رِكابِ النُّجبِ ذا عرج — مؤمّلاً جبرَ ما لاقيتُ من عرَج

فان لحقتُ بهم من بعدِ ما سبَقوا — فكم لربِّ السمااء في الناسِ من فرَج

وان ظللتُ بِقفرِ الارضِ منقطِعاً — فما على عرَجٍ في ذاك من حرَج

وحقّ والحقّ احقّ ان يحقّ ان البعيد قريب اذا التقى العزم والتوفيق كما ان القريب بعيد اذا تلاقى التفريط والتعويق.

وممّا منّ الله تعالى به علىّ تصنيفي لكتب كثيرة في فنون شتى وسهّل الله لى طرق التاليف والتصنيف واسباب ذٰلك بتوفيقه وفضله فصنّفت نحو مائة كتب في فنون مختلفة من التفسير والحديث والمنطق والفلسفة والهيئة والنجوم القديمة والحديثة وعلم المرايا وعلم الابعاد والصرف والنحو وسائر العلوم العربية والبلاغة وعلم التاريخ وغير ذٰلك واقول كما قال بعض القدماء من العلماء ما من مسألة مهمّة من مهمات الفنون والعلوم الّا وانا استطيع بفضله تعالى وكرمه ان اؤلف فيها كتاباً كبيراً او رسالة بتوفيق الملك المنعام والحمد لله على احسانه وكرمه.

ومما انعم الله تعالىٰ به عليّ في باب التصنيف ان جعل تسويدي للتصانيف تبييضاً لها و مُسوّدتي مبيّضةً على ما جمعت علوماً كثيرة وحوالاتٍ على كتب الائمة متوفرة ولله الحمد والمنّة ولا فخر۔

وهذه خصلة نادرة الوجود منّ الله تعالى وسبحانه بها عليّ فيما بين العلماء الكبار فإن المصنفين اغلبهم يسوّدون اوّلاً بجمع المسائل من غير رعاية ترتيب ومن غير لحاظ تحسينٍ نحو ذلك ثم يرجعون ويكرّرون النظر فيها فيبيّضون بتغيير ما كتبوا اوّلاً وايقاع نبذ من المحو و الاثبات فيها وكون المسوّدة مبيّضةً قلّ من يتصف بها ويُعدّ هذا الوصف من النوادر و يورد في اثناء المدائح۔

ولذا قال الشيخ عبد الحيّ اللكنوي رحمه الله واني احمد الله حمداً كثيراً على انه جعلني فيما بين علماء عصري متصفاً بهذه الصفة وجعل مسوّداتي لمؤلّفاتي مبيّضة اوكالمبيّضة اهـ وقال الجلال السيوطي رحمه الله في طبقات النحاة عند سرد احوال العلامة قطب الدين الشيرازي شارح حكمة الاشراق والقانون والتحفة الشاهية ونهاية الادراك ان مسودته مبيّضة اهـ۔

ومما منّ الله تعالى به عليّ التبحّر في العلوم كلها النقلية والعقلية من التفسير والحديث والفقه والكلام والاصول والمعاني والبيان والنحو والصرف والاشتقاق واللغة العربية و سائر علوم العربية وما يتعلق بذلك والمنطق والطبعيات والالهيات وعلم السماء والعالم و الهندسة وعلم الهيئة القديمة اليونانية والهيئة الحديثة الكوبرنيكسيّة. ولي تصانيف في هذه العلوم وتعاليق على كتبها۔

بل اعرف بالضبط والمعرفة الجيّدة غير واحد من الفنون التي لا يعرفها علماء العصر فضلاً عن التبحر والتمهّر فيها۔ ومشايخي الكبار واكابر علماء العصر الذين هم في مرتبة مشايخي يعترفون لي بذلك وربما جعلوني حكماً في تحقيق بعض المسائل المختلفة المهمّة وربّما فوّضوا اليّ تحقيق مباحث مهمّة معضلة عجز عن تحقيقها علماء الزمان عن آخرهم وطلبوا منّي بسطها وتحقيقها فحققتها بالادلّة المقنعة واستقصيت الكلام فيها بالادلة الشافية الكافية بتوفيق الله تعالى وفضله فسلّموا لذلك واعجبهم ما ذكرت وعملوا بوفق ما حرّرتُ و حقّقتُ ولله الحمد والمنّة۔

وبالجملة سهّل الله تعالى لي هذه العلوم لاسيّما العلوم العقلية من المنطق والفلسفة بانواعها حيثُ وَهَبَ لي فيها مقام المجتهد المطلق. فابحث في فصولها وابوابها واحكامها و

اسبابها بالنقض والابرام وبذكر الحقائق السنية وايراد الدقائق العلية حسب اصول المعقول كأني مجتهدها ومؤسسها واغوص في مباحث لم يغص فيها احد قبلي واستنبط علوما واسرارا لم يطمثهن احد من قبلي واستنبط خرائد لم يطمثهن احد غيري۔

وابدي في الدرس بين حلقات الطلبة والعلماء من النكات المخفية والعلوم المستورة ما يظن السامع ان عمري مضى في هذا الفن الواحد وفي استحكامه۔ وهكذا حال درسي لجميع كتب الفنون العقلية والنقلية وهكذا يحسب سامع كل درس لي في جميع الفنون وذلك لكثرة ما يسمع من النقض والابرام على وفق الاصول وضبطي للاصول والفروع. ولكثرة ما يقرع سمعه من بدائع اللطائف ولطائف البدائع. ولله الحمد ولا فخر. ذكرت نبذا مما من الله به علي تحديثا بالنعم وترغيبا للطلبة والعلماء في جمع العلوم وهداية لهم الى مسالك الفنون واشارة لهم الى ان من جد وجد ومن دق الباب ولج ولج ولنعم ما قيل ؎

بجد لا بجد كل مجد وهل جد بلا جد بمجد

هذا والله اعلم وعلمه اتم وفضله اجل ونعمه اكمل۔

فصل

فصل ہٰذا میں تفسیر بیضاوی میں واقع معدودے چند اخطاء کا ذکر تنبیہاً لاہل العلم کیا جاتا ہے۔ وھذہ الاخطاء لاتحط عن مقام البیضاوی ومکانتہ فانہ عالم کبیر محقق مدقق ولقد احسن من قال لیس العالم الکبیر الذی لایخطئ بل الکبیر من تُعدّ اخطاؤہ وتحدّ دوتقل۔

(۱) بیضاویؒ نے مثلھم کمثل الذی استوقد نارًا کی شرح میں لکھا ہے الاستیقاد طلب الوقود والسعی فی تحصیلہ۔ آپ کا یہ قول مبنی ہے اس بات پر کہ استیقاد میں سین طلب کے لیے ہے۔ اور یہ تفسیر و قول خلافِ اولیٰ ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ ائمہ لغت و علما محققین کا قول اس کے خلاف ہے۔ ائمہ لغت و محققین کے نزدیک یہاں پر استوقد بمعنی اوقد ہے۔ قال الامام الاخفش ان الاستفعال بمعنی الافعال کاستجاب بمعنی اجاب وحکی الامام ابوزید اَوقَدَ و اِستوقَدَ بمعنی کاجاب و استجاب۔

ثانیاً اس لیے کہ استیقاد بمعنی طلب الوقود محتاج ہے کلام محذوف کی طرف جو کہ اَوقدھا ہے ای طلبوا نارًا فاوقدوھا۔ قول بالحذف کی ضرورت اس لیے ہے تاکہ ذھب اللّٰہ بنورھم کا مفہوم درست ہوجائے۔ کیونکہ ذہابِ نور وجودِ نار پر دلالت کرتا ہے اور محض طلبِ نار سے تحققِ نار لازم نہیں ہے تو لامحالہ یہاں پر اوقدھا محذوف ماننا پڑے گا۔

نیز فلمّا اضاءَتْ میں فاء تفریع ہے ماقبل پر۔ تو ماقبلِ اضاءۃ سبب ہوگا اضاءۃ کے لیے۔ اور اضاءۃ کی تفریع ایقاد پر صحیح ہے نہ کہ طلبِ وقود پر۔ اور ایقاد سببِ اضاءۃ تو ہوسکتا ہے طلبِ وقود نہیں ہوسکتا۔ بہرحال حسب تفصیل بیضاویؒ یہاں پر اشکالِ عظیم ہے جو بغیر قول بالمحذوف مندفع نہیں ہوتا اور اصل کلام میں عدم الحذف ہے۔ جب بغیر حذف کلام بن سکے تو قول بالمحذوف کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

(۲) فلمّا اضاءت ماحولہ کی ترکیب میں بیضاویؒ نے متعدد احتمالات تبعاً للزمخشری ذکر کیے ہیں۔ ان میں ایک احتمال یہ ہے کہ اضاءت کا فاعل ضمیر ہے جو نار کو راجع ہے اور ما موصولہ ہے اور منصوب علی الظرف ہے یا ما مزیدہ ہے اور حولہ ظرف ہے اضاءت کے لیے۔

اور یہ دونوں احتمال نہایت بعید بلکہ اَبعد ہیں اور اعجاز قرآن کے شایانِ شان نہیں ہے خصوصًا زیادتِ ما کا احتمال تو عجیب تر ہے۔

احتمالِ اوّل اس لیے بعید ہے کہ ما موصولہ بمعنی اَمکنہ جب ظرف ہو تو حرفِ فی کی تصریح لازم ہے۔ کیونکہ ما معرفہ ہے۔ تو وہ مکانِ معیّن پر دال ہوگا اور تقدیر فی مکان معین میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے جلستُ المسجدَ غیر صحیح ہے۔ صحیح جلستُ فی المسجد ہے۔ تقدیر فی ظروفِ مکانیہ مبہمہ میں جائز ہے بوجہ کثرتِ استعمال ولا کثرۃ فی الموصول المعتبر بہ عن المکان المعیّن۔ نیز اس احتمال میں ایک اور اشکال بھی ہے وھو لزوم المکان للمکان واتحاد الظرف مع المظروف وھو محال۔

تفصیلِ مقام یہ ہے کہ ما ظرفیہ موصول ہے اور حولہٗ ظرف اس کا صلہ ہے ظرف مستقر ہو کر۔ اور حول سے بھی مراد اَمکنہ ہیں اور یہ ظرف ہے ما کے لیے۔ اور مَا سے بھی مراد اَمکنہ ہیں کما صرح بہ البیضاویؒ۔ والتقدیر فلما اضاءت النار الامکنۃ التی ثبتت فی الامکنۃ۔ پس لازم آیا کہ امکنہ کے لیے امکنہ ہوں گے اور مَا سے جو امکنہ مراد ہیں حولہٗ سے بھی وہی امکنہ مراد ہیں اور یہ ہے لزوم ظرفیۃ الشئ لنفسہ واتحاد الظرف مع المظروف۔ اور یہ محال ہے۔ لہٰذا بیضاوی کا یہ قول درست نہیں ہے۔ علماء نے اگرچہ اس کا حل ذکر کیا ہے لیکن بہرحال اس قسم کا قول بغیر ضرورت اور دیگر احتمالاتِ صحیحہ کے ہوتے ہوئے نہ بیضاویؒ جیسے محقق کے لائق ہے اور نہ اعجاز و بلاغتِ قرآن کے شایانِ شان ہے۔

اور دوسرا احتمال کہ مَا زائدہ ہو نہایت بعید و باطل ہے۔ اوّلاً تو اس لیے کہ بغیر ضرورت قرآن میں قول بزیادۃ کلمہ محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ایسے مقام میں اس کی زیادت مسموع و منقول ہے۔ کیونکہ کلامِ عرب میں جلستُ ما مکانا یا جلستُ ما یوم الخمیس مسموع نہیں ہے۔

معلوم نہیں کہ زمخشری اور بیضاوی نے کہاں سے یہ قول اخذ کیا ہے۔ ابوحیان نحوی بحر محیط جلد اول ۸۰ پر زمخشری کی اس وجہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقدر الزمخشری بھذا الوجہ مع انہ لا یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلسًا حسنًا ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔ انتہی بتصرف۔

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں لا حاجۃ الی ارتکاب ما قلّ استعمالہ لاسیما زیادۃ مَا ھنا حتی ذکروا انھا لم تسمع ھنا ولم یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلسًا حسنًا ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔

ویالیت شعری من این اخذ ذلک الزمخشری وکیف تبعہ البیضاوی۔انتہی۔ شرح المعانی ج ۱ ص ۱۶۵ ۔

(۳) مالک یوم الدین میں ایک قرأت مَلِكِ یوم الدین ہے۔ یہ دونوں متواتر قرأتیں ہیں۔ امام عاصم وکسائی یہاں پر مالکِ پڑھتے ہیں اور باقی قراء مَلِک پڑھتے ہیں۔

بیضاوی قرأتِ مَلِک کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں وھو المختار لانہ قراءۃ اھل الحرمین الخ۔ بیضاوی نے تبعاً للزمخشری قرأت ہذا کو مختار کہا ہے۔ جمہور قراء و محدثین کے نزدیک قرأتِ سبعہ سب مختار ہیں۔ ان میں سے کسی ایک قرأت پر دوسری قرأت کے مقابلے میں مختار کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دوسری قرأت غیر مختار ہے اور اس میں کچھ نقص ہے۔ نیز لازم آتا ہے کہ وہ ساقط ہے۔ حالانکہ یہ تمام قرأتِ سبعہ مختار ہیں۔ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے بتواتر ثابت ہیں۔ بہرحال کسی ایک قرأت کو دوسری پر اس طرح ترجیح دینا کہ اس سے دوسری کی تنقیص لازم آئے بڑی غلطی ہے۔

لیکن بیضاوی تفسیر ہذا میں کئی جگہ پر ایسی ترجیح دیتے رہتے ہیں۔ جس سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے اگرچہ تاویل کرکے بیضاوی کے ایسے کلام کی توجیہ صحت کی جا سکتی ہے لیکن اس سے بچنا بہرحال اولیٰ و احسن ہے قال ابو شامۃ قد اکثر المصنفون فی التفاسیر من الترجیح بین قراءۃ مالک وملک حتی بالغ بعضھم الی حد یکاد یسقط وجہ القراءۃ الاولیٰ وھذا لیس بمحمود بعد ثبوت القراءتین واتصاف الرب بھما بمعناھما انتہی۔

(۴) بیضاویؒ محققین کاملین میں سے ہیں لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ علم حدیث سے ان کو ادنیٰ بھی مس و تعلق نہیں تھا۔ اور اتنے بڑے مفسر و محقق کے لیے یہ بڑا نقص و عیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تفسیر ہذا میں موضوع وضعیف احادیث ذکر کرتے ہوئے ان سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً تفسیر سورت فاتحہ کے آخر میں اس کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک موضوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے عن حذیفۃ بن الیمان مرفوعاً ان القوم لیبعث اللہ علیھم العذاب حتماً مقضیاً فیقرأ صبیٌ من صبیانھم فی الکتاب الحمد للہ رب العالمین فیسمعہ اللہ فیرفع عنھم بذلک العذاب اربعین سنۃ۔۔ قال الحافظ العراقی انہ موضوع۔

(۲) اسی طرح آیتِ واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا کی شرح میں روایت قصہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ذکر کی ہے جو کہ موضوع ہے قال ابن حجر ان ھذا الحدیث ای حدیث

قصة رئيس المنافقين منكر وهو سلسلة الكذب لا سلسلة الذهب وآثار الوضع عليه لائحة۔
ان دو کے ذکر پر ہی ہم اکتفا کرتے ہیں ورنہ اس قسم کے آثار واحادیثِ موضوعہ تفسیر ہذا میں بہت زیادہ ہیں۔

(۵) کئی مقامات پر آپ کی تفسیر میں واضح تضاد موجود ہوتا ہے۔ مثلاً واذا خلوا الی شیاطینھم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شیاطین سے مراد کبار منافقین ہیں اور قائلین صغار منافقین ہیں۔ اور چند سطور قبل آپ نے ان آیات کا شانِ نزول رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا قصہ ذکر فرمایا ہے۔ لہذا اس شانِ نزول کے پیشِ نظر قائل رئیس المنافقین ہوگا نہ کہ صغار منافقین الا ان یقال ان قول البیضاوی ھذا مبنی علی غیر تلك الروایة لکن فیہ بعدٌ لا یخفی۔

اسی طرح مزید کئی مواضع میں اس قسم کا تضاد آپ کی تفسیر میں موجود ہے فمن ذلك ما قال البیضاوی علی ماذکرہ البھاء العاملی عند قولہ تعالیٰ فی سورۃ ھود لیبلوکم ایکم احسن عملا ان الفعل معلق عن العمل وقال فی سورۃ الملك نقیض ذلك۔ وصرح فی سورۃ ھود بان التوراۃ کانت قبل اغراق فرعون وقال فی سورۃ المؤمنون نقیض ذلك۔ وقال عند قولہ تعالیٰ فی سورۃ مریم وکان رسولا نبیا ان الرسول لا یلزم ان یکون صاحب شریعة وقال فی سورۃ الحج نقیض ذلك۔ وصرح فی سورۃ النمل بان سلیمان علیہ السلام توجہ الی الحج بعد اتمام بیت المقدس وقال فی سورۃ سبأ نقیض ذلك ھذا۔

(۶) بیضاوی عموماً لغوی تحقیقات امام راغبؒ سے نقل فرماتے ہیں اور کشاف سے بھی اخذ کرتے ہیں۔ لیکن گاہے گاہے تقلید زمخشری کرتے ہوئے مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو جمہور اہل لغت کے خلاف ہوتی ہے۔ اگر وہ ادنیٰ تحقیق کر لیتے کتبِ لغت دیکھ کر تو اس قسم کی غلطی سے بچ سکتے تھے۔ ایسی واضح غلطی اتنے بڑے محقق کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً ویمدھم فی طغیانہم یعمھون میں لکھتے ہیں من مدّ الجیش وامدّہ اذا زادہ وقواہ لا من المدّ فی العمر فانہ یعدّی باللام کاملی لہم ویدل علیہ قراءۃ ابن کثیر ویُمِدّھم اھ بحاصلہ۔ قراءتِ ابن کثیر میں یِمِدُّ بضم یا من باب الافعال ہے۔ دیگر قراء یَمُدُّ بفتح یا وضم میم من باب نصر پڑھتے ہیں۔

کلام بیضاوی کا حاصل یہ ہے کہ مدّ مجرد کے دو معنی ہیں اوّل زیادت۔ دوم امہال۔ اور مدّ فی العمر بمعنی امہال ہے۔ اول متعدی بنفسہ ہے اور دوم متعدی باللام ہے۔ اور امداد یعنی

باب افعال صرف پہلے معنی یعنی زیادت پر دلالت کرتا ہے۔ امداد کے معنی مدّ فی العمر یعنی امہال نہیں آتے۔ یہ ہے کلامِ بیضاوی کا خلاصہ۔ لیکن محققین اہل لغت کے نزدیک علامہ بیضاویؒ کی دونوں باتیں غلط ہیں۔

اول اس لیے کہ مدّ بمعنی امہال بھی متعدی بنفسہ مستعمل ہے۔ اسی طرح اَمَدَّ اِمداداً کا معنی صرف زادہٗ زیادۃً نہیں ہے بلکہ وہ بمعنی امہل امہالاً بھی مستعمل ہے۔ اہل لغت نے اس کی تصریح کی ہے۔ قال الجوہری مدّ اللہ فی عمرہٖ ومدّہٗ فی غیّہٖ ای امہلہٗ وطوّل لہٗ وروی عن ابن عباس ان المدّ ھھنا بمعنی الاملاء والاملاء ھو الامہال۔ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں والحق ان الامہال ھنا محتمل والیہ ذھب الزجاج وابن کیسان فقد ورد عند من یعول الیہ من اھل اللغۃ کل منھما ثلاثیاً ومزیداً ومعدّی بنفسہ وباللام وکلاھما من اصل واحد ومعناھما یرجع الی الزیادۃ کمّاً او کیفاً۔ انتہٰی۔

(۷) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر ہٰذا کے بعض مواضع میں مذہبِ متکلمین کی بجائے مذہبِ فلاسفہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً عالم اور احتیاجِ عالم الی المؤثر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وھو کل ما سواہ تعالیٰ من الجواھر والاعراض فانھا لامکانھا وافتقارھا الی مؤثر واجب لذاتہ تدل علیٰ وجودہٖ۔

آپ کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ احتیاج عالم الی المؤثر کی علت امکان ہے۔ اور یہ فلاسفۂ یونان کا مسلک ہے۔ متکلمین کے نزدیک علتِ احتیاج حدوث ہی ہے۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ امام المتکلمین ہیں۔ لہٰذا آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مذہبِ متکلمین کے مقابلہ میں مذہبِ فلاسفہ کو راجح قرار دیں۔

(۸) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ گاہے اپنی رائے وغیر منصوص تاویل کو منصوص و مرفوع تفسیر پر راجح قرار دیتے ہیں۔ اور مرفوع تفسیر کی تزییف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے قیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ طریقہ قاضی بیضاویؒ جیسے متکلم و امام علماءِ اسلام کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کے بیان میں لکھتے ہیں وقیل المغضوب علیھم الیھود لقولہ تعالیٰ فیھم من لعنہ اللہ وغضب علیہ والضالین النصاریٰ لقولہ تعالیٰ قد ضلوا من قبل واضلوا کثیراً وقد روی مرفوعاً۔ اھ۔ یہاں پر تفسیر مرفوع کو ضعیف قرار دے کر اسے قیل سے ذکر کیا۔ خود بیضاوی رحمہ اللہ نے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح کی ہے۔

اخرج احمد فی مسندہٖ وحسنہ ابن حبان فی صحیحہٖ عن عدی بن حاتم واخرجہ ابن مردویہ

عن ابی ذر رضی اللہ عنہا بلفظ سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قول اللہ غیر المغضوب علیھم قال ھم الیھود ولا الضالین قال النصاری وقال ابن ابی حاتم لا اعلم فیہ خلافا عن المفسرین۔ یہ مفسرین کے اجماع کی حکایت ہے۔ پس تعجب ہے کہ تفسیر مرفوع و اجماع سے اپنی رائے پر اعتماد کر کے بیضاوی نے کس طرح اور کیونکر عدول کیا۔

(۹) مفسرین کے نزدیک کسی آیت کی وہ تفسیر راجح و اقویٰ شمار ہوتی ہے جو مرفوع یا موقوف احادیث صحیحہ میں مروی ہو۔ لیکن قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کئی آیات کی شرح میں مرفوع احادیث میں منقول تفسیر کو ترک کر کے دیگر وجوہ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ طریقہ خلافِ اولیٰ ہے۔

مثلاً بیضاوی نے سورت یٰسین کی تفسیر کرتے ہوئے آیت والشمس تجری لمستقر لھا کی تاویل میں متعدد وجوہ ذکر کی ہیں لیکن مرفوع احادیث میں مروی تفسیر کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ بیضاوی کی عبارت یہ ہے والشمس تجری لمستقر لھا ای لحد معین ینتھی الیہ دورھا فشبہ بمستقر المسافر اذا قطع مسیرہ او لکبد السماء فان حرکتھا فیہ یوجد فیھا بطء بحیث یظن ان لھا ھناک وقفۃ قال ے والشمس حیری لھا بالجق تدویم۔ اولا ستقرار لھا علی نھج مخصوص او لمنتھی مقدر لکل یوم من المشارق والمغارب فان لھا فی دورھا ثلثمائۃ وستین مشرقا ومغربا تطلع کل یوم من مطلع وتغرب من مغرب ثم لا تعود الیھا الی العام القابل او لمنقطع جریھا عند خراب العالم۔ انتہی۔

وہ مرفوع حدیث جسے بیضاوی نے ترک کر دیا اور جو آیتِ متقدمہ کی تفسیر سے متعلق ہے یہ ہے

اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ذر قال دخلت المسجد حین غابت الشمس والنبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اتدری این تذھب ھذہ قال قلت اللہ ورسولہ اعلم فقال انھا تذھب فتستأذن فی السجود فیؤذن لھا وکانھا قد قیل لھا اطلعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا قال ثم قرأ وذلک مستقر لھا قال وذلک فی قراءۃ عبداللہ۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔ ترمذی ج ۲ ص ۱۷۷۔

قال الشیخ عبدالحق فی اللمعات قد ذکر لہ ای لقولہ مستقر لھا فی التفاسیر وجوہ غیر ما فی ھذا الحدیث ولا شک ان ما وقع فی الحدیث المتفق علیہ ھو المعتبر والمعتمد والعجب من البیضاوی انہ ذکر وجوھا فی تفسیرہ ولم یذکر ھذا الوجہ ولعلہ اوقعہ فی ذلک تفلسفہ نعوذ باللہ من ذلک وفی کلام الطیبی ایضا ما یشعر بضیق الصدر نسأل اللہ العافیۃ۔ انتہی کلام الشیخ۔

(۱۰) جمہور محدثین و مفسرین و علماء کرام کے نزدیک عیسٰی اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا کئی مرفوع احادیث اس سلسلہ میں منقول ہیں۔

لیکن علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبعًا لصاحب الکشاف لکھا ہے کہ زمانہ فترت میں چار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے تین بنو اسرائیل میں سے تھے اور ایک عرب میں سے تھے۔ عربی کا نام خالد بن سنان ہے۔ بیضاوی کا یہ قول صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہے۔ ففی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والاٰخرۃ ولیس بینی وبینہ نبیٌ۔ وفی روایۃ اخری لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول۔ خالد بن سنان کے بارے میں کتاب ہذا کی ایک اور فصل میں ہم تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ فراجعہ۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص۲۱ ذکر البیضاوی تبعًا لصاحب الکشاف ان بین عیسٰی ومحمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثۃ من بنی اسراءیلُ واحدًا من العرب وھو خالد بن سنان وبعدہ حنظلۃ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالیٰ لاصحاب الرس بعد خالد بمائۃ سنۃٍ۔ انتھٰی۔ ھذا واللہ اعلم۔

فصل

اس فصل میں ہم اصول تفسیر سے متعلق چند فائدے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

فائدہ ۱۔

یہاں پر ہم علم تفسیر کی تعریف و موضوع و غایت کا مختصراً ذکر کرتے ہیں:۔

حدِ تفسیر:۔ تفسیر کے ماخذ لغوی میں تین قول ہیں۔

اوّل یہ کہ اس کا ماخذ فسر بمعنی بیان و کشف ہے۔ بنا بریں وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

قولِ ثانی۔ یہ مقلوب سفر ہے۔ کما قال البعض۔ یقال أسفر الصبح ای اضاء۔ قال اللہ تعالیٰ والصبح اذا اسفر۔ یہ قول امام راغب نے ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا کہ فسر کشف معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور سفر کشف اعیان کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ تاہم یہ قول بعید ہے کیونکہ مبنی ہے قلب پر اور قلب خلافِ اصل ہے۔

قولِ ثالث:۔ اس کا ماخذ تفسرۃ ہے وہی اسم لما یعرف بہ الطبیب المرض۔ ان آخری دو قولوں کے پیشِ نظر بھی وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ تفسیر قرآن بھی کشفِ معانی اور ضیائے بصیرت کا ذریعہ ہے۔

حدِ اصطلاحی۔ قیل ھو علم یعرف بہ معانی القرآن بحسب الطاقۃ البشریۃ بنا بریں تعریف علم قرات خارج ہوگا علم تفسیر سے۔

وقیل ھو علم یعرف بہ معانی کلام اللہ تعالیٰ او الفاظہ بحسب الطاقۃ البشریۃ۔ اس تفسیر کے لحاظ سے علم قرات داخل ہوگا علم التفسیر میں۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وقیل ھو العلم الباحث عن اصول کلام اللہ من حیث الدلالۃ علی المراد واختارہ التفتازانی وغیرہ۔

بیان موضوع وغایہ۔ علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ ہے یعنی قرآن۔ اور اس کا غایہ ہے الوصول الی سعادۃ الدارین والاعتصام بالعروۃ الوثقیٰ۔ کذا قالوا۔ والحق عندی ان یقال ان غایتہ الاطلاع علی مراد اللہ من کتابہ المجید۔

فائدہ (۲)۔

قرآن مجید سے مراد اللہ معلوم کرنے اور اس کے مطالب سمجھنے کے دو طریقے ہیں۔ اول تفسیر دوم تاویل۔ اور یہ دونوں طریقے مستحسن اور موجبِ ثواب ہیں۔ عرف عام میں دونوں پر تفسیر کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ تاویل کی اصل أول ہے جس کا معنی ہے رجوع کرنا فکأنہ صرف الآیۃ الیٰ ما تحتہ من المعانی عند البعض اس کا ماخذ ایالۃ بمعنی سیاسۃ ہے کأن المؤول للکلام ساس الکلام ووضع المعنی فیہ موضعہ۔ تفسیر و تاویل میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

قول اول۔ ابو عبیدؒ اور بعض دیگر علماء کہتے ہیں کہ تفسیر و تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ دونوں مترادفین ہیں۔

قول ثانی۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر الفاظ مفردہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تاویل معانی وجملوں سے متعلق ہوتی ہے۔ پس الفاظ و مفردات کی شرح از قبیل تفسیر ہے اور معانی وجملوں کی توضیح سے متعلق ابحاث تاویل کہلاتی ہیں۔

قولِ ثالث۔ تفسیر عام ہے تاویل سے۔ فالتاویل مایتعلق بالکتب الالٰھیۃ والتفسیر مایتعلق بھا او بغیرھا من کتب الفنون ھذا مایعلم من کلام الراغب۔

قول رابع۔ تفسیر قطعی و یقینی ہوتی ہے اور تاویل ظنی۔ پس بطریق یقین یہ کہنا کہ فلاں لفظ وآیت سے مراد اللہ یہ ہے تفسیر ہے نفیہ شہادۃ علی ان اللہ عنی باللفظ ھذا المعنی۔ اور تاویل محتملات ومعانی متعددہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں ای بدون القطع وبدون الشہادۃ علی اللہ تعالیٰ۔ ھذا واللہ اعلم۔

ھذا آخر ماتیسّر لھذا العبد الضعیف جمعہ وترتیبہ
وتحریرہ وقد استراح القلم منہ ضحوۃ یوم
الاربعاء الثامن والعشرین من الصفر سنۃ ۱۴۰۳ھ
والحمد للہ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ و
اصحابہ اجمعین ؏

کتبہ احقر محمد ایوب غفرلہ الذنوب

فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزو ثانی)

فهرست بعض مولّفات الروحانى البازى و هى كثيرة نذكر هٰهنا نبذةً منها و اكثرها باللغة العربيّة

في علم التفسير

١- شرح وتفسير لنحو ثلاثين سورةً من آخر القرآن الشريف . هو تفسير مفيد مشتمل على علوم .

٢- ازهار التّسهيل في مجلّدات كثيرة تزيد على اربعين مجلّدًا . هو شرح مبسوط للتفسير الشهير في الدنيا للمحقّق البيضاوى .

٣- كتابُ علوم القرآن في اصول التفسير و علومه الكلية .

٤- تفسير آية " قل يا عبادى الذين أسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله " الآية . هو مشتمل على غرائب اسرار تحتوى عليها هذه الآية . ذكر المصنّف فيه نحو سبعين سِرًّا و هذه الاسرار اللطيفة مثيرة لساكن العزمات الى روضات الجنّات .

٥- كتاب ثبوت النّسخ في غير واحد من الاحكام الاسلامية و هو مشتمل على اسرار النسخ و مصالحه التي خلت عنها الكتب . صنّفه المصنّف دمغًا لمطاعن غلام احمد برويز رئيس طائفة الملاحدة المنكرين حجيّة الاحاديث النبويّة في الاحكام الاسلاميّة و ذلك بعد ما اتّفقت مناظرات قلميّة و خطابيّة بين المصنّف و بين هذا الملحد غلام احمد و أتباعه .

٦- فتح الله بخصائص الاسم الله . كتاب بديع كبير لا نظير له في كتب السلف و الخلف و هو يشتمل على نحو سبع مائة و خمسين من خصائص الاسم الله الجلالة .

٧- رسالة في تفسير " هدًى للمتّقين " فيها نحو عشرين جوابًا لحلّ اشكال تخصيص الهداية بالمتّقين .

٨- مختصر فتح الله بخصائص الاسم الله .

في علم الحديث

١- شرح حصّة من صحيح مسلم رحمه الله تعالى .

٢- كتاب علوم الحديث . كتاب مفيد في اصول الحديث و علومه .

٣- شرح السنن و الجامع للامام الترمذى رحمه الله تعالى .

٤- فتح العليم بحلّ الاشكال العظيم في حديث كما "صلّيت على ابراهيم". كتاب كبير غريب بديع لا نظير له في كتب السلف و الخلف ذكر المصنّف فيه لحلّ هذا الاشكال نحو مائة و تسعين جوابًا .

٥- مختصر فتح العليم .

في علم الادب العربى

١- شرح ديوان ابى الطيّب المتنبّى .

٢- خصائص اللغة العربيّة و مزاياها كتاب ضخيم نفيس لا نظير له في بابه مشتمل على لطائف فضائل اللغة العربيّة.

٣- رشحات القلم في الفروق . هذا الكتاب يحتوى على لطائف التعريفات للمصدر الصريح و المصدر المؤول وحاصل المصدر و اسم المصدر و علم المصدر و الجنس و اسم الجنس و علم الجنس و الجمع و اسم الجمع و شبه الجمع و الجنس اللغوى و الفقهى و العرفي و المنطقى و الاصولى و نحو ذلك و بيان الفروق بينها .

٤- الطوبى . قصيدة في نظم اسماء الله الحسني .

٥- الحسني . قصيدة في نظم اسماء النبي صلى الله عليه وسلّم .

٦- المباحث الممهدة . في شرح المقدمة . رسالة نافعة في مباحث لفظ المقدّمة الواقع في الخطب .

٧- ديوان القصائد . مشتمل على قصائد .

في علم النحو

١- بُغية الكامل السامى شرح المحصول و الحاصل لملا جامى . شرح مبسوط جمع مباحث متعلّقة بالفعل و الحرف و الاسم و حدودها و علاماتها . هو كتاب لا نظير له في كتب النحو .

٢- التعليقات على الفوائد الضيائيّة للجامى .

٣- النجم السعد في مباحث " امّابعد " جمع فيه المصنّف مباحث مفيدة لقولهم " امّا بعد " و ذكر نحو ١٣٣٩٧٤٠ وجهًا من وجوه اعرابه . فانظر الى هذه الكلمة المختصرة والى هذه الوجوه الكثيرة .

٤- نفحة الرّيحانه في اسرار لفظة سبحانه . رسالة مفيدة مشتملة على اسرار هذه اللّفظة .

٥- الطريق العادل الى بغية الكامل .

٦- كتاب الدّرة الفريدة . في الكلم التي تكون اسمًا و فعلاً و حرفًا او حوت قسمين من اقسام الكلمة الثلاثة . و هذا من غرائب كتب الدنيا .

في علم الصرف

١- كتاب الصّرف . كتاب نافع على منوال جديد .

٢- كتاب الابواب و تصريفاتها .

في علمى العروض و القوافي

١- الرّياض الناصرة شرح محيط الدّائرة.

٢- العيون الناظرة الى الرياض الناصرة . هو كتاب لطيف مشتمل على اصول هذا الفنّ و انواع الشعر و ما يتعلّق بذلك .

٣- كتاب الوافي شرح الكافي . شرح

مبسوط للكتاب المشهور بالكافي .

في اللغة العربيّة

١- كتاب الفروق اللغويةبين الالفاظ العربية.

٢- نعم النّول في اسرار لفظة القول . رسالة مشتملة على أبحاث لطيفة في مادة " ق ، و ، ل " .

٣- كتاب زيادة المعني لزيادة المبني . ذكر المصنّف فيه ان زيادة المادة تدلّ على زيادة المعني واتى بشواهد من القرآن و الحديث و اللغة .

٤- لطائف البال في الفروق بين الاهل والآل. كتاب لا مثيل له في موضوعه .

٥- هل الاحاديث حُجّة في القواعد العربيّة و الضوابط اللغويّة . كتاب كبير مشتمل على بدائع و غرائب .

في علم التاريخ

١- تحبير الحسب بمعرفة اقسام العرب و طبقات العرب .

٢- الصحيفة المبرورة في معرفة الفرق المشهورة .

٣- مرآة النّجباء في تاريخ الانبياء .

٤- التحقيق في الزنديق .

٥- عبرة السائس باحوال ملوك فارس .

٦- غاية الطلب في اسواق العرب .

٧- إعلام الكرام باحوال الملائكة العظام .

٨- تراجم شارحى تفسير البيضاوى و مُحشّيه .

٩- الطاحون في احوال الطاعون .

١٠- النظرة الى الفترة . في بيان مصاديق زمن الفترة و اقسامها و احكامها .

١١- تاريخ العلماء و الاعيان .

في علم المنطق

١- شكر الله على شرح حمد الله للسنديلي.

٢- التعليقات على شرح القاضى مبارك لسلّم العلوم .

٣- التعليقات على سلّم العلوم .

٤- التعليقات على شرح مير زاهد على ملاّ جلال .

٥- الثمرات الالهاميّة لاختلاف اهل المنطق و العربيّة في ان حكم الشرطية هل هو بين المقدم والتالى او هو في التالى .

٦- شرح مبحث الوجود الرابطى من كتاب حمد الله .

٧- التحقيقات العلميّة في نفى الاختلاف في محلّ نسبة القضيّة الشرطية بين علماء المنطق و علماء العربيّة . كتاب عويص لا يفهمه الا البعض من الافاضل . ذكر فيه المصنّف مباحث لا يقدر عليها الاّ مَن كان ذا مطالعة وسيعة جدًّا .

في علم الهيئة القديمة

١- التعليقات على التصريح شرح كتاب التشريح .

٢- التعليقات على شرح الجغميني .

٣- نيل البصيرة في نسبة سُبع عرض الشعيرة.

٤- كتاب أبعاد السيّارات و الثوابت و أحجامهنّ حسبما اقتضاه علم الفلك القديم .

في علم الهيئة الجديدة

١- الهيئة الكبرى . كتاب كبير مفصّل.

٢- سماء الفكرى شرح الهيئة الكبرى . في مجلّدين ضخيمين .

٣- الهيئة الوُسطى .

٤- النجوم النُشطى شرح الهيئة الوسطى .

٥- الهيئة الصغرى .

٦- مدارالبشرى شرح الهيئة الصغرى.

٧- ميزان الهيئة .

٨- اين محلّ السماوات السبع . كتاب نفيس مُهِمّ لم يصنّف احد قبل هذا في هذا الموضوع . صنّفه المصنّف لدفع مطاعن المتنوّرين المبنيّة على اطلاق السفن الفضائيّة الى القمر و الزهرة و غير ذلك .

٩- هل الكواكب والنجوم متحركة بذواتها.

١٠- هل السماء و الفلك مترادفان .

١١- عمر العالم و قيام القيامة عند علماء الفلك و علماء الاسلام .

١٢- الفلكيّات الجديدة . كتاب جامع

١٤- كتاب شرح حديث " انّ النبي عليه السلام كان يصلّى العشاء لسقوط القمر لليلة ثالثة " .

١٥- التقاويم المختلفة و أحوال مباديها .

١٦- قدر المدّة من الفجر الى طلوع الشمس . كتاب دقيق لا يفهمه الا المهرة . ألّفه المصنّف عند تحكيم العلماء اياه في هذه المسئلة الكثيرة الاختلاف .

١٧- هل للسماوات ابواب .

١٨- هل السماوات القرآنيّة اجسام صلبة او هى عبارة عن طبقات فضائيّة .

١٩- هل الارض متحرّكة . جمع فيه اقوال علماء الاسلام و آراء الفلاسفة من القدماء و المحدثين .

٢٠- كتاب عيد الفطر و سير القمر .

٢١- كتاب الهيئة الحديثة . كتاب كبير جامع لمسائل الفنّ . هو اوّل كتاب صنّفه المصنّف في هذا الفنّ .

في الموضوعات المتفرّقة

١- كتاب أسرار الاسراء الى بيت المقدس قبل العروج الى السماء .

٢- الخواصّ العلميّة للاسمين محمد و احمد اسمى نبيّنا صلّى الله عليه وسلّم .

٣- كتاب الحكمة في حفظ الله الكعبة من اصحاب الفيل دون غيرهم من اصحاب الحجّاج الظالم و من الملاحدة الباطنية .

٤- كتاب الحكايات الحكميّة .